وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدي

(اردو)

فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي رحمه الله

دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاهور
لندن * هیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس:4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

جلد اوّل

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) (روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/ ۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارة نمبر اکیس 21

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

آپ تلاوت کیجیے جو کچھ وحی کیا گیا آپ کی طرف، کتاب سے، اور قائم کیجیے نماز، بلاشبہ نماز روکتی ہے بے حیائی

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور برے کاموں سے اور البتہ یاد کرنا اللہ کا (اپنے بندوں کو) بہت بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی وحی وتنزیل یعنی اس کتاب عظیم کی تلاوت کا حکم دیتا ہے۔ یہاں اس کتاب عظیم کی تلاوت کا معنی یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے، اس کی ہدایت کو راہ نما بنایا جائے، اس کی خبر کی تصدیق، اس کے معانی میں تدبر اور اس کے الفاظ کی تلاوت کی جائے۔ تب اس کے الفاظ کی تلاوت، معنی ہی کا جز شمار ہو گی۔

جب تلاوت کا معنی مذکورہ بالا امور کو شامل ہے تو معلوم ہوا کہ مکمل اقامت دین تلاوت کتاب میں داخل ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' عام پر عطفِ خاص کے باب میں سے ہے اور اس کی وجہ نماز کی فضیلت، اس کا شرف اور اس کے اچھے اثرات ہیں۔ ﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''بے شک نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔'' (اَلْفَحْشَآءِ) سے مراد ہر وہ بڑا گناہ ہے جس کی قباحت مسلّم اور نفس میں اس کی چاہت ہو۔ (اَلْمُنْكَرِ) سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس کو عقل وفطرت برا سمجھے۔

نماز کا فواحش ومنکرات سے روکنے کا پہلو یہ ہے کہ بندۂ مومن جو نماز کو قائم کرتا ہے اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے ارکان وشرائط کو پورا کرتا ہے، اس کا دل روشن اور پاک ہو جاتا ہے، اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، نیکیوں میں رغبت بڑھ جاتی ہے اور برائیوں کی طرف رغبت کم یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ اس طریقے سے نماز پر دوام اور اس کی محافظت ضرور فواحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ پس فواحش ومنکرات سے روکنا نماز کا سب سے بڑا مقصد اور اس کا سب سے بڑا ثمرہ ہے۔

نماز کو قائم کرنے میں ایک اور مقصد بھی ہے جو پہلے مقصد سے عظیم تر ہے اور وہ ہے نماز کا اللہ تعالیٰ کے قلبی، لسانی اور بدنی ذکر پر مشتمل ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور بہترین عبادت جو مخلوق کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ نماز ہے، نیز نماز کے اندر تمام جوارح کی عبودیت شامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی، بنابریں فرمایا: ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ ''اور اللہ کا ذکر بڑا ہے۔'' اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا اور اس کی مدح کی، اس لیے آگاہ فرمایا کہ نماز کے باہر اللہ تعالیٰ کا ذکر نماز سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، جیسا کہ جمہور مفسرین کا قول ہے، مگر پہلا معنی اولیٰ ہے کیونکہ نماز اس ذکر

سے بہتر ہے جو نماز سے باہر ہو کیونکہ نماز بذات خود سب سے بڑا ذکر ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ اور تم جو نیکی یا برائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

اور نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر اس طریقے سے کہ وہ بہت بہتر ہے، مگر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا ان میں سے،

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ

اور کہو تم: ہم ایمان لائے اس (کتاب) پر جو نازل کی گئی ہماری طرف، اور (جو) نازل کی گئی تمہاری طرف اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود

وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل کتاب سے ایسی بحث کرنے سے روکتا ہے جو بصیرت کی بنیاد پر اور کسی مسلمہ قاعدے کے مطابق نہ ہو، نیز اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جب بھی اہل کتاب سے بحث کریں تو احسن انداز، حسن اخلاق اور نرم کلامی سے ان کے ساتھ بحث کریں اور دعوت اسلام بہترین طریقے سے پیش کریں اور باطل کو قریب ترین ذریعے سے رد کریں۔ اس بحث کا مقصد محض جھگڑنا اور مدمقابل پر غلبہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد حق کا بیان اور مخلوق کی ہدایت ہو۔

اہل کتاب میں سے ایسے آدمی کے سوا جس نے اپنے اس ارادے اور حالت کا اظہار کر کے ظلم کا ارتکاب کیا کہ اس کے بحث کرنے کا مقصد وضاحت حق نہیں بلکہ وہ تو صرف غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کے ساتھ بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس سے بحث کرنے کا مقصد ضائع ہو جائے گا۔

﴿وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ﴾ ''اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔'' یعنی اہل کتاب کے ساتھ تمہاری بحث اور مناظرے کی بنیاد اس کتاب پر ہونی چاہیے جو تم پر نازل ہوئی ہے اور جو ان پر نازل ہوئی ہے، نیز تمہارے رسول اور ان کے رسول پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر ایمان اس بحث و مناظرے کی اساس ہو۔ ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کریں جس سے کتب الٰہیہ اور انبیاء و مرسلین میں جرح وقدح لازم نہ آتی ہو جیسا کہ مناظرہ و بحث کے وقت جہلاء کا وتیرہ ہے۔ جہلاء اپنے مدمقابل کی حق اور باطل، ہر بات میں جرح وقدح کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بحث ظلم، واجب کو نظر انداز کرنا اور آداب مناظرہ کی حدود سے تجاوز ہے کیونکہ واجب یہ ہے کہ مخالف کے باطل نظریات کو رد کیا جائے اور اس کی حق باتوں کو قبول کیا جائے۔ اپنے موقف کو حق ثابت کرنے کے لیے مخالف کی حق بات کو بھی رد نہ کیا جائے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، نیز اہل کتاب

کے ساتھ اس نہج پر مناظرہ کرنے سے ان پر قرآن اور قرآن کے لانے والے رسول (ﷺ) کا اقرار لازم آتا ہے کیونکہ جب وہ ان اصول دینیہ پر بحث کرے گا جن پر تمام انبیاء و رسل اور کتب الٰہیہ متفق ہیں، مناظرہ کرنے والے دونوں گروہوں کے نزدیک وہ مسلمہ اور اس کے حقائق ثابت شدہ ہیں، نیز تمام کتب سابقہ اور انبیاء و مرسلین قرآن اور نبی مصطفیٰ محمد ﷺ کی تائید کرتے ہیں...... یہ کتب الٰہیہ ان حقائق کو واضح کرتی ہیں، ان پر دلالت کرتی ہیں اور انھی کے بارے میں آگاہ کرتی ہیں...... تو اس پر تمام کتابوں اور تمام رسولوں کی تصدیق لازم آئے گی اور یہ اسلام کے خصائص میں سے ہے۔

یہ کہنا کہ ہم فلاں کتاب کی بجائے فلاں کتاب کی دلیل کو تسلیم کرتے ہیں، یہی حق ہے جس پر کتب سابقہ دلالت کرتی ہیں تو یہ ظلم اور خواہشات نفس کی پیروی ہے۔ ان کا یہ قول کتب الٰہیہ کی تکذیب ہے کیونکہ اگر وہ قرآن کی دلیل کی تکذیب کرتا ہے، جو گزشتہ کتب سماویہ کی تصدیق کرتا ہے، تو یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ ان تمام کتب سماویہ کی تکذیب کرتا ہے جن پر ایمان لانے کا وہ دعویدار ہے، نیز ہر وہ طریقہ جس سے کسی بھی نبی کی نبوت ثابت ہوتی ہے تو اسی طریقے سے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت بہتر طور پر ثابت ہوتی ہے۔ ہر وہ شبہ جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں جرح وقدح کا باعث ہے اس جیسا یا اس سے بھی بڑا شبہ دیگر انبیاء کی نبوت میں جرح وقدح کا موجب بن سکتا ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی نبوت میں اس شبہ کا بطلان ثابت کیا جا سکتا ہے تو نبی اکرم ﷺ کی نبوت میں اس قسم کے شبہات کا بطلان بہ درجہ اولیٰ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، اسے معبود بناتا ہے، اس کی تمام کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتا ہے، اس کی اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرتا ہے تو وہ سعادت مند ہے اور جو کوئی اس راستے سے انحراف کرتا ہے وہ بدبخت ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ

اسی طرح نازل کی ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب (قرآن)، پس وہ لوگ کہ دی ہم نے انہیں کتاب (تورات) وہ ایمان لاتے ہیں اس پر،

وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿47﴾ وَمَا كُنْتَ

اور بعض ان (اہل مکہ) میں سے بھی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر کافر لوگ ہی ○ اور نہیں تھے آپ

تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿48﴾

پڑھتے پہلے اس (قرآن) سے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے آپ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر ایسا ہوتا) تب البتہ شک کرتے باطل پرست ○

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اتاری کتاب'' یعنی اے

محمد ﷺ ہم نے آپ پر یہ کتاب کریم نازل کی جو ہر بڑی خبر کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے جو ہر خلق حسن اور ہر امر کامل کی طرف دعوت دیتی ہے، جو تمام کتب سابقہ کی تصدیق کرتی ہے جن کے بارے میں گزشتہ انبیاء نے خبر دی ہے۔ ﴿فَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ﴾ ''پس جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے'' انہوں نے اسے اس طرح پہچان لیا ہے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے اور ان کے ہاں کسی حسد نے مداخلت کی ہے نہ خواہشات نفس نے۔ ﴿یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ﴾ ''وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔'' کیونکہ انھیں اس کے برحق اور سچے ہونے کا یقین ہوگیا ہے، اس لیے کہ انھی کی کتابوں میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن کے موافق ہیں اور بشارتیں ہیں اور ایسے امور ہیں جن کے ذریعے سے وہ حسن وقبح اور صدق وکذب میں امتیاز کرتے ہیں۔

﴿وَمِنۡ ہٰۤؤُلَآءِ﴾ ''اور ان لوگوں میں سے۔'' جو موجود ہیں ﴿مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِہٖ﴾ ''ایسے بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس کے ساتھ۔'' یعنی جو اس پر رغبت اور خوف کی بنا پر نہیں بلکہ بصیرت کی بنا پر ایمان لاتے ہیں ﴿وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الۡکٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور صرف کفار ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں'' جن کی فطرت میں انکار حق اور عناد رچا بسا ہوا ہے۔ اس حصر کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے اس کا انکار کیا یعنی ان میں سے کسی شخص کا مقصد متابعت حق نہیں۔ ورنہ جس شخص کا مقصد صحیح ہے تو وہ لازمی طور پر ایمان لاتا ہے کیونکہ یہ واضح دلائل پر مشتمل ہے اور ان دلائل کو ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو عقل سے بہرہ ور ہے، جو اسے توجہ سے سنتا ہے اور اس کی صداقت پر گواہ بھی ہے۔

اس عظیم کتاب کی صداقت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ اسے وہ نبی امین لے کر آیا ہے جس کی صداقت اور امانت کا اس کی پوری قوم اعتراف کرتی ہے، جس کے پورے معمولات اور تمام احوال کو اس کی قوم اچھی طرح جانتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا بلکہ وہ تو لکھا ہوا پڑھ نہیں سکتا۔ اس صورت حال میں ایک کتاب پیش کرنا سب سے بڑی اور قطعی دلیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور قابل ستائش ہے، بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا﴾ یعنی آپ پڑھ نہیں سکتے تھے ﴿مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا﴾ ''اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، اگر ایسا ہوتا۔'' یعنی اگر آپ کا یہ حال ہوتا کہ آپ لکھ پڑھ سکتے ہوتے ﴿لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ﴾ ''تو اہل باطل ضرور شک کرتے'' اور کہتے کہ محمد (ﷺ) نے تمام چیزیں پچھلی کتابوں سے پڑھی ہیں یا وہاں سے نقل کی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے قلب پر ایک جلیل القدر کتاب نازل فرمائی۔ اس جیسی کتاب لانے یا اس جیسی ایک سورت ہی بنا لانے کے لیے بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور جھگڑالو دشمنوں کو مقابلے کی دعوت دی گئی مگر وہ بالکل عاجز آ گئے بلکہ اس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے کا خیال بھی دل سے نکال دیا

کیونکہ کسی بشر کا کلام اس کا مقابلہ کر سکتا ہے نہ اس کی برابری، اس لیے فرمایا:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ

بلکہ وہ (قرآن) تو آیتیں ہیں واضح، سینوں میں ان لوگوں کے جو دیے گئے علم، اور نہیں انکار کرتے

بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ہماری آیتوں کا مگر ظالم لوگ ہی ○

﴿بَلْ﴾ ''بلکہ'' یہ قرآن کریم ﴿اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ﴾ ''واضح آیات ہیں'' نہ کہ مخفی ﴿فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''ان لوگوں کے سینوں میں جو علم دیے گئے ہیں۔'' یہ لوگ تمام مخلوق کے سردار، ان کے زیادہ عقل و خرد رکھنے والے اور کامل لوگ ہیں۔ جب ان آیات بینات نے اس قسم کے اصحاب خرد کے سینوں کو منور کر رکھا ہے تو دوسروں پر تو بدرجہ اولیٰ حجت ہیں اور دوسرے لوگ انکار کر کے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ انکار ظلم کے سوا کچھ نہیں، بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔'' یعنی ان آیات کا انکار ایک جاہل شخص ہی کر سکتا ہے جو علم کے بغیر بحث کرتا ہے اور اہل علم اور ان لوگوں کی اقتدا نہیں کرتا جو اس کی حقیقت کی معرفت رکھتے ہیں، یا ان آیات کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں جو حق کو جان کر اس سے عناد رکھتے ہیں اور اس کی صداقت کو پہچان کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ

اور کہا انہوں نے کیوں نہیں اتارے گئے آپ پر معجزے آپ کے رب کی طرف سے؟ آپ کہہ دیجیے: یقیناً معجزے تو اللہ کے پاس ہیں اور بلاشبہ

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ

میں تو ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ کیا نہیں کافی انہیں (یہ کہ) بیشک ہم نے نازل کی آپ پر (یہ) کتاب، وہ پڑھی جاتی ہے ان پر؟ بلاشبہ اس میں

ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ

البتہ رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○ کہہ دیجیے: کافی ہے اللہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ،

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ

وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ لوگ جو ایمان لائے باطل (جھوٹ) پر اور کفر کیا انہوں نے ساتھ اللہ کے،

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

یہی لوگ، ہیں خسارہ پانے والے ○

جب رسول اللہ ﷺ یہ کتاب عظیم لے کر آئے تو ان ظالموں نے اعتراض کیا اور معینہ معجزات کے نزول کا مطالبہ کیا جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ

﴿ يَنْبُوعًا ﴾ (بنی اسراء یل:۹۰/۱۷) ''اور انہوں نے کہا ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے پانی کا ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔'' معجزات وآیات کا تعین ان کے بس کی بات ہے نہ رسول (ﷺ) کے اختیار میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی تدابیر ہیں اور کسی کے اختیار میں کچھ نہیں، اس لیے فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''کہہ دیجیے! معجزات تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔'' لہٰذا اگر وہ چاہے تو یہ آیات نازل کر دے اور نہ چاہے تو روک دے۔ ﴿ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''اور میں تو صرف کھلا خبردار کرنے والا ہوں'' اس سے زیادہ میرا کوئی مرتبہ نہیں۔

مقصد تو باطل سے حق کو واضح کرنا ہے۔ جب کسی بھی طریقے سے مقصد حاصل ہو گیا تو معین معجزات کا مطالبہ کرنا ظلم وجور اللہ تعالیٰ اور حق کے ساتھ تکبر اور عناد ہے' بلکہ اگر رسول اللہ ﷺ ان آیات ومعجزات کو نازل کرنے پر قادر ہوتے اور ان کے دلوں میں یہ بات ہوتی کہ وہ ان معجزات کے بغیر حق کو نہیں مانیں گے' تو یہ حقیقی ایمان نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کی خواہشات نفس کے مطابق ہے اس لیے وہ ایمان لے آئے۔ وہ اس لیے ایمان نہیں لائے کہ وہ حق ہے بلکہ اس لیے ایمان لائے ہیں کہ ان کا معجزے کا مطالبہ پورا ہو گیا۔ فرض کیا اگر ایسا ہی ہو تو معجزات نازل کرنے کا کون سا فائدہ ہے؟ چونکہ مقصد تو حق بیان کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ ﴾ ''کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں؟'' یعنی کیا انہیں آپ کی صداقت اور آپ کی لائی ہوئی کتاب کی صداقت کا یقین کافی نہیں؟ ﴿ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ﴾ ''کہ بلاشبہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔'' یہ مختصر اور جامع کلام ہے جو واضح آیات اور بہت سے روشن دلائل پر مشتمل ہے۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ رسول (ﷺ) کا ان پڑھ ہونے کے باوجود مجرد قرآن کا پیش کرنا ہی آپ کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے اس پر مستزاد اس کا انہیں مقابلہ کرنے کا چیلنج دینا اور ان کا مقابلہ کرنے میں بے بس ہونا دوسری بڑی دلیل ہے، پھر علانیہ ان کے سامنے اس کا پڑھا جانا' اس کا غالب وظاہر ہونا اور یہ دعویٰ کیا جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور رسول (ﷺ) کا ایسے حالات میں اس کو دلائل کے ذریعے سے غالب کرنا' جبکہ آپ کے انصار واعوان بہت کم اور مخالفین اور دشمن بہت زیادہ تھے' تو ان حالات میں بھی آپ کا اس کو نہ چھپانا اور آپ کا اپنے عزم وارادے سے باز نہ آنا بلکہ برسرعام شہروں اور بستیوں میں پکار پکار کر کہنا کہ یہ میرے رب کا کلام ہے...... آپ کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

کیا کوئی اس کے ساتھ معارضہ کر سکتا ہے' یا اس سے مقابلہ کرنے کی بات کر سکتا ہے؟ پھر گزشتہ کتابوں پر اس کی نگہبانی کرنا' صحیح باتوں کی تصدیق کرنا' تحریف اور تغیر وتبدل کی نفی کرنا اور پھر اس کا اپنے اوامر ونواہی میں راہ

کیا کوئی اس کے ساتھ معارضہ کرسکتا ہے' یا اس سے مقابلہ کرنے کی بات کرسکتا ہے؟ پھر گزشتہ کتابوں پر اس کی نگہبانی کرنا' صحیح باتوں کی تصدیق کرنا' تحریف اور تغیر و تبدل کی نفی کرنا اور پھر اس کا اپنے اوامر و نواہی میں راہ راست کی طرف راہنمائی کرنا' اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اس نے کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیا جس کے بارے میں عقل یہ کہتی ہو کہ کاش اس نے یہ حکم نہ دیا ہوتا اور کسی ایسی چیز سے نہیں روکا جس کے بارے میں عقل یہ کہتی ہو کہ کاش اس نے اس چیز سے نہ روکا ہوتا بلکہ یہ کتاب اصحاب بصیرت اور خردمندوں کے نزدیک عدل اور میزان کے عین مطابق ہے۔ پھر اس کے ارشادات' اس کی ہدایت و راہنمائی اور اس کے احکام تمام حالات و زماں کے لیے جاری و ساری ہیں' نیز تمام امور کی اصلاح اسی سے ممکن ہے۔...... یہ تمام چیزیں اس شخص کے لیے کافی ہیں جو حق کی تصدیق چاہتا ہے اور حق کا متلاشی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کفایت عطا نہیں کرتا' جس کے لیے قرآن کافی نہ ہو اور ایسے شخص کو شفا سے نہیں نوازتا جس کے لیے قرآن شافی نہ ہو۔ جو کوئی قرآن سے راہنمائی حاصل کرتا ہے اور اسے اپنے لیے کافی سمجھتا ہے تو یہ اس کے لیے رحمت اور بھلائی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ''بے شک مومنوں کے لیے اس میں نصیحت اور رحمت ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عظیم کتاب علم کثیر' لامحدود بھلائی' تزکیۂ قلب و روح' تطہیر عقائد' تکمیل اخلاق' فتوحات الٰہیہ اور اسرار ربانیہ پر مشتمل ہے۔

﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا﴾ ''کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔'' اس لیے میں نے اسے گواہ بنایا ہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کا عبرتناک عذاب نازل ہو اگر اللہ تعالیٰ میری تائید اور مدد کرتا اور میرے لیے میرے تمام معاملات آسان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جلیل القدر شہادت تمہارے لیے کافی ہونی چاہیے اور اگر تمہارے دلوں میں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت...... جسے تم نے سنا ہے نہ دیکھا ہے...... دلیل کے لیے کافی نہیں تو اللہ تعالیٰ ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔'' میرا حال' تمہارا حال اور میری باتیں اس کے جملہ علم میں شامل ہیں۔ اگر میں نے اس پر جھوٹ گھڑا ہے' حالانکہ وہ اس کا علم رکھتا ہے اور مجھے سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے' تو یہ اس کے علم' قدرت اور حکمت میں قادح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ (الحاقۃ: ۶۹/۴۴-۴۶) ''اور اگر اس نے ہم پر کوئی جھوٹ باندھا ہوتا تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ جاں کاٹ دیتے۔''

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ ''اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا' وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور

روز قیامت پر ایمان نہ لا کر خسارے میں رہے اور چونکہ ان سے دائمی نعمتیں چھوٹ گئیں اور حق کے مقابلے میں باطل حاصل ہوا اور نعمتوں کے مقابلے میں الم ناک عذاب' اسی لیے وہ قیامت کے روز' اپنے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں گھاٹے میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ

اور وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں آپ سے عذاب' اور اگر نہ ہوتا (عذاب کا) وقت مقرر تو البتہ آ جاتا انکے پاس عذاب' اور البتہ وہ ضرور آئے گا انکے پاس

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ

اچانک ہی' اور وہ نہیں شعور رکھتے ہوں گے ○ وہ جلدی مانگتے ہیں آپ سے عذاب' اور بلاشبہ جہنم البتہ گھیرنے والی ہے

بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ

کافروں کو ○ اس دن ڈھانپ لے گا ان کو عذاب' ان کے اوپر سے اور نیچے سے ان کے پاؤں کے'

وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾

اور فرمائے گا وہ (اللہ:) چکھو تم (مزہ اس کا) جو کچھ تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ' رسول (ﷺ) اور قرآن کی تکذیب کرنے والے جہلا کی جہالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز یہ کہ وہ عذاب کے لیے جلدی مچاتے اور تکذیب میں اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (الملك:٦٧/٢٥) ''یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ اگر اس عذاب کے لیے ایک مدت مقرر نہ کر دی گئی ہوتی ﴿لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا۔'' یعنی ان پر ہمیں عاجز اور بے بس سمجھنے اور حق کی تکذیب کرنے کی بنا پر عذاب نازل ہو جاتا۔ اگر ہم ان کو ان کی جہالت کی بنا پر پکڑتے تو ان کی باتیں انہیں فوراً عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث بن جاتیں' بایں ہمہ اس کے وقت نزول کو دور نہ سمجھیں کیونکہ یہ عذاب عنقریب ان کو پہنچے گا ﴿بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اچانک اور ان کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔'' لہٰذا ایسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جب وہ اتراتے اور تکبر کرتے ہوئے میدان ''بدر'' میں اترے تو وہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و رسوا کیا' ان کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے اور تمام شریر لوگوں کا استیصال ہو گیا اور (مکہ میں) کوئی گھرانہ ایسا نہ بچا جسے یہ مصیبت نہ پہنچی ہو۔

ان پر اس طرح عذاب آیا کہ ان کو وہم و گمان اور شعور تک نہ تھا...... تاہم اگر ان پر دنیاوی عذاب نازل نہیں ہوا تو اخروی عذاب ان کے سامنے ہے جس سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا خواہ دنیا میں اس پر عذاب نازل ہوا ہو یا اسے مہلت دے دی گئی ہو۔ ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرنے والی

ہے۔'' جہنم کا عذاب ان سے دور ہوگا نہ اسے ان سے ہٹایا جا سکے گا۔ جہنم کا عذاب انہیں ہر طرف سے گھیر لے گا جیسے ان کے گناہوں' ان کی برائیوں اور ان کے کفر نے انہیں گھیر رکھا ہے۔ یہ عذاب بہت سخت عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''جس دن ان کو عذاب ڈھانپ لے گا' ان کے اوپر اور ان کے قدموں کے نیچے سے اور اللہ کہے گا' چکھو مزا اس کا جو تم کرتے تھے۔'' کیونکہ تمہارے اعمال تمہارے لیے عذاب بن گئے جس طرح تمہارا کفر اور تمہارے گناہ بے شمار تھے اسی طرح تمہارے لیے عذاب بھی لامحدود ہوگا۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

اے میرے (وہ) بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین (بہت) وسیع ہے پس صرف میری ہی عبادت کرو تم ○ ہر نفس

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

چکھنے والا ہے موت کو پھر ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے تم ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک البتہ ضرور جگہ دیں گے ہم انہیں

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ

جنت کے بالا خانوں میں' بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں' ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں' بہت اچھا اجر ہے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾

(نیک) عمل کرنے والوں کا ○ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو!'' اور جنہوں نے میرے رسول کی تصدیق کی ہے ﴿ اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴾ ''میری زمین فراخ ہے' پس تم میری ہی عبادت کرو۔'' یعنی جب کسی سرزمین میں تمہارے لیے اپنے رب کی عبادت کرنا ممکن نہ رہے تو اس کو چھوڑ کر کسی اور سرزمین میں چلے جاؤ جہاں تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہیں بہت کشادہ ہیں۔ تمہارا معبود ایک ہے اور موت تمہیں آ کر رہے گی پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ وہ اس شخص کو بہترین جزا سے نوازے گا جس نے ایمان اور عمل صالح کو اکٹھا کیا' وہ انہیں رفیع الشان بالا خانوں اور خوبصورت منازل میں ٹھہرائے گا وہاں وہ تمام چیزیں جمع ہوں گی جسے نفس چاہتے اور آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں اور ان منازل میں تم ہمیشہ رہو گے۔ ﴿ نِعْمَ ﴾ نعمتوں بھری جنت کے اندر یہ منازل بہترین ﴿ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ ''اجر ہے عمل کرنے والوں کا'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ ﴿ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ﴾ ''جنہوں نے صبر کیا'' اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ﴿ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ ''اور وہ اس معاملے میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' عبودیت الٰہی پر ان کا صبر اس بارے میں سخت جدوجہد اور شیطان کے خلاف بہت بڑی جنگ

کا تقاضا کرتا ہے جو اس عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ان کو دعوت دیتا رہتا ہے۔

ان کا توکل، اللہ تعالیٰ پر ان کے بہت زیادہ اعتماد کا مقتضی ہے نیز اللہ تعالیٰ پر ان کا حسن ظن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو متحقق کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچائے گا جن کا انہوں نے عزم کیا ہے۔ ہر چند کہ توکل، صبر کے اندر داخل ہے تاہم یہاں اس کو الگ بیان کیا ہے کیونکہ بندہ ہر فعل کے کرنے اور ترک کرنے میں، جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے، توکل کا محتاج ہے اور کسی کام کو ترک کرنا یا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا توکل علی اللہ کے بغیر اتمام پذیر نہیں ہوتا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا

اور کتنے ہی زمین پر چلنے والے (جانور) ہیں کہ نہیں اٹھائے پھرتے وہ رزق اپنا، اللہ ہی رزق دیتا ہے ان کو

وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾

اور تمہیں بھی، اور وہی ہے خوب سننے والا، خوب جاننے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات، خواہ وہ عاجز ہوں یا طاقت ور، سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے۔

﴿مِّنْ دَآبَّةٍ﴾ روئے زمین پر کتنے ہی کمزور اعضا اور کمزور عقل والے چوپائے ہیں ﴿لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ ''جو اپنا رزق نہیں اٹھائے پھرتے'' اور نہ وہ ذخیرہ کرتے ہیں بلکہ ان کے پاس رزق کے لیے کوئی چیز ہوتی ہی نہیں، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں وقت پر رزق مہیا کرتا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ﴾ ''اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی۔'' تم سب اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہو جو تمہارے رزق کا اسی طرح انتظام کرتا ہے جس طرح اس نے تمہاری تخلیق اور تدبیر کی ہے۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ کوئی جانور عدم رزق کی بنا پر ہلاک نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا رہ گیا اور اسے رزق مہیا نہ ہو سکا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ھود: ۱۱/ ۶) ''اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کی کفالت اللہ کے ذمہ نہ ہو وہ جانتا ہے کہ کہاں اس کا ٹھکانا ہے اور کہاں اسے سونپا جانا ہے ہر چیز ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ

اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ اور (کس نے) خدمت پر لگایا سورج اور چاند کو؟ تو ضرور کہیں گے وہ، اللہ نے،

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ

پس کہاں پھیرے جاتے ہیں وہ؟ ○ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے وہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور وہی تنگ کرتا ہے جس کے لیے (چاہتا ہے) بلاشبہ

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا

اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے○ اور البتہ اگر آپ پوچھیں ان سے' کس نے اتارا ہے آسمان سے پانی' پھر اس نے زندہ (آباد) کیا

بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ

زمین کو اسکے ذریعے سے بعد اسکی موت (ویرانی) کے؟ تو البتہ ضرور کہیں گے وہ: اللہ نے، کہہ دیجیے: تمام تعریفیں اللہ ہی کیلیے ہیں'

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾ ع

بلکہ اکثر ان کے نہیں عقل رکھتے○

ان آیات کریمہ میں مشرکین کے خلاف' جو توحید الوہیت اور توحید عبادت کی تکذیب کرتے ہیں...... توحید ربوبیت کے ذریعے سے' جس کا وہ اقرار کرتے ہیں...... الزامی استدلال کیا گیا ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کون ہے جو آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کے مرنے کے بعد اس کو زندگی عطا کرتا ہے اور کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام کائنات کی تدبیر ہے؟ ﴿لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ﴾ تو وہ جواب دیں گے کہ اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ان تمام امور میں بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی' جن کی وہ عبادت کرتے ہیں' بے بسی کا اعتراف کریں گے۔ ان کے جھوٹ اور بہتان طرازی پر تعجب کیجیے کہ وہ خود ساختہ معبودوں کی عاجزی اور بے بسی کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی تدبیر کرنے کے مستحق نہیں بایں ہمہ وہ ان کی عبادت کی طرف مائل ہیں۔ آپ ان کو لوگوں کی اس فہرست میں لکھ دیجیے جن میں عقل معدوم ہے' جو بے وقوف اور ضعیف العقل ہیں۔ کیا آپ کسی کو اس شخص سے زیادہ کم عقل اور بے بصیرت پائیں گے جو اپنی حاجت روائی کے لیے کسی پتھر کے بت یا قبر کے پاس آتا ہے حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ جو تخلیق پر قادر ہیں نہ رزق رسانی پر؟ پھر ان کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہیں اور انہیں اپنے رب کا شریک بنا دیتے ہیں جو خالق و رزاق اور نفع و نقصان کا مالک ہے۔

آپ کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہدایت اور گمراہی کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور مشرکین کے موقف کا بطلان واضح کر دیا تاکہ اہل ایمان اس سے بچے رہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی حمد و ستائش کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو تخلیق فرمایا' جو ان کی تدبیر کرتا ہے' جو ان کو رزق بہم پہنچاتا ہے' جسے چاہتا ہے رزق میں کشادگی عطا کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رزق کو تنگ کر دیتا ہے یہ اس کی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کے بندوں کے لیے درست اور مناسب کیا ہے۔

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ

اور نہیں ہے یہ زندگی دنیا کی مگر لہو و لعب (کھیل تماشہ)' اور بلاشبہ گھر آخرت کا البتہ وہی ہے (اصل) زندگی'

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

کاش! ہوتے وہ جانتے○ پس جب سوار ہوتے ہیں وہ (مشرکین) کشتی میں تو پکارتے ہیں وہ اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین (پکار) کو

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۥ

پس جب وہ نجات دے دیتا ہے انہیں خشکی کیطرف تو ناگہاں وہ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ کفر کریں وہ ساتھ اس (نعمت) کے جو دی ہم نے انکو اور تاکہ فائدہ اٹھائیں وہ،

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

پس عنقریب وہ جان لیں گے○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک ہم نے بنایا ہے حرم کو امن والا جب کہ اچک لیے جاتے ہیں لوگ

مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

ان (اہل عرب) کے آس پاس سے؟ کیا پس باطل پر وہ ایمان لاتے ہیں اور ساتھ اللہ کی نعمت کے وہ کفر کرتے ہیں؟○ اور کون زیادہ ظالم ہے

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ

اس شخص سے جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا اس نے حق کو جب آیا وہ اس کے پاس؟ کیا نہیں ہے جہنم میں

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

ٹھکانا کافروں کے لیے؟○ اور وہ لوگ جنہوں نے جہاد کیا ہمارے حق میں، البتہ ضرور ہدایت دیں گے ہم انہیں اپنے راستے کی،

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع ۷

اور بلاشبہ اللہ البتہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت کے احوال کی خبر دیتا ہے اور اس ضمن میں دنیا سے بے رغبتی رکھنے کی ترغیب اور آخرت کا شوق پیدا کرتا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ﴾ ''اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی'' یعنی اس دنیاوی زندگی کی حقیقت ﴿اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ﴾ ''مگر کھیل کود۔'' جس کی بنا پر دل غافل اور بدن کھیل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو زیب و زینت اور ان لذات و شہوات سے لبریز کر دیا ہے جو دلوں کو کھینچ لیتی ہیں' آنکھوں کو خوبصورت نظر آتی ہیں اور نفوس باطلہ کو فرحت عطا کرتی ہیں۔ پھر دنیا کی یہ زینت و زیبائش جلد ہی زائل ہو کر ختم ہو جائے گی اور اس دنیا سے محبت کرنے والے کو ندامت اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

رہا آخرت کا گھر تو وہی ﴿الْحَيَوَانُ﴾ حقیقی زندگی ہے' یعنی آخرت کی زندگی درحقیقت کامل زندگی ہے' جس کے لوازم میں سے ہے کہ آخرت کے لوگوں کے بدن نہایت طاقتور اور ان کے قویٰ نہایت سخت ہوں' کیونکہ وہ ایسے ابدان اور قویٰ ہوں گے جو آخرت کی زندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس زندگی میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جو اس زندگی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اور جس سے لذت پوری ہوتی ہے مثلاً دلوں کو تازگی اور فرحت بخشنے والی

چیزیں اور جسموں کی خواہشات کی تکمیل کے لیے ماکولات، مشروبات اور پاک بدن بیویاں وغیرہ ہوں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے خیال میں کبھی ان کا گزر ہوا ہے۔ ﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اگر وہ جانتے ہوتے'' تو وہ کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے اور اگر انہیں عقل ہوتی تو آخرت کی کامل زندگی کو چھوڑ کر لہو و لعب کی زندگی کی طرف مائل نہ ہوتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جنہیں علم ہے انہیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینی چاہیے کیونکہ انہیں دونوں جہانوں کی حالت معلوم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف الزامی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ سمندر میں کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو موجوں کے تلاطم اور انتہائی شدت کے وقت ہلاکت کے خوف سے اپنے خود ساختہ معبودوں کو پکارنا چھوڑ دیتے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب یہ شدت اور مصیبت ختم ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ، جس کو انہوں نے اخلاص کے ساتھ پکارا تھا، ان کو بچا کر ساحل پر لے آتا ہے تو وہ ان ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیتے ہیں جنہوں نے ان کو طوفان کی مصیبت سے نجات دی نہ ان سے مشقت کو دور کیا۔ وہ سختی اور نرمی، تنگی اور آسانی دونوں حالتوں میں خالص اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں پکارتے تاکہ وہ حقیقی مومنین کے زمرے میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے ثواب کے مستحق بن سکیں اور اس کے عذاب سے بچ سکیں؟ مگر سمندر سے نجات کی نعمت کے بعد ان کا شرک کرنا ہماری عنایات کے مقابلے میں کفر اور ہماری نعمت کے مقابلے میں برائی کا ارتکاب ہے تو وہ اس دنیا سے خوب فائدہ اٹھا لیں جیسے چوپائے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کا مطمح نظر بطن و فرج کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ﴿ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔'' جب وہ اس دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوں گے اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ شدت غم اور دردناک عذاب کیا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے امن والے حرم کا احسان جتلایا ہے کہ اہل حرم امن اور کشادہ رزق سے مستفید ہوتے ہیں جبکہ ان کے اردگرد لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے اور وہ خوف زدہ رہتے ہیں، تو یہ اس ہستی کی عبادت کیوں نہیں کرتے جس نے بھوک اور قحط میں کھانا کھلایا اور خوف اور بدامنی میں امن مہیا کیا؟ ﴿ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں۔'' اس سے مراد ان کا شرک اور دیگر باطل اقوال و افعال ہیں۔ ﴿ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں'' ان کی عقل و دانش کہاں چلی گئی کہ وہ گمراہی کو ہدایت پر، باطل کو حق پر اور بدبختی کو خوش بختی پر ترجیح دے رہے ہیں؟ وہ مخلوق میں سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا؟'' اور اپنی گمراہی اور باطل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا۔ ﴿ اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ﴾ ''یا اس نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ اس کے پاس آیا'' رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے۔ مگر اس ظالم اور معاند حق کے سامنے جہنم

ہے ﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟'' اس جہنم کے ذریعے سے ان سے حق وصول کیا جائے گا' انہیں رسوا کیا جائے گا اور جہنم ان کا دائمی ٹھکانا ہوگا' جہاں سے وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾ ''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی۔'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی' اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کرنے کی بھرپور کوشش کی ﴿لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے۔'' یعنی ہم ان کو ان راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں جو ہم تک پہنچتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نیکوکار ہیں۔ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد' نصرت اور ہدایت کے ذریعے سے نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ صحیح بات کی موافقت کرنے کے حق دار اہل جہاد ہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کی احسن طریقے سے تعمیل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور ہدایت کے اسباب کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی شرعی علم کی طلب میں جدوجہد کرتا ہے اسے اپنے مطلوب و مقصود اور ان امور الٰہیہ کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی معاونت اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے جو اس کے مدارک اجتہاد سے باہر ہیں اور امور علم اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ شرعی علم طلب کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے' بلکہ یہ جہاد کی دو اقسام میں سے ایک ہے جسے صرف خاص لوگ ہی قائم کرتے ہیں...... اور وہ ہے منافقین و کفار کے خلاف قولی اور لسانی جہاد۔ امور دین کی تعلیم کے لیے جدوجہد کرنا اور مخالفین حق' خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں' کے اعتراضات کا جواب دینا بھی جہاد ہے۔

تفسیر سورۃ الروم

سُوْرَةُ الرُّوْم (۳۰) مَكِّيَّةٌ (۸۴) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۶۰ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳

الٓمّٓ ○ مغلوب ہو گئے رومی ○ قریب ترین زمین (شام وغیرہ) میں' اور وہ بعد اپنے مغلوب ہونے کے عنقریب غالب ہوں گے ○

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ

چند سالوں میں' اللہ ہی کے لئے ہے اختیار پہلے بھی اور بعد میں بھی' اور اس (غلبے کے) دن خوش ہوں گے

الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ

مومن ○ اللہ کی مدد سے' وہ مدد دیتا ہے جسے چاہتا ہے' اور وہ ہے نہایت غالب' بہت رحم کرنے والا ○ وعدہ ہے اللہ کا'

لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدے کے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۝ وہ جانتے ہیں ظاہر کو

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

زندگانی دنیا سے اور وہ آخرت سے وہ غافل ہیں ۝

اس زمانے میں ایران اور روم دنیا کی سب سے بڑی سلطنتیں تھیں ان دونوں کے درمیان اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں جیسا کہ ہم پلہ سلطنتوں کے مابین اس قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ایرانی مشرک تھے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔ رومی اہل کتاب تھے اور اپنے آپ کو تورات اور انجیل کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اہل فارس کی نسبت رومی مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے، اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر فتح حاصل کریں چونکہ مشرکین مکہ اور اہل فارس شرک میں مشترک تھے اس لیے مشرکین مکہ رومیوں پر اہل فارس کی فتح چاہتے تھے۔ ایرانیوں کو رومیوں کے خلاف جنگی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن انہیں مکمل فتح حاصل نہ ہوئی بلکہ ایران سے ملحق بعض رومی علاقے ایرانیوں کے قبضہ میں آ گئے اس پر مشرکین مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمان اس فتح پر بہت رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ کیا بلکہ ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ عنقریب رومی اہل فارس پر فتح حاصل کریں گے۔

﴿ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ﴾ ”چند سالوں میں۔“ تقریباً آٹھ نو سال کی مدت میں جو دس سال سے زیادہ اور تین سال سے کم نہ ہوگی۔ یہ رومیوں پر ایرانیوں کی فتح اور پھر ایرانیوں پر رومیوں کا غلبہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قضا و قدر پر مبنی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ﴾ اس (شکست) سے پہلے بھی اللہ ہی کا حکم چلتا تھا اور بعد میں بھی اسی کا چلے گا۔“ یعنی غلبہ اور فتح و نصرت مجرد وجود اسباب پر منحصر نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے قضا و قدر کا مقرون ہونا ضروری ہے ﴿ وَيَوْمَىِٕذٍ ﴾ ”اور اس روز“ یعنی جس روز رومیوں کو ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل ہوگی اور ان پر غالب آئیں گے ﴿ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ﴾ ”اہل ایمان خوش ہو رہے ہوں گے اللہ کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔“ یعنی اہل ایمان ایرانیوں کے خلاف رومیوں کی فتح پر خوش ہو رہے ہوں گے...... اگرچہ دونوں قومیں کافر تھیں تاہم کچھ برائیاں بعض دیگر برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں...... اور اس روز مشرکین سوگ منا رہے ہوں گے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ”اور وہ غالب ہے۔“ یعنی اللہ وہ ہستی ہے جو عزت و غلبہ کی مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ ﴿ الرَّحِيْمُ ﴾ ”اپنے مومن بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے“ کیونکہ اس نے ان کے لیے بے حد و حساب اسباب فراہم کیے جو ان کو سعادت مند بناتے اور فتح و نصرت سے ہم کنار کرتے ہیں۔

﴿وَعۡدَ اللّٰهِ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ﴾ ”یہ اللہ کا وعدہ ہے‘ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“ پس تم اس وعدے پر یقین رکھو‘ اسے حتمی سمجھو اور جان لو کہ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں‘ جن میں اس وعدے کا ذکر ہے‘ تو اس وعدے کی مسلمانوں نے تصدیق کی مگر مشرکین نے اس کو نہ مانا حتیٰ کہ بعض مسلمانوں اور بعض کفار نے اس پر شرط لگالی اور کچھ سالوں کی مدت مقرر کرلی۔ جب وہ مدت آئی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھی تھی تو رومیوں کو ایرانیوں کے خلاف فتوحات حاصل ہونے لگیں۔ رومیوں نے ایرانی افواج کو ان تمام علاقوں سے نکال باہر کیا جو انہوں نے رومیوں سے چھینے تھے اور یوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگیا۔

اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے جن کے وقوع سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق پیش گوئی کے طور پر آگاہ فرما دیا تھا اور یہ پیش گوئی انہی مسلمانوں اور کافروں کے دور میں وقوع پذیر ہوئی جن کے دور میں یہ پیش گوئی کی گئی تھی ﴿وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ”لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“ کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ حق ہے۔ بنابریں ان میں ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو اللہ کے وعدے کو سچ نہیں مانتا اور اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے یعنی جو اشیاء کے اسرار نہاں اور ان کے عواقب کو نہیں جانتے۔

﴿يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ”وہ تو صرف دنیاوی زندگی کے ظاہر کو دیکھ سکتے ہیں۔“ یہ لوگ صرف اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر حتمی یقین رکھتے ہیں جن کے اسباب ان کی رائے کے مطابق پورے ہو چکے ہوں اور اگر انہوں نے ان اسباب کا مشاہدہ نہ کیا ہو جو ان واقعات کے وقوع کا تقاضا کرتے ہیں تو وہ ان کے عدم وقوع پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پس یہ لوگ اسباب کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں ان کی نظر مسبب الاسباب پر نہیں جو ان اسباب میں تصرف کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ﴾ ”اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔“ ان کے دل‘ ان کی خواہشات اور ان کے ارادے دنیا اور دنیا کی شہوات اور اس کے چند ٹکڑوں پر مرتکز ہیں۔ ان کے ارادے اور خواہشات اس دنیا کے لیے کام کرتے ہیں‘ اسی کے لیے کوشاں اسی کی طرف متوجہ اور آخرت سے غافل ہیں۔ ان کے سامنے کوئی جنت نہیں جس کا انہیں اشتیاق ہو‘ ان کے سامنے کوئی جہنم نہیں جس کا انہیں خوف ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے لیے کھڑے ہونے کا تصور ہے‘ جس سے یہ ڈر کر کانپ اٹھتے ہوں۔ یہ بدبختی کی علامت اور آخرت سے غفلت کا عنوان ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اس گروہ کے لوگ اس ظاہری دنیا میں ذہانت اور فطانت کے اس درجے تک پہنچے ہوئے ہیں جس سے عقل حیران اور دہشت زدہ ہو جاتی ہے۔ ان کے ہاتھوں برقی اور جوہری عجائبات ظاہر ہوئے‘ انہوں نے بری‘ بحری اور فضائی سواریاں ایجاد کیں‘ وہ اپنی عقل کی مدد سے سب پر فوقیت لے گئے اور اپنی عقل کے ذریعے سے لوگوں کو حیران کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ قدرت عطا کی جس کے سامنے دیگر لوگ عاجز تھے۔ پس انہوں نے دوسروں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا حالانکہ وہ خود اپنے دین کے معاملے

میں سب سے زیادہ کندذہن اپنی آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ غافل اور اپنی عاقبت کے بارے میں سب سے کم علم رکھتے ہیں۔ اہل بصیرت کی رائے ہے کہ وہ اپنی جہالت میں پاگل اپنی گمراہی میں سرگرداں اور اپنے باطل میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔ درحقیقت یہی لوگ نافرمان ہیں۔

اگر وہ ان صلاحیتوں پر غور کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ ور کیا ہے اور اس ظاہری دنیا میں انہیں دقیق افکار سے نوازا پھر غور کریں کہ انہوں نے اپنے آپ کو عقل عالی سے محروم کیا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمام معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اس کے بندوں میں اسی کا حکم جاری ہے اور یہ سب اس کی توفیق یا عدم توفیق کا معاملہ ہے تو وہ اپنے رب سے ڈرنے لگیں اور اس سے دعا کریں کہ وہ ان کی عقل اور ایمان کی تکمیل کرے جو اس نے ان کو عطا کی ہے حتیٰ کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائیں اور اس کے جوار میں نازل ہو جائیں۔ اگر یہ صلاحیتیں ایمان کے ساتھ مقرون ہوتیں اور ان کی بنیاد ایمان پر اٹھائی گئی ہوتی تو ترقی کے ساتھ ساتھ پاک صاف زندگی اس کا ثمرہ ہوتی مگر چونکہ ان کی بہت سی صلاحیتیں الحاد پر مبنی ہیں اس لیے ان کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

کیا نہیں غور و فکر کیا انہوں نے اپنے دلوں میں کہ نہیں پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے مگر

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ

ساتھ حق کے اور ایک وقت مقرر کے لئے؟ اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے البتہ کافر (منکر) ہیں ○ کیا نہیں

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا

سیر کی انہوں نے زمین میں، پس دیکھتے وہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو پہلے تھے ان سے؟ تھے وہ

اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ

زیادہ ان سے قوت میں اور پھاڑا تھا انہوں نے زمین کو اور آباد کیا تھا انہوں نے اسے بہت زیادہ اس سے جو انہوں نے آباد کیا ہے اسے اور آئے تھے انکے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ان کے رسول ساتھ واضح دلائل کے پس نہیں تھا اللہ کہ وہ ظلم کرتا ان پر اور لیکن تھے وہ (خود ہی) اپنے آپ پر ظلم کرتے ○

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

پھر ہوا انجام ان لوگوں کا جنہوں نے برا کیا تھا برا ہی اس لئے کہ جھٹلایا انہوں نے اللہ کی آیتوں کو

وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور تھے وہ ان کا مذاق اڑاتے ○

کیا اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کی ملاقات کو جھٹلانے والوں نے کبھی غور نہیں کیا ﴿فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اپنے

آپ پر؟'' کیونکہ خود ان کی ذات میں نشانیاں ہیں جن کے ذریعے سے وہ اس حقیقت کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ ہستی جو انہیں عدم سے وجود میں لائی وہ عنقریب اس کا اعادہ کرے گی' وہ ہستی جس نے انہیں نطفہ' جمے ہوئے خون اور گوشت کی بوٹی کے مراحل سے گزار کر آدمی بنایا' پھر اس میں روح پھونکی' پھر اسے بچہ بنایا' اس بچے سے اسے جوان بنایا' پھر اسے بڑھاپے میں منتقل کیا اور پھر اسے انتہائی بڑھاپے کی طرف لے گیا۔ اس ہستی کے شایان شان نہیں کہ وہ ان کو مہمل اور بے کار چھوڑ دے کہ انہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے اور انہیں نیکی پر ثواب دیا جائے نہ بدی پر سزا دی جائے۔

﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ پیدا کیا'' تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ ﴿وَاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور وقت مقرر تک۔'' یعنی زمین و آسمان کی مدت اس وقت تک ہے جب تک کہ دنیا کی مدت ختم ہو کر قیامت قائم نہیں ہو جاتی' تب یہ زمین و آسمان بدل کر کوئی اور ہی آسمان و زمین بن جائیں گے۔

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے قائل ہی نہیں۔'' اسی لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کی نہ انہوں نے ان رسولوں کی تصدیق کی جنہوں نے قیامت کے قائم ہونے کی خبر دی تھی۔ ان کے اس کفر پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے برعکس قطعی دلائل قیامت اور جزا و سزا کے اثبات پر دلالت کرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ کی کہ وہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں اور ان لوگوں کے انجام پر غور کریں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کے حکم کی مخالفت کی۔ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور ان سے زیادہ شان دار آثار چھوڑ گئے' مثلاً انہوں نے محلات اور کارخانے بنائے' باغات اور کھیتیاں اگائیں اور نہریں کھودیں۔ مگر جب انہوں نے اپنے رسولوں کی' جو حق پر اور اپنی دعوت کی صحت پر واضح دلائل لے کر آئے تھے' تکذیب کی تو ان کی قوت ان کے کسی کام آئی نہ ان آثار نے انہیں کوئی فائدہ دیا...... کیونکہ جب وہ ان کے آثار دیکھیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ وہ قومیں ہلاک ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں' ان کے مسکن غیر آباد پڑے ہیں اور وہ مسلسل مخلوق کی مذمت کا نشانہ ہیں۔ یہ تو اس دنیا کی سزا ہے جو اخروی عذاب کی تمہید ہے۔ ان ہلاک شدہ قوموں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور اپنی ہلاکت کے اسباب مہیا کیے۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى﴾ ''پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا۔'' یعنی بہت قبیح اور بری حالت ہوئی اور یہ چیز ان کے لیے عذاب کی داعی بن گئی کہ ﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔'' یہ ان کی برائیوں اور گناہوں کی سزا ہے' پھر یہ تمسخر اور تکذیب ان کے لیے سب سے بڑی سزا کا سبب بنے گی۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اسے پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم○اور جس دن قائم ہوگی قیامت

يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

مایوس ہو جائیں گے مجرم○اور نہیں ہوں گے ان کیلئے انکے شریکوں میں سے کوئی سفارشی اور ہو جائینگے وہ (خود بھی) اپنے شریکوں (معبودوں) کا

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

انکار کرنے والے○اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے○پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اور انہوں نے عمل کیے نیک تو وہ باغ (بہشت) میں خوش حال کیے جائینگے○اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور انہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو پس یہی لوگ عذاب میں حاضر (داخل) کیے جائیں گے○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات کی ابتدا کرنے میں تنہا ہے اور وہی ان کی تخلیق کا اعادہ کرے گا۔ پھر اس اعادۂ تخلیق کے بعد تمام مخلوقات اسی کی طرف لوٹیں گی تاکہ وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے، اسی لیے اس نے پہلے بدکاروں کی بدی کی سزا کا ذکر کیا پھر نیکوکاروں کی نیکی کی جزا کا ذکر فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت برپا ہوگی'' اور لوگ رب العالمین کے حضور حاضر ہوں گے اور قیامت کو عیاں طور پر دیکھ لیں گے تو اس روز ﴿يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''گناہ گار ناامید ہو جائیں گے۔'' یعنی وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں نے اس روز کے لیے جرائم کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا ہوگا۔ جرائم سے مراد کفر، شرک اور دیگر بڑے بڑے گناہ ہیں۔

چونکہ انہوں نے ایسے اعمال آگے روانہ کیے تھے جو عذاب کے موجب تھے اور ان کے پاس کوئی بھی ایسا عمل نہ تھا جو ثواب کا موجب ہوتا، اس لیے وہ اعمال خیر کے اعتبار سے مفلس ہوں گے اور سخت مایوس ہوں گے۔ ان کی تمام افترا پردازیاں گم ہو جائیں گی' ان کے خود ساختہ معبود ان کو کوئی فائدہ دے سکیں گے نہ ان کی کوئی سفارش کر سکے گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ﴾ ''اور نہیں ہوگا ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے کوئی بھی'' جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے ﴿شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''سفارشی اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کر دیں گے۔'' یعنی مشرکین اپنے ان خود ساختہ معبودوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا اور معبود اپنے پجاریوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ (القصص: ۲۸/ ۶۳) ''(اے اللہ!) ہم تیرے سامنے براءت

کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔'' وہ اپنے آپ پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ کی رحمت سے دور ہو جائیں گے۔ اس روز اہل خیر اور اہل شر علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوں گے جس طرح دنیا میں ان کے اعمال علیحدہ علیحدہ تھے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ یعنی جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے اس ایمان کی تصدیق کی ﴿ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ ﴾ ''تو وہ باغ میں'' جس میں ہر قسم کے درخت' پودے اور تمام دل پسند چیزیں ہوں گی ﴿ يُّحْبَرُوْنَ ﴾ ''خوش ہوں گے۔'' یعنی ان کو خوش رکھا جائے گا اور نعمتوں سے نوازا جائے گا مثلاً نہایت لذیذ ماکولات و مشروبات' خوبصورت حوریں' خدام' خدمت گار لڑکے' طرب انگیز آوازیں' سرور انگیز نغمے' خوبصورت وخوش کن مناظر' بہترین خوشبوئیں' فرحت و سرور اور لذت و نعمت وغیرہ جن کے اوصاف بیان کرنے کی کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا' ان کے مقابلے میں کفر کیا ﴿ وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ ''اور ہماری (ان) آیتوں کو جھٹلایا'' جنہیں ہمارے رسول لے کر آئے تھے ﴿ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴾ ''تو وہ لوگ عذاب میں ڈالے جائیں گے۔'' جہنم ان کو ہر طرف سے گھیر لے گی' دردناک عذاب ان کے دلوں تک پہنچ جائے گا' ابلتا ہوا پانی ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ دونوں گروہوں کے درمیان کتنا فرق ہے؟ نعمتوں سے سرفراز اور عذاب میں مبتلا دونوں گروہوں کے مابین کہاں برابری ہے؟

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ

پس تسبیح کرو اللہ کی جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو ○ اور اسی کے لیے ہیں تمام تعریفیں آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

اور زمین میں اور سہ پہر کو اور جب تم ظہر کرو ○ وہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور وہی نکالتا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

زندہ سے' اور وہی زندہ (آباد) کرتا ہے زمین کو بعد اس کی موت (ویرانی) کے' اور اسی طرح نکالے جاؤ گے تم بھی ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس حقیقت کی خبر ہے کہ وہ ہر برائی اور ہر نقص سے پاک اور منزہ ہے نیز وہ اس سے بھی منزہ اور پاک ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کا مثیل ہو۔ اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ صبح و شام' عشاء اور ظہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کریں۔ یہ پانچ اوقات' پانچ نمازوں کے اوقات ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں اس کی حمد و تسبیح بیان کریں۔ اس میں فرائض و واجبات بھی داخل ہیں جیسے

نماز پنجگانہ اور مستحبات بھی شامل ہیں جیسے صبح و شام اور فرض نمازوں کے بعد اذکار و تسبیحات اور فرض نمازوں کے ساتھ والے نوافل (سنن موکدہ وغیرہ) کیونکہ یہ اوقات' جن کو اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ادائیگی کے طور پر اپنے بندوں کے لیے منتخب کیا ہے' افضل ترین اوقات ہیں' اس لیے ان اوقات میں تسبیح و تحمید اور عبادات' دیگر اوقات کی نسبت زیادہ فضیلت کی حامل ہیں بلکہ ان اوقات میں عبادات' اگرچہ وہ "سبحان اللہ" کے ورد پر مشتمل نہ بھی ہوں (وہ تسبیح و تحمید کے زمرے میں آئیں گی) کیونکہ عبادت کے اندر اخلاص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اس بات سے تنزیہ ہے کہ عبادت میں اس کا کوئی شریک ہو یا جس اخلاص اور انابت کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی مستحق ہو۔

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ "وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔" جیسے زندہ نباتات مردہ زمین سے' خوشہ بیج کے دانے سے' درخت گٹھلی سے' چوزہ انڈے سے اور مومن کافر سے نکلتا ہے۔ ﴿وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ "اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔" متذکرہ بالا چیزوں کے برعکس ﴿وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ اللہ تعالیٰ زمین پر بارش برساتا ہے جبکہ زمین خشک اور بنجر پڑی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس پر بارش برساتا ہے تو وہ لہلہا اٹھتی' پھول جاتی اور ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگاتی ہے۔ ﴿وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ﴾ "اور اسی طرح تمہیں بھی نکالا جائے گا" تمہاری قبروں سے۔ یہ قطعی اور بہت بڑی دلیل و برہان ہے کہ وہ ہستی جس نے زمین کو اس کے بنجر ہو جانے کے بعد زندگی عطا کی' وہ مردوں کو زندہ کرے گی۔ عقل کے لحاظ سے دونوں امور کے مابین کوئی فرق نہیں' ایک چیز کے مشاہدے کے بعد دوسرے کے بعید ہونے کا کوئی موجب نہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اسکی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے' پھر ناگہاں تم انسان ہو تم پھیل رہے ہو (زمین میں)○

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ اس نے پیدا کیں (بنائیں) تمہارے لئے تمہارے نفسوں (تمہاری جنس) سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور پیدا کر دی اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی' بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں○

یہاں سے وہ متعدد آیات شروع ہوتی ہیں جو الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے یکتا ہونے' اس کی عظمت کے کمال' اس کی مشیت کے نفوذ' اس کی قوت و اقتدار' اس کی صنعت کے جمال اور اس کی بے پایاں رحمت و احسان پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ "اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔" یہ تھی نسل انسانی کے جد امجد' حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ﴿ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾

''پھر اب تم انسان ہو کر جا بجا پھیل رہے ہو'' اور اس نے تمہیں زمین کے تمام گوشوں اور کناروں تک پھیلایا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس ہستی نے تمہیں اس اصل سے تخلیق کیا اور پھر تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلایا' وہی ہستی رب معبود' قابل ستائش بادشاہ کائنات' نہایت مہربان اور محبت کرنے والا پروردگار ہے جو تمہیں موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ ﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی' جو اس کے بندوں پر اس کی رحمت' اس کی عنایت' اس کی عظیم حکمت اور اس کے علم محیط پر دلالت کرتی ہے' یہ ہے ﴿ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ''کہ اس نے تمہاری جنس ہی سے تمہارے جوڑے بنائے'' جو تم سے مشابہت رکھتے ہیں اور تم ان سے مشابہت رکھتے ہو۔ ﴿ لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ﴾ ''تا کہ ان کی طرف آرام حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی'' نکاح و ازدواج پر مترتب ہونے والے اسباب کے ذریعے سے جو محبت و مودت کے موجب ہیں۔ بیوی سے لذت تمتع' وجود اولاد کی منفعت' اولاد کی تربیت اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح شوہر اور بیوی کے درمیان محبت اور مودت ہوتی ہے غالب حالات میں آپ کبھی دو افراد کے درمیان اتنی محبت اور مودت نہیں پائیں گے ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''بے شک جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں نشانیاں ہیں۔'' وہ اپنی عقل کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرتے ہیں اور وہ استدلال کے ذریعے سے ایک چیز سے دوسری چیز تک پہنچ جاتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا (بنانا) آسمانوں اور زمین کا' اور اختلاف تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانیاں ہیں علم والوں کے لیے ○

اہل علم وہ لوگ ہیں جو مقام عبرت کو سمجھتے ہیں اور آیات الٰہی میں تدبر کرتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔ اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے اسے پیدا کرنا ہے۔ یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی عظمتِ سلطان اور اس کے کامل اقتدار پر دلالت کرتی ہے جو ان بڑی بڑی مخلوقات کو وجود میں لایا' نیز یہ تخلیق اللہ کی کامل حکمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان مخلوقات کی تخلیق میں کمال درجے کی مہارت اور وسعت علم پائی جاتی ہے کیونکہ خالق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں پورا علم رکھتا ہو۔ ﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ﴾ (الملك:١٤/٦٧) ''بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ بے علم ہو سکتا ہے؟''

نیز یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت اور اس کے فضل و کرم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان کی تخلیق میں منافع جلیلہ ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارادے کا مالک ہے وہ جو چاہتا ہے خصوصیات کی بنا پر اس کو منتخب کر لیتا ہے۔ وہ اکیلا اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کو ایک مانا جائے۔ چونکہ وہ تخلیق میں یکتا ہے اس لیے وہ مستحق ہے کہ وہ عبادت میں بھی یکتا ہو۔ یہ تمام عقلی دلائل ہیں، اللہ تعالیٰ نے عقل انسانی کو ان کی طرف توجہ دلائی ہے اور انہیں ان میں غور و فکر کرنے اور عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح ﴿اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ ''تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا'' بھی نشانی ہے جو تمہاری کثرت اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کی بنا پر ہے حالانکہ تمہاری اصل ایک اور حروف کے مخارج ایک ہیں۔ بایں ہمہ آپ دو آوازیں بھی ایسی نہیں پائیں گے جو ہر لحاظ سے ایک جیسی ہوں نہ دو رنگ ایسے پائیں گے جو ہر لحاظ سے مشابہت رکھتے ہوں آپ دونوں کے درمیان ضرور فرق پائیں گے جس کے ذریعے سے ان کے مابین امتیاز کیا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور مشیت نافذہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عنایت اور رحمت ہے کہ اس نے ان کے درمیان زبانوں اور رنگوں کا اختلاف پیدا کیا تاکہ ان میں تشابہ واقع نہ ہو جس کی بنا پر اضطراب پیدا ہو جائے اور بہت سے مقاصد و مطالب فوت ہو جائیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے سونا تمہارا رات اور دن میں اور تلاش کرنا تمہارا اس کے فضل کو

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں ○

یعنی آیات و معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے تدبر و تفکر کے ساتھ سننے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ یہ آیت کریمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (القصص:۷۳/۲۸) ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات کے وقت سکون حاصل کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو اور شاید کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔'' نیز یہ آیت کریمہ اس کی کامل حکمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگ کسی وقت سکون حاصل کریں تاکہ وہ آرام کر سکیں اور کسی وقت اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کے لیے زمین پر پھیل جائیں اور یہ مصالح اس وقت تک پورے نہیں ہوتے جب تک کہ رات اور دن ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے نہ آئیں۔ جس اکیلی ہستی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگایا ہے وہی اکیلی ہستی عبادت کی مستحق ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ
اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈراور امید کیلئے اور وہی نازل کرتا ہے آسمان سے پانی، پس وہ زندہ کرتا ہے
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾
اس کے ذریعے سے زمین کو بعد اس کی موت کے، بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ○

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ وہ تم پر بارش برساتا ہے جس سے زمین اور بندوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بارش برسانے سے قبل وہ تمہیں اس کے مقدمات کا مشاہدہ کراتا ہے، مثلاً بجلی کی چمک اور بجلی کی کڑک، جس سے امید وابستہ ہوتی ہے اور اس سے خوف بھی آتا ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں ضرور نشانیاں ہیں'' جو اس کے بے پایاں احسان، لامحدود علم، کامل مہارت اور عظیم حکمت پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا جس طرح اس نے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندگی بخشی ﴿لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' وہ جو کچھ سنتے اور دیکھتے ہیں اس عقل کے ذریعے سے اسے سمجھنے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں پھر اس عقل کے ذریعے سے ان امور پر استدلال کرتے ہیں جن پر ان نشانیوں کو دلیل بنایا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ قائم ہیں آسمان اور زمین اس کے حکم سے، پھر جب وہ پکارے گا تمہیں ایک بار پکارنا،
مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ
زمین میں سے، تو ناگہاں تم (باہر) نکل آؤ گے ○ اور اسی کے لئے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب
لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ
اسی کے فرماں بردار ہیں ○ اور وہی ہے (اللہ) جو پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا اسے، اور وہ زیادہ آسان ہے اس پر،
وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾
اور اسی کے لیے ہے مثال اعلیٰ آسمانوں اور زمین میں، اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○

اس کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم، ثابت اور ٹھہرے ہوئے ہیں وہ دونوں متزلزل ہوتے ہیں نہ آسمان زمین پر گرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے روک رکھا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ جب وہ مخلوق کو پکارے تو تمام مخلوق زمین سے نکل کھڑی ہو۔ ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المومن: ۵۷/۴۰) ''آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے یقیناً زیادہ بڑا کام ہے۔''

﴿ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ’’اور اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔‘‘ ہر چیز اس کی مخلوق اور مملوک ہے‘ وہ اپنی مخلوق میں کسی کی منازعت و معارضت اور کسی کے تعاون کے بغیر تصرف کرتا ہے‘ تمام مخلوق اس کے جلال کے سامنے فروتن اور اس کے کمال کے سامنے سرافگندہ ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ ﴾ ’’اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے‘ پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ‘‘ یعنی تمام مخلوق کی موت کے بعد ان کی تخلیق کا اعادہ کرنا ﴿ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ﴾ ’’اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔‘‘ انہیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے۔ یہ ذہن اور عقل کی نسبت سے ہے کہ جب وہ تخلیق کی ابتدا کرنے پر قادر ہے‘ جس کا تمھیں خود بھی اقرار ہے‘ تو تخلیق کے اعادہ پر قدرت آسان تر اور زیادہ اولیٰ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی بڑی نشانیوں کا ذکر کرنے کے بعد‘ جن سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں‘ اہل ایمان نصیحت پکڑتے ہیں اور ہدایت یافتہ لوگ اس سے بصیرت حاصل کرتے ہیں...... بہت عظیم معاملے اور بہت بڑے مقصد کا تذکرہ کیا: ﴿ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے۔‘‘ اس سے مراد ہر صفت کمال ہے اور اس کمال سے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے دلوں میں محبت‘ انابت کامل‘ ذکر جلیل اور ان کی عبادت میں کمال مراد ہے۔

یہاں (اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی) سے مراد اس کے بلندترین وصف اور اس پر مترتب ہونے والے آثار ہیں۔ اس لیے اہل علم اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں قیاس اولیٰ استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ مخلوقات کی ہر صفت کمال سے متصف ہونے کا‘ ان کو پیدا کرنے والا اللہ زیادہ مستحق ہے‘ اس طرح سے کہ کوئی اس کا اس صفت میں شریک نہیں ہوتا۔ ہر وہ نقص‘ جس سے مخلوق اپنے آپ کو بچاتی ہے خالق کا اس وصف سے منزہ ہونا اولیٰ و انسب ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾ وہ غلبۂ کامل اور بے پایاں حکمت کا مالک ہے اس نے اپنے غلبے کی بنا پر مخلوقات کو وجود بخشا اور مامورات کو ظاہر کیا اور اپنی حکمت کی بنا پر اپنی بنائی چیزوں کو مہارت سے بنایا‘ ان کے اندر اپنی شرع کو بہترین طریقے سے مشروع کیا۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ

بیان کی اس (اللہ) نے تمہارے لئے ایک مثال تمہارے نفسوں ہی میں سے‘ کیا ہیں تمہارے لئے ان میں سے جنکے مالک ہیں دائیں ہاتھ تمہارے کوئی شریک

فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ

اس میں جو رزق دیا ہے ہم نے تمہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ؟ (کیا) تم ڈرتے ہو ان سے جس طرح ڈرتے ہو تم اپنے نفسوں (لوگوں) سے؟ اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ

ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں○ بلکہ اتباع کیا ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا‘ اپنی خواہشوں کا بغیر

عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

علم کے پس کون ہدایت دے سکتا ہے اسے جس کو گمراہ کر دیا اللہ نے؟ اور نہیں ہے ان کے لیے کوئی مددگار ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شرک کی قباحت اور برائی واضح کرنے کے لیے تمہارے اپنے نفوس سے مثال دی ہے جس کو سمجھنے کے لیے سفر کرنے اور سواریاں کسنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''کیا تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے کوئی ایسا ہے جسے تم اپنے رزق میں شریک کر سکو'' جن کے بارے میں تمہارا خیال ہو کہ وہ تمہارے برابر ہیں ﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟'' یعنی جس طرح حقیقی آزاد شریک اور اس کی تقسیم سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ تمام مال اپنے لیے مختص نہ کر لے۔ معاملہ ایسے نہیں کیونکہ تمہارے غلاموں میں سے کوئی غلام تمہارے اس رزق میں شریک نہیں بن سکتا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے...... حالانکہ تم نے ان کو پیدا کیا ہے نہ تم ان کو رزق دیتے ہو نیز وہ بھی تمہاری طرح مملوک ہیں...... پھر کیونکر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک بنانے پر راضی ہوتے ہو اور اس کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ہم مرتبہ اور اس کے برابر قرار دیتے ہو حالانکہ تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر قرار دینے پر راضی نہیں ہو۔ یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے اس کی سفاہت و حماقت پر سب سے بڑی دلیل ہے' نیز اس نے جس چیز کو معبود بنایا ہے وہ باطل اور کمزور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ''ہم اسی طرح آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں'' مثالوں کے ذریعے سے ﴿لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔'' جو حقائق میں غور کر کے ان کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو عقل سے کام نہیں لیتا اگر اس کے سامنے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا جائے اور دلائل کو واضح کر دیا جائے تو اس کے پاس اتنی عقل ہی نہیں کہ اس کے ذریعے سے بات کی توضیح و تبیین کو سمجھ سکے...... عقل مند لوگوں ہی کے سامنے کلام پیش کیا جاتا ہے اور انہیں خطاب کیا جاتا ہے۔

جب اس مثال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے' پھر اس کی عبادت کرتا ہے اور اپنے معاملات میں اس پر بھروسہ کرتا ہے' تو وہ حق پر نہیں تو وہ کون سی چیز ہے جو انہیں ایک امر باطل پر اقدام کے لیے آمادہ کرتی ہے جس کا بطلان اس کے لیے واضح اور اس کی دلیل ظاہر ہو چکی ہے؟ یقیناً ان کی خواہشات نفس ان کے اس اقدام کی موجب ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''مگر جو ظالم ہیں وہ بے سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں۔'' ان کے ناقص نفس' جن کا نقص ان امور میں ظاہر ہو چکا ہے جن کا تعلق خواہشات نفس سے ہے' ایسی بات چاہتے ہیں جس کو عقل اور فطرت نے فاسد قرار دے کر رد کر دیا

ہے۔ان کے پاس کوئی ایسی دلیل و برہان نہیں جو اس کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہو۔

﴿ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ﴾ ''پس جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟'' یعنی ان کی عدم ہدایت پر تعجب نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ظلم کی پاداش میں گمراہ کر دیا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کی ہدایت کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کوئی اس کا مد مقابل ہے نہ کوئی مخالف۔ ﴿ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴾ جب وہ عذاب کے مستحق قرار دیے جائیں گے تو کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا جو ان کی مدد کر سکے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ

پس سیدھا کریں آپ چہرہ (رخ) اپنا دین کی طرف یک سو ہو کر (اختیار کرو) اللہ کی اس فطرت کو وہ جو پیدا کیا اس نے لوگوں کو اس پر نہ تبدیل کرو

لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِیْبِیْنَ

اللہ کی پیدائش (فطرت) کو یہی ہے دین سیدھا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ رجوع کرتے ہوئے

اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا

اسی کی طرف، اور ڈرو تم اسی سے، اور قائم کرو تم نماز اور نہ ہو تم مشرکوں میں سے ○ (یعنی) ان لوگوں میں سے جنھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

اپنے دین کو اور ہو گئے وہ کئی گروہ، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے، خوش ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام احوال میں اخلاص اور اقامت دین کا حکم دیتا ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ ﴾ اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیے اور اس سے مراد اسلام، ایمان اور احسان ہے، یعنی اپنے قلب و قصد اور بدن کے ساتھ ظاہری شرائع کو قائم کیجیے، مثلاً: نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ اور اس کے ساتھ ساتھ باطنی شرائع پر عمل کیجیے، مثلاً: اللہ تعالیٰ سے محبت، اس سے خوف، اس پر امید اور اس کی طرف انابت وغیرہ۔ ظاہری اور باطنی شرائع میں احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو اس طرح اس کی عبادت کرے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ''چہرے کو قائم رکھنے'' کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ قلب کی توجہ، چہرے کی توجہ کی پیروی کرتی ہے اور ان دونوں امور پر بدن کی سعی مترتب ہوتی ہے اس لیے فرمایا: ﴿ حَنِیْفًا ﴾ یعنی ہر طرف سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہوئے۔ یہ چیز جس کا ہم نے آپ کو حکم دیا ہے وہ ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ﴾ ''اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عقول میں فطرت کے محاسن اور غیر فطرت کے قبائح ودیعت کر دیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے تمام ظاہری

اور باطنی احکام کی طرف تمام مخلوق کے دلوں میں میلان رکھ دیا ہے تو درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حق کی محبت اور حق کو ترجیح دینے کو ودیعت کر دیا اور یہی فطرت کی حقیقت ہے۔ جو کوئی اس اصول سے باہر ہے تو اس کا سبب کوئی عارضہ ہے جو اس کی فطرت کو لاحق ہے جس نے اسے فاسد کر کے رکھ دیا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ))[1] ''ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے پس اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔''

﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔'' کوئی ایسی ہستی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کر سکے اور اس کو ایسی وضع پر تبدیل کر دے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ وضع سے مختلف ہے ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' جس کا ہم نے آپ کو حکم دیا ہے ﴿الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''سیدھا دین ہے'' یعنی سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے جو کوئی ہر طرف سے توجہ ہٹا کر دین میں یکسو ہوتا ہے وہ اپنے تمام شرائع اور تمام طریقوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اس لیے وہ دین کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اگر انہیں دین کی معرفت حاصل ہو بھی جائے تو اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اسی کی طرف رجوع کیے رہو اور اس سے ڈرتے رہو'' یہ جملہ ''دین کی طرف توجہ رکھنے'' کی تفسیر ہے کیونکہ (انابت) ''رجوع کرنا'' سے مراد قلب کا رجوع کرنا اور اس کے تمام داعیوں کا اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف کھنچنا ہے۔ یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ بدن قلب کے تقاضوں کے مطابق کام کرتا ہے اور یہ چیز ظاہری اور باطنی عبادت کو شامل ہے اور اس کی اس وقت تک تکمیل نہیں ہوتی جب تک ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک نہ کیا جائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اس سے ڈرتے رہو۔'' یہ تمام مامورات کی تعمیل اور تمام منہیات سے اجتناب کو شامل ہے۔ مامورات میں نماز کا خاص طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ نماز انابت اور تقویٰ کی طرف بلاتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنكبوت:٤٥/٢٩) ''نماز قائم کر، بے شک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' گویا یہ تقویٰ پر اعانت ہے پھر فرمایا: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (العنكبوت:٤٥/٢٩) ''اور اللہ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے۔'' اور یہ انابت کی ترغیب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منہیات میں سے ایسی برائی کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے اور جس کے ہوتے ہوئے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور وہ ہے شرک' فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں میں نہ ہونا۔'' کیونکہ شرک' انابت کی ضد ہے اور انابت کی روح ہر لحاظ سے اخلاص ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے

---

[1] صحيح البخاري' التفسير' باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ......﴾ (السجدة:١٧/٣٢) حديث:٤٧٧٩ و صحيح مسلم' الجنة و صفة نعيمها و أهلها' باب صفة الجنة' حديث:٢٨٢٤۔

مشرکین کی حالت کی قباحت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ ''جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا'' حالانکہ دین ایک ہے اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنا اور ان مشرکین نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ان میں سے کچھ پتھروں اور بتوں کی عبادت کرنے لگے' کچھ سورج اور چاند کو پوجنے لگے' ان میں سے کچھ نے اولیاء وصالحین کی عبادت کو وتیرہ بنالیا اور ان میں سے کچھ یہودی اور کچھ نصرانی ہیں اس لیے فرمایا: ﴿وَكَانُوْا شِيَعًا﴾ ''اور وہ فرقے فرقے ہوگئے۔'' یعنی ہر فرقے نے اپنے باطل نظریات کی نصرت وتائید کے لیے تعصب پر مبنی اپنا الگ گروہ بنالیا اور دوسروں سے دشمنی اور محاربت شروع کر دی۔

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ﴾ ''سب فرقے اس سے جو ان کے پاس ہے'' انبیاء ومرسلین کے علوم کی مخالفت کرنے والے علوم میں سے وہ ﴿فَرِحُوْنَ﴾ ان پر بہت خوش ہیں اور اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگ باطل پر ہیں۔

یہ آیت کریمہ تشتت اور تفرقہ بازی کے ضمن میں مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ ہر فریق جو اپنے حق اور باطل نظریات کے بارے میں تعصب رکھتا ہے وہ تفرقہ بازی میں مشرکین سے مشابہت رکھتا ہے۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ دین ایک ہے' رسول ایک ہے اور معبود ایک ہے اور اکثر دینی امور کے بارے میں اہل علم اور ائمہ کرام کا اجماع واقع ہو چکا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت مربوط طریقے سے اخوت ایمانی قائم کر دی ہے تب کیا بات ہے کہ ان تمام متفقہ اصولوں اور اخوت ایمانی کو باطل قرار دے کر انتہائی خفیف فروعی اور اختلافی مسائل کی بنا پر مسلمانوں کے درمیان افتراق اور دشمنی پیدا کی جاتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ کیا یہ صورت حال شیطان کی طرف سے بڑا فساد اور اس کا سب سے بڑا مقصد نہیں جس کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو اپنے فریب میں مبتلا کرتا ہے؟

کیا مسلمانوں کو ایک کلمہ پر جمع کرنا' ان کے درمیان ان اختلافات کا خاتمہ کرنا جو باطل اصولوں پر مبنی ہیں' اللہ کے راستے میں سب سے بڑا جہاد اور افضل ترین عمل نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انابت کا حکم دیا ہے' اور یہ انابت' انابت اختیاری ہے جو عسرت وخوش حالی' فراخی اور تنگی ہر حال میں اختیار کی جاتی ہے پھر انابت اضطراری کا ذکر کیا جو انسان میں صرف اس وقت ہوتی ہے جب وہ تنگی اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب تنگی زائل ہو جاتی ہے تو وہ انابت کو بھی پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہے' لہٰذا اس قسم کی انابت فائدہ مند نہیں ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ

اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو کوئی تکلیف تو وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو رجوع کرتے ہوئے اسی کی طرف' پھر جب وہ چکھاتا ہے انہیں اپنی طرف سے

رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا

رحمت تو ناگہاں کچھ لوگ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں ○ تا کہ وہ انکار کریں اس (نعمت) کا جو ہم نے انہیں دی سو فائدہ اٹھا لو تم،

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ

پس عنقریب جان لو گے تم ○ کیا نازل کی ہے ہم نے ان پر کوئی (ایسی) دلیل کہ وہ بتلاتی ہے (ان کو)

بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾

وہ چیز کہ ہیں وہ ساتھ اس کے شریک ٹھہراتے؟ ○

﴿وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔'' یعنی مرض یا ہلاکت کا خوف وغیرہ ﴿دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ﴾ ''تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔'' اور اس حال میں وہ اپنے اس شرک کو فراموش کر دیتے ہیں جو وہ کیا کرتے تھے کیونکہ انہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو ان کی تکلیف کو دور کر سکے۔ ﴿ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً﴾ ''پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے۔'' یعنی ان کو ان کی بیماری سے شفایاب اور ہلاکت کے خوف سے نجات دیتا ہے ﴿إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم﴾ تو ان میں سے ایک فریق اس انابت کو ترک کرتے ہوئے جو اس سے صادر ہوئی تھی' ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیتا ہے جو ان کی خوش بختی اور بد بختی' ان کے فقر اور غنا پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ یہ سب کچھ ان احسانات وعنایات کی ناشکری ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا' شدت اور تکلیف سے ان کو بچایا اور مشقت کو ان سے دور کیا، تب انہوں نے اس نعمت جلیلہ کو اپنے تمام احوال میں شکر اور دائمی اخلاص کے ساتھ کیوں قبول نہ کیا؟

﴿أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا﴾ ''کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے'' یعنی کوئی ظاہری دلیل ﴿فَهُوَ﴾ ''کہ وہ'' دلیل ﴿يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ﴾ ''ان کو اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے۔'' اور انہیں کہتی ہے کہ اپنے شرک پر قائم رہو' اپنے شک پر جمے رہو' تمہارا موقف حق ہے اور جس چیز کی طرف تمہیں انبیاء ومرسلین دعوت دیتے ہیں وہ باطل ہے۔ کیا کوئی ایسی دلیل تمہارے پاس موجود ہے جو شرک کو سختی کے ساتھ پکڑے رکھنے کی موجب ہے؟ یا اس کے برعکس تمام عقلی ونقلی دلائل' تمام کتب الٰہیہ' تمام انبیاء ومرسلین اور بڑے بڑے لوگ شرک سے نہایت شدت کے ساتھ روکتے ہیں اور ان تمام راستوں پر چلنے سے باز رکھتے ہیں جن کی منزل شرک ہے اور ایسے شخص کی عقل ودین کے فساد کا حکم لگاتے ہیں جو شرک کا ارتکاب کرتا ہے؟ پس ان مشرکین کا شرک' جس پر کوئی دلیل اور برہان نہیں' محض خواہشات نفس کی پیروی اور شیطانی وسوسے ہیں۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ

اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت تو وہ خوش ہوتے ہیں اس سے، اور اگر پہنچے انہیں کوئی مصیبت بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

تو ناگہاں وہ ناامید ہو جاتے ہیں ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کیلئے وہ چاہتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞

بلاشبہ اس (فراخی اور تنگی) میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ نرمی اور سختی کے حالات میں اکثر لوگوں کی فطرت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صحت' فراخی اور نصرت وغیرہ کے ذریعے سے انہیں اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے فرحت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ تکبر کے ساتھ اتراتے ہوئے خوش ہوتے ہیں ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ ''اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے'' یعنی اگر ان کا حال ایسا ہوتا ہے جس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہو ﴿بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے'' یعنی اپنے کرتوتوں کے باعث ﴿اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ ''تو ناامید ہو جاتے ہیں۔'' یعنی فقر اور بیماری وغیرہ کے دور ہونے کے بارے میں مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ مایوسی ان کی جہالت اور عدم معرفت کے باعث ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے؟'' یہ جان لینے کے بعد کہ خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' رزق میں تنگی اور فراخی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے مایوسی کا کوئی مقام نہیں۔ اے عقل مند شخص! مجرد اسباب پر نظر نہ رکھ بلکہ مسبب الاسباب کی طرف دیکھ' اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں۔'' کیونکہ یہی لوگ ہیں جو رزق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اس کی مشیت کے مطابق، عطا کردہ کشادگی اور تنگی سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے انہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت' اس کی رحمت' اس کے جود و کرم اور رزق کی تمام ضروریات میں دل کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی طرف میلان کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

پس دیں آپ قرابت داروں کو حق ان کا اور مسکین اور مسافر کو بھی' یہ بہت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو چاہتے ہیں

وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ

چہرہ اللہ کا (یعنی اس کی رضامندی) اور یہی لوگ' ہیں فلاح پانے والے ○ اور جو کچھ دو تم سود سے تاکہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں سے

النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

تو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے ہاں اور جو کچھ تم دو زکوۃ سے کہ چاہتے ہو تم رضامندی اللہ کی'

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿٣٩﴾

تو یہی لوگ ہیں (کئی گنا) بڑھانے والے○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے قرابت دار کو اس کی قرابت اور ضرورت کے مطابق اس کا حق ادا کرو جو شارع نے واجب قرار دیا ہے یا اس کی ترغیب دی ہے مثلاً نفقات واجبہ اور صدقات کی ادائیگی کرنا' ہدیہ دینا' نیک سلوک کرنا' سلام کرنا' عزت وتکریم کرنا' دوسرے کی لغزش کو معاف کرنا اور اس کی بدکلامی پر رواداری سے کام لینا۔ اسی طرح مسکین کو' جسے فقر وفاقہ نے لاچار کر دیا ہو' اتنا عطا کرنا جس سے اس کے کھانے پینے اور لباس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ وہ غریب الوطن مسافر جس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو' اپنے شہر سے دور ہو جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ انتہائی ضرورت مند ہو گا اس کے پاس مال ہے نہ ہاتھ میں کوئی کسب جس کے ذریعے سے وہ دوران سفر اپنی ضروریات کا انتظام کر سکتا ہو, برعکس اس شخص کے جو اپنے شہر میں رہتا ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غالب حالات میں اس کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی صنعت وحرفت کا کام کرتا ہو گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہو گی۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے زکوۃ میں مسکین اور مسافر کا (الگ الگ) حصہ رکھا ہے۔

﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی قرابت داروں' مساکین اور مسافروں کو عطا کرنا ﴿خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو چاہتے ہیں'' اس عمل کے ذریعے سے ﴿وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کا چہرہ'' یعنی بے شمار بھلائی اور ثواب کثیر، کیونکہ یہ بہترین اعمال ہیں' ان کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے بشرطیکہ موقع ومحل کے مطابق اور اخلاص سے مقرون ہوں۔ اگر اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو تو عطا کرنے والے کے لیے کوئی بھلائی نہیں خواہ اس شخص کو اس سے کتنا ہی فائدہ کیوں نہ پہنچا ہو جسے عطا کیا گیا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ١١٤/٤) ''ان لوگوں کے بہت سے مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں' سوائے اس کے کہ صدقہ کا حکم دیا ہو یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کروائی ہو۔''

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کاموں میں بھلائی ہے کیونکہ ان کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے' مگر جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔ فرمایا: ﴿وَاُولٰٓئِكَ﴾ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ اعمال بجا لاتے ہیں ﴿هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے فیض یاب اور اس کے عذاب سے نجات یافتہ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ' ان اعمال کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا

مقصود ہے پھر ان اعمال کا ذکر کیا جو دنیاوی مقاصد کے تحت کیے جاتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ﴾ ''اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مالوں میں افزائش ہو۔'' یعنی اپنی ضروریات سے زائد مال، جو تم عطا کرتے ہو اور اس سے تمہارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمہارے مال میں اضافہ ہو جائے۔ تم انہی لوگوں کو مال عطا کرتے ہو جن سے تمہیں عطا کردہ مال سے زیادہ معاوضے کی امید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اخلاص کی شرط معدوم ہے۔ اس قسم کے اعمال کے زمرے میں وہ اعمال آتے ہیں جو لوگوں کے ہاں عزت و جاہ اور ریا کے لیے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا۔ ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ﴾ ''اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو۔'' وہ مال تمہیں اخلاق رذیلہ سے پاک کرتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعے سے تمہارے مال کو بخل سے پاک کرتا ہے اور حاجت مند کی حاجت پوری کرنے کی بنا پر اس میں اضافہ کرتا ہے۔ ﴿تُرِيْدُوْنَ﴾ ''تم چاہتے ہو'' زکوٰۃ کی ادائیگی سے ﴿وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''اللہ کا چہرہ، تو وہی لوگ اپنے مال کو دگنا چوگنا کر رہے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا خرچ کیا ہوا مال کئی گنا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مال کو ان کے لیے بڑھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ﴾ دلالت کرتا ہے وہ صدقہ، جس کا دینے والا اضطرار سے دوچار ہو، یا صدقہ دینے والے کے ذمہ قرض ہو جو اس نے ادا نہیں کیا اور اس کی بجائے صدقے کو مقدم رکھا تو اس زکوٰۃ پر بندے کو اجر نہیں ملے گا اور اس کا یہ تصرف شرعاً مردود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾ (الليل: ۱۸/۹۲) ''جو پاک ہونے کے لیے اللہ کے راستے میں اپنا مال عطا کرتا ہے۔'' مجرد مال عطا کرنا بھلائی نہیں جب تک کہ وہ وصف مذکور کے ساتھ نہ ہو یعنی عطا کرنے والے کا مقصد پاک ہونا ہو۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ

اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں، پھر اس نے رزق دیا تمہیں، پھر وہ مارے گا تمہیں، پھر وہ (دوبارہ) زندہ کرے گا تمہیں، کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے

مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

وہ جو کر سکے ان (کاموں) میں سے کچھ بھی؟ وہ (اللہ) پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ تمہاری تخلیق، تمہیں رزق عطا کرنے، تمہیں مارنے اور تمہیں زندہ کرنے میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے اور یہ خود ساختہ الٰہ، جن کو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رکھا ہے ان افعال میں کوئی بھی شریک نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، جو ان امور میں یکتا ہے، ایسی ہستیوں کو شریک ٹھہراتے ہیں، جو کسی

طرح بھی ان امور میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے شرک سے بالاتر، پاک اور منزہ ہے اور ان کے شرک سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اس کا وبال انہی پر ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور سمندر (تری) میں بوجہ اس کے جو کمایا ہے لوگوں کے ہاتھوں نے، تاکہ وہ (اللہ) چکھائے انہیں (مزہ)

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾

بعض اس کا جو انہوں نے عمل کیے شاید کہ وہ رجوع کریں ○

بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا، یعنی ان کی معیشت میں فساد اور اس میں کمی، ان کی معیشت پر آفات کا نزول اور خود ان کے اندر امراض اور وباؤں کا پھیلنا، یہ سب کچھ ان کے کرتوتوں کی پاداش اور فطری طور پر فاسد اور فساد برپا کرنے والے اعمال کے سبب سے ہے۔ یہ مذکورہ عذاب اس لیے ہے ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ ”تاکہ وہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔“ یعنی وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اعمال کی جزا دینے والا ہے۔ اس نے انہیں دنیا ہی میں ان کے اعمال کی جزا کا ایک نمونہ دکھا دیا۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ”شاید کہ وہ (اپنے ان اعمال سے) باز آ جائیں“ جن کی وجہ سے فساد برپا ہوا ہے۔ اس طرح ان کے احوال درست اور ان کے معاملات سیدھے ہو جائیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی آزمائش کے ذریعے سے انعام کیا اور اپنے عذاب کے ذریعے سے احسان کیا ورنہ اگر وہ ان کے تمام کرتوتوں کی سزا کا مزہ چکھاتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار نہ چھوڑتا۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ط

کہہ دیجیے: سیر کرو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو (ان سے) پہلے تھے؟

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

تھے اکثر ان کے مشرک ہی ○

زمین میں چلنے پھرنے کے حکم میں، بدنی سیر اور قلبی سیر دونوں شامل ہیں۔ قلبی سیر کا مقصد گزرے ہوئے لوگوں کے انجام پر غور و فکر ہے۔ ﴿كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ﴾ ”ان میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔“ تم ان کے انجام کو بدترین انجام پاؤ گے۔ عذاب نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف سے مذمت، لعنت اور لگاتار رسوائی ان کا پیچھا کرتی رہی۔ پس تم بھی ان جیسے اعمال سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اور اس کی حکمت ہر زمان و مکان میں جاری ہے۔

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوۡمَئِذٍ

پس سیدھا کریں آپ چہرہ (رخ) اپنا سیدھے دین کی طرف پہلے اس سے کہ آ جائے وہ دن کہ نہیں ہے ٹلنا اسکا اللہ کی طرف سے اس دن

يَّصَّدَّعُوۡنَ ﴿۴۳﴾ مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ‌ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَۙ ﴿۴۴﴾

وہ (لوگ) جدا جدا ہو نگے ○ جس شخص نے کفر کیا تو اسی پر ہے کفر اسکا اور جس نے عمل کیے صالح تو وہ اپنے ہی لیے راستہ سنوارتے ہیں ○

لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۵﴾

تاکہ وہ (اللہ) جزا دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک اپنے فضل سے۔ بلاشبہ وہ نہیں پسند کرتا کافروں کو ○

اپنے دل‘ چہرے اور بدن کو سیدھے اور مستقیم دین کو قائم رکھنے پر متوجہ رکھیے‘ کوشش اور جدوجہد سے اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو نافذ کیجیے اور دین کے ظاہری اور باطنی تمام وظائف ادا کیجیے۔ اپنے زمانے‘ اپنی زندگی اور اپنے شباب میں جلدی سے نیک عمل کر لیجیے ﴿مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ”اس دن سے پہلے جو اللہ کی طرف سے آ کر رہے گا اور رک نہیں سکے گا۔“ اس سے مراد روز قیامت ہے اور جب وہ دن آ جائے گا تو اسے روکنا ممکن نہ ہوگا۔ عمل کرنے والوں کو مہلت نہ دی جائے گی کہ اپنے عمل کو نئے سرے سے انجام دیں بلکہ وہ اعمال سے فارغ ہو چکے اب تو عمل کرنے والوں کی جزا کے سوا کچھ باقی نہیں بچا۔ ﴿يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ﴾ اس دن لوگ بکھر جائیں گے اور الگ الگ حاضر ہوں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

﴿مَنۡ كَفَرَ﴾ ”جس نے کفر کیا“ ان میں سے ﴿فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ﴾ ”تو اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے۔“ یعنی اس کی سزا صرف اسی کی ذات کو ملے گی اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ﴿وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا﴾ ”اور جس نے نیک عمل کیے۔“ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ ومستحبہ ادا کرتا ہے۔ ﴿فَلِاَنۡفُسِهِمۡ﴾ ”تو وہ اپنے ہی لیے“ نہ کہ کسی دوسرے کے لیے ﴿يَمۡهَدُوۡنَ﴾ یہ اعمال صالحہ تیار کر رہے ہیں‘ اپنی ہی آخرت کو آباد کر رہے ہیں‘ جنت کے بالا خانوں اور منازل کے حصول کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔

بایں ہمہ ان کی جزا ان کے اعمال پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل اور لامحدود کرم کی بنا پر ان کو اتنی جزا دے گا جہاں تک ان کے اعمال کی رسائی ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور جب وہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے بے پایاں احسانات‘ عنایات فاخرہ‘ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کے برعکس‘ چونکہ اللہ کفار سے ناراض ہے اس لیے وہ ان کو سزا دیتا ہے اور عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عنایت نہیں کرے گا جیسے اس نے اپنے محبوب بندوں پر کی‘ اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“

وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِیَ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ وہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دینے والی اور تاکہ وہ چکھائے تمھیں کچھ رحمت اپنی اور تاکہ چلیں

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

کشتیاں اس کے حکم سے اور تاکہ تم تلاش کرو اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ○

یہ ان دلائل کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی الٰہ معبود اور بادشاہ محمود ہے۔ ان دلائل میں سے ایک ﴿ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ ﴾ بارش سے پہلے اس کا ہواؤں کو بھیجنا ہے۔ ﴿ مُبَشِّرٰتٍ ﴾ جو بادلوں کو اٹھا کر خوشخبری دیتی ہیں، پھر بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں اور بارش کے برسنے سے پہلے نفس خوش ہوتے ہیں۔ ﴿ وَلِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ ''اور تاکہ وہ تمھیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے۔'' وہ تم پر بارش برساتا ہے، جس سے زمین اور بندوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تم اس کی رحمت کا مزا چکھتے ہو اور تمھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی بندوں کو ان کا رزق فراہم کرتی ہے، لہٰذا تم ان اعمال صالحہ کی کثرت کے مشتاق ہو جاؤ جو اس کی رحمت کے خزانے کھول دیں۔ ﴿ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ ﴾ ''اور تاکہ کشتیاں چلیں'' سمندر کے اندر ﴿ بِاَمْرِهٖ ﴾ اس کے حکم قدری سے ﴿ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ اور اپنی معاش اور مصالح میں تصرف کے ذریعے سے اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور شاید کہ تم شکر ادا کرو'' اس ہستی کا جس نے تمھارے لیے یہ اسباب مہیا کیے اور تمھارے لیے رزق کے ذرائع پیدا کیے۔ نعمتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ تمھیں اور زیادہ نعمتوں سے سرفراز کرے اور ان نعمتوں کو تمھارے پاس باقی رکھے۔

رہا نعمتوں کے مقابلے میں کفر اور معاصی کا ارتکاب کرنا تو یہ اس شخص کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کے بدلے ناشکری کرتا ہے۔ اس کے اس رویے سے نعمتیں اس شخص سے کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف پس آئے وہ ان کے پاس ساتھ واضح دلیلوں کے،

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

(پھر بھی قوم نے جھٹلایا) پس انتقام لیا ہم نے ان لوگوں سے جنھوں نے جرم کیے، اور ہے حق ہم پر مدد کرنا مومنوں کی ○

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھیجے'' یعنی گزشتہ امتوں میں ﴿ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ ﴾ ''رسول ان کی قوم کی طرف۔'' یعنی جب ان قوموں نے توحید کا انکار کیا اور حق کی تکذیب کی تو ان

کے رسول ان کے پاس آئے جو ان کو توحید اور اخلاص کی دعوت دیتے تھے' حق کی تصدیق اور ان کے کفر اور ضلالت کا ابطال کرتے تھے۔ وہ اپنے اس موقف پر واضح دلائل لے کر آئے' مگر وہ ایمان لائے نہ انہوں نے اپنی گمراہی کو ترک کیا ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ﴾ ''پس ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے جرم کا ارتکاب کیا'' اور انبیاء کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کی مدد کی ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔'' یعنی اہل ایمان کی نصرت ہم نے خود اپنے آپ پر واجب کی' اہل ایمان کی نصرت کو جملہ متعین حقوق میں شامل کیا اور ان کے ساتھ اس نصرت کا وعدہ کیا۔ پس اس کا واقع ہونا ضروری ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کرنے والو! اگر تم تکذیب کی روش پر قائم رہے تو تم پر عذاب نازل ہوگا اور ہم تمہارے خلاف محمد ﷺ کو فتح و نصرت سے سرفراز کریں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ

اللہ وہ ذات ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں' پس وہ اٹھاتی ہیں بادل' پھر پھیلاتا ہے اللہ اس کو آسمان میں جس طرح وہ چاہتا ہے'

وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور وہ کر دیتا ہے اس کو ٹکڑے ٹکڑے پھر دیکھتے ہیں آپ بارش کو وہ نکلتی ہے اس کے درمیان سے' پس جب وہ پہنچاتا (برساتا) ہے اسے' جس پر چاہتا ہے

مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ

اپنے بندوں میں سے تو اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں ○ اور بلاشبہ تھے وہ' پیشتر اس کے کہ وہ نازل ہو ان پر

قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ

اس سے پہلے البتہ ناامید ○ پس دیکھیں آپ اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف' کیسے وہ زندہ (آباد) کرتا ہے زمین کو بعد اس کی موت (ویرانی) کے

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

'بلاشبہ وہی البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور نعمت تامہ کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ﴿ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا ﴾ ''وہ ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں'' زمین سے ﴿ فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے ﴿ كَيْفَ يَشَآءُ ﴾ جس حالت میں چاہتا ہے ﴿ وَيَجْعَلُهٗ ﴾ ''اور اس کو کر دیتا ہے'' یعنی اس لمبے چوڑے بادل کو ﴿ كِسَفًا ﴾ ایک گہرا بادل بنا دیتا ہے جو ایک دوسرے کے اوپر جما ہوا ہوتا ہے۔ ﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾ پھر تم اس بادل میں سے چھوٹے چھوٹے قطرے گرتے دیکھتے ہو۔ بارش کے یہ قطرے بیک وقت نہیں گرتے' تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ قطرے جس پر گریں اسے خراب کر دیں۔ ﴿ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ ﴾ ''پھر جب اسے برسا دیتا ہے'' یعنی اس بارش کو ﴿ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے' تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔'' وہ بارش برسنے پر ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے ہیں کیونکہ وہ بارش کے سخت ضرورت مند تھے۔ ﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾ وہ اس سے پہلے بارش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے سخت مایوس تھے۔ جب اس حالت میں بارش برستی ہے تو یہ ان کے لیے انتہائی خوشی کا موقع بن جاتا ہے۔

﴿فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اب اللہ کی اس رحمت کے نتائج پر غور کیجیے کہ وہ کیسے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔'' زمین لہلہانے لگتی ہے اور وہ قسم قسم کی خوبصورت نباتات اگاتی ہے۔ ﴿اِنَّ ذٰلِكَ﴾ وہ ہستی جو زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتی ہے ﴿لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''مردوں کو زندہ کرنے والی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کبھی کسی چیز سے قاصر نہیں رہی اگرچہ اس کی قدرت مخلوق کی عقل و فہم سے باریک تر ہوتی ہے۔ ان کی عقل اس کی قدرت کے کرشموں سے حیران ہو جاتی ہے۔

وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿51﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

اور البتہ اگر بھیجیں ہم ایسی ہوا کہ وہ دیکھیں اس (کھیتی) کو زرد پڑنے والی، تو البتہ وہ ہو جائیں بعد اسکے ناشکری کرنیوالے ○ پس بلاشبہ آپ نہیں سنا سکتے

الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿52﴾ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ

مُردوں کو اور نہیں سنا سکتے آپ بہروں کو (اپنی) پکار جب وہ لوٹ جائیں پیٹھ پھیر کر ○ اور نہیں آپ ہدایت کرنیوالے اندھوں کو

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿53﴾ ع ۵

ان کی گمراہی سے' نہیں سنا سکتے آپ مگر انہی (لوگوں) کو جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر پس وہی ہیں فرماں بردار ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق کا حال بیان کرتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے سایہ کناں ہونے' زمین کے مر جانے کے بعد اس کے زندہ ہونے پر بہت خوش ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بارش کے بعد اگنے والی نباتات اور ان کی کھیتیوں پر نقصان دہ اور انھیں تلف کر دینے والی ہوا بھیج دے ﴿فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا﴾ ''لہٰذا وہ اس (کھیتی) کو زرد پڑتا دیکھیں'' جو تلف ہونے کی حالت کو پہنچ چکی ہے ﴿لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''تو وہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگ جائیں گے'' اور اس کی گزشتہ نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ ان لوگوں کو وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ﴾ ''بلاشبہ آپ مردوں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں نہ بہروں کو' خاص طور پر اس وقت ﴿اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''جب یہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں'' تب تو آپ ان کو بدرجہ اولیٰ نہیں سنا سکتے کیونکہ ان کے اندر اطاعت اور نفع بخش سماعت کے موانع بہت زیادہ ہیں جس طرح آواز حسی کے سننے سے بہت سے موانع ہوتے ہیں۔

﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر ہدایت دے سکتے ہیں'' کیونکہ اندھے اپنے اندھے پن کے باعث دیکھ سکتے ہیں نہ ان میں دیکھنے کی صلاحیت ہی ہے ﴿اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ صرف انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ سرتسلیم خم کرتے ہیں۔'' یعنی ہدایت کا سنوانا صرف انہی لوگوں کو فائدہ دے سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے' ہمارے احکام کی تعمیل کرتے اور ہمارے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندر وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کا قوی داعیہ موجود ہے اور وہ ہے ہر آیت پر ایمان لانے اور مقدور بھر اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے مستعد رہنا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں کمزوری (کی حالت) سے' پھر کر دی اس نے بعد کمزوری کے قوت' پھر کر دی اس نے

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾

بعد قوت کے کمزوری اور بڑھاپا' وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے' اور وہ خوب جاننے والا' بڑا قدرت والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے وسعت علم' عظمت اقتدار اور کمال حکمت کو بیان کرتا ہے کہ اس نے انسان کو کمزوری سے پیدا کیا اور وہ اس کی تخلیق کے ابتدائی مراحل ہیں یعنی اسے نطفے سے جما ہوا خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر رحم کے اندر زندہ انسان بنایا پھر اس کو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ جب وہ سن طفولیت میں ہوتا ہے تو انتہائی ضعیف اور اس میں قوت و قدرت معدوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قوت میں اضافہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جوانی کو پہنچ جاتا ہے' اس کی قوت اور اس کے ظاہری و باطنی قویٰ مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس مرحلے سے کمزوری اور بڑھاپے کی طرف لوٹتا ہے۔

﴿يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ﴾ وہ اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بندہ اپنے ضعف کا مشاہدہ کرے۔ اس کی قوت دو قسم کی کمزوریوں سے گھری ہوئی ہے اور فی نفسہ اس کے پاس نقص کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے طاقت عطا نہ کرے تو اسے طاقت حاصل ہو سکتی ہے نہ قدرت اور اگر اس کی قوت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے تو وہ بغاوت اور سرکشی میں بڑھتا چلا جائے گا۔ بندوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال قدرت دائمی ہے وہ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے' اپنی قدرت سے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اسے تھکن لاحق ہوتی ہے نہ کمزوری اور نہ کسی طرح اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ڏ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قائم ہوگی قیامت قسمیں کھائیں گے مجرم کہ نہیں ٹھہرے وہ سوائے گھڑی بھر کے اسی طرح تھے وہ

يُؤْفَكُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى

(دنیا میں) پھیرے جاتے (حق سے)O اور کہیں گے وہ لوگ جو دیے گئے علم اور ایمان البتہ تحقیق ٹھہرے تھے تم اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں

يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ

دوبارہ اٹھنے کے دن (قیامت) تک سو یہی ہے دن دوبارہ اٹھنے کا اور لیکن تھے تم نہیں جانتےO پس اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٥٧﴾

نہیں فائدہ دے گی ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا معذرت ان کی اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گیO

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے بارے میں آگاہ فرما رہا ہے کہ وہ بہت جلد آنے والا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو ﴿ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ "مجرم اللہ کی قسمیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے" کہ بلاشبہ وہ ﴿ مَا لَبِثُوْا ﴾ "نہیں رہے تھے" دنیا میں ﴿ غَيْرَ سَاعَةٍ ﴾ "سوائے ایک گھڑی کے" وہ یہ عذر اس لیے پیش کریں گے کہ شاید دنیا کی مدت کو کم کہنا انھیں کوئی فائدہ دے۔

چونکہ ان کی یہ بات جھوٹ پر مبنی ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴾ "وہ اسی طرح غلط اندازے لگایا کرتے تھے۔" یعنی وہ دنیا کے اندر بھی ہمیشہ حقائق کو چھوڑ کر کذب بیانی کرتے رہے اور جھوٹ گھڑتے رہے، دنیا کے اندر انھوں نے حق کی تکذیب کی جسے انبیائے کرام لے کر آئے تھے اور آخرت میں وہ امر محسوس، یعنی دنیا کے اندر طویل مدت تک رہنے کا انکار کریں گے۔ یہ ان کا بدترین خلق ہے اور بندہ اسی عادت اور ہیئت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرے گا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ ﴾ "اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے۔" یعنی جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے ان دو چیزوں کے ساتھ احسان کیا اور حق کا علم اور وہ ایمان جو حق کی ترجیح کو مستلزم ہے ان کا وصف بن گیا۔ جب انھوں نے حق کو جان لیا اور حق کو ترجیح دی تو لازم ہے کہ ان کا قول واقع اور ان کے احوال کے مطابق ہو، بنابریں وہ حق بات کہیں گے: ﴿ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ "تم اللہ کی کتاب کے مطابق رہے ہو۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے مطابق، جو اس نے اپنے حکم میں تمھارے لیے مقرر کر دی تھی ﴿ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ﴾ "قیامت تک" یعنی تمھیں اس قدر عمر دی گئی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا، تدبر کرنے والا اس میں تدبر کر سکتا تھا اور عبرت پکڑنے والا اس میں عبرت پکڑ سکتا تھا حتی کہ قیامت آ گئی اور تم اس حال کو پہنچ گئے۔ ﴿ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ "پس یہ یوم قیامت ہے، لیکن تم (اسے حق) نہیں جانتے تھے۔" اس لیے تم نے اس کا انکار کیا، تم نے دنیا میں ایک مدت تک کے لیے اپنے قیام کا انکار کیا جس میں توبہ اور انابت تمھارے بس میں تھی، مگر جہالت اور اس کے آثار یعنی تکذیب تمھارا شعار اور خسارہ تمھارا

اوڑھنا بچھونا بن گیا۔

﴿فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ''یقیناً اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہیں دے گی''، یعنی اگر وہ جھوٹ بولتے ہوئے یہ سمجھیں کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی یا ایمان لانا ان کے بس میں نہ تھا تو اہل علم و ایمان کی گواہی بلکہ خود ان کی اپنی کھالوں، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی سے ان کو جھٹلا دیا جائے گا۔ اگر وہ معذرت کی اجازت چاہیں کہ ان کو اب واپس لوٹا دیا جائے تو وہ ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے جس سے انہیں روکا گیا ہے...... تو ان کی معذرت قبول نہ کی جائے گی۔ ﴿وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی''، یعنی وہ ہمیشہ زیر عتاب رہیں گے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ

اور البتہ تحقیق بیان کردی ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر ایک مثال اور البتہ اگر لے آئیں آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ)

لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ

تو البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، نہیں ہو تم مگر باطل پرست ○ اسی طرح مہر لگاتا ہے اللہ

عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

دلوں پر ان لوگوں کے جو نہیں جانتے ○ پس آپ صبر کیجیے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

سچا ہے، اور نہ ہلکا (بے وزن) بنا دیں آپ کو وہ لوگ جو نہیں یقین رکھتے ○

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا﴾ ''اور ہم نے بیان کی'' اپنی عنایت، رحمت، لطف و کرم اور حسن تعلیم کی بنا پر ﴿لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال''، جس سے حقائق واضح ہوتے ہیں، تمام امور کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور حجت تمام ہوتی ہے۔ یہ اصول ان تمام مثالوں میں عام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے امور معقولہ کو امور محسوسہ کے قریب لانے کے لیے بیان کیا ہے۔ ان امور کے بارے میں جو بھی واقع ہوں گے خبر دینے اور ان کی حقیقت واضح کرنے کے لیے ضرب الامثال کا اسلوب بہت اہم ہے حتیٰ کہ یوں لگتا ہے جیسے یہ خبر واقع ہو چکی ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے روز مجرموں کی حالت کیا ہوگی۔ وہ شدت غم میں مبتلا ہوں گے اور ان سے کسی قسم کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

ظالم کفار واضح حق کے بارے میں عناد رکھنے سے باز نہ آئے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ﴾ ''اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں'' جو آپ کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی ہو

﴿ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴾ ''تو کافر لوگ یہی کہیں گے کہ تم تو جعل سازی کرتے ہو۔'' یعنی وہ حق کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ باطل ہے۔ یہ ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں جسارت کے باعث تھا نیز اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور وہ اپنی جہالت میں بہت دور تک نکل گئے۔

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے۔'' اس لیے ان کے دلوں میں کوئی بھلائی داخل ہو سکتی ہے نہ وہ اشیاء کی حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں بلکہ اس کے برعکس انہیں حق باطل اور باطل حق دکھائی دیتا ہے۔

﴿ فَاصْبِرْ ﴾ ''پس صبر کیجیے!'' اپنی دعوت الی اللہ اور جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر ثابت قدم رہیے۔ اگر آپ ان کے اندر روگردانی اور اعراض دیکھتے ہیں تو یہ چیز آپ کو اپنی دعوت سے نہ روک دے۔ ﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ''یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے'' اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ چیز صبر میں مدد دیتی ہے کیونکہ جب بندے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا عمل رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کا اجر اسے کامل طور پر مل جائے گا' تو اسے اس راستے میں جو تکالیف اور مصائب پہنچتے ہیں وہ اسے معمولی نظر آتے ہیں' اس کے لیے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور اسے ہر بڑا اور زیادہ عمل کم نظر آتا ہے۔

﴿ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ آپ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں جن کا ایمان کمزور اور یقین بہت کم ہے، بنابریں ان کی عقل بہت خفیف اور ان میں صبر بہت کم ہے۔ پس یہ لوگ آپ کو ہرگز کمزور نہ پائیں آپ ان سے بچتے رہیں اور ان کی پروانہ کریں ورنہ وہ آپ کو بہت کمزور اور ہلکا سمجھیں گے اور آپ کو اوامر ونواہی میں عدم ثبات پر محمول کریں گے۔ اس بارے میں نفس ان کی معاونت کرتا ہے اور مشابہت اور موافقت تلاش کرتا ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ہر مومن جو صاحب یقین ہو اور پختہ عقل رکھتا ہو اس کے لیے صبر کرنا بہت آسان ہے اور ہر کمزور یقین اور کمزور عقل شخص کم صبر والا ہوتا ہے۔ پہلی صورت گویا مغز کی مانند ہے اور دوسری صورت چھلکے کی سی ہے۔ واللہ المستعان

تفسیر سورۃ لقمٰن

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ (۳۱) مَكِّيَّةٌ (۵۷) — اٰيَاتُهَا ۳۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ

الٓمّٓ ○ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ○ ہدایت اور رحمت ہے نیکی کرنے والوں کے لئے ○ وہ لوگ

يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ اُولٰٓئِكَ

جو قائم کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور ساتھ آخرت کے وہ یقین رکھتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ہدایت پر اپنے رب (کی طرف) سے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○

اللہ تعالیٰ ان ﴿اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيمِ﴾ ''حکمت والی کتاب کی آیات'' کی تعظیم کے لیے ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محکم آیات ہیں جو ایک حکمت والی اور باخبر ہستی سے صادر ہوئی ہیں۔ ان آیات کے محکم ہونے سے مندرجہ ذیل امور مراد ہیں:

(۱) یہ آیات نہایت واضح، جلیل ترین اور فصیح ترین الفاظ میں آئی ہیں جو نہایت جلیل القدر اور بہترین معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) یہ آیات تغیر و تبدل، کمی بیشی اور تحریف سے محفوظ ہیں۔

(۳) ان آیات میں گزشتہ زمانے اور آنے والے زمانے کے واقعات اور امور غیبیہ کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔ وہ واقعات کے مطابق اور واقعات ان کے مطابق ہیں۔ کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب اور گزشتہ انبیاء میں سے کسی نبی نے ان اخبار کی مخالفت نہیں کی۔ اب تک کوئی علمی، حسی یا عقلی تحقیق ان امور کے متناقض نہیں، جن پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں۔

(۴) ان آیات نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ خالص یا راجح مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور جن امور سے روکا ہے وہ واضح یا راجح مفاسد پر مبنی ہوتے ہیں۔ بہت سے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی حکمت اور ان کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح کسی چیز سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ضرر اور مفاسد سے آگاہ کیا ہے۔

(۵) قرآن کریم کی آیات میں ترغیب و ترہیب اور مواعظ بلیغہ اس انداز میں جمع ہیں کہ نیک نفس لوگ، اس کے ذریعے سے اعتدال اختیار کرتے ہیں، اس کو اپنا فیصل بناتے ہیں اور نہایت جزم و احتیاط کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

(۶) آپ دیکھیں گے کہ اس کی آیات، اس کے قصص اور احکامات وغیرہ میں تکرار پایا جاتا ہے، مگر ان کے مضامین میں اتفاق ہے اور ان میں کوئی تناقض اور کوئی اختلاف نہیں۔ صاحب بصیرت جتنا زیادہ اس کے اندر تدبر اور غور و فکر کرتا ہے اس کی آیات و احکام میں توافق و تطابق کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے، اس کو یقین ہو جاتا ہے، جس میں شک و ریب کا کوئی شائبہ نہیں، کہ یہ قرآن حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی

طرف سے ہے۔

وہ حکمت سے لبریز ہے' وہ تمام اخلاق کریمہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور برے اخلاق سے روکتا ہے' مگر اکثر لوگ اس کی راہنمائی سے محروم ہیں اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روگردانی کرتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ روگردانی نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز کر کے روگردانی سے بچایا۔ وہ اپنے رب کی عبادت میں احسان سے کام لیتے ہیں اور اس کے بندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

پس یہ قرآن انہی کے لیے ﴿هُدًى﴾ "ہدایت ہے" راہ راست کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے اور جہنم کے راستوں سے انہیں بچاتا ہے ﴿وَّرَحْمَةً﴾ اور محسنین کے لیے رحمت ہے۔ اس کے ذریعے سے انہیں دنیا و آخرت کی سعادت' خیر کثیر' ثواب جزیل اور فرحت حاصل ہوتی ہے اور گمراہی و بدبختی ان سے دور ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان "محسنین" کا وصف بیان فرمایا کہ وہ علم کامل یعنی یقین محکم رکھتے ہیں جو عمل اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کا موجب ہے اس لیے وہ اس کی نافرمانیوں کو ترک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عمل سے موصوف کیا ہے اور عمل کے ضمن میں دو بہترین اعمال کا ذکر فرمایا: وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، جو اخلاص' اللہ تعالیٰ سے مناجات' قلب و زبان اور جوارح کے تعبّد عام کو شامل ہے اور باقی اعمال میں معاون ہے، نیز زکوۃ کا بھی تذکرہ فرمایا کہ اسے ادا کرنے والا تمام صفات رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہ زکوۃ کے ذریعے سے اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچاتا ہے' اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ زکوۃ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی محبت کو مال کی محبت پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ اپنے محبوب مال کو اس کی خاطر خرچ کرتا ہے جو اسے اپنے مال سے کہیں زیادہ محبوب ہے...... اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا۔

﴿أُولَٰٓئِكَ﴾ یہ نیکوکار لوگ جو علم کامل اور عمل کے جامع ہیں ﴿عَلَىٰ هُدًى﴾ "ہدایت پر ہیں" جو بہت عظیم ہے جیسا کہ "ہدایت" کو نکرہ استعمال کرنے سے مستفاد ہوتا ہے۔ ﴿مِّن رَّبِّهِمْ﴾ "اپنے رب کی طرف سے۔" جو اپنی نعمتوں کے ذریعے سے ان پر اپنی ربوبیت کا فیضان کرتا اور ان سے تکلیف دہ امور کو دور کرتا رہتا ہے۔ یہ ہدایت' جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز فرمایا ہے' اس خاص ربوبیت سے ہے جو اس نے اپنے اولیا پر کی ہے اور یہ ربوبیت کی بہترین قسم ہے۔ ﴿وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ "اور یہی لوگ فلاح سے بہرہ ور ہیں" جنہوں نے اپنے رب کی رضا' اس کے دنیاوی اور اخروی ثواب کو پالیا اور اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچ گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فلاح کے راستے پر گامزن ہوئے' جس کے سوا فلاح کا کوئی اور راستہ نہیں۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سعادت مند لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے قرآن مجید کے ذریعے سے ہدایت حاصل کی' تو اس کے بعد ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا جو قرآن سے روگردانی کرتے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کو اس کی سخت سزا دی جائے گی' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے بدلے ہر باطل قول اختیار

کر کے، بہترین قول اور احسن الحدیث کو چھوڑ دیا اور اس کے بدلے قبیح ترین اور انتہائی گھٹیا اقوال کو اختیار کیا، اسی لیے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو خریدتے ہیں غافل کرنے والی باتیں تاکہ وہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے بغیر

عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ

علم کے اور (تاکہ) بنائیں اس (راہ ہدایت) کو مذاق، یہی لوگ ہیں ان کیلئے ہے عذاب ذلیل کرنیوالا○ اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر

اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ

ہماری آیتیں، وہ پھر جاتا ہے تکبر کرتے ہوئے گویا کہ اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا کہ اسکے دونوں کانوں میں ڈاٹ (کارک) ہے پس خوشخبری دے دیجئے اسے

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ

عذاب دردناک کی○ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، ان کے لئے ہیں باغ ہائے

النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

نعمت○ وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں (یہ) وعدہ ہے اللہ کا سچا اور وہ غالب ہے، حکمت والا○

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ ''اور لوگوں میں سے جو'' اللہ تعالیٰ کی تائید سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے ﴿يَّشْتَرِيْ﴾ ''خریدتا ہے'' یعنی جو اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ ''لغو باتیں'' یعنی دلوں کو غافل کرنے اور ان کو جلیل القدر مقاصد سے روکنے والے قصے کہانیاں۔ اس آیت کریمہ میں ہر محرم کلام، ہر قسم کی لغویات، ہر قسم کے باطل ہذیانی اقوال جو کفر و فسوق اور عصیان کی ترغیب دیتے ہیں، ان لوگوں کے نظریات جو حق کو ٹھکراتے ہیں اور باطل دلائل کے ساتھ حق کو نیچا دکھانے کے لیے جھگڑتے ہیں، غیبت، چغلی، جھوٹ، سب و شتم، شیطانی گانا بجانا اور غفلت میں مبتلا کرنے والے قصے کہانیاں، جن کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں، داخل ہیں۔ لوگوں کی یہ صنف ہدایت کی باتوں کو چھوڑ کر کھیل تماشوں پر مشتمل قصے کہانیاں خریدتی ہے۔ ﴿لِيُضِلَّ﴾ تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر علم کے اللہ کی راہ سے'' یعنی اپنے فعل میں خود گمراہی کا راستہ اختیار کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا گمراہ کرنے کا عمل خود اس کی اپنی گمراہی سے جنم لیتا ہے۔ اس کا اس لہو الحدیث سے گمراہ کرنے سے مراد اس کا فائدہ مند بات، عمل نافع، حق مبین اور صراط مستقیم سے روکنا ہے اور یہ سب کچھ اس وقت تک اس کے لیے تکمیل نہیں پاتا جب تک کہ وہ ہدایت اور حق میں (جسے اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آئی ہیں) جرح و قدح نہیں کرتا اور اللہ کی آیات کا مذاق نہیں اڑاتا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان کو لانے والے کا تمسخر اڑاتا ہے۔

جب ایسے شخص میں باطل کی مدح' اس کی ترغیب' حق میں جرح وقدح' حق اور اہل حق کے ساتھ استہزا وتمسخر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ بے علم آدمی کو گمراہ کرتا ہے اور اسے ایسی بات بیان کر کے دھوکا دیتا ہے' جس میں گمراہ شخص امتیاز کر سکتا ہے نہ اس کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ ''ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' اس کا سبب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہوئے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ استہزا کیا اور واضح حق کی تکذیب کی، اس لیے فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا ﴾ ''جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں'' تاکہ وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے ﴿ وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا ﴾ تو وہ اس طرح پیٹھ پھیر جاتا ہے جیسے ان آیات سے تکبر کرنے اور ان کو ٹھکرانے والا پیٹھ پھیرتا ہے۔ یہ آیات اس کے دل میں داخل ہوتی ہیں نہ اس پر کچھ اثر کرتی ہیں بلکہ وہ ان کو پیٹھ کر کے چل دیتا ہے ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ﴾ ''جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہ ہو'' بلکہ ﴿ كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ﴾ ''گویا اس کے کانوں میں گرانی ہو'' اور آواز اس کے کانوں تک پہنچ ہی نہ سکتی ہو' لہٰذا اس کے لیے ہدایت کی کوئی راہ نہیں۔ ﴿ فَبَشِّرْهُ ﴾ ''پس اس کو بشارت دے دیجیے۔'' یعنی اسے ایسی بشارت دیں جو اس کے قلب کو حزن وغم سے لبریز کر دے اور اس کے چہرے پر بدحالی' اندھیرا اور گردوغبار چھا جائیں۔ ﴿ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''دردناک عذاب کی'' جو قلب وبدن کے لیے بہت دردناک ہے جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کو جانا جا سکتا ہے۔

یہ تو تھی اہل شر کی بشارت اور کتنی بری تھی یہ بشارت۔ رہی اہل خیر کی بشارت تو اس کے بارے میں فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔'' یعنی جنہوں نے عبادت باطن کو ایمان کے ساتھ اور عبادت ظاہر کو اسلام اور عمل صالح کے ساتھ جمع کیا ﴿ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴾ ''ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں۔'' انہوں نے جو نیک اعمال پیش کیے ان پر خوش خبری اور جو نیک اعمال پیچھے چھوڑے ان پر مہمان نوازی کے طور پر۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ وہ ان نعمتوں بھری جنتوں میں' جو جسد وروح کے لیے نعمت ہیں' ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ﴾ ''اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' جس کی خلاف ورزی اور جس میں تغیر وتبدل ممکن نہیں ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ وہ کامل غلبے اور کامل حکمت کا مالک ہے یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے جسے توفیق سے نوازنا چاہا نواز دیا' جسے اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہونا چاہا الگ ہو گیا اور یہ سب کچھ ان کے بارے میں اس کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

اس (اللہ) نے پیدا کیے آسمان بغیر (ایسے) ستونوں کے کہ دیکھتے ہو تم ان کو اور اس نے گاڑ دیے زمین میں مضبوط (پہاڑ) تاکہ (نہ) جھک پڑے وہ تمہیں لے کر

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

وہ اور اس نے پھیلائے اس میں ہر قسم کے چوپائے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی، پھر اگائی ہم نے اس میں

كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿١٠﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

(غلوں کی) ہرقسم عمدہ ○ یہ مخلوق ہے اللہ کی' پس دکھاؤ تم مجھے کیا ہے وہ جو پیدا کیا ہے ان (معبودوں) نے جو اس کے سوا ہیں؟

بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١١﴾ ع

بلکہ ظالم ہی صریح گمراہی میں ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنی قدرت کے کچھ آثار' اپنی حکمت کی کچھ انوکھی چیزیں اور اپنی رحمت کے آثار میں سے کچھ نعمتوں کے بارے میں بیان فرماتا ہے: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ﴾ اس نے ساتوں آسمانوں کو ان کی عظمت' ان کی وسعت' ان کی کثافت اور ان کی ہولناک بلندیوں کے ساتھ پیدا کیا ﴿بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ان کو سہارا دینے کے لیے کوئی ستون نہیں۔ اگر کوئی ستون ہوتا تو ضرور نظر آتا۔ آسمان صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ﴾ ''اور زمین پر پہاڑ رکھ دیے۔'' یعنی بڑے بڑے پہاڑ' جن کو زمین کے کناروں اور گوشوں میں گاڑ دیا تاکہ زمین ﴿تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ ''تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے۔'' اگر یہ مضبوطی سے گاڑے ہوئے پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ڈھلک جاتی اور اپنے بسنے والوں کے ساتھ استقرار نہ پکڑتی۔ ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ اس وسیع زمین میں تمام اصناف کے حیوانات پھیلائے جو انسانوں کے مصالح ومنافع کے لیے مسخر ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر حیوانات پھیلائے تو اسے معلوم تھا کہ ان حیوانات کے زندہ رہنے کے لیے رزق بہت ضروری ہے اس لیے اس نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔ ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیے۔'' یعنی خوش منظر' نفع مند نباتات جن میں زمین کے اندر پھیلے ہوئے حیوانات چرتے ہیں اور ان کے نیچے تمام حیوانات سکون حاصل کرتے ہیں۔

﴿هٰذَا﴾ ''یہ'' یعنی عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوق' جمادات وحیوانات اور تمام مخلوقات کے لیے رزق رسانی ﴿خَلْقُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی تخلیق ہے'' جو وحدہ لاشریک ہے' جس کا سب اقرار کرتے ہیں حتیٰ کہ اے مشرکو! تم بھی اقرار کرتے ہو۔ ﴿فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''پس مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو معبود (خود ساختہ شریک) ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟'' یعنی جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے' جن کو تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی بھی کوئی تخلیق ہو جیسی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے' ان کے یہ خود ساختہ معبود بھی رزق عطا کرتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ رزق رسانی کرتا ہے۔ اگر تمہارے خود ساختہ معبودوں نے ان میں سے کوئی کام کیا ہے تو مجھے بھی دکھاؤ تاکہ تمہارا ان کے بارے میں یہ دعویٰ ثابت ہو کہ وہ عبادت کے مستحق ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دکھا سکتے جو ان باطل معبودوں کی تخلیق ہو کیونکہ مذکورہ تمام اشیاء کے بارے میں وہ اقرار کر چکے ہیں کہ وہ اللہ وحدہ کی تخلیق کردہ ہیں اور ان اشیاء کے علاوہ وہاں کوئی چیز موجود ہی نہیں۔ لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں جو عبادت کی مستحق ہو۔ ان کا ان خودساختہ معبودوں کی عبادت کرنا کسی علم اور بصیرت پر مبنی نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی کی بنا پر ہے اس لیے فرمایا: ﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلکہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔'' یعنی جو بالکل صاف ظاہر اور واضح ہے کیونکہ وہ ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع کی مالک ہیں نہ نقصان کی، جن کے قبضۂ قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں...... اور ان لوگوں نے اپنے خالق اور رازق کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا جو تمام امور کا مالک ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے لقمان کو حکمت یہ کہ شکر کر تو اللہ کا اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو یقیناً وہ شکر کرتا ہے اپنی ہی ذات کے لیے

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿12﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ

اور جس نے ناشکری کی تو بلاشبہ اللہ بہت بے پروا قابل تعریف ہے ○ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے بیٹے!

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿13﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ

نہ شریک ٹھہرا تو ساتھ اللہ کے بلاشبہ شرک البتہ ظلم ہے، بہت بڑا ○ اور وصیت کی ہم نے انسان کو ساتھ اپنے والدین کے (نیک سلوک کرنے کی)

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ

اٹھائے رکھا اسے اسکی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے (باوجود) اور دودھ چھڑانا ہے اسکا دو سال میں (اور) یہ کہ شکر کر تو میرا اور اپنے والدین کا

اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿14﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ

اور میری ہی طرف ہے لوٹنا ○ اور اگر وہ دونوں مجبور کریں تجھے اس بات پر کہ تو شریک ٹھہرائے میرے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں ہے تجھے اسکا کوئی علم

فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ

تو نہ اطاعت کرنا تو ان دونوں کی اور اچھا سلوک کر تو ان دونوں سے دنیا میں معروف طریقے سے اور اتباع کر تو اس شخص کے راستے کا جو رجوع کرتا ہے

اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿15﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ

میری طرف، پھر میری ہی طرف واپسی ہے تمہاری پس خبر دوں گا میں تمہیں اسکی جو تھے تم عمل کرتے ○ اے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر

تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ

ہو وہ (عمل) برابر ایک دانے رائی کے پھر ہو وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں

يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿16﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

تو لے آئے گا اسے اللہ بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے ○ اے میرے (پیارے) بیٹے! قائم کر تو نماز اور حکم کر تو ساتھ نیکی کے

النّصف

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝17 وَ

اور روک تو برے کاموں سے اور صبر کر تو او پر اس (تکلیف) کے جو پہنچے تجھے بلاشبہ یہ ہے ہمت کے کاموں میں سے ○ اور

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

نہ تو پھیر اپنا رخ لوگوں سے اور نہ تو چل زمین میں اکڑ کر، بلاشبہ اللہ نہیں پسند کرتا ہر

مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝18 وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ

متکبر، شیخی خورے کو ○ اور میانہ روی اختیار کر تو اپنی چال میں اور پست رکھ تو اپنی آواز

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝19

بلاشبہ بدترین آوازوں میں سے البتہ آواز ہے گدھے کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے صاحب فضیلت بندے لقمان پر اپنے احسان وعنایت کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے اسے حکمت سے نوازا اور وہ حق اور اس (اللہ) کی حکمت کا علم ہے۔ یہ احکام کے علم، ان کے اسرار نہاں اور ان کے اندر موجود دانائی کی معرفت کا نام ہے۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان صاحب علم ہوتا ہے، مگر حکمت سے تہی دامن ہوتا ہے۔ رہی حکمت، تو یہ علم کو مستلزم ہے بلکہ عمل کو بھی مستلزم ہے بنابریں حکمت کی علم نافع اور عمل صالح سے تفسیر کی جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے جناب لقمان پر اپنی بڑی نوازش کی تو ان کو اپنی عطا و بخشش پر شکر کرنے کا حکم دیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو برکت دے اور ان کے لیے اپنے فضل وکرم میں اضافہ کرے، نیز آگاہ فرمایا کہ شکر کی منفعت شکر کرنے والوں ہی کی طرف لوٹتی ہے اور جو کوئی شکر ادا نہیں کرتا تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے، جو کوئی اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے میں وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات کا لازمہ ہے، اس کا اپنی صفات کمال اور اپنے خوبصورت کاموں میں قابل ستائش ہونا اس کی ذات کا لازمہ ہے۔ اس کے ان دونوں اوصاف میں سے ہر وصف، صفت کمال ہے اور دونوں اوصاف کا مجتمع ہونا گویا کمال کے اندر کمال کا اضافہ ہے۔

اس بارے میں اصحاب تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا جناب لقمان نبی تھے یا اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ ذکر نہیں کیا کہ اس نے ان کو حکمت سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی ان میں کچھ ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا جو ان کی حکمت پر دلالت کرتی ہیں۔ انہوں نے حکمت کے بڑے بڑے قواعد اور اصولوں کا ذکر کیا: ﴿ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ ﴾ ”اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا“ یا انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک بات کہی جس کے ذریعے سے انہوں نے اسے امر و نہی کی نصیحت کی جو ترغیب و ترہیب سے مقرون تھی۔ پس انہوں نے اپنے بیٹے کو اخلاص کا حکم دیا، اسے شرک سے منع کیا اور ممانعت کا سبب بیان کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ ”یقیناً

شرک ظلم عظیم ہے‘‘ اور اس کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی برا نہیں جو مٹی سے بنی ہوئی مخلوق کو کائنات کے مالک کے مساوی قرار دیتا ہے‘ وہ اس ناچیز کو جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی اس ہستی کے برابر سمجھتا ہے جو تمام اختیارات کی مالک ہے۔ جو ناقص اور ہر لحاظ سے محتاج ہستی کو رب کامل کے برابر مانتا ہے جو ہر لحاظ سے بے نیاز ہے‘ وہ ایسی ہستی کو جس کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ ذرہ بھر بھی کسی کو نعمت عطا کر سکے ایسی ہستی کے مساوی قرار دیتا ہے کہ مخلوق کے دین و دنیا‘ آخرت اور ان کے قلب و بدن میں جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور اس ہستی کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہے؟

کیا اس سے بڑا کوئی ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے اپنی عبادت اور توحید کے لیے پیدا کیا وہ اپنے شرف کے حامل نفس کو خسیس ترین مرتبے تک گرا دیتا ہے اور اس سے ایسی چیز کی عبادت کراتا ہے جو کچھ بھی نہیں؟ پس وہ اپنے آپ پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو قائم کرنے یعنی شرک کو ترک کرنے کا حکم دیا جس کا لازمہ قیام توحید ہے‘ تو پھر والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ ﴾ ’’اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے۔‘‘ یعنی ہم نے اس سے عہد لیا اور اس عہد کو وصیت بنا دیا کہ ہم عنقریب اس سے پوچھیں گے کہ آیا اس نے اس وصیت کو پورا کیا؟ اور کیا اس نے اس وصیت کی حفاظت کی ہے یا نہیں؟

ہم نے اسے ﴿ بِوَالِدَيْهِ ﴾ ’’اس کے والدین کے بارے میں‘‘ وصیت کی اور اس سے کہا: ﴿ اشْكُرْ لِيْ ﴾ میری عبودیت کے قیام اور میرے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے سے میرا شکر ادا کر اور میری نعمتوں کو میری نافرمانی میں استعمال نہ کر۔ ﴿ وَلِوَالِدَيْكَ ﴾ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک‘ یعنی نرم و لطیف قول‘ فعل جمیل‘ ان کے سامنے تواضع و انکسار‘ ان کے اکرام و اجلال‘ ان کی ذمہ داریوں کو اٹھانے‘ ان کے ساتھ قول و فعل اور ہر لحاظ سے برے سلوک سے اجتناب کرنے کے ذریعے سے ان کا شکر ادا کر۔ ہم نے اسے یہ وصیت کرنے کے بعد آگاہ کیا ﴿ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ کہ اے انسان! عنقریب تجھے اس ہستی کی طرف لوٹنا ہے جس نے تجھے وصیت کر کے ان حقوق کی ادائیگی کا مکلف بنایا ہے۔ وہ ہستی تجھ سے پوچھے گی: ’’کیا تو نے اس وصیت کو پورا کیا کہ وہ تجھے اس پر ثواب عطا کرے یا تو نے اس وصیت کو ضائع کر دیا تاکہ تجھے بدترین سزا دے؟‘‘

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بعد اس سبب کا ذکر فرمایا جو ماں کے ساتھ حسن سلوک کا موجب ہے‘ لہٰذا فرمایا: ﴿ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ﴾ ’’اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا۔‘‘ یعنی نہایت مشقت کے ساتھ اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ وہ استقرار نطفہ ہی سے مشقتوں کا سامنا کرتی رہتی ہے‘ مثلاً بعض چیزوں کے کھانے کو جی چاہنا‘ بیماری‘ کمزوری‘ حمل کا بوجھ‘ حالت میں تغیر اور پھر وضع حمل کے

وقت سخت تکلیف کا سامنا کرنا ﴿وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ ''اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑانا۔'' یعنی وہ اپنی ماں کی پرورش، کفالت اور رضاعت کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا اس ہستی کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا جائے جو شدید محبت کے ساتھ اپنے بچے کی خاطر یہ سختیاں برداشت کرتی ہے اور اس کے بیٹے کو اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور وصیت نہ کی جائے؟

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ﴾ اگر تیرے والدین کوشش کریں ﴿عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ ''اس چیز کی کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک بنائے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کر۔'' تو یہ نہ سمجھ کہ شرک کے بارے میں ان کی اطاعت کرنا بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق ہر ایک کے حقوق پر مقدم ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)) [1] ''خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''

یہاں (ایک قابل غور نکتہ ہے) اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: (وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَعُقَّهُمَا) ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کی نافرمانی اور ان سے بدسلوکی کر'' بلکہ فرمایا: ﴿فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ یعنی تو شرک میں ان کی اطاعت نہ کر۔ باقی رہا ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا تو اس پر قائم رہ، اس لیے فرمایا: ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ ''اور دنیا (کے معاملات) میں ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ رہ۔'' یعنی ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آ اور اگر وہ حالت کفر و عصیان پر ہیں تو پھر ان کی پیروی نہ کر ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ ''اور اس شخص کی راہ کی اتباع کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔'' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ان کے راستے کی پیروی یہ ہے کہ انابت الی اللہ میں ان کے مسلک پر چلا جائے۔ انابت سے مراد یہ ہے کہ قلب کے محرکات اور ارادوں کا اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف مائل ہونا اور اس کے قریب ہونا، پھر بدن کا ان ارادوں کی پیروی کرنا۔ ﴿ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے۔'' اطاعت گزار، نافرمان اور صاحب انابت سب میری طرف لوٹیں گے ﴿فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو تم جو کام کرتے ہو میں ان کے بارے میں تمہیں آگاہ کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں۔

﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ ''اے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو'' جو سب سے چھوٹی اور حقیر ترین چیز ہے ﴿فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ﴾ ''اور وہ کسی پتھر کے اندر ہو۔'' یعنی

[1] المعجم الكبير للطبراني: ١٨/ ١٧٠، ح: ٣٨١ و شرح السنة للبغوي: ١٠/ ٤٤

چٹان کے درمیان ﴿ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ ﴾ ''یا آسمان یا زمین کے اندر ہو'' یعنی زمین و آسمان کی کسی بھی جہت میں ہو ﴿ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم وسیع' خبر تام اور قدرت کامل کے ذریعے سے اسے لے آئے گا' اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے علم اور اپنی خبر میں بہت باریک بین ہے حتیٰ کہ وہ باطنی امور اور اسرار نہاں' بیابانوں اور سمندروں میں چھپی ہوئی چیزوں کی بھی خبر رکھتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے جہاں تک ممکن ہو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے اور اس کی اطاعت کرنے کی ترغیب اور قبیح امور سے' خواہ کم ہوں یا زیادہ' ترہیب مقصود ہے۔

﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ''اے بیٹے! نماز کی پابندی کر۔'' آپ نے اسے نماز کی ترغیب دی اور نماز کو اس لیے مختص کیا کہ یہ سب سے بڑی بدنی عبادت ہے۔ ﴿ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ ''اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کر۔'' یہ حکم اوامر و نواہی کی معرفت کو مستلزم ہے تاکہ معروف کا حکم دیا جائے اور نواہی سے روکا جائے' نیز یہ ایسے امر کا حکم ہے جس کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل ممکن نہیں' مثلاً نرمی اور صبر وغیرہ۔ اگلے جملے میں صراحت کے ساتھ فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ﴾ ''اور اس تکلیف پر صبر کر جو تجھے پہنچے۔''

یہ آیات کریمہ اس بات پر دال ہیں کہ نیکی پر عمل کر کے اور برائی کو ترک کر کے خود اپنی ذات کی تکمیل کی جائے پھر نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر دوسروں کی تکمیل کی جائے۔ چونکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا تو لامحالہ اسے آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا نیز اس راستے میں نفس کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اس لیے اس کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے' لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ ﴾ ''اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا' بے شک یہ بات'' جس کی لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی ہے ﴿ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ ایسے امور میں سے ہے جن کا عزم کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے اور صرف اولوالعزم لوگوں کو اس کی توفیق عطا ہوتی ہے۔

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾ ''تو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کے ساتھ' لوگوں سے منہ نہ پھیر'' ﴿ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ﴾ اور انعام کرنے والی ہستی کو فراموش کر کے' اس کی نعمتوں پر فخر کرتے ہوئے خود پسندی کے ساتھ اتراتا ہوا زمین پر مت چل ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ ﴾ ''یقیناً اللہ کسی' خود پسند سے محبت نہیں کرتا'' جو اپنے آپ میں' اپنی ہیئت میں تکبر کرتا ہے۔ ﴿ فَخُوْرٍ ﴾ یعنی جو اپنی باتوں میں فخر کا اظہار کرتا ہے۔

﴿ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ ﴾ ''اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر۔'' تکبر اور اتراہٹ کی چال چل نہ بناوٹ

کی' بلکہ تواضع اور انکسار کے ساتھ چل۔ ﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے ساتھ ادب کے طور پر اپنی آواز کو دھیما رکھ۔ ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ﴾ یعنی بدترین اور قبیح ترین آواز ﴿لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''گدھوں کی آواز ہے۔'' اگر بہت زیادہ بلند آواز میں کوئی مصلحت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو گدھے کے ساتھ مختص نہ کرتا جس کی خساست اور کم عقلی مسلّم ہے۔

یہ وصیتیں' جو جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے کی ہیں' حکمت کی بڑی بڑی باتوں کی جامع ہیں اور ان باتوں کو بھی مستلزم ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔ ہر وصیت کے ساتھ ایک داعیہ موجود ہے جو امر کی صورت میں اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے اور اگر معاملہ نہی کا ہے تو اس پر عمل سے روکتا ہے اور یہ چیز ہماری اس تفسیر پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے ''حکمت'' کے ضمن میں بیان کی ہے کہ یہ احکام' ان کی حکمتوں اور ان کی مناسبات کا نام ہے۔

لقمان نے اپنے بیٹے کو دین کی بنیاد یعنی توحید کا حکم دیا اور شرک سے منع کیا اور ترک شرک کے موجبات کو بیان کیا۔ جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے موجبات کو بھی واضح کیا' پھر اسے حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ساتھ ساتھ اپنے والدین کا بھی شکر گزار ہو' پھر واضح کیا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حکم کی اطاعت کی حدود وہاں تک ہیں جہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔ بایں ہمہ ان کے ساتھ مخالفت اور عدم شفقت کا رویہ نہ رکھے' بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ جب وہ اسے شرک پر مجبور کریں تو وہ ان کی اطاعت نہ کرے مگر اس صورت میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کو ترک نہ کرے۔

جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے مراقبے کا حکم دیا اور اسے خوف دلایا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ ہر چھوٹی بڑی نیکی اور بدی اس کے حضور پیش ہوگی۔ جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو تکبر سے روکا' اسے تواضع اور انکسار کا حکم دیا' اسے خوشی میں اترانے اور اکڑنے سے منع کیا' اسے اپنی حرکات اور آواز میں سکون اور دھیما پن اختیار کرنے کا حکم دیا اور ان کے متضاد امور سے روکا' اسے ترغیب دی کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے نیز نماز قائم کرنے اور صبر کرنے کا حکم دیا' جن کی مدد سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (البقرۃ: ۲/۴۵) ''اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔''

جس شخص نے ان باتوں کی وصیت کی ہو وہ اس امر کا حق دار ہے کہ وہ حکمت و دانائی کے لیے مخصوص اور مشہور ہو' اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہے کہ اس نے ان کے سامنے اس کی حکمت کا ذکر کیا جو ان کے لیے اچھا نمونہ بن سکے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ

کیا نہیں دیکھا تم نے کہ بیشک اللہ نے کام میں لگا دیا ہے تمہارے لیے (ان سب کو) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور پوری کر دیں اس نے

عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ

تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور چھپی اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر

عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی کتاب روشن کے ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے "تم پیروی کرو اسکی جسے نازل کیا اللہ نے،

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ

تو وہ کہتے ہیں: ہم تو پیروی کرینگے اسی (راستے) کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو" کیا (پیروی کرینگے انہی کی) اگرچہ تھا

الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿٢١﴾

شیطان بلاتا رہا ان کو طرف عذاب جہنم کی؟ ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلاتا ہے اور انہیں ان نعمتوں پر شکر کرنے، ان کا مشاہدہ کرنے اور ان سے عدم غفلت کا حکم دیتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا﴾ کیا تم نے مشاہدہ نہیں کیا؟ کیا تم نے اپنی ظاہری اور دل کی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی؟ ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے (سورج، چاند اور ستاروں میں سے) جو کچھ آسمان میں ہے اسے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔" یہ سب بندوں کے فائدے کے لیے مسخر ہیں۔ ﴿وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ "اور جو کچھ زمین میں ہے۔" یعنی تمام حیوانات، درخت، کھیتیاں، دریا اور معدنیات وغیرہ کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (البقرۃ: ۲/۲۹) "وہی تو ہے جس نے زمین کی سب چیزیں تمہارے لیے پیدا کیں۔" ﴿وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ﴾ اور جس نے تمہیں دین و دنیا کی نعمتوں، بہت سی منفعتوں کے حصول اور مضرتوں سے دور ہونے جیسی وافر ظاہری اور باطنی نعمتوں سے ڈھانپ لیا ہے ان میں سے بعض کو ہم جانتے ہیں اور بعض کو نہیں جانتے۔

تمہارا وظیفہ یہ ہونا چاہیے کہ تم منعم کی محبت کے ساتھ اور اس کے سامنے سرافگندہ ہو کر ان نعمتوں پر شکر کا اظہار کرو، ان نعمتوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرو اور ان نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لو۔ ﴿وَ﴾ "اور" ان نعمتوں کے پے در پے عطا ہونے کے باوجود ﴿مِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ "لوگوں میں ایسا آدمی بھی ہے جو" ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ ان نعمتوں پر ناشکری کرتا ہے۔ اس ہستی کا انکار کرتا ہے جس نے اسے ان نعمتوں سے نوازا اور اس نے اس کے اس حق کو تسلیم نہ کیا جس کے لیے اس نے کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے۔ ﴿يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ﴾ اور اس نے باطل دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں جھگڑنا شروع کیا تاکہ حق کو نیچا دکھائے اور اس دعوت کو جسے رسول لے کر آیا ہے، یعنی اللہ وحدہ کی عبادت کی دعوت کو ٹھکرا دے اور

یہ جھگڑنے والا شخص ﴿ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ کسی علم اور کسی بصیرت کے بغیر جھگڑتا ہے۔ پس اس کا جھگڑا کسی علمی بنیاد پر مبنی نہیں ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ بات چیت میں نرمی کی جائے ﴿ وَّلَا هُدًى ﴾ اور نہ کسی ہدایت پر مبنی ہے، جس کی بنا پر ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کی جاتی ہے ﴿ وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴾ اور نہ اس کا مجادلہ کسی روشن اور حق کو واضح کرنے والی کسی کتاب پر مبنی ہے۔ پس اس کا مجادلہ کسی معقول یا منقول دلیل پر مبنی ہے نہ ہدایت یافتہ لوگوں کی اقتدا پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی بحث وجدال تو صرف اپنے ان آباء واجداد کی تقلید پر مبنی ہے جو کسی طرح بھی راہ راست پر نہ تھے، بلکہ خود گمراہ اور گمراہ کنندہ تھے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو۔'' یعنی جو کچھ اس نے رسولوں کے ذریعے سے نازل فرمایا ہے کیونکہ یہی حق ہے اور ان کے سامنے اس کے ظاہری دلائل بیان کیے ہیں ﴿ قَالُوْا ﴾ تو وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ ''بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔'' یعنی ہم کسی کی خاطر، خواہ وہ کوئی بھی ہو، ان عقائد ونظریات کو نہیں چھوڑ سکتے جن پر ہمارے باپ دادا عمل پیرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا اور ان کے باپ دادا کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ ''خواہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔'' یعنی ان کے آباء واجداد نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے پیچھے چل پڑے اور یوں وہ شیطان کے چیلوں میں شامل ہوگئے اور ان پر حیرت وتردد نے غلبہ پالیا۔ کیا یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور ان کے طریقے پر چلا جائے یا یہ چیز ان کو ان کے آباء واجداد کے مسلک پر چلنے سے ڈراتی ہے اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی گمراہی کا اعلان کرتی ہے؟ ان کے آباء واجداد کے لیے شیطان کی دعوت کسی محبت اور مودت کی بنا پر نہیں بلکہ یہ تو ان کے ساتھ عداوت اور فریب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیروکار اس کے دشمن ہیں جن پر قابو پانے میں وہ کامیاب ہوا ہے۔ جب لوگ اس کی دعوت کو قبول کرکے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے مستحق بنتے ہیں تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

اور جو جھکا دے اپنا چہرہ طرف اللہ کی جب کہ وہ نیکوکار ہو تو تحقیق پکڑ لیا اس نے کڑا مضبوط

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور اللہ ہی کی طرف ہے انجام سب کاموں کا ○ اور جس نے کفر کیا تو نہ غم میں ڈالے آپ کو کفر اس کا، ہماری ہی طرف ہے ان کا لوٹ کر آنا

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا

پس ہم خبر دیں گے ان کو (اس کی) جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا، بے شک اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○ فائدہ دیتے ہیں ہم ان کو تھوڑا سا،

ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

پھر دھکیل دیں گے ہم ان کو طرف سخت عذاب کی ○

﴿ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے ﴿ وَهُوَ مُحْسِنٌ ﴾ تو وہ اسلام میں محسن ہے کیونکہ اس کا عمل شرعی ہے اور وہ اس میں رسول ﷺ کی اتباع کرتا ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور وہ اپنی عبادات کو احسان کے درجہ تک لے جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں کر سکتا تو وہ اس طرح عبادت کرتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق قائم کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے...... تینوں معانی میں تلازم پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس پہلو سے کہ دونوں لفظوں کے مورد میں اختلاف ہے ورنہ قبول کرنے اور تکمیل کے لحاظ سے' تمام معانی' دین کے تمام قوانین اور اصولوں کو قائم کرنے پر متفق ہیں۔

جو کوئی ان امور پر عمل پیرا ہوا تو ﴿ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ ''اس نے مضبوط سہارے کو تھام لیا۔'' یعنی جس نے وہ سہارا تھام لیا جو بھروسے کے قابل تھا' وہ نجات پا گیا اور ہلاکت سے بچ گیا اور ہر بھلائی سے بہرہ ور ہوا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا یا اس نے ''احسان'' سے کام نہ لیا تو اس نے بھروسے کے قابل سہارے کو نہ تھاما اور جب اس نے اس قابل اعتماد سہارے کو نہ تھاما تو وہاں ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾ اور تمام معاملات کا مرجع و منتہا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ وہ ان کے اعمال کے تقاضوں اور ان کے انجام کے مطابق ان کو جزا و سزا دے گا' لہٰذا اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ﴾ ''اور جو کفر کرے تو اس کا کفر تمہیں غمگین نہ کر دے'' کیونکہ آپ کے ذمہ دعوت توحید اور تبلیغ کا جو فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا اگر کوئی راہ راست اختیار نہیں کرتا' (تو نہ سہی) اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ اجر کے مستحق ہو گئے، لہٰذا ان کے راہ راست اختیار نہ کرنے پر آپ کے لیے حزن و غم کا کوئی مقام نہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نواز دیتا۔ آپ اس بات پر بھی غم زدہ نہ ہوں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ عداوت کی جسارت کی اور آپ کے خلاف اعلان جنگ کیا' وہ اپنی گمراہی اور کفر پر جمے رہے نیز آپ کو اس بارے میں بھی غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ ان پر اس دنیا ہی میں عذاب بھیج دیا گیا۔

﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے' پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم ان کو بتادیں گے۔'' ہم انہیں ان کے کفر' عداوت' اللہ کی روشنی کو بجھانے کے لیے ان کی بھاگ دوڑ کرنے اور اس کے رسولوں کو اذیت پہنچانے کے بارے میں آگاہ کریں گے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سینے کے اسرار نہاں کو بھی جانتا ہے'' جن کے بارے میں کبھی کسی نے بات نہیں کی تب ان معاملات کو کیسے نہیں جانے گا جو ظاہر اور سب کے سامنے ہیں؟

﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ اٹھانے کی مہلت دیتے ہیں'' اس دنیا میں تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کرلیں اور یوں ان کے عذاب میں اضافہ ہو جائے۔ ﴿ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ﴾ ''پھر ہم انہیں جبراً کھینچ لائیں گے'' ﴿اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ایک سخت عذاب کی طرف۔'' یعنی وہ عذاب اپنی سختی' بہت بڑا ہونے' اپنی قباحت' اپنی المناکی اور اپنی شدت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے' کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے، کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

اکثر انکے نہیں جانتے ○ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' بے شک اللہ' وہ بے نیاز ہے تعریف کے لائق ○

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ

اور اگر بیشک جو کچھ زمین میں ہیں درختوں سے (وہ) قلمیں ہو جائیں اور سمندر (سیاہی) زیادہ کریں اس (سیاہی) کو اسکے بعد سات

اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ

سمندر (اور) تو بھی نہ ختم ہوں کلمات اللہ کے' بیشک اللہ نہایت غالب' خوب حکمت والا ہے ○ نہیں ہے پیدا کرنا تمہارا

وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

اور نہ دوبارہ اٹھانا تمہارا' مگر مانند ایک جان کے' بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○

اگر آپ حق کو جھٹلانے والے ان مشرکین سے پوچھیں ﴿مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟'' تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان کے بتوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ بول اٹھتے کہ اللہ اکیلے نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے ﴿قُلِ﴾ ان کو الزامی جواب دیتے اور ان کے اس اقرار کو ان کے انکار کے خلاف حجت بناتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے'' جس نے نور کو واضح کر دیا اور خود تمہاری ہی طرف سے دلیل کو ظاہر کر دیا۔ اگر وہ جانتے ہوتے تو انہیں یقین ہوتا کہ وہ ہستی جو کائنات کی تخلیق و تدبیر میں متفرد ہے وہ استحقاق عبادت اور توحید میں بھی متفرد ہے لیکن ﴿اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ان

میں اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لیے انہوں نے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرایا' بصیرت کی بنا پر نہیں بلکہ حیرت اور شک کی بنا پر وہ اپنے مذہب کے تناقض پر راضی ہو گئے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی وسعت اوصاف کے نمونے کے طور پر ان دو آیتوں کا ذکر فرمایا تاکہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت' محبت اور دین میں اخلاص کی دعوت دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی عمومی ملکیت کا ذکر کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے...... یہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی کو شامل ہے...... سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ احکام کونی وقدری' احکام دینی وامری اور احکام جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی مملوک ہے جو اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے اور وہ کسی چیز کی مالک نہیں۔ وہ بے حد بے نیاز ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے۔ ﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۷/۵۱) ''میں ان سے رزق طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔'' نیز انبیاء' صدیقین' شہدا اور صالحین کے اعمال اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ان کے اعمال کا فائدہ صرف انہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ یہ اس کی بے نیازی ہے کہ اس نے انہیں ان کی دنیا و آخرت میں بے نیاز بنا دیا اور ان کے لیے وہ کافی ہو گیا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی وسعت حمد کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ اس کی حمد و ثنا اس کی ذات کا لازمہ ہے وہ ہر لحاظ ہی سے قابل تعریف ہے۔ وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں قابل تعریف ہے۔ اس کی صفات میں سے ہر صفت کامل ترین حمد و ثناء کی مستحق ہے کیونکہ یہ عظمت و کمال پر مبنی صفات ہیں۔ اس کے تمام افعال اور اس کی تمام تخلیقات قابل تعریف اور اس کے تمام اوامر و نواہی قابل ستائش ہیں وہ تمام فیصلے اور احکام جو اس نے دنیا و آخرت میں اپنے بندوں پر اور بندوں کے درمیان نافذ کیے ہیں' ان پر وہ قابل حمد و ستائش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی وسعت اور اپنے قول کی عظمت کو ایسی شرح کے ساتھ بیان کیا جو دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہے' جس سے عقل و خرد حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اور عقل مند اور اصحاب بصیرت اس کی معرفت میں سیاحت کرتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ﴾ ''اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں۔'' جن کے ساتھ لکھا جائے ﴿وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ﴾ ''اور سمندر روشنائی ہو اور اس کے بعد سات سمندر اور'' روشنائی بن جائیں جن سے لکھنے میں مدد لی جائے تو قلم ٹوٹ جائیں گے اور یہ روشنائی ختم ہو جائے گی لیکن ﴿كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی باتیں لکھنے سے کبھی ختم نہ ہوں گی۔

یہ مبالغہ نہیں ہے' جس میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی' بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عقل انسانی اللہ کی

بعض صفات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندوں کے لیے اس کی معرفت سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے انہیں سرفراز کیا ہے اور سب سے بڑی منقبت ہے جو انہیں حاصل ہوئی ہے جس کا کامل طور پر ادراک ممکن نہیں، مگر جس چیز کا کامل ادراک ممکن نہ ہو اس کو کامل طور پر ترک نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں سے بعض صفات کی طرف اس طرح توجہ دلائی ہے جس سے ان کے قلب منور ہوتے ہیں اور انہیں شرح صدر حاصل ہوتی ہے وہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے جس پر وہ نہیں پہنچے اس چیز سے راہنمائی لیتے ہیں جس تک وہ پہنچ چکے ہیں اور وہ اسی طرح کہتے ہیں جیسے ان میں سے بہترین انسان اور اپنے رب کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والی ہستی نے کہا: ((لَا نُحْصِي ① ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ)) ② ''ہم تیری ثناء بیان نہیں کر سکتے' تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی ثناء بیان کی۔'' ورنہ حقیقت یہ ہے کہ معاملہ اس سے جلیل تر اور عظیم تر ہے۔

یہ تمثیل ان معانی کو قریب کرنے کے باب میں سے ہے جہاں تک پہنچنے کی ذہن اور فہم طاقت نہیں رکھتا۔ ورنہ اگر درختوں کو کئی گنا کر لیا جائے اور سمندروں کو بھی کئی گنا کر کے ان کی روشنائی بنا لی جائے تب بھی ان کے ختم ہونے کا تو تصور کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ مخلوق ہیں...... رہا اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام' تو اس کے ختم ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ عقلی اور نقلی دلیل دلالت کرتی ہے کہ اس کا کلام ختم ہوتا ہے نہ اس کی کوئی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے سوا باقی ہر چیز کی انتہا ہے۔ ﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ (النجم: ۵۳/ ۴۲) ''اور تیرے رب ہی کے پاس پہنچنا ہے۔''

جب عقل اللہ تعالیٰ کی ''اولیت'' اور ''آخریت'' کا تصور کرے تو' ذہن گزرے ہوئے زمانوں کو فرض کرے۔ وہ ازمان گزشتہ کا جتنا بھی اندازہ لگائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بھی پہلے ہے جس کا کوئی منتہیٰ نہیں۔ اسی طرح عقل وذہن میں آنے والے زمانوں کے بارے میں خواہ کتنا ہی اندازہ کر لیں اور قلب وزبان کے ذریعے سے اس کی مدد بھی لے لیں' اللہ تعالیٰ ان کے ان اندازوں سے بھی زیادہ متاخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تمام اوقات میں فیصلہ کرتا ہے' کلام کرتا ہے' وہ جیسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اپنا قول وفعل صادر کرتا ہے اسے اپنے اقوال وافعال سے کوئی چیز مانع نہیں۔ جب عقل نے اس حقیقت کا تصور کر لیا تو معلوم ہوا کہ یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ضمن میں بیان کی ہے صرف اس لیے ہے کہ بندوں کو اس کا تھوڑا سا ادراک ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس سے عظیم تر اور جلیل تر ہے۔

① اصل لفظ ((لَا أُحْصِي)) ہے اور یہ مولف رحمہ اللہ کی سبقت قلم ہے۔

② صحیح مسلم' الصلاة' باب مایقال في الرکوع والسجود؟' ح: ۴۸۶

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عزت کے جلال اور کمال حکمت کا ذکر کیا۔فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ''بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' یعنی تمام عزت و غلبے کا وہی مالک ہے تمام عالم علوی اور عالم سفلی میں جو بھی قوت پائی جاتی ہے وہ اسی کی طرف سے ہے' وہی ہے جس کی توفیق کے بغیر گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے۔ وہ اپنے غلبے کے ذریعے سے تمام مخلوق پر غالب ہے' ان میں تصرف اور ان کی تدبیر کرتا ہے۔اس نے اپنی حکمت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔اس تخلیق سے اس کی غرض وغایت اور مقصد بھی حکمت ہی ہے اسی طرح امرونہی بھی اس کی حکمت ہی سے وجود میں آئے ہیں' اور ان کو وجود میں لانے کی غایت مقصود بھی حکمت ہی ہے۔پس وہ اپنے خلق وامر میں حکمت والا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عظیم اور کامل قدرت کا ذکر فرمایا جس کا عقل تصور تک نہیں کر سکتی۔پس فرمایا: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ ''تم سب کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ اٹھانا تو بس ایسا ہے جیسے ایک تنفس کو (پیدا کرنا اور اٹھانا)'' اور یہ ایسی چیز ہے جو عقل کو حیران کر دیتی ہے۔تمام مخلوق کی تخلیق...... ان کی کثرت کے باوجود اور ان کی موت کے بعد ان کے بکھر جانے کے باوجود ان کو ایک لمحہ میں دوبارہ زندہ کرنا...... ایسے ہی ہے جیسے اس نے صرف ایک نفس کو پیدا کیا ہو۔اس لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور پھر اعمال کی جزا دینے کو بعید سمجھنا اللہ تعالیٰ کی عظمت' قوت اور قدرت کے بارے میں جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ پھر ذکر فرمایا کہ وہ تمام مسموعات کو سنتا اور تمام مرئیات کو دیکھتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے بیشک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اس نے کام میں لگا دیا ہے سورج

وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ

اور چاند کو' ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک اور (یہ کہ) بے شک اللہ' ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو' خوب خبردار ہے ○ یہ

بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ

اس سبب سے کہ بے شک اللہ' وہی ہے حق' اور (یہ کہ) بے شک جس کو وہ پکارتے ہیں اس کے سوا' باطل ہے

وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾ ع

اور یہ کہ بلاشبہ اللہ' وہی ہے بلند' بہت بڑا ○

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے اپنے تصرف و تدبیر میں متفرد ہوتے' رات کو دن میں داخل کرنے اور دن کو رات میں داخل کرنے میں اپنی قدرت واختیار کا ذکر کیا گیا ہے۔جب دن اور رات میں سے کوئی داخل ہوتا

ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے۔ وہ سورج اور چاند کو مسخر کرنے میں بھی متفرد ہے۔ سورج اور چاند اس کی تدبیر اور نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے' ان میں خلل واقع نہیں ہوا...... تاکہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دین و دنیا سے متعلق اپنے بندوں کے مصالح و منافع کو پورا کرے' جس سے اس کے بندے عبرت حاصل کرتے اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

﴿كُلٌّ﴾ ''ہر ایک'' یعنی سورج اور چاند دونوں ﴿يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ایک مدت مقرر تک چلے جا رہے ہیں۔ جب یہ مدت پوری ہو جائے گی تو ان کی گردش ختم اور ان کی قوت معطل ہو جائے گی اور یہ قیامت کا دن ہوگا جب سورج اور چاند سیاہ اور بے نور کر دیے جائیں گے۔ دنیا کے گھر کی انتہا اور آخرت کے گھر کی ابتدا ہو جائے گی۔ ﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ اور تم جو نیکی اور بدی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ﴿خَبِيْرٌ﴾ ''باخبر ہے۔'' اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ عنقریب تمھیں ان اعمال پر جزا و سزا دے گا۔ وہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب سے نوازے گا اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔

﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے اپنی عظمت اور اپنی صفات کو بیان کیا ہے ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات و صفات میں حق ہے' اس کا دین حق ہے' اس کے رسول حق ہیں' اس کا وعدہ حق ہے' اس کی وعید حق ہے اور اس کی عبادت حق ہے۔ ﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں' سب اپنی ذات و صفات میں باطل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو وجود میں نہ لاتا تو کبھی وجود میں نہ آسکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی امداد نہ کرے تو ان کی بقا ممکن نہیں۔ جب یہ خود باطل ہیں تو ان کی عبادت سب سے بڑا باطل ہے۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ﴾ ''اور بے شک اللہ تعالیٰ (بذاتہ) بلند ہے'' وہ تمام مخلوقات سے اوپر ہے۔ اس کی صفات اس سے بلند تر ہیں کہ ان پر مخلوق کی صفات کو قیاس کیا جائے۔ وہ مخلوق کے اوپر اور ان پر غالب ہے۔ ﴿الْكَبِيْرُ﴾ وہ اپنی ذات و صفات میں کبریائی کا مالک ہے اور زمین اور آسمان کی تمام مخلوق کے دل اس کی کبریائی سے لبریز ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے بیشک کشتی چلتی ہے سمندر میں ساتھ فضل اللہ کے' تاکہ دکھائے وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں' بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ

البتہ نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کیلیے○ اور جب ڈھانپ لیتی ہے انہیں کوئی (بڑی) موج مانند سائبانوں کے' تو پکارتے ہیں وہ اللہ کو

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ

خالص کرتے ہوئے اس کیلیے دین (پکار) کو پھر جب وہ نجات دے دیتا ہے انکو خشکی کی طرف تو کوئی ہی ان میں سے عہد پر قائم رہنے والا ہوتا ہے'

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿٣٢﴾

اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا مگر ہر عہد توڑنے والا ناشکرا ہی ○

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی قدرت‘ اس کی رحمت اور اپنے بندوں پر اس کی عنایت کے آثار نہیں دیکھے؟ اس نے سمندر کو مسخر کیا جس میں اس کے حکم قدری اور اس کے لطف واحسان سے کشتیاں چلتی ہیں۔ ﴿لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ﴾ ”تاکہ وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھائے۔“ ان نشانیوں میں نفع اور عبرت ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ”بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔“ پس یہ وہ لوگ ہیں جو آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں‘ وہ ہر تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور خوشی پر شکر کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اس کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں۔ وہ اس کی قضا وقدر پر صبر کرتے اور اس کی دینی اور دنیاوی نعمتوں پر اس کا شکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کا حال بیان کرتا ہے کہ جب لوگ سمندر میں سفر کرتے ہیں اور سمندر کی موجیں چھتری کی مانند ان پر چھا جاتی ہیں تب وہ اللہ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ﴾ ”پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے۔“ تو وہ دو گروہوں میں منقسم ہو جاتے ہیں: ان میں سے ایک گروہ کے لوگ درمیانی راہ پر چلنے والے ہیں‘ یعنی کامل طریقے سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ وہ گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کر کے اس کی نعمت کا انکار کرتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ﴾ ”اور ہماری آیتوں کا وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن ہیں۔“ ان کی بدعہدی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے سمندر اور اس کی سختیوں سے انہیں نجات دی تو وہ اس کے شکر گزار بندے بنیں گے۔ اس فریق نے بدعہدی کی اپنے عہد کو پورا نہ کیا اور اس پر مستزاد یہ کہ ﴿كَفُوْرٍ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سخت ناشکرے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ان سختیوں سے نجات دی ہو کیا اس کے لیے اس کا شکر ادا کرنے کے سوا کچھ اور لائق ہے؟

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ

اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کا اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنی اولاد کے

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

اور نہ کوئی اولاد ہی کام آنے والی ہوگی اپنے باپ کے کچھ بھی‘ بے شک وعدہ اللہ کا سچا ہے‘ پس نہ دھوکے میں ڈال دے تمہیں

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾

زندگانی دنیا‘ اور نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں اللہ کے متعلق بڑا دھوکے باز (شیطان) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ تقویٰ سے مراد اس کے حکم کی تعمیل کرنا اور منہیات کو ترک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے سخت دن کے خوف کی طرف ان کی توجہ مبذول کرواتا ہے۔ جس روز ہر شخص کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں ہوگا پس ﴿لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا﴾ ”نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔“ یعنی وہ اس کی نیکیوں میں اضافہ کر سکے گا نہ اس کے گناہوں میں کوئی کمی کر سکے گا۔ ہر بندے کا عمل پورا ہو چکا ہوگا اور اس پر اس کی جزا وسزا بھی متحقق ہو چکی ہوگی۔ تو اس ہولناک دن کی طرف دیکھ جو بندے کو قوت عطا کر کے اس کے لیے تقویٰ کو آسان کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ وہ انہیں تقویٰ کا حکم دیتا ہے جس کے اندر ان کی سعادت ہے اور اس پر ان کے ساتھ ثواب کا وعدہ کرتا ہے انہیں عذاب سے ڈراتا ہے انہیں مواعظ اور (قیامت کے) خوفناک مقامات سے ڈرا کر برائیوں سے روکتا ہے...... اے جہانوں کے رب! تیری ہی ستائش ہے۔ ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ پس اللہ کے وعدے میں شک نہ کرو اور ایسے کام نہ کرو جو اس وعدے کو سچا نہ ماننے والوں کے ہوتے ہیں، بنابریں فرمایا: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ یعنی دنیا کی زیب وزینت اس کی چکا چوند اور اس کے فتنے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں ﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ”اور فریب دینے والا تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب نہ دے“ یعنی شیطان ہر وقت انسان کو فریب میں مبتلا رکھتا ہے اور کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق ہے اور اس نے ان کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا نیز کیا انہوں نے اس کا حق پورا کیا ہے یا اس بارے میں انہوں نے کوتاہی کی ہے؟ یہ ایسا معاملہ ہے جس کا اہتمام واجب ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اسے اپنا نصب العین اور زندگی کا سرمایہ بنائے رکھے جس کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔ اس راستے کی سب سے بڑی آفت فتنے میں مبتلا کرنے والی دنیا ہے اور سب سے بڑا راہزن شیطان ہے جو وسوسے ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا اور شیطان کے فریب میں مبتلا ہونے سے روکا ہے۔ ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ (النساء: ۴/ ۱۲۰) ”شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے ان کو آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان کا وعدہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔“

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی نازل کرتا ہے بارش اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں (ماؤں کے پیٹوں) میں ہے

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ

اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کیا کام کرے گا وہ کل کو اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں

تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

وہ مرے گا' بے شک اللہ خوب جاننے والا' خوب خبردار ہے ○

یہ امر متحقق ہے کہ علم الٰہی نے غیب وشاہد اور ظاہر وباطن ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور کبھی کبھی بہت سے امور غیبیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مطلع کر دیتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں مذکور پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم کسی کو بھی نہیں دیا گیا' عام لوگ تو کیا ان امور کو کوئی نبی مرسل جانتا ہے نہ کوئی مقرب فرشتہ' لہٰذا فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘؔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ﴾ (الاعراف: ۱۸۷/۷) ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آخر قیامت کی گھڑی کب آئے گی' کہہ دیجیے اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا' آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا اور وہ تم پر اچانک ہی آ جائے گی۔''

﴿ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾ وہ اکیلا ہی ہے جو بارش برساتا ہے اور وہی اس کے برسنے کا وقت جانتا ہے۔ ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ﴾ پس رحموں کے اندر جو کچھ ہے اس نے تخلیق کیا ہے اور اس کے متعلق وہی جانتا ہے کہ آیا وہ نر ہے یا مادہ' اس لیے اس پر مقرر کردہ فرشتہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے لڑکا یا لڑکی؟ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ ﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔'' یعنی دین اور دنیا کی کمائی میں سے ﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی۔'' بلکہ یہ تمام علم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مختص ہے۔ ان مذکورہ چیزوں کا علم مخصوص کرنے کے بعد بیان فرمایا کہ اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی امور' تمام چھپی ہوئی اور تمام اسرار نہاں سے باخبر اور ان کو جانتا ہے۔ یہ اس کی حکمت کاملہ ہے کہ اس نے پانچ چیزوں کا علم بندوں سے چھپا رکھا ہے کیونکہ اس کے اندر ان کے مصالح پنہاں ہیں۔ صاحب تدبر پر یہ چیز مخفی نہیں۔

تفسیر سورۃ السجدہ

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ (۳۲) مَكِّيَّةٌ (۷۵) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳۰ رُكُوْعَاتُهَا ۳

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

الٓمّٓ ○ اتارنا کتاب کا' درانحالیکہ نہیں کوئی شک اس میں' رب العالمین کی طرف سے ہے ○ کیا وہ کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ

کہ خود گھڑ لیا ہے اس (پیغمبر) نے اسے (نہیں) بلکہ وہ حق ہے آپکے رب کیطرف سے تاکہ آپ ڈرائیں ان لوگوں کو کہ نہیں آیا انکے پاس

مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳

کوئی ڈرانے والا آپ سے پہلے' شاید کہ وہ راہ پائیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب کریم رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جس نے اپنی نعمت کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کی ہے۔ سب سے بڑی چیز جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی ربوبیت کا فیضان کیا ہے' یہی کتاب کریم ہے۔ اس میں ہر وہ چیز موجود ہے' جو ان کے احوال کو درست اور ان کے اخلاق کی تکمیل کرتی ہے۔ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں' بایں ہمہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے ظالم کہتے ہیں کہ اس کتاب کو محمد (ﷺ) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے انکار کی سب سے بڑی جسارت اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر سب سے بڑے جھوٹ کا بہتان لگانا ہے' نیز یہ بہتان لگانا ہے کہ مخلوق بھی خالق کے کلام جیسا کلام تخلیق کرنے پر قادر ہے۔

مذکورہ بالا باتوں میں سے ہر ایک بات بہت بڑا جرم ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول ''اس کو محمد (ﷺ) نے گھڑا ہے۔'' کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ الْحَقُّ ﴾ ''بلکہ یہ حق ہے'' جس کے سامنے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب کریم قابل تعریف اور دانا ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہے ﴿ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے۔'' جس نے اسے اپنے بندوں پر رحمت کے طور پر نازل کیا ہے ﴿ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ ''تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے ڈرانے (متنبہ کرنے) والا نہیں آیا۔'' یعنی رسول کے بھیجے جانے اور کتاب کے نازل کیے جانے کی انہیں سخت ضرورت ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا...... بلکہ یہ لوگ اپنی جہالت میں سرگرداں اور اپنی گمراہی کے اندھیروں میں مارے مارے پھرتے ہیں، لہٰذا ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ﴿ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ شاید کہ یہ گمراہی کو چھوڑ کر راہ راست پر گامزن ہوں اور اس طرح حق کو پہچان کر اس کو ترجیح دیں۔

یہ تمام امور جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' ان کی تکذیب کے متناقض ہیں۔ یہ تمام امور ان سے ایمان اور تصدیق کامل کا تقاضا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ﴿ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''رب کائنات کی طرف سے ہے'' اور یقیناً یہ ﴿ الْحَقُّ ﴾ ''حق ہے'' اور حق ہر حال میں قابل قبول ہوتا ہے۔ ﴿ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ ''اس میں کسی بھی پہلو سے کوئی

شک نہیں'' اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو شک وریب کی موجب ہو۔ یہ کتاب کریم کوئی ایسی خبر بیان نہیں کرتی جو واقع کے غیر مطابق ہو اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہی ہے جس کے معانی میں کوئی اشتباہ ہو یا وہ مخفی ہوں نیز وہ رسالت کے سخت ضرورت مند تھے اور اس کتاب کریم میں ہر قسم کی بھلائی اور نیکی کا راستہ دکھایا گیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں' پھر وہ مستوی ہو گیا

عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

عرش پر نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی' کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟○

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ

وہ تدبیر کرتا ہے (سارے) معاملے کی آسمان سے زمین تک' پھر چڑھتا (لوٹتا) ہے وہ (معاملہ) اسکی طرف ایک دن میں کہ ہے اسکی مقدار

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ⑥

ایک ہزار سال اُس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو○ وہ (مدبر ہی) ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا نہایت غالب خوب رحم کرنیوالا○

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ⑦ ثُمَّ جَعَلَ

وہ جس نے اچھے طریقے سے بنایا ہر چیز کو جسے پیدا کیا اس نے اور شروع کی پیدائش انسان کی گارے سے○ پھر بنایا اس نے

نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ⑧ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ

اس کی نسل کو خلاصے (نطفے) سے ایک حقیر پانی کے○ پھر اس نے درست کیا اس (کے اعضاء) کو اور پھونکا اس میں اپنی روح سے'

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨

اور بنائے اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل' (مگر) تھوڑا ہی ہے جو تم شکر کرتے ہو○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے مابین چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔'' ان میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا' حالانکہ وہ ان آسمانوں اور زمین کو ایک لمحہ میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ بہت مہربانی کرنے والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر مستوی ہوا'' جو کہ تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ یہ عرش پہ مستوی ہونے کی کیفیت ایسی ہے جو اس کے جلال کے لائق ہے۔

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں'' جو تمہارے معاملات میں تمہاری سرپرستی کرے ﴿وَّلَا شَفِيْعٍ﴾ ''اور نہ سفارش کرنے والا۔'' یعنی اگر تمہیں سزا ملے تو وہ تمہاری سفارش

کرے‘ ﴿ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ”کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے“ کہ تمہیں علم ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا‘ جو عرش عظیم پر مستوی ہے‘ جو تمہاری تدبیر اور تمہاری سرپرستی میں یکتا ہے اور تمام تر شفاعت کا وہی مالک ہے‘ اس لیے عبادت کی تمام انواع کا وہی مستحق ہے۔

﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ﴾ امر کونی و قدری اور امر دینی و شرعی کی تمام تدابیر وہ اکیلا ہی کرتا ہے اور تمام تدابیر قادر مطلق بادشاہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں ﴿ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ ”آسمان سے زمین کی طرف۔“ پس وہ ان تدابیر کے ذریعے سے کسی کو سعادت مند بناتا ہے اور کسی کو بدبختی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے‘ کسی کو دولت مند بنا دیتا ہے اور کسی کے نصیب میں فقر و فاقہ لکھ دیتا ہے‘ کسی کو عزت سے نوازتا ہے اور کسی کو ذلت دیتا ہے‘ کسی کو اکرام و تکریم سے بہرہ مند کرتا ہے اور کسی کے دامن میں رسوائی ڈال دیتا ہے‘ کچھ قوموں کو رفعت اور عروج سے سرفراز کرتا ہے اور کچھ قوموں کو زوال کی پستیوں میں گرا دیتا ہے اور وہی آسمانوں سے رزق نازل کرتا ہے۔

﴿ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ ﴾ ”پھر وہ اس کی طرف چڑھ جاتا ہے۔“ یعنی امر اس کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اسی کی طرف چڑھ جاتا ہے ﴿ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ ”ایک روز میں جس کا اندازہ تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگا۔“ یعنی یہ امر عروج کر کے‘ ایک لمحہ میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ ”وہ“ یعنی جس نے بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا‘ جو عرش عظیم پر مستوی ہے اور اکیلا ہی اپنی مملکت کی تدبیر کرتا ہے ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ ”پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، غالب، رحم کرنے والا ہے۔“ پس اس نے اپنی وسعت علم‘ اپنے کامل غلبے اور اپنی بے پایاں رحمت کی بنا پر ان مخلوقات کو وجود بخشا اور ان میں بے شمار فائدے ودیعت کیے اور ان کی تدبیر کرنا اس کے لیے مشکل نہیں۔

﴿ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴾ تمام مخلوق کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا کیا‘ اسے بہترین تخلیق عطا کی۔ اس نے ہر مخلوق کو ایسی تخلیق عطا کی جو اس کے لائق اور اس کے ماحول کے موافق ہے اور یہ عام ہے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے فضل و شرف کی بنا پر اس کی تخلیق کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴾ ”اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔“ یہ ابتدا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ہوئی۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ ﴾ ”پھر کیا اس کی نسل کو“ یعنی ذریت آدم کی پیدائش کو ﴿ مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ گندے اور کمزور نطفہ سے ﴿ ثُمَّ سَوّٰىهُ ﴾ پھر اس کا گوشت پوست‘ اس کے اعضا‘ اس کے اعصاب اور اس کی شریانوں کے نظام کو درست طور پر بنایا‘ اسے بہترین تخلیق و ہیئت سے سرفراز کیا اس کے ہر ہر عضو کو ایسے مقام پر رکھا جس کے سوا کوئی اور مقام اس کے لائق نہ تھا۔ ﴿ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ﴾ ”اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے اندر روح پھونکتا ہے تب وہ جمادات کی شکل سے نکل

کر زندگی سے بہرہ ور انسان بن جاتا ہے۔ ﴿ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ﴾ اور وہ تمہیں آہستہ آہستہ تمام منفعتیں عطا کرتا رہا حتیٰ کہ تمہیں سماعت و بصارت کی مکمل صلاحیتوں سے نواز دیا ﴿ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور دل (بنائے) مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو'' اس ہستی کا جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورت گری کی۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ

اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم گم ہو جائیں گے زمین میں تو کیا ہم بیشک البتہ نئی پیدائش میں (ظاہر) ہوں گے؟ (نہیں) بلکہ وہ تو ملاقات ہی سے

رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ

اپنے رب کی انکار کرنے والے ہیں ○ کہہ دیجیے: فوت کرتا ہے تم کو فرشتہ موت کا وہ جو مقرر کیا گیا ہے تم پر،

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

پھر اپنے رب ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

قیامت کو بعید سمجھتے ہوئے اس کی تکذیب کرنے والوں نے کہا: ﴿ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ﴾ جب ہم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو کر زمین میں ایسی ایسی جگہوں میں بکھر جائیں گے جن کے بارے میں کچھ علم نہیں ہو گا ﴿ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾ تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ ان کے خیال میں یہ بعید ترین چیز ہے اور ایسا خیال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خالق کائنات کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرتے ہیں اور ان کا یہ کلام تلاش حقیقت کی خاطر نہیں، بلکہ یہ تو ظلم، عناداً اپنے رب کی ملاقات سے انکار اور کفر پر مبنی ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے انکار کرتے ہیں۔'' ان کے کلام ہی سے ان کی غرض و غایت معلوم ہو جاتی ہے ورنہ اگر ان کا مقصد بیان حق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسے قطعی دلائل بیان کرتا جو بصیرت کے لیے اتنے ہی نمایاں ہوتے جتنا بصارت کے لیے سورج۔ ان کے لیے یہی جان لینا کافی ہے کہ ان کو عدم سے وجود میں لایا گیا۔ ابتدا کی نسبت اس کا اعادہ آسان تر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین پر بارش برساتا ہے، زمین اپنی موت کے بعد جی اٹھتی ہے اور اپنے اندر بکھرے ہوئے بیجوں کو اگاتی ہے۔

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔'' یعنی ارواح کا قبض کرنا جس کے سپرد کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ مددگار فرشتے بھی ہیں۔ ﴿ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ تم نے قیامت کا انکار کیا ہے اس لیے دیکھو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے۔

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا

اور اگر آپ دیکھیں، جب مجرم لوگ جھکائے ہوئے ہوں گے سر اپنے نزدیک اپنے رب کے (تو کہیں گے:) اے ہمارے رب! دیکھ لیا ہم نے

وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ

اور سن لیا ہم نے، پس واپس بھیج ہمیں، کریں ہم نیک عمل، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں○ اور اگر ہم چاہتے تو دے دیتے ہم ہر

نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

نفس کو ہدایت اس کی، لیکن ثابت ہو گیا قول (وعدہ) میری طرف سے کہ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو جنوں

وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ

اور انسانوں سب سے○ پس چکھو تم (عذاب) بوجہ اس کے جو بھلائے رکھا تم نے ملاقات کو اپنے اس دن کی، بیشک (آج) بھلا دیا ہم نے تم کو

وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور چکھو تم عذاب ہمیشہ کا، بہ سبب اس کے جو تھے تم عمل کرتے○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے روز ان کے اپنی طرف لوٹنے کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد، اپنے حضور ان کی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ دیکھیں، جب کہ گناہ گار'' جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کیا ﴿نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ خشوع وخضوع اور انکساری کے ساتھ سرنگوں ہو کر، اپنے جرائم کا اقرار کرتے ہوئے، واپس لوٹائے جانے کی درخواست کر کے عرض کریں گے: ﴿رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔'' یعنی تمام معاملہ ہمارے سامنے واضح ہو گیا ہم نے اسے عیاں طور پر دیکھ لیا اور ہمارے لیے عین الیقین بن گیا۔ ﴿فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' یعنی جن حقائق کو ہم جھٹلایا کرتے تھے اب ہمیں ان کا یقین آ گیا ہے، تو آپ بہت برا معاملہ، ہولناک حالات، خائب وخاسر لوگ اور نامقبول دعائیں دیکھیں گے، کیونکہ مہلت کا وقت تو گزر چکا۔

اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر ہے کہ وہ ان کے اور کفر ومعاصی کے درمیان سے نکل گیا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔'' یعنی ہم تمام لوگوں کو ہدایت سے نواز کر ہدایت پر جمع کر دیتے۔ ہماری مشیئت ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے مگر ہماری حکمت یہ نہیں چاہتی کہ تمام لوگ ہدایت پر جمع ہوں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ﴾ ''لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے۔'' یعنی میرا حکم واجب ہو گیا اور اس طرح ثابت ہو گیا کہ اس میں تغیر کا کوئی گزر نہیں ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ ''کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔'' یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا جس سے کوئی مفر نہیں۔ اس کے اسباب، یعنی کفر ومعاصی ضرور متحقق ہوں گے۔

﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ ''پس چکھو تم (عذاب) اس دن کی ملاقات کو بھول جانے کی وجہ سے۔'' یعنی ان مجرموں سے کہا جائے گا' جن پر ذلت طاری ہو چکی ہوگی اور دنیا کی طرف لوٹائے جانے کی درخواست کر رہے ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کی تلافی کر سکیں واپس لوٹنے کا وقت چلا گیا' اب عذاب کے سوا کچھ باقی نہیں' لہٰذا اب تم دردناک عذاب کا مزا چکھو' اس پاداش میں کہ تم نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا۔ نسیان کی یہ قسم نسیان ترک ہے' یعنی تم نے اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرا اور اس کی خاطر عمل کو ترک کر دیا گویا کہ تم سمجھتے تھے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے نہ اس سے ملاقات کرنی ہے۔ ﴿ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ ﴾ ''بے شک ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا۔'' یعنی ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا۔ یہ جزا تمہارے عمل کی جنس میں سے ہے۔ جس طرح تم نے بھلائے رکھا اس طرح تمہیں بھی بھلا دیا گیا۔ ﴿ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ﴾ کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب کا مزا چکھو کیونکہ جب عذاب کی مدت اور انتہا مقرر ہو تو اس میں کسی حد تک تخفیف کا پہلو پایا جاتا ہے' رہا جہنم کا عذاب...... اللہ تعالیٰ اس عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے...... تو اس عذاب میں کوئی راحت ہوگی نہ ان پر یہ عذاب کبھی منقطع ہوگا۔ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تمہارے اعمال کی وجہ سے۔'' یعنی کفر' فسق اور معاصی کی پاداش میں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ

بیشک ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ کہ جب نصیحت کیے جاتے ہیں وہ انکی تو گر پڑتے ہیں وہ سجدہ کرتے ہوئے اور وہ تسبیح کرتے ہیں حمد کیساتھ

رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ

اپنے رب کی اور وہ نہیں تکبر کرتے ○ علیحدہ رہتے ہیں ان کے پہلو خواب گاہوں سے' وہ پکارتے ہیں

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؗ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ

اپنے رب کو خوف سے اور امید کرتے ہوئے اور کچھ اس میں سے جو ہم نے انہیں رزق دیا' وہ خرچ کرتے ہیں○ پس نہیں جانتا کوئی نفس وہ جو

اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

چھپا رکھی گئی ہے ان کے لیے ٹھنڈک آنکھوں کی' بدلہ (دینے کے لیے) ان کا جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عذاب کا ذکر کرنے کے بعد' جو اس نے اپنی آیتوں کا انکار کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے' اہل ایمان کا ذکر فرمایا اور ان کے ثواب کا وصف بیان کیا' جو ان کے لیے تیار کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا ﴾ یعنی جو ہماری آیتوں پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں اور جن میں ایمان کے شواہد پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا ﴾ جن کے سامنے جب قرآن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے' رسولوں کے توسط سے ان کے پاس نصیحتیں آتی ہیں' انہیں یاددہانی کرائی جاتی ہے تو وہ اسے غور سے سنتے ہیں' ان کو قبول کر کے

ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ﴿خَرُّوْا سُجَّدًا﴾ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے ذکر الٰہی کے خضوع اور اس کی معرفت کی فرحت کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں ﴿وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔'' وہ اپنے دلوں میں تکبر رکھتے ہیں نہ بدن سے اس کا اظہار کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل نہ کریں بلکہ اس کے برعکس وہ آیات الٰہی کے سامنے سرافگندہ ہو جاتے ہیں' ان کو انشراح صدر اور تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کرتے ہیں' ان کے ذریعے سے رب رحیم کی رضا حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ان کے پہلو نہایت بے قراری سے ان کے آرام دہ بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں اور وہ ایسی چیز میں مصروف رہتے ہیں جو ان کے نزدیک ان آرام دہ بستروں سے زیادہ لذیذ اور زیادہ محبوب ہے۔ اس سے مراد رات کے وقت نماز اور اللہ سے مناجات ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ دینی اور دنیاوی مصالح کے حصول اور دینی اور دنیاوی نقصانات کو روکنے کے لیے اپنے رب کو پکارتے ہیں ﴿خَوْفًا وَّ طَمَعًا﴾ خوف اور امید دونوں اوصاف کو یکجا کر کے' اس خوف کے ساتھ کہ کہیں ان کے اعمال ٹھکرا نہ دیے جائیں اور اس امید کے ساتھ کہ ان کے اعمال کو شرف قبولیت حاصل ہو جائے گا، نیز اس خوف سے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں نہ آ جائیں اور اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔

﴿وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ ''اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے'' خواہ وہ تھوڑا رزق ہو یا زیادہ ﴿يُنْفِقُوْنَ﴾ ''خرچ کرتے ہیں۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور نہ اس شخص پر کوئی قید لگائی ہے' جس پر خرچ کیا جائے تاکہ آیت کریمہ عموم پر دلالت کرے، لہٰذا اس میں تمام نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ' کفارات' اہل وعیال اور اقارب وغیرہ پر خرچ کرنا اور نفقات مستحبہ بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا شامل ہے۔ مالی طور پر احسان کرنا مطلقاً نیکی ہے خواہ کسی محتاج کے ساتھ یہ احسان کیا جائے یا کسی مال دار کے ساتھ' اقارب کے ساتھ کیا جائے یا اجنبیوں کے ساتھ' مگر اس احسان کے افادے میں تفاوت کے مطابق اجر میں تفاوت ہوتا ہے۔

یہ تو ہے ان کا عمل' رہی اس کی جزا' تو فرمایا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ یہاں سیاق نفی میں نکرہ کا استعمال ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں تمام مخلوق کے نفوس شامل ہیں یعنی کوئی نہیں جانتا ﴿مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ ''کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی گئی ہے۔'' یعنی خیر کثیر' بے شمار نعمتیں' فرحت و سرور اور لذتیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان پر فرمایا: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی اس کا خیال

آیا ہے۔‘‘① جس طرح وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے رہے‘ اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے‘ انہوں نے اپنے عمل کو چھپایا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے عمل ہی کی جنس سے جزا عطا کی ہے اس لیے ان کے اجر کو چھپا دیا‘ اسی لیے فرمایا: ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ’’یہ اعمال کی جزا ہے جو وہ کرتے رہے ہیں۔‘‘

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

کیا پس وہ شخص جو ہے مومن مانند اس شخص کی ہے جو ہے فاسق؟ نہیں وہ برابر ہو سکتے ○ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا

نیک تو ان کے لئے ہیں باغات رہنے کے‘ بطور مہمانی بدلہ (میں) ان کے جو تھے وہ کرتے ○ اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے فسق کیا‘

فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ

تو ان کا ٹھکانا آگ ہے‘ جب بھی ارادہ کریں گے وہ یہ کہ نکلیں وہ اس سے تو لوٹا دیے جائیں گے اسی میں اور کہا جائے گا ان سے

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

چکھو تم عذاب آگ کا‘ وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ‘ دو متفاوت اور متباین چیزوں کے درمیان عدم مساوات کے بارے میں عقل انسانی کو متنبہ کرتا ہے‘ جن کے درمیان عدم مساوات متحقق ہے۔ نیز آگاہ کرتا ہے کہ ان کے درمیان عدم مساوات اس کی حکمت کا تقاضا ہے‘ اس لیے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا﴾ ’’کیا وہ جو مومن ہو‘‘ یعنی جس کا قلب نور ایمان سے منور اور اس کے جوارح شریعت کے تابع ہیں‘ نیز اس کا ایمان اپنے آثار اور ان امور کو ترک کرنے کے موجب کا تقاضا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں جن کا وجود ایمان کے لیے ضرر رساں ہے۔ ﴿كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ ’’اس کی مثل ہے جو فاسق ہے‘‘ جس کا قلب غیر آباد اور ایمان سے خالی ہے اور اس کے اندر کوئی دینی داعیہ موجود نہیں، اس لیے اس کے جوارح جلدی سے ظلم اور جہالت کے موجبات کی وجہ سے ہر قسم کے گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے فسق کے سبب سے اپنے رب کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ ﴿لَا يَسْتَوٗنَ﴾ عقلاً اور شرعاً کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جس طرح دن اور رات‘ روشنی اور تاریکی برابر نہیں ہوتے اسی طرح قیامت کے روز مومن اور فاسق کا ثواب بھی برابر نہیں ہوگا۔

﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ’’رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے۔‘‘ یعنی جو فرائض اور نوافل ادا کرتے ہیں ﴿فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى﴾ ’’تو ان کے رہنے کے لیے باغ ہیں۔‘‘ یعنی وہ

① صحیح البخاري‘ التفسیر‘ باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ......﴾ (السجدة: ۱۷/۳۲) حدیث: ٤٧٧٩ و صحیح مسلم‘ الجنة و صفة نعيمها و أهلها‘ باب صفة الجنة‘ حدیث: ٢٨٢٤۔

جنتیں جو لذتوں کا ٹھکانا‘ خوبصورت چیزوں کا گھر‘ مسرتوں کا مقام‘ نفوس اور قلب و روح کے لیے نعمت‘ ہمیشہ رہنے کی جگہ‘ بادشاہ معبود کے جوار رحمت‘ اس کے قرب سے متمتع ہونے‘ اس کے چہرے کا دیدار کرنے اور اس کا خطاب سننے کا مقام ہیں ﴿ نُزُلًا ﴾ یہ سب نعمتیں ان کی ضیافت اور مہمانی کے لیے ہوں گی ﴿ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ’’ان اعمال کی وجہ سے ہے جو وہ کرتے رہے۔‘‘ پس وہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا‘ انھی اعمال نے ان کو ان عالی شان منزلوں تک پہنچایا ہے‘ جہاں مال و دولت‘ لشکر‘ خدام اور اولاد کے ذریعے سے تو کیا جان و روح کو کھپا کر بھی نہیں پہنچا جا سکتا اور نہ ایمان اور عمل صالح کے بغیر کسی دوسری چیز کے ذریعے سے ان منزلوں کے قریب ہی پہنچا جا سکتا ہے۔

﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ﴾ ’’اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کے رہنے کے لیے دوزخ ہے۔‘‘ یعنی ان کا دائمی مستقر اور ٹھکانا جہنم ہوگا جہاں ہر نوع کا عذاب اور ہر قسم کی بدبختی جمع ہوگی اور وہ ان سے ایک گھڑی کے لیے بھی علیحدہ نہ ہوگا۔ ﴿ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ﴾ عذاب کی انتہائی شدت کی وجہ سے جب کبھی وہ نکلنے کا ارادہ کریں گے‘ انہیں دوبارہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا‘ ان سے آرام اور چین رخصت ہو جائے گا اور غم اور رنج و ملال ان پر شدت اختیار کر جائے گا۔ ﴿ وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ’’اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو۔‘‘ یہ جہنم کا عذاب ہے جہاں ان کا ٹھکانا ہوگا‘ رہا وہ عذاب جو اس سے پہلے اور اس کا مقدمہ تھا‘ یعنی عذاب برزخ تو اس کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان کو عذابِ ادنیٰ پہلے عذابِ اکبر سے‘ تاکہ وہ (ہماری طرف) لوٹیں ○

ہم رسول کی تکذیب کرنے والے فاسقوں کو نمونے کے طور پر کم تر عذاب کا مزا چکھائیں گے اور وہ برزخ کا عذاب ہے۔ پس ہم برزخ کے عذاب کا کچھ مزا ان کے مرنے سے پہلے انہیں چکھائیں گے اس سے مراد قتل وغیرہ کا عذاب ہے‘ جیسے غزوہ بدر میں مشرکین کو قتل کیا گیا یا اس سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس کا ذکر آتا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ (الأنعام: ۹۳/۶) ’’اور کاش آپ دیکھتے‘ جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے عذاب کے لیے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے‘ (اور کہہ رہے ہوں گے) نکالو اپنی جانیں‘ آج تمہیں رسوا کن عذاب کی سزا دی جائے گی۔‘‘

پھر برزخ میں ان کا یہ کم تر عذاب مکمل ہو جائے گا۔ یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے واضح دلائل میں شمار ہوتی

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی ﴾ اور ہم انہیں قریب کے کم تر عذاب میں سے چکھائیں گے یعنی اس عذاب کا کچھ حصہ‘ لہٰذا یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ ’’عذاب اکبر‘‘ یعنی جہنم کے عذاب سے پہلے بھی ان کو عذاب ادنیٰ میں مبتلا کیا جائے گا۔

چونکہ عذاب ادنیٰ کا مزا جو انہیں دنیا میں چکھایا جائے گا‘ بسا اوقات اس سے موت واقع نہیں ہوتی‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ انہیں عذاب ادنیٰ کا مزا اس لیے چکھاتا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴾ (الروم: ۴۱/۳۰) ’’بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے‘ تاکہ وہ ان کو مزا چکھائے ان کے بعض اعمال کا‘ شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔‘‘

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے کہ نصیحت کیا گیا وہ ساتھ آیات کے اپنے رب کی‘ پھر اس نے اعراض کیا ان سے

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

بلاشبہ ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ○

یعنی اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور زیادتی کرنے والا کون ہو سکتا ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی گئی ہو جنہیں اس کے رب نے اس کے پاس پہنچایا ہو اور وہ اپنے رسولوں کے ہاتھوں پر اپنی ربوبیت کا فیضان اور اپنی نعمت کی تکمیل کرنا چاہتا ہو۔ وہ آیات اسے اس کے دینی اور دنیاوی مصالح کے بارے میں نصیحت کرتی اور حکم دیتی ہیں‘ اسے دینی اور دنیاوی ضرر رساں امور سے روکتی ہیں۔ وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ان کو ایمان و تسلیم اور شکر و اطاعت کے ساتھ قبول کیا جائے‘ مگر اس ظالم نے ایسے طریقے سے ان آیات کا استقبال کیا جو ان کے لائق نہ تھا۔ یہ ظالم ان پر ایمان لایا نہ ان کی پیروی کی بلکہ ان سے اعراض کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دیا اور ان کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا یہ ان مجرموں میں سب سے بڑا مجرم ہے جو سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں، بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ ’’بے شک ہم گناہ گاروں سے بدلہ لینے والے ہیں۔‘‘

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًی

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب‘ پس نہ ہوں آپ شک میں اس (موسیٰ) کی ملاقات سے اور کیا ہم نے اس (تورات) کو ہدایت (کا ذریعہ)

لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۳﴾ ج وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۫

واسطے بنی اسرائیل کے ○ اور بنائے ہم نے کچھ ان میں سے پیشوا‘ وہ رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے‘ جب انہوں نے صبر کیا

وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

اور تھے وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ○ بلاشبہ آپ کا رب' وہ (ہی) فیصلہ کرے گا درمیان ان کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

دن قیامت کے اس (معاملے) میں کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنی ان آیات کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کو نصیحت کی' اور وہ قرآن مجید ہے جو اس نے نبی مصطفیٰ حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا' تو اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ یہ قرآن کوئی انوکھی کتاب ہے نہ اس کتاب کو لانے والا رسول کوئی انوکھا رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جو کہ تورات ہے وہ قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے' دونوں کا حق ایک دوسرے کے مطابق اور موافق ہے اور دونوں کی دلیل ثابت ہے ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ ''پس آپ اس کے ملنے سے شک میں نہ پڑنا'' کیونکہ حق کے دلائل و براہین ثابت ہو چکے ہیں اس لیے شک وشبے کا کوئی مقام نہیں۔

﴿وَ جَعَلْنٰهُ﴾ ''اور ہم نے اس کو بنایا'' یعنی اس کتاب کو جو ہم نے موسیٰ کو عطا کی ﴿هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''بنی اسرائیل کے لیے ہدایت۔'' یعنی وہ اپنے دین کے اصول وفروع میں اس کتاب سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اس کی شریعت اور قوانین صرف اسرائیلیوں کے لیے اور اس زمانے کے مطابق تھے...... رہا یہ قرآن کریم تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے تمام انسانوں کے لیے ہدایت بنایا ہے کیونکہ یہ اپنے کامل اور عالی شان ہونے کی بنا پر قیامت تک کے لیے تمام مخلوق اور ان کے دینی اور دنیاوی امور میں راہنمائی عطا کرتا ہے۔ ﴿وَ اِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الزخرف: ۴/۴۳) ''اور بے شک یہ لوح محفوظ میں درج ہے جو ہمارے ہاں بہت عالی مرتبہ' حکمت والی کتاب ہے۔''

﴿وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ﴾ ''اور ہم نے ان میں سے بنائے'' یعنی بنی اسرائیل میں سے ﴿اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ ایسے علماء جو شریعت اور ہدایت کے راستوں کا علم رکھتے تھے۔ وہ خود ہدایت یافتہ تھے اور اس ہدایت کے ذریعے سے دوسروں کی راہنمائی کرتے تھے۔ جو کتاب ان کی طرف نازل کی گئی وہ سراسر ہدایت تھی اور اس پر ایمان رکھنے والے دو اقسام میں منقسم تھے:

(۱) ائمہ' جو اللہ کے حکم سے راہنمائی کرتے تھے۔

(۲) جو ان ائمہ سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔

پہلی قسم کے لوگ انبیاء ورسل کے بعد سب سے بلند درجے پر فائز ہیں اور یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ یہ بلند درجہ

انہیں اس لیے حاصل ہوا کہ انہوں نے تعلیم و تعلم‘ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کے راستے میں پیش آنے والی اذیتوں پر صبر کیا اور نفوس کو معاصی اور شہوات سے روکا۔ ﴿ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ اور وہ آیات الٰہی پر ایمان میں درجۂ یقین پر پہنچ چکے تھے۔ یقین سے مراد وہ علم تام ہے جو عمل کا موجب ہے۔ وہ درجۂ یقین پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے صحیح طریقے سے علم حاصل کیا اور ان دلائل کے ذریعے سے مسائل کو اخذ کیا جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ وہ مسائل سیکھتے رہے اور کثرت دلائل سے ان پر استدلال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ درجۂ یقین پر پہنچ گئے۔ پس صبر اور یقین کے ذریعے سے دین میں امامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

کچھ مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں بنی اسرائیل میں اختلاف واقع ہوا ان میں سے کچھ لوگ صحیح راہ پر تھے اور کچھ عمداً یا غیر ارادی طور پر راہ صواب سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ”وہ ان کے درمیان ان باتوں میں جن کے متعلق وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔“ اور یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے کچھ مسائل کا ذکر کرتا ہے جس کی تصدیق قرآن کریم میں موجود ہے‘ وہی حق ہے‘ اس کے علاوہ وہ تمام اقوال جو اس کے خلاف ہیں‘ باطل ہیں۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کیا نہیں واضح ہوا ان کے لیے کہ کتنی ہی ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے امتیں‘ چلتے (پھرتے) ہیں وہ ان کے گھروں میں؟

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ

بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں‘ کیا پس وہ نہیں سنتے؟ ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے‘ بے شک ہم ہانک لے جاتے ہیں پانی

اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ

طرف چٹیل زمین کی‘ پس نکالتے ہیں ہم اس کے ذریعے سے کھیتی‘ کھاتے ہیں اس سے چوپائے ان کے

وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور وہ خود بھی‘ کیا پس وہ نہیں دیکھتے؟ ○

کیا رسول (ﷺ) کی تکذیب کرنے والے ان کفار پر واضح نہیں ہوا اور انہیں راہ صواب نہیں ملی کہ ﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ ﴾ ”ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کردیا“ جو ان کی گمراہی کے مسلک پر گامزن تھے۔ ﴿ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ﴾ ”ان کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں“ اور وہ عیاں طور پر ان کے مساکن کا مشاہدہ کرتے ہیں‘ مثلاً قوم ہود‘ قوم صالح اور قوم لوط کے مساکن۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ﴾ ”بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں“ جن کے ذریعے سے وہ رسولوں کی صداقت اور شرک اور شر پر مبنی اپنے موقف کے بطلان پر استدلال کرسکتے ہیں‘ نیز جو ان جیسے کرتوت کرے گا اس کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوگا جو ان

لوگوں کے ساتھ ہوا تھا، نیز وہ اس پر بھی استدلال کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا اور حشر کے لیے ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔﴿ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ ''کیا وہ سنتے نہیں ہیں۔'' کیا وہ آیات الٰہی کو سن کر یاد نہیں رکھتے کہ ان سے فائدہ اٹھائیں؟ اگر ان کی سماعت صحیح ہوتی اور وہ عقل سلیم سے بہرہ مند ہوتے تو اس حالت پر کبھی بھی قائم نہ رہتے جس میں ہلاکت یقینی ہے۔

﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا ﴾ کیا انھوں نے اپنی کھلی آنکھوں کے ساتھ ہماری نعمت اور ہماری حکمت کاملہ کا مشاہدہ نہیں کیا؟ ﴿ اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ ﴾ ''ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔'' یعنی اس زمین کی طرف جو بے آب وگیاہ ہے اللہ تعالیٰ بارش کو لاتا ہے جو اس سے قبل موجود نہ تھی وہ اس زمین پر بادل برساتا ہے یا دریاؤں سے اسے سیراب کرتا ہے۔﴿ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا ﴾ پس ہم اس پانی کے ذریعے سے مختلف انواع کی نباتات اگاتے ہیں﴿ تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ ﴾ ''جس میں سے ان کے چوپائے کھاتے ہیں۔'' اس سے مراد مویشیوں کا چارہ ہے﴿ وَاَنْفُسُهُمْ ﴾ ''اور وہ خود بھی'' اس سے مراد آدمیوں کا کھانا ہے۔

﴿ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو دیکھتے نہیں جس کے ذریعے سے اس نے زمین اور بندوں کو زندگی بخشی؟ اگر وہ دیکھتے تو انھیں صاف نظر آتا اور اس بصارت اور بصیرت کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی حاصل کرتے، مگر ان پر اندھاپن غالب اور غفلت چھائی ہوئی ہے، لہٰذا انھوں نے اس بارے میں عقل مند کی طرح نہیں دیکھا۔ بس انھوں نے اس کو غفلت کی نظر سے اور محض عادت کے طور پر دیکھا، اس لیے انھیں بھلائی کی توفیق نہیں ملی۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ

اور وہ کہتے ہیں، کب ہوگا یہ فیصلہ، اگر ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے: دن فیصلے کے نہیں نفع دے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ایمان لانا ان کا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے ○ پس آپ منہ پھیر لیں ان سے

وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اور انتظار کریں، بلاشبہ وہ بھی منتظر ہیں ○

یعنی مجرم جہالت اور عناد کی بنا پر عذاب میں جلدی مچاتے ہیں جس کا ان کے ساتھ ان کے جھٹلانے کی پاداش میں وعدہ کیا گیا ہے۔﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ ﴾ ''اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا؟'' جو ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ کر دے اور تمھارے زعم کے مطابق ہمیں عذاب میں مبتلا کر دے﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ اے رسول! اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو۔﴿ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ فیصلے کے دن'' یعنی جس روز تمھیں عذاب

دیا جائے گا تم اس روز سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔ اگر تمہیں ایمان حاصل ہو جائے تو تمہیں مہلت کا ملنا ممکن ہے تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے تم اس کی تلافی کر لو کیونکہ یقینی طور پر معاملہ ابھی تک تمہارے ہاتھ میں ہے۔ مگر جب فیصلے کا دن آئے گا تو تمام معاملہ ختم ہو جائے گا اور امتحان و ابتلا کا کوئی موقع باقی نہیں رہے گا' اس وقت ﴿لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ﴾ ''کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔'' کیونکہ اس ایمان کی حیثیت اضطراری ایمان کی سی ہوگی۔ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ اور نہ ان کو کوئی مہلت دی جائے گی کہ عذاب کو مؤخر کر دیا جائے اور یہ اپنے معاملے کو سدھار لیں۔

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''پس آپ ان سے اعراض کریں۔'' جب ان کا خطاب جہالت کی حدود کو چھونے لگے اور وہ عذاب کے لیے جلدی مچانے لگیں ﴿وَانْتَظِرْ﴾ اور اس عذاب کا انتظار کیجیے جو ان پر نازل ہونے والا ہے کیونکہ یہ عذاب ضرور نازل ہوگا' مگر اس کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ ﴿اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾ وہ بھی آپ کے بارے میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور برے وقت کے منتظر ہیں حالانکہ اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔

تفسیر سورۃ الاحزاب

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ (۳۳) مَدَنِيَّةٌ (۹۰) | اٰیَاتُهَا ۷۳ رُکُوْعَاتُهَا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

اے نبی! ڈریں اللہ سے اور نہ اطاعت کریں کافروں اور منافقوں کی' بلاشبہ اللہ ہے خوب جاننے والا'

حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

حکمت والا ○ اور پیروی کیجیے اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے آپکی طرف آپکے رب کی طرف سے بیشک اللہ ہے' ساتھ اس کے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

جو تم کرتے ہو' خوب خبردار ○ اور توکل کیجیے اوپر اللہ کے اور کافی ہے اللہ کارساز ○

یعنی اے وہ ہستی! جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور اپنی وحی کے لیے چن لیا اور تمام مخلوق پر فضیلت بخشی' اپنے اوپر اپنے رب کی اس نعمت پر تقویٰ کے ذریعے سے اس کا شکر ادا کیجیے جس کے دوسروں کی نسبت آپ زیادہ مستحق ہیں اور اسے اختیار کرنا دوسروں کی نسبت آپ پر زیادہ فرض ہے۔ اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیجیے' اس کے پیغامات کی تبلیغ کیجیے' اس کے بندوں تک اس کی وحی کو پہنچائیے اور تمام مخلوق کی خیر خواہی کیجیے کوئی آپ کو آپ کے مقصد سے ہٹا سکے نہ آپ کی راہ کو کھوٹی کر سکے اور کسی کافر کی اطاعت نہ کیجیے جس نے اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے عداوت ظاہر کی ہو اور نہ کسی منافق کی اطاعت کیجیے کیونکہ اس نے تکذیب اور کفر کو اپنے باطن میں چھپا رکھا ہے اور ان کے برعکس تصدیق و ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ بس یہی لوگ ہیں جو حقیقی دشمن ہیں' لہٰذا بعض معاملات میں جو تقویٰ کے متناقض ہیں ان کی بات نہ مانیے اور ان کی خواہشات نفس کی پیروی نہ کیجیے ورنہ وہ آپ کو راہ صواب سے ہٹا دیں گے۔

﴿وَّ﴾ ''اور'' لیکن ﴿اتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ ''جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کی جاتی ہے اسی کی اتباع کیجیے۔'' کیونکہ یہی ہدایت اور رحمت ہے اس کی پیروی کر کے اپنے رب کے ثواب کی امید رکھیے کیونکہ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے' وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی اپنے علم کے مطابق جزا دے گا۔

اگر آپ کے دل میں یہ بات ہو کہ آپ نے ان کی گمراہ کن خواہشات نفس کی پیروی نہ کی تو آپ کو ان سے کوئی نقصان پہنچ جائے گا یا مخلوق کی ہدایت میں نقص واقع ہو جائے گا تو اس خیال کو اپنے دل سے نکال پھینکیے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ ان کے شر سے سلامتی اور اقامت دین میں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' اپنے رب پر اس شخص کی مانند اعتماد کیجیے جو اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا' جو موت پر اختیار رکھتا ہے نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے' لہٰذا اس امر کے حصول کے بارے میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔

﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ ''اور اللہ کافی کارساز ہے۔'' اس لیے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دیجیے وہ ان کا اس طریقے سے انتظام کرے گا جو بندے کے لیے سب سے زیادہ درست ہو گا' پھر وہ ان مصالح کو اپنے بندے تک پہنچانے کی پوری قدرت رکھتا ہے جبکہ بندہ ان پر قادر نہیں۔ وہ اپنے بندے پر اس سے بھی کہیں زیادہ رحم کرتا ہے جتنا بندہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے یا اس پر اس کے والدین رحم کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بندے پر ہر ایک سے زیادہ رحمت والا ہے خصوصاً اپنے خاص بندوں پر' جن پر ہمیشہ سے اس کی ربوبیت اور احسان کا فیضان جاری ہے اور جن کو اپنی ظاہری اور باطنی برکتوں سے سرفراز کیا ہے' خاص طور پر اس نے حکم دیا ہے کہ تمام امور اس کے سپرد کر دیے جائیں' اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی تدبیر کرے گا۔

تب آپ نہ پوچھیں کہ ہر معاملہ کیسے آسان ہو گا' مشکلات کیسے دور ہوں گی' مصائب کیسے ختم ہوں گے' تکلیفیں کیسے زائل ہوں گی' ضرورتیں اور حاجتیں کیسے پوری ہوں گی' برکتیں کیسے نازل ہوں گی' سزائیں کیسے ختم ہوں گی اور شر کیسے اٹھا لیا جائے گا...... یہاں آپ کمزور بندے کو دیکھیں گے جس نے اپنا تمام معاملہ اپنے آقا کے سپرد کر دیا' اس کے آقا نے اس کے معاملات کا اس طرح انتظام کیا کہ لوگوں کی ایک جماعت بھی اس کا انتظام نہ کر سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے معاملات اس کے لیے نہایت آسان کر دیئے جو بڑے بڑے طاقتور لوگوں

کے لیے بھی نہایت مشکل تھے۔ وباللہ المستعان.

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ

نہیں بنائے اللہ نے واسطے کسی آدمی کے دو دل اس کے سینے میں اور نہیں بنایا اس نے تمہاری بیویوں کو وہ جو ظہار کرتے ہو تم

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ

ان سے، تمہاری مائیں، اور نہیں بنایا اس نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے، یہ تمہارا کہنا ہے اپنے مونہوں سے

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ

اور اللہ کہتا ہے حق اور وہی ہدایت دیتا ہے سیدھے راستے کی ○ پکارو تم انکو انکے باپوں کیطرف (نسبت کرکے) یہ زیادہ انصاف کی بات ہے نزدیک

اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

اللہ کے، پس اگر نہ جانو تم ○ انکے باپوں کو تو (وہ) بھائی ہیں تمہارے دین میں اور دوست ہیں تمہارے، اور نہیں ہے تم پر

جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ

کوئی گناہ اس میں جو چوک جاؤ تم اس (کے بولنے) میں لیکن (وہ گناہ ہے) جو ارادہ کیا تمہارے دلوں نے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

اور ہے اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے امور میں گفتگو نہ کریں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں فرمایا جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی بات ہے جو جھوٹ اور باطل ہے، جس پر شرعی برائیاں مرتب ہوتی ہیں۔ یہ ہر معاملے میں گفتگو کرنے اور کسی چیز کے وقوع و وجود کے بارے میں، جسے اللہ تعالیٰ نے نہ کیا ہو، خبر دینے میں ایک عام قاعدہ ہے، مگر مذکورہ چیزوں کو ان کے کثرت وقوع اور ان کو بیان کرنے کی حاجت کی بنا پر مخصوص کیا ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ ''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔'' یہ صورت کبھی نہیں پائی جاتی۔ پس کسی کے بارے میں یہ کہنے سے بچو کہ اس کے پہلو میں دو دل ہیں ورنہ تم تخلیق الٰہی کے بارے میں جھوٹ کے مرتکب بنو گے۔

﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ﴾ ''اور (اللہ نے) نہیں بنایا تمہاری عورتوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو'' یعنی تم میں سے کسی شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا ''تو میرے لیے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یا جیسے میری ماں'' تو نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے انہیں ﴿اُمَّهٰتِكُمْ﴾ ''تمہاری مائیں۔'' تیری ماں تو وہ ہے جس نے تجھے جنم دیا، جو تیرے لیے تمام عورتوں سے بڑھ کر حرمت وتحریم کی حامل ہے اور تیری بیوی تیرے لیے سب سے زیادہ حلال عورت ہے، تب تو دو متناقض امور کو کیسے ایک دوسرے کے مشابہ قرار دے رہا ہے جبکہ یہ ہرگز جائز نہیں جیسا

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ﴾ (المجادلۃ: ۵۸/ ۲) ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں، وہ اس طرح ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا' بلاشبہ وہ ایک جھوٹی اور بری بات کہتے ہیں۔''

﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ ''اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا۔'' (اَدْعِیَآءَ) دَعِیٌّ کی جمع ہے اور اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کے بارے میں کوئی شخص اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے مگر وہ اس کا بیٹا نہ ہو، یا اسے متبنیٰ ہونے کی وجہ سے بیٹا کہا جائے، جیسا کہ ایام جاہلیت اور اسلام کی ابتدا میں یہ رواج موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رواج کو ختم کرنے کا ارادہ فرمایا' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اس رواج کی برائی بیان کی اور واضح کیا کہ یہ باطل اور جھوٹ ہے۔ باطل اور جھوٹ کا اللہ تعالیٰ کی شریعت سے کوئی تعلق ہے نہ اللہ تعالیٰ کے بندے اس سے متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو' جن کو تم بیٹا کہتے ہو یا وہ تمہارا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ حقیقت میں تمہارے بیٹے وہ ہیں جو تم میں سے ہیں اور جن کو تم نے جنم دیا ہے اور رہے دوسرے لوگ جن کے بارے میں تم اپنے بیٹے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو وہ تمہارے حقیقی بیٹوں کی مانند نہیں ہیں۔ ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ بات جو تم منہ بولے بیٹوں کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے' اس شخص کیلیے جو اس کے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' یا اس کا باپ فلاں ہے ﴿ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ﴾ ''تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔'' یعنی یہ ایسی بات ہے کہ جس کی کوئی حقیقت ہے نہ معنی۔ ﴿ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ ﴾ ''اور اللہ حق بات کہتا ہے۔'' یعنی جو صداقت اور یقین پر مبنی ہے اس لیے اس نے تمہیں اس کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اس کا قول حق اور اس کی شریعت حق ہے' تمام باطل اقوال وافعال کسی بھی لحاظ سے اس کی طرف منسوب کیے جا سکتے ہیں نہ اس کی ہدایت سے ان کا کوئی تعلق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تو صرف صراط مستقیم اور صدق کے طریقوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اگر یہ اس کی مشیت کے مطابق واقع ہوا ہے تو اس کی مشیت اس کائنات میں جو بھی خیر وشر موجود ہے' سب کے لیے عام ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے صراحت کے ساتھ حکم دیا کہ پہلی صورت کو ترک کیا جائے جو قول باطل کو متضمن ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اُدْعُوْهُمْ ﴾ ''ان کو پکارو'' یعنی اپنے منہ بولے بیٹوں کو ﴿ لِاٰبَآىٕهِمْ ﴾ ان کے حقیقی باپوں سے منسوب کرتے ہوئے جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ ﴿ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ یہ زیادہ قرین عدل' زیادہ درست اور ہدایت کے زیادہ قریب ہے۔

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ ﴾ ''پس اگر تم ان کے (حقیقی) باپوں کو نہیں جانتے'' ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ﴾ تو وہ اللہ کے دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے موالی ہیں۔ تم انہیں اخوت ایمانی اور موالات

اسلام کی نسبت سے پکارو۔ جس شخص نے ان کو متبنیٰ بنایا ہے اس کے لیے اس دعویٰ کو ترک کرنا حتمی ہے۔ یہ دعویٰ جائز نہیں۔

رہا ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارنا' تو اگر ان کا نام معلوم ہو تو ان کی طرف منسوب کر کے پکارو اور اگر ان کا نام معلوم نہ ہو تو صرف اسی پر اکتفا کرو جو معلوم ہے اور وہ ہے اخوت دینی اور موالات اسلامی۔ یہ نہ سمجھو کہ ان کے باپوں کے ناموں کے بارے میں عدم علم اس بات کے لیے عذر ہے کہ تم ان کو متبنیٰ بنانے والوں کی طرف منسوب کر کے پکارو' کیونکہ اس عذر سے حرمت زائل نہیں ہو سکتی۔

﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ اَخْطَاْتُمْ ﴾ ''اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' یعنی اگر تم میں سے کوئی غلطی سے اس کو کسی شخص کی طرف منسوب کر کے پکارے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں یا ظاہری طور پر اس کے باپ کا نام معلوم ہے اور تم اس کو اسی کی طرف پکارتے ہو حالانکہ وہ باطن میں اس کا باپ نہیں ہے' تب اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ غلطی سے ہو۔ ﴿ وَلٰكِنْ ﴾ ''مگر'' وہ صرف اس چیز میں تمہارا مواخذہ کرتا ہے ﴿ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ﴾ ''جس کا تمہارے دلوں نے عمداً ارتکاب کیا ہے۔'' جو تم نے جان بوجھ کر ناجائز بات کہی ہو۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ اس نے تمہیں بخش دیا اور تمہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے سابقہ گناہوں پر سزا نہیں دی' تم نے جو غلطی کی اس پر درگزر کیا اور شرعی احکام بیان کر کے تم پر رحم کیا جن میں تمہارے دین اور دنیا کی اصلاح ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ

پیغمبر زیادہ حق دار ہے (ہر قسم کا تصرف کرنے میں) مومنوں پر ان کے نفسوں سے بھی اور بیویاں اسکی مائیں ہیں ان کی اور رشتے دار'

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ

بعض ان کے زیادہ حق دار ہیں ساتھ بعض کے اللہ کی کتاب میں' (دیگر) مومنوں اور مہاجروں سے' مگر

تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

یہ کہ کرو تم ساتھ اپنے دوستوں کے کوئی بھلائی' (تو یہ جائز ہے) ہے یہی (حکم) کتاب میں لکھا ہوا۝

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایک ایسی خبر بیان کرتا ہے جس کے ذریعے سے وہ رسول مصطفیٰ ﷺ کے احوال اور آپ کے مرتبے کو پہچان سکتے ہیں تاکہ وہ اس حال اور مرتبے کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ کریں' اس لیے فرمایا ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔'' یعنی انسان کے لیے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ مومن کے لیے خود اس کی ذات پر بھی مقدم ہیں کیونکہ آپ ﷺ ان کی خیر خواہی کرتے ہیں' ان کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے

ہیں۔ مخلوق میں سب سے بڑھ کر رحیم اور سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا احسان ہے کیونکہ انہیں اگر ذرہ بھر بھلائی حاصل ہوئی ہے یا ان سے کوئی ذرہ بھر برائی دور ہوئی ہے تو آپ کے ہاتھ سے اور آپ کے سبب سے ہوئی ہے۔

اس لیے جب کبھی اس کے نفس کی مراد یا کسی اور شخص کی مراد، رسول اللہ ﷺ کی مراد سے متعارض ہو تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مراد کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قول سے، کسی شخص کے قول کا، خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو، مقابلہ نہ کریں، آپ ﷺ پر اپنی جان، مال اور اولاد کو فدا کر دیں، آپ کی محبت کو تمام مخلوق کی محبت پر مقدم رکھیں، جب تک کہ آپ بول نہ لیں، ہرگز نہ بولیں، اور آپ سے آگے نہ بڑھیں۔

رسول مصطفیٰ ﷺ، مومنوں کے باپ ہیں، جیسا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءت میں پڑھا گیا ہے، آپ اہل ایمان کی اسی طرح تربیت کرتے ہیں جس طرح باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے۔

اب اس باپ ہونے پر یہ اصول مترتب ہوتا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہوں، یعنی حرمت، احترام اور اکرام کے اعتبار سے نہ کہ خلوت و محرمیت کے اعتبار سے۔ گویا یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے قصے کا مقدمہ ہے جو کہ عنقریب آئے گا، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اس سے پہلے ''زید بن محمد'' کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ (الاحزاب: ۴۰/۳۳) ''محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کا نسب اور آپ کی طرف انتساب دونوں منقطع کر دیے۔ اس آیت کریمہ میں آگاہ فرمادیا کہ تمام اہل ایمان، رسول (ﷺ) کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی دوسرے پر کوئی اختصاص حاصل نہیں۔ اگرچہ کسی کا منہ بولا بیٹا ہونے کا انتساب منقطع ہو گیا مگر نسب ایمانی منقطع نہیں ہوا اس لیے اسے غم زدہ اور متاسف نہیں ہونا چاہیے۔

اس آیت کریمہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں لہٰذا آپ کے بعد وہ کسی کے لیے حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں صراحت فرمادی ہے: ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ (الاحزاب: ۵۳/۳۳) ''اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم کبھی بھی آپ (ﷺ) کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرو۔''

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ﴾ یعنی رشتہ دار، خواہ وہ قریب کے رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار۔ ﴿بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''آپس میں کتاب اللہ کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی رو سے۔ پس وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کریں گے۔ قرابت کا تعلق دوستی اور حلف وغیرہ کے تعلق سے بڑھ کر ہے۔ اس آیت کریمہ سے پہلے، ان اسباب کی بنا پر رشتہ

داروں کی بجائے منہ بولے بیٹے وارث بنتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس توارث کو منقطع کر دیا۔ اپنے لطف و کرم اور حکمت کی بنا پر حقیقی اقارب کو وارث بنا دیا کیونکہ اگر معاملہ سابقہ عادت اور رواج کے مطابق چلتا رہتا تو شر اور فساد پھیل جاتا اور قریب کے رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے حیلہ سازی بکثرت رواج پا جاتی۔

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ ﴾ خواہ یہ قریبی رشتہ مومن اور مہاجر ہوں یا غیر مہاجر ہوں، بہر حال رشتہ دار مقدم ہیں۔ یہ آیت کریمہ تمام معاملات میں قریبی رشتہ داروں کی ولایت پر دلیل ہے، مثلاً: نکاح اور مال وغیرہ کی ولایت ﴿ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ﴾ ''مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔'' یعنی ان کا کوئی مقرر شدہ حق نہیں ہے یہ صرف تمہارے ارادے پر منحصر ہے۔ اگر تم ان کو نیکی کے طور پر کوئی عطیہ دینا چاہو تو دے دو۔ ﴿ كَانَ ﴾ یہ حکم مذکور ﴿ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴾ کتاب میں لکھ دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم کر دیا ہے، لہٰذا اس کا نفاذ لازمی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ
اور جب لیا ہم نے نبیوں سے عہد ان کا اور آپ سے اور نوح سے، اور ابراہیم اور موسیٰ اور
عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۟ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ
عیسیٰ ابن مریم سے اور لیا ہم نے ان سے عہد بڑا پختہ ○ تاکہ وہ (اللہ) پوچھے سچوں سے
عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۟ ٨ ع
ان کی سچائی کی بابت اور تیار کیا ہے اس نے واسطے کافروں کے عذاب دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے تمام انبیائے کرام سے عام طور پر اور آیت کریمہ میں مذکور پانچ اولوالعزم رسولوں سے خاص طور پر نہایت پختہ اور موکد عہد لیا کہ وہ اللہ کے دین پر اور اس کے راستے میں جہاد پر قائم رہیں گے۔ اقامت دین اور جہاد ایسا راستہ ہے جس پر گزشتہ انبیاء و مرسلین گامزن رہے اور یہ سلسلہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد ﷺ پر آ کر ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ انبیاء کے نقش قدم پر چلیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انبیائے کرام اور ان کے متبعین سے اس میثاق کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا انہوں نے اس عہد کو پورا کیا اور اپنے عہد پر پورے اترے تاکہ انہیں نعمتوں بھری جنت عطا کی جائے؟ یا انہوں نے کفر کیا تاکہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ (الاحزاب:۲۳/۳۳) ''اہل ایمان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچ کر دکھایا۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو تم احسان اللہ کا اوپر اپنے' جب (چڑھ) آئے تھے تم پر کئی لشکر' پس بھیجی ہم نے

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ

ان پر (سخت) ہوا اور ایسے لشکر کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو' اور تھا اللہ' ساتھ اس کے جو تم کر رہے تھے' خوب دیکھنے والا ○ جب

جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ

وہ (چڑھ) آئے تھے تم پر تمہارے اوپر سے اور نیچے سے تمہارے' اور جب پھر گئی تھیں آنکھیں اور پہنچ گئے تھے

الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ

دل گلوں تک اور گمان کرتے تھے تم اللہ کے بارے میں (طرح طرح کے) گمان ○ اس جگہ (اس موقع) پر آزمائے گئے

الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾

مومن اور ہلائے گئے وہ ہلایا جانا نہایت سخت ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمت یاد دلا کر انہیں اس پر شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب ان کے اوپر سے مشرکین مکہ اور مشرکین حجاز کے لشکر اور نیچے سے کفار نجد کے لشکر ان پر حملہ آور ہوئے اور حملہ آوروں نے آپس میں عہد کر رکھا تھا کہ وہ رسول (ﷺ) اور صحابہ کرام کا قلع قمع کر کے دم لیں گے۔ یہ غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ ان یہودی گروہوں نے بھی ان کی مدد کی جو مدینہ منورہ کے ارد گرد رہتے تھے' وہ بھی بڑے بڑے لشکر لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے ارد گرد دفاع کے لیے خندق کھود لی۔ کفار نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ معاملہ بہت سخت ہو گیا' کلیجے منہ کو آ گئے اور لوگوں نے جب بہت سخت حالات اور اسباب دیکھے تو بہت سے لوگ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ ایک طویل مدت تک مدینہ منورہ کا محاصرہ جاری رہا۔ معاملہ ایسے ہی تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ''اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں برے برے گمان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا نہ اپنے کلمے کی تکمیل کرے گا۔

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اس وقت اہل ایمان اس عظیم فتنے کے ذریعے سے آزمائے گئے ﴿وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ اور ان کو خوف' قلق اور بھوک کے ذریعے سے ہلا ڈالا گیا تاکہ ان کا ایمان واضح اور ان کے ایقان میں اضافہ ہو...... ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے...... ان کے ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ جب غم کی شدت بڑھ گئی اور سختیوں نے گھیر لیا تو ان کا

ایمان عین الیقین کے درجے پر پہنچ گیا۔ ﴿ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴾ (الاحزاب:۳۳/۲۲) ”اور جب اہل ایمان نے لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ کیا تھا' اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس واقعے نے ان کے ایمان و تسلیم میں اور اضافہ کر دیا۔“ یہاں منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور وہ چیز سامنے آ گئی جسے وہ چھپایا کرتے تھے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ

اور جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے' نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ نے

وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

اور اس کے رسول نے' مگر فریب کا ○

یہ منافق کی عادت ہے کہ مصیبت اور امتحان کے وقت اس کا ایمان قائم نہیں رہتا۔ وہ موجودہ حالت میں اپنی کوتاہ عقل سے غور کرتا ہے اور اپنے ناقص گمان کی تصدیق کرتا ہے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ

اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے' اے یثرب (مدینے) والو! نہیں ہے ٹھہرنے کی جگہ تمہارے لئے' پس لوٹ جاؤ تم اور اجازت مانگتا تھا

فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ

ایک فریق ان میں سے نبی سے' وہ کہتے تھے بے شک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں' حالانکہ نہیں تھے وہ غیر محفوظ

اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

نہیں چاہتے وہ مگر صرف بھاگنا ○

﴿ وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ ﴾ ”اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی“ یعنی منافقین کی جماعت۔ وہ جزع فزع اور قلت صبر کے بعد ایسے لوگوں میں شامل ہو گئے جن کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ انہوں نے خود صبر کیا نہ اپنے شر کی بنا پر لوگوں کو چھوڑا' لہٰذا اس گروہ نے کہا: ﴿ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ ﴾ ”اے اہل یثرب!“ اس سے ان کی مراد اہل مدینہ تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے نام کو چھوڑ کر وطن کے نام سے ان کو پکارا۔ یہ چیز اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان کے دلوں میں دین اور اخوت ایمانی کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ جس چیز نے ان کو ایسا کہنے پر آمادہ کیا وہ ان کی طبعی بزدلی تھی۔ ﴿ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ ﴾ ”اے اہل یثرب! (یہاں) تمہارے لیے ٹھہرنے کا مقام نہیں۔“ یعنی اس جگہ جہاں تم مدینہ سے باہر نکلے ہو۔ ان کا محاذ مدینہ منورہ سے باہر

اور خندق کے ایک طرف تھا۔ ﴿ فَارْجِعُوْا ﴾ مدینے کی طرف لوٹ جاؤ' لہٰذا یہ گروہ جہاد سے علیحدہ ہو رہا تھا۔ ان پر واضح ہو گیا کہ ان میں دشمن کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں اور وہ انہیں لڑائی ترک کرنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ یہ گروہ بدترین اور سب سے زیادہ نقصان دہ گروہ تھا۔ ان کے علاوہ دوسرا گروہ وہ تھا جس کو بزدلی اور بھوک نے ستا رکھا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ وہ صفوں سے کھسک کر چلے جائیں۔

انہوں نے مختلف قسم کے جھوٹے عذر پیش کرنا شروع کر دیئے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ﴾ ''اور ان کی جماعت یہ کہہ کر نبی (ﷺ) سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں۔'' یعنی ہمارے گھر خطرے کی زد میں ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں دشمن ہمارے گھروں پر حملہ نہ کر دے' اس لیے ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم واپس جا کر اپنے گھروں کی حفاظت کریں' حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹے تھے۔ ﴿ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴾ ''حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے وہ تو صرف (جنگ سے) بھاگنا چاہتے ہیں۔'' یعنی ان کا قصد فرار کے سوا کچھ نہیں' مگر انہوں نے اس بات کو فرار کے لیے وسیلہ اور عذر بنا لیا۔ ان لوگوں میں ایمان بہت کم ہے اور امتحان کی سختیوں کے وقت ان کے اندر ثابت قدمی اور استقامت نہیں رہتی۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا

اور اگر داخل کر دیے جاتے ان پر اطراف مدینہ سے (کافروں کے لشکر) پھر مطالبہ کیے جاتے وہ فتنے (شرک یا خانہ جنگی) کا تو وہ ضرور اپنا لیتے اسے

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿١٤﴾

اور نہ توقف کرتے اس میں مگر تھوڑا ہی ○

﴿ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور اگر ان پر داخل کیے جائیں (لشکر)'' مدینہ منورہ میں ﴿ مِّنْ اَقْطَارِهَا ﴾ یعنی شہر کے ہر طرف سے کافر گھس آتے اور اس پر قابض ہو جاتے۔ ﴿ ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ ﴾ پھر ان کو فتنے کی طرف بلایا جاتا' یعنی دین سے پھر جانے اور فاتحین اور غالب لشکر کے دین کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جاتی ﴿ لَاٰتَوْهَا ﴾ تو یہ جلدی سے اس فتنے میں پڑ جاتے ﴿ وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴾ ''اور اس کے لیے بہت کم ٹھہرتے۔'' یعنی دین کے بارے میں ان کے اندر قوت اور سخت جانی نہیں ہے' بلکہ اگر صرف دشمن کا پلڑا بھاری ہو جائے' تو دشمن ان سے جو مطالبہ کرے یہ مان جائیں گے اور ان کے کفر کی موافقت کرنے لگ جائیں گے۔ یہ ان کا حال ہے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ
اور البتہ تھے وہ کہ عہد کیا تھا انہوں نے اللہ سے اس سے پہلے کہ نہیں پھیریں گے وہ پیٹھیں۔ اور ہے

وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾
عہد اللہ کا کہ باز پرس کی جائیگی (اس کی بابت)○

﴿ عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴾ ''(حالانکہ) انہوں نے اس سے قبل اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس تو ہو کر ہی رہے گی۔'' عنقریب اللہ ان سے اس عہد کے بارے میں ضرور پوچھے گا' وہ ان کو اس حالت میں پائے گا کہ وہ اللہ کے عہد کو توڑ چکے ہوں گے۔ تب ان کا کیا خیال ہے کہ ان کا رب ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا
کہہ دیجیے: ہرگز نہیں نفع دے گا تم کو بھاگنا' اگر بھاگو تم موت سے یا قتل سے اور اس وقت

لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾
نہیں فائدہ پہنچائے جاؤ گے تم مگر تھوڑا○

﴿ قُلْ ﴾ ان کے فرار پر ان کو ملامت کرتے اور ان کو خبردار کرتے ہوئے کہ یہ چیز انہیں کچھ فائدہ نہ دے گی کہہ دیجیے: ﴿ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ ﴾ ''اگر تم موت اور قتل ہونے سے بھاگتے ہو تو تمہارا بھاگنا تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔'' پس اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے' تو وہ لوگ جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھ دیا گیا ہے اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاتے۔ اسباب اس وقت فائدہ دیتے ہیں جب قضا و قدر ان کی معارض نہ ہو۔ جب تقدیر آجاتی ہے تو تمام اسباب ختم ہو جاتے ہیں اور ہر وسیلہ باطل ہو کر رہ جاتا ہے جن کے بارے میں انسان سمجھتا ہے کہ یہ نجات دیں گے۔

﴿ وَ اِذًا ﴾ یعنی جب تم موت یا قتل سے بچنے کے لیے فرار ہو جاؤ تاکہ تم دنیا میں نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ تو ﴿ لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ تم بہت کم فائدہ اٹھا سکو گے جو تمہارے فرار ہونے' اللہ کے حکم کو ترک کرنے اور اپنے آپ کو ابدی فائدے اور سرمدی نعمتوں سے محروم کرنے کے برابر نہیں ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
کہہ دیجیے: کون ہے وہ جو بچائے تم کو اللہ سے اگر ارادہ کرے وہ تمہارے ساتھ برائی کا' یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ

رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

مہربانی کرنے کا؟ اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○

پھر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جب وہ بندے کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسباب اس کے کسی کام نہیں آتے۔ ﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ﴾ ''کہہ دیجیے: تمہیں کون بچا سکتا ہے؟'' ﴿مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا﴾ ''اللہ سے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے۔'' ﴿اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً﴾ ''یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے۔'' کیونکہ وہی عطا کرنے والا اور محروم کرنے والا' نقصان دینے والا اور نفع دینے والا ہے اس کے سوا کوئی بھلائی عطا کر سکتا ہے نہ کوئی برائی دور کر سکتا ہے۔ ﴿وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا﴾ ''اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ پائیں گے۔'' جو ان کی سرپرستی کرے اور ان کو منفعت عطا کرے ﴿وَّ لَا نَصِيْرًا﴾ ''اور نہ مددگار'' جو ان کی مدد کر کے ان سے ضرر رساں چیزوں کو دور کر دے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اس ہستی کے سامنے سر تسلیم خم کریں جو ان تمام امور میں متفرد ہے جس کی مشیت پوری اور اس کی قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے' اس کی ولایت اور اس کی نصرت کو چھوڑ کر کوئی والی اور کوئی مددگار کام نہیں آ سکتا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

تحقیق جانتا ہے اللہ روکنے والوں کو تم میں سے' اور کہنے والوں کو اپنے بھائیوں سے کہ آؤ ہماری طرف

وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۱۸﴾

اور نہیں حاضر ہوتے وہ لڑائی میں مگر تھوڑی دیر ہی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو اپنے ساتھیوں کو جنگ سے پسپائی پر اکساتے ہیں اور جنگ کے کاموں میں رخنہ ڈالتے ہیں' فرمایا: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو منع کرتے ہیں'' یعنی ان لوگوں کو جہاد پر نکلنے سے روکتے ہیں جو بھی جہاد کے لیے نہیں نکلے ﴿وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ﴾ اور اپنے ان بھائیوں کو جو جہاد کے لیے نکلے ہوئے ہیں' کہتے ہیں: ﴿هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ واپس لوٹ آؤ جیسا کہ ان کا یہ قول گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے: ﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا﴾ (الاحزاب: ۱۳/۳۳) ''اے یثرب کے لوگو! تمہارے لیے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہیں اس لیے واپس لوٹ چلو۔'' ان کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کو جہاد سے باز رکھنے اور ان کو پسپائی پر اکسانے کے ساتھ ساتھ ﴿لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ﴾ خود قتال اور جہاد کے لیے نہیں نکلتے ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''مگر بہت تھوڑے۔'' وہ ایمان اور صبر کے داعیے کے معدوم ہونے کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے کے سب سے زیادہ حریص ہیں' نیز اس لیے بھی کہ ان کے اندر نفاق ہے

اور ایمان معدوم ہے اور نفاق اور عدم ایمان بزدلی کا تقاضا کرتے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ

اس حال میں کہ بخیل ہیں وہ تم پر پس جب آتا ہے (ان پر) خوف تو دیکھتے ہیں آپ انکو کہ دیکھتے ہیں وہ آپکی طرف گھومتی ہیں انکی آنکھیں

كَالَّذِىْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ

مانند اس شخص کے کہ غشی طاری ہو اس پر موت کی پھر جب دور ہو جاتا ہے خوف تو چڑھ چڑھ کر بولتے ہیں تم پر تیز تیز زبانوں سے

اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ

دراں حالیکہ حریص ہیں وہ مال (غنیمت) پر یہی لوگ ہیں کہ نہیں ایمان لائے پس ضائع کر دیے اللہ نے عمل ان کے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾

اور ہے یہ اوپر اللہ کے بہت آسان ○

﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ﴾ ''تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔'' یعنی لڑائی کے وقت اپنے بدن کو استعمال کرنے اور جہاد میں اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ پس وہ اپنی جان اور مال کے ذریعے سے اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے۔ ﴿ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ ﴾ ''جب خوف (کا وقت) آیا تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں'' اس آدمی کی طرح جس پر غشی طاری ہو ﴿ مِنَ الْمَوْتِ ﴾ ''موت کی وجہ سے'' یعنی سخت بزدلی کی وجہ سے جس نے ان کے دلوں کو نکال پھینکا ہے اس قلق کی بنا پر جس نے ان کو بے سدھ کر دیا ہے اور اس قتال سے خوف کے مارے جس پر انہیں مجبور کیا جا رہا ہے اور جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔

﴿ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ ﴾ ''پس جب خوف جاتا رہتا ہے'' اور امن و اطمینان کی حالت میں ہوتے ہیں ﴿ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ ﴾ ''تو تمہارے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں۔'' یعنی جب آپ لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو آپ سے سخت زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہوتے۔ جب آپ ان کی باتیں سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بہت بہادر اور شجاعت مند ہیں۔ ﴿ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ﴾ ''اور مال میں بخل کرتے ہیں'' جو کہ ان سے مطلوب ہے۔ یہ انسان کا بدترین وصف ہے کہ اسے جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل میں بخل سے کام لے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے اور اللہ کے راستے میں دعوت دینے میں اپنے بدن میں بخل کرے اپنے جاہ میں بخیل ہو اور اپنے علم خیر خواہی کرنے اور اپنی رائے میں بخیل ہو۔

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ ''یہ لوگ'' جو اس حالت میں بھی ﴿ لَمْ يُؤْمِنُوْا ﴾ ''ایمان نہ لائے'' تو ان کے عدم ایمان کے

سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کردیئے۔ ﴿وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔'' رہے اہل ایمان، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نفس کے بخل سے محفوظ رکھا ہے۔ انہیں اپنی توفیق سے سرفراز فرمایا اس لیے انہیں جس چیز کے خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اسے خرچ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں اور اس کے کلمے کو بلند کرنے کی خاطر اپنا بدن خرچ کرتے ہیں، بھلائی کے راستوں میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اپنی جاہ اور اپنا علم خرچ کرتے ہیں۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ

وہ گمان کرتے ہیں لشکروں کو کہ (ابھی تک) نہیں گئے اور اگر آجائیں لشکر، تو وہ خواہش کریں گے، کاش بیشک وہ ہوتے صحرا نشین

فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ ؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

دیہاتیوں (کے ساتھ رہنے والوں) میں، پوچھتے (رہتے) تمہاری بابت خبریں، اور اگر ہوتے وہ تمہارے اندر تو نہ لڑتے وہ مگر تھوڑا ○

﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا﴾ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حملہ آور جتھے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے خلاف جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو کر آئے ہیں کہ وہ ان کا استیصال کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے، مگر ان کی تمنائیں ناکام اور ان کے اندازے غلط ہو گئے۔ ﴿وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ﴾ اگر دوبارہ حملہ آور دشمن کے جتھے چڑھ دوڑیں ﴿يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ﴾ یعنی اگر دوسری مرتبہ فوجیں حملہ آور ہوں جیسے اس مرتبہ حملہ آور ہوئی تھیں تو یہ منافقین چاہتے ہیں کہ وہ اس وقت مدینہ کے اندر یا اس کے قرب وجوار میں نہ ہوں بلکہ وہ صحرا میں بدویوں کے ساتھ رہ رہے ہوں اور تمہاری خبر معلوم کر رہے ہوں اور تمہارے بارے میں پوچھ رہے ہوں کہ تم پر کیا گزری؟ پس ہلاکت ہے ان کے لیے اور دوری ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی موجودگی بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ ﴿وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوں تو بہت کم لڑائی کریں۔'' اس لیے ان کی پروا کرو نہ ان پر افسوس کرو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ

البتہ تحقیق ہے تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نمونہ اچھا، اس کے لیے جو ہے امید رکھتا اللہ (سے ملاقات) کی اور یوم

الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿ؕ۲۱﴾

آخرت کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت ○

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔'' آپ ﷺ بنفس نفیس جنگ میں شریک ہوئے، جنگی معرکوں میں حصہ لیا، آپ صاحب شرف و کمال، بطل جلیل اور صاحب شجاعت و بسالت تھے تب تم ایسے معاملے میں شریک ہونے میں بخل سے کام لیتے ہو

جس میں رسول مصطفیٰ ﷺ بنفس نفیس شریک ہیں۔ لہٰذا اس معاملے میں اور دیگر معاملات میں آپ کی پیروی کرو۔ اس آیت کریمہ سے اہل اصول نے رسول اللہ ﷺ کے افعال کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ احکام میں آپ ﷺ کا اسوہ حجت ہے' جب تک کسی حکم پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے کہ یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے۔

اسوہ کی دو اقسام ہیں: اسوۂ حسنہ اور اسوۂ سیئہ۔ پس رسول اللہ ﷺ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ کے اسوہ کی اقتدا کرنے والا اس راستے پر گامزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور وہ ہے صراط مستقیم۔ رہا آپ ﷺ کے سوا کسی دیگر ہستی کا اسوہ' تو اس صورت میں اگر وہ آپ کے اسوہ کے خلاف ہے تو یہ ''اسوۂ سیئہ'' ہے مثلاً جب انبیاء و رسل مشرکین کو اپنے اسوہ کی پیروی کی دعوت دیتے تو وہ جواب میں کہتے: ﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴾ (الزخرف: ٢٢/٤٣) ''بلاشبہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے' ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔'' اسوۂ حسنہ کی صرف وہی لوگ پیروی کرتے ہیں جن کو اس کی توفیق بخشی گئی ہے' جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ ان کا سرمایۂ ایمان' اللہ تعالیٰ کا خوف' اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا ڈر انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ

اور جب دیکھا مومنوں نے لشکروں کو تو کہا انہوں نے' یہ وہی ہے جس کا وعدہ کیا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور سچ کہا

اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ؕ﴿۲۲﴾

اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہیں زیادہ کیا ان کو مگر ایمان اور فرماں برداری میں O

یہ بیان کرنے کے بعد کہ خوف کے وقت منافقین کی کیا حالت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا حال بیان کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ﴾ ''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا'' جو جنگ کے لیے جمع ہوئے اور وہ اپنے اپنے محاذ پر نازل ہوئے تھے تو (مومنوں کا) خوف جاتا رہا۔ ﴿ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ﴾ ''وہ کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں جو وعدہ فرمایا ہے: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ (البقرہ: ٢/٢١٤) ''کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ آزمائشیں تو آئی ہی نہیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں' ان پر بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور

انہیں ہلا ڈالا گیا حتی کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ تھے' پکار اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی دیکھو اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' ﴿ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ﴾ ''اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا'' کیونکہ ہم وہ سب کچھ دیکھ چکے ہیں جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی ﴿ وَمَا زَادَهُمْ ﴾ ''اور نہیں زیادہ کیا ان کو'' یعنی اس معاملے نے ﴿ اِلَّآ اِيْمَانًا ﴾ ''مگر ایمان میں'' یعنی ان کے دلوں میں ایمان زیادہ ہو گیا۔ ﴿ وَّ تَسْلِيْمًا ﴾ ''اور ماننے میں'' یعنی ان کے جوارح میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا اضافہ کیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

کچھ مومنوں میں سے وہ لوگ ہیں کہ سچے ہو گئے وہ (اس عہد میں) کہ عہد کیا تھا انہوں نے اللہ سے اس پر پس کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے

قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

پوری کر دی نذر اپنی اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور نہیں تبدیلی کی انہوں نے (ذرا بھی) تبدیلی کرنا ○

اللہ تعالیٰ نے جب منافقین کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے' مگر انہوں نے اس کے عہد کو توڑ دیا' تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے کیا ہوا اپنا عہد پورا کیا' فرمایا ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ ﴾ ''مومنوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچا کر دکھایا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی اور اپنے نفس کو اطاعت الٰہی کی راہ پر چلایا ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ﴾ ''تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی باری پوری کر چکے۔'' یعنی اس نے اپنا ارادہ پورا کر دیا اور اس پر جو حق تھا وہ ادا کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوا اور اس کے حق کو ادا کرتے ہوئے اپنی جان اس کے سپرد کر دی اور اس حق میں کچھ بھی کمی نہ کی۔

﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾ اور کوئی اپنا عہد پورا کرنے کے لیے منتظر ہے' اس کے ذمہ جو عہد تھا وہ اس کو پورا کرنا شروع کر چکا ہے' وہ اس عہد کی تکمیل کی امید رکھتا ہے اور اس کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ ﴿ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ ''اور انہوں اپنے رویے میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں کی'' جیسے دوسرے لوگ بدل گئے' بلکہ وہ اپنے عہد پر قائم ہیں۔ وہ ادھر ادھر توجہ کرتے ہیں نہ بدلتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ مرد ہیں ان کے سوا دیگر لوگوں کی صورتیں اگرچہ مردوں کی سی ہیں' مگر ان کی صفات مردوں کی صفات سے قاصر ہیں۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ

تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا اور عذاب دے منافقوں کو اگر وہ چاہے یا توجہ کرے (رحمت کیساتھ)

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ۚ

ان پر، بلاشبہ اللہ ہے بہت بخشنے والا نہایت مہربان ○

﴿ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ ﴾ ''تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے''یعنی ان کے اقوال' احوال اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملے میں ان کے صدق اور ان کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے کے سبب سے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ (المائدۃ:۵/۱۱۹)''آج وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی' ان کے لیے جنتیں ہیں' جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔''یعنی ہم نے یہ آزمائشیں' مصائب اور زلزلے اپنے اندازے کے مطابق مقدر کیے تاکہ سچا جھوٹے سے واضح ہو جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ راست بازوں کو ان کی راستی کی جزا دے ﴿ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ ''اور منافقوں کو عذاب دے''جن کے دل اور اعمال آزمائشوں کے نازل ہونے پر بدل گئے اور وہ اس عہد کو پورا نہ کر سکے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ ﴿ اِنْ شَآءَ ﴾ اگر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینا چاہے گا' یعنی وہ ان کو ہدایت دینا نہ چاہے گا' بلکہ اسے علم ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اس لیے وہ ان کو توفیق سے نہیں نوازے گا۔ ﴿ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ﴾ یعنی وہ ان کو توبہ اور انابت کی توفیق سے نواز دے گا۔

اس کریم کی کرم نوازی پر یہی چیز غالب ہے' اس لیے اس نے آیت کریمہ کو اپنے ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا ہے جو اس کی مغفرت' اس کے فضل و کرم اور احسان پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے جب توبہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے' خواہ ان کے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں ﴿ رَّحِيْمًا ﴾ وہ ان پر نہایت مہربان ہے' کیونکہ اس نے ان کو توبہ کی توفیق بخشی پھر ان کی توبہ قبول کی پھر ان کے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور لوٹا دیا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا' ساتھ ان کے غصے کے نہیں حاصل کی انہوں نے کوئی بھلائی اور کافی ہو گیا اللہ مومنوں کو

الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

لڑائی سے اور ہے اللہ بڑا طاقتور' نہایت غالب ○

﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے (نامراد) لوٹا دیا۔ انہوں نے کوئی فائدہ نہ پایا۔''یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو خائب و خاسر لوٹا دیا اور انہیں وہ چیز حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ سخت حریص تھے' وہ غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے اور یقینی طور پر اپنے آپ کو فتح پر قادر سمجھتے تھے' اس لیے کہ ان کے پاس وسائل تھے' ان کی بڑی بڑی فوجوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا' ان کی

جتھے بندیوں نے ان کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تھا انہیں اپنی عددی برتری اور حربی ساز و سامان پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت طوفانی ہوا بھیجی جس نے ان کے عسکری مراکز کو تلپٹ کر دیا' ان کے خیموں کو اکھاڑ دیا' ان کی ہانڈیوں کو الٹ دیا' ان کے حوصلوں کو توڑ دیا' ان پر رعب طاری کر دیا اور وہ انتہائی غیظ وغضب کے ساتھ پسپا ہو گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی نصرت تھی۔ ﴿ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ﴾ ''اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے معاملے میں کافی ہوا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو عادی اور تقدیری (خرق عادت) اسباب مہیا فرمائے۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴾ ''اور اللہ بڑی قوت والا (اور) زبردست ہے۔'' جو کوئی اس پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے' جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے اسے غلبہ نصیب ہوتا ہے' وہ جس امر کا ارادہ کرتا ہے کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قوت وعزت سے اہل قوت وعزت کی مدد نہ کرے تو ان کی قوت وعزت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اور اتار دیا اس (اللہ) نے ان لوگوں کو' جنہوں نے مدد کی تھی ان (مشرکوں) کی اہل کتاب میں سے' انکے قلعوں سے اور ڈال دیا انکے دلوں میں

الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾

رعب' ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور قید کرتے تھے تم ایک گروہ کو ○

﴿ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ ﴾ ''اور جنہوں نے ان کی مدد کی تھی ان کو اتارا۔'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے حملہ آوروں کی مدد کی ﴿ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ﴾ ''اہل کتاب میں سے'' یعنی یہودیوں میں سے ﴿ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ ﴾ ''ان کے قلعوں سے'' یعنی انہیں اسلام کے حکم کے تحت مغلوب کر کے ان کے قلعوں سے نیچے اتارا ﴿ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ ﴾ ''اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔'' پس ان میں لڑنے کی قوت باقی نہ رہی اور وہ اطاعت تسلیم کرتے ہوئے سرنگوں ہو گئے۔ ﴿ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ تم لڑائی کے قابل مردوں کو قتل کر رہے تھے ﴿ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴾ اور ان مردوں کے علاوہ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا رہے تھے۔

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ

اور وارث بنا دیا اس نے تمہیں انکی زمینوں کا اور انکے گھروں کا اور انکے مالوں کا اور اس زمین کا کہ نہیں قدم رکھے تم نے (ابھی) اس میں

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾

اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ○

﴿ وَاَوْرَثَكُمْ ﴾ ''اور تمہیں وارث بنایا۔'' یعنی تمہیں غنیمت میں عطا کیا ﴿ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ﴾ ''ان کی زمین' ان کے گھروں اور ان کے اموال اور اس زمین کا جس کو تمہارے قدموں نے

روندا نہیں تھا'' یعنی ایسی سرزمین جس پر تم اس کے مالکان کے نزدیک اس کی عزت و شرف کی بنا پر چل نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین پر اور اس کے مالکوں پر اختیار عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے مالکوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا' تم نے ان کے اموال کو مال غنیمت بنایا' ان کو قتل کیا اور ان میں کچھ کو قیدی بنایا۔ ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اپنی قدرت سے اس نے تمہارے لیے یہ سب کچھ مقدر کیا۔

اہل کتاب کا یہ گروہ' یہودیوں میں سے بنو قریظہ کا قبیلہ تھا' جو مدینے سے باہر تھوڑے سے فاصلے پر آباد تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے ان کے ساتھ امن اور دفاع کا معاہدہ کیا۔ آپ نے ان کے خلاف جنگ کی نہ انہوں نے آپ سے کوئی لڑائی لڑی اور وہ اپنے دین پر قائم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہ کی۔

جنگ خندق میں' جب ان یہودیوں نے کفار کے لشکروں کو جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوتے دیکھا اور انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ حملہ آوروں کی تعداد بہت زیادہ اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ کفار رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کا استیصال کر دیں گے اور بعض یہودی سرداروں نے دجل و فریب کے ذریعے سے حملہ آوروں کی مدد کی' اس لیے اس معاہدے کو توڑنے کے مرتکب ہوئے جو ان کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا اور انہوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے پر اکسایا۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کو ناکام و نامراد لوٹا دیا تو رسول اللہ ﷺ ان بدعہد یہودیوں کے خلاف جنگ کے لیے فارغ ہو گئے اور آپ نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے' ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام اور ان کے مال کو مال غنیمت بنا لیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اہل ایمان پر اپنی نوازش اور عنایت کی تکمیل کی' ان پر اپنی نعمت پوری کی اور ان کے دشمنوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ان کو قتل کر کے اور ان میں سے بعض کو قیدی بنا کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ اپنے مومن بندوں کو اپنے لطف و کرم سے نوازتا رہا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے پیغمبر! کہہ دیجیے! اپنی بیویوں سے اگر ہو تم چاہتی زندگی دنیا کی اور زیب و زینت اس کی تو آؤ!

اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

میں تمہیں کچھ سامان دے دوں اور تمہیں رخصت کر دوں رخصت کرنا اچھے طریقے سے ○ اور اگر ہو تم چاہتی اللہ کو اور اس کے رسول کو

وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

اور آخرت کے گھر کو تو بلاشبہ اللہ نے تیار کیا ہے نیکی کرنے والیوں کے لیے تم میں سے اجر بہت بڑا○

رسول اللہ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جمع ہو کر آپ ﷺ سے کچھ ایسے مطالبات کیے جن کو ہر وقت پورا نہیں کیا جا سکتا تھا مگر وہ متفق ہو کر اپنا مطالبہ کرتی ہی رہیں۔ یہ چیز رسول اللہ ﷺ پر بہت شاق گزری۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ آپ کو ان کے ساتھ ایک ماہ کے لیے ایلا (زوجہ کے قریب نہ جانے کا عہد) کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کے معاملے کو آسان اور آپ کی ازواج مطہرات کے درجات کو بلند کرنا چاہتا تھا اور آپ کی ازواج مطہرات سے ہر اس بات کو دور کرنا چاہتا تھا جو ان کے اجر کو کم کرے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی ازواج کو (اپنے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دے دیں۔ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا ﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو۔'' یعنی اگر دنیا کے سوا تمہارا کوئی مطلب نہیں اور تم دنیا کی زندگی پر راضی اور اس کے فقدان پر ناراض ہو اگر تمہارا یہی حال ہے تو مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ ﴿ فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ ﴾ ''تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں۔'' یعنی میرے پاس جو بھی سروسامان ہے، وہ تمہیں عطا کر دوں ﴿ وَ اُسَرِّحْكُنَّ ﴾ اور تمہیں الگ کر دوں ﴿ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴾ یعنی کسی ناراضی اور سب وشتم کے بغیر، بلکہ خوش دلی اور انشراح صدر کے ساتھ، اس سے قبل کہ حالات نامناسب سطح تک پہنچ جائیں تمہیں آزاد کر دوں۔

﴿ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ ﴾ ''اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہو۔'' یعنی اگر آخرت کا گھر تمہارا مطلوب و مقصود ہے اور جب تمہیں اللہ، اس کا رسول اور آخرت حاصل ہو جائیں تو تمہیں دنیا کی کشادگی اور تنگی، اس کی آسانی اور سختی کی پروا نہ ہو اور تم اسی پر قناعت کرو جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے میسر ہے اور آپ سے ایسا مطالبہ نہ کرو جو آپ پر شاق گزرے ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ ''تو (جان لو) اللہ نے تم میں سے نیکوکار عورتوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف احسان پر اجر مرتب کیا ہے کیونکہ اس اجر کا سبب اور موجب یہ نہیں کہ وہ رسول (ﷺ) کی بیویاں ہیں بلکہ اس کا موجب یہی وصف ہے۔ احسان کا وصف معدوم ہوتے ہوئے مجرد رسول ﷺ کی بیویاں ہونا کافی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دے دیا۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کر لیا، ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہی۔ اس تخییر سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول (ﷺ) کے لیے اہتمام کرنا اور اس پر غیرت کا اظہار کرنا، آپ کا ایسے حال میں

ہونا کہ آپ کی ازواج مطہرات کے بہت سے دنیاوی مطالبات کا آپ پر شاق گزرنا۔

(۲) اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات کے حقوق کے بوجھ سے سلامت ہونا، اپنے آپ میں آزاد ہونا، اگر آپ ﷺ چاہیں تو عطا کریں اور اگر چاہیں تو محروم رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ﴾ (الاحزاب: ۳۸/۳۳) ''نبی پر کسی ایسے کام میں کوئی حرج نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کر دیا۔''

(۳) اللہ تعالیٰ کے رسول کا ان امور سے منزہ ہونا جو اگر ازواج مطہرات میں ہوتے، مثلاً اللہ اور اس کے رسول پر دنیا کو ترجیح دینا...... تو آپ ان کے قریب نہ جاتے۔

(۴) آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا گناہ اور کسی ایسے امر سے تعرض سے سلامت ہونا جو اللہ اور اس کے رسول کی ناراضی کا موجب ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ پر ان کی ناراضی کو ختم کر دیا، جو آپ کی ناراضی کا موجب تھی، آپ کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی عذاب کی موجب ہے۔

(۵) ان آیات کریمہ سے، ازواج مطہرات کی رفعت، ان کے درجات کی بلندی اور ان کی عالی ہمتی کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا کے چند ٹکڑوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اپنا مطلوب و مقصود اور اپنی مراد بنایا۔

(۶) ازواج مطہرات کا اس اختیار کے ذریعے سے ایک ایسے معاملے کو اختیار کرنے کے لیے تیار ہونا جو جنت کے درجات تک پہنچاتا ہے، نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تمام ازواج مطہرات دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔

(۷) اس آیت کریمہ سے نبی ﷺ کے اور آپ کی ازواج مطہرات کے درمیان کامل مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کامل ترین ہستی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی کامل اور پاک عورتیں ہوں۔ ﴿وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾ (النور: ۲۶/۲۴) ''اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔''

(۸) یہ تخییر قناعت کی داعی اور اس کی موجب ہے۔ جس سے اطمینان قلب اور انشراح صدر حاصل ہوتا ہے، لالچ اور عدم رضا زائل ہو جاتے ہیں جو قلب کے لیے قلق، اضطراب اور غم کا باعث ہوتے ہیں۔

(۹) ازواج مطہرات کا آپ کو اختیار کرنا، ان کے اجر میں کئی گنا اضافے کا سبب ہے، نیز یہ کہ وہ ایک ایسے مرتبے پر فائز ہیں جس میں دنیا کی کوئی عورت شریک نہیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ

اے نبی کی بیویو! جو کرے گی تم میں سے بے حیائی کھلی' تو دگنا دیا جائے گا اسے عذاب

ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

دوہرا' اور ہے یہ اوپر اللہ کے آسان ○

جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کو چن لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کئی گنا اجر کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کر دیا کہ ان کے گناہوں کی سزا بھی کئی گنا ہوگی تا کہ وہ گناہوں سے بچیں اور اجر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر ان میں سے کوئی فحش کام کا ارتکاب کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دوگنا عذاب مقرر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی
(اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاهور

لندن * هیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

هیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاهور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاهور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

هیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر بایس 22

جلد اوّل

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ
يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/ ۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر بایئس 22

شمار پارہ	صفحہ نمبر	نام سورت	نمبر شمار
۲۱ - ۲۲	2144	سورۃ الأحزاب	۳۳
۲۲	2176	سورۃ سبا	۳۴
۲۲	2208	سورۃ فاطر	۳۵
۲۲ - ۲۳	2233	سورۃ یٰسٓ	۳۶

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ

اور جو فرماں برداری کرے تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور عمل کرے نیک تو دیں گے ہم اسے اس کا اجر دو بار

وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

اور تیار کیا ہے ہم نے اس کے لیے رزق عزت کا ○

﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ ﴾ یعنی تم میں جو کوئی اطاعت شعار ہو گی ﴿ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا ﴾ ''اللہ کی اور اس کے رسول کی اور وہ نیک عمل کرے گی۔'' خواہ وہ عمل تھوڑا ہو یا بہت ﴿ نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ﴾ ''ہم اسے دگنا اجر دیں گے'' یعنی وہ اجر جو ہم دوسروں کو عطا کرتے ہیں' ان کو اُن سے دوگنا اجر عطا کریں گے ﴿ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴾ ''اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔'' اس سے مراد جنت ہے' چنانچہ ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی' نیک عمل کیے تو اس سے ان کا اجر و ثواب بھی معلوم ہو گیا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم مانند کسی ایک کے عورتوں میں سے اگر تم تقویٰ اختیار کرو پس نہ نزاکت اختیار کرو تم بات چیت میں

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

کہ طمع کرنے لگے وہ شخص جس کے دل میں روگ (ہوس) ہو اور کہو تم بات معقول ○ اور ٹک کر رہو تم اپنے گھروں میں

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ

اور نہ زیب و زینت ظاہر کرو (مانند) زینت ظاہر کرنے کے جاہلیت اولیٰ میں اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی' بے شک چاہتا ہے اللہ کہ دور کر دے وہ تم سے ناپاکی اے (نبی کے) گھر والو! اور پاک کر دے تمھیں

تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ

پوری طرح پاک کرنا ○ اور یاد کرو تم' جو پڑھی جاتی ہیں تمھارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت سے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾

بلاشبہ اللہ ہے نہایت باریک بین' بڑا باخبر ○

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' یہ تمام ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ ﴿ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ ﴾ ''تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو' اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' کیونکہ اس طرح تمھیں تمام عورتوں پر فوقیت حاصل ہو گی اور کوئی عورت تمھارے درجے کو نہیں پہنچ سکے گی۔ پس ازواج رسول نے تقویٰ کی

اس کے تمام وسائل اور مقاصد کے ساتھ تکمیل کی' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام حرام وسائل کو منقطع کرنے میں ان کی راہنمائی فرمائی اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ﴾ ''پس تم نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو۔'' یعنی مردوں کے ساتھ مخاطب ہوتے ہوئے یا اس وقت کہ لوگ تمھاری گفتگو سن رہے ہوں اور تم دھیمے لہجے اور رغبت دلانے والی نرم کلامی سے گفتگو کرو تو ہوسکتا ہے کہ تمھاری طرف مائل ہو جائے ﴿ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾ ''وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے۔'' یعنی شہوت زنا کا مرض۔ بے شک ایسا شخص تیار رہتا ہے اور کسی ادنیٰ سے محرک کا منتظر رہتا ہے جو اس کو متحرک کر دے کیونکہ اس کا قلب صحت مند نہیں اور صحت مند قلب میں کسی ایسی چیز کی شہوت نہیں ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو۔ اس کے قلب کے صحت مند اور مرض سے سلامت ہونے کی وجہ سے اسباب گناہ اسے حرام شہوت کے لیے متحرک کر سکتے ہیں نہ اسے اس کی طرف مائل کر سکتے ہیں' بخلاف اس قلب کے جو مریض ہے۔ وہ اس چیز کا متحمل نہیں ہوسکتا جس کا متحمل ایک صحت مند قلب ہوسکتا ہے' وہ اس چیز پر صبر نہیں کر سکتا جس پر ایک صحت مند صبر کر سکتا ہے' لہٰذا اگر ایک ادنیٰ سا سبب بھی اسے حرام کی طرف دعوت دے تو وہ اس کی دعوت پر لبیک کہے گا اور اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ وسائل کے احکام بھی وہی ہیں جو مقاصد کے احکام ہیں کیونکہ دھیمے لہجے میں بات کرنا اور نرم کلامی' اصل میں مباح ہیں چونکہ اس قسم کی نرم کلامی حرام کردہ امر کے لیے وسیلہ بن سکتی ہے اس لیے اس سے روک دیا گیا' اس لیے عورت کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ مردوں سے مخاطب ہوتے وقت نرم لہجے میں بات نہ کرے۔ چونکہ انھیں نرم لہجے میں بات کرنے سے روکا گیا ہے اس لیے بسا اوقات یہ وہم لاحق ہوسکتا ہے کہ انھیں درشت کلامی کا حکم ہے چنانچہ اس وہم کو اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا گیا ہے: ﴿ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ ''اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔'' یعنی جس طرح دھیما پن اور نرم کلامی نہیں ہونی چاہیے اسی طرح درشت لہجے اور بداخلاقی پر مشتمل کلام بھی نہیں ہونا چاہیے۔

غور کیجیے کیسے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ﴾ ''نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو۔'' اور یہ نہیں کہا: فلا تلن بالقول ''بات کرنے میں نرمی نہ کرو۔'' یعنی نرم کلامی سے منع نہیں کیا بلکہ ایسی نرم کلامی ممنوع ہے جس میں مرد کے لیے عورت کی اطاعت اور اس کے انکسار کی جھلک ہو۔ اطاعت مند اور جھکنے والے کے بارے میں کسی قسم کا طمع کیا جا سکتا ہے بخلاف اس شخص کے جو کوئی ایسے نرم لہجے میں بات کرتا ہے' جس میں اطاعت اور جھکاؤ کی جھلک نہیں ہوتی بلکہ اس میں ترفع اور مدمقابل کے لیے سختی ہوتی ہے تو اس شخص کے بارے میں مدمقابل کوئی طمع نہیں کر سکتا' (ورنہ نرمی تو مطلوب ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی نرم مزاجی کی مدح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾ (آل عمران: ۱۵۹/۳) ''پس اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع

ہوئے ہیں۔ ''حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے فرمایا: ﴿ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۴۳-۴۴) ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾ ''تو جس کے دل میں روگ ہے وہ کوئی بُرا خیال کرے۔'' اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دینا' شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں کی مدح وثنا اور اس کا زنا کے قریب جانے سے منع کرنا یہ سب کچھ دلالت کرتا ہے کہ بندے کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ اپنے نفس کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ کسی حرام فعل کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یا کسی محبوب ہستی کا کلام سن کر خوش ہوتا ہے اور اپنے اندر طمع کے داعیے کو حرام کی طرف رخ کرتے ہوئے پاتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مرض ہے۔ وہ اس مرض کو کمزور کرنے' ردی خیالات کا قلع قمع کرنے' اس خطرناک مرض سے نفس کو محفوظ کرنے کی پوری جدوجہد کرے اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت اور توفیق کا سوال کرتا رہے۔ یہ بھی شرم گاہ کی حفاظت کے زمرے میں آتا ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ﴾ اپنے گھروں میں قرار پکڑو یہ تمھارے لیے زیادہ حفاظت اور سلامتی کا مقام ہے ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ اور بناؤ سنگار کرکے اور خوشبو لگا کر بہت زیادہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلا کرو جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی جن کے پاس علم تھا نہ دین۔ یہ حکم شر اور اس کے اسباب کو روکنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر انھیں تقویٰ اور تقویٰ کی جزئیات کا حکم دینے کے بعد' اسے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کیونکہ عورتیں اس کی سب سے زیادہ محتاج ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس نے انھیں اطاعت کا حکم دیا' خاص طور پر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جن کی ضرورت ہر شخص کو ہوتی ہے۔ نماز اور زکوٰۃ سب سے بڑی عبادتیں اور جلیل القدر نیکیاں ہیں۔ نماز کے اندر معبود کے لیے اخلاص اور زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان ہے۔ پھر ان کو عمومی اطاعت کا حکم دیا' فرمایا: ﴿ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ''اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی۔'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہر قسم کا معاملہ داخل ہے' خواہ اس کا حکم وجوب کے طور پر دیا گیا ہو یا استحباب کے طور پر۔

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمھیں جن چیزوں کا حکم دیا اور جن امور سے منع کیا' اس کا مقصد صرف یہ ہے ﴿ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ ﴾ کہ وہ تم سے گندگی' شر اور ناپاکی کو دور کردے ﴿ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ ''اے نبی کی گھر والیو! اور تمھیں خوب پاک کردے۔'' یہاں تک کہ تم سب طاہر اور مطہر بن جاؤ۔ پس تم ان اوامر ونواہی پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو' جن کی مصلحتوں کے بارے میں تمھیں آگاہ فرمایا کہ وہ محض تمھارے فائدے کے لیے ہیں' ان اوامر ونواہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمھیں کسی

مشقت اور تنگی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تمھارے نفوس کا تزکیہ، تمھارے اخلاق کی تطہیر اور تمھارے اعمال کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اور اس طرح تمھارے اجر کو بڑا کرنا مقصود ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات کو عمل کا حکم دیا جو فعل وترک پر مشتمل ہے تو پھر انھیں علم حاصل کرنے کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بیان فرمایا، لہٰذا فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔'' یہاں آیات الٰہی سے مراد قرآن، حکمت سے مراد قرآن کے اسرار اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا جو تلاوت قرآن کے ذریعے سے لفظی ذکر، اس کے معانی میں غور وفکر، اس کے احکام اور اس کی حکمتوں کے استخراج، اس پر عمل اور اس کی تاویل کے ذکر کو شامل ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین، خبردار ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمام معاملات کے اسرار نہاں، سینوں کے بھید، آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی تمام چیزوں اور تمام کھلے چھپے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس کا لطف وکرم اور خبر گیری اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ انھیں اخلاص للہ اور اعمال کو چھپانے کی ترغیب دے، نیز تقاضا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی جزا دے۔ (اَلْلَّطِيْفُ) اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اپنے بندے کو ایسے مخفی طریقے سے بھلائی عطا کرتی ہے اور شر سے بچاتی ہے، جس کا اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے اس طرح رزق عطا کرتی ہے کہ اسے اس کا ادراک تک نہیں ہوتا اور وہ اسے ایسے اسباب دکھاتی ہے جسے نفس ناپسند کرتے ہیں، مگر یہ اسباب اس کے لیے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں،

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں، خشوع کرنیوالے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں،

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ

صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد اپنی شرم گاہوں کی

وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ

اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور ذکر کرنیوالے مرد اللہ کا کثرت سے اور ذکر کرنے والی عورتیں، تیار کر رکھی ہے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

ان کیلیے مغفرت اور اجر عظیم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے ثواب اور (بفرض محال عدم اطاعت کی صورت میں) عذاب کا ذکر کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ ان جیسی کوئی عورت نہیں تو اس کے بعد ان کے علاوہ دیگر عورتوں کا ذکر کیا۔ چونکہ عورتوں اور مردوں کا ایک ہی حکم ہے اس لیے دونوں کے لیے مشترک بیان کیا' چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ﴾ ''بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں'' یہ شریعت کے ظاہری احکام کے بارے میں ہے جبکہ وہ اسے قائم کریں۔ ﴿ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ''اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں۔'' یہ باطنی امور کے بارے میں ہے مثلاً عقائد اور اعمال قلوب وغیرہ۔ ﴿ وَالْقٰنِتِيْنَ ﴾ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے مرد ﴿ وَالْقٰنِتٰتِ ﴾ ''اور اطاعت کرنے والی عورتیں'' ﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ ﴾ اور سچ بولنے والے مرد'' اپنے قول وفعل میں ﴿ وَالصّٰدِقٰتِ ﴾ ''اور سچ بولنے والی عورتیں۔'' ﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد'' مصائب وآلام پر ﴿ وَالصّٰبِرٰتِ ﴾ ''اور صبر کرنے والی عورتیں'' ﴿ وَالْخٰشِعِيْنَ ﴾ ''اور وہ مرد جو عاجزی کرتے ہیں'' اپنے تمام احوال میں' خاص طور پر عبادات میں اور عبادات میں سے خاص طور پر نمازوں میں ﴿ وَالْخٰشِعٰتِ ﴾ ''اور عاجزی کرنے والی عورتیں۔'' ﴿ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴾ ''اور وہ مرد جو صدقہ دیتے ہیں'' خواہ یہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔ ﴿ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ ﴾ ''اور صدقہ دینے والی عورتیں'' ﴿ وَالصَّآئِمِيْنَ ﴾ اور روزہ رکھنے والے مرد'' ﴿ وَالصّٰٓئِمٰتِ ﴾ ''اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔'' یہ فرض اور نفل تمام روزوں کو شامل ہے۔ ﴿ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ ﴾ زنا اور مقدمات زنا سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد ﴿ وَالْحٰفِظٰتِ ﴾ ''اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔'' ﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ اور اپنے اکثر اوقات میں' خصوصاً مقررہ اذکار کے اوقات میں مثلاً صبح وشام یا فرض نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد ﴿ وَالذّٰكِرٰتِ ﴾ ''اور ذکر کرنے والی عورتیں۔''

﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ''اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی ان لوگوں کے لیے جو ان صفات جمیلہ اور مناقب جلیلہ سے متصف ہیں۔ یہ امور اعتقادات' اعمال قلوب' اعمال جوارح' اقوال لسان' دوسروں کو نفع پہنچانے' بھلائی کے کام کرنے اور شر کو ترک کرنے پر مشتمل ہیں۔ جو کوئی متذکرہ صدر امور پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ ظاہری اور باطنی طور پر تمام دین کو قائم کرتا ہے یعنی وہ اسلام' ایمان اور احسان پر عمل کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی یہ جزا دی کہ ان کے گناہوں کو بخش دیا' کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں ﴿ وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ اور ان کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا اندازہ صرف وہی کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔ وہ ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کے خیال کا گزر ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

اور نہیں ہے لائق واسطے کسی مومن اور نہ کسی مومنہ کے جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا' یہ کہ ہو (اسکے بعد) ان کیلئے

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾

اختیار ان کے معاملے میں اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو تحقیق گمراہ ہو گیا وہ گمراہ ظاہر ○

جو شخص ایمان سے متصف ہے اس کے لیے اس کے سوا اور کچھ مناسب نہیں کہ وہ فوراً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی طرف سبقت کرے' ان کی ناراضی سے بچے' ان کے حکم کی تعمیل کرے اور جس کام سے وہ روک دیں' اس سے اجتناب کرے۔ کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لائق نہیں کہ ﴿ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا ﴾ ''جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں کوئی حتمی فیصلہ کر دیں'' اور اس کی تعمیل کو لازم قرار دے دیں تو ﴿ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ ''ان کے لیے اس فیصلے پر عمل کا اختیار باقی رہے'' کہ آیا وہ اس کام کو کریں یا نہ کریں؟ بلکہ مومن مرد اور مومن عورتیں جانتے ہیں کہ رسول ﷺ ان کی جانوں سے بڑھ کر عزیز ہیں' اس لیے وہ اپنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان' اپنی کسی خواہش نفس کو حجاب نہ بنائیں۔

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہ ہو گیا۔'' یعنی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا کیونکہ اس نے صراط مستقیم کو ترک کر کے' جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک جاتا ہے' دوسرا راستہ اختیار کر لیا جو دردناک عذاب تک پہنچتا ہے۔

سب سے پہلے اس سبب کا ذکر کیا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم سے عدم معارضہ کا موجب ہے اور وہ ہے ایمان' پھر اس سے مانع کا ذکر فرمایا اور وہ ہے گمراہی سے ڈرانا' جو عذاب اور سزا پر دلالت کرتا ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

اور (یاد کریں) جب آپ کہتے تھے اس شخص سے کہ انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تھا آپ نے بھی اس پر کہ روکے رکھو اپنے پاس اپنی بیوی

وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

اور ڈر اللہ سے اور چھپاتے تھے آپ اپنے دل میں وہ بات کہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اسے اور ڈرتے تھے آپ لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے یہ کہ

تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

ڈریں آپ اس سے' پس جب پوری کر لی زید نے اس سے (اپنی) حاجت تو نکاح کر دیا ہم نے آپ کا اس سے تاکہ نہ ہو مومنوں پر

حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

کوئی حرج اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں جب پوری کر لیں وہ ان سے (اپنی) حاجت' اور ہے حکم اللہ کا (پورا) کیا ہوا ○

ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک عام قانون مشروع کرنے کا

ارادہ فرمایا کہ منہ بولے بیٹے' تمام وجوہ سے' حقیقی بیٹوں کے حکم میں داخل نہیں ہیں اور ان کی بیویوں کے ساتھ' متبنیٰ بنانے والوں کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ معاملہ ان امور عادیہ میں شمار ہوتا تھا جو کسی بہت بڑے حادثے کے بغیر ختم نہیں ہوسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ یہ قانون رسول (ﷺ) کے قول وفعل کے ذریعے سے وجود میں آئے اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی سبب مقرر کر دیتا ہے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ''زید بن محمد'' کہہ کر پکارا جاتا تھا جنھیں نبی مصطفی ﷺ نے اپنا متبنیٰ بنایا تھا۔ ان کو ''زید بن محمد'' کہا جاتا رہا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵) ''ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔'' تب ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہا جانے لگا۔ ان کی بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا کہ زید نے طلاق دے دینی ہے اور اس کے بعد اس کا نکاح آپ سے کر دیا جائے گا۔ اس وحی الٰہی کی وجہ سے آپ ﷺ یہ یقین رکھتے تھے کہ زید کے طلاق دینے کے بعد آپ اس سے نکاح کرلیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر کر دیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ ایسے واقعات ہوئے جن کی بنا پر زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ﴾ ''جب آپ اس شخص سے' جس پر اللہ نے احسان کیا' کہہ رہے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام سے سرفراز فرمایا ﴿ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ ''اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا تھا۔'' یعنی آپ نے اس کو آزادی عطا کر کے اور ارشاد وتعلیم کے ذریعے سے اس پر احسان فرمایا تھا۔ جب زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ نے اس کی خیر خواہی کرتے اور اس کو اس کی مصلحت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ ﴾ ''اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔'' یعنی اسے طلاق نہ دے اس کی طرف سے تمھیں جو کوئی تکلیف پہنچی ہے اس پر صبر کر۔ ﴿ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ اپنے عام معاملات میں اور خاص طور پر اپنی بیوی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر' کیونکہ تقویٰ صبر پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا حکم دیتا ہے۔ ﴿ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ رکھتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔'' جو چیز آپ نے اپنے دل میں چھپائی ہوئی تھی وہ یہی تھی جس کی اطلاع آپ کو بذریعہ وحی دی گئی تھی کہ اگر زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے تو آپ اس سے نکاح کرلیں گے۔ ﴿ وَتَخْشَى النَّاسَ ﴾ ''اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے'' اس چیز کے عدم ظہور کے معاملے میں جو آپ کے دل میں ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ﴾ ''حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں'' کیونکہ اس کا خوف ہر بھلائی کے عطا ہونے کا سبب اور ہر برائی کے

روکنے کا ذریعہ ہے۔

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ﴾ ''پس جب زید نے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لی۔'' یعنی جب زید رضی اللہ عنہ نے خوش دلی سے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں بے رغبتی کے باعث طلاق دے دی ﴿ زَوَّجْنٰكَهَا ﴾ ''تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا'' اور ہم نے یہ سب کچھ ایک عظیم فائدے کے لیے کیا ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ ﴾ ''تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی حرج نہ رہے۔'' یہ دیکھ کر کہ نبی ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے نکاح کر لیا ہے جو اس سے قبل آپ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ ﴾ تمام احوال میں عام ہے جب کہ بعض احوال میں ایسا کرنا جائز نہیں ہوتا اور وہ حالت حاجت پوری ہونے سے پہلے کی حالت ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ساتھ اسے مقید کر دیا کہ ﴿ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ ''جب وہ ان سے اپنی ضرورت پوری کر چکیں' اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا تھا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے اور اس کے لیے کوئی رکاوٹ اور کوئی مانع نہیں بن سکتا۔

ان آیات کریمہ سے' جو اس واقعے پر مشتمل ہیں' متعدد نکات مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) ان آیات کریمہ میں دو لحاظ سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مدح کی گئی ہے۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کا نام ذکر کیا ہے جبکہ آپ کے علاوہ صحابہ میں سے کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں مذکور نہیں۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے زید رضی اللہ عنہ کو نعمت سے نوازا یعنی اسلام اور ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہی ہے کہ زید ظاہری اور باطنی طور پر مسلمان اور مومن تھے ورنہ اس نعمت کو ان کے ساتھ مختص کرنے کی کوئی وجہ نہیں' سوائے اس کے کہ اس سے مراد نعمت خاص ہے۔

(۲) جس شخص کو آزاد کیا گیا ہو وہ آزاد کرنے والے کا ممنون نعمت ہے۔

(۳) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی ہے۔

(۴) ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عملی تعلیم' قولی تعلیم سے زیادہ بلیغ اور موثر ہے خاص طور پر جب عملی تعلیم قولی تعلیم سے مقرون ہو تو پھر ''سونے پہ سہاگہ'' ہے۔

(۵) بندے کے دل میں اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی اور عورت کی رغبت کا پیدا ہو جانا قابل گرفت نہیں ہے' مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ رغبت یا محبت فعل حرام سے مقرون نہ ہو۔ بندہ اس محبت پر گناہ گار نہیں خواہ اس

کی یہ آرزو ہی کیوں نہ ہو کہ اگر اس کا شوہر اسے طلاق دے دے تو وہ اس سے نکاح کرے گا' مگر وہ کسی بھی سبب سے ان کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے کوشش نہ کرے۔

(۶) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو واضح طریقے سے پہنچا دیا۔ آپ کی طرف جو کچھ بھی وحی کیا گیا وہ سب پہنچا دیا اور کچھ بھی باقی نہیں رکھا حتی کہ وہ حکم بھی پہنچایا جس میں آپ پر عتاب کیا گیا تھا اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہی بات کہتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور آپ اپنی بڑائی نہیں چاہتے۔

(۷) آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے' جب بھی کسی معاملے میں اس سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ اپنے علم کے مطابق بہترین مشورہ دے اور مشورہ طلب کرنے والے کے مفاد کو اپنی خواہش نفس اور اپنی غرض پر مقدم رکھے' خواہ اس میں اس کا اپنا حظ نفس ہی کیوں نہ ہو۔

(۸) جو کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے مشورہ طلب کرتا ہے' اس کے لیے بہترین رائے یہ ہے کہ جہاں تک اصلاح احوال ممکن ہو' اس کو اپنی بیوی کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیا جائے کیونکہ بیوی کو اپنے پاس رکھنا' طلاق دینے سے بہتر ہے۔

(۹) یہ بات متعین ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو لوگوں کے خوف پر مقدم رکھے اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہی زیادہ لائق اور اولیٰ ہے۔

(۱۰) ان آیات کریمہ سے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ ان کے نکاح کی اللہ تعالیٰ نے سرپرستی فرمائی جس میں کوئی خطبہ تھا نہ گواہ۔ بنا بریں زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں' فرمایا کرتی تھیں: ''تمھارا نکاح تمھارے گھر والوں نے کیا ہے میرا نکاح سات آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔''①

(۱۱) ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر عورت شادی شدہ ہو اور اس کا شوہر موجود ہو تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ اس کے اسباب میں کوشش کرنا جائز ہے جب تک اس کا شوہر اس سے اپنی حاجت پوری نہ کرے اور اس کی حاجت اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ طلاق کی عدت پوری نہ ہو جائے کیونکہ عورت عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی حفاظت میں ہوتی ہے خواہ کسی بھی پہلو سے ہو۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

اور نہیں ہے اوپر نبی کے کوئی حرج اس بات میں جو فرض (مقدر) کر دی اللہ نے اس کیلئے (یہ) طریقہ الٰہی (رہا) ہے ان لوگوں (انبیاء) میں جو

① صحيح البخاري' التوحيد' باب ﴿وكان عرشه على الماء﴾ ح: ٧٤٢٠۔

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ
گزر گئے اس سے قبل اور ہے حکم اللہ کا اندازہ مقرر کیا ہوا ○ وہ لوگ (انبیاء) جو پہنچاتے ہیں پیغام
اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾
اللہ کے اور وہ ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں وہ ڈرتے کسی سے بھی سوائے اللہ کے، اور کافی ہے اللہ حساب لینے والا ○

یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو کثرت ازواج کے ضمن میں آپ ﷺ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جب کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''نبی پر کوئی حرج نہیں ہے'' یعنی کوئی گناہ نہیں ہے ﴿فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ''ان چیزوں میں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو بیویاں مقرر کی ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کثرت ازواج کو اسی طرح مباح کیا ہے، جس طرح آپ سے پہلے دیگر انبیاء کے لیے مباح کیا، اس لیے فرمایا: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ ''جو لوگ پہلے گزر گئے ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے۔'' یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری ہے۔ پھر ذکر فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں جن کی یہ عادت اور سنت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں ﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں۔'' جو بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے دلائل و براہین کی تلاوت کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ﴿وَيَخْشَوْنَهٗ﴾ وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک سے ڈرتے ہیں ﴿وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا﴾ ''اور وہ (اللہ کے سوا) کسی سے نہیں ڈرتے۔''

یہ انبیائے معصومین کی سنت میں شامل ہے جنھوں نے اپنا وظیفہ ادا کر دیا اور اسے مکمل طور پر قائم کیا اور وہ وظیفہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اور صرف اسی کی خشیت کی ترغیب دینا ہے جو ہر فعل مامور کو بجالانے اور فعل محظور سے اجتناب کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس میں کسی طرح بھی کوئی نقص نہیں۔ ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا محاسبہ کرنے اور ان کے اعمال کی نگرانی کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ
نہیں ہیں محمد (ﷺ) باپ کسی کے تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہیں اللہ کے اور خاتم ہیں نبیوں کے
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾
اور ہے اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ○

نہیں ہیں رسول اللہ حضرت محمد ﷺ ﴿مُحَمَّدٌ﴾ ﴿اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''تمھارے مردوں میں

سے کسی کے باپ۔'' اس سے آپ ﷺ کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا انتساب منقطع ہو گیا۔

جب یہ نفی تمام احوال میں عام ہے تو اگر لفظ کو اپنے ظاہری معنوں پر محمول کیا جائے' یعنی آپ ﷺ نسب کے اعتبار سے کسی کے باپ ہیں نہ کسی منہ بولے بیٹے کے باپ ہیں جب کہ گزشتہ سطور میں یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مومنوں کے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اس لیے احتراز فرمایا' تاکہ یہ نوع متذکرہ صدر عموم نہی میں داخل نہ ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ''بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔'' یہ آپ کا مرتبہ مطاع ومتبوع کا مرتبہ ہے۔ آپ پر ایمان لانے والا آپ کی پیروی کرتا ہے' آپ کی محبت کو ہر کسی کی محبت پر مقدم کرتا ہے۔ آپ اہل ایمان کے خیر خواہ ہیں' اپنی خیر خواہی اور حسن سلوک کی بناء پر گویا آپ ان کے باپ ہیں۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔'' یعنی اس کے علم نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی ذمہ داری کسے عطا کرے؟ کون اس کے فضل و کرم کا اہل اور کون اہل نہیں ہے؟

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو اللہ کو یاد کرنا بہت زیادہ ○ اور تسبیح بیان کرو تم اس کی صبح و شام ○

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ

وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اسکے فرشتے (رحمت کی دعا کرتے ہیں) تاکہ وہ نکالے تمہیں اندھیروں سے روشنی کیطرف اور ہے وہ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ

مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ○ ان کی دعا ہوگی جس دن ملیں گے وہ اس (اللہ) کو سلام

وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

اور تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لئے اجر عزت والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تہلیل و تحمید اور تسبیح و تکبیر وغیرہ کے ذریعے سے کہ جن میں سے ہر کلمہ تقرب الٰہی کا وسیلہ ہے نہایت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔ قلیل ترین ذکر یہ ہے کہ انسان صبح شام اور نمازوں کے بعد کے اذکار کا التزام کرے نیز مختلف عوارض اور اسباب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اور مناسب یہی ہے کہ تمام اوقات اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام کرے' کیونکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے عمل کرنے والا آرام کرتے ہوئے بھی سبقت لے جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے' بھلائی پر مددگار رہے اور زبان کو گندی باتوں سے باز رکھتا ہے۔

﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو کیونکہ صبح اور شام دونوں فضیلت کے

حالل اوقات ہیں اور ان میں عمل کرنا بھی نہایت سہل ہوتا ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ ”وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمھارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔“ یعنی اہل ایمان پر یہ اس کی بے پایاں رحمت اور لطف و کرم ہے کہ اس نے ان کو اپنی برکت‘ اپنی مدح و ثنا اور فرشتوں کی دعاؤں سے نوازا جو انھیں گناہوں اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان‘ توفیق‘ علم اور عمل کی روشنی میں لاتی ہیں۔ یہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے اپنے اطاعت کیش بندوں کو سرفراز فرمایا۔ یہ نعمت ان سے اللہ تعالیٰ کے شکر اور کثرت کے ساتھ اس کے ذکر کا مطالبہ کرتی ہے جس نے ان پر رحم اور لطف و کرم کیا۔ اس کے عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے ارد گرد موجود افضل ترین فرشتے اپنے رب کی تحمید کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰــتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّـيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (المؤمن: ۴۰/۷-۹) ”اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم کے ساتھ ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے‘ پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی اور انھیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! تو داخل کر ان کو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں‘ جن کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے اور ان کے والدین‘ بیویوں اور اولاد میں سے ان لوگوں کو بھی (ان جنتوں میں داخل کر) جو نیک ہیں۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے اور تو ان کو برائیوں سے بچا اور جس کو تو نے اس روز برائیوں سے بچا دیا‘ تو تُو نے اس پر رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت اور نعمت دنیا میں ہے۔ ان پر آخرت میں جو رحمت ہوگی وہ جلیل ترین رحمت اور افضل ترین ثواب ہے اور یہ ہے اپنے رب کی رضا کے حصول میں فوزیاب ہونا‘ ان کے رب کی طرف سے سلام‘ اس کے کلام جلیل کا سماع‘ اس کے چہرۂ مبارک کا دیدار اور بہت بڑے اجر کا حصول جس کو کوئی جان سکتا ہے نہ اس کی حقیقی معرفت حاصل کر سکتا ہے‘ سوائے ان لوگوں کے جن کو وہ خود عطا کر دے، بنابریں فرمایا: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ ”جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجرِ کریم تیار کر رکھا ہے۔“

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ

اے نبی! بلاشبہ ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا ○ اور بلانے والا اللہ کی طرف

بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا

اسکے حکم سے اور چراغ روشن (بنا کر) ○ اور خوشخبری دے دیجیے مومنوں کو اس بات کی کہ بیشک ان کیلئے ہے اللہ کی طرف سے فضل

كَبِیْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

بہت بڑا ○ اور نہ اطاعت کیجیے کافروں اور منافقوں کی اور نظر انداز کر دیجیے ان کی ایذاء رسانی کو اور توکل کیجیے اللہ پر

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾

اور کافی ہے اللہ کارساز ○

یہ صفات گرامی جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو موصوف کیا ہے' آپ کی رسالت کا مقصود و مطلوب اور اس کی بنیاد ہیں' جن سے آپ کو مختص کیا گیا اور وہ پانچ چیزیں ہیں:

(۱) ﴿ شَاهِدًا ﴾ یعنی آپ کا اپنی امت کے اچھے اور برے اعمال پر گواہ ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۴۳) ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ بنیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴾ (النساء: ۴/۴۱) ''پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ کو بلائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ کے طور پر طلب کریں گے۔''

(۲، ۳) ﴿ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴾ یہ مُبَشِّر اور مُنْذِر کے ذکر کو نیز جس چیز کی خوش خبری دی جائے اور جس سے ڈرایا جائے اور انذار و تبشیر والے اعمال کے ذکر کو مستلزم ہے۔ پس (اَلْمُبَشَّر) ''جس کو خوش خبری دی گئی ہو'' سے مراد اہل ایمان اور اہل تقویٰ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع اور معاصی کو ترک کیا ہے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ہر قسم کے دینی اور دنیاوی ثواب کی بشارت ہے جو ایمان اور تقویٰ پر مترتب ہوتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ سب کچھ اعمال کی تفاصیل تقویٰ کے خصائل اور ثواب کی اقسام کے ذکر کو مستلزم ہے۔ (اَلْمُنْذَر) سے مراد مجرم' ظالم اور جاہل لوگ ہیں' جن کے لیے اس دنیا میں دینی اور دنیاوی عقوبات کے ذریعے سے ڈرانا ہے جو ظلم اور جہالت پر مترتب ہوتی ہیں اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ جو کتاب وسنت لائے ہیں یہ جملہ تفاصیل اسی پر مشتمل ہیں۔

(۴) ﴿ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا تا کہ آپ مخلوق کو ان کے رب کی طرف دعوت دیں' ان میں اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کا شوق پیدا کریں اور ان کو اس کی عبادت کا حکم دیں جس کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ چیز ان امور پر استقامت کا تقاضا کرتی ہے جن کی دعوت دی گئی ہے اور

یہ چیز ان کے اپنے رب کی اس کی صفات مقدسہ کے ذریعے سے معرفت اور جو صفات اس کے جلال کے لائق نہیں ان صفات سے اس کی ذات مقدس کی تنزیہ جیسے امور کی تفاصیل کا تذکرہ ہے جن کی طرف انھیں دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی مختلف انواع، قریب ترین راستے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، نیز اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ دعوت الی اللہ اپنے نفس کی تعظیم کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جیسا کہ اس مقام پر بہت سے نفوس کو کبھی کبھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

(۵) ﴿سِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ ''روشن چراغ'' یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ تمام مخلوق بہت بڑی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی جہاں روشنی کی کوئی کرن نہ تھی جس سے راہ نمائی حاصل کی جا سکتی، نہ کوئی علم تھا کہ اس جہالت میں کوئی دلیل مل سکتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کا پردہ چاک کر دیا، آپ کے ذریعے سے جہالتوں کے اندھیروں میں علم کی روشنی پھیلائی اور آپ کے ذریعے سے گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔

پس اہل استقامت کے لیے راستہ واضح ہو گیا اور وہ اس راہنما (ﷺ) کے پیچھے چل پڑے۔ انھوں نے اس کے ذریعے سے خیر و شر، اہل سعادت اور اہل شقاوت کو پہچان لیا۔ انھوں اپنے رب کی معرفت کے لیے اس سے روشنی حاصل کی اور انھوں نے اپنے رب کو اس کے اوصاف حمیدہ، افعال سدیدہ اور احکام رشیدہ کے ذریعے سے پہچان لیا۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾ ''آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کے طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔'' اس جملے میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو خوش خبری دی گئی ہے اور وہ اہل ایمان ہیں۔ جب کہیں ایمان کو مفرد طور پر ذکر کیا جائے تو اس میں عمل صالح داخل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا جن کی خوش خبری دی گئی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اور جلیل القدر فضل، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، ہدایتِ قلوب، گناہوں کی بخشش، تکلیفوں کا دور ہونا، رزق کی کثرت اور ارزانی، خوش کن نعمتوں کا حصول، اپنے رب کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول میں کامیابی اور اسکی ناراضی اور اس کے عذاب سے نجات۔ یہ وہ امور ہیں جن کے ذکر سے عمل کرنے والوں کو نشاط حاصل ہوتا ہے، جن سے وہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں مدد لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جیسا کہ یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ وہ ترہیب کے مقام پر عقوبتوں کا ذکر کرتا ہے جو ان افعال پر مترتب ہوتی ہیں جن سے ڈرایا گیا ہے تاکہ یہ ترہیب ان امور سے باز رہنے میں مدد دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

لوگوں میں سے ایک گروہ دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کی راہ روکنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ یہ وہ منافق ہیں جو ایمان کا اظہار کرتے ہیں جب کہ باطن میں درحقیقت کافر اور فاجر ہوتے ہیں اور وہ کفار ہیں جو ظاہر اور باطن میں کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی اطاعت کرنے سے روکا ہے اور ان کے برے منصوبوں سے ہوشیار کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ ''اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا'' یعنی کسی بھی ایسے معاملے میں ان کی بات نہ مانیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے۔ یہ بات ان کو اذیت دینے کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ حکم یہ ہے کہ آپ ان کی اطاعت نہ کیجیے۔ ﴿ وَدَعْ اَذٰىهُمْ ﴾ ''اور انھیں اذیت پہنچانے کو ترک کر دیں'' کیونکہ یہ چیز ان کو قبول اسلام کی طرف بلاتی ہے' آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بہت سی اذیتوں سے بچاتی ہے۔ ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ اپنے کام کی تکمیل اور اپنے دشمن کے خذلان میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔ ﴿ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾ ''اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔'' بڑے بڑے امور اس کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ وہ ان کا انتظام کرتا ہے اور انھیں اپنے بندے کے لیے آسان کر دیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب نکاح کرو تم مومن عورتوں سے' پھر طلاق دے دو تم ان کو پہلے اس سے کہ

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ

چھوؤ تم ان کو' تو نہیں ہے تمہارے لئے ان پر کوئی عدت' کہ شمار کرو تم اس (عدت) کو' پس کچھ فائدہ دو تم ان کو

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

اور رخصت کرو تم ان کو رخصت کرنا اچھا○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کو آگاہ فرماتا ہے کہ جب وہ مومن عورتوں کے ساتھ نکاح کریں' پھر ان کو چھوئے بغیر طلاق دے دیں تو اس صورت میں مطلقہ عورتوں پر کوئی عدت نہیں' مگر اللہ مردوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی ان کو کچھ متاع دیں جو ان کی اس دل شکنی کا ازالہ کرے جو انھیں طلاق کی وجہ سے لاحق ہوئی ہے' نیز انھیں حکم دیتا ہے کہ وہ کسی مخاصمت' گالی گلوچ اور کسی مطالبہ وغیرہ کے بغیر اچھے طریقے سے ان کو علیحدہ کریں۔

اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ طلاق صرف نکاح کے بعد ہوتی ہے اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے اپنی ہونے والی بیوی کو طلاق دے دے یا طلاق کو نکاح پر معلق کر دے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ﴾ ''جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دے دو۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مقرر فرمایا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نکاح سے قبل طلاق کا کوئی مقام نہیں' چونکہ طلاق ایک مکمل جدائی اور مکمل تحریم ہے اس لیے نکاح سے قبل واقع

نہیں ہوسکتی۔ جب یہ بات ہے تو ظہار یا ایلا وغیرہ کا' جو کہ تحریم ناقص ہے' نکاح سے قبل واقع نہ ہونا تو زیادہ اولیٰ ہے جیسا کہ اہل علم کی صحیح ترین رائے ہے۔

یہ آیت کریمہ طلاق کے جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کی طلاق کے بارے میں خبر دی' اس پر ان کو کوئی ملامت کی نہ ان پر کوئی گرفت کی' حالانکہ آیت کریمہ اہل ایمان سے خطاب کے ساتھ صادر ہوئی ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ بیوی کو چھوئے بغیر طلاق دی جاسکتی ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۳۶) ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی بیویوں کو چھوئے بغیر طلاق دے دو۔''

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ اگر عورت کو دخول سے قبل طلاق دے دی جائے تو اس پر مجرد طلاق کی بنا پر عدت واجب نہیں ہوتی، اس کے لیے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے' کیونکہ کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ دخول اور چھونے کے بعد طلاق دینے سے عدت واجب ہو جاتی ہے۔

کیا ''دخول'' اور ''چھونے'' سے مراد فقط مجامعت ہے۔ جیسا کہ اس پر تو اجماع ہے؟۔ یا خلوت کا بھی یہی حکم ہے خواہ اس میں مجامعت نہ ہوئی ہو جیسا کہ خلفائے راشدین کا فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے۔ جب بیوی کے ساتھ خلوت حاصل ہوگئی خواہ اس خلوت میں مجامعت ہوئی یا نہ ہوئی مجرد اس خلوت کی بنا پر عدت واجب ہوگی۔[1]

اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر چھونے سے قبل عورت کو طلاق دے دی جائے' تو خوش حال خاوند پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست خاوند پر اس کی حیثیت کے مطابق اس مطلقہ بیوی کو ''متاع'' دینا واجب ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جب مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اگر مہر مقرر کر دیا گیا ہو اور چھونے سے قبل بیوی کو طلاق دے دی گئی ہو تو نصف مہر کی ادائیگی واجب ہے' تب یہ مہر ''متاع'' کے بدل میں بھی کفایت کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو دخول سے قبل یا بعد میں طلاق دیتا ہے تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ نہایت اچھے اور بھلے طریقے سے طلاق دے کہ دونوں ایک دوسرے کی تعریف کریں۔ اگر دونوں ایک دوسرے میں جرح وقدح کریں اور ایک دوسرے میں کیڑے نکالیں تو یہ جدائی ''بھلے طریقے'' سے جدائی نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ عدت خاوند کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ

[1] خلوت کو معتبر قرار دینے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور راجح بھی یہی ہے جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ خلوت ہوئی اور پھر مشاجرت ہوئی لیکن کسی یقینی ذریعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مجامعت نہیں ہوئی تو عدت نہیں ہوگی۔

﴿مِنْ عِدَّةٍ﴾ ''تو ان پر تمھارا کوئی حق عدت نہیں ہے۔'' کا مفہوم مخالف دلالت کرتا ہے کہ اگر خلوت کے بعد طلاق دی ہوتی تو خاوند کے حق میں عورت پر عدت واجب تھی۔

آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر مفارقت خاوند کی وفات کے باعث ہو تو وہ مطلق طور پر عدت گزارے گی۔ جیسا کہ آیت کریمہ ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ﴾ ''پھر تم ان کو طلاق دو۔'' سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس بیوی کے علاوہ جس کے ساتھ خلوت نہ ہوئی ہو دیگر بیویوں پر عدت واجب ہے خواہ ان کے درمیان خاوند کی موت کی وجہ سے مفارقت ہوئی ہو یا اس کی زندگی میں کسی وجہ سے مفارقت ہوئی ہو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

اے نبی! بیشک حلال کردیں ہم نے آپ کیلئے آپکی بیویاں وہ جو ادا کردیئے آپ نے انکے مہر اور وہ (کنیزیں) جن کا مالک ہوا آپکا دایاں ہاتھ

مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ

ان میں سے جو بطور غنیمت دیں اللہ نے آپکو اور بیٹیاں آپکے چچوں کی اور بیٹیاں آپکی پھوپھیوں کی اور بیٹیاں آپکے ماموؤں کی اور بیٹیاں آپکی خالاؤں کی وہ

هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا

جنہوں نے ہجرت کی آپکے ساتھ اور مومن عورت بھی اگر وہ ہبہ کردے اپنا نفس نبی کیلئے اگر ارادہ کرے نبی یہ کہ (اپنے) نکاح میں لے آئے اسے

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ

اس حال میں کہ (یہ) خاص ہے آپ کیلئے سوائے دوسرے مسلمانوں کے تحقیق جان لیا ہم نے جو فرض کیا ہم نے ان پر انکی بیویوں کے بارے میں

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

اور ان (لونڈیوں) کے بارے میں جن کے مالک ہوئے دائیں ہاتھ انکے تاکہ نہ ہو آپ پر کوئی تنگی اور ہے اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا○

اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) پر اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے آپ پر کچھ ایسی چیزیں حلال ٹھہرائیں جو مومنوں کے لیے بھی حلال ہیں اور کچھ چیزیں ایسی بھی حلال ٹھہرائیں جو صرف آپ کے لیے مختص ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''اے نبی! ہم نے تیرے لیے تیری وہ بیویاں حلال کردی ہیں جنھیں تو ان کا اجر دے چکا ہے۔'' یعنی آپ نے جن بیویوں کو مہر عطا کردیا ہے۔ یہ ان امور میں شمار ہوتا ہے جو نبی ﷺ اور دیگر اہل ایمان کے درمیان مشترک ہیں کیونکہ اہل ایمان کے لیے بھی ان کی وہی بیویاں مباح ہیں جن کو انھوں نے حق مہر ادا کردیا ہے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح ہم نے آپ کے لیے مباح کردیں ﴿مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ وہ لونڈیاں جو آپ کی ملکیت ہیں۔ ﴿مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾ ''ان لونڈیوں میں سے جو اللہ نے تمھیں مال غنیمت سے عطا کی ہیں۔'' یعنی کفار کے مال غنیمت میں جو غلام یا آزاد عورتیں ہاتھ

لگیں اور ان عورتوں کے خواہ خاوند ہوں یا نہ ہوں وہ مباح ہیں۔ یہ بھی نبی ﷺ اور اہل ایمان کے درمیان مشترک ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مشترک ہے: ﴿ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ ﴾ ''اور تمھارے چچوں کی بیٹیاں اور تمھاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمھارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمھاری خالاؤں کی بیٹیاں۔'' اس میں قریب اور دور کے چچا' پھوپھی' ماموں اور خالہ' سب شامل ہیں۔ یہ مباح عورتوں کا حصر ہے۔ اس سے مفہوم مخالف یہ اخذ کیا گیا کہ ان اقارب کے علاوہ دیگر اقارب مباح نہیں ہیں جیسا کہ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے۔

پس مذکورہ بالا ان چار رشتہ دار عورتوں کے سوا کوئی رشتہ دار عورت مباح نہیں خواہ وہ فروع میں سے ہوں یا اصول میں سے۔ باپ اور ماں کی فروع میں سے خواہ کتنا ہی نیچے چلے جائیں اور ان سے اوپر کی فروع اپنے صلب کی بنا پر، اس لیے کہ وہ مباح نہیں۔ ﴿ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ﴾ ''جو آپ کے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کے لیے مذکورہ بالا عورتوں کی حلت اس قید سے مقید ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں منقول دو میں سے یہی قول قرین صواب ہے۔ آپ کے سوا دیگر اہل ایمان کے لیے یہ قید صحیح نہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' ہم نے آپ کے لیے حلال کر دیا ﴿ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ ﴾ ''اس مومن عورت کو بھی جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے'' اس کے اپنا نفس ہبہ کر دینے ہی سے ﴿ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ﴾ ''اگر نبی (ﷺ) بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔'' یہ آپ کے ارادے اور رغبت پر منحصر ہے۔ ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''یہ خاص آپ ہی کے لیے ہے مومنوں کے لیے نہیں۔'' یعنی یہ ہبہ کی اباحت دیگر مومنوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت کے ساتھ رشتہء ازدواج میں منسلک ہوں جو اپنے آپ کو ان کے لیے ہبہ کر دیتی ہے۔

﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ﴾ یعنی ہم خوب جانتے ہیں کہ اہل ایمان پر کیا واجب ہے' ان کے لیے بیویوں اور لونڈیوں میں سے کیا حلال ہے اور کیا حلال نہیں ہے اور اس حلت و حرمت کے بارے میں ہم نے ان کو آگاہ بھی کر دیا ہے اور ان کے فرائض بھی واضح کر دیے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جو احکامات دوسرے لوگوں کے مخالف ہیں وہ آپ کے لیے خاص ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا ہے۔ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ ﴾ ''اے نبی! ہم نے آپ کے لیے حلال کی ہیں'' نیز فرمایا: ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی اے نبی! ہم نے آپ کے لیے ایسی چیزیں مباح کی ہیں جو دوسروں کے لیے مباح نہیں کیں اور آپ کو جو وسعت عطا کی ہے وہ دوسروں کو عطا نہیں کی ﴿ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ﴾ ''تاکہ آپ پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر

عنایت خاص ہے۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''اور اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ سے مغفرت اور رحمت کی صفات سے متصف ہے۔ وہ اپنے بندوں پر اپنی حکمت اور ان کی طرف سے عمل کے اسباب کے مطابق' اپنی مغفرت و رحمت اور اپنا جود و احسان نازل کرتا ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

موقوف کردیں آپ (باری) جس کی چاہیں ان میں سے اور جگہ دیں اپنے پاس جس کو چاہیں اور جسے آپ چاہیں ان میں سے جنھیں آپ نے علیحدہ کردیا تھا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ

تو کوئی گناہ نہیں آپ پر یہ (حکم تخییر) زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ ٹھنڈی ہوں آنکھیں ان کی اور نہ وہ غمگین ہوں اور راضی ہوں وہ اس پر جو

اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾

دیں انکو آپ سب کی سب' اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ خوب جاننے والا نہایت بردبار ○

نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ پر رحمت اور آپ کے لیے وسعت ہے کہ آپ کو اپنی ازواج مطہرات کی باریوں کی تقسیم کے ترک کرنے کو مباح فرمایا۔ اگر آپ ان کی باریاں مقرر کرتے ہیں تو یہ آپ کی نوازش ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان ہر چیز تقسیم کر رکھی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور جو میرے بس میں نہیں (اے اللہ!) اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔''[1] یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ﴾ اپنی ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں الگ رکھیں، اس کو اپنے پاس بلائیں نہ اس کے پاس رات بسر کریں۔ ﴿ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ﴾ اور جس کو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور اس کے ہاں رات بسر کریں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' اس کے باوجود یہ امر متعین نہیں ﴿ مَنِ ابْتَغَيْتَ ﴾ جس کو چاہو اپنے پاس بلالو ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ﴾ ''تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔'' معنی یہ ہے کہ آپ کو مکمل اختیار ہے۔

بہت سے مفسرین کی رائے ہے کہ یہ حکم ان عورتوں کے بارے میں خاص ہے جو اپنے آپ کو ہبہ کریں کہ آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں الگ رکھیں اور جسے چاہیں بلا کر اپنے پاس رکھیں' یعنی اگر آپ چاہیں تو اس عورت کو قبول کرلیں جس نے خود کو آپ کے لیے ہبہ کردیا اور اگر آپ چاہیں تو قبول نہ کریں۔ واللہ اعلم۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی حکمت واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ'' یعنی یہ وسعت' تمام

[1] سنن أبي داود' النكاح' باب في القسم بين النساء' ح: ٢١٣٤ امام البانی ؒ نے اس حدیث کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیتے ہوئے اسے ضعیف کہا ہے لیکن اس کا پہلا جملہ (يقسم بيننا فيعدل) دوسری حسن حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسرا اپنی معنی و مفہوم کے لحاظ سے درست ہے۔ جبکہ حماد بن سلمہ نے اس حدیث کو موصولا بیان کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں الإرواء، ٨١/٧ حدیث نمبر ٢٠١٨

معاملے کا آپ کے اختیار میں ہونا اور اس معاملے میں آپ کا ان عورتوں پر کوئی عنایت اور نوازش کرنا ﴿اَدۡنٰۤى اَنۡ تَقَرَّ اَعۡيُنُهُنَّ وَلَا يَحۡزَنَّ وَيَرۡضَيۡنَ بِمَاۤ اٰتَيۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمناک نہ ہوں اور آپ جو کچھ ان کو دیں اسے لے کر وہ سب خوش رہیں'' کیونکہ انھیں علم ہوگا کہ آپ نے کسی واجب کو ترک کیا ہے نہ کسی واجب حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے ﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ﴾ ''اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اسے اللہ جانتا ہے۔'' حقوق واجبہ و مستحبہ کی ادائیگی اور حقوق میں مزاحمت کے وقت دلوں میں جو خیال گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اس لیے اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے یہ وسعت مشروع کی گئی ہے تاکہ آپ کی ازواج کا دل مطمئن رہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا﴾ اور اللہ تعالیٰ وسیع علم اور کثیر حلم والا ہے۔ یہ اس کا علم ہی ہے کہ اس نے تمھارے لیے وہ چیز مشروع کی ہے جو تمھارے معاملات کے لیے درست اور تمھارے اجر میں اضافہ کرنے کی باعث ہے اور یہ اس کا حلم ہے کہ تم سے جو کوتاہیاں صادر ہوئیں اور تمھارے دلوں نے جس برائی پر اصرار کیا' اس نے اس پر تمھاری گرفت نہیں فرمائی۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ

نہیں ہیں حلال آپ کیلئے عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ بدل لیں آپ ان (موجودہ بیویوں) کے مقابلے میں کوئی اور بیویاں اگرچہ اچھا لگے آپ کو

حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا ﴿۵۲﴾

ان کا حسن مگر وہ (لونڈیاں) جن کا مالک ہو آپ کا دایاں ہاتھ' اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے خوب نگران ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی قدر دانی ہے..... اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں کے اعمال کا قدر دان ہے..... کہ اس نے ان کو اپنے سایۂ رحمت میں لے لیا اور رسول اللہ ﷺ کو انھی پر اقتصار و انحصار کرنے کا حکم دیا کیونکہ انھوں نے اللہ کے رسول اور آخرت کو چنا تھا' چنانچہ فرمایا: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ﴾ ''ان کے سوا اور عورتیں آپ کے لیے جائز نہیں۔'' یعنی ان موجودہ ازواج مطہرات کے بعد ﴿وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ﴾ ''اور نہ یہ کہ آپ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں۔'' یعنی ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور کو نکاح میں نہ لائیں۔ اس آیت کریمہ کی بنا پر وہ طلاق اور سوکنوں سے محفوظ و مامون ہو گئیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فیصلہ فرما دیا کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔ آپ اور ان کے درمیان کبھی جدائی نہ ہوگی۔

﴿وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ﴾ ''خواہ ان (کے علاوہ کسی اور) کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے'' وہ آپ کے لیے حلال نہیں ﴿اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ﴾ یعنی سوائے لونڈیوں کے جو آپ کی ملکیت میں آجائیں' وہ آپ کے

لیے حلال ہیں کیونکہ لونڈیاں بیویوں کی ناپسندیدگی میں بیویوں کو نقصان پہنچانے میں بیویوں کے مقام پر نہیں۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمام امور کا نگہبان ہے اور ان تمام امور کو جانتا ہے جو اس کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ کامل ترین نظام اور بہترین احکام کے ساتھ ان کی تدبیر کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ داخل ہو تم نبی کے گھروں میں، مگر یہ کہ اجازت دے دی جائے تمہیں، کھانے کے لیے،

غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا

نہ انتظار کرنیوالے ہو اسکے پکنے کا، لیکن جب بلائے جاؤ تم تو داخل ہو تم، پس جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ (یعنی اٹھ کر چلے جاؤ) اور نہ

مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا

(ٹھہرے رہو) رغبت رکھتے ہوئے باتوں میں، بلاشبہ تمہاری یہ بات ایذا دیتی ہے نبی (ﷺ) کو، پس وہ شرم کرتا ہے تم سے، اور اللہ نہیں

یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ

شرماتا حق بات (بیان کرنے) سے، اور جب سوال کرو تم ان (ازواج مطہرات) سے کسی سامان کا، تو سوال کرو تم ان سے پیچھے سے پردے کے، یہ بات

اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا

زیادہ پاکیزہ ہے واسطے تمہارے دلوں کے اور انکے دلوں کے، اور نہیں ہے جائز تمہارے لیے یہ کہ ایذا دو تم اللہ کے رسول کو اور نہ یہ (ہی جائز ہے) کہ تم نکاح کرو

اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا

اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی بھی، بے شک تمہارا یہ (فعل) ہوگا نزدیک اللہ کے بہت بڑا O اگر ظاہر کرو تم

شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۵۴﴾

کوئی چیز یا چھپاؤ تم اسے تو بلاشبہ اللہ ہے ہر چیز کو خوب جاننے والا O

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں داخل ہوتے وقت آپ کے آداب کا خیال رکھا کریں، لہٰذا فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ ﴾ یعنی کھانے کے لیے داخلے کی اجازت کے بغیر نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو اور نہ تم ﴿ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ﴾ کھانا تیار ہونے اور اس کے پکنے کا انتظار کیا کرو اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے میں تاخیر نہ کیا کرو۔

اس کا معنی یہ ہے کہ تم دو شرائط کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں داخل ہوا کرو:

(۱) داخل ہونے کی اجازت ملنے کے بعد۔

(۲) تمہارا آپ کے گھر میں بیٹھنا ضرورت کے مطابق ہو۔

اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ﴾ ''لیکن جب تمھیں دعوت دی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔'' یعنی کھانے سے پہلے یا بعد میں باتیں کرنے نہ لگ جاؤ۔ پھر اس ممانعت کی حکمت اور فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ ﴾ یعنی ضرورت سے زیادہ تمھارا وہاں انتظار کرنا ﴿ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ ﴾ ''نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتا ہے'' یعنی وہاں تمھارا بیٹھ کر آپ کو اپنے کام کاج اور دیگر معاملات سے روکے رکھنا' آپ پر شاق گزرتا ہے اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ ﴿ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ﴾ یعنی وہ شرم کی وجہ سے تمھیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ جیسا کہ عادت جاریہ ہے کہ لوگ...... خاص طور پر شرفاء اور باوقار لوگ...... لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہوئے شرماتے ہیں ﴿ وَ ﴾ ''اور'' لیکن ﴿ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾ ''اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا۔'' شرعی معاملے میں اگر یہ توہم لاحق ہو کہ اس کے ترک کرنے میں ادب اور حیا ہے' تو کامل حزم واحتیاط یہ ہے کہ شریعت کی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ جو چیز شریعت کے خلاف ہے اس میں کوئی ادب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ایسا حکم دینے سے نہیں شرماتا جس میں تمھارے لیے بھلائی اور رسول (ﷺ) کے لیے نرمی ہو خواہ یہ حکم کیسا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تو تھے نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب اور رہے آپ کی ازواج مطہرات سے مخاطب ہونے کے آداب' تو اس میں دو امور ہیں کہ آیا ازواج مطہرات سے مخاطب ہونے کی کوئی حقیقی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر بات چیت کرنے کی کوئی حقیقی ضرورت نہیں تو اس کو ترک کرنا ہی ادب ہے۔ اگر کوئی حقیقی ضرورت لاحق ہے' جیسے ان سے کوئی چیز' مثلاً گھر کے برتن وغیرہ طلب کرنا' تو یہ چیزیں ان سے طلب کی جائیں ﴿ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ ''پردے کے پیچھے سے۔'' یعنی تمھارے درمیان اور ازواج مطہرات کے درمیان ایک پردہ حائل ہو' جو نظر پڑنے سے بچائے کیونکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تو معلوم ہوا ازواج مطہرات کو دیکھنا ہر حال میں ممنوع ہے اور ان سے ہم کلام ہونے میں تفصیل ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ ''یہ تمھارے اور ان کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔'' کیونکہ یہ طریقہ کسی قسم کے شبہے سے بعید تر ہے اور انسان شر کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے جتنا دور رہے گا تو یہ چیز اس کے قلب کے لیے اتنی ہی زیادہ سلامتی اور پاکیزگی کا باعث ہوگی۔

بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام شرعی امور کی کثرت سے تفاصیل بیان کی ہیں' نیز یہ بھی واضح کیا ہے کہ برائی کے تمام وسائل' اسباب اور مقدمات ممنوع ہیں اور ہر طریقے سے ان سے دور رہنا مشروع ہے' پھر ایک جامع

بات اور ایک عام قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لَكُمْ ﴾ اے مومنو! تمھارے لائق ہے نہ یہ مستحسن ہے بلکہ یہ قبیح ترین بات ہے ﴿ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﴾ ''کہ تم رسول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ۔'' یعنی قول و فعل اور ان سے متعلق تمام امور کے ذریعے سے اذیت پہنچاؤ۔ ﴿ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ﴾ ''اور نہ (تمھارے لیے یہ حلال ہے کہ) آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔'' یہ چیز ان جملہ امور میں داخل ہے جن سے آپ کو اذیت پہنچتی ہے۔ بے شک آپ ﷺ تعظیم اور رفعت و اکرام کے مقام کے حامل ہیں آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا' اس مقام کے منافی ہے' نیز ازواج مطہرات' دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں' زوجیت کا یہ رشتہ آپ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے اس لیے وہ آپ کی امت میں سے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ ''یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔'' امت مسلمہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور ان امور سے اجتناب کیا جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے روکا تھا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا ﴾ یعنی اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو ﴿ اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ ''یا اس کو تم چھپاؤ' تو اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' یعنی جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور وہ تمھیں اس کی جزا دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ

نہیں گناہ ان عورتوں پر اپنے باپوں (کے سامنے آنے) میں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ

اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ

اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے اور نہ اپنی بہنوں کے بیٹوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ انکے جن کے مالک ہوئے

اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

دائیں ہاتھ ان کے اور ڈرو تم (سب) اللہ سے' بے شک اللہ ہے اوپر ہر چیز کے گواہ ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ازواج مطہرات سے اگر کوئی چیز طلب کی جائے تو پردے کے پیچھے سے طلب کی جائے تو لفظ عام استعمال کیا جس کا اطلاق سب پر ہوتا ہے' اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس حکم میں سے ان محرم اقارب کو مستثنیٰ قرار دیا جائے جو یہاں مذکور ہیں کہ جن سے پردہ نہ کرنے میں ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ ﴾ ''ان پر کوئی حرج نہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے چچاؤں اور ماموؤں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ جب خالاؤں اور پھوپھیوں پر بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ کرنا واجب نہیں تو چچا اور ماموں سے پردہ کرنا بدرجہ اولیٰ واجب نہیں، نیز ایک دوسری آیت کا منطوق' جس میں نہایت صراحت کے ساتھ چچا اور ماموں کا ذکر ہے' اس آیت

کریمہ کے مفہوم مخالف پر مقدم ہے۔

﴿ وَلَا نِسَآئِهِنَّ ﴾ یعنی عورتوں پر دوسری عورتوں سے پردہ نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔یعنی وہ عورتیں جو دین میں ان کی ہم جنس ہیں تو آیت کریمہ کے اس جملے کی رو سے کافر عورتیں نکل جاتی ہیں۔اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد جنس عورت ہے تب معنی یہ ہوگا کہ عورت عورت سے پردہ نہ کرے۔ ﴿ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ﴾ ''اور نہ ان میں کوئی گناہ ہے جن کی وہ مالک ہیں۔'' یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک غلام پورے کا پورا ان کی غلامی میں ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے حرج اور مضائقہ کو دور کر دیا ہے اس لیے اس بارے میں اور دیگر امور میں التزام تقویٰ کی شرط عائد کی ہے نیز یہ کہ اس میں کسی حرمت شرعی کا ارتکاب نہ ہو چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاتَّقِينَ اللَّهَ ﴾ یعنی اپنے تمام احوال میں تقویٰ کو کام میں لاؤ۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر گواہ ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے ان کے تمام اقوال کو سن رہا ہے اور ان کی تمام حرکات کا مشاہدہ کر رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا

بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر ' اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی درود بھیجو

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

اس پر اور سلام بھیجو بہت سلام ○

ان آیات کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں آپ کے بلند درجات آپ کی بلند قدر و منزلت اور آپ کے ذکر رفیع کی طرف اشارہ ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فرشتوں اور ملأ اعلیٰ کے سامنے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔تمام فرشتے آپ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتدا میں آپ کے بعض حقوق کی جزا کے طور پر، اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے آپ کی تعظیم کی خاطر آپ سے محبت اور آپ کے اکرام و تکریم کے اظہار کے لیے اپنی نیکیوں میں اضافہ کرنے اور اپنی برائیوں کے کفارہ کے لیے اے مومنو! تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی بہترین شکل وہ ہے جو آپ نے اپنے صحابہ کرام کو سکھائی ہے۔لہٰذا آپ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ①

درود وسلام کا یہ حکم تمام اوقات میں مشروع ہے اور بہت سے اہل علم نے اسے نماز کے اندر واجب قرار دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلاشبہ وہ لوگ جو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں اور اس نے تیار کیا ہے ان کیلئے

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

عذاب رسوا کرنیوالا ○ اور وہ لوگ جو ایذاء پہنچاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر اسکے جو انہوں نے (کوئی گناہ) کمایا ہو

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

تو یقیناً اٹھایا انہوں نے بہتان اور گناہ صریح (کا بوجھ) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تعظیم اور آپ پر صلوۃ وسلام کا حکم دینے کے بعد آپ کو اذیت پہنچانے سے منع کیا اور جو آپ کو اذیت پہنچائے اس کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''بے شک وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو۔'' یہ آیت کریمہ ہر قسم کی قولی وفعلی اذیت سب وشتم آپ کی تنقیص آپ کے دین کی تنقیص اور ہر ایسا کام جس سے آپ کو اذیت پہنچے سب کو شامل ہے۔ ﴿لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾ ''ان پر دنیا میں اللہ کی پھٹکار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں رحمت سے دور کر کے دھتکار دیا ہے۔ دنیا کے اندر ان پر لعنت یہ ہے کہ شاتم رسول کی حتمی سزا قتل ہے۔

﴿وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''اور آخرت میں بھی اور ان کے لیے اللہ نے انتہائی رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔'' اس اذیت رسانی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو درد ناک عذاب دیا جائے گا۔ رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو تکلیف پہنچانے کی مانند نہیں ہے کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لا سکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ آپ کی تعظیم کرنا لوازم ایمان میں شامل ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کسی اور کی مانند نہیں۔

اہل ایمان کو بھی اذیت پہنچانا بہت بڑی برائی ہے اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے اس لیے اس ایذا رسانی کے بارے میں فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی وجہ سے ایذا دیں جو انھوں نے نہ کیا۔'' یعنی ان کے کسی ایسے جرم کے بغیر جو ان کو اذیت دینے کا موجب ہو ﴿فَقَدِ احْتَمَلُوْا﴾ تو ایذا دینے والوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھایا ﴿بُهْتَانًا﴾ ''بہت بڑا

① صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: ١٠، حديث: ٣٣٧٠ـ

بہتان'' کیونکہ انھوں نے کسی سبب کے بغیر اہل ایمان کو اذیت پہنچائی ﴿وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ ''اور واضح گناہ (کا بوجھ اٹھایا)'' کیونکہ انھوں نے اہل ایمان پر زیادتی کی اور انھوں نے اس حرمت کی ہتک کی جس کے احترام کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا، اس لیے عام اہل ایمان کو سب و شتم کرنا' ان کے احوال اور مرتبے کے مطابق' موجب تعزیر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرنے والے کے لیے اس سے بڑھ کر تعزیر ہے۔ اہل علم اور متدین حضرات کو سب و شتم کرنے والا عام لوگوں کو سب و شتم کرنے والے سے بڑھ کر تعزیر اور سزا کا مستحق ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن

اے نبی! کہہ دیجیے: اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیا کریں وہ اپنے اوپر

جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ لَّئِن

اپنی چادریں، یہ (بات) زیادہ قریب ہے اسکے کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ وہ ایذاء پہنچائی جائیں اور ہے اللہ بہت بخشنے والا رحم کرنیوالا○ البتہ اگر

لَّمْ يَنتَهِ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْمُرْجِفُونَ فِى ٱلْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ

نہ باز آئے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جھوٹی افواہیں اڑانے والے مدینے میں تو ضرور ہم مسلط کر دیں گے آپکو

بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا۟ أُخِذُوا۟

ان پر، پھر نہ وہ پاس رہ سکیں گے آپکے اس (مدینے) میں، مگر تھوڑی مدت○ دھتکارے ہوئے جہاں بھی وہ پائے جائیں' پکڑ لیے جائیں

وَقُتِّلُوا۟ تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ ٱللَّهِ فِى ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلُ ۖ

اور قتل کر دیے جائیں (بری طرح سے) قتل کیا جانا○ (یہ) طریقہ ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو گزر گئے اس سے پہلے

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ ٱللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی○

اس آیت کریمہ کو ''آیت حجاب'' سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ تمام عورتوں کو عمومی طور پر پردے کا حکم دیں اور اس کی ابتدا اپنی ازواج مطہرات اور اپنی بیٹیوں سے کریں کیونکہ دوسروں کی نسبت' ان کے لیے یہ حکم زیادہ مؤکد ہے، نیز کسی معاملے میں دوسروں کو حکم دینے والے کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے گھر سے ابتدا کرے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: ٦٦/٦) ''اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ﴾ ''وہ اپنی چادریں اوڑھ کر گھونگٹ نکال لیا کریں۔'' (جِلْبَاب) وہ کپڑا ہے جو عام لباس کے اوپر اوڑھ لیا جاتا ہے مثلاً دوپٹا' اوڑھنی اور چادر وغیرہ' یعنی چادر وغیرہ سے اپنے چہروں اور سینوں کو ڈھانپ لیا کریں' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ ''یہ امر ان کے لیے موجب شناخت ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہیں دے گا۔'' آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی صورت میں وجود اذیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کریں گی تو بسا اوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ یہ پاک باز عورتیں نہیں ہیں اور کوئی بدکردار شخص، جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کر تعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ ان کی اہانت بھی ہوسکتی ہے۔ شرارت پسند شخص ان کو لونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ برا سلوک کرسکتا ہے، اس لیے حجاب بدطینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' اس نے تمھارے گزشتہ گناہ بخش دیے اور تم پر رحم فرمایا کہ اس نے تمھارے لیے احکام بیان فرمائے، حلال اور حرام کو واضح کیا۔ یہ عورتوں کی جہت سے برائی کا سد باب ہے۔ رہا شریر لوگوں کے شر کا سد باب، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''اگر باز نہ آئیں وہ لوگ جو منافق ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے'' یعنی شک اور شہوت کا مرض ﴿وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اور جو مدینے میں جھوٹی خبریں اڑایا کرتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو اپنے دشمنوں کو ڈراتے، اپنی کثرت و قوت اور مسلمانوں کی کمزوری کا ذکر کرتے پھرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عمل کا ذکر نہیں فرمایا جس کے بارے میں ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس سے باز آجائیں تاکہ یہ اپنے عموم کے ساتھ ان تمام برائیوں سے رک جائیں جن پر انھیں ان کے نفس اکساتے، وسوسہ پیدا کرتے اور شر کی طرف انھیں دعوت دیتے رہتے ہیں، مثلاً: اسلام اور اہل اسلام پر سب و شتم کرنا، مسلمانوں کے بارے میں بری افواہیں پھیلانا، ان کی قوتوں کو کمزور کرنے کی کوشش کرنا، مومن خواتین کے ساتھ برائی اور فحش رویے سے پیش آنا اور دیگر گناہ جو ان جیسے بدکردار لوگوں سے صادر ہوتے ہیں۔ ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ ہم آپ کو انھیں سزا دینے اور ان کے خلاف لڑنے کا حکم دیں گے اور آپ کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا کریں گے۔ اگر ہم نے یہ کام کیا تو ان میں آپ کا مقابلہ کرنے اور آپ سے بچنے کی قوت اور طاقت نہ ہوگی۔ اس لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ یعنی وہ مدینہ منورہ میں بہت کم آپ کے ساتھ رہ سکیں گے، آپ ان کو قتل کردیں گے یا شہر بدر کردیں گے۔

آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ان شرپسندوں کو، جن کے مسلمانوں کے اندر قیام سے مسلمانوں کو ضرر کا اندیشہ ہو، شہر بدر کیا جاسکتا ہے، اس طریقے سے بہتر طور پر برائی کا سد باب ہوسکتا ہے اور برائی سے دور رہا جاسکتا ہے۔ ﴿مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے، جہاں بھی وہ مل جائیں پکڑے جائیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں۔'' یعنی جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے دور ہوں گے انھیں امن حاصل ہوگا نہ قرار انھیں ہمیشہ قتل' قید اور عقوبتوں کا دھڑ کا لگا رہے گا۔ ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ﴾ "جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی سنت رہی ہے۔" یعنی جو نافرمانی میں بڑھتا چلا جاتا ہے' ایذا رسانی کی جسارت کرتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا' اسے سخت سزا دی جاتی ہے ﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ "اور البتہ آپ اللہ کی سنت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پائیں گے۔" بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت کو اسباب اور اس کے مسببات کے ساتھ جاری و ساری پائیں گے۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

پوچھتے ہیں آپ سے لوگ قیامت کی بابت' کہہ دیجیے: بلاشبہ اسکا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے' اور کیا چیز بتلاتی ہے آپکو شاید کہ قیامت

تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۚ

ہو قریب ہی؟○ بلاشبہ اللہ نے لعنت کی کافروں پر اور اس نے تیار کی ہے ان کیلیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ○ ہمیشہ رہیں گے اس میں ابد تک'

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ

نہیں پائیں گے وہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار○ جس دن الٹ پلٹ کیے جائیں گے انکے چہرے آگ میں تو وہ کہیں گے اے کاش!

اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

اطاعت کی ہوتی ہم نے اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی○ اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی'

٨ ع ٥ فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾

پس انھوں نے گمراہ کر دیا ہمیں (سیدھے) راستے سے○ اے ہمارے رب! دے انکو دگنا عذاب اور لعنت کر ان پر لعنت بڑی (زیادہ)○

لوگ جلدی مچاتے ہوئے آپ سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان میں سے بعض تکذیب کے طور پر اور خبر دینے والے کو اس بارے میں عاجز سمجھتے ہوئے پوچھتے ہیں تو ﴿ قُلْ ﴾ "آپ کہہ دیجیے" ان سے: ﴿ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اس لیے مجھے یا کسی اور کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ بایں ہمہ تم اسے زیادہ دور نہ سمجھو۔

﴿ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴾ "اور آپ کو کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو" یعنی قیامت کی گھڑی کے مجرد قریب یا بعید ہونے میں کوئی فائدہ یا نتیجہ نہیں' حقیقی نتیجہ تو خسارہ یا نفع اور بدبختی یا خوش بختی ہے' نیز آیا بندہ عذاب کا مستحق ہے یا ثواب کا؟ اور ان امور کے بارے میں تمھیں میں خبر دیتا ہوں اور میں بتاتا ہوں کہ ان کا مستحق کون ہے؟ لہٰذا آپ نے عذاب کے مستحق لوگوں کا وصف بیان کیا اور اس عذاب کا وصف بیان کیا جس میں ان کو مبتلا کیا جائے گا کیونکہ یہ وصف مذکور آخرت کی تکذیب کرنے والوں پر منطبق ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔" یعنی جن کی عادت اور فطرت اللہ تعالیٰ

اس کے رسول اور جسے لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اس کا کفر اور انکار کرنا ہے انھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور سزا کے لیے یہی کافی ہے ﴿ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴾ ''اور تیار کی ہے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔'' یعنی ان کے لیے آگ بھڑکائی جائے گی جس میں ان کے جسم جلیں گے آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی وہ اس سخت عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس عذاب سے کبھی نکل سکیں گے نہ عذاب میں کبھی کمی آئے گی اور ﴿ لَا يَجِدُوْنَ ﴾ ''وہ نہیں پائیں گے'' اپنے لیے ﴿ وَلِيًّا ﴾ ''کوئی دوست'' جو ان کو وہ کچھ دے سکے جو وہ طلب کریں ﴿ وَلَا نَصِيْرًا ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو ان سے عذاب کو دور کر سکے بلکہ تمام مددگار ان کو چھوڑ جائیں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ کا سخت عذاب انھیں گھیر لے گا۔

اس لیے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ﴾ ''جس دن ان کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے۔'' پس وہ آگ کی شدید حرارت کا مزا چکھیں گے آگ کا عذاب ان پر بھڑک اٹھے گا۔ وہ اپنے گزشتہ اعمال پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ ﴿ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴾ ''وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی'' اور یوں ہم اس عذاب سے بچ جاتے اور اطاعت مندوں کی طرح ہم بھی ثواب جزیل کے مستحق ٹھہرتے۔ مگر یہ ان کی ایسی آرزو ہے جس کا وقت گزر چکا۔ جس کا اب حسرت، ندامت، غم اور الم کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔

﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا ﴾ ''اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا'' اور ہم نے گمراہی میں ان کی تقلید کی ﴿ فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴾ ''تو انھوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ﴾ (الفرقان: ۲۵/ ۲۷۔۲۹) ''اور ظالم اس روز اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا: کاش میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے مجھے نصیحت کے بارے میں گمراہ کر دیا جب وہ میرے پاس آئی۔''

جب انھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اور ان کے سردار عذاب کے مستحق ہیں تو وہ ان کو عذاب میں دیکھنا چاہیں گے جنھوں نے ان کو گمراہ کیا' چنانچہ وہ کہیں گے: ﴿ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے تم سب کفر اور معاصی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھے لٰہذا عذاب میں بھی تم ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہو گے اگرچہ تمھارے جرم میں تفاوت کے مطابق تمھارے عذاب میں بھی تفاوت ہو گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے ایذا دی موسیٰ کو پس بری کر دیا اسکو اللہ نے اس (الزام) سے جو

قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ ۶۹ ؕ

انہوں نے (اس کی بابت) کہا' اور تھا وہ نزدیک اللہ کے بڑے رتبے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے رسول محمد ﷺ کو جو معزز' نہایت نرم دل اور رحیم ہیں' اذیت نہ پہنچائیں۔ ان پر جو آپ کے لیے اکرام واحترام واجب ہے وہ اس کے برعکس رویے سے پیش نہ آئیں اور ان لوگوں کی مشابہت اختیار نہ کرلیں جنہوں نے کلیم الرحمٰن حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تکلیف دہ باتوں سے براءت دی اور ان کی براءت کو ان کے سامنے ظاہر کر دیا' حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تہمت اور اذیت کے لائق نہ تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت باآبرو' اس کے مقرب بندے' اس کے خاص رسول اور اس کے مخلص بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن فضائل سے سرفراز فرمایا وہ فضائل بھی ان کو اذیت رسانی سے نہ روک سکے اور ان کو ناپسندیدہ حرکات سے باز نہ رکھ سکے اس لیے اے مومنو! تم ان کی مشابہت اختیار کرنے سے بچو۔

یہ اذیت جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بنی اسرائیل کی بدزبانی ہے۔ جب انہوں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا کہ یہ نہایت باحیا ہیں اور اپنے ستر کا بہت خیال رکھتے ہیں تو انہوں نے مشہور کر دیا کہ وہ صرف اس لیے ستر چھپاتے ہیں کہ ان کے خصیے (فوطے) متورم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بنائی ہوئی باتوں سے آپ کی براءت کرنا چاہی' چنانچہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غسل کیا اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیے۔ پتھر کپڑے لے کر فرار ہونے لگا حضرت موسیٰ (اسی عریاں حالت میں) پتھر کے پیچھے بھاگے اور بنی اسرائیل کی مجالس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین تخلیق سے سرفراز فرمایا ہے۔ پس آپ سے ان کا بہتان زائل ہو گیا۔ ①

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ ۷۰ ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو اللہ سے' اور کہو بات سیدھی (سچی) ○ وہ درست کر دے گا تمہارے لئے

اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

تمہارے عمل اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور جو اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی'

① صحيح البخاري' الغسل' باب من اغتسل عريانا وحده في خلوة' ح: ۲۷۸۔

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾

تو تحقیق کامیابی حاصل کر لی اس نے کامیابی بہت بڑی○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ کھلے چھپے' اپنے تمام احوال میں تقویٰ کا التزام کریں اور درست بات کہنے پر خاص طور پر زور دیا ہے (اَلْقَوْلُ السَّدِیْدُ) اس قول کو کہتے ہیں جو صحیح اور حق کے موافق یا اس کے قریب تر ہو' مثلاً قراءتِ قرآن' ذکرِ الٰہی' نیکی کا حکم دینا' برائی سے روکنا' علم کا سیکھنا پھر اس کی تعلیم دینا' علمی مسائل میں حق وصواب کے حصول کی حرص' ہر اس راستے پر گامزن ہونے کی کوشش کرنا جو حق تک پہنچتا ہو اور وہ وسیلہ اختیار کرنا جو حق کے حصول میں مددگار ہو۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں نرم اور لطیف کلام بھی قولِ سدید کے زمرے میں آتا ہے' کوئی ایسی بات کہنا جو خیر خواہی کو متضمن ہو' یا کسی درست تر امر کا مشورہ دینا یہ سب قولِ سدید میں داخل ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو تقویٰ اور قولِ سدید پر مترتب ہوتے ہیں' لہٰذا فرمایا: ﴿ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمھارے کام سنوار دے گا۔'' یعنی تقویٰ اعمال کی اصلاح کا سبب اور ان کی قبولیت کا ذریعہ ہے کیونکہ تقویٰ کے استعمال ہی سے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پاتے ہیں' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۲۷) ''اللہ تعالیٰ صرف متقین ہی کا عمل قبول فرماتا ہے۔'' تقویٰ کے وجود سے انسان کو عمل صالح کی توفیق عطا ہوتی ہے' تقویٰ ہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور ان کے ثواب کی مفاسد سے حفاظت کرتا ہے اور ثواب کو کئی گنا زیادہ کرتا ہے اسی طرح تقویٰ اور قولِ سدید میں خلل اور فسادِ اعمال' ان کی عدم قبولیت اور ان کے اثرات مترتب نہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ ﴿ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو بخش دے گا'' جو تمھاری ہلاکت کا سبب ہیں۔ تقویٰ ہی سے تمام معاملات درست اور تمام برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بہت بڑی مراد پائے گا۔''

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ

بلاشبہ ہم نے پیش کی (اپنی) امانت اوپر آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے' تو انہوں نے انکار کر دیا

اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا

اس کے اٹھانے سے اور ڈر گئے وہ اس سے اور اٹھا لیا اس (امانت) کو انسان نے' یقیناً تھا وہ بڑا ظالم

جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ
اور بہت جاہل O تاکہ عذاب دے اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو
وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾
اور توجہ (رحم) فرمائے اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اور ہے اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان O

اللہ تبارک وتعالیٰ اس امانت کی عظمت بیان کرتا ہے جو اس نے مکلفین کے سپرد کی۔ اس امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سرافگندہ ہونا اور کھلے چھپے تمام احوال میں محارم سے اجتناب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو بڑی بڑی مخلوقات' آسمان' زمین اور پہاڑوں وغیرہ کے سامنے پیش کر کے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا کہ اگر تم اسے قائم کرو گے اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کرو گے تو تمھارے لیے ثواب ہے اور اگر تم اس کو قائم کر سکے نہ اسے ادا کر سکے تو تمھیں عذاب ملے گا۔

﴿ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ﴾ یعنی انھوں نے اس خوف سے اس امانت کا بار اٹھانے سے انکار کر دیا کہ وہ اس امانت کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ ان کا یہ انکار اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے طور پر تھا نہ اس کے ثواب میں بے رغبتی کے سبب سے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو اسی شرط کے ساتھ' انسان کے سامنے پیش کیا تو اس نے اسے قبول کر کے اس کا بار اٹھا لیا اور اس نے اپنی جہالت اور ظلم کے باوصف اس بھاری ذمہ داری کو قبول کر لیا۔ لوگ اس امانت کو قائم رکھنے اور قائم نہ رکھنے کے لحاظ سے تین اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) منافقین: جو ظاہری طور پر اس امانت کو قائم رکھتے ہیں اور باطن میں اس کو ضائع کرتے ہیں۔

(۲) مشرکین: جنھوں نے ظاہری اور باطنی طور پر اس امانت کو ضائع کر دیا ہے۔

(۳) مومنین: جنھوں نے ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے اس امانت کو قائم کر رکھا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کے اعمال اور ان کے ثواب وعقاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس آیت مبارکہ کو ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کی کامل مغفرت' بے پایاں رحمت اور لامحدود جودوکرم پر دلالت کرتے ہیں۔ بایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے نفاق اور شرک کے باعث اس مغفرت اور رحمت کے مستحق نہیں۔

تفسیر سورۂ سبا

سُوْرَةُ سَبَا ۵۴ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۴ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں وہ جس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کیلئے ہیں سب تعریفیں آخرت میں (بھی)

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اور وہ نہایت حکمت والا خوب خبردار ہے ○ وہ جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے اس میں سے اور جو اترتا ہے

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں اور وہ نہایت رحم کرنے والا بہت بخشنے والا ہے ○

حمد سے مراد صفات حمیدہ اور افعال حسنہ کے ذریعے سے ثنا بیان کرنا ہے، لہٰذا ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہ اپنے اوصاف کی بنا پر مستحق حمد ہے اس کے تمام اوصاف اوصاف کمال ہیں۔ وہ اپنے افعال پر مستحق حمد ہے کیونکہ اس کے افعال اس کے فضل پر مبنی ہیں جس پر اس کی حمد اور اس کا شکر کیا جاتا ہے اور اس کے عدل پر مبنی ہیں جس کی بنا پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس میں اس کی حکمت کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد اس بنا پر بیان کی ہے کہ ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے'' یعنی ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی غلام ہے وہ اپنی حمد و ثنا کی بنا پر ان میں تصرف کرتا ہے۔ ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے'' اس لیے کہ آخرت میں اس اور تمام مخلوق اس کے فیصلے اس کے کامل عدل و انصاف اور اس میں اس کی حکمت کو دیکھیں گے تو وہ سب اس پر اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے حتیٰ کہ ان جہنمیوں کے دل بھی جن کو عذاب دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں گے، نیز ان کو اعتراف ہو گا کہ یہ عذاب ان کے اعمال کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے کے فیصلے میں عادل ہے۔

رہا جنت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کا ظہور تو اس بارے میں نہایت تواتر سے اخبار وارد ہوئی ہیں دلائل سمعی اور دلائل عقلی ان کی موافقت کرتے ہیں کیونکہ جنتی لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کی لگاتار نعمتوں بے شمار خیر و برکت اور اس کی بے پایاں نوازشات کا مشاہدہ کریں گے۔ اہل جنت کے دل میں کوئی آرزو اور کوئی ارادہ باقی نہیں رہے گا جسے اللہ تعالیٰ نے پورا نہ کر دیا ہو اور ان کی خواہش اور آرزو سے بڑھ کر عطا نہ کیا ہو بلکہ انھیں اتنی زیادہ بھلائی عطا ہو گی کہ ان کی خواہش اور آرزوئیں وہاں پہنچ ہی نہیں سکتیں اور ان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آ سکتا۔ اس حال میں ان کی حمد و ثنا کیسی ہو گی درآں حالیکہ جنت میں وہ تمام عوارض و قواطع مضمحل ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی

معرفت اس کی محبت اور اس کی حمد و ثنا کو منقطع کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے لیے یہ حال ہر نعمت سے بڑھ کر محبوب اور ہر لذت سے بڑھ کر لذیذ ہوگا، اس لیے جب وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور اس کے خطاب کے وقت اس کے کلام سے محظوظ ہوں گے تو وہ ہر نعمت کو بھلا دیں گے وہ جنت میں ذکر الٰہی میں مشغول رہیں گے اور جنت میں ان کے لیے ذکر کی وہ حیثیت ہوگی جیسے زندگی کے لیے ہر وقت سانس کی حیثیت ہے۔ جب آپ اس کے ساتھ اس چیز کو شامل کر دیکھیں کہ اہل جنت' ہر وقت جنت کے اندر اپنے رب کی عظمت' اس کے جلال و جمال اور اس کے لامحدود کمال کا نظارہ کریں گے' تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی کامل حمد و ثنا کی موجب ہے۔ ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ﴾ وہ اپنے اقتدار و تدبیر اور اپنے امر و نہی میں حکمت والا ہے۔ ﴿الْخَبِيرُ﴾ وہ تمام امور کے اسرار نہاں کی خبر رکھتا ہے' لہٰذا اپنے علم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾ ''جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے'' یعنی بارش' نباتات کے بیج اور حیوانات وغیرہ ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے۔'' یعنی مختلف اقسام کی نباتات اور مختلف انواع کے حیوانات وغیرہ۔ ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ''اور جو کچھ اترتا ہے آسمان سے'' یعنی آسمان سے جو فرشتے نازل ہوتے ہیں' رزق نازل ہوتا ہے اور تقدیر اترتی ہے۔ ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ یعنی آسمان کی طرف جو فرشتے اور ارواح وغیرہ بلند ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے اندر اپنی حکمت اور ان کے احوال کے بارے میں اپنے علم کا ذکر کرنے کے بعد اپنی بخشش اور مخلوقات کے لیے اپنی بے پایاں رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾ ''وہ رحم کرنے والا' معاف کرنے والا ہے۔'' یعنی رحمت اور مغفرت جس کا وصف ہے اس کے بندے رحمت اور مغفرت کے تقاضوں کو جس قدر پورا کرتے ہیں' اس کے مطابق ہر وقت اس کی رحمت اور مغفرت کے آثار نازل ہوتے رہتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' نہیں آئے گی ہم پر قیامت' کہہ دیجیے! کیوں نہیں' قسم ہے میرے رب کی! وہ ضرور آئے گی تم پر' جو جاننے والا ہے غیب کا

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ

نہیں پوشیدہ رہتی اس سے (کوئی چیز) برابر ایک ذرے کے' آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں (کوئی چیز) چھوٹی اس سے اور نہ بڑی

إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝٣ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

مگر وہ (درج ہے) کتاب واضح (لوح محفوظ) میں ○ تاکہ بدلہ دے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک' یہ لوگ' ان کیلئے ہے

مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝٤ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ

مغفرت اور روزی اچھی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی'

أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝

یہی لوگ ان کے لیے ہے عذاب سزا کے طور پر دردناک ۝

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت بیان کی جس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور یہ چیز اس کی تعظیم و تقدیس اور اس پر ایمان کی موجب ہے تو ذکر فرمایا کہ لوگوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے اپنے رب کی قدر کی نہ اس کی تعظیم کی جیسا کہ اس کا حق ہے بلکہ اس کے برعکس انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا اور اس کی مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا اور قیامت کی گھڑی کا انکار کیا اور اس کے بارے میں اس کے رسولوں اور ان کی دعوت کی مخالفت کی، لہٰذا فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور ان کی دعوت کا انکار کیا انھوں نے اپنے کفر کی بنا پر کہا: ﴿لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ﴾ ''ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔'' یہاں اس دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہاں ہم زندہ رہتے ہیں اور پھر مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کے اس نظریے کی تردید اور اس کا ابطال کریں اور تاکید ان کو قسم کھا کر بتائیں کہ قیامت برحق ہے اور وہ ضرور آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی دلیل کے ذریعے سے استدلال کیا ہے کہ جو کوئی اس دلیل کا اقرار کرتا ہے وہ ضرور موت کے بعد زندگی ہونے کا اقرار کرے گا۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا لامحدود علم، چنانچہ فرمایا: ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ﴾ یعنی وہ ان تمام امور کا علم رکھتا ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل اور ہمارے احاطۂ علم میں نہیں ہیں، تب وہ ان امور کا علم کیونکر نہیں رکھتا جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے بارے میں تاکید کے طور پر ارشاد فرمایا: ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ﴾ یعنی اس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ﴿مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ زمین و آسمان کی تمام اشیا اپنی ذات و اجزا سمیت، حتی کہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا جز بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے اوجھل نہیں۔

﴿وَلَآ أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ﴾ ''اور نہیں کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی مگر وہ کتاب واضح میں درج ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے، اس کا قلم اس پر چل چکا ہے اور وہ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں درج ہو چکی ہے۔ اس لیے وہ ہستی جس سے ذرہ بھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کسی بھی وقت چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ ہستی جانتی ہے کہ زمین میں موت کے ذریعے سے کتنے افراد کی کمی واقع ہو رہی ہے اور کتنے زندہ باقی ہیں اور وہ ان کی موت کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر بالاولیٰ قادر ہے۔ اس کا مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے علم محیط سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے موت کے بعد زندگی کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے'' اپنے دلوں سے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں

کی پوری طرح تصدیق کی۔ ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور انھوں نے نیک عمل کیے'' اپنے ایمان کی تصدیق کے لیے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ انھی لوگوں کے لیے ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے بخشش ہے ان کے ایمان اور اعمال کے باعث ان سے ہر برائی اور تمام عذاب دور ہو جائیں گے۔ ﴿ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''اور عزت کی روزی'' ان کے احسان کے سبب سے انھیں ان کا ہر مطلوب ومقصود حاصل ہوگا اور ان کی ہر آرزو پوری ہوگی۔

﴿ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ ﴾ ''اور جنھوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کی۔'' یعنی وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کرنے اور ان کو لانے والے انبیاء و مرسلین اور ان کو نازل کرنے والے کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگایا جیسے انھوں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کو نیچا دکھانے کے لیے پوری کوشش کی ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴾ ان کے لیے ان کے دل و جان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

اور دیکھتے (یقین کرتے) ہیں وہ لوگ جو دیے گئے علم کہ وہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وہ برحق ہے

وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

اور وہ ہدایت کرتا ہے (اس) راستے کی طرف (جو) نہایت غالب لائق حمد وثنا کا ہے○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے منکرین قیامت کے انکار کا اور ان کی اس رائے کا تذکرہ فرمایا کہ جو کچھ رسول پر نازل ہوا ہے حق نہیں ہے، تو اس کے اپنے مومن بندوں کا حال بیان کیا ہے جو اہل علم ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو کتاب نازل کی ہے اور جن اخبار پر یہ کتاب مشتمل ہے، وہ برحق ہیں، یعنی حق صرف اسی کے اندر ہے اور جو چیز اس کتاب کی مخالف اور اس سے متناقض ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ علم کے درجۂ یقین پر پہنچ چکے ہیں ﴿ وَ ﴾ ''اور'' وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوامر ونواہی کے ذریعے سے ﴿ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ ''اس ہستی کی راہ دکھاتا ہے جو غالب اور لائق حمد وثنا ہے۔'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں بہت سے پہلوؤں سے اس کی دی ہوئی خبروں کی صداقت کا یقین جازم ہے۔

- ✵ اپنے علم کی جہت سے خبر دینے والے کی صداقت کا یقین ہے۔
- ✵ انھیں اس جہت سے بھی اس کی صداقت کا یقین ہے کہ یہ کتاب امور واقع اور کتب سابقہ کی موافقت کرتی ہے۔
- ✵ اس پہلو سے بھی ان کے ہاں یہ کتاب حق ہے کہ وہ اس کی دی ہوئی خبروں کے وقوع کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔
- ✵ اس جہت سے بھی انھیں اس کتاب کی صداقت کا یقین ہے کہ وہ آفاق میں اور خود اپنے نفوس میں ایسی

نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اس کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

* اس جہت سے بھی انھیں اس کتاب کے حق پر مبنی ہونے کا یقین ہے کہ آفاق و انفس کی نشانیاں ان امور کی موافقت کرتی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے راستے پر گامزن کرتے ہیں' جو بالکل سیدھا ہے اور وہ کام کی ہر اس صفت کو متضمن ہے جو تزکیہ نفس اور اجر میں اضافے کا باعث ہے' جو عامل اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں کو صدق و اخلاص' والدین کے ساتھ حسن سلوک' اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور مخلوقات پر احسان کرنے کا فائدہ پہنچاتی ہے اور ہر بری صفت سے روکتی ہے جو نفس کو گندہ کرتی ہے' اجر کو اکارت کرتی ہے' گناہ اور بوجھ کی موجب ہے مثلاً شرک' زنا' سود اور جان' مال اور عزت و ناموس پر ظلم وغیرہ۔

یہ اہل علم کی منقبت' ان کی فضیلت اور ان کی امتیازی علامت ہے نیز اس بات کی بھی علامت ہے کہ جب بھی بندے کا علم زیادہ ہوگا' رسول (ﷺ) کی لائی ہوئی خبروں کی تصدیق کرتا ہوگا' اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حکمتوں کی جتنی زیادہ معرفت رکھنے والا ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ ان اہل علم کے زمرے میں شمار ہوگا جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں پر حجت قرار دیا ہے' جنھیں اللہ تعالیٰ نے مکذبین و معاندین حق کے خلاف حجت کے طور پر پیش کیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ اور بعض دیگر آیات میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ

اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا' کیا رہنمائی کریں ہم تمھاری اوپر ایسے آدمی کے جو خبر دیتا ہے تمھیں کہ جب پارہ پارہ کردیے جاؤ گے تم ہر طرح پارہ پارہ کیے جانا

اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ

تو بیشک ہو گے تم البتہ ایک نئی پیدائش میں ○ کیا باندھا ہے اس نے اللہ پر جھوٹ یا اسے جنون (لاحق) ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

نہیں ایمان رکھتے آخرت پر' (وہ) عذاب میں اور دور کی گمراہی میں (پڑے) ہیں ○ کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے طرف اس کی جو ان کے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ

اور جو ان کے پیچھے ہے آسمان اور زمین سے' اگر ہم چاہیں تو دھنسا دیں ان کو زمین میں یا گرا دیں ہم

عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع۹

ان پر ٹکڑے آسمان سے' بے شک اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے واسطے ہر رجوع کرنے والے بندے کے ○

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی کفار تکذیب اور استہزا کے طور پر اور دوبارہ زندگی کو ناممکن قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ﴿ هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾

''کیا ہم تمھاری راہنمائی ایسے شخص کی طرف کریں جو تمھیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے۔'' ان کی مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ ایک ایسے شخص ہیں جو ایک انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں۔ ان کی نظر میں آپ ان کے لیے تفریح کا ایک ذریعہ ہیں اور ایک عجیب شے ہیں جن کا وہ مذاق اڑاتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ آپ کیسے یہ بات کہتے ہیں: ''جب تم بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تمھارا جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا اور تمھارے اعضا بکھر کر نیست و نابود ہو جائیں گے پھر تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟'' یہ شخص جو بات کہتا ہے کیا ﴿ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴾ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی جرأت کی ہے ﴿ أَم بِهِ جِنَّةٌ ﴾ ''یا اسے جنون ہے؟'' اور یہ اس سے کوئی بعید بھی نہیں کیونکہ جنون کی کئی قسمیں ہیں۔

وہ یہ سب کچھ ظلم اور عناد کی وجہ سے کہتے تھے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ مخلوق میں سب سے سچے اور سب سے عقل مند انسان ہیں۔ ان کا علم بس یہی ہے کہ انھوں نے آپ سے عداوت شروع کی اور بار بار عداوت کا اظہار کیا اور انھوں نے لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کے لیے اپنی جان اور مال خرچ کر دیا۔

گندے ذہن کے لوگو! اگر آپ ﷺ جھوٹے یا پاگل ہوتے' تو یہ مناسب ہی نہ تھا کہ تم ان کی بات پر دھیان دیتے یا تم ان کی دعوت کو درخور اعتنا سمجھتے کیونکہ ایک عقل مند شخص کے لائق نہیں کہ وہ ایک پاگل شخص کی طرف التفات کرے یا اس کی بات کو کوئی اہمیت دے۔ اگر تمھارے دل میں عناد نہ ہوتا اور تمھارا رویہ ظلم پر مبنی نہ ہوتا تو تم آگے بڑھ کر آپ کی دعوت کو قبول کرتے اور آپ کی آواز پر لبیک کہتے' مگر حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے' نشانیاں اور ڈراوے ان کے کسی کام نہیں آتے۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ﴾ ''بلکہ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔'' ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھوں نے مذکورہ بالا بات کہی تھی ﴿ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ﴾ وہ بہت بڑی بدبختی اور دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں اور منزل صواب کے ذرا بھی قریب نہیں۔ کون سی بدبختی اور گمراہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس چیز پر قادر ہونے کے انکار سے بڑھ کر ہو کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور کون سی بدبختی اور گمراہی ان کی رسولوں کی تکذیب' ان کے ساتھ استہزا اور ان کے اس دعوے سے بڑھ کر ہو کہ وہ (کافر) جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ پس وہ حق کو باطل اور باطل و ضلالت کو حق اور ہدایت سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عقلی دلیل کی طرف ان کی توجہ مبذول کی ہے جو موت کے بعد زندگی کے بعید نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اگر وہ اپنے آگے پیچھے زمین اور آسمان کی طرف دیکھیں تو انھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے مناظر نظر آئیں گے جو عقل کو حیران کر دیتے ہیں' وہ اس کی عظمت کے ایسے مظاہر دیکھیں گے جو بڑے بڑے علماء

کو حواس باختہ کر دیتے ہیں اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ زمین و آسمان کی تخلیق' ان کی عظمت اور زمین و آسمان کے اندر موجود مخلوقات کی تخلیق قبروں میں مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ عظیم ہے۔ پس کس چیز نے ان کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ وہ موت کے بعد زندگی کی تکذیب کرتے رہیں حالانکہ وہ اس سے مشکل تر چیز کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہاں! موت کے بعد زندگی اب تک خبر غیبی ہے جس کا انھوں نے مشاہدہ نہیں کیا اس لیے انھوں نے اس کی تکذیب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔'' یعنی عذاب کا کوئی ٹکڑا' کیونکہ زمین اور آسمان ہمارے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ اگر ہم ان کو حکم دیں تو وہ حکم عدولی نہیں کر سکتے' لہٰذا تم اپنی تکذیب پر مصر رہنے سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمھیں سخت سزا دیں گے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ﴾ یعنی زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام مخلوقات کی تخلیق میں ﴿ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ ''البتہ نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے' جو اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے'' اس کی اطاعت کرتا ہے اور اسے پورا یقین ہے کہ وہ انسانوں کی موت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

بندۂ مومن جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا' اسی قدر زیادہ وہ آیات الٰہی سے مستفید ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اس کا ارادہ اور ہمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بندہ ہر معاملے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے اور اپنے رب کی رضا میں مشغولیت کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ مخلوقات پر اس کی نظر بے فائدہ اور غفلت کی نظر نہیں ہوتی بلکہ فکر و عبرت کی نظر ہوتی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾

اور تحقیق دی ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت' (ہم نے حکم دیا) اے پہاڑو! تسبیح دہراؤ اس کے ساتھ اور پرندوں کو (بھی کہا) اور نرم کر دیا ہم نے اس کے لیے لوہا○

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

یہ کہ بنا (زرہیں) کامل کشادہ اور (مناسب) اندازہ رکھ کڑیاں جوڑنے میں اور تم (سب) عمل کرو نیک'

اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾

بے شک میں' ساتھ اس کے جو تم کرتے ہو' خوب دیکھنے والا ہوں○

ہم نے اپنے بندے اور رسول داود علیہ السلام پر احسان کیا اور ہم نے انھیں علم نافع اور عمل صالح میں فضیلت بخشی اور انھیں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے کہ اس نے پہاڑوں' حیوانات اور پرندوں کو حکم دیا کہ وہ داود علیہ السلام کی حمد و تسبیح کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملائیں۔ یہ ایسی نعمت ہے جو

آپ کے خصائص میں شمار ہوتی ہے اور یہ خصوصیت آپ سے پہلے کسی کو عطا کی گئی نہ آپ کے بعد۔ یہ آواز آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر آمادہ کرتی تھی۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ جمادات' پہاڑ اور حیوانات حضرت داود علیہ السلام کی آواز کا جواب دیتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح و تکبیر اور تمجید و تحمید کرتے ہیں تو یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر آمادہ کرتی۔

بہت سے علماء کہتے ہیں کہ یہ نعمت داود علیہ السلام کی آواز کی طرب خیزی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت خوبصورت آواز سے سرفراز فرمایا تھا اور انھیں اس میدان میں سب پر فوقیت حاصل تھی۔ جب آپ تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید میں اپنی طرب انگیز آواز بلند کرتے تو جن وانس' پرندے اور پہاڑ آپ کی آواز پر جھوم اٹھتے اور اپنے رب کی تحمید و تسبیح بیان کرنے لگتے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی کہ آپ کی آواز پر طرب میں آ کر تسبیح و تحمید بیان کرنے والے جمادات و حیوانات کی تسبیح کا اجر بھی آپ کو حاصل ہوتا تھا کیونکہ آپ ان کی تسبیح و تحمید کا سبب تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی آپ پر فضل و کرم تھا کہ اس نے لوہے کو آپ کے لیے نرم کر دیا تاکہ آپ زرہیں تیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زرہ کی صنعت کی تعلیم دی اور زرہ کے حلقوں کو اندازے پر رکھنا سکھایا یعنی آپ اندازے کے ساتھ زرہ کا حلقہ بناتے تھے پھر ان کو ایک دوسرے میں داخل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۸۰) "اور ہم نے تمھارے لیے ان کو زرہ بنانا سکھا دیا تاکہ یہ زرہیں تمھیں ایک دوسرے کی ضرب سے محفوظ رکھیں' تو پھر کیا تم شکر گزار ہو گے؟"

حضرت داود علیہ السلام اور آل داود پر اپنے احسان کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو شکر کرنے کا حکم دیا' نیز انھیں یہ حکم بھی دیا کہ وہ نیک عمل کریں اور اپنے عمل کی اصلاح اور مفسدات سے اس کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں کیونکہ وہ ان اعمال کو دیکھتا ہے' ان کی اطلاع رکھتا ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ

اور (تابع کیا) سلیمان کے ہوا کو' اسکا صبح کا چلنا' ایک ماہ (کی مسافت) تھا اور اسکا شام کا چلنا ایک ماہ تھا اور بہا دیا ہم نے اس کیلئے چشمہ تانبے کا'

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا

اور کچھ جن تھے جو کام کرتے تھے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے' اور جو پھر جاتا ان میں سے ہمارے حکم سے

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

تو چکھاتے ہم اس کو عذاب خوب بھڑکتی آگ کا ○ وہ بناتے تھے اس کے لیے جو وہ چاہتا' عالیشان عمارتیں اور مجسمے اور (بڑے بڑے) لگن

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

جیسے حوض اور دیگیں جمی ہوئیں' عمل کرو تم اے آل داود! (ہمارا) شکر کرنے کے لیے' اور بہت ہی تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے شکر گزار ○

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ

پس جب ہم نے فیصلہ (نافذ) کر دیا اس (سلیمان) پر موت کا تو نہیں بتلایا ان (جنوں) کو اس (سلیمان) کی موت کا مگر گھن کے کیڑے نے جو کھا رہا تھا

مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ

اس کی لاٹھی کو پس جب گر گیا سلیمان تو جان لیا جنوں نے کہ اگر ہوتے وہ جانتے غیب کو

مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

تو نہ ٹھہرے رہتے وہ اس عذاب میں جو ذلیل کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام پر اپنا فضل و کرم بیان کرنے کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لیے مسخر کر دیا جو آپ کے حکم پر چلتی تھی جو آپ کو اور آپ کی افواج کو اٹھائے پھرتی تھی اور بہت دور کی مسافتیں بہت کم مدت میں طے کرتی تھی۔ دو ماہ کی مسافت ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔ فرمایا: ﴿غُدُوُّهَا شَهْرٌ﴾ ''اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی ہوتی تھی۔'' دن کی ابتدا سے لے کر زوال تک ﴿وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ ''اور اس کی شام کی منزل ایک مہینے کی ہوتی تھی۔'' یعنی زوال آفتاب سے لے کر دن کے آخر تک۔ ﴿وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا چشمہ مسخر کر دیا اور اس تانبے سے مختلف اقسام کی اشیا اور برتن بنانے کے اسباب کو ان کے لیے آسان کر دیا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے شیاطین اور جنوں کو مسخر کر دیا وہ آپ کی حکم عدولی کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ فرمایا: ﴿وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ ''اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا، ہم اس کو جہنم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔''

یہ شیاطین اور جن وہ تمام کام کرتے تھے جس کا حضرت سلیمان علیہ السلام ان کو حکم دیتے تھے ﴿مِن مَّحَارِيبَ﴾ ''قلعے'' اس سے مراد ہر ایسی تعمیر ہے جس کے ذریعے سے عمارتوں کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ گویا اس میں بڑی بڑی عمارتوں کا ذکر ہے ﴿وَتَمَاثِيلَ﴾ ''اور مجسمے'' یعنی حیوانات و جمادات کی تماثیل بنانا ان کی اس صنعت میں مہارت، قدرت اور ان کا سلیمان علیہ السلام کے لیے کام کرنا ہے۔ ﴿وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ ''اور لگن جیسے تالاب'' وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بڑے بڑے حوض بناتے تھے جن میں کھانا ڈالا جاتا تھا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایسی چیزوں کے ضرورت مند تھے جن کے دوسرے لوگ محتاج نہ تھے اور وہ ان کے لیے بڑی دیگیں بناتے تھے جو بڑی ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ ہٹتی تھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر اپنی نوازشات کا ذکر کرنے کے بعد انھیں ان نوازشات پر شکر کرنے کا حکم دیا

چنانچہ فرمایا: ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ﴾ ''اے آل داود! نیک عمل کرو۔'' اس سے مراد داود علیہ السلام، ان کی اولاد اور اہل وعیال ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ان سب پر تھا اور ان بہت سے فوائد سے سبھی مستفید ہوتے تھے۔ ﴿شُكْرًا﴾ یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا کیا ہے۔ ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ اکثر لوگ' اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا کی ہیں اور ان سے جو تکالیف دور کی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ''شکر'' سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دل سے اعتراف کرنا' اپنے آپ کو اس کا محتاج سمجھتے ہوئے اس نعمت کو قبول کرنا' اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرنا اور اس کی نافرمانی میں صرف کرنے سے گریز کرنا۔

شیاطین اور جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے عمارتیں تعمیر کرتے رہے۔ انھوں نے انسانوں کو بہکایا اور ان پر ظاہر کیا کہ وہ غیب کا علم جانتے ہیں اور چھپی ہوئی چیزوں کی اطلاع رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ بندوں پر ان کا جھوٹ واضح کرے' لہٰذا وہ اپنا کام کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عصا کا سہارا لیے کھڑے تھے (اور اسی حالت میں وفات پا گئے) تو جن جب وہاں سے گزرتے تو دیکھتے کہ وہ سہارا لیے کھڑے ہیں۔ وہ انھیں زندہ سمجھتے ہوئے ان سے ڈرتے رہے۔ ایک قول کے مطابق جن سال بھر اسی طرح کام کرتے رہے حتیٰ کہ دیمک نے ان کا عصا کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ عصا بالکل ختم ہو کر گر گیا اور اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد بھی زمین پر آ رہا۔ یہ دیکھ کر شیاطین آزاد ہو کر بھاگ گئے اس طرح انسانوں پر واضح ہو گیا ﴿اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''کہ اگر جنوں کے پاس علم غیب ہوتا تو وہ اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے'' یعنی اس انتہائی سخت کام میں مصروف نہ رہتے۔ اگر ان کے پاس غیب کا علم ہوتا تو انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وفات پا جانے کا علم ہوتا' جو ان کی سب سے بڑی خواہش تھی تاکہ اس مشقت سے نجات پائیں۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

البتہ تحقیق تھی سبا (قوم) کے لیے ان کی بستی میں ایک (عظیم) نشانی' دو باغ' دائیں اور بائیں طرف' کھاؤ تم رزق میں سے

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝15 فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ

اپنے رب کے اور شکر کرو تم اس کا (یہ) شہر ہے پاکیزہ اور رب ہے بڑا بخشنے والا ○ پس انھوں نے اعراض کیا تو بھیج دیا ہم نے ان پر سیلاب

الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ

بند کا اور بدل دیے ہم نے انکو انکے دو باغوں کے عوض دو باغ کسیلے میوے والے اور (جس میں تھے) کچھ جھاؤ اور کچھ درخت بیری کے

قَلِيْلٍ ۝16 ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝17 وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

تھوڑے سے ○ یہ سزا دی ہم نے انکو اسکی جو انھوں نے کفر کیا اور نہیں ہم سزا دیتے مگر ناشکروں ہی کو ○ اور (قائم) کر دی تھیں ہم نے درمیان انکے

وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا

اور درمیان ان بستیوں کے جن میں برکت رکھی تھی ہم نے، کچھ بستیاں جو متصل تھیں اور مقرر کیں ہم نے اس میں منزلیں (اور کہا) چلو تم ان میں

لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

راتوں اور دنوں کو بے خوفی سے○ پس انھوں نے کہا اے ہمارے رب! دوری کر دے درمیان ہمارے سفروں کے اور ظلم کیا انھوں نے اپنی جانوں پر،

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

پس بنا دیا ہم نے انکو افسانے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہم نے انکو مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کرنا، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر،

شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا

شاکر کے○ اور تحقیق سچ کر دکھایا ان پر ابلیس نے اپنا خیال، پس پیروی کی انھوں نے اس کی سوائے ایک فریق کے

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ

مومنوں میں سے○ اور نہیں تھا اس کا اوپر ان کے کوئی زور، مگر تاکہ ہم جان لیں

مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ

کون ایمان رکھتا ہے آخرت پر، (الگ) اس سے جو اس کے بارے میں شک میں ہے، اور آپ کا رب

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾

اوپر ہر چیز کے نگران ہے○

''سبا'' ایک معروف قبیلہ تھا جو یمن کے قریب ترین علاقوں میں آباد تھا۔ وہ ایک شہر میں آباد تھے جسے ''مآرب'' کہا جاتا تھا۔ تمام بندوں پر عموماً اور عربوں پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کی بے پایاں نعمتیں ہیں کہ اس نے قرآن مجید میں ان ہلاک شدہ قوموں کے بارے میں خبر دی ہے جن پر عذاب نازل کیا گیا جو ان کے پڑوس میں آباد تھیں، جہاں ان کے آثار کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور لوگ ان کے واقعات کو ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں تاکہ اس طرح ان کے واقعات کے ذریعے سے قرآن کی تصدیق ہو اور یہ چیز نصیحت کے قریب تر ہو۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ ﴾ ''سبا کے لیے تھی ان کے مسکنوں میں'' یعنی ان کے مساکن جہاں وہ آباد تھے ﴿ اٰيَةٌ ﴾ ''ایک نشانی'' اور وہ نشانی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا اور بہت سی تکالیف کو ان سے دور کیا اور یہ چیز اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے پھر اللہ تعالیٰ نے اس نشانی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ﴾ ''ان کے دائیں بائیں دو باغات تھے۔'' ان کے پاس ایک وادی تھی جہاں بہت کثرت سے سیلاب آتے تھے انھوں نے اس پانی کا ذخیرہ کرنے کے لیے ایک بہت مضبوط بند تعمیر کیا۔ چنانچہ سیلاب کا پانی آکر اس وادی میں جمع ہو جاتا پھر وہ اس

وادی کے دائیں بائیں لگائے ہوئے اپنے باغات کو اس پانی سے سیراب کرتے یہ دو عظیم باغ ان کے لیے اتنا پھل پیدا کرتے جو ان کی معیشت کے لیے کافی ہوتا۔ اس سے انھیں بہت مسرت حاصل ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو کئی پہلوؤں سے اپنی ان بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا:

(۱) یہ دونوں باغ ان کو ان کی خوراک کا بہت بڑا حصہ فراہم کرتے تھے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے علاقے کو اس کی نہایت خوشگوار آب و ہوا' اس کے مضر صحت نہ ہونے اور رزق کے ذرائع کی فراوانی کی بنا پر' بہت خوبصورت بنایا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا، اس لیے فرمایا: ﴿ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴾ "پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے۔"

(۴) اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ وہ اپنی تجارت اور اپنے مکاسب میں ارض مبارک کے محتاج ہیں ..... سلف میں سے ایک سے زائد اہل علم کے مطابق ارض مبارک سے "صنعاء" کی بستیاں مراد ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ اس سے مراد ارض شام ہے ..... تو ان کو ایسے ذرائع اور اسباب مہیا کر دیے جن کے ذریعے سے ان بستیوں تک پہنچنا ان کے لیے انتہائی آسان ہو گیا۔ انھیں دوران سفر امن اور عدم خوف حاصل ہوا' ان کے درمیان اور ارض مبارک کے درمیان بستیاں اور آبادیاں تھیں، بنابریں انھیں زاد راہ کا بوجھ اٹھانے کی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ﴾ "اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی' دیہات بنائے تھے جو سامنے نظر آتے تھے اور ان میں آمد و رفت کا اندازہ مقرر کر دیا تھا۔" یعنی ایک مقرر راستہ جسے وہ پہچانتے تھے اسی پر چلتے تھے اور یہ راستہ چھوڑ کر ادھر ادھر نہ ہوتے تھے۔ ﴿ لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴾ وہ ان میں راتوں اور دنوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ' کسی خوف کے بغیر سفر کرتے تھے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی کامل نعمت تھی کہ اس نے ان کو خوف سے مامون رکھا۔ پس انھوں نے نعمتیں عطا کرنے والے منعم حقیقی اور اس کی عبادت سے منہ موڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت پر اترانے لگے اور اس سے اکتا گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمنا کرنے لگے کہ ان کی بستیوں کے درمیان ان کا سفر' جو نہایت آسان ہے' کاش! وہ دور ہو جائے۔

﴿ وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی نعمتوں کا انکار کر کے انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی نعمت کے ذریعے سے' جس نے انھیں سرکش بنا دیا تھا' ان کو سزا دی کہ ان کے اس بند کو توڑ دینے والا منہ زور سیلاب بھیجا جس نے ان کے اس بند کو توڑ کر ان کے باغات کو تباہ کر دیا۔ ان کے پھل دار درختوں والے یہ

باغات جھاڑ جھنکار میں بدل گئے' لہٰذا فرمایا: ﴿ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ ﴾ "اور ہم نے ان کو ان کے دو باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیے جن کے میوے" یعنی بہت تھوڑا پھل جو ان کے کسی کام نہیں آسکتا تھا ﴿ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴾ "بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔" یہ سب معروف درخت ہیں۔ یہ سزا ان کے عمل کی جنس سے تھی یعنی جس طرح انھوں نے شکرِ حسن کو کفرِ قبیح میں بدل ڈالا اسی طرح ان کی وہ نعمتیں بدل دی گئیں جن کا گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجْزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴾ "یہ ہم نے انھیں ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔" یعنی ہم جزا کے طور پر عذاب...... جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے...... اس شخص کے سوا کسی اور کو نہیں دیتے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ہو اور اس کی عطا کردہ نعمت پر اترا تا رہا ہو۔

جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹوٹ پڑا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئے جبکہ اس سے پہلے وہ اکٹھے تھے۔ ہم نے ان کو قصے کہانیاں بنا کر رکھ دیا۔ لوگ ان کے بارے میں دن رات گفتگو کرتے ہیں۔ وہ پراگندگی میں ضرب المثل بن گئے اور ان کی مثال دی جانے لگی، چنانچہ کہا جاتا ہے: (تَـفَـرَّقُـوا اَيْدِي سَبَا) "وہ ایسے بکھر گئے جیسے قوم سبا بکھر گئی تھی۔" ہر شخص ان کے قصے بیان کرتا تھا' مگر عبرت سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ "بلاشبہ اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر گزار بندے کے لیے نشانیاں ہیں۔" ناپسندیدہ امور اور سختیوں پر صبر کرنے والا' جو ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر برداشت کرتا ہے' ان پر ناراضی کا اظہار نہیں کرتا بلکہ ان پر صبر کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار اور اعتراف کر کے اس پر اس کا شکر ادا کرتا ہے' منعم کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے اور اس نعمت کو اس کی اطاعت میں صرف کرتا ہے۔

جب ان کا قصہ سنا جاتا ہے کہ ان کے کرتوت کیا تھے اور ان کے ساتھ کیا کیا گیا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو یہ سزا اس بنا پر دی گئی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناسپاسی کی تھی، نیز یہ اس پر بھی دلیل ہے کہ جو کوئی اس قسم کا رویہ اختیار کرے گا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔

(۱) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ "شکر" اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حفاظت اور اس کی ناراضی کو دور کرتا ہے۔

(۲) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اپنی خبر میں سچے ہیں۔

(۳) ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جزا حق ہے جیسا کہ اس کا نمونہ دنیا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ سبا ایسی قوم ہے جس کی وجہ سے شیطان نے اپنا یہ دعویٰ سچ کر دکھایا جیسا کہ اس نے کہا تھا: ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ (صٓ: ۳۸/ ۸۲، ۸۳) "تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بدراہ کر کے رہوں گا' سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔"

یہ شیطان کا گمان تھا جو یقین پر مبنی نہ تھا کیونکہ شیطان غیب کا علم جانتا ہے نہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خبر ہی آئی تھی کہ وہ ان سب کو بدراہ کرے گا سوائے ان مستثنیٰ لوگوں کے۔ پس یہ لوگ اور ان جیسے دیگر لوگ' جن کے بارے میں شیطان کا گمان سچا ثابت ہوا' اس نے ان کو اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دی اور ان کو بہکایا' ﴿فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''تو مومنوں کی ایک جماعت کے سوا وہ اس کے پیچھے چل پڑے۔'' یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری نہیں کی تو یہ لوگ ابلیس کے گمان میں داخل نہیں ہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ قوم سبا کا قصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر ختم ہو گیا ہو: ﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّـكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ﴾ اور پھر اس آیت کریمہ سے دوبارہ کلام کی ابتدا کی ہو ﴿وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ﴾ ''اور تحقیق شیطان نے ان کے بارے میں (اپنا گمان) سچ کر دکھایا'' یعنی تمام انسانوں کی جنس کے بارے میں۔ تب یہ آیت کریمہ' ان تمام لوگوں کے بارے میں عام ہے جنہوں نے شیطان کی پیروی کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لَهٗ﴾ ''اور نہیں ہے اس کو'' یعنی ابلیس کو ﴿عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ﴾ ''ان پر کوئی غلبہ۔'' یعنی شیطان کو کوئی تسلط اور غلبہ حاصل ہے نہ وہ کسی کو اپنے ارادے کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر سکتا ہے لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جو شیطان کے تسلط اور بنی آدم کو گمراہ کرنے میں اس کی فریب کاری کا تقاضا کرتی ہے۔ ﴿لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ﴾ ''تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے۔'' تا کہ امتحان کا بازار گرم رہے' سچے اور جھوٹے میں امتیاز واقع ہو جائے' وہ شخص پہچانا جائے جس کا ایمان صحیح ہے جو امتحان' آزمائش اور شیطانی شبہات کے وقت ثابت قدم رہا اور وہ شخص بھی پہچان لیا جائے جس کا ایمان صحیح نہیں جو ادنیٰ سے شبہے پر متزلزل ہو جاتا ہے اور اس سے متضاد تھوڑی سی دعوت پر اپنے موقف سے ہٹ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور پاک لوگوں میں سے ناپاک کو ظاہر کر دیتا ہے ﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ﴾ ''اور آپ کا رب ہر چیز پر محافظ ہے۔'' وہ بندوں کی حفاظت کرتا ہے' ان کے اعمال اور اعمال کی جزا کو محفوظ رکھتا ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی پوری جزا دے گا۔

قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ

کہہ دیجیے: پکارو ان کو جنہیں گمان کیا تھا تم نے اللہ کے سوا (معبود) نہیں اختیار رکھتے وہ برابر ایک ذرے کے آسمانوں میں

وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ وَّمَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِيۡرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنۡفَعُ

اور نہ زمین میں اور نہیں ہے انکی ان دونوں میں کوئی شرکت اور نہیں ہے اس کیلئے ان میں سے کوئی مددگار ○ اور نہیں نفع دے گی

الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ‌ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا

سفارش اسکے پاس سوائے اس شخص کے کہ اجازت دے گا اللہ اسے یہاں تک کہ جب دور کر دی جاتی ہے گھبراہٹ انکے دلوں سے تو کہتے ہیں:

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

کیا کہا تمھارے رب نے؟ وہ کہتے ہیں: حق (کہا) اور وہ بہت بلند اور بڑا ہے○

﴿ قُلِ ﴾ اے رسول! جو لوگ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی کو کوئی نفع نقصان نہیں دے سکتی انھیں خود ساختہ معبودوں کا عجز اور ان کی عبادت کا بطلان واضح کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ یعنی جنھیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو، اگر تمھارا پکارنا کوئی فائدہ دے سکتا ہے تو انھیں پکار دیکھو۔ ان کی بے بسی اور تمھاری پکار کا جواب دینے پر عدم قدرت کے اسباب ہر لحاظ سے بہت زیادہ اور واضح ہیں۔

بلاشبہ وہ کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ ﴿ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''وہ زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں'' یعنی وہ مستقل طور پر کسی چیز کے مالک ہیں نہ کسی چیز کی ملکیت میں اشتراک رکھتے ہیں، بنابریں فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُمْ ﴾ ''اور ان کے لیے نہیں ہے'' یعنی جن کو تم نے معبود سمجھ رکھا ہے ﴿ فِیْهِمَا ﴾ آسمانوں اور زمین میں ﴿ مِنْ شِرْكٍ ﴾ ''کوئی شراکت'' یعنی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ان کا اس میں کوئی بھی حصہ نہیں ہے۔ پس وہ کسی چیز کے مالک ہیں نہ ملکیت میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان کے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ملکیت میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ مالک کے اعوان و انصار اور اس کے وزرا ہیں، لہٰذا ان کو پکارنا نفع مند ہے، کیونکہ بادشاہ ان کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنے متعلقین کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مرتبہ و مقام کی بھی نفی فرما دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا لَهٗ ﴾ ''اور نہیں ہے اس کے لیے'' یعنی اللہ تعالیٰ واحد قہار کے لیے ﴿ مِنْهُمْ ﴾ ان خود ساختہ معبودوں میں سے ﴿ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴾ کوئی معاون اور وزیر، جو کاروبار اقتدار اور تدبیر مملکت میں اس کی مدد کرے۔

باقی رہی شفاعت تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی نفی فرما دی، فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ ''اور اس کے ہاں سفارش فائدہ نہیں دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔'' یہ وہ تعلقات اور امیدیں ہیں جو مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں، بتوں، انسانوں اور شجر و حجر سے وابستہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امیدوں کو منقطع کر دیا اور ان کے بطلان کو اچھی طرح واضح کر کے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ چونکہ مشرک غیر اللہ کی عبادت صرف اس لیے کرتا ہے کہ اسے غیر اللہ سے کسی نفع کی امید ہوتی ہے اور یہی امید شرک کی موجب ہوتی ہے تو جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جسے یہ اللہ کے سوا پکارتا ہے، کسی نفع و نقصان کی مالک ہے نہ مالک کی ملکیت میں شریک ہے، نہ اس کی معاون اور مددگار ہے اور نہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکتی ہے تو اس کا یہ پکارنا اور اس کی یہ عبادت عقل کے مطابق گمراہی اور شرع کے مطابق باطل ہے۔

اس کے برعکس مشرک کو اس سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ اس کے مقصود و مطلوب کے بالکل الٹ ہوتی

ہے۔ مشرک ان خود ساختہ معبودوں کے ذریعے سے نفع چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نفع کا بطلان اور اس کا معدوم ہونا واضح کر دیا ہے اور بعض دیگر آیات میں ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنے والے کے لیے ان کے ضرر کو بیان کر دیا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قیامت کے روز یہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ فرمایا: ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (الاحقاف: ٤٦/٦) ''اور جب تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔'' بڑی عجیب بات ہے کہ مشرک آدمی تکبر و استکبار کی وجہ سے رسولوں کی اطاعت اس گمان سے نہیں کرتا کہ وہ بشر ہیں اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ شجر و حجر کو پکارتا ہے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، محض تکبر کی بنا پر رحمان کے لیے اخلاص نہیں رکھتا مگر اپنے بدترین دشمن شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے ان ہستیوں کی عبادت پر راضی ہو جاتا ہے جن کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہ احتمال موجود ہے کہ اس مقام پر ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہو کیونکہ آیت کریمہ میں لفظاً وہی مذکور ہیں اور ضمائر کے بارے میں قاعدہ بھی یہی ہے کہ یہ اپنے قریب ترین مذکور کی طرف لوٹتی ہیں تب اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ قیامت کے روز جب مشرکین کی گھبراہٹ دور ہوگی اور انھیں ہوش آئے گا تو ان سے دنیا میں ان کے احوال کے بارے میں سوال کیا جائے گا' حق لانے والے رسولوں کی تکذیب کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا تو وہ اقرار کریں گے کہ کفر اور شرک پر مبنی ان کا موقف باطل تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور انبیاء و مرسلین نے اس کے بارے میں خبر دی تھی وہی حق تھا۔ تو اس سے پہلے جو کچھ وہ چھپایا کرتے تھے سب ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گا اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ حق تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ﴾ وہ بذاتہ تمام مخلوقات کے اوپر ہے' وہ ان پر غالب ہے اور وہ اپنی عظیم اور جلیل القدر صفات کی بنا پر عالی قدر ہے۔ ﴿الْكَبِيْرُ﴾ وہ اپنی ذات و صفات میں بہت بڑا ہے۔ یہ اس کی بلندی ہے کہ اس کا حکم سب پر غالب ہے' نفوس اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ مشرکین و متکبرین کے نفوس بھی سر افگندہ ہیں۔ یہ معنیٰ زیادہ واضح ہے اور یہی وہ معنیٰ ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر ملائکہ کی طرف لوٹتی ہو' یعنی جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے کلام فرماتے ہیں اور فرشتے اسے سنتے ہیں تو وہ غش کھا کر سجدے میں گر جاتے ہیں' پھر سب سے پہلے

جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرماتے ہیں اس کے بارے میں ان سے وحی کے ذریعے سے کلام کرتے ہیں۔ جب فرشتوں کی مدہوشی دور اور ان کی گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے تو وہ کلام الٰہی کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں جس کی بنا پر ان پر غشی طاری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حق ارشاد فرمایا: یہ بات وہ یا تو اجمالی طور پر کہتے ہیں کیونکہ انھیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے یا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں بات ارشاد فرمائی ہے۔ یہ اس کلام کی وجہ سے کہتے ہیں جو انھوں نے اس سے سنا ہے اور یہ سب حق ہے۔

تب اس احتمال کے مطابق معنیٰ یہ ہوگا کہ مشرکین جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کی جن کے عجز اور نقص کے بارے میں ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ وہ کسی بھی لحاظ سے کسی کو کوئی نفع نہیں دے سکتے تو ان کفار نے رب عظیم کی عبادت میں اخلاص سے کیسے انحراف کیا' جو بلند اور بہت بڑا ہے جس کی عظمت و جلال کا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے مکرم اور مقرب فرشتے' اس کا کلام سن کر خشوع و خضوع کی بنا پر غش کھا کر گر پڑتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ ان مشرکین کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تکبر سے اس ہستی کی عبادت سے انکار کرتے ہیں جس کی عظمت' اقتدار' تسلط اور شان کا یہ حال ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے شرک اور ان کے کذب و بہتان طرازی سے بلند و بالا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ

کہہ دیجیے: کون رزق دیتا ہے تم کو آسمانوں اور زمین سے؟ کہہ دیجیے: اللہ ہی' اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ

صریح گمراہی میں ○ کہہ دیجیے: نہیں پوچھے جاؤ گے تم اس کی بابت جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم پوچھے جائیں گے اس کی بابت جو تم عمل کرتے ہو ○ کہہ دیجیے:

يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ

جمع کرے گا ہم سب کو ہمارا رب' پھر وہ فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان ساتھ حق کے اور وہی ہے فیصلہ کرنے والا' جاننے والا ○ کہہ دیجیے:

اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

دکھاؤ تم مجھے وہ (معبود) جن کو ملا دیا تھا تم نے اس (اللہ) کے ساتھ شریک (ٹھہرا کر) ہرگز ایسا نہیں بلکہ وہی ہے اللہ غالب حکمت والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ان سے ان کے شرک کی صحت کی دلیل طلب کرتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''آسمانوں اور زمین سے تمھیں رزق کون فراہم کرتا ہے؟'' تو وہ لازمی طور پر اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ انھیں رزق مہیا کرتا ہے اگر وہ اس حقیقت کا اقرار نہ کریں تو ﴿ قُلِ اللّٰهُ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ رزق عطا کرتا ہے۔''

آپ ایک بھی ایسا شخص نہ پائیں گے جو اس بات کو رد کر سکے۔ جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو زمین و آسمان سے تمھیں رزق عطا کرتا ہے، وہ تمھارے لیے آسمان سے بارش برساتا ہے' وہ تمھارے لیے نباتات اگاتا ہے' وہ تمھارے لیے دریاؤں کو جاری کرتا ہے' وہ درختوں پر تمھارے لیے پھل اگاتا ہے' اس نے تمام حیوانات کو تمھارے رزق اور تمھاری دیگر منفعتوں کے لیے تخلیق فرمایا۔ پھر تم اس کے ساتھ ان ہستیوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو تمھیں رزق عطا کر سکتی ہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتی ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنَّآ أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴾ یعنی ہم دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ ہدایت پر ہے یا واضح گمراہی میں غرق ہے۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس پر حق ظاہر اور صواب واضح ہو' جسے اپنے موقف کے حق ہونے اور اپنے مخالف کے موقف کے بطلان کا یقین ہو۔

ہم نے وہ تمام دلائل واضح کر دیے ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں اور جو تم پیش کرتے ہو۔ جن سے کسی شک کے بغیر یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ہم میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ؟ حتی کہ اس کے بعد تعیین ایسے ہو جاتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

اگر آپ اس شخص کے درمیان...... جو اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا' جو ان میں ہر قسم کا تصرف کرتا ہے' جو ہر قسم کی نعمت عطا کرتا ہے' جس نے ان کو رزق مہیا کیا' ان تک ہر قسم کی نعمت پہنچائی' ان سے ہر برائی کو دور کیا۔ تمام حمد و ثنا اسی کے لیے ہے' تمام فرشتے اور ان سے کم تر مخلوق اس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے ذلت کا اظہار کرتے ہیں' تمام سفارشی اس سے خائف ہیں' ان میں سے کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا جو اپنی ذات میں اور اپنے اوصاف و افعال میں بہت بلند اور بہت بڑا ہے' جو ہر قسم کے کمال' جلال اور جمال کا مالک ہے' جو ہر قسم کی مجد اور حمد و ثنا کا مستحق ہے، وہ اس ہستی کے تقرب کے حصول کی دعوت دیتا ہے جس کی یہ شان ہے' اس کے لیے اخلاص عمل کا حکم دیتا ہے' اس کے سوا دیگر ہستیوں کی عبادت سے روکتا ہے...... اور اس شخص کے درمیان موازنہ کریں جو خود ساختہ معبودوں' بتوں اور قبروں کے تقرب کے حصول کی کوشش کرتا ہے' جو کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں' وہ خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع و نقصان' موت و حیات اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا کوئی اختیار رکھتے ہیں نہ اپنے عبادت گزاروں کے لیے' بلکہ یہ تو جمادات اور پتھر ہیں جو عقل رکھتے ہیں نہ اپنے عبادت گزاروں کی پکار کو سنتے ہیں' اگر سن بھی لیں تو ان کو جواب نہیں دے سکتے۔ قیامت کے روز یہ ان کے شرک کا انکار اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے' ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں ان کا کوئی حصہ ہے نہ شراکت اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ان کی سفارش کر سکتے ہیں۔ یہ شخص اس ہستی کو پکارتا ہے' جس کا مذکورہ بالا وصف ہے'

امکان بھراس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے' اس شخص کے ساتھ عداوت رکھتا اور اس کے ساتھ جنگ کرتا ہے جو دین میں اخلاص کا حامل ہے اور وہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی دعوت دیتے ہیں...... تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ فریقین میں سے کون ہدایت یافتہ اور کون گمراہ ہے' کون نیک بخت اور کون بد بخت ہے۔ اس بات کی حاجت نہیں کہ اس کو بیان کرنے کے لیے آپ کی کوئی مدد کرے کیونکہ زبانِ حال زبانِ مقال سے زیادہ واضح اور زیادہ فصیح ہے۔

﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیجیے:'' انھیں ﴿لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی ہم میں سے اور تم میں سے ہر شخص کا اپنا اپنا عمل ہے۔ ہمارے جرائم اور گناہوں کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور نہ تمھارے اعمال کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا۔ ہمارا اور تمھارا مقصد صرف طلب حق اور انصاف کے راستے پر چلنا ہونا چاہیے اور چھوڑو اس بات کو کہ ہم کیا کرتے ہیں' نیز یہ بات تمھارے لیے اتباع حق سے مانع نہیں ہونی چاہیے کیونکہ دنیا کے احکام ظواہر پر جاری ہوتے ہیں' ان میں حق کی پیروی کی جاتی ہے اور باطل سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ رہے اعمال' تو ان کے فیصلے کے لیے آخرت کا گھر ہے' ان کے بارے میں احکم الحاکمین اور سب سے زیادہ عادل ہستی فیصلہ کرے گی۔ بنا بریں فرمایا: ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا﴾ ''کہہ دیجیے کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان (حق و انصاف کے ساتھ) فیصلہ کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا جس سے سچے اور جھوٹے' ثواب کے مستحق اور عذاب کے مستحق لوگوں کے درمیان امتیاز واضح ہو جائے گا اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

﴿قُلْ﴾ اے رسول! آپ اور وہ' جو آپ کا قائم مقام ہو' ان سے کہہ دیں: ﴿اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ﴾ ''مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ جن کو تم نے اس کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے۔'' یعنی مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں؟ ان کی معرفت کا کیا طریقہ ہے؟ وہ زمین میں ہیں یا آسمان میں؟ کیونکہ غیب اور شہادت کو جاننے والی ہستی نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ اس کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (یونس: ۱۸/۱۰) ''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر رہے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں' آپ کہہ دیجیے تم اللہ کو جتاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ ایسی باتوں سے پاک اور بالاتر ہے جو یہ شرک کرتے ہیں۔'' ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (یونس: ۶۶/۱۰) ''اور جو یہ لوگ اللہ کے سوا خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں' یہ محض

وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض اندازے لگاتے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خاص مخلوق یعنی انبیاء و مرسلین کے علم میں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے تو اے مشرکو! مجھے دکھاؤ جن کو تم نے اپنے زعم باطل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ﴿شُرَكَآءَ﴾ "شریک" ٹھہرا دیا ہے۔ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب ان سے ممکن نہیں اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ "ہرگز نہیں" یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک کوئی ہمسر اور کوئی مدمقابل نہیں۔ ﴿بَلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ "بلکہ وہ اللہ ہے" جس کے سوا کوئی الوہیت اور عبادت کا مستحق نہیں۔ ﴿الْعَزِيْزُ﴾ جو ہر چیز پر غالب ہے اس کے سوا ہر چیز مقہور اور اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ "حکمت والا ہے" اس نے جو چیز بھی تخلیق کی نہایت مہارت سے تخلیق کی۔ اس نے جو شریعت بنائی بہترین شریعت بنائی۔

اگر اس کی شریعت میں صرف یہی حکمت پنہاں ہوتی کہ اس نے اپنی توحید اور اخلاص فی الدین کا حکم دیا اسی کو پسند فرمایا اور اسی کو نجات کی راہ قرار دیا ہے اس نے شرک اور اللہ تعالیٰ کے ہمسر بنانے سے روکا اور اس کو ہلاکت اور بدبختی کا راستہ قرار دیا ہے...... تو اس کے کمال حکمت کے اثبات کے لیے یہی دلیل کافی ہے...... تب اس شریعت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کے تمام اوامر و نواہی حکمت پر مشتمل ہیں؟

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے اور ڈرانے والا (بنا کر) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ

اور وہ کہتے ہیں کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے؟○ کہہ دیجیے: تمہارے لئے وعدہ ہے ایک ایسے دن کا کہ

لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

نہ تم پیچھے رہ سکو گے اس سے ایک گھڑی اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو صرف اس لیے مبعوث فرمایا کہ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ثواب کی خوش خبری دے اور انھیں ان اعمال سے آگاہ کرے جو اس ثواب کے موجب ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور انھیں ان اعمال سے آگاہ کرے جو اس عذاب کے موجب ہیں اور آپ کا اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ اہل تکذیب اور اہل عناد آپ سے جن معجزوں کا مطالبہ کرتے ہیں وہ آپ کے فرائض میں شامل نہیں ہیں بلکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" یعنی ان کے پاس صحیح علم نہیں ہے بلکہ یہ لوگ یا تو جاہل ہیں یا عناد رکھتے ہیں اور اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے تب ان کا حال یہ ہے کہ گویا ان کے

پاس علم ہی نہیں۔ جن کے پاس علم نہ ہو ان کا رسول سے معجزے کا مطالبہ پورا نہ ہونا' رسول کی دعوت کو ٹھکرانے کا موجب ہوتا ہے۔ انھوں نے جن چیزوں کا مطالبہ کیا تھا ان میں سے ایک عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ تھا جس سے انھیں ڈرایا گیا تھا۔ فرمایا: ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور کہتے ہیں' اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب وقوع پذیر ہوگا؟'' یہ مطالبہ ان کی طرف سے محض ظلم تھا کیونکہ رسول کی صداقت اور اس وعدے کے پورا ہونے کے وقت سے آگاہ کرنے میں کون سا تلازم ہے؟ کیا یہ حق کو ٹھکرانے اور حماقت وسفاہت کے سوا کچھ اور ہے؟ کیا دنیا کے کسی معاملے میں ڈرانے والا کوئی شخص اگر ایسے لوگوں کے پاس آئے جو اس کی صداقت اور خیر خواہی کو جانتے ہیں اور ان کا ایک دشمن بھی ہے جو ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار اور اس کے لیے موقع کا متلاشی ہے' تو یہ شخص ان لوگوں کے پاس آ کر کہتا ہے: ''میں تمھارے دشمن کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ روانہ ہو چکا ہے وہ تمھیں نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔'' اگر ان میں سے بعض لوگ کہیں: ''اگر تو سچا ہے تو ہمیں بتا کہ کس وقت وہ ہمارے پاس پہنچے گا اور اس وقت وہ کہاں ہے؟'' کیا یہ سوال کرنے والا شخص عقل مند شمار کیا جائے گا یا اس پر سفاہت اور پاگل پن کا حکم لگایا جائے گا؟

خبر دینے والا سچا یا جھوٹا ہو سکتا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمن کا ارادہ کسی اور طرف کا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ دشمن اپنا ارادہ ترک کر دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی مضبوط قلعے میں ہوں جہاں وہ اس دشمن سے اپنی مدافعت کر سکتے ہوں، تب وہ اس شخص کو کیوں کر جھٹلا سکتے ہیں جو مخلوق میں سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے' جو اپنی خبر میں ہر غلطی سے پاک ہے' جو اس آنے والے یقینی عذاب کے بارے میں اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا' اس عذاب سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ ہے نہ اس سے بچانے والا کوئی مددگار ہے۔ کیا اس شخص کی خبر کو محض اس لیے رد کرنا کہ اس نے عذاب کے وقوع کا وقت نہیں بتایا' سب سے بڑی حماقت نہیں!

﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیجیے:'' ان کو اس عذاب کے وقوع کی خبر دیتے ہوئے جس میں کوئی شک نہیں ﴿لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''تم سے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے ایک گھڑی پیچھے رہو گے نہ آگے بڑھو گے۔'' تو اس دن سے ڈرو اور اس کے لیے تیاری کرو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى

اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا: ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم اس قرآن پر اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے تھیں اور آپ اگر دیکھیں

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ

جب ظالم لوگ کھڑے کیے جائیں گے سامنے اپنے رب کے جبکہ رد کر رہا ہوگا بعض ان کا بعض کی بات کا (تو آپ کو تعجب ہوگا) کہیں گے

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے جو تکبر کرتے (بڑے بنتے) تھے اگر نہ ہوتے تم تو یقیناً ہوتے ہم مومن ○ کہیں گے وہ لوگ جو

اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ

تکبر کرتے (بڑے بنتے) تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا ہم نے روک دیا تھا تمہیں ہدایت (اختیار کرنے) سے بعد اس کے جب

جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ

وہ آ گئی تھی تمہارے پاس؟ بلکہ تھے تم (خود ہی) مجرم ○ اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان سے جو بڑے بنتے تھے (نہیں) بلکہ

مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

(تمہاری) رات اور دن کی چالوں ہی نے (ہمیں روکا تھا) جب حکم دیتے تھے تم ہمیں یہ کہ کفر کریں ہم ساتھ اللہ کے اور ٹھہرائیں اس کیلئے شریک،

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ

اور چھپائیں گے وہ ندامت کو جب دیکھیں گے عذاب، اور ہم کر (ڈال) دیں گے طوق گردنوں میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، نہیں بدلہ دیے جائیں گے وہ مگر (اسی کا) جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کے لیے عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اپنے وقت پر اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ یہاں فرمایا کہ اگر آپ اس روز ان کا حال دیکھیں، جب یہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے، سردار اور کفر وضلالت میں ان کی پیروی کرنے والے اکٹھے کھڑے ہوں گے، تو آپ کو بہت بڑا اور انتہائی ہولناک معاملہ نظر آئے گا اور آپ دیکھیں گے کہ وہ کیسے ایک دوسرے کی بات کو رد کرتے ہیں۔ ﴿ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ﴾ ''وہ لوگ جو کمزور کیے گئے تھے وہ کہیں گے'' یعنی متبعین ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا ﴾ ''ان سے جنہوں نے تکبر کیا۔'' اس سے مراد قائدین کفر ہیں ﴿ لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔'' مگر تم ہمارے اور ایمان کے درمیان حائل ہو گئے، تم نے کفر کو ہمارے سامنے مزین کیا اور تمہاری پیروی میں ہم نے کفر کو اختیار کیا۔ ایسا کہنے میں ان کا مقصود یہ ہوگا کہ ان کی بجائے عذاب ان سرداروں کو دیا جائے۔ ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا ﴾ ''جنہوں نے تکبر کیا وہ کمزور بنائے ہوئے لوگوں سے کہیں گے:'' یہ سردار استفہامی انداز میں ان کو خبر دیں گے کہ سب اس عذاب کو بھگتیں گے۔ ﴿ اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت آ جانے کے بعد اس سے روکا تھا؟'' یعنی کیا ہم نے تمہیں اپنی قوت اور غلبے کی وجہ سے ایمان لانے سے روکا تھا؟ ﴿ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴾ ''بلکہ تم مجرم تھے۔'' یعنی تم مقہور ومغلوب نہ تھے، تم سے جبراً کفر کا ارتکاب نہیں کرایا گیا تھا بلکہ تم نے اپنے اختیار سے

جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اگرچہ ہم نے تمھارے سامنے کفر کو مزین کیا تھا' تاہم تم پر ہمیں کوئی تسلط اور اختیار تو حاصل نہ تھا۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا﴾ ''اور کمزور لوگ تکبر کرنے والے لوگوں سے کہیں گے: بلکہ تم رات دن مکر وفریب کرتے رہتے تھے جس وقت تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔'' یعنی تم نے جو دن رات سازشیں کیں اور تم نے ہمارے ساتھ مکر وفریب کیا اور اس مکر وفریب سے ہم پر گمراہی کو مسلط کیا' تم ہمارے سامنے کفر کو مزین کیا کرتے تھے پھر اس کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ تم اس کے بارے میں دعویٰ کیا کرتے تھے کہ یہ حق ہے اور حق میں جرح وقدح کر کے اس کی قدر گھٹایا کرتے تھے اور بزعم خود حق کو باطل قرار دیا کرتے تھے۔ تم ہمارے خلاف سازشوں کے جال بنتے رہے یہاں تک کہ تم نے ہمیں گمراہ کر کے فتنے میں مبتلا کر دیا۔

آپس میں ان کی یہ گفتگو اس کے سوا انھیں کوئی فائدہ نہ دے گی کہ وہ ایک دوسرے سے بےزاری اور سخت ندامت کا اظہار کریں گے' اس لیے فرمایا: ﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے۔'' یعنی اس حجت کا تار وپود بکھر جائے گا جس کے ذریعے سے وہ ایک دوسرے پر حجت قائم کرتے تھے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے اور وہ جان لیں گے کہ وہ ظالم ہیں اور عذاب کے مستحق ہیں۔ ان میں سے ہر مجرم بے حد پشیمان ہوگا اور وہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ حق پر ہوتا اور اس نے باطل کو چھوڑ دیا ہوتا جس نے اسے اس عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ اپنے جرائم کا اقرار کر لینے کی فضیحت کا خوف ان پر چھا جائے گا۔

قیامت کے بعض موقعوں پر اور جہنم میں داخل ہوتے وقت' وہ بآواز بلند اپنی ندامت کا اظہار کریں گے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۷-۲۸) ''اور ظالم اس روز اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کاش! میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (الملك: ۶۷/۱۰-۱۱) ''وہ کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم اصحاب جہنم میں شامل نہ ہوتے' وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے۔ پس جہنمی اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔''

﴿وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔'' یعنی ان کو بیڑیاں پہنائی جائیں گی جیسے اس قیدی کو پہنا دی جاتی ہیں جس کی قید میں اہانت مقصود ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾

(المؤمن: ٤٠/ ٧١-٧٢) ''جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں پہنادی جائیں گی' پھر انھیں کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا' پھر ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔'' ﴿هَلْ يُجْزَوْنَ﴾ یہ عذاب اور یہ سزا جو انھیں دی گئی ہے اور یہ بوجھل طوق جو انھیں پہنائے گئے ہیں ﴿اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ صرف ان اعمال کی پاداش میں ہے جن کا وہ کفر' فسق اور نافرمانی کر کے ارتکاب کیا کرتے تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہا اس کے خوش حال لوگوں نے بلاشبہ ہم اس چیز کا کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اس کے انکار کرنے والے ہیں ○

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

اور انھوں نے کہا: ہم زیادہ ہیں (تم سے) مال اور اولاد میں اور نہیں ہم عذاب دیے جائیں گے ○ کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب ہی کشادہ کرتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ

رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور کم کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور نہیں ہیں تمھارے مال اور نہ

اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ

تمھاری اولاد (ایسی چیز) کہ جو قریب کر دے تمھیں ہمارے پاس درجے میں' مگر جو ایمان لایا اور عمل کیے اس نے نیک' پس یہی لوگ ہیں ان کے لیے بدلہ ہے

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

دگنا بہ سبب ان (عملوں) کے جو انھوں نے کیے اور وہ بالا خانوں میں پر امن ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے ○ کہہ دیجیے: بے شک میرا رب ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے

وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور تنگ کرتا ہے اس کے لیے اور جو خرچ کرتے ہو تم کوئی چیز' تو وہ بدلہ دیتا ہے اس کا' اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ گزشتہ قوموں کا حال بیان کرتا ہے جنھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان کا حال بھی انھی لوگوں جیسا تھا جنھوں نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کی' نیز آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کبھی کسی بستی میں کوئی رسول مبعوث فرمایا تو اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے اس کا انکار کیا' انھوں نے نعمتوں پر تکبر اور فخر کیا ﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا﴾ ''اور انھوں نے کہا کہ ہم زیادہ مال اور اولاد والے ہیں'' یعنی ان لوگوں سے جنھوں نے حق کی اتباع کی۔ ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور ہم عذاب دیے جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔'' یعنی اول تو ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ اگر ہمیں دوبارہ زندہ کیا بھی گیا تو وہ ہستی جس نے ہمیں اس دنیا میں مال اور اولاد سے نوازا ہے' وہ ہمیں آخرت میں اس سے بھی زیادہ مال اور اولاد سے نوازے گی

اور ہمیں عذاب نہ دے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ رزق کی کشادگی اور تنگی تمھارے دعوے کی دلیل نہیں کیونکہ رزق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت عطا ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے بندے کے لیے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو تنگ کر دیتا ہے۔

مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرتے اور جو چیز اللہ کے قریب کرتی ہے وہ ہے انبیاء و مرسلین کی دعوت پر ایمان اور عمل صالح جو ایمان کے لوازم میں شمار ہوتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کئی گنا اجر ہے جنھیں ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک' بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ عطا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿ وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ یعنی وہ بہت ہی بلند مرتبہ منازل میں' ہر قسم کے تکدر اور ناخوشگواری سے محفوظ اطمینان سے رہیں گے' انھیں وہاں مختلف قسم کی لذات اور دل پسند چیزیں عطا ہوں گی اور انھیں وہاں سے نکلنے کا خوف ہوگا نہ کوئی حزن وغم۔ رہے وہ لوگ جو ہمیں اور ہمارے رسولوں کو عاجز اور بے بس بنانے اور ان کو جھٹلانے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو ﴿ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴾ ''وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔'' جہنم کے فرشتے انھیں جہنم میں دھکیل دیں گے اور انھیں جن ہستیوں پر بھروسہ تھا وہ انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر اعادہ فرمایا: ﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ﴾ ''وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' تاکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مترتب ہو: ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ ''اور تم جو چیز خرچ کرو گے۔'' خواہ وہ نفقہ واجب ہو یا نفقہ مستحبہ' اسے کسی قریبی رشتہ دار' پڑوسی' مسکین' اور یتیم پر خرچ کیا گیا ہو یا کسی اور پر ﴿ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تمھیں اور رزق عطا کر دیتا ہے۔'' اس لیے اس وہم میں مبتلا نہ ہوں کہ خرچ کرنے سے رزق میں کمی واقع ہو جائے گی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کی جگہ اور رزق عطا کرے گا' وہ جسے چاہتا ہے رزق میں کشادگی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔ ﴿ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ ''اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' اس لیے اسی سے رزق طلب کرو اور ان اسباب رزق کو بڑھاؤ جن کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور جس دن وہ اکٹھا کرے گا ان سب (مشرکوں) کو پھر کہے گا وہ فرشتوں سے: کیا یہی لوگ ہیں (کہ) وہ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟○

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

وہ کہیں گے پاک ہے تو' تو ہی ہے ہمارا کارساز ان کے ماسوا' بلکہ وہ تو تھے عبادت کرتے جنوں کی' اکثر ان میں سے

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿41﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط وَنَقُوْلُ

انھی پر ایمان رکھتے تھے○ پس آج نہیں اختیار رکھتا کوئی تمہارا واسطے کسی کے، کسی نفع کا اور نہ نقصان کا، اور ہم کہیں گے

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿42﴾

ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا: چکھو تم عذاب آگ کا، وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے○

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''اور وہ جس دن ان سب کو جمع کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ یعنی فرشتوں وغیرہ کی عبادت کرنے والے مشرکین اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کرے گا۔ ﴿ ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا'' مشرکین کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے ﴿ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴾ ''کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے۔'' اور وہ جواب میں ان مشرکین کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ ﴾ ''وہ کہیں گے: تو پاک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اس چیز سے تنزیہ و تقدیس کرتے ہوئے کہ اس کا کوئی شریک یا ہمسر ہو، کہیں گے: ﴿ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ﴾ ''ہمارا سرپرست اور والی تو ہی ہے نہ کہ یہ مشرک۔'' ہم تو خود تیری سرپرستی کے محتاج اور ضرورت مند ہیں ہم دوسروں کو اپنی عبادت کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں؟ یا یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ ہم تیرے سوا دوسروں کو اپنا سرپرست اور شریک بنائیں؟ بلکہ یہ مشرکین ﴿ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ﴾ ''جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔'' شیاطین انھیں حکم دیتے تھے کہ وہ ہماری اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کریں اور یہ ان کے حکم کی اطاعت کرتے تھے۔ ان کی اطاعت ہی درحقیقت ان کی عبادت تھی کیونکہ اطاعت، عبادت ہی کا دوسرا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو بھی معبود بنا رکھا تھا: ﴿ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○ وَّأَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (یٰسٓ: 36/60-61) ''اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔'' ﴿ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ''ان میں سے اکثر لوگ ان پر ایمان لاتے تھے'' جنوں کو سچا جانتے اور ان کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ ایمان ایسی تصدیق کا نام ہے جو اطاعت کی موجب ہو۔

جب فرشتے ان کے شرک اور عبادت سے بیزاری کا اعلان کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ﴾ ''پس آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔'' تمھارے درمیان تمام تعلقات منقطع ہو گئے ہیں اور تم ایک دوسرے سے کٹ گئے ہو۔ ﴿ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ یعنی جنھوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے ظلم کیا، ہم انھیں جہنم میں داخل کرنے کے بعد ان سے کہیں گے: ﴿ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''دوزخ کے عذاب کا مزہ

چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔'' آج تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم اپنی تکذیب کی پاداش میں اس جہنم میں داخل ہو چکے' نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان اسباب سے اجتناب نہ کیا جو جہنم میں داخلے کے موجب تھے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح تو وہ کہتے ہیں: نہیں ہے یہ مگر ایک ایسا آدمی جو چاہتا ہے کہ روک دے تمھیں ان (معبودوں) سے کہ تھے

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا

(جنکی) عبادت کرتے تمہارے باپ دادا اور وہ کہتے ہیں نہیں ہے یہ (قرآن) مگر ایک جھوٹ گھڑا ہوا اور کہا انھوں نے جنھوں نے کفر کیا: حق کی بابت' جب

جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَ

وہ آیا ان کے پاس' نہیں ہے یہ مگر جادو بالکل واضح ○ اور نہیں دیں ہم نے ان (عربوں) کو کچھ کتابیں کہ وہ پڑھتے ہوں انہیں اور

مَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ؕ﴿۴۴﴾ وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا

نہیں بھیجا ہم نے انکی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا ○ اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے' جبکہ نہیں پہنچے یہ

مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع

دسویں حصے کو اسکے جو دیا تھا ہم نے ان (پہلوں) کو پس جھٹلایا انہوں نے میرے رسولوں کو تو کیسا ہوا (ان پر) میرا عذاب؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرما رہا ہے کہ اس وقت مشرکین کی کیا حالت ہوتی تھی جب ان کے سامنے واضح آیات تلاوت کی جاتی تھیں اور ایسے قطعی براہین و دلائل پیش کیے جاتے تھے جو ہر بھلائی پر دلالت کرتے اور ہر برائی سے روکتے تھے۔ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی عنایت تھی جو ان کے دروازے تک پہنچی اور اس بات کی موجب تھی کہ ایمان و تصدیق اور اطاعت و تسلیم کے ساتھ اس کو قبول کیا جاتا۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اس مناسب رویے سے متضاد رویے کے ساتھ ان کا سامنا کیا۔ وہ ان انبیاء کی تکذیب کیا کرتے تھے جو ان کے پاس آئے تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ﴾ ''یہ ایک ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمھارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے ان سے تم کو روک دے۔'' یعنی جب وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیا کرتا تھا تو اس وقت اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تم اپنے باپ دادا کی عادات کو ترک کر دو' جن کی تم تعظیم اور ان کی پیروی کرتے ہو۔ پس انھوں نے گمراہوں کے کہنے پر حق کو ٹھکرا دیا اور اس کو ٹھکراتے وقت انھوں نے کوئی دلیل اور برہان پیش کی نہ کوئی شبہ وارد کیا اور یہ کون سا شبہ ہے کہ جب رسول بعض گمراہ لوگوں کو اتباع حق کی دعوت دیں تو یہ لوگ دعویٰ کریں کہ گزشتہ زمانے میں ان کے بھائی بند بھی' جن کے یہ پیروکار ہیں' اسی طریقہ پر کاربند تھے؟

اگر آپ ان کی اس سفاہت، حماقت اور گمراہ لوگوں کے کہنے کی وجہ سے ان کے حق کو ٹھکرانے پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی حماقت کے ڈانڈے مشرکوں، دہریوں، فلسفیوں، صابیوں، ملحدوں اور اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل بھاگنے والوں کے گمراہ نظریات سے جا ملتے ہیں۔ قیامت تک ہر شخص کے لیے یہی اسوہ رہے گا جو حق کو ٹھکراتا ہے۔ انھوں نے اپنے آباء واجداد کے افعال کو دلیل بنا کر انبیاء ومرسلین کی دعوت کو ٹھکرایا اور اس کے بعد حق کو مطعون کیا ﴿وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى﴾ ''اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن صرف اور صرف گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔'' یعنی یہ اس شخص کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے جو اسے لے کر آیا ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ان کافروں کے پاس جب حق آ گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔'' یعنی یہ کھلا جادو ہے جو ہر ایک پر ظاہر ہے۔ وہ یہ بات حق کی تکذیب اور بے عقل لوگوں کو فریب میں مبتلا کرنے کے لیے کہتے تھے۔ جب وہ تمام اعتراضات واضح ہو گئے جن کی بنیاد پر وہ حق کو ٹھکراتے تھے کہ ان کا دلیل ہونا تو کجا ان کی بنیاد پر تو شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا، تو ذکر فرمایا کہ کوئی شخص ان کی تائید میں دلیل لانے کی کوشش کرے تو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

﴿وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا﴾ ''اور ہم نے نہ تو انھیں کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہیں۔'' کہ وہ کتاب ان کے لیے کوئی دلیل ہوتی ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ﴾ ''اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا ہے'' کہ ان کے پاس اس کے اقوال واحوال ہوں جن کی بنیاد پر یہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا رہے ہوں۔ ان کے پاس علم ہے نہ علم کا کوئی نشان۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں، ان سے پہلے انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا﴾ ''اور جو لوگ ان سے پہلے گزر رہے تھے انھوں نے (حق کو) جھٹلایا تھا اور یہ لوگ نہیں پہنچے'' یعنی یہ مخاطبین نہیں پہنچے ﴿مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا﴾ ''اس ساز وسامان کے عشر عشیر کو بھی جو ہم نے ان (پہلے لوگوں) کو عطا کیا تھا تو انھوں نے جھٹلایا'' یعنی ان سے پہلے امتوں نے ﴿رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''میرے رسولوں کو تو پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟'' یعنی میری ان پر گرفت اور میرا ان پر عذاب کیسا تھا؟

ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں کہ گزشتہ قوموں کو کیا کیا سزائیں دی گئیں۔ ان میں سے کچھ قوموں کو اللہ نے سمندر میں غرق کر دیا، کچھ لوگوں کو سخت طوفانی ہوا کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا، کچھ قوموں کو ایک سخت چنگھاڑ کے ذریعے سے اور کچھ کو زلزلے کے ذریعے سے ہلاک کیا اور کچھ قوموں کو زمین میں دھنسا دیا اور بعض قوموں پر ہوا کے ذریعے سے آسمان سے پتھر برسائے۔ انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والے لوگو! تکذیب پر جمے رہنے سے بچو، ورنہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ جاؤ گے جیسے تم سے پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے تھے اور تم پر بھی ویسے ہی عذاب نازل ہو جائے گا جیسے تم سے پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوا تھا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۟ مَا

کہہ دیجیے! بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تمہیں ایک بات کی یہ کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کیلئے دو دو اور ایک ایک پھر غور وفکر کرو تم نہیں

بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۟﴿46﴾ قُلْ مَا

ہے تمہارے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی دیوانگی نہیں ہے وہ مگر صرف ایک ڈرانے والا تمہیں پہلے ایک سخت عذاب کے (آنے سے) ○ کہہ دیجیے: جو

سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿47﴾

مانگا ہو میں نے تم سے کوئی صلہ تو وہ تمہارے ہی لیے ہے، نہیں ہے میرا صلہ مگر ذمے اللہ ہی کے، اور وہ ہے اوپر ہر چیز کے شاہد ○

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿48﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ

کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب ہی القا کرتا ہے (پیغمبر پر) حق بات (وہ) خوب جانتا ہے پوشیدہ باتوں کو ○ کہہ دیجیے: آ گیا حق اور نہیں ابتدا کرتا باطل

وَمَا يُعِيْدُ ﴿49﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ

اور نہ اعادہ کرتا ہے ○ کہہ دیجیے: اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بلاشبہ میرے بہکنے کا (وبال) مجھی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں

فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿50﴾

تو بہ سبب اس کے ہے جو وحی کرتا ہے میری طرف میرا رب، بے شک وہ خوب سننے والا نہایت قریب ہے ○

﴿قُلْ﴾ اے رسول! ان مکذبین و معاندین، تکذیب حق میں بھاگ دوڑ کرنے اور حق لانے والے کے بارے میں جرح وقدح کے در پے رہنے والوں سے کہہ دیجیے: ﴿اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ ''میں تمھیں صرف ایک بات کی وصیت کرتا ہوں''، تمھیں اس کا مشورہ دیتا ہوں اور اس بارے میں تمھارے ساتھ خیر خواہی کرتا ہوں۔ یہی انصاف پر مبنی طریقہ ہے، میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ تم میری بات مانو نہ یہ کہتا ہوں کہ تم بغیر کسی موجب کے اپنی بات چھوڑ دو، میں تم لوگوں سے صرف یہ کہتا ہوں: ﴿اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى﴾ ''کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ''، یعنی ہمت، نشاط، اتباع صواب کے قصد اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ، تحقیق و جستجو کی خاطر اکٹھے ہو کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو مخاطب کرے۔ تم اکیلے اکیلے اور دو دو کھڑے ہو کر اپنی عقل و فکر کو استعمال کرو، اپنے رسول کے احوال میں غور وفکر کرو کہ کیا وہ مجنون ہے؟ کیا اس کے کلام اور ہیئت و اوصاف میں مجانین کی صفات پائی جاتی ہیں؟ یا وہ سچا نبی ہے اور آنے والے سخت عذاب کے ضرر سے تمھیں ڈراتا ہے؟ اگر وہ اس نصیحت کو قبول کر کے اس پر عمل کریں، تو دوسروں سے زیادہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ مجنون نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ کی ہیئت مجانین کی ہیئت کی مانند نہیں ہے۔

اس کے برعکس آپ کی ہیئت بہترین، آپ کی حرکات و سکنات جلیل ترین، ادب، سکینت، تواضع اور وقار کے اعتبار سے آپ کی تخلیق کامل ترین تھی۔ یہ صفات جلیلہ کسی نہایت عقل مند اور باوقار شخص ہی میں ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ

آپ کے فصیح و بلیغ کلام' آپ کے خوبصورت الفاظ اور آپ کے ان کلمات پر غور کریں جو دلوں کو امن و ایمان سے لبریز کر دیتے ہیں' نفوس کا تزکیہ اور قلوب کی تطہیر کرتے ہیں' جو انسان کو مکارم اخلاق اور اچھی عادات کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کے برعکس برے اخلاق اور رذیل عادات سے روکتے ہیں۔ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے ہیں تو ہیبت، جلال اور تعظیم کی بنا پر آنکھیں دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں مجانین کی بکواس اور ان کی اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں اور ان کے اس کلام سے مشابہت رکھتی ہیں' جو ان کے احوال سے مطابقت رکھتا ہے؟

ہر وہ شخص جو آپ کے احوال میں غور و فکر کرتا ہے اور یہ معلوم کرنے کا قصد رکھتا ہے کہ آیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یا نہیں' خواہ وہ اکیلا غور و فکر کرے یا کسی اور کے ساتھ مل کر' وہ یقین جازم کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق اور نبی صادق ہیں' خاص طور پر یہ مخاطبین' کیونکہ آپ ان کے ساتھ رہتے ہیں اور یہ لوگ آپ کو شروع سے لے کر آخر تک اچھی طرح جانتے ہیں۔ البتہ ایک اور مانع ہو سکتا ہے جو نفوس کو داعیٔ حق کی آواز پر لبیک کہنے سے روکتا ہے اور وہ مانع یہ ہے کہ داعی' اپنی آواز پر لبیک کہنے والوں سے' اپنی دعوت کی اجرت کے طور پر مال اینٹھ لیتا ہو' اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قسم کے ہتھکنڈوں سے اپنے رسول کی براءت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ﴾ ''کہہ دیجیے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔'' یعنی تمھارے حق کی اتباع کرنے پر ﴿ فَهُوَ لَكُمْ ﴾ یعنی میں تمھیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ بفرض محال' اگر دعوت حق کی کوئی اجرت ہے' تو وہ اجرت تمھارے لیے ہے۔ ﴿ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ ''میرا اجر اللہ ہی کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' یعنی اس کا علم اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کی طرف میں تمھیں دعوت دیتا ہوں۔ اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ عذاب کے ذریعے سے میری گرفت کرتا' نیز وہ تمھارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے' وہ ان کو محفوظ رکھے گا اور تمھیں ان اعمال کی جزا دے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دلائل و براہین کا ذکر کرنے کے بعد' جو حق کی صحت اور باطل کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں' آگاہ فرمایا کہ یہ اس کی سنت اور عادت ہے۔ ﴿ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ﴾ ''اللہ تعالیٰ حق کے ذریعے سے چوٹ لگاتے ہیں'' باطل پر جو اس کا سر توڑ دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر حق کو واضح اور اہل تکذیب کے اعتراضات کو رد کر دیا ہے' جو عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانی ہے تو آپ نے دیکھا کہ اہل تکذیب کے اقوال کیسے مضمحل ہو گئے' ان کا جھوٹ اور عناد کیسے عیاں ہو گیا' حق روشن ہو کر ظاہر ہو گیا اور باطل کا قلع قمع ہو گیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو ﴿ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ ''سب سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والے'' نے بیان کیا ہے جو دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں اور شبہات کو جانتا ہے' جو ان دلائل کو بھی جانتا ہے جو ان شبہات کے مقابلے میں جنم لیتے ہیں

اور ان کو رد کرتے ہیں۔

لہٰذا وہ اپنے بندوں کو ان دلائل کا علم عطا کر کے ان کو ان کے سامنے خوب واضح کر دیتا ہے' اس لیے فرمایا:

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ﴾ ''کہہ دیجیے: حق آ گیا ہے'' یعنی وہ ظاہر' واضح اور سورج کی مانند روشن ہو گیا اور اس کی دلیل غالب آ گئی ہے۔ ﴿وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''اور باطل نہ تو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے نہ دوبارہ پیدا کرے گا'' یعنی اس کے ہتھکنڈے مضمحل ہو کر باطل اور اس کے دلائل سرنگوں ہو گئے۔ باطل (یعنی کوئی خود ساختہ معبود) کسی کو پیدا کر سکتا ہے نہ مرنے کے بعد زندگی کا اعادہ کر سکتا ہے۔

جب حق واضح ہو گیا' جس کی طرف رسول مصطفی ﷺ نے دعوت دی تھی اور آپ کو جھٹلانے والے آپ پر گمراہی کا بہتان لگاتے تھے' تو آپ نے ان کو حق سے آگاہ کر کے حق کو ان کے سامنے واضح کر دیا اور ان پر ثابت کر دیا کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ آپ نے ان کو یہ بھی بتا دیا کہ ان کا آپ کو گمراہ کہنا حق کو کوئی نقصان دے سکتا ہے نہ دعوت حق کسی کے روکے رکتی ہے۔ اگر آپ ﷺ (مَعَاذَ اللّٰہِ) گمراہ ہیں' حالانکہ آپ اس سے پاک اور منزہ ہیں' تاہم اگر بحث میں بر سبیل تنزل تمھاری بات کو صحیح مان لیں۔ تو آپ کی گمراہی آپ کے لیے ہے یعنی آپ کی گمراہی کا تعلق صرف آپ کے ساتھ ہے' دوسروں پر اس کا کوئی اثر نہیں۔

﴿وَاِنِ اهْتَدَيْتُ﴾ ''اور اگر میں راہ راست پر ہوں'' تو یہ میرے نفس اور میری قوت و اختیار کا کارنامہ نہیں۔ میری ہدایت کا سبب تو صرف یہ ہے کہ ﴿يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ﴾ ''میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے'' اور وہی میری ہدایت کا منبع ہے اور میرے سوا دیگر لوگوں کی ہدایت کا سرچشمہ بھی وہی ہے۔ بے شک میرا رب ﴿سَمِيْعٌ﴾ ''سنتا ہے'' تمام باتوں اور تمام آوازوں کو اور ﴿قَرِيْبٌ﴾ ''قریب ہے'' ہر اس شخص کے جو اسے پکارتا ہے' اس سے مانگتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ

اور کاش کہ آپ دیکھیں! جب وہ پریشان ہوں گے تو نہ بچ سکیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے وہ نزدیک جگہ ہی سے ○ اور وہ کہیں گے ہم ایمان لائے ہیں اس پر

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

اور کہاں ان کیلئے ہو گا حاصل کرنا (ایمان کا ان کی) دور جگہ سے ○ حالانکہ انکار کیا تھا انہوں نے ساتھ اسکے اس سے پہلے (دنیا میں) اور وہ پھینکتے رہے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

بن دیکھے (نشانے پر) دور جگہ ہی سے ○ اور آڑ کر دی جائیگی انکے درمیان اور درمیان ان چیزوں کے جو وہ چاہیں گے جیسے کیا گیا

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

ان جیسے کام کرنے والوں کے ساتھ اس سے پہلے' بلاشبہ وہ تھے ایسے شک میں (جو) اضطراب میں ڈالنے والا تھا ○

اللہ تبارک فرماتا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى ﴾ ''اور اگر آپ دیکھیں'' اے رسول! اور وہ جو آپ کے قائم مقام ہے' ان جھٹلانے والوں کا حال ﴿ اِذْ فَزِعُوْا ﴾ ''جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے'' عذاب اور ان چیزوں کو دیکھ کر جن کے بارے میں انبیاء و رسل نے خبر دی تھی اور انھوں نے ان چیزوں کو جھٹلایا تھا تو آپ ایک انتہائی ہولناک منظر' نہایت بری حالت اور بہت بڑی سختی ملاحظہ فرمائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب ان کے لیے عذاب کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ ہوگی نہ وہ بچ ہی سکیں گے ﴿ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴾ ''اور وہ قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔'' یعنی وہ عذاب کی جگہ سے زیادہ دور نہ ہوں گے کہ ان کو پکڑ لیا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ﴿ وَّقَالُوْٓا ﴾ ''اور وہ پکار اٹھیں گے'' اسی حالت میں' کہ ﴿ اٰمَنَّا ﴾ ''ہم ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ پر اور ان امور کی تصدیق کی جن کو ہم جھٹلایا کرتے تھے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' لیکن ﴿ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ ﴾ ''اب انھیں (حصول ایمان) کہاں سے میسر ہوگا'' ﴿ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴾ ''اتنے دور کے مقام سے'' اب ان کے درمیان اور ان کے ایمان کے درمیان بڑے فاصلے حائل ہو گئے ہیں اور اس حال میں ایمان محال ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ بروقت ایمان لائے ہوتے تو ان کا ایمان مقبول تھا' لیکن ﴿ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُوْنَ ﴾ ''اس سے پہلے تو انھوں نے اس سے کفر کیا تھا اور وہ پھینکتے تھے (تیر تکے)'' ﴿ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴾ ''دور دراز سے بن دیکھے ہی'' اپنے باطل اندازوں کے ذریعے سے تاکہ اس طرح وہ حق کو سرنگوں کریں۔ مگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے جس طرح بہت دور سے تیر اندازی کرنے والے کا تیر صحیح نشانے پر نہیں پڑ سکتا اسی طرح یہ بہت محال ہے کہ باطل حق کو مغلوب کر سکے یا اس کو روک سکے۔ حق کی غفلت کے وقت باطل ایک مرتبہ حملہ آور ہوتا ہے مگر جب حق سامنے آ کر باطل کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس کا قلع قمع کر دیتا ہے۔

﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ ﴾ یعنی ان کے درمیان اور ان کی لذات و شہوات' مال و اولاد' ان کی فوجوں اور خدم و حشم کے درمیان رکاوٹیں حائل کر دی جائیں گی۔ وہ اکیلے اکیلے اپنے اعمال کے ساتھ اسی طرح حاضر ہوں گے جس طرح انھیں اکیلے پیدا کیا گیا تھا اور جن چیزوں کے وہ مالک تھے انھیں اپنے پیچھے چھوڑ آئیں گے۔ ﴿ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ ﴾ ''جیسے ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا'' گزشتہ قوموں میں سے۔ جب ان پر ہلاکت خیز عذاب نازل ہوا تو ان کے اور ان کی دل پسند چیزوں کے درمیان رکاوٹیں حائل کر دی گئیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴾ ''بے شک وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔'' جو انھیں بدگمانی اور دلی قلق میں مبتلا کرتا تھا' اس لیے وہ ایمان نہ لائے اور جب ان سے توبہ کے لیے کہا گیا تو انھوں نے توبہ نہ کی۔

تفسیر سورۂ فاطر

سُورَۃُ فَاطِر (۳۵) مَکِّیَّۃٌ (۴۳) آیاتُھا ۴۵ رُکُوعَاتُھا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں' پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا' بنانے والا فرشتوں کو قاصد پروں والے دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ

تین تین اور چار چار' وہ (اللہ) زیادہ کرتا ہے پیدائش میں جو چاہتا ہے' بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے○ جو کھول دے

اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ

اللہ واسطے لوگوں کے (اپنی) رحمت سے تو نہیں کوئی بند کرنے والا اسے' اور جو وہ بند کر دے تو نہیں ہے کوئی بھیجنے والا اسے'

مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اس کے بعد' اور وہ غالب' خوب حکمت والا ہے○

اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنی ذات مقدس کی مدح و ثنا کرتا ہے کہ اس نے زمین و آسمان اور ان کے اندر موجود تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ یہ اس کے کمال قدرت' وسعت اقتدار' بے پایاں رحمت' انوکھی حکمت اور احاطہ علم کی دلیل ہے۔ تخلیق کائنات کا ذکر کرنے کے بعد اس چیز کا تذکرہ کیا کہ بے شک وہی ﴿ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا ﴾ ''فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے'' اس نے اپنے حکم قدری کی تدبیر اور اپنے حکم دینی کی تبلیغ کے لیے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطے کے لیے' فرشتوں کو پیغام رساں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیغام رساں بنانے کا ذکر فرمایا اور ان میں سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا' یہ ان کی اپنے رب کے لیے کامل اطاعت اور اس کے حکم کے سامنے ان کے سر تسلیم خم کرنے کی دلیل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ (التحریم : ٦٦/٦) ''وہ اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''

چونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے' کائنات کی تدبیر کرتے ہیں اور تدبیر کائنات کا معاملہ اللہ نے ان کے سپرد کر رکھا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت اور ان کی سرعت رفتار کا ذکر کیا' نیز آگاہ فرمایا کہ اس نے ان فرشتوں کو ﴿ اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ ﴾ ''پروں والے'' بنایا ہے' جن کے ذریعے سے یہ فرشتے پرواز کرتے ہیں تاکہ نہایت سرعت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کر سکیں۔ ﴿ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ان فرشتوں کے دو دو' تین تین اور چار چار پر ہیں ﴿ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ﴾ ''وہ مخلوق میں جو چاہے اضافہ کرتا

ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تخلیق کی بعض صفات مثلاً قوت میں' حسن میں' اعضا میں' حسن آواز اور لذتِ ترنم میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اضافہ بخشا ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی قدرت کو نافذ کرتا ہے' اس کی قدرت کے سامنے کسی چیز کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ مخلوقات میں ایک دوسرے پر تخلیق میں اضافہ بھی اس کی قدرت کے تحت ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ تدبیر کائنات' عطا کرنے اور محروم کرنے میں وہی اکیلا اختیار کا مالک ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت لوگوں کے لیے کھول دے تو کوئی اسے بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے۔'' یعنی اگر وہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دے ﴿فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''تو اس کے بعد کوئی اسے کھولنے والا نہیں'' اس لیے یہ چیز اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور ہر لحاظ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھنے کی موجب ہے، نیز یہ اس چیز کی بھی موجب ہے کہ صرف اسی کو پکارا جائے' صرف اسی سے ڈرا جائے اور صرف اسی سے امید رکھی جائے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ اور وہ تمام چیزوں پر غالب ہے ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حال منزل و مقام پر نازل کرتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ
اے لوگو! یاد کرو نعمت اللہ کی اوپر اپنے' کیا کوئی اور خالق ہے سوائے اللہ کے جو رزق دے تمھیں

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ
آسمان اور زمین سے؟ نہیں ہے کوئی معبود (برحق) مگر وہی' پس کہاں تم پھیرے (بہکائے) جاتے ہو؟ ○ اور اگر وہ جھٹلاتے ہیں آپ کو تو تحقیق

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④
جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب معاملات ○

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی نعمت کو یاد کریں جس سے ان کو نوازا گیا ہے۔ یہ یاد کرنا دل میں اللہ کی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو یاد رکھنے' زبان سے اس کی حمد و ثنا کرنے اور جوارح سے اس کی اطاعت کرنے کو شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنا' اس کے شکر کی دعوت دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نعمتوں کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ پیدا کرنا اور رزق عطا کرنا ہیں۔ فرمایا: ﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے رزق دے؟'' چونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کرتا ہے نہ رزق عطا کرتا ہے اس لیے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ چیز اس کی الوہیت اور عبودیت پر دلیل ہے' بنابریں فرمایا: ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود

نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔'' یعنی خالق و رازق کی عبادت کو چھوڑ کر، مخلوق کی عبادت کرتے ہو، جو خود رزق کی محتاج ہے۔

﴿ وَاِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ ﴾ ''(اے رسول!) اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں'' تو آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء و مرسلین میں آپ کے لیے نمونہ ہے ﴿ فَقَدۡ کُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ ﴾ ''یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔'' تو جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کو بچا لیا۔ ﴿ وَاِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴾ ''تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ

اے لوگو! بے شک وعدہ اللہ کا سچا ہے، پس نہ دھوکے میں ڈالے تم کو زندگی دنیا کی اور نہ دھوکے میں ڈالے تمھیں اللہ کی بابت

الۡغَرُوۡرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا

بڑا دھوکے باز (شیطان) ○ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے، پس بناؤ تم اس کو دشمن ہی (اطاعت الٰہی کر کے) بلاشبہ وہ بلاتا ہے اپنے گروہ کو تاکہ ہوں وہ

مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ؕ﴿۶﴾ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۬ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

اہل جہنم سے○ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے ہے عذاب سخت، اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ٪﴿۷﴾

اور عمل کیے انھوں نے نیک، ان کے لیے ہے مغفرت اور اجر بہت بڑا○

﴿ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ ﴾ ''اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ'' یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور اعمال کی جزا و سزا کا وعدہ ﴿ حَقٌّ ﴾ ''حق ہے۔'' اس میں شک و شبہ اور کوئی تردد نہیں، اس پر تمام دلائل نقلیہ اور براہین عقلیہ دلالت کرتے ہیں۔ جب اس کا وعدہ سچا ہے تو اس کے لیے تیاری کرو، اپنے اچھے اوقات میں نیک اعمال کی طرف سبقت کرو اور کوئی راہزن تمھاری راہ کو کھوٹی نہ کرنے پائے۔ ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ﴾ ''لہٰذا دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے'' اپنی لذات و شہوات اور اپنے نفسانی مطالبات کے ذریعے سے تمھیں ان مقاصد سے غافل نہ کر دے جن کے لیے تمھیں تخلیق کیا گیا ہے۔ ﴿ وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴾ ''اور نہ فریب دینے والا تمھیں فریب دے۔'' جو کہ ﴿ الشَّیۡطٰنَ ﴾ ''شیطان ہے۔'' وہ حقیقت میں تمھارا دشمن ہے ﴿ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ﴾ ''لہٰذا تم بھی اسے دشمن جانو'' یعنی تمھاری طرف سے اس کے لیے دشمنی ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ جنگ میں کسی بھی وقت ڈھیلے نہ پڑو۔ وہ تمھیں دیکھتا ہے، تم اسے نہیں دیکھ سکتے، وہ ہمیشہ تمھاری گھات میں رہتا ہے۔ ﴿ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴾ ''بلاشبہ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔'' یہی اس کی غرض و غایت اور مطلوب و مقصود ہے کہ اس کی اتباع کرنے والوں کی سخت

عذاب کے ذریعے سے رسوائی ہو۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ لوگ شیطان کی اطاعت اور عدم اطاعت کے اعتبار سے دو گروہوں میں منقسم ہیں' پھر ہر گروہ کی سزا و جزا کا تذکرہ کیا' فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی وہ لوگ جنھوں نے رسولوں کی دعوت اور ان چیزوں کا انکار کیا جن پر کتب الٰہیہ دلالت کرتی تھیں ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴾ ان کے لیے جہنم کی آگ میں سخت عذاب ہے۔ یہ عذاب اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے نہایت سخت عذاب ہوگا جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔ ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور جو اپنے دل سے ان امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے۔ ﴿ وَعَمِلُوا ﴾ پھر انھوں نے اس ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کیے ﴿ الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ''نیک تو ان کے لیے (ان کے گناہوں کی) مغفرت ہے۔'' اس مغفرت کی بنا پر ان سے ہر قسم کا شر اور برائی دور ہو جائے گی۔ ﴿ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴾ ''اور بڑا اجر ہے'' جس کے ذریعے سے انھیں اپنا مطلوب ومقصود حاصل ہوگا۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

کیا پس (ہدایت یافتہ شخص کی مانند ہے) وہ شخص کہ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا برا عمل سو وہ دیکھتا ہے اسکو اچھا؟ پس بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے

وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ

اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے' پس نہ جاتی رہے آپ کی جان' ان پر افسوس کرتے ہوئے'

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ⑧

بلاشبہ اللہ جانتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں○

﴿ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ ﴾ ''کیا پس جس شخص کو مزین کر کے دکھائے جائیں'' اس کے برے اعمال۔ شیطان نے اس کے برے عمل کو آراستہ کر کے اس کی نگاہ میں خوبصورت بنا دیا ہو ﴿ فَرَاٰهُ حَسَنًا ﴾ ''اور وہ ان کو اچھا سمجھنے لگا ہو۔'' یعنی کیا یہ اس شخص کی مانند ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے راہ راست اور دین قویم کی طرف راہنمائی فرمائی ہے؟ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

پہلا شخص وہ ہے جو بدعمل ہے' جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جو نیک کام کرتا ہے' جو حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ ﴾ ''بلاشبہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے' لہٰذا آپ اپنے آپ کو ان کے بارے میں ہلکان نہ کریں'' یعنی ان گمراہ لوگوں کے بارے میں جن کے برے اعمال ان کے لیے آراستہ ہو گئے اور شیطان نے ان کو حق سے روک دیا۔ ﴿ حَسَرٰتٍ ﴾ یعنی گمراہ لوگوں پر حسرت وغم سے آپ اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ ان کو ہدایت دینا آپ کی

ذمہ داری نہیں ہے آپ کا فرض تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ ''یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں بے شک اللہ اس سے واقف ہے۔''

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا

اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجی ہوائیں' پس وہ اٹھاتی ہیں بادل کو تو ہانک لے جاتے ہیں ہم اسکو شہر مردہ کی طرف' پس زندہ کرتے ہیں ہم

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ ٩

اس کے ذریعے سے زمین کو بعد اس کے مردہ ہو جانے کے' اسی طرح ہوگا دوبارہ اٹھایا جانا○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کمال اقتدار اور وسعت سخاوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ ﴾ ''جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل اٹھاتی ہیں پھر ہم اسے مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں۔'' پس اللہ تعالیٰ اس مردہ زمین پر بارش برساتا ہے ﴿ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ ''پھر ہم اس زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کر دیتے ہیں۔'' تو مردہ زمین اور بندے زندگی حاصل کرتے ہیں' حیوانات کو رزق ملتا ہے' اس سرسبز زمین پر وہ چرتے پھرتے ہیں۔

﴿ كَذٰلِكَ ﴾ ''اسی طرح'' جس نے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندگی بخشی وہ مردوں کے بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد انھیں ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا' پھر ان پر اپنی رحمت کے بادل بھیجے گا' جیسے وہ مردہ زمین پر اپنی رحمت کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ بارش ان کے بوسیدہ اجسام پر برسے گی' تمام اجسام اور ارواح اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ عدل پر مبنی فیصلہ کرے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

جو شخص ہے چاہتا عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے عزت سب' اسی کی طرف چڑھتی ہیں باتیں پاکیزہ

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ

اور عمل صالح' وہی اوپر اٹھاتا ہے اسے (بھی) اور وہ لوگ جو چالیں چلتے ہیں بری' ان کے لیے ہے عذاب سخت

وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ ١٠

اور چال انہی لوگوں کی' وہی نابود ہوگی○

یعنی اے وہ شخص جو عزت کا طلب گار ہے' عزت اس ہستی سے مانگ جس کے ہاتھ میں عزت ہے' بے شک عزت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' جو اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، نیز فرمایا: ﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ﴾ ''اس کی طرف پاک کلمات بلند ہوتے ہیں'' مثلاً قراءت قرآن' تسبیح اور تہلیل وتحمید وغیرہ۔ ہر

کلام جو اچھا اور پاک ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے، اس کے حضور پیش کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب کلام کی ملأ اعلیٰ میں مدح و ثنا کرتا ہے۔ ﴿ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ ﴾ ''اور نیک عمل'' یعنی اعمال قلوب اور اعمال جوارح۔ ﴿ يَرْفَعُهٗ ﴾ ''اس کو بلند کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کلماتِ طیبہ کی مانند عمل صالح کو بھی اپنی طرف بلند کرتا ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے ''کلمات طیبہ کو عمل صالح بلند کرتا ہے'' تب پاک کلمات، بندے کے نیک اعمال کے مطابق بلند ہوتے ہیں، نیک اعمال ہی بندے کے پاک کلمات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتے ہیں۔ اگر بندے کے پاس کوئی عمل صالح نہ ہو تو اس کی کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوتی۔ یہ بندے کے اعمال ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاحب اعمال کو بلند درجات اور عزت عطا کرتا ہے۔

باقی رہی برائیاں، تو اس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ برے اعمال کا ارتکاب کرنے والا اپنے اعمال کے ذریعے سے بلند ہونا چاہتا ہے، وہ سازشیں کرتا اور چالیں چلتا ہے، مگر اس کے تمام مکروفریب اسی پر الٹ جاتے ہیں اسے رسوائی اور پستی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور نیک عمل اسے بلند کرتے ہیں اور جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے۔'' اور اس عذاب میں اسے بے انتہا رسوا کیا جائے گا۔ ﴿ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴾ یعنی ان کی فریب کاریوں کا تاروپود بوسیدہ ہو کر بکھر جائے گا اور ان کی فریب کاریاں اور سازشیں انھیں کوئی فائدہ نہ دیں گی کیونکہ یہ باطل کے لیے باطل پر مبنی چالیں ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

اور اللہ ہی نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفے (قطرۂ منی) سے پھر بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہیں بوجھ اٹھاتی (پیٹ میں) کوئی

اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا

مادہ اور نہ وہ جنتی ہے، مگر ساتھ اس کے علم کے اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی عمر دیا جانے والا اور نہ کم کی جاتی ہے اس کی عمر سے، مگر

فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

(وہ درج) ہے ایک کتاب (لوح محفوظ) میں، بلاشبہ یہ بات اللہ پر نہایت آسان ہے○

اللہ تبارک و تعالیٰ آدمی کی تخلیق یعنی مٹی سے لے کر نطفے اور بعد کے مراحل میں اس کے منتقل ہونے کا تذکرہ فرماتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ''پھر تمھیں جوڑے جوڑے بنا دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ تم مرد اور عورت نکاح کے مرحلے میں داخل ہو گئے۔ یہاں نکاح اور ازدواج سے مراد اولاد اور ذریت ہے۔ نکاح اگرچہ حصول اولاد کا سبب ہے، تاہم یہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر اور اس

کے علم سے مقرون ہے۔ ﴿ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ﴾ ''اور جو بھی مادہ حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔'' اسی طرح آدمی کی تخلیق کے مختلف ادوار اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قضا وقدر سے مقرون ہیں۔

﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ ﴾ ''اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔'' یعنی جس شخص کو طویل عمر عطا کی گئی ہو تو اس کی عمر میں کمی نہیں کی جاتی ﴿ اِلَّا ﴾ ''مگر'' وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یا کسی ایسے انسان کی عمر میں جو کمی کی گئی ہو جو اس کی طوالت کے در پے رہتا اگر وہ کوتاہ عمری کے اسباب کو اختیار نہ کرتا' مثلاً زنا' والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی وغیرہ' جن کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ عمر کے کم ہونے کے اسباب ہیں اور معنی یہ ہے کہ عمر کا طویل یا کم ہونا' کسی سبب کی بنا پر ہو یا کسی سبب کے بغیر سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ﴿ فِيۡ كِتٰبٍ ﴾ ''ایک کتاب میں'' درج کر رکھا ہے۔ بندے کے تمام ایام حیات اور اس کے تمام اوقات میں اس کے ساتھ جو کچھ گزرتا ہے' سب اس کتاب میں درج ہے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴾ ''بلاشبہ یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔'' یعنی ان بے شمار معلومات اور اس بارے میں کتاب کا احاطہ بہت آسان ہے۔

یہ تین دلائل جو موت کے بعد والی زندگی پر دلالت کرتے ہیں' سب عقلی دلائل ہیں' جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اشارہ کیا ہے۔

(۱) زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرنا۔

(۲) وہ ہستی جس نے زمین کو حیات نو بخشی' وہ مردوں کو بھی زندہ کرے گی۔

(۳) انسان کا ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہونا۔

وہ اللہ جو اسے وجود میں لایا' جس نے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کیا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گیا جو اس کے لیے مقدر تھا' اس اللہ کے لیے اس کی زندگی کا اعادہ کرنا اور دوسری تخلیق عطا کرنا آسان تر ہے۔ اس کے علم نے تمام عالم علوی اور عالم سفلی کا' ہر چھوٹی یا بڑی چیز کا جو دلوں میں چھپی ہوئی ہے' ان بچوں کا جو ماؤں کے پیٹ میں ہیں اور عمروں کے زیادہ ہونے یا کم ہونے کا احاطہ کر رکھا ہے اور یہ سب کچھ ایک کتاب میں درج ہے۔ پس وہ اللہ جس کے لیے یہ سب کچھ اتنا آسان ہے اس کے لیے مردوں کو دوبارہ زندگی بخشنا آسان سے آسان تر ہے۔ نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس کی بھلائیاں ان گنت ہیں۔ اس نے اپنے بندوں کے لیے ان تمام امور کی طرف اشارہ کیا ہے' جس میں ان کی معاش و معاد کی بھلائی ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ
اور نہیں برابر دو دریا' یہ ایک میٹھا خوب میٹھا آسان ہے اس کا پینا اور یہ ایک (دوسرا) کھارا سخت کڑوا ہے
وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ
اور ہر ایک میں سے کھاتے ہو تم گوشت تازہ اور نکالتے ہو تم زیور کہ پہنتے ہو تم انھیں اور دیکھیں گے آپ کشتیوں کو
فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
اس (دریا) میں پھاڑتی ہوئی (چلتی ہیں) پانی کو تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر کرو○ داخل کرتا ہے وہ (اللہ) رات کو دن میں
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور کام میں لگا دیا ہے اس نے سورج اور چاند کو' ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک'
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ
یہ ہے اللہ' تمہارا رب' اسی کی ہے بادشاہی' اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اس (اللہ) کے سوا' نہیں اختیار رکھتے وہ
مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا
کھجور کی گٹھلی کے اوپر والے چھلکے کا بھی○ اگر پکارو تم ان کو تو نہیں سنیں گے وہ تمہاری پکار کو اور اگر وہ سن بھی لیں تو نہیں جواب دیں گے وہ
لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾
تمہیں' اور دن قیامت کے وہ انکار کر دیں گے تمہارے (اس) شرک کا' اور نہیں خبر دے گا آپ کو (کوئی) مانند (اللہ) خوب خبردار کے○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت' اس کی حکمت اور اس کی بے پایاں رحمت کا بیان ہے کہ اس نے عالم ارضی کے لیے پانی کے مختلف ذخیرے تخلیق فرمائے اور ان کو ایک سا نہیں بنایا کیونکہ مصلحت تقاضا کرتی ہے کہ دریاؤں کا پانی میٹھا' پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوشگوار ہو' تاکہ اسے پینے والے' باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرنے والے اپنے کام میں لائیں اور سمندروں کا پانی نمکین اور سخت کھاری ہو' تاکہ ان سمندروں کے اندر مرنے والے حیوانات کی بدبو سے ہوا خراب نہ ہو کیونکہ سمندر کا پانی چلتا نہیں بلکہ ساکن ہوتا ہے تاکہ اس کا کھاری پن اسے تغیر سے بچائے رکھے اور اس کے حیوانات خوبصورت اور زیادہ لذیذ ہوں' بنا بریں فرمایا: ﴿ وَمِنْ كُلٍّ ﴾ یعنی کھاری پانی اور میٹھے پانی کے ذخیرے میں سے ﴿ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا ﴾ ''تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔'' اس سے مراد مچھلی ہے جس کا شکار سمندر میں بہت آسان ہے۔

﴿ وَتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ﴾ ''اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔'' یعنی موتی اور مونگے وغیرہ جو سمندر میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بندوں کے لیے عظیم مصالح ہیں۔

سمندر کے فوائد اور مصالح میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کشتیوں کے لیے مسخر کیا۔ تم انھیں

دیکھتے ہو کہ وہ سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک تک اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک چلتی ہیں' مسافر ان کشتیوں اور جہازوں پر بھاری بوجھ اور اپنا سامان تجارت لادتے ہیں۔ تو اس طرح انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''اور تاکہ تم اس کا فضل (معاش) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

ان جملہ نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے جب ان میں سے کوئی ایک آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے' کبھی ایک میں کمی واقع ہو جاتی ہے تو دوسرے میں اضافہ اور کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں۔ اس سے بندوں کے اجسام' ان کے حیوانات' ان کے باغات اور ان کی کھیتیوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں۔ اسی طرح سورج اور چاند کی تسخیر میں روشنی اور نور' حرکت اور سکون کے مصالح حاصل ہوتے ہیں' سورج کی روشنی میں بندے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لیے پھیل جاتے ہیں۔ سورج کی روشنی میں پھل پکتے ہیں اور دیگر ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کے فقدان سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے۔

﴿كُلٌّ يَّجۡرِيۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔'' یعنی چاند اور سورج دونوں اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں اور اس وقت تک چلتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو گی۔ جب وقت مقررہ آ جائے گا اور دنیا کی مدت پوری ہونے کا وقت قریب آ پہنچے گا تو ان کی طاقت سلب کر لی جائے گی' چاند بے نور ہو جائے گا' سورج کو روشنی سے محروم کر دیا جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔

ان عظیم مخلوقات میں جو عبرتیں اللہ تعالیٰ کے کمال اور احسان پر دلالت کرتی ہیں' ان کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ﴾ ''یہ ہے اللہ' تمھارا رب' اسی کے لیے بادشاہی ہے۔'' یعنی وہ ہستی جو ان بڑی بڑی مخلوقات کی تخلیق اور تسخیر میں متفرد ہے وہی رب' الٰہ اور مستحق عبادت ہے' جو تمام اقتدار کا مالک ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ﴾ ''اور اس کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو۔'' یعنی تم جن بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو پوجتے ہو ﴿مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍ﴾ وہ قلیل یا کثیر کسی چیز کے مالک نہیں حتی کہ وہ اس معمولی چھلکے کے بھی مالک نہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے جو حقیر ترین چیز ہے۔ یہ ان کی (الوہیت کی) نفی اور اس کے عموم کی تصریح ہے۔ ان خود ساختہ معبودوں کو کیسے پکارا جا سکتا ہے حالانکہ وہ زمین و آسمان کی بادشاہی میں کسی چیز کے بھی مالک نہیں؟

اس کے ساتھ ساتھ ﴿اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ﴾ ''اگر تم ان کو پکارو'' تو وہ تمھاری پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ پتھر ہیں یا مرے ہوئے انسان یا فرشتے جو ہر وقت اپنے رب کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ ﴿وَلَوۡ سَمِعُوۡا﴾ بفرض محال اگر وہ سن بھی لیں ﴿مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ﴾ ''تو تمھاری بات قبول نہیں کریں گے۔'' کیونکہ وہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں نہ ان میں سے اکثر ان لوگوں کی عبادت پر راضی ہی ہیں جو ان کی عبادت کرتے ہیں بنابریں فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ تمھارے شرک کا انکار کریں گے'' یعنی ان کے خودساختہ معبود ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ﴾ (سبا: 41/34) ''تو پاک ہے' تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ۔'' ﴿ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ یعنی آپ کو آگاہ کرنے والی کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو اللہ علیم و خبیر سے زیادہ سچی ہو۔ پس آپ کو قطعی طور پر یقین ہونا چاہیے کہ یہ معاملہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے ایک عینی مشاہدہ ہے' اس لیے آپ کو اس بارے میں قطعی کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

یہ آیات کریمہ روشن اور واضح دلائل پر مشتمل ہیں' جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے' جس کے سوا کوئی ہستی ذرہ بھر عبادت کی مستحق نہیں۔ اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل اور باطل سے متعلق ہے اور وہ اپنی عبادت کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿15﴾ اِنْ يَّشَاْ
اے لوگو! تم (سب) محتاج ہو اللہ کے۔ اور اللہ ہی ہے بے نیاز لائق حمد و ثنا ○ اگر وہ چاہے
يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿16﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿17﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
تو لے جائے (ہلاک کردے) تمھیں اور لے آئے ایک مخلوق نئی ○ اور نہیں ہے یہ بات اللہ پر کچھ مشکل ○ اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا
وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ
بوجھ دوسرے کا' اور اگر بلائے گا کوئی بوجھ لدا شخص اپنے بوجھ (اٹھانے) کو تو نہ اٹھایا جائے گا اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اگرچہ ہو وہ
ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ
رشتے دار ہی' بلاشبہ آپ تو ڈراتے ہیں صرف انھی لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم کرتے ہیں نماز
وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿18﴾
اور جو پاک ہو گیا تو بلاشبہ وہ پاک ہوتا ہے اپنے ہی لیے' اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں سے مخاطب ہے' انھیں ان کے احوال و اوصاف سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں:

(1) وہ وجود میں آنے کے لیے اس کے محتاج ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کو وجود میں نہ لائے تو وہ وجود میں نہیں آسکتے۔

(2) وہ اپنے مختلف قویٰ' اعضاء اور جوارح کے حصول میں اس کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو یہ قویٰ عطا نہ کرے تو کسی کام کے لیے ان میں کوئی استعداد نہیں۔

(۳) وہ خوراک، رزق اور دیگر ظاہری و باطنی نعمتوں کے حصول میں اسی کے محتاج ہیں۔ اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو اور اگر وہ ان امور کے حصول میں آسانی پیدا نہ کرے تو وہ رزق اور دیگر نعمتیں حاصل نہیں کر سکتے۔

(۴) وہ اپنے مصائب و تکالیف، کرب و غم اور شدائد کو دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی مصیبتوں اور کرب و غم کو دور اور ان کی عسرت کا ازالہ نہ کرے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ مصائب و شدائد میں گھرے رہیں۔

(۵) وہ اپنی مختلف انواع کی تربیت و تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

(۶) وہ اسے الٰہ بنانے، اس سے محبت کرنے، اس کو معبود بنانے اور خالص اسی کی عبادت کرنے میں اس کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان امور کی توفیق عطا نہ کرے تو یہ ہلاک ہو جائیں، ان کی ارواح، قلوب اور احوال فاسد ہو جائیں۔

(۷) وہ ان چیزوں کے علم کے حصول میں جنھیں وہ نہیں جانتے اور ان کی اصلاح کرنے والے عمل کے حصول میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا نہ کرے تو وہ کبھی بھی علم سے بہرہ ور نہ ہو سکیں اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو عمل کی توفیق سے نہ نوازے تو وہ کبھی نیکی نہ کر سکیں...... وہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے بالذات اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں خواہ انھیں اپنی کسی حاجت کا شعور ہو یا نہ ہو۔

مگر لوگوں میں سے توفیق سے بہرہ ور وہی ہے جو دینی اور دنیاوی امور سے متعلق اپنے تمام احوال میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) اپنے فقر و احتیاج کا مشاہدہ کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہے کہ وہ اسے ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہ کرے، اس کے تمام امور میں اس کی مدد فرمائے اور وہ اس آیت کے معنی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اس رب اور معبود کی کامل اعانت کا مستحق ہے جو ماں کے اپنے بچوں پر مہربان ہونے سے کہیں بڑھ کر اس پر مہربان اور رحیم ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل کی مالک ہے۔ وہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کی محتاج نہیں جن کی مخلوق محتاج اور ضرورت مند ہوتی ہے کیونکہ اس کی صفات تمام تر صفات کمال اور جلال ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غنائے تام ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو دنیا و آخرت میں غنا سے نوازا ہے۔ ﴿الْحَمِيْدُ﴾ وہ اپنی ذات اور اپنے ناموں میں قابل حمد و ستائش ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے، اس کے تمام اوصاف عالی شان اور اس کے تمام افعال سراسر فضل و احسان، عدل و حکمت اور رحمت پر مبنی ہیں۔

وہ اپنے اوامر و نواہی میں قابل تعریف ہے کیونکہ وہ اپنی صفات، فضل و اکرام اور جزا و سزا میں عدل و انصاف کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ وہ اپنے غنا میں قابل تعریف ہے اور وہ اپنی حمد و ثنا سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اے لوگو! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمھیں لے جائے اور تمھاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جو تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہوں۔ یہ ان کے لیے ہلاکت کی وعید اور اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہیں۔ اس میں موت کے بعد زندگی کے اثبات کا احتمال بھی ہے، نیز اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہر چیز پر نافذ ہے۔ اس کی مشیت اس چیز پر بھی قادر ہے کہ تمھارے مرنے کے بعد تمھیں دوبارہ نئے سرے سے زندہ کرے مگر اس زندگی کے لیے ایک وقت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے، اس وقت مقرر سے تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔

﴿وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾ ''اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔'' یعنی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں اور کوئی ہستی اسے عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد آنے والی آیت کریمہ آخری معنی پر دلالت کرتی ہے، یعنی ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ﴾ اگر کوئی نفس جس نے اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہوگا اور وہ کسی سے بوجھ اٹھانے کے لیے التماس کرے گا ﴿لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''تو کوئی شخص بھی خواہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' کیونکہ آخرت کے احوال دنیا کے احوال کی مانند نہیں ہیں جہاں دوست، دوست کی مدد کرتا ہے، بلکہ قیامت کے روز تو بندہ تمنا کرے گا کہ اس کا کسی کے ذمے حق ہو خواہ اس کے والدین اور اقارب کے ذمے ہی کیوں نہ ہو۔

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''آپ تو صرف انھی لوگوں کو نصیحت کر سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم کرتے ہیں۔'' یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو انذار کو قبول کرتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو کھلے چھپے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کی تمام حدود و شرائط، ارکان و واجبات اور پورے خشوع کے ساتھ قائم کرتے ہیں کیونکہ خشیت الٰہی بندے سے اس عمل کا تقاضا کرتی ہے جس کے ضیاع پر سزا کا خوف ہو اور ایسے عمل سے دور رہنے کا تقاضا کرتی ہے جس کے ارتکاب پر عذاب کا خوف ہو۔ نماز بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور فواحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

﴿وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ﴾ یعنی جس کسی نے اپنے نفس کو عیوب مثلاً ریا، تکبر، جھوٹ، دھوکہ، مکر و فریب، نفاق اور دیگر اخلاق رذیلہ سے پاک کیا اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کیا مثلاً صدق، اخلاص، تواضع و انکسار، بندوں کی خیر خواہی اور دل کو بغض، حسد، کینے اور دیگر اخلاق رذیلہ سے پاک رکھا، تو اس کے تزکیۂ نفس کا فائدہ اسی کو حاصل ہوگا۔ اس کے عمل میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ ﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔'' پس وہ تمام خلائق کو ان کے اعمال کی جزا دے گا اور ان کے اعمال کا حساب لے گا اور

کوئی چھوٹا یا بڑا عمل شمار کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿19﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿20﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا

اور نہیں برابر (ہو سکتا) اندھا اور دیکھنے والا ○ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی ○ اور نہ سایہ اور نہ

الْحَرُوْرُ ﴿21﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

دھوپ ○ اور نہیں برابر (ہو سکتے) زندے اور نہ مردے، بے شک اللہ سنوا دیتا ہے جسے چاہتا ہے

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿22﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿23﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

اور نہیں آپ سنا سکتے ان کو جو قبروں میں ہیں ○ نہیں ہیں آپ مگر صرف ڈرانے والے ○ بلاشبہ بھیجا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿24﴾

خوشخبری دینے اور ڈرانے والا اور نہیں ہوئی کوئی امت، مگر ضرور گزرا ہے اس میں ایک ڈرانے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ حکمت الٰہی اور اس نے اپنے بندوں کو جو فطرت عطا کی ہے' ان کے لحاظ سے اضداد برابر نہیں ہوتیں' فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى ﴾ ''اور نہیں ہے برابر اندھا'' جس کی بینائی نہیں ﴿ وَالْبَصِيْرُ ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ○ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴾ ''اور دیکھنے والا' نہ اندھیرے اور روشنی' نہ سایہ اور دھوپ (برابر ہیں) اور نہ زندے اور مردے یکساں ہوتے ہیں۔'' جیسا کہ تمھارے نزدیک بھی یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت اور کسی شک وشبے سے پاک ہے کہ مذکورہ بالا تمام چیزیں برابر نہیں ہیں' تب تمھیں یہ حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیے کہ معنوی طور پر متضاد اشیا میں عدم مساوات زیادہ اولیٰ ہے۔

پس مومن اور کافر برابر نہیں ہیں' نہ ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر ہیں' نہ عالم اور جاہل برابر ہیں' نہ اہل جنت اور اہل جہنم برابر ہیں' نہ زندہ دل اور مردہ دل برابر ہیں۔ ان مذکورہ اشیا کے درمیان اتنا فرق اور اس قدر تفاوت ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جب تمام اشیا کے مراتب معلوم ہو گئے اور ان کے درمیان امتیاز واقع ہو گیا اور وہ اشیا اپنی اضداد میں سے واضح ہو گئیں جن کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے' تو ایک دور اندیش اور عقل مند شخص کو اپنے لیے وہی چیز منتخب کرنی چاہیے جو بہتر اور ترجیح دیے جانے کی مستحق ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔'' یعنی جسے چاہتا ہے فہم وقبول کی سماعت عطا کرتا ہے کیونکہ وہی راہ دکھانے والا اور توفیق عطا کرنے والا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ ''اور آپ ان کو جو قبروں میں پڑے ہیں نہیں سنا سکتے۔'' یعنی جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں آپ ان کو نہیں

سنا سکتے' جس طرح آپ کا قبر کے مردوں کو بلانا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا' اسی طرح اعراض کرنے والے معاند کو بھی آپ کا بلانا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ آپ کا کام صرف ڈرانا اور ان تک اس حکم کو پہنچا دینا ہے جس کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے' خواہ وہ اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ ﴿ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں' بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔'' یعنی ہم نے آپ کو مجرد حق کے ساتھ بھیجا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب رسولوں کی بعثت منقطع تھی' راہ حق کے نشان گم ہو چکے تھے' علم مٹ چکا تھا اور خلائق آپ کی بعثت کی سخت ضرورت مند تھی۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور یوں آپ کو دین قیم اور صراط مستقیم کے ساتھ مبعوث فرمایا جو باطل نہیں' سراسر حق ہے' اسی طرح ہم نے آپ کو یہ قرآن عظیم دے کر بھیجا جو دانائی سے لبریز' یا دو ہانی پر مشتمل' سراسر حق اور صداقت ہے۔

﴿ بَشِيْرًا ﴾ آپ کو ان لوگوں کے لیے دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو آپ کی اطاعت کریں۔ ﴿ وَّنَذِيْرًا ﴾ اور ان لوگوں کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو آپ کی نافرمانی کریں اور آپ کوئی نئے رسول تو نہیں ہیں۔ نہیں ہے ﴿ مِّنْ اُمَّةٍ ﴾ ''کوئی بھی امت'' سابقہ امتوں اور گزشتہ ادوار میں سے ﴿ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ ''مگر اس میں ڈرانے والا آیا ہے'' تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو۔ ﴿ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الانفال: ۴۲/۸) ''تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔''

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور اگر وہ جھٹلاتے ہیں آپ کو تو (نئی بات نہیں) تحقیق جھٹلایا تھا ان لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے ہوئے آئے تھے انکے پاس انکے رسول واضح دلیلوں کیساتھ

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع ۱۵

اور صحیفوں کیساتھ اور کتاب روشن کیساتھ ○ پھر پکڑ لیا میں نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا پس (دیکھو) کیسے (نازل) ہوا ان پر میرا عذاب ○

اے رسول! اگر یہ مشرکین آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کوئی پہلے رسول نہیں ہیں جس کو جھٹلایا گیا ہو ﴿ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''پس جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے۔'' ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے جو حق اور ان رسولوں کی خبر کی صداقت پر دلالت کرتے تھے ﴿ وَبِالزُّبُرِ ﴾ یعنی لکھی ہوئی کتابوں کے ساتھ آئے جن میں بہت سے احکام جمع تھے ﴿ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ ''اور روشن کتاب'' یعنی جو اپنی سچی خبروں اور عدل پر مبنی احکام میں پوری طرح روشن ہے۔ ان کا اپنے رسولوں کو جھٹلانا' کسی اشتباہ اور رسولوں کی دعوت میں کسی کمی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کا سبب محض ان کا ظلم اور عناد تھا۔ ﴿ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''پھر میں نے (مختلف انواع کے عذاب کے ذریعے

سے) ان کو پکڑا جنہوں نے کفر کیا تھا۔" ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾ "پس میرا عذاب کیسا سخت تھا" ان پر؟ ان کے لیے نہایت سخت سزا تھی۔ اس لیے تم رسول کریم (ﷺ) کی تکذیب سے بچو ورنہ تم پر بھی وہی دردناک اور رسوا کن عذاب نازل ہو جائے گا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ

کیا نہیں دیکھا آپ نے' بلاشبہ اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی' پھر نکالے ہم نے اس کے ذریعے سے ایسے پھل کہ مختلف ہیں انکے رنگ'

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾

اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ' مختلف ہیں ان کے رنگ اور بہت گہرے کالے سیاہ○

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں سے بھی' مختلف ہیں ان کے رنگ اسی طرح۔ بلاشبہ ڈرتے ہیں

اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾

اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی' بلاشبہ اللہ خوب غالب ہے' بہت بخشنے والا○

اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے کائنات میں متضاد اشیاء کو تخلیق کیا جن کی اصل اور مادہ ایک ہے' مگر اس کے باوجود ان میں فرق اور تفاوت ہے جو معروف اور سب پر عیاں ہے تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت تامہ پر استدلال کریں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کے پھل پیدا کیے اور مختلف انواع کی نباتات اگائیں' دیکھنے والے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں حالانکہ ان کو سیراب کرنے والا پانی ایک اور ان کو اگانے والی زمین ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنایا' آپ دیکھیں کہ پہاڑ گویا ایک دوسرے سے ملے ہوئے بلکہ وہ ایک ہی پہاڑ نظر آئیں گے' ان پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں' ان کے اندر سفید' زرد' سرخ اور گہرے سیاہ رنگ کی دھاریاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں' چوپایوں اور مویشیوں کو پیدا کیا ان کو مختلف رنگ' اوصاف' آوازیں اور مختلف صورتیں عطا کیں جو آنکھوں کے سامنے عیاں ہیں اور دیکھنے والے ان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں ان تمام چیزوں کی اصل اور ان کا مادہ ایک ہے۔

ان کے درمیان تفاوت اللہ کی مشیت پر عقلی دلیل ہے' جس نے ہر ایک کو مخصوص رنگ اور وصف سے مختص کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے کہ اس نے ان کو وجود بخشا' یہ اس کی حکمت اور رحمت ہے کہ ان کو اس اختلاف اور تفاوت سے نوازا۔ اس تفاوت میں بے شمار فوائد اور منافع پنہاں ہیں جو معلوم ہیں۔ اس تفاوت کے

سبب سے راستوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

نیز یہ اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کی دلیل ہے' نیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا' مگر غافل شخص ان تمام اشیاء کو غفلت کی نظر سے دیکھتا ہے ان چیزوں کو دیکھ کر اسے نصیحت حاصل نہیں ہوتی ان چیزوں سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اپنے فکر راست کی بنا پر ان میں پنہاں اللہ تعالیٰ کی حکمت کو جانتے ہیں، بنا بریں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اسے گناہوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔

یہ آیت کریمہ علم کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ علم انسان کو خشیت الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ خشیت الٰہی کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام و تکریم کے اہل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ (البینۃ:٩٨/٨) ''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ (کامل) غلبے کا مالک ہے'' یہ اس کا غلبہ ہی ہے کہ اس نے متضاد انواع و اقسام کی مخلوقات کو پیدا کیا۔ ﴿ غَفُوْرٌ ﴾ ''بخشنے والا ہے'' توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

بلاشبہ وہ لوگ جو تلاوت کرتے ہیں کتاب اللہ کی اور قائم کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو دیا ہم نے انکو پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ

اور علانیہ' امید کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی' جو ہرگز نہیں نقصان والی ○ تاکہ پورے دے وہ (اللہ) انکو اجر انکے اور زیادہ دے ان کو

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾

اپنے فضل سے' بے شک وہ بہت بخشنے والا' از حد قدر دان ہے○

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ ﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔'' یعنی اس کے اوامر میں اس کی اطاعت کرتے ہیں' اس کے نواہی کو ترک کرتے ہیں' اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کر کے انھیں اپنا عقیدہ بناتے ہیں اور ان اقوال کو پسند نہیں کرتے جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس کے معانی میں غور و خوض اور ان کے فہم کے حصول کی خاطر اس کے الفاظ کی تلاوت کرتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب اللہ کی تلاوت کے عموم کو بیان کرنے کے بعد نماز کو مخصوص فرمایا' جو دین کا ستون' مسلمانوں کے لیے روشنی' ایمان کی

میزان اور دعویٔ اسلام کی صداقت کی علامت ہے نیز اقارب، مساکین اور یتیموں پر زکوٰۃ، کفارات، نذر اور صدقات کے مال کو خرچ کرنے کو مخصوص فرمایا۔ ﴿سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ ''کھلے چھپے'' تمام اوقات میں۔

﴿يَّرْجُوْنَ﴾ اس کے ذریعے سے وہ امید کرتے ہیں ﴿تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ ایسی تجارت کی، جو کبھی کساد کا شکار ہوگی نہ فساد کا، بلکہ وہ سب سے بڑی، عالی شان اور افضل ترین تجارت ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ تجارت ان کے رب کی رضا، اس کے بے پایاں ثواب کا حصول، اس کی ناراضی اور عذاب سے نجات ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان اہل ایمان کے اعمال میں اخلاص کی طرف اشارہ ہے نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان اعمال میں ان کے مقاصد برے اور نیت فاسد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہ جس چیز کی امید کرتے تھے وہ ان کو حاصل ہو گئی۔ ﴿لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''تاکہ وہ دے ان کو ان کا پورا پورا اجر'' یعنی ان کے اعمال کی قلت و کثرت ان کے حسن و قبح کے اعتبار سے ان کا اجر۔ ﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اجر سے بڑھ کر نوازے گا۔ ﴿اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''بے شک وہ بخشنے والا قدر دان ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی تھوڑی سی نیکی کو بھی قبولیت کا شرف بخشے گا۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ
اور وہ جو وحی کی ہم نے آپ کی طرف کتاب سے، وہ حق ہے، تصدیق کرنے والی ہے اس (کتاب) کی جو اس سے پہلے ہے، بیشک
اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ
اللہ ساتھ اپنے بندوں کے البتہ خوب خبردار، دیکھنے والا ہے○ پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے چن لیا اپنے بندوں میں سے
فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
پس بعض تو ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں اپنے نفس پر اور بعض ان میں میانہ رو ہیں اور بعض ان میں سے سبقت کرنے والے ہیں نیکیوں میں اللہ کے حکم سے
ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ
یہی ہے وہ فضل بہت بڑا○ باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے، داخل ہوں گے وہ ان میں پہنائے جائیں گے وہ ان میں کنگن
مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا
سونے اور موتی کے اور ان کا لباس ہوگا اس میں ریشم کا○ اور وہ کہیں گے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ جس نے دور کر دیا ہم سے
الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
غم، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا قدر دان ہے○ وہ جس نے اتارا ہمیں ہمیشہ رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے
لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾
نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تکلیف اور نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کتاب جو اس نے اپنے رسول ﷺ کی طرف وحی کی ﴿ هُوَ الْحَقُّ ﴾ ''وہ حق ہے'' کیونکہ وہ جن امور پر مشتمل ہے وہ حق ہیں اور اس نے حق کے تمام اصولوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ گویا تمام حق صرف اسی کتاب کے اندر ہے' اس لیے تمھارے دلوں میں حق کے بارے میں کوئی تنگی نہ آئے اور تم حق سے تنگ آ کر نہ اسے ہیچ سمجھو۔ جب یہ کتاب حق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مسائل الٰہیہ اور امور غیبیہ جن پر یہ کتاب دلالت کرتی ہے واقع کے مطابق ہوں' لہٰذا یہ جائز نہیں کہ اس سے کوئی ایسی مراد لی جائے جو اس کے ظاہر اور اس چیز کے خلاف ہو جس پر اس کا ظاہر دلالت کرتا ہے۔

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ یعنی گزشتہ کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ ان کتابوں اور رسولوں نے اس کتاب کے بارے میں پیش گوئی کی تھی اس لیے جب یہ کتاب آ گئی تو اس سے ان کی صداقت ظاہر ہوگئی اور چونکہ گزشتہ کتابوں نے اس کتاب کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے خوش خبری دی اور یہ اس پیشین گوئی کی تصدیق کرتی ہے' اس لیے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کتب سابقہ پر ایمان لائے اور قرآن کا انکار کرے کیونکہ اس کا قرآن کو نہ ماننا' ان کتابوں پر اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے کیونکہ ان کی جملہ خبروں میں سے ایک خبر قرآن کے بارے میں بھی ہے، نیز ان کی خبریں قرآن کی دی ہوئی خبروں کے مطابق ہیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ ''بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار اور دیکھنے والا ہے۔'' اس لیے وہ ہر قوم اور ہر فرد کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کے احوال کے لائق ہے۔ سابقہ شریعتیں اپنے اپنے وقت اور اپنے زمانے کے لائق تھیں' اس لیے اللہ تعالیٰ رسول کے بعد رسول بھیجتا رہا یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ پر سلسلۂ رسالت کو ختم کر دیا۔ پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ یہ شریعت لے کر تشریف لائے جو قیامت تک کے لیے مخلوق کے تمام مصالح کے مطابق ہے اور ہر وقت ہر بھلائی کی ضامن ہے۔

چونکہ یہ امت کامل ترین عقل' بہترین افکار' نرم ترین قلوب اور پاک ترین نفوس کی حامل ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے دین اسلام اور دین اسلام کو اس کے لیے چن لیا' اس لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ﴾ ''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے چن لیا۔'' اور ان لوگوں سے مراد امت محمدیہ ہے۔ ﴿ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ﴾ ''پس کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں'' ایسے گناہوں کے ارتکاب سے جو کفر سے کم تر ہیں ﴿ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ﴾ ''اور کچھ میانہ رو ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو محرمات کو ترک کرتے ہوئے صرف واجبات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ﴿ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ ﴾ کچھ نیکیوں میں سبقت اور جدوجہد کرنے والے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو فرائض ادا کرتے ہیں' نہایت کثرت سے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور محرمات و مکروہات کو ترک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کی وراثت کے

لیے ان تمام لوگوں کو چن لیا ہے' اگرچہ ان کے مراتب میں تفاوت اور ان کے احوال میں فرق ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے اس وراثت میں حصہ ہے حتیٰ کہ اس کے لیے بھی اس وراثت میں حصہ ہے جس نے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا کیونکہ اس کے پاس اصل ایمان' علوم ایمان اور اعمال میں سے جو کچھ ہے وہ کتاب کی وراثت ہے۔ کتاب کی وراثت سے مراد اس کا علم' اس پر عمل' اس کے الفاظ کا پڑھنا اور اس کے معانی کا استنباط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے کی طرف راجع ہے تاکہ وہ اپنے عمل کے بارے میں کسی دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے کیونکہ اس نے نیکیوں کی طرف سبقت صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے کی ہے' لہٰذا اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس نعمت سے نوازا ہے وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ یعنی ان لوگوں کے لیے' جنھیں اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے' اس جلیل القدر کتاب کی وراثت بہت بڑا فضل ہے جس کے سامنے تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ مطلق طور پر سب سے زیادہ جلیل القدر نعمت اور سب سے بڑا فضل اس عظیم کتاب کی وراثت ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کے اجر کا ذکر فرمایا جن کو اس نے یہ وراثت عطا کی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا ﴾ ''وہ ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل ہوں گے۔'' یعنی وہ ایسے باغات ہوں گے جو درختوں' گھرے سایوں' خوبصورت پھلواریوں' اچھلتی ہوئی ندیوں' عالی شان محلات اور آراستہ کیے ہوئے گھروں پر مشتمل ہوں گے' جو ہمیشہ رہیں گے اور کبھی زائل نہیں ہوں گے۔ وہاں ایک ایسی خوبصورت زندگی ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ (عَدْنٌ) سے مراد ''اقامت'' (قیام کرنا) ہے تو (جَنّٰتُ عَدْنٍ) کا معنی باغاتِ اقامت ہے۔ باغات کی اقامت کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ دائمی اقامت اور ہمیشگی ان باغات اور ان کے رہنے والوں کا وصف ہے۔ ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ﴾ ''وہاں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' یہ وہ زیور ہے جو ہاتھوں میں پہنا جاتا ہے۔ وہ جس طرح چاہیں گے انھیں پہنیں گے اور یہ زیور انھیں دیگر تمام زیوروں سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے گا۔ جنت میں زیور پہننے میں مرد اور عورتیں برابر ہوں گے۔ ﴿ وَّ ﴾ ''اور'' وہ جنت میں پہنائے جائیں گے ﴿ لُؤْلُؤًا ﴾ ''موتی'' جو ان کے لباس اور جسم پر آراستہ ہوں گے۔ ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ ''اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا'' یعنی باریک اور موٹا سبز ریشم۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' جب ان پر نعمتوں کا اتمام اور لذتوں کی تکمیل ہو جائے گی تو ﴿ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ﴾ ''وہ کہیں گے ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے' جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔'' یہ ہر قسم کے حزن و غم کو شامل ہے' لہٰذا انھیں حسن و جمال اور جسم میں کسی نقص کی بنا پر کوئی حزن و غم پیش آئے گا نہ ماکولات و مشروبات اور لذات میں کمی کی وجہ سے اور نہ جنت میں عدم دوام ہی کی وجہ سے کوئی غم لاحق ہوگا۔ اہل جنت ایسی نعمتوں میں

رہیں گے جن سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہ ہو گی اور ابد الآباد تک ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ﴾ ''بے شک ہمارا رب بخشنے والا ہے۔'' کیونکہ اس نے ہماری تمام لغزشوں کو بخش دیا ہے ﴿شَكُوْرٌ﴾ ''قدر دان ہے۔'' کیونکہ اس نے ہماری نیکیوں کو قبول فرما کر ہماری نیکیوں کی قدر کی' ان نیکیوں میں کئی گنا اضافہ کیا اور ہمیں اپنے فضل سے ہمارے اعمال اور ہماری امیدوں سے بڑھ کر بہرہ ور کیا۔ پس انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے ذریعے سے ہر مکروہ امر سے نجات پائی۔ اس کے فضل و کرم اور اس کی قدردانی کی بنا پر جنت میں ہر مرغوب و محبوب چیز حاصل کی۔

﴿الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا﴾ ''جس نے ہمیں اتارا۔'' یعنی اس نے ہمیں جنت میں عبوری اور عارضی طور پر نازل نہیں فرمایا بلکہ مستقل طور پر نازل فرمایا ﴿دَارَ الْمُقَامَةِ﴾ ''ہمیشگی کے گھر میں'' جہاں دائمی قیام ہے' جہاں بے شمار بھلائیوں' کبھی نہ ختم ہونے والی مسرتوں اور کسی قسم کے تکدر کے عدم وجود کی وجہ سے قیام کی خواہش کی جاتی ہے۔ اور اس کا ہمیں جنتوں میں نازل کرنا ﴿مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ہمارے اعمال کے سبب سے نہیں بلکہ اس کے فضل و کرم سے ہمیں جنت عطا ہوئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم کبھی اس مقام پر نہ پہنچ سکتے۔ ﴿لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ﴾ ''یہاں ہم کو کوئی رنج پہنچے گا نہ تھکان۔'' یعنی بدن' قلب اور دیگر قویٰ میں کثرت تمتع کی وجہ سے کوئی تھکاوٹ نہ ہو گی۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اہل جنت کے بدن کو کامل زندگی عطا کرے گا اور انھیں دائمی طور پر راحت کے اسباب مہیا کرے گا۔ ان کے یہ اوصاف ہوں گے کہ ان کو کوئی کمزوری لاحق ہو گی نہ تھکن اور نہ کسی قسم کا حزن و غم۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں نیند نہیں آئے گی کیونکہ نیند تو صرف تھکن دور کرنے اور راحت حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے...... اور اہل جنت کو تو تھکن لاحق نہیں ہو گی...... اور نیند گویا ایک چھوٹی موت ہے اور اہل جنت کو کبھی موت نہیں آئے گی...... اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اہل جنت میں شامل کرے (آمین)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کیلیے آتش جہنم ہے' نہیں فیصلہ کیا جائے گا ان پر (موت کا) کہ وہ مر جائیں اور نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے

عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝۳۶ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

عذاب اس (جہنم) کا' اسی طرح بدلہ (سزا) دیتے ہیں ہم ہر ناشکرے کو○ اور وہ چلائیں گے اس میں (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! تو نکال ہم کو

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ

(اب) ہم عمل کریں گے نیک نہ کہ وہ جو تھے ہم عمل کرتے (پہلے)۔ (اللہ فرمائے گا) کیا نہیں عمر دی تھی ہم نے تمہیں اتنی کہ نصیحت پکڑ لیتا اس میں

مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع

وہ شخص جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا (بھی) پس (اب) چکھو تم (عذاب) کہ نہیں ہے ظالموں کیلئے کوئی مددگار ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل جنت اور ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا حال بیان کرنے کے بعد اہل جہنم اور ان کو دیے جانے والے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ جنھوں نے آیات الٰہی کا جو رسول لے کر آئے تھے اور اپنے رب سے ملاقات کا انکار کیا۔ ﴿ لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ﴾ ''ان کے لیے جہنم کی آگ ہے'' جہاں انھیں نہایت سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ ﴾ ''نہ تو ان کا قصہ پاک کیا جائے گا'' موت کے ساتھ ﴿ فَيَمُوْتُوْا ﴾ ''کہ وہ مر جائیں'' اور آرام پالیں ﴿ وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ ''اور نہ ان کا عذاب ہی ان سے کم کیا جائے گا۔'' پس ہر وقت اور ہر آن ان کے عذاب میں دائمی شدت رہے گی۔ ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ○ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ﴾ ''ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے'' یعنی وہ جہنم میں چیخ و پکار کریں گے مدد کو پکاریں گے اور کہیں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ ''ہمارے رب ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو ہم کیا کرتے تھے۔'' پس وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں انصاف کیا ہے۔ وہ واپس لوٹنے کی خواہش کریں گے مگر اب وقت گزر گیا۔

ان سے کہا جائے گا: ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا ﴾ یعنی کیا ہم نے تمھیں ایک طویل عمر عطا نہیں کی تھی؟ ﴿ يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ ﴾ جو کوئی اس طویل عرصہ میں نصیحت پکڑنا چاہتا وہ نصیحت پکڑ سکتا تھا۔ ہم نے تمھیں دنیا میں اسباب دنیا سے بہرہ ور کیا' تمھیں رزق عطا کیا' تمھارے لیے اسباب راحت مہیا کیے' تمھیں لمبی عمر عطا کی' تمھارے سامنے پے در پے اپنی نشانیاں ظاہر کیں اور تمھارے پاس ڈرانے والے بھیجے اور تمھیں سختی اور نرمی کے ذریعے سے آزمایا گیا تاکہ تم ہماری طرف رجوع کرو اور ہماری طرف لوٹو۔

مگر تمھیں کسی نصیحت اور انذار نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ ہم نے تم سے عذاب کو مؤخر کر دیا حتی کہ تمھیں دی گئی مہلت پوری ہو گئی تمھاری عمریں اپنے اتمام کو پہنچیں' تم بدترین احوال کے ساتھ دارالعمل سے نکل کر دارالجزا میں منتقل ہو چکے ہو۔ اب تم دنیا میں واپس لوٹنے کی درخواست کر رہے ہو۔ یہ بہت بعید ہے۔ اب عمل کا وقت گزر چکا' اب تو رحیم و رحمان کی ناراضی کا سامنا کرنا ہوگا' تم پر جہنم کی آگ بھڑکے گی اور اہل جنت نے تمھیں بھلا دیا۔ اب ہمیشہ کے لیے تم جہنم میں رہو اور ذلت اور رسوائی کے ساتھ عذاب بھگتو' اس لیے فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ ''پس اب چکھو' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' جو ان کی مدد کر سکے اور ان کو اس عذاب سے نکال سکے یا اس عذاب میں تخفیف کر سکے۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾

بلاشبہ اللہ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی' بے شک وہ خوب جانتا ہے بھید (راز) سینوں کے ○

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کی جزا و سزا اور ان کے اعمال کا ذکر کرنے کے بعد اپنی وسعت علم سے آگاہ فرمایا' نیز یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب سے مطلع ہے۔ ان امور غیبیہ کا علم رکھتا ہے جو مخلوق کے علم اور اس کی نظروں سے اوجھل ہیں وہ تمام بھیدوں کو جانتا ہے۔ سینوں میں جو اچھی یا بری باتیں چھپی ہوئی ہیں سب اس کے علم میں ہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا دے گا اور ہر ایک کے ساتھ اس کی قدر و منزلت کے مطابق سلوک کرے گا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

وہی ہے جس نے بنایا تمہیں جانشین زمین میں' پس جس نے کفر کیا تو اسی پر (وبال) ہوگا اسکے کفر کا' اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کو

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

ان کا کفر نزدیک ان کے رب کے مگر ناراضی ہی میں اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کو ان کا کفر مگر نقصان ہی میں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ اور بندوں پر اپنی رحمت سے آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی قضا و قدر سے ان کو زمین کے اندر ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور ہر قوم میں ڈرانے والے مبعوث کیے تاکہ وہ دیکھے کہ ان کے اعمال کیسے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی دعوت کا انکار کیا تو اس کے کفر اور گناہ کی سزا اسی کو ملے گی کوئی دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کافر اپنے کفر سے اپنے رب کی ناراضی اور غضب میں اضافہ کرتا ہے۔ رب کریم کی ناراضی سے بڑھ کر اور کون سی سزا ہو سکتی ہے؟ ﴿وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی میں زیادہ کرتا ہے۔'' یعنی وہ اپنی ذات' اپنے گھر والوں' اپنے اعمال اور جنت میں اپنی منازل کے بارے میں گھاٹے میں رہیں گے۔ کفار ہمیشہ بدترین بدبختی' گھاٹے' اللہ تعالیٰ کے ہاں رسوائی اور اس کی مخلوق کے ہاں محرومیوں میں مبتلا رہیں گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا

کہہ دیجیے: خبر دو تم مجھے اپنے ان شریکوں (معبودوں) کی وہ جنہیں تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے؟ دکھاؤ مجھے! کیا کچھ پیدا کیا انہوں نے

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ

زمین سے یا ان کا کوئی حصہ ہے آسمانوں (کی پیدائش) میں؟ یا دی ہے ہم نے انکو کوئی کتاب' پس وہ اوپر کسی واضح دلیل کے ہیں اس میں سے؟

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

بلکہ نہیں وعدہ دیتے ظالم (یعنی) ان کے بعض بعض کو مگر دھوکے ہی کا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کے خود ساختہ معبودوں کی بے بسی' ان کے نقص اور ہر لحاظ سے ان کے شرک کے بطلان کو واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ قُلْ ﴾ یعنی اے رسول! ان سے کہہ دیجیے: ﴿ اَرَءَيْتُمْ ﴾ مجھے اپنے شریکوں کے بارے میں آگاہ کرو ﴿ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو'' کیا وہ دعا اور عبادت کے مستحق ہیں؟ ﴿ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ ''مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی ہے؟'' آیا انھوں نے سمندروں کو پیدا کیا ہے یا پہاڑوں کو؟ انھوں نے حیوانات کو پیدا کیا ہے یا جمادات کو؟ وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ ان تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا تمھارے خود ساختہ شریکوں کے لیے ﴿ فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ آسمانوں کی تخلیق وتدبیر میں کوئی حصہ ہے؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ تخلیق وتدبیر کائنات میں ان کا کوئی حصہ نہیں...... جب ان خود ساختہ معبودوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے نہ خالق کی تخلیق میں یہ شریک ہیں تو پھر تم ان کی بے بسی کا اقرار کرنے کے باوجود ان کو کیوں پکارتے اور ان کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ پس ان کی عبادت کے جواز کی دلیل ختم ہوگئی اور ان کی عبادت کا بطلان ثابت ہوگیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کے جواز کی سمعی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے اس کا بھی ابطال فرمایا: ﴿ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا ﴾ ''کیا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے'' جو ان کے شرک کو جائز قرار دیتی ہو یا انھیں شرک اور بتوں کی عبادت کا حکم دیتی ہو ﴿ فَهُمْ ﴾ لہٰذا وہ اپنے شرک کے بارے میں ﴿ عَلٰى بَيِّنَتٍ ﴾ کسی دلیل پر ہوں یعنی اس نازل شدہ کتاب میں کوئی ایسی چیز ہو جو شرک کے جواز اور اس کے صحیح ہونے کو ثابت کرتی ہو؟

معاملہ ایسے نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم سے پہلے ان پر کوئی کتاب نازل کی گئی ہے نہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے قبل ان کی طرف کوئی رسول ہی مبعوث کیا گیا ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان پر کوئی کتاب نازل کی گئی ہے اور ان کی طرف کوئی رسول مبعوث کیا گیا ہے جس نے ان کے زعم کے مطابق' انھیں شرک کا حکم دیا ہے' تب بھی ہمیں قطعی یقین ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۲۵) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہم نے اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' لہٰذا صرف میری عبادت کرو۔'' لہٰذا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام آسمانی کتابیں اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں اخلاص کا حکم دیا ہے۔ ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ﴾ (البینۃ: ۹۸/ ۵) ''اور انھیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اور دین کو صرف اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔''

اگر یہ کہا جائے کہ جب عقلی اور نقلی دلائل شرک کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں تب وہ کون سی چیز ہے جو مشرکین کو شرک پر آمادہ کرتی ہے حالانکہ ان کے اندر عقل مند اور ذہین وفطین لوگ بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

اس کے جواب میں فرمایا: ﴿بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّلِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا﴾ ''بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں'' یعنی یہ وہ مسلک ہے جس پر گامزن ہونے والے لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں' محض ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے ہیں' ایک دوسرے کی باتوں کو آراستہ کرتے ہیں' متاخرین گمراہ متقدمین کی اقتدا کرتے ہیں' یہ جھوٹی آرزوئیں ہیں جو شیاطین انھیں دلاتے ہیں اور ان کے برے اعمال ان کے سامنے سجاتے ہیں۔ یہ برے اعمال ان کے قلوب میں جڑ پکڑ لیتے ہیں اور ان کی صفت بن جاتے ہیں تب ان کو زائل اور ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور کفر اور شرک پر جمے رہنے سے وہ نتائج حاصل ہوتے ہیں جو سامنے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا

بلاشبہ اللہ ہی تھامے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو اس بات سے کہ وہ ٹل جائیں (اپنی جگہ سے) اور البتہ اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو نہیں روک سکے گا انکو

مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾

کوئی بھی اس کے بعد' بلاشبہ وہ ہے بڑا بردبار' بہت بخشنے والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کمال قدرت' بے پایاں رحمت اور وسعت حلم و مغفرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز یہ کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روک رکھا ہے' اگر وہ ٹل جائیں تو اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں جو انھیں روک سکے۔ ان کی طاقت اور ان کے قویٰ ان کے بارے میں عاجز آجائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ زمین و آسمان ویسے ہی رہیں جیسے وجود میں لائے گئے تاکہ مخلوق کو استقرار' فائدہ اور عبرت حاصل ہو' نیز وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سلطان' قوت اور قدرت کو جان لیں اور ان کے دل اللہ کے جلال و تعظیم اور محبت و تکریم سے لبریز ہوں اور تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ گاروں کو مہلت عطا ہونے اور نافرمانوں کو سزا دینے میں عدم عجلت کی بنا پر جان لیں کہ وہ کامل حلم و حکمت کا مالک ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے تو ان پر پتھروں کی بارش برسا دے اور اگر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے تو وہ ان کو نگل جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مغفرت اور اس کا حلم و کرم ان پر سایہ کناں ہے۔ ﴿إِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ ''بے شک وہ بہت بردبار معاف کرنے والا ہے۔''

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ

اور قسمیں کھائیں انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں اپنی البتہ اگر آیا انکے پاس کوئی ڈرانے والا تو ضرور ہونگے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہر ایک امت سے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ

پس جب آیا انکے پاس ڈرانے والا تو نہیں زیادہ کیا اس نے انکو مگر نفرت ہی میں ○ تکبر کی وجہ سے زمین میں اور بری تدبیر (کی وجہ سے)

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ

اور نہیں گھیرتی بری تدبیر مگر اسکے کرنیوالے ہی کو' پس وہ نہیں انتظار کرتے مگر (اللہ کے) طریقے کا پہلے لوگوں کے (بارے میں) پس ہرگز نہ

تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

پائیں گے آپ اللہ کے طریقے کا بدلنا اور ہرگز نہ پائیں گے آپ طریقۂ الٰہی کا ٹلنا ○

اے اللہ کے رسول! آپ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ پکی قسمیں کھاتے تھے کہ ﴿ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ﴾ ''اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوں گے۔'' یعنی وہ یہود و نصاریٰ (اہل کتاب) سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے مگر انھوں نے اپنی قسموں اور عہد کو پورا نہ کیا ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ ﴾ ''چنانچہ جب ڈرانے والا ان کے پاس آ گیا'' تو ان امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے بلکہ وہ اپنی گمراہی پر جمے رہے بلکہ ﴿ مَّا زَادَهُمْ ﴾ ''نہیں زیادہ کیا ان کو'' اس گمراہی نے ﴿ اِلَّا نُفُوْرًا ﴾ ''مگر نفرت ہی میں'' ان کے اس رویے نے ان کی گمراہی' بغاوت اور عناد کو اور بڑھا دیا۔ ان کا یہ قسمیں اٹھانا کسی اچھے مقصد اور طلب حق کے لیے نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کو ضرور اس کی توفیق عطا کر دی جاتی لیکن ان کا قسمیں اٹھانا تو مخلوق اور حق کے مقابلے میں زمین پر تکبر کرنے اور اپنی بات میں مکر و فریب کرنے سے صادر ہوا تھا۔ ان کا مقصد محض فریب کاری تھا اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ تو اہل حق اور حق کے متلاشی ہیں تو سادہ لوح لوگ ان کے فریب میں مبتلا ہو کر ان کے پیچھے چل پڑے۔

﴿ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ ﴾ ''اور نہیں پڑتا وبال بری چال کا'' جس کا مقصد برا مقصد اور جس کا انجام برا اور باطل ہے ﴿ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ﴾ ''مگر بری چال چلنے والوں ہی پر'' ان کا مکر و فریب انھی کی طرف لوٹے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں اور ان قسموں کے بارے میں اپنے بندوں کے سامنے واضح کر دیا ہے کہ وہ جھوٹے اور فریب کار ہیں، چنانچہ اس سے ان کی رسوائی واضح' ان کی فضیحت نمایاں اور ان کا برا مقصد ظاہر ہو گیا۔ ان کا مکر و فریب ان ہی کی طرف لوٹ گیا' اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو ان کے سینوں کی طرف لوٹا دیا۔ ان کے لیے کوئی حیلہ باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ ان پر وہ عذاب نازل ہو جائے جو ان سے پہلے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے۔ جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ جو کوئی ظلم' عناد اور مخلوق کے ساتھ تکبر کے راستے پر گامزن ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا اور اس کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا' لہٰذا ان قوموں کے ساتھ جو کچھ ہوا' ان کو اس پر نظر رکھنی چاہیے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا

کیا نہیں چلے پھرے وہ زمین میں کہ دیکھتے وہ' کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے' اور تھے وہ

اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ

زیادہ سخت ان سے قوت میں اور نہیں ہے اللہ کہ عاجز کر دے اس کو کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ (کوئی چیز) زمین میں'

اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ

بلاشبہ وہ خوب جاننے والا، خوب قدرت والا ہے○ اور اگر مواخذہ کرے اللہ لوگوں کا بہ سبب اس کے جو انھوں نے کمایا تو نہ چھوڑے وہ

عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا

اس (زمین) کی پشت پر کوئی چلنے والا جاندار، اور لیکن وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وقت مقرر تک، پس جب

جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾

آ جائے گا ان کا وقت مقرر تو بلاشبہ اللہ ہے اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا○

اللہ تعالیٰ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ محض غفلت کے ساتھ نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کے لیے اپنے قلب و بدن کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں اور دیکھیں کہ ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا کیا انجام ہوا جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی، جو ان سے زیادہ مال اور اولاد رکھنے والے اور ان سے زیادہ طاقتور تھے، جنھوں نے ان سے زیادہ زمین کو آباد کیا۔ جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو ان کی قوت نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کا مال اور اولاد کسی کام نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت ان میں نافذ ہو کر رہی۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اسے عاجز کر سکے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل علم اور کامل قدرت کا مالک ہے۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾ ”بے شک وہ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے۔“

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کامل حلم اور گناہ گاروں اور ارباب جرائم کو دی ہوئی ڈھیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا﴾ ”اور لوگوں نے جو گناہ کیے اگر اللہ تعالیٰ ان پر ان کا مواخذہ کرتا“ ﴿مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ”تو روئے زمین پر ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑتا“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو پوری سزا دیتا اور اس سزا کی سختی کا یہ حال ہوتا کہ غیر مکلف حیوانات بھی اس سے نہ بچتے۔ ﴿وَلٰكِنْ﴾ مگر اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے مہمل نہیں چھوڑتا۔ ﴿يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ”اللہ تعالیٰ ان کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دے رہا ہے پھر جب ان کا وقت آ جائے گا تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔“ یقیناً اللہ اپنے علم کے مطابق ان کے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

تفسیر سورۂ یٰسٓ

سُوْرَةُ یٰسٓ (٣٦) مَكِّيَّةٌ (٤١) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٨٣ رُكُوْعَاتُهَا ٥

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يٰسٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ

یٰسٓ ○ قسم ہے قرآن حکمت والے کی ○ بلاشبہ آپ البتہ رسولوں میں سے ہیں ○ اوپر راہ راست کے ○ (یہ) اتارا ہوا ہے

الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ

نہایت غالب خوب رحم کرنے والے کا ○ تاکہ ڈرائیں آپ اس قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے باپ دادا انکے پس وہ غافل ہیں ○ البتہ تحقیق ثابت ہوگئی بات (اللہ کی)

عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ

انکی اکثریت پر سو وہ نہیں ایمان لائیں گے ○ بے شک ڈال دیے ہم نے انکی گردنوں میں طوق سو وہ (پہنچ رہے ہیں انکی) ٹھوڑیوں تک

فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ

پس وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں ○ اور بنادی ہم نے انکے سامنے ایک دیوار اور انکے پیچھے ایک دیوار پھر ڈھانک دیا ہم نے ان (کی آنکھوں) کو

فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ

پس وہ نہیں دیکھتے ○ اور برابر ہے اوپر انکے کیا آپ ڈرائیں انکو یا نہ ڈرائیں وہ نہیں ایمان لائیں گے ○ بے شک آپ تو ڈراتے ہیں

مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ

(صرف) اس شخص کو جو پیروی کرے نصیحت کی اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے پس خوشخبری دے دیجیے اسکو مغفرت کی اور عزت والے اجر کی ○ بلاشبہ ہم ہی

نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ع

زندہ کرتے ہیں مُردوں کو اور لکھتے ہیں ہم جو (عمل) وہ آگے بھیجتے ہیں اور انکے آثار بھی اور ہر چیز ہم نے محفوظ کر رکھا ہے اس کو کتاب واضح میں ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن حکیم کی قسم ہے جس کا وصف حکمت ہے اور حکمت سے مراد ہے ہر چیز کو اس کے اپنے مقام پر رکھنا اور امر و نہی کو اس مقام پر رکھنا جو ان کے لائق ہے اور خیر و شر کی جزا کو اس مقام پر رکھنا جو ان کے لائق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے تمام احکام شرعی اور جزائی بے انتہا حکمت پر مبنی ہیں۔ اس قرآن کی حکمت یہ ہے کہ اس نے ''حکم'' اور ''حکمت'' کے تذکرے کو یکجا کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ عقول انسانی کو ان مناسبات اور اوصاف سے متنبہ کرتا ہے جو ترتیب حکم کا تقاضا کرتی ہیں۔ ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔'' یہ ہے وہ حقیقت جس پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اور وہ ہے محمد مصطفی ﷺ کی رسالت۔ اے محمد! (ﷺ) آپ جملہ انبیاء و مرسلین میں شامل ہیں آپ کوئی انوکھے رسول تو نہیں ہیں' نیز آپ وہی دینی اصول لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو دیگر انبیاء نے پیش کیے تھے۔

جو کوئی انبیاء و مرسلین کے احوال و اوصاف پر غور کرتا ہے تو اسے انبیاء و مرسلین اور عام لوگوں کے درمیان فرق معلوم ہو جاتا ہے اور اسے اس حقیقت کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ آپ تمام رسولوں میں اعلیٰ و افضل مقام رکھتے ہیں کیونکہ آپ صفات کاملہ اور اخلاق فاضلہ کے حامل ہیں۔ جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے' یعنی قرآن حکیم اور

جس کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے یعنی حضرت محمد ﷺ کی رسالت' ان کے مابین جو اتصال ہے وہ مخفی نہیں۔ اگر حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر اس قرآن حکیم کے سوا کوئی دوسری دلیل اور شہادت نہ بھی ہوتی تب بھی قرآن حکیم آپ کی رسالت پر دلیل اور شہادت کے لیے کافی ہے' بلکہ قرآن عظیم آپ کی رسالت پر ہمیشہ رہنے والی قوی ترین دلیل ہے۔ قرآن حکیم کی حقانیت کے تمام دلائل دراصل رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے دلائل ہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول مصطفی ﷺ کا سب سے بڑا وصف بیان فرمایا جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﴿ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ ''سیدھے راستے پر گامزن ہیں'' جو معتدل ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ یہ راہ راست ایسے اعمال صالحہ پر مشتمل ہے جو قلب و بدن اور دنیا و آخرت کی اصلاح کرتے ہیں' جو اخلاق فاضلہ' تزکیۂ نفس' تطہیر قلب اور اجر میں اضافے کے حامل ہیں۔ یہی سیدھا راستہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کا وصف ہے۔ قرآن حکیم کی جلالت شان پر غور کیجیے کہ اس نے افضل ترین قسم اور جلیل ترین مقسم علیہ کو کیسے یکجا کر دیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر ہی کافی ہے' مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے رسول ﷺ کی رسالت کی حقانیت پر واضح دلائل اور روشن براہین قائم کیے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لیے ہم کچھ لطیف نکات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

یہ صراط مستقیم ﴿ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴾ وہ راستہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اسے اپنے بندوں کے لیے لائحہ عمل کے طور پر نازل فرمایا جو انھیں اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی قدرت کاملہ سے تغیر و تبدل سے محفوظ فرمایا' اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں لے لیا جو انھیں اس کے دار رحمت میں پہنچاتی ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو اپنے دو کریم ناموں (اَلْعَزِیْزِ) اور (الرَّحِیْمِ) پر ختم فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر قرآن حکیم کی قسم کھانے کے بعد' اس پر دلائل قائم کیے اور ذکر فرمایا کہ ان کی طرف رسول مبعوث کیے جانے کی سخت ضرورت تھی' ارشاد فرمایا: ﴿ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ ''تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے' لہٰذا وہ غافل ہیں۔'' اس سے مراد وہ ''اُمّی'' عرب ہیں جن میں کتابیں نازل ہوئی تھیں نہ رسول مبعوث ہوئے تھے گمراہی ان پر چھا گئی تھی جہالت نے ان کو اندھا کر دیا تھا اور وہ اپنے اوپر اور اپنی بے وقوفی پر جگ ہنسائی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے ان کی طرف ایک رسول مبعوث فرمایا' تاکہ ان کو پاک کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے جبکہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور تاکہ وہ ''اُمّی'' عربوں اور ان کے بعد آنے والے ہر اُمّی کو گمراہی کے انجام سے ڈرائے۔

نیز اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو ان کتابوں کی یاد دہانی کراتا ہے جو ان کے پاس ہیں۔ یہ کتاب حکیم تمام لوگوں کے

لیے عام طور پر اور عربوں کے لیے خاص طور پر نعمت ہے مگر یہ لوگ جن کو برے انجام سے ڈرانے کے لیے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے' آپ کی دعوت اور انذار کے بعد وہ دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے آپ کی دعوت کو رد کر دیا اور آپ کے انذار کو قبول نہ کیا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی ان میں اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور اس کی مشیت نافذ ہو گئی کہ وہ اپنے کفر و شرک پر جمے رہیں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حق پیش کیا' مگر انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان موانع کا ذکر فرمایا جن کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں تک نہ پہنچ سکا' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ﴾ ''بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں۔'' (اَغْلَالٌ) (غِلٌّ) کی جمع ہے یعنی وہ طوق جو گردن میں ڈالا جاتا ہے اور یہ گردن کے لیے ایسے ہی ہے جیسے پاؤں کے لیے بیڑی اور ان کی گردن میں پڑے ہوئے یہ طوق بہت بڑے ہوں گے۔ یہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک ہوں گے جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہوں گے۔ ﴿فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾ پس وہ ان طوقوں کی سختی کی وجہ سے اپنے سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ان کو جھکا نہیں سکتے۔ ﴿وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا﴾ ''اور ہم نے ان کے آگے اور پیچھے ایک رکاوٹ کھڑی کر دی ہے'' جو ان کے ایمان لانے سے مانع ہے۔ ﴿فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''پس وہ نہ دیکھ سکتے۔'' جہالت اور شقاوت نے انھیں ہر جانب سے گھیر رکھا ہے اس لیے انذار انھیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ﴿وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور آپ انھیں نصیحت کریں یا نہ کریں' ان کے لیے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' وہ شخص کیسے ایمان لا سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہو جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتا ہو۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے انذار کو قبول کر لیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ﴾ یعنی آپ کا انذار اور آپ کی نصیحت صرف اسی شخص کو فائدہ دے گی ﴿مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾ ''جس نے نصیحت کی پیروی کی۔'' جو اتباع حق کا قصد رکھتا ہے ﴿وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ ''اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے'' جو ان دو اوصاف سے متصف ہے یعنی طلب حق میں قصد حسن اور خشیت الٰہی تو یہی وہ لوگ ہیں جو آپ کی رسالت سے فیض یاب اور آپ کی تعلیم سے تزکیۂ نفس کر سکتے ہیں' جسے ان دو امور کی توفیق بخش دی گئی ﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ﴾ تو اسے اس کے گناہوں کی بخشش کی خوش خبری دے دیجیے ﴿وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ اور اس کے نیک اعمال اور اچھی نیت کے باوقار اجر کی خوش خبری دے دیجیے۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی ﴾ یعنی ہم انھیں' ان کے مر جانے کے بعد' دوبارہ زندہ کریں گے تاکہ ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔ ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا ﴾ ''اور ہم لکھتے ہیں وہ اعمال جن کو وہ آگے بھیجتے ہیں'' اچھے اور برے اعمال میں سے۔ اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو وہ اپنی زندگی کے دوران کرتے رہے ہیں۔ ﴿ وَاٰثَارَهُمْ ﴾ اس سے مراد وہ آثار خیر اور آثار شر ہیں جنھیں وہ اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد وجود میں لانے کا سبب بنے۔ ان اعمال نے ان کے اقوال' افعال اور احوال سے جنم لیا۔ بھلائی کا ہر وہ کام آثار خیر میں شمار ہوتا ہے جو بندے کے علم' اس کی تعلیم' خیر خواہی' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے سبب سے وجود میں آتا ہے یا وہ علم جسے وہ اپنے متعلمین میں ودیعت کرتا ہے یا اس کی تحریر کے سبب سے وجود میں آتا ہے جس سے اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے یا کوئی نیک عمل جسے بندہ سرانجام دیتا ہے مثلاً نماز' صدقہ' یا کوئی بھلی بات جس کی دوسرے لوگ پیروی کریں' یا کسی مسجد کی تعمیر' یا کسی ایسی جگہ کی تعمیر جس سے لوگ استفادہ کرتے ہوں یا اس قسم کے دیگر کام' یہ سب آثار خیر میں شمار ہوتے ہیں جن کو اس کے لیے لکھ لیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آثار شر ہیں' جن کو لکھ لیا جاتا ہے۔

بنا بریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ)) ① ''جس نے دین اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کا اجر اسے عطا ہوگا اور اس کے بعد جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی ان کے اجروں میں کمی کرنے کے بغیر اسے ملے گا۔ جس کسی نے دین اسلام میں کسی برائی کو رواج دیا اس کا گناہ اس کو ملے گا اور ان لوگوں کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے جبکہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ہر طریقے اور ذریعے سے اس کی طرف جانے والے راستے کی نشاندہی کرنے کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ برائی کی طرف دعوت دینے اور اس کو رائج کرنے والا سب سے گھٹیا مخلوق' سب سے بڑا مجرم اور سب سے زیادہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ ﴾ ''اور ہر چیز کو'' یعنی اعمال اور نیتوں وغیرہ کو ﴿ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''ہم نے ایک واضح کتاب میں درج کر رکھا ہے'' اس سے مراد (اُمُّ الْکُتُب) ہے اور وہ تمام کتابیں' جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں' اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔ اور وہ لوح محفوظ ہے۔

① صحیح مسلم' الزکاۃ' باب الحث علی الصدقۃ ...... ح: ۱۰۱۷۔

وقف لازم

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ

اور بیان کیجیے واسطے انکے ایک مثال بستی والوں کی جب آئے انکے پاس (اللہ کے) بھیجے ہوئےO جب بھیجے ہم نے انکی طرف (پیغمبر)

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ

دو تو جھٹلایا انہوں نے انکو پس تقویت دی ہم نے انکو تیسرے کیساتھ پس انہوں نے کہا: بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیںO انہوں نے کہا: نہیں ہو تم

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا

مگر بشر ہی ہم جیسے اور نہیں نازل کی رحمٰن نے کوئی چیز، نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتےO انہوں نے کہا: ہمارا رب

يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا

جانتا ہے کہ بیشک ہم تمہاری طرف ہی بھیجے گئے ہیںO اور نہیں ہے ہم پر مگر پہنچا دینا کھول کرO انہوں نے کہا: ہم نے تو نامبارک خیال کیا ہے

بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَاۗىِٕرُكُمْ

تمہیں البتہ اگر نہ باز آئے تم تو ضرور ہم سنگسار کریں گے تمہیں اور ضرور پہنچے گی تمہیں ہماری طرف سے سزا دردناکO انہوں نے کہا تمہاری نحوست

مَّعَكُمْ ۭ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى

تو تمہارے ساتھ ہے کیا اگر نصیحت کیے جاؤ تم (تو یہ نحوست ہو گی؟) بلکہ تم ہی لوگ ہو حد سے بڑھنے والےO اور آیا دور دراز مقام سے شہر کے ایک آدمی دوڑتا ہوا

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔـلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

اس نے کہا: اے میری قوم! پیروی کرو تم رسولوں کیO پیروی کرو تم ان کی جو نہیں مانگتے تم سے کوئی صلہ اور وہ ہدایت یافتہ ہیںO

آپ کی رسالت کی تکذیب کرنے اور آپ کی دعوت کو ٹھکرا دینے والوں کے سامنے آپ یہ مثال بیان کر دیجیے، جس سے یہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اگر یہ غور کریں تو یہ مثال ان کے لیے نصیحت ہو گی۔ یہ ان بستی والوں کی مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اگر بستی کے تعین میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا تعین فرما دیتا، لہٰذا بستی کے نام کے تعین کے درپے ہونا تکلف اور بلا علم کلام کے زمرے میں آتا ہے۔ جو کوئی اس قسم کے معاملے میں بلا علم گفتگو کرتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کی گفتگو بے تکی ہوتی ہے اور وہ اختلاف میں مبتلا ہے جس کو دوام نہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ علم صحیح کا طریق حقائق کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور ان امور میں تعرض کو ترک کرنا ہے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس طریق سے نفس پاک ہوتا ہے اور علم میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ جاہل سمجھتا ہے کہ علم میں اضافہ ان اقوال کے بیان کرنے سے ہے جن کی کوئی دلیل نہیں اور ان اقوال کو بیان کرنے سے ذہن کو تشویش میں مبتلا کرنے اور اسے مشکوک امور کا عادی بنانے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو مخاطبین کے لیے مثال قرار دیا۔ ﴿اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''جب ان کے پاس رسول آئے۔'' اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے

رسول مبعوث ہوئے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور دین کو صرف اسی کے لیے خالص کرنے کا حکم دیتے تھے اور انھیں شرک اور معاصی سے منع کرتے تھے۔ ﴿ اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ﴾ ''جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا تو ان لوگوں نے دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے (ان کی) تائید کی'' یعنی ہم نے تیسرے کے ذریعے سے ان دونوں کو قوت عطا کی چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص اور حجت کے طور پر پے در پے رسول بھیجنے سے ان کی تعداد تین ہوگئی ﴿ فَقَالُوْۤا ﴾ تو رسولوں نے ان سے کہا: ﴿ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ ہم تمھاری طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔'' اور انھوں نے رسولوں کو ایسا جواب دیا جو انبیاء و مرسلین کی دعوت کو ٹھکرانے والوں کے ہاں مشہور ہے۔

﴿ قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ ''انھوں نے کہا: تم تو محض ہماری طرح کے آدمی ہو۔'' یعنی کس بنا پر تمھیں ہم پر فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے۔ دیگر رسولوں نے بھی اپنی امتوں سے کہا تھا: ﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (ابرٰهیم: ۱۱/۱۴) ''ہم تمھاری ہی طرح بشر ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔''

﴿ وَمَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ﴾ ''اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔'' یعنی انھوں نے رسالت کی عمومیت کا انکار کیا' پھر انھوں نے اپنے رسولوں سے مخاطب ہو کر ان کا انکار کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴾ ''تم تو جھوٹ بولتے ہو۔''

ان تینوں رسولوں نے جواب دیا: ﴿ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں۔'' اور اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں سر عام رسوا کر دیتا اور ہمیں فوراً سزا دے دیتا ﴿ وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴾ ''اور ہمارے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ایسا پہنچا دینا جس سے ان تمام امور کی توضیح ہو جائے جن کا بیان کرنا مطلوب ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ یا تو معجزات کا یا جلدی عذاب کا مطالبہ ہے' جو ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہماری ذمہ داری تو واضح طور پر پہنچا دینا ہے جو ہم نے پوری کر دی ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھول کھول کر تمھارے سامنے بیان کر دیا ہے اگر تم نے راہ راست اختیار کر لی تو یہ تمھارا ہی نصیب ہے اور اگر تم گمراہ رہے تو ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔

بستی والوں نے اپنے رسولوں سے کہا: ﴿ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ﴾ ''بے شک ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' یعنی ہم سمجھتے ہیں کہ تمھارے آنے اور ہمارے پاس پہنچنے سے ہمیں شر کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ یہ عجیب ترین بات ہے کہ اس شخص کو جوان کے پاس جلیل ترین نعمت لے کر آئے...... جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازتا ہے' ان کو وہ بلند ترین اکرام عطا کرے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے اور وہ سب سے زیادہ اسی چیز کے ضرورت مند

ہوں ..... یہ کہا جائے کہ وہ شر لے کر آیا ہے جس نے ان کے شر میں اضافہ کر دیا اور وہ اس کو نحوست خیال کریں۔ یہ لوگ صرف اور صرف خذلان اور عدم توفیق کی وجہ سے اپنے ساتھی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جو دشمن کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ پھر انھوں نے اپنے رسولوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ ﴾ ''اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں رجم کر دیں گے۔'' یعنی ہم تمھیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے جو ہلاکت کی بدترین شکل ہے ﴿ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''اور تمھیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔'' ان کے رسولوں نے ان سے کہا: ﴿ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ﴾ ''تمھاری فال بد تو تمھارے ساتھ ہے'' اور اس سے مراد ان کا شرک اور برائی ہے جو عذاب کے واقع ہونے اور نعمت کے اٹھا لیے جانے کا تقاضا کرتے ہیں۔ ﴿ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ﴾ ''کیا اس لیے کہ تمھیں نصیحت کی گئی؟'' یعنی ہم نے تمھیں اس چیز کی یاد دہانی کرائی جس میں تمھاری بھلائی اور تمھارا فائدہ تھا اور اس کے مقابلے میں تم نے یہ کچھ کہا: ﴿ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴾ ''بلکہ تم اپنی بات میں حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔'' ان کو دعوت دینے سے ان کے تکبر اور نفرت میں اضافے کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوا۔

﴿ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى ﴾ ''اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔'' یعنی جب اس نے رسولوں کی دعوت سنی تو وہ اپنی قوم کی خیر خواہی کے لیے دوڑتا ہوا آیا اور خود اس دعوت پر ایمان لے آیا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کی قوم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا: پس اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ اس نے اپنی قوم کو رسولوں کی اتباع کا حکم دیا' ان کی خیر خواہی کی اور رسولوں کی رسالت کی شہادت دی۔ پھر اس نے اپنی شہادت اور دعوت کی تائید کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا ﴾ یعنی اس شخص کی اتباع کرو جو تمھاری خیر خواہی کرتا ہے' جو تمھارے لیے بھلائی لاتا ہے۔ وہ تم سے اس خیر خواہی اور راہنمائی پر تمھارے مال کا مطالبہ کرتا ہے نہ کوئی اجر چاہتا ہے اور جس کا یہ وصف ہو وہ قابل اتباع ہوتا ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ جو کسی اجرت کے بغیر دعوت دیتا ہے' ہو سکتا ہے وہ حق پر نہ ہو' اس لیے اس اعتراض کو رد کرنے کے لیے فرمایا: ﴿ وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ ''اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔'' کیونکہ وہ صرف اسی چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کے اچھا ہونے پر عقل صحیح گواہی دیتی ہے اور صرف اسی چیز سے روکتے ہیں جس کے ''قبیح'' ہونے پر عقل صحیح گواہی دیتی ہے۔ شاید اس شخص کی قوم نے اس کی نصیحت قبول نہ کی بلکہ الٹا وہ اسے رسولوں کی اتباع اور اخلاص پر ملامت کرنے لگے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام
کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیو یارک
DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر تییس 23

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر تییس 23

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ

اور کیا ہے مجھے کہ نہ عبادت کروں میں اسکی جس نے پیدا کیا مجھے؟ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا بنالوں میں اسکے سوا معبود (اور) اگر

یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا

ارادہ کرے رحمٰن (مجھے) تکلیف پہنچانے کا تو نہیں کام آئے گی میرے انکی شفاعت کچھ بھی اور نہ وہ چھڑا سکیں گے مجھے ○ بیشک میں اس وقت

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ

البتہ کھلی گمراہی میں ہوں گا ○ بے شک میں ایمان لایا ساتھ تمہارے رب کے پس سنو تم میری بات ○ کہا گیا: تو داخل ہو جا جنت میں اس نے کہا: اے کاش!

قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی

میری قوم جان لے ○ (یہ بات) کہ بخش دیا ہے مجھے میرے رب نے اور کر دیا اس نے مجھے معزز لوگوں میں سے ○ اور نہیں نازل کی ہم نے اوپر

قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا

اس کی قوم کے اس کے بعد کوئی فوج آسمان سے اور نہ تھے ہم نازل کرنے والے ہی ○ نہیں تھی وہ (کچھ بھی) مگر

صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ

ایک (زور کی) آواز ہی' پس (اسی سے) ناگہاں وہ بجھ کر رہ گئے ○ وائے افسوس! (ایسے) بندوں پر نہیں آتا ان کے پاس

مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

کوئی رسول' مگر ہوتے وہ اس کے ساتھ استہزاء ہی کرتے ○

اس شخص نے کہا: ﴿ وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ یعنی میرے لیے اس ہستی کی عبادت کرنے سے جو عبادت کی مستحق ہے' کون سی چیز مانع ہے کیونکہ اس نے مجھے وجود بخشا' اس نے مجھے پیدا کیا' اس نے مجھے رزق بخشا اور تمام مخلوق کو آخر کار اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا' جس کے ہاتھ میں تخلیق اور رزق ہے' جو دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلوں کا اختیار رکھتا ہے' وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور ان ہستیوں کو چھوڑ کر صرف اسی کی ثنا و تمجید کی جائے جن کے اختیار میں کوئی نفع ہے نہ نقصان' وہ کسی کو عطا کر سکتی ہیں نہ محروم کر سکتی ہیں' جن کی قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتی ہیں۔

اس لیے اس نے کہا: ﴿ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ ﴾ ''اور کیا میں اس کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں' اگر اللہ میرے حق میں نقصان کا ارادہ فرمائے تو ان کی سفارش مجھے فائدہ نہ دے سکے گی'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا، لہٰذا ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے اس ضرر سے بچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ مجھے پہنچانا چاہے۔

﴿ اِنِّیْۤ اِذًا ﴾ ’’بے شک میں اس وقت۔‘‘ یعنی اگر میں نے ان معبودوں کی عبادت کی جن کے یہ اوصاف ہیں تو ﴿ لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ’’صریح گمراہی میں ہوں۔‘‘ اس کے اس تمام کلام میں ان کی خیر خواہی، رسولوں کی رسالت کی گواہی اور رسولوں کی خبر پر صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے تعین کے ذریعے سے ہدایت کو اختیار کرنا جمع ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے دلائل، غیر اللہ کی عبادت کا بطلان، اس کے دلائل و براہین، غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی گمراہی کی خبر اور قتل کے خوف کے باوجود اس مرد صالح کے ایمان کے اعلان کا ذکر ہے۔ اس شخص نے کہا: ﴿ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴾ ’’میں تمھارے رب پر ایمان لے آیا، لہٰذا میری بات سنو۔‘‘ جب اس کی قوم نے یہ اعلان اور اس کی گفتگو سنی تو اسے قتل کر دیا۔

﴿ قِیْلَ ﴾ اس شخص سے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا: ﴿ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ﴾ ’’جنت میں داخل ہو جا۔‘‘ اس نے اپنی توحید پرستی اور اخلاص فی الدین کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہونے والے اکرام و تکریم کی خبر دیتے ہوئے اور اپنے مرنے کے بعد بھی اسی طرح اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے، جس طرح وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، کہا: ﴿ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ ﴾ کاش! میری قوم کو معلوم ہو کہ کن امور کی بنا پر میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مختلف انواع کی عقوبات کو مجھ سے دور کر دیا ﴿ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴾ اور مختلف انواع کی مسرتوں اور ثواب کے ذریعے سے مجھے اکرام بخشا۔ اگر ان تمام امور کا علم میری قوم کے دلوں تک پہنچ جائے تو وہ کبھی بھی اپنے شرک پر قائم نہ رہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی قوم کے عذاب کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ ’’اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا۔‘‘ یعنی ہم ان کو عذاب دینے کے لیے کسی تکلف کے محتاج نہیں کہ ہمیں ان کو ہلاک اور تلف کرنے کے لیے آسمان سے فوج اتارنی پڑے ﴿ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴾ ’’اور نہ ہم اتارنے والے ہی تھے۔‘‘ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اقتدار کی عظمت اور بنی آدم کی شدت ضعف کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو آسمان سے فوج اتارنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ادنیٰ سا عذاب بھی ان کے لیے کافی ہے۔

﴿ اِنْ كَانَتْ ﴾ یعنی نہیں تھی ان کی سزا اور عذاب ﴿ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً ﴾ ’’مگر ایک چیخ ہی‘‘ یعنی وہ ایک آواز تھی جس کے ذریعے سے بعض فرشتوں نے کلام کیا تھا ﴿ فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴾ ’’تو وہ اچانک بجھ کر رہ گئے۔‘‘ ان کے دل ان کے سینوں میں پارہ پارہ ہو گئے۔ وہ اس چنگھاڑ کی آواز سے گھبرا اٹھے اور بے جان ہو گئے۔ اس تکبر کے بعد ان کی کوئی آواز تھی نہ ان کے اندر کوئی حرکت تھی۔ اشرف المخلوقات کے مقابلے میں ظلم، تکبر، جبر اور ان کے ساتھ بدکلامی کے بعد اب ان میں زندگی کے آثار تک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت کا اظہار کرتے

ہوئے فرمایا: ﴿ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ”بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جو بھی رسول آتا یہ اس کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔“ یعنی ان کی بدبختی کتنی بڑی ان کا عناد کتنا طویل اور ان کی جہالت کتنی شدید ہے کہ وہ ایسی قبیح صفت سے متصف ہیں جو ہر بدبختی، ہر عذاب اور ہر سزا کا سبب ہے۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ

کیا نہیں دیکھا انھوں نے کتنی ہی ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے امتیں؟ بیشک وہ ان کی طرف نہیں لوٹیں گی ○ اور نہیں ہے

كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾

کوئی بھی، مگر سب کے سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے انبیاء و رسل کی تکذیب کرنے والی گزشتہ قوموں کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑی، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا ان پر عذاب کا کوڑا برسایا اور وہ سب ہلاک اور برباد ہو گئیں۔ ان میں سے کوئی دنیا میں لوٹ کر آیا ہے نہ آئے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں کو نئے سرے سے تخلیق بخشے گا، ان کے مرنے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے جس میں وہ ذرہ بھر ظلم نہ کرے گا۔ ﴿ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ (النساء: ۴/ ۴۰) ”اگر نیکی ہوگی تو اللہ اس کو کئی گنا کر دے گا اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔“

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ایک نشانی ہے ان کیلئے زمین مردہ، زندہ کیا ہم نے اسے (بارش سے) اور نکالا ہم نے اس سے (اناج کا) دانہ، پس اسی (دانہ اناج) سے وہ کھاتے ہیں ○

وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا

اور بنائے ہم نے اس (زمین) میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے اور جاری کیے ہم نے ان (باغوں) میں چشمے ○ تاکہ کھائیں وہ

مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

اسکے پھلوں سے اور نہیں بنایا اسکو انکے ہاتھوں نے، کیا پس نہیں وہ شکر کرتے؟ ○ پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

ان چیزوں کے (بھی) جن کو اگاتی ہے زمین اور خود ان (انسانوں) کے اپنے بھی اور ان کے (بھی) جنھیں وہ نہیں جانتے ○

﴿ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ ﴾ ”ان کے لیے ایک نشانی ہے۔“ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے، حشر و نشر، حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے اور ان اعمال کی جزا و سزا پر دلیل ہے ﴿ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ﴾ ”مردہ زمین“ جس پر اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ زندگی عطا کی۔ ﴿ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴾ یعنی ہم نے اس زمین میں سے ان تمام زرعی اصناف کو اگایا جن کو

لوگ خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان اصناف کو بھی جن کو ان کے مویشی کھاتے ہیں ﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا﴾ یعنی ہم نے اس مردہ زمین میں اگائے ﴿جَنّٰتٍ﴾ باغات جن میں بے شمار درخت ہیں' خاص طور پر کھجور اور انگور' جن کے درخت بہترین درخت ہیں ﴿وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا﴾ اور ہم نے اس میں جاری کیے یعنی زمین میں ﴿مِنَ الْعُيُوْنِ﴾ ''چشمے۔''

ہم نے زمین کے اندر یہ درخت' یعنی کھجور اور انگور اگائے ﴿لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ﴾ تاکہ یہ انھیں بطور خوراک' پھل' سالن اور لذت استعمال کریں ﴿وَ﴾ حالانکہ ان پھلوں کو ﴿مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''ان کے ہاتھوں نے تخلیق نہیں کیا۔'' ان میں ان کی کوئی صنعت کاری ہے نہ ان کی کسی کاری گری کا عمل دخل' یہ تو اللہ احکم الحاکمین اور خیر الرازقین کی تخلیق کا کمال ہے' نیز ان پھلوں کو ان لوگوں یا کسی اور نے آگ پر نہیں پکایا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پھلوں کو اس طرح وجود بخشا ہے کہ ان کو آگ پر پکائے جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ان پھلوں کو درختوں سے توڑ کر اسی وقت اور اسی حال میں کھایا جا سکتا ہے ﴿اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ جس ہستی نے ان تک یہ نعمتیں پہنچائیں' جس نے اپنے بے پایاں فضل و کرم کی بنا پر ان کو ایسے امور سے نوازا جن میں ان کے دین و دنیا کی بھلائی ہے' تو یہ اس ہستی کا شکر کیوں نہیں کرتے؟ کیا وہ ہستی جس نے زمین کے مرنے کے بعد اسے زندہ کیا' اس میں کھیتیاں اور درخت اگائے' ان میں نہایت لذیذ اقسام کے پھل ودیعت کیے' ان پھلوں کو ان درختوں کی شاخوں پر نمایاں کیا اور خشک زمین پر پانی کے چشمے جاری کیے...... مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیوں نہیں؟ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس (زمین) کی ہر چیز کے جوڑے بنائے۔'' یعنی تمام اصناف کو تخلیق فرمایا ﴿مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ﴾ ''زمین کی نباتات سے'' اس نے زمین میں ایسی ایسی اصناف تخلیق فرمائیں جن کو شمار کرنا بہت مشکل ہے ﴿وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ یعنی خود ان کو مرد اور عورت کی اصناف میں پیدا کیا' ان کی تخلیق' فطرت اور ان کے اوصاف ظاہری و باطنی میں تفاوت پیدا کیا۔ ﴿وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اور ان مخلوقات کی اصناف کو پیدا کیا جو ہمارے علم کی گرفت سے باہر ہیں اور وہ مخلوقات جو اس کے بعد پیدا ہی نہیں کی گئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک' مددگار' معاون' وزیر' بیوی' یا کوئی بیٹا ہو' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفات کمال اور نعوت جلال میں اس کا ہمسر' مثیل یا کوئی مشابہت کرنے والا ہو یا اسے کوئی اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ

اور ایک نشانی ان کیلئے رات ہے' کھینچ لیتے ہیں ہم اس (رات) سے دن کو پس یکا یک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں○ اور سورج رواں دواں رہتا ہے

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ

اپنے ٹھکانے کیلئے' یہ اندازہ ہے نہایت غالب خوب جاننے والے کا○ اور چاند' مقرر کر دی ہیں ہم نے اس کی منزلیں' یہاں تک کہ ہو جاتا ہے وہ

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

(ایسے) جیسے کھجور کے خوشے کی پرانی ٹیڑھی ڈنڈی ○ نہ سورج کو لائق ہے یہ کہ پکڑ لے وہ چاند کو اور نہ رات ہی پہل کرنیوالی ہے

النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾

دن سے' اور ہر ایک (ان میں سے اپنے اپنے) مدار میں تیرتے پھرتے ہیں ○

﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ ﴾ ''اور ان کے لیے ایک نشانی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے نفاذ' اس کی قدرت کے کمال' مُردوں کو اس کے دوبارہ زندہ کرنے پر ایک دلیل ﴿ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ﴾ ''رات ہے' جس سے ہم دن کو کھینچ دیتے ہیں۔'' یعنی ہم نے اس کی عظیم روشنی کو زائل کر کے' جس نے روئے زمین کو منور کر رکھا تھا' تاریکی سے بدل ڈالا' جسے ہم اس کے وقت پر نازل کرتے ہیں ﴿ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴾ ''پس وہ اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں۔'' اسی طرح ہم تاریکی کو زائل کرتے ہیں' جس نے ان کو ڈھانپ رکھا تھا۔ پس ہم سورج کو طلوع کرتے ہیں' جس سے تمام زمین اپنے کناروں تک روشن ہو جاتی ہے اور مخلوق اپنے رزق کی تلاش اور اپنے مصالح کے حصول کے لیے روئے زمین پر پھیل جاتی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴾ سورج دائمی طور پر اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ وہ اس سے تجاوز کرتا ہے نہ کوتاہی اور نہ وہ اپنے آپ پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے دم مار سکتا ہے ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ ﴾ ''یہ غالب ہستی کا اندازہ ہے۔'' جس نے اپنے غلبہ و عزت کی بنا پر اتنی بڑی بڑی مخلوقات کی کامل ترین طریقے سے تدبیر اور بہترین طریقے سے انتظام کیا ﴿ الْعَلِيْمِ ﴾ ''جاننے والا ہے۔'' جس نے اپنے علم کی بنا پر اپنے بندوں کے لیے ان کے دین و دنیا میں مصالح مقرر فرمائے۔

﴿ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ ﴾ ''اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر دیں۔'' وہ ہر رات ایک منزل میں نازل ہوتا اور کم ہوتا رہتا ہے ﴿ حَتّٰى ﴾ یہاں تک کہ وہ بہت چھوٹا ہو جاتا ہے اور لوٹ کر ہو جاتا ہے ﴿ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴾ ''پرانی ٹہنی کی طرح'' یعنی کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند جو قدامت کی وجہ سے چیختی ہے' اس کا جسم چھوٹا ہو جاتا ہے اور وہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد چاند تھوڑا تھوڑا بڑھتا رہتا ہے حتی کہ اس کی روشنی مکمل ہو جاتی ہے ﴿ وَكُلٌّ ﴾ ''اور ہر ایک'' یعنی سورج' چاند' رات اور دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اندازہ مقرر فرما دیا ہے' کوئی اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ہر ایک کے لیے وقت مقرر ہے۔ جب ایک وجود میں آتا ہے تو دوسرا معدوم ہو جاتا ہے' بنابریں فرمایا: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ ''سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے'' یعنی اس کی بادشاہی میں' جو رات ہے' لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ سورج رات کے وقت موجود ہو۔ ﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾ ''اور رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی'' کہ وہ دن کی بادشاہت ختم ہونے سے پہلے اس میں داخل ہو جائے۔

﴿ وَكُلٌّ ﴾ ''اور ہر ایک'' یعنی سورج' چاند اور ستارے ﴿ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴾ ''سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں'' یعنی وہ دائمی طور پر اپنے راستے پر آ جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ خالق کائنات اور اس کے اوصاف کی عظمت کی ناقابل تردید دلیل اور برہان ہے۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت' حکمت اور اس موضوع کے متعلق علم کے اثبات کی دلیل ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور ایک نشانی ان کیلئے یہ ہے کہ بیشک ہم نے اٹھایا انکی نسل کو اس کشتی میں (جو) بھری ہوئی (تھی) ○ اور پیدا کیں ہم نے انکے لیے اس جیسی (اور سواریاں)

مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا

جن پر وہ سوار ہوتے ہیں ○ اور اگر ہم چاہیں تو غرق کر دیں انکو پس نہیں ہوگا کوئی فریاد رس واسطے انکے اور نہ وہ چھڑائے جائیں ○ مگر

رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا

رحمت سے ہماری' اور فائدہ پہنچانے کو ایک مدت تک ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے' بچو اس (عذاب) سے جو تمہارے سامنے اور جو

خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا

تمہارے پیچھے ہے' تاکہ تم رحم کیے جاؤ ○ اور نہیں آتی انکے پاس کوئی نشانی' ان کے رب کی نشانیوں میں سے' مگر ہوتے ہیں وہ

عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ

اس سے اعراض کرنیوالے ہی ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے' تم خرچ کرو اس میں سے جو رزق دیا تمہیں اللہ نے' تو کہتے ہیں وہ لوگ

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ

جنہوں نے کفر کیا' ان سے جو ایمان لائے' کیا کھلائیں ہم اس کو کہ اگر چاہتا اللہ (کھلانا) تو کھلا دیتا اس کو' نہیں ہو تم مگر گمراہی

مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

صریح میں ○ اور وہ کہتے ہیں: کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے؟ ○ نہیں انتظار کر رہے وہ مگر

صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً

ایک زور کی آواز کا جو آ پکڑے گی ان کو اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے ○ پس نہ طاقت رکھیں گے وہ وصیت کرنے کی

وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف ہی لوٹ سکیں گے ○

نیز یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود برحق ہے کیونکہ وہی اکیلا نعمتیں عطا کرتا ہے اور مصائب و شدائد کو دور کرتا ہے اور اس کی جملہ نعمتوں میں ایک نعمت یہ ہے کہ ﴿ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ ''ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا۔'' بہت سے مفسرین کی رائے ہے کہ اس سے مراد ان کے آباء و اجداد ہیں ﴿ وَخَلَقْنَا لَهُمْ ﴾ ''اور ہم نے ان کے لیے پیدا کیں۔'' یعنی موجود اور آنے والے لوگوں کے لیے ﴿ مِّنْ مِّثْلِهٖ ﴾ ''ویسی ہی'' اس کشتی جیسی یعنی

اس کی جنس میں سے ﴿مَا یَرْکَبُوْنَ﴾ ''جس پر یہ سواری کرتے ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے آباؤاجداد پر اپنی نعمت کا ذکر فرمایا کہ اس نے ان کو کشتی میں سوار کرایا۔ ان پر نعمت کا فیضان گویا اولاد پر نعمت کا فیضان ہے۔ تفسیر کے اعتبار سے یہ مقام میرے لیے مشکل ترین مقام ہے کیونکہ بہت سے مفسرین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہاں ''ذریت'' سے مراد آباؤاجداد ہیں' مگر قرآنِ کریم میں ذریت کا آباؤاجداد پر اطلاق کہیں نہیں آتا' بلکہ یہ مفہوم لینے میں ابہام اور کلام کو اس کے موضوع سے ہٹانا ہے جس کا رب العالمین کا کلام انکار کرتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اپنے بندوں کے سامنے ایضاح و بیان ہے۔

یہاں ایک اور احتمال بھی ہے جو اس سے بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ''ذریت'' سے مراد جنس ہے یعنی اس سے مراد وہ خود ہیں' کیونکہ وہی آدم کی ذریت ہیں' مگر یہ معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متناقض ہیں۔ ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ﴾ ''اور ان کے لیے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہو جاتے ہیں۔'' اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے اس کشتی جیسی کشتی تخلیق کی، یعنی ان مخاطبین کے لیے جو مختلف انواع کی کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں...... تو یہ معنی کا تکرار ہے' قرآن کریم کی فصاحت اس سے انکار کرتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ﴾ سے اونٹ مراد لیے جائیں جو صحرا کے جہاز ہیں تو معنی نہایت درست اور واضح ہیں...... البتہ اس معنی کے مطابق بھی کلام میں تشویش باقی رہ جاتی ہے' کیونکہ اگر یہ معنی مراد ہوتے تو اللہ یوں ارشاد فرماتا: (اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ) ''اور ان کے لیے نشانی ہے کہ ہم نے انھیں بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے اسی جیسی دوسری چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔'' رہا پہلی آیت کریمہ میں یہ فرمانا کہ ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا اور دوسری آیت کریمہ میں یہ فرمانا کہ ہم نے انھیں سوار کیا' تو اس سے معنی واضح نہیں ہوتے۔ سوائے اس کے یہ کہا جائے کہ ضمیر (ذُرِّیَة) کی طرف لوٹتی ہو اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

جب میں یہاں تک لکھ چکا تو مجھ پر ایک مطلب ظاہر ہوا جو اللہ تعالیٰ کی مراد سے بعید نہیں' جو کوئی کتاب اللہ کے جلال اور ہر لحاظ سے حال' ماضی اور مستقبل کے امور کے لیے اس کے بیانِ کامل کی معرفت رکھتا ہے' نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وہ معنی ذکر کرتا ہے جو اپنے احوال میں کامل ترین معنی ہوں۔ کشتی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی اور اس کے بندوں کے لیے اس کی نعمت ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کشتی کی نعمت اور اس کی تعلیم سے نوازا ہے اس وقت سے لے کر روز قیامت اور قرآن کے مخاطبین کے زمانے تک' ہر زمانے میں کشتی موجود رہی ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو قرآن کے ذریعے سے مخاطب کیا اور کشتی کا حال بیان کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان مخاطبین کے زمانے کے بعد ایسی ایسی کشتیاں ایجاد ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی عظیم

نشانیاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان کو بحری' بادبانی اور بھاپ سے چلنے والی' فضا میں پرندوں کے مانند تیرنے والی کشتیوں اور خشکی پر چلنے والی سواریوں کی صنعت کی تعلیم دے گا اور یہ عظیم نشانی صرف ان کی ذریت کے زمانے ہی میں پائی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کتابِ کریم میں اپنی نشانیوں کی تمام انواع میں سے اعلیٰ ترین نشانی کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴾ ''اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔'' یعنی سواریوں اور سامان سے بھری ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سواریوں پر سوار کرایا اور ان اسباب کے ذریعے سے ان کو ڈوبنے سے بچایا جو اس نے انھیں سکھائے تھے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی طرف توجہ دلائی کہ اس نے ان کو غرق کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود ڈوبنے سے بچایا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں پھر ان کا کوئی فریادرس نہ ہو۔'' یعنی کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس مصیبت میں چیخ و پکار سن کر ان کی مدد کر سکے اور ان کی مصیبت کو دور کر سکے۔ ﴿ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴾ ''اور نہ وہ کسی طرح بچائے جا سکیں گے'' اس مصیبت سے جس میں وہ مبتلا ہیں ﴿ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴾ ''مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔'' یعنی ہم نے ان پر لطف و کرم کرنے اور ایک مدت تک ان کو متمتع کرنے کی بنا پر ان کو ڈبویا نہیں' شاید! وہ ہماری طرف رجوع کریں یا اپنی کوتاہیوں کی تلافی کریں ﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ ﴾ ''اور جب ان سے کہا گیا کہ جو تمھارے پیچھے ہے اور جو تمھارے آگے ہے اس سے ڈرو'' یعنی برزخ اور قیامت کے احوال اور دنیاوی سزاؤں سے اپنا بچاؤ کرو ﴿ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ ''شاید! تم پر رحم کیا جائے۔'' تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے روگردانی کی اگرچہ ان کے پاس ہر قسم کی نشانی آئی' مگر انھوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔

اس لیے فرمایا: ﴿ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴾ ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نشانی آتی یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔'' آیات کی' ان کے رب کی طرف اضافت ان آیات کے کامل اور واضح ہونے کی دلیل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے زیادہ کوئی چیز واضح نہیں۔ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جملہ تربیت میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اس نے اپنی آیات اپنے بندوں تک پہنچائیں جن کے ذریعے سے وہ ان امور میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں جو ان کے لیے دین و دنیا میں فائدہ مند ہیں۔

﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے کچھ دو'' یعنی اس رزق سے خرچ کرو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے' اگر وہ چاہتا تو

وہ اسے تم سے سلب کر لیتا ﴿قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا﴾ ''کافروں نے مومنوں سے کہا'' یعنی کفار نے حق کی مخالفت اور مشیت کو حجت بناتے ہوئے کہا: ﴿اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ ٭ۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ﴾ ''(اے مومنو!) کیا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں، جن کو اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا۔ نہیں ہو تم'' ﴿اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''مگر کھلی گمراہی میں'' کیونکہ تم ہمیں اس بات کا حکم دے رہے ہو۔

ان کا یہ قول ان کی جہالت یا تجاہل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مشیت الٰہی کسی نافرمان کی نافرمانی کے لیے ہرگز دلیل نہیں۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا تاہم اس نے اپنے بندوں کو اختیار عطا کیا ہے اور انھیں قوت سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کو ترک کرتے ہیں جس کی تعمیل کا انھیں حکم دیا گیا ہے تو وہ اپنے اختیار سے ترک کرتے ہیں اور ان پر کوئی جبر نہیں ہوتا۔

﴿وَیَقُوۡلُوۡنَ﴾ وہ تکذیب کرتے اور عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں ﴿مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ ''یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قیامت کو دور نہ سمجھیں، وہ بہت قریب ہے۔ ﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً﴾ ''وہ صرف ایک سخت چیخ کا انتظار کر رہے ہیں'' اور وہ صور پھونکنے کی آواز ہوگی ﴿تَاۡخُذُہُمۡ﴾ یعنی صور کی چنگھاڑ انھیں آلے گی ﴿وَہُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ﴾ ''جبکہ وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔'' اور وہ اس آواز کے بارے میں غافل ہوں گے۔ ان کے آپس میں جھگڑے کی حالت میں، جو کہ اکثر غفلت کے وقت ہوتا ہے، ان کے دل میں اس کے بارے میں خیال بھی نہ گزرا ہوگا۔ جب وہ چنگھاڑ ان کی غفلت کے وقت ان کو آلے گی تو اس وقت ان کو کوئی مہلت نہ دی جائے گی ﴿فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ تَوۡصِیَۃً﴾ وہ تھوڑی یا زیادہ کسی قسم کی وصیت نہ کر سکیں گے ﴿وَّلَاۤ اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ یَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''اور نہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ ہی سکیں گے۔''

وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا ہُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّہِمۡ یَنۡسِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا

اور پھونکا جائے گا صور تو یکایک وہ اپنی قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے ○ کہیں گے: ہائے افسوس!

مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا ٜ ہٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَصَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وقف لازم

کس نے اٹھایا ہمیں ہماری خواب گاہ سے؟ یہی ہے وہ جو وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا رسولوں نے ○

اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ہُمۡ جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ فَالۡیَوۡمَ

نہیں ہوگی وہ مگر زور کی ایک آواز پس یکایک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ○ پس آج

لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا وَّلَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۴﴾

نہیں ظلم کیا جائے گا کسی جان پر کچھ بھی اور نہ بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر وہی جو تھے تم عمل کرتے ○

صور کی پہلی آواز گھبراہٹ اور موت کی آواز ہوگی اور یہ دوسری آواز مردوں کے زندہ ہونے اور اٹھنے کے لیے ہوگی۔ جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ اپنی قبروں سے نکل کر جلدی سے اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے اور وہ کسی قسم کی تاخیر اور دیر نہ کر سکیں گے۔ اس حال میں' رسولوں کی تکذیب کرنے والے بہت غم زدہ ہوں گے۔ وہ حسرت اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ﴾ ''ہائے افسوس! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا؟'' یعنی ہمیں ہماری قبروں میں نیند سے کس نے اٹھایا؟ بعض احادیث میں وارد ہے کہ اہل قبور صور پھونکے جانے سے تھوڑی دیر پہلے تک سو رہے ہوں گے۔ ان کو جواب دیا جائے گا: ﴿ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ یعنی یہی وہ قیامت ہے جس کا تمھارے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے وعدہ کیا تھا۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے ان کی صداقت ظاہر ہوگئی۔ اس مقام پر آپ یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ''رحمٰن'' کا ذکر محض اس کے وعدے کی خبر کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر تو صرف اس بات سے آگاہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ وہ اس روز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایسے مظاہر دیکھیں گے جو کبھی ان کے خیال میں بھی نہ گزرے ہوں گے اور حساب لگانے والوں نے بھی حساب نہ لگایا ہوگا' مثلاً فرمایا: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ (الفرقان: ٢٥/٢٦) ''اس دن حقیقی اقتدار صرف رحمٰن کا ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ (طٰہٰ: ٢٠/١٠٨) ''اور رحمٰن کے آگے آوازیں دب جائیں گی۔'' اور اس طرح کے دیگر مقامات جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی نام ''رحمٰن'' کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ اِنْ كَانَتْ ﴾ ''نہیں ہوگا'' اہل قبور کا اپنی قبروں سے اٹھنا ﴿ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً ﴾ ''مگر ایک ہی زور کی چنگھاڑ۔'' اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور تمام مردے جی اٹھیں گے ﴿ فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ اولین و آخرین اور جن وانس سب ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے تاکہ ان کے اعمال کا حساب لیا جائے۔

﴿ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ﴾ ''پس اس روز کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' یعنی ان کی نیکیوں میں کوئی کمی کی جائے گی نہ ان کی برائیوں میں اضافہ۔ ﴿ وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ یعنی جس خیر وشر کا تم ارتکاب کرو گے صرف اسی کی تمھیں جزا وسزا ملے گی۔ پس جس نے بھلائی پائی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے جسے اس کے علاوہ کچھ اور ملا تو اسے صرف اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ
بے شک جنتی آج (اپنے) شغل میں خوش ہوں گے ○ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں
عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ
تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہونگے ○ ان کیلئے اس میں میوہ ہوگا (ہر قسم کا) اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے ○ سلام

قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾

کہا جائے گا (انہیں) نہایت مہربان رب کی طرف سے ○

جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ ہر شخص کو صرف اس کے اعمال کی جزا ملے گی تو دونوں فریقوں کی جزا وسزا کا ذکر بھی کیا۔ پہلے اہل جنت کی جزا کا ذکر کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ اہل جنت اس روز ﴿فِیْ شُغُلٍ فٰکِهُوْنَ﴾ ''لطف اٹھانے میں مشغول ہوں گے۔'' یعنی ایسے مشاغل میں مشغول ہوں گے جن سے نفس کو لطف اور لذت محسوس ہوگی، ہر ایسی چیز میں مشغول ہوں گے جو نفس چاہیں گے، آنکھیں جس سے لذت حاصل کریں گی اور تمنا کرنے والے تمنا کریں گے۔ ان نعمتوں میں خوبصورت دوشیزاؤں سے ملاقات شامل ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ﴾ ''وہ اور ان کی بیویاں'' خوبصورت آنکھوں والی جو خوبصورت چہروں اور خوبصورت بدنوں والی ہونے کے ساتھ ساتھ خوب سیرت بھی ہوں گی ﴿فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ ''سایوں میں مسہریوں پہ ہوں گے'' یعنی وہ ایسی مسندوں پر بیٹھیں گے جو خوبصورت لباس سے مزین ہوں گی۔ ﴿مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ مسند پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ان کا تکیہ لگانا، کمال راحت، طمانیت اور لذت پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ﴾ اس میں ان کے لیے تمام قسم کے لذیذ پھل اور میوے بکثرت ہوں گے، مثلاً انگور، انجیر اور انار وغیرہ۔ ﴿وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾ یعنی جو کچھ بھی وہ طلب کریں گے اور تمنا کریں گے، پالیں گے۔

نیز ان کو ﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام'' حاصل ہوگا ﴿مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''مہربان رب کی طرف سے۔'' اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کے ساتھ کلام فرمائے گا اور ان پر اس کا سلام ہوگا اور اللہ نے اسے اپنے ارشاد ﴿قَوْلًا﴾ کے ذریعے سے مؤکد کیا اور جب ربِ رحیم کی طرف سے ان کو سلام بھیجا جائے گا تو انھیں ہر لحاظ سے مکمل سلامتی حاصل ہوگی۔ انھیں سلام کہا جائے گا جس سے بڑھ کر کوئی سلام نہیں اور اس جیسی کوئی نعمت نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے بادشاہوں کے بادشاہ، ربِ عظیم اور رؤف ورحیم کی طرف سے اکرام وتکریم کے گھر میں رہنے والے ان لوگوں کو بھیجا گیا سلام کیسا ہوگا، جن پر اس کی رضا سایہ کناں اور جن سے ناراضی ہمیشہ کے لیے دور ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے موت مقدر کی ہوتی یا فرحت وسرور کی وجہ سے حرکت قلب کا بند ہو جانا مقرر کیا ہوتا تو وہ خوشی سے ضرور مر جاتے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہیں کرے گا اور ہمیں اپنے چہرۂ اقدس کا دیدار کرائے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ

الگ ہو جاؤ آج، اے مجرمو! ○ کیا نہیں وصیت (تاکید) کی تھی میں نے تمھیں، اے بنی آدم! اس بات کی کہ

لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

نہ عبادت کرنا تم شیطان کی، بلاشبہ وہ تمھارا دشمن ہے کھلم کھلا ○ اور یہ کہ عبادت کرو تم میری، یہی ہے راستہ

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ
سیدھا ○ اور البتہ تحقیق گمراہ کی اس نے تم میں سے مخلوق بہت سی، کیا پس نہیں تھے تم عقل رکھتے؟ ○ یہ ہے
جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾
جہنم وہ جس کا تھے تم وعدہ دیے جاتے ○ داخل ہو جاؤ اس میں آج بہ سبب اس کے جو تھے تم کفر کرتے ○
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
آج ہم مہر لگا دیں گے اوپر انکے مونہوں کے، اور کلام کریں گے ہم سے انکے ہاتھ اور گواہی دیں گے انکے پیر ساتھ اسکے جو تھے وہ
يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى
کماتے (کرتے) ○ اور اگر ہم چاہیں تو البتہ مٹا دیں ان کی آنکھیں، پھر وہ دوڑیں راستہ (تلاش کرنے) کو پس کیوں کر
يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا
وہ دیکھ سکیں ○ اور اگر ہم چاہیں، تو البتہ مسخ کر دیں ہم ان کی صورتیں ان کی جگہوں پر ہی، پھر وہ نہ طاقت رکھیں
مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ ع
(آگے) چلنے کی اور نہ ہی لوٹ سکیں وہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ تقویٰ کی جزا کا ذکر کرنے کے بعد مجرموں کی سزا بیان کی ہے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ان کو قیامت کے روز کہا جائے گا: ﴿ امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ اے مجرمو! تم اہلِ ایمان سے الگ ہو جاؤ۔ یہ حکم اس لیے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں جہنم میں داخل کرنے سے قبل بر سرِ عام زجر و توبیخ کرے اور ان سے کہے: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ ﴾ یعنی کیا میں نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے تمھیں حکم نہیں دیا تھا اور تمھیں وصیت نہیں کی تھی اور تم سے یہ نہیں کہا تھا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ﴾ ''اے آدم کی اولاد! شیطان کی عبادت نہ کرنا۔'' یعنی اس کی اطاعت نہ کرو، یہ زجر و توبیخ ہے اور اس میں ہر قسم کے کفر و معصیت پر زجر و توبیخ داخل ہے، کیونکہ کفر و معاصی کی تمام اقسام شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ''بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' پس میں نے تمھیں اس سے انتہائی حد تک بچنے کی ہدایت کی، تمھیں اس کی اطاعت سے ڈرایا اور وہ تمھیں جس چیز کی دعوت دیتا ہے میں نے تمھیں اس سے خبردار کیا تھا۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' میں نے تمھیں حکم دیا تھا: ﴿ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ ﴾ کہ میرے اوامر کی تعمیل کرتے اور میری نافرمانی سے بچتے ہوئے میری عبادت کرو ﴿ هٰذَا ﴾ یعنی میری عبادت، میری اطاعت اور شیطان کی نافرمانی کرنا ﴿ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ ''سیدھا راستہ ہے۔'' پس صراطِ مستقیم کے علوم و اعمال انھی مذکورہ دو امور کی طرف راجع ہیں۔

تم نے میرے عہد کی حفاظت کی نہ میری وصیت پر عمل کیا، بلکہ تم نے اپنے دشمن یعنی شیطان سے دوستی رکھی،

لہٰذا ﴿ اَضَلَّ مِنۡکُمۡ جِبِلًّا کَثِیۡرًا ﴾ اس نے تم میں سے بہت زیادہ مخلوق کو گمراہ کیا ﴿ اَفَلَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ یعنی کیا تم میں عقل نہیں جو تمھیں تمھارے رب اور حقیقی سرپرست کے ساتھ موالات رکھنے کا حکم دے اور تمھیں تمھارے بدترین دشمن کو اپنا دوست اور سرپرست بنانے سے روکے۔ اگر تمھاری عقل صحیح ہوتی تو تم ہرگز ایسا نہ کرتے۔

اب جبکہ تم نے شیطان کی اطاعت کی، رحمٰن کے ساتھ عداوت کی، اس کے ساتھ ملاقات کو جھٹلایا، قیامت یعنی دار جزا میں آوارد ہوئے اور تم عذاب کے مستحق ٹھہرے تو ﴿ ھٰذِهٖ جَھَنَّمُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴾ ''یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے'' اور تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اب اس کو تم اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھو، یہاں دل دہل جائیں گے، آنکھیں پھر جائیں گی اور بہت بڑی گھبراہٹ کا وقت ہوگا۔ پھر اس کی تکمیل یوں ہوگی کہ انھیں جہنم میں ڈال دیے جانے کا حکم ہوگا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ اِصۡلَوۡھَا الۡیَوۡمَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴾ ''اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لیے جہنم میں داخل ہو جاؤ۔'' جہاں آگ تمھیں جلائے گی، آگ کی حرارت تمھیں گھیر لے گی، آیاتِ الٰہی کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کے سبب سے آگ تمھارے جسم کے ہر حصے کو جلائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدبختی کے اس گھر میں ان کے بدترین احوال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاھِھِمۡ ﴾ ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔'' یعنی ہم ان کو گونگا بنا دیں گے، پس وہ بول نہ سکیں گے، کفر اور تکذیب پر مبنی اپنے اعمال کا انکار کرنے پر قادر نہیں ہوں گے ﴿ وَتُکَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡھِمۡ وَتَشۡھَدُ اَرۡجُلُھُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴾ ''اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔'' یعنی ان کے اعضا ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ ہستی انھیں قوتِ گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو قوتِ گویائی عطا کی ہے ﴿ وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰۤی اَعۡیُنِھِمۡ ﴾ یعنی ہم اگر چاہیں تو ان کی بینائی سلب کر لیں جس طرح ہم نے ان کی گویائی سلب کر لی ﴿ فَاسۡتَبَقُوا الصِّرَاطَ ﴾ یعنی سیدھے راستے کی طرف سبقت کرو، کیونکہ جنت تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے ﴿ فَاَنّٰی یُبۡصِرُوۡنَ ﴾ ''تو وہ کہاں سے دیکھ سکیں گے'' کیونکہ ان کی آنکھوں کی بینائی سلب کر لی گئی ہے۔

﴿ وَلَوۡ نَشَآءُ لَمَسَخۡنٰھُمۡ عَلٰی مَکَانَتِھِمۡ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں۔'' یعنی ہم ان کی حرکت سلب کر لیں ﴿ فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِیًّا ﴾ ''تو وہ چل پھر نہ سکیں'' یعنی آگے کی جانب ﴿ وَلَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴾ اور نہ آگ سے دور رہنے کے لیے پیچھے لوٹ سکیں۔ معنی یہ ہے کہ ان کفار کے لیے عذاب ثابت ہو گیا لہٰذا ان کو ضرور عذاب دیا جائے گا اور اس مقام پر جہنم کے سوا کچھ نہیں جو سامنے ہے اور اس پر بچھے ہوئے پل کو عبور کیے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں اور اہل ایمان کے سوا اس پل کو کوئی عبور نہیں کر سکے گا۔ اہل ایمان اپنے ایمان

کی روشنی میں پل کو عبور کریں گے۔ رہے یہ کفار تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے نجات کا کوئی وعدہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی بینائی کو سلب کر لے اور ان کی حرکت کو باقی رکھے تب اگر یہ راستے کی طرف بڑھیں تو اس تک پہنچ نہیں پائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی حرکت کو بھی سلب کر لے تب یہ آگے بڑھ سکیں گے نہ پیچھے لوٹ سکیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ کفار پل صراط کو عبور کر سکیں گے نہ انھیں جہنم سے نجات حاصل ہو گی۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور جو شخص کہ عمر دیں ہم اس کو (زیادہ) تو الٹا دیتے ہیں ہم اس کو پیدائش میں، کیا پس نہیں وہ عقل رکھتے؟ ○

﴿ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ ﴾ ”اور ہم جس کو بڑی عمر دیتے ہیں۔“ یعنی بنی آدم میں سے ﴿ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾ یعنی وہ اسی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے جس سے ابتدا کی تھی یعنی ضعف عقل اور ضعف قوت کی طرف ﴿ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ ”کیا وہ سمجھتے نہیں۔“ آدمی ہر لحاظ سے ناقص ہے۔ پس انھیں چاہیے کہ وہ اپنی قوت اور عقل کا تدارک کریں اور انھیں اپنے رب کی اطاعت میں استعمال کریں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾

اور نہیں سکھایا ہم نے اس (رسول) کو شعر کہنا اور نہ (یہ) لائق ہی تھا اس کے، نہیں ہے وہ (کلام الٰہی) مگر ایک نصیحت اور قرآن واضح ○

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

تاکہ ڈرائے وہ اس کو جو ہے زندہ اور ثابت ہو جائے بات (اللہ کی) اوپر کافروں کے ○

مشرکین نبی مصطفیٰ ﷺ پر شاعر ہونے کا بہتان لگایا کرتے تھے نیز یہ کہ جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں وہ شاعری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو شاعری سے منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ﴾ یعنی آپ کے لیے مناسب نہیں ہے کہ آپ شاعری کریں۔ یعنی آپ کا شاعر ہونا جنس محال میں سے ہے۔ آپ تو ہدایت یافتہ ہیں جبکہ شعرا گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ لوگ ہی ان شعرا کی پیروی کرتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے تمام شبہات کو دور کر دیا جن کا یہ گمراہ لوگ سہارا لیا کرتے ہیں، چنانچہ اس شبہے کو بھی ختم کر دیا کہ آپ لکھ سکتے ہیں یا پڑھ سکتے ہیں اور آگاہ فرمایا کہ اس نے آپ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری آپ کے شایانِ شان ہے ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴾ یعنی یہ چیز جو محمد رسول ﷺ لے کر آئے ہیں ”ذکر“ ہے جس سے عقل مند لوگ تمام دینی مطالب میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں، وہ تمام دینی مطالب پر کامل ترین طریقے سے مشتمل ہے اور وہ عقلوں کو اس چیز کی یاد دہانی کرواتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اچھے کام کرنے کے حکم اور برے کاموں سے ممانعت کے طور پر انسانی فطرت میں ودیعت کر دیا ہے۔

﴿ وَقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''اور واضح قرآن ہے'' یعنی جن امور کی تبیین مطلوب ہے ان سب کو بیان کرتا ہے۔ یہاں اس لیے معمول کو حذف کر دیا تاکہ وہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ وہ پورے حق کو اور باطل کے بطلان کو اجمالی اور تفصیلی دلائل کے ذریعے سے بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول ﷺ پر اسی طرح نازل فرمایا۔

﴿ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا ﴾ ''تاکہ اس شخص کو' جو زندہ ہو' متنبہ کرے۔'' یعنی جو شخص دل زندہ رکھتا ہے وہی اس قرآن کے لائق ہے' اسی شخص کے علم و عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن اس کے دل کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے جو نہایت عمدہ اور زرخیز زمین کے لیے بارش کی حیثیت ہوتی ہے ﴿ وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور کافروں پر بات پوری ہو جائے'' کیونکہ ان پر حجت الٰہی قائم ہو گئی اور ان کی حجت منقطع ہو گئی اور ان کے پاس ایک ادنیٰ سا عذر اور شبہ باقی نہیں رہا جس کا وہ سہارا لے سکیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک ہم نے پیدا کیے ان کیلئے' ان میں سے جن کو بنایا ہمارے ہاتھوں نے' چار پائے۔ پس وہ انکے مالک ہیں ○

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا

اور تابع کر دیا ہم نے انکو ان کیلئے' پس کچھ ان میں سے سواریاں ہیں انکی اور کچھ کو ان میں سے وہ کھاتے ہیں ○ اور ان کیلئے ان میں

مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں' کیا پس نہیں وہ شکر کرتے؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس بارے میں غور کریں کہ اس نے مویشیوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا اور ان کو ان مویشیوں کا مالک بنایا' ان مویشیوں کے اندر ان کے لیے بے شمار فوائد رکھے' چنانچہ وہ ان پر سواری کرتے ہیں' ان پر بوجھ لادتے ہیں' ان کے ذریعے سے اپنے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں' ان کا گوشت کھاتے ہیں' ان سے گرمی حاصل کرتے ہیں' ان کی اون' ان کی پشم اور ان کے بالوں میں ایک مدت تک ان کے لیے اثاثہ اور فائدہ ہے' نیز ان مویشیوں میں ان کے لیے زینت و جمال اور دیگر فوائد ہیں جس کا روز مرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ ﴿ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴾ ''کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ان کو ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو خالص کریں اور وہ ان نعمتوں سے اس طرح فائدہ نہ اٹھائیں کہ وہ عبرت اور غور و فکر سے خالی ہو۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ

اور بنا لیے انہوں نے سوائے اللہ کے' کئی معبود' تاکہ وہ مدد کیے جائیں ○ نہیں طاقت رکھتے وہ (معبود) ان کی مدد کرنے کی

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾

اور وہ (مشرکین) تو خود ان (بتوں) کے (حمایتی) لشکر ہیں، حاضر کیے گئے ○

یہ مشرکین کے خود ساختہ معبودوں کے بطلان کا بیان ہے جن کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے مدد اور سفارش کی امید رکھتے ہیں، حالانکہ وہ انتہائی عاجز ہیں ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ''نہ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں'' اور نہ خود اپنی مدد پر قادر ہیں۔ جب وہ اپنی مدد نہیں کر سکتے تو وہ ان کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ مدد کرنا دو امور سے مشروط ہے استطاعت اور ارادہ۔ جب کوئی مدد کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو ایک چیز باقی رہ جاتی ہے کہ آیا وہ اپنے عبادت گزار بندے کی مدد کرنا چاہتا بھی ہے یا نہیں۔ استطاعت کی نفی سے دونوں امور کی نفی ہو جاتی ہے ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ یعنی وہ ان کے حاضر باش لشکر ہوں گے۔ وہ سب عذاب میں ڈالے جائیں گے اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کریں گے۔ انھوں نے دنیا میں ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے براءت کا اظہار کر کے اپنی عبادت کو اسی ہستی کے لیے خالص کیوں نہیں کیا جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے، عطا کرنا اور محروم کرنا اسی کے اختیار میں ہے اور وہی والی اور مددگار ہے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ وقف لازم

پس نہ غم میں ڈالیں آپ کو ان کی باتیں، بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ○

اے رسول! جھٹلانے والوں کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں۔ یہاں ''باتوں'' سے مراد وہ باتیں ہے جن پر سیاق آیت دلالت کرتا ہے، یعنی ہر وہ بات جو رسول اور اس کی لائی ہوئی کتاب میں عیب لگاتی ہو۔ یعنی آپ کا دل ان کے غم میں مشغول نہ ہو ﴿اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہم سب جانتے ہیں'' اس لیے ہم ان کو اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دیں گے۔ ان کی باتیں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ

کیا نہیں دیکھا انسان نے، بیشک پیدا کیا ہم نے اس کو قطرۂ منی سے پس ناگہاں (ہو گیا) وہ جھگڑنے والا ظاہر ○ اور بیان کی اس نے

لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ

ہمارے لئے مثال اور وہ بھول گیا اپنی پیدائش کو اس نے کہا: کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ ○ کہہ دیجیے: زندہ کرے گا انکو وہی (اللہ) جس نے

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ

پیدا کیا انکو پہلی مرتبہ اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے ○ وہ (اللہ) جس نے بنا دی تمہارے لئے سبز درخت سے

نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي

آگ، پھر یکایک تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو ○ کیا نہیں وہ (اللہ) جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو قدرت رکھنے والا اس بات پر

اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ

کہ پیدا کرے وہ انکی مثل؟ کیوں نہیں! وہی تو ہے پیدا کرنیوالا جاننے والا○ یقیناً اسکا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا یہ (ہوتا ہے) کہ وہ کہتا ہے

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اسکو ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے○ پس پاک ہے وہ (اللہ) کہ جسکے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے○

ان آیات کریمہ میں، منکرین قیامت کے شبہات اور ان کے مکمل، بہترین اور واضح جواب کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ ﴾ کیا قیامت کا منکر اور اس میں شک کرنے والا انسان اس معاملے پر غور نہیں کرتا جو اسے قیامت کے وقوع کے بارے میں یقین کامل عطا کرے اور وہ معاملہ اس کی تخلیق کی ابتدا ہے ﴿ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾ ''نطفے سے'' پھر آہستہ آہستہ مختلف مراحل میں منتقل ہوتا ہے حتیٰ کہ بڑا ہو کر جوان ہو جاتا ہے اور اس کی عقل کامل اور درست ہو جاتی ہے ﴿ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴾ ''تو یکایک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھتا ہے۔'' اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے نطفے سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔ اسے ان دو حالتوں کے تفاوت پر غور کرنا چاہیے اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہستی جو اسے عدم سے وجود میں لائی ہے زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اس کے مرنے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے۔

﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا ﴾ ''اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی۔'' کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس قسم کی مثال بیان کرے اور وہ ہے خالق کی قدرت کا مخلوق کی قدرت کے ساتھ قیاس کرنا، نیز یہ قیاس کرنا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت سے بعید ہے وہ خالق کی قدرت سے بھی بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَالَ ﴾ یعنی اس انسان نے کہا: ﴿ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ﴾ یعنی کیا کوئی ایسی ہستی ہے جو ان ہڈیوں کو زندہ کرے گی؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو ان ہڈیوں کے بوسیدہ اور معدوم ہو جانے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر سکے۔ شبہ اور مثال کا یہی پہلو ہے کہ یہ معاملہ بشر کی قدرت سے بہت بعید ہے۔ یہ قول جو انسان سے صادر ہوا ہے اس کی غفلت پر مبنی ہے، نیز وہ اپنی تخلیق کی ابتدا کو بھول گیا ہے۔ اگر وہ اپنی تخلیق پر غور کرتا کہ کیسے اس کو پیدا کیا گیا جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا تو وہ اعادۂ تخلیق کو عیاں پاتا اور یہ مثال بیان نہ کرتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اعادۂ تخلیق کے محال ہونے کے شبہے کا کافی اور شافی جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا'' یعنی وہ مجرد اپنے تصور ہی سے کسی شبہے کے بغیر، یقینی طور پر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ ہستی جس نے اسے پہلی مرتبہ وجود بخشا' وہ دوسری مرتبہ اس کے اعادے پر قادر ہے۔ جب تصور کرنے والا تصور کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی

قدرت کے سامنے یہ اعادۂ تخلیق بہت معمولی نظر آتا ہے ﴿ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ میں سے دوسری دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی تمام مخلوقات کا' ان کے تمام احوال کا' تمام اوقات میں احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مُردوں کے اجسادِ خاکی میں سے کیا چیز کم ہو رہی ہے اور کیا چیز باقی ہے۔ وہ غائب اور شاہد ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم علم کا اقرار کر لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو مُردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ عظیم اور زیادہ جلیل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری دلیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾ جب وہ سرسبز درخت سے' جو مکمل طور پر گیلا ہوتا ہے' خشک آگ نکال سکتا ہے' حالانکہ ان دونوں میں سخت تضاد اور تخالف ہے' تو وہ اسی طرح مردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے چوتھی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ یعنی کیا جس ہستی نے آسمانوں اور زمین کی وسعت اور عظمت کے باوجود' ان کو تخلیق فرمایا ﴿ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ﴾ وہ ان کو بعینہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ﴿ بَلٰى ﴾ ''کیوں نہیں'' وہ ان کو دوبارہ وجود بخشنے پر قادر ہے' کیونکہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسان کی تخلیق سے زیادہ مشکل اور زیادہ بڑی ہے ﴿ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ یہ پانچویں دلیل خاص ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے تمام مخلوقات کو، خواہ پہلے گزر چکی ہوں یا آنے والی' چھوٹی ہوں یا بڑی' سب کی سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کے آثار ہیں۔ جب وہ کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ مُردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرنا اس کی تخلیق کے آثار کا ایک حصہ ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا ﴾ ''بلاشبہ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔'' ﴿ شَيْـًٔا ﴾ شرط کے سیاق میں نکرہ ہے' اس لیے ہر چیز کو شامل ہے ﴿ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ''تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا' تو وہ ہو جاتی ہے۔'' یعنی وہ کسی رکاوٹ کے بغیر اسی وقت ہو جاتی ہے۔

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یہ چھٹی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام چیزیں اس کی ملکیت اور اس کے غلام ہیں' وہ اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہیں' وہ ان کے اندر اپنے احکام کونی وقدری' احکام شرعی اور احکام جزائی کے ذریعے سے تصرف کرتا ہے۔ ان کی موت کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ وہ اپنی ملکیت کاملہ سے ان پر اپنا حکم جزائی نافذ کرے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ کسی شک وشبہے کے بغیر' تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے' کیونکہ قطعی اور واضح دلائل و براہین نہایت

تواتر کے ساتھ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے کلام کو ہدایت' شفا اور نور بنایا۔

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ (۳۷) مَکِّیَّۃٌ (۵۶) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیَاتُهَا ۱۸۲ رُکُوْعَاتُهَا ۵

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾

قسم ہے صف بنانیوالے (فرشتوں) کی قطار باندھ کر ○ پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر ○ پھر قرآن پڑھنے والوں کی ○ بلاشبہ تمہارا معبود البتہ ایک ہے ○

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا

(وہی ہے) رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور رب (تمام) مشرقوں کا ○ بیشک ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو

بِزِيْنَةِۨ الْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ

ایک آرائش (یعنی) ستاروں سے ○ اور حفاظت کے لیے ہر شیطان سرکش سے ○ (تاکہ) نہ سن پائیں وہ (باتیں) عالم

الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ڰ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ

بالا کی اور پھینکے جاتے ہیں (شہاب ان پر) ہر جانب سے ○ (ان کو) بھگانے کے لیے اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ رہنے والا ○ مگر جو

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ

اچک لے (شیطان) جھٹ تو پیچھے لگتا ہے اس کے ستارہ چمکتا ہوا ○ پس پوچھیے ان سے' کیا وہ زیادہ سخت ہیں پیدائش میں یا

مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

وہ جن کو پیدا کیا ہم نے؟ بے شک پیدا کیا ہم نے ان (انسانوں) کو چپکتی مٹی سے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنی الوہیت و ربوبیت پر مکرم فرشتوں کی قسم ہے' اس حال میں کہ وہ اس کی عبادات میں مشغول اور اس کے حکم سے کائنات کی تدبیر میں مصروف ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾ ''قسم ہے صف باندھنے والوں کی۔'' یعنی اپنے رب کی خدمت میں اور اس سے مراد فرشتے ہیں ﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾ ''پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر۔'' یہ وہ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے بادلوں وغیرہ کو ڈانٹتے ہیں۔ ﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾ ''پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی۔'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ فرشتے اپنے رب کی الوہیت کا اظہار کرتے ہیں' اس کی عبودیت میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر ان کی قسم کھائی ہے۔

﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ ''یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔'' الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس لیے خالص اسی سے محبت کرو' صرف اسی سے ڈرو' صرف اسی کو اپنی امیدوں کا محور بناؤ اور عبادات کی تمام اقسام

صرف اسی کے لیے مختص کرو۔

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴾ ’’جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا مالک ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ان مخلوقات کا خالق، رازق اور ان کی تدبیر کرنے والا ہے۔ پس جس طرح کوئی ہستی اس کی ربوبیت میں شریک نہیں، اسی طرح اس کی الوہیت میں بھی شریک نہیں۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ نے توحید الوہیت کو توحید ربوبیت کے ساتھ مقرون بیان فرمایا ہے کیونکہ توحید ربوبیت توحید الوہیت پر دلالت کرتی ہے۔ مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اسی چیز کو دلیل بناتا ہے جس کا وہ خود اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشرق کا خاص طور پر ذکر فرمایا، کیونکہ یہ مغرب پر دلالت کرتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام ستارے مشرق سے طلوع ہوتے ہیں جیسا کہ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ○ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى ﴾ ’’ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور اسے ہر سرکش شیطان سے محفوظ بنا دیا۔ وہ عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سن ہی نہیں سکتے۔‘‘ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دو عظیم فائدوں کے لیے ستاروں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) آسمان کی زینت کے لیے: اگر ستارے نہ ہوتے تو آسمان میں کوئی روشنی نہ ہوتی اور آسمان میں تاریکی چھائی رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا تاکہ وہ اپنے کناروں تک منور رہے اور وہ خوبصورت دکھائی دے اور بحر و بر کی تاریکیوں میں ان کے ذریعے سے راستہ تلاش کیا جائے، نیز اس سے دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۲) تمام سرکش شیاطین سے حفاظت کے لیے: جو اپنی سرکشی کی بنا پر ملأ اعلیٰ کی سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ملأ اعلیٰ) سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں۔

جب وہ مقرب فرشتوں سے سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں۔ ﴿ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴾ یعنی ہر جانب سے انھیں دھتکارا جاتا ہے اور مقرب فرشتوں کی باتیں سننے سے ان کو دور رکھا جاتا ہے۔ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴾ اور اپنے رب کی اطاعت سے سرکشی کی بنا پر ان کے لیے دائمی عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے استثنا نہ کیا ہوتا تو یہ آیت اس بات کی دلیل تھی کہ وہ کچھ بھی سن گن لینے پر قادر نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ ﴾ یعنی سوائے ان سرکش شیاطین کے، جو کوئی ایک آدھ بات سن لینے اور چوری کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ﴿ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾ تو اپنے اولیاء تک پہنچنے سے پہلے پہلے

شہاب ثاقب انھیں جا لیتا ہے اور آسمان کی خبر منقطع ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی شہاب ثاقب کے پہنچنے سے قبل وہ اپنے اولیا کو خبر جا پہنچاتے ہیں تو وہ اس میں سو جھوٹ اپنی طرف سے شامل کرتے ہیں اور اس ایک بات کے سبب جو انھوں نے آسمان سے سنی تھی، اس جھوٹ کو رائج کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان عظیم مخلوقات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ ﴾ اپنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرنے والوں سے پوچھیے۔ ﴿ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا ﴾ ''کیا ان کا پیدا کرنا مشکل ہے۔'' یعنی ان کی موت کے بعد دوبارہ انھیں زندہ کرنا مشکل اور مشقت والا ہے ﴿ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ﴾ یا ان مخلوقات کو وجود میں لانا مشکل ہے جن کو ہم نے تخلیق کیا۔ انھیں اقرار کرنا پڑے گا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، لوگوں کی تخلیق سے زیادہ مشکل ہے۔ تب ان پر حیات بعد الموت کا اقرار لازم آئے گا بلکہ اگر وہ اپنے آپ پر غور کریں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ چکنی مٹی سے ان کی تخلیق کی ابتدا، موت کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴾ ''ہم نے انھیں چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔'' یعنی طاقتور اور سخت مٹی سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ ''ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔'' (الحجر: ۱۵/۲۶)

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً

بلکہ آپ نے تعجب کیا جبکہ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں ○ اور جب وہ نصیحت کیے جاتے ہیں تو نہیں نصیحت قبول کرتے ○ اور جب دیکھتے ہیں وہ کوئی نشانی

يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَقَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

تو مذاق اڑاتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں: نہیں ہے یہ مگر جادو صریح ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۱۶ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۱۷ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝۱۸

اور ہڈیاں تو کیا ہم یقیناً البتہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ کیا ہمارے پہلے باپ دادے بھی؟ ○ کہہ دیجیے: ہاں! اور ہو گے تم ذلیل و خوار ○

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۱۹ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ

پس وہ ہو گی ایک زور کی آواز ہی، پھر یکایک وہ (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوں گے ○ اور وہ کہیں گے: ہائے افسوس ہمارے لیے! یہ ہے دن

الدِّيْنِ ۝۲۰ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۱

جزا کا ○ یہی ہے دن فیصلے کا، وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے ○

﴿ بَلْ عَجِبْتَ ﴾ اے رسول! یا، اے انسان! آپ کو ان لوگوں کی تکذیب پر تعجب ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو جھٹلاتے ہیں، حالانکہ آپ ان کو بڑی بڑی نشانیاں دکھا چکے ہیں اور ان کے سامنے واضح دلائل پیش کر چکے ہیں۔ حیات بعد الموت ایک حقیقت اور تعجب کا مقام ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا انکار ممکن

نہیں۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' ان کے انکار سے زیادہ تعجب والی اور بلیغ بات یہ ہے کہ ﴿يَسْخَرُونَ﴾ ''وہ تمسخر اڑاتے ہیں'' اس شخص کا جو حیات بعد الموت کی خبر لایا ہے۔ انھوں نے صرف حق کے انکار ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے حق کے ساتھ تمسخر کا اضافہ کیا۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' یہ بھی انتہائی تعجب خیز بات ہے کہ ﴿إِذَا ذُكِّرُوا﴾ ''جب انھیں (اس چیز) کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے'' جسے وہ اپنی عقل و فطرت میں پہچانتے ہیں اور ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے ﴿لَا يَذْكُرُونَ﴾ ''تو وہ توجہ نہیں کرتے۔'' اگر یہ جہالت ہے تو یہ ان کی کند ذہنی کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ ان کو ایک ایسی چیز کی یاد دہانی کرائی گئی ہے جو ان کی فطرت میں راسخ ہے اور عقل اسے جانتی ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر یہ تجاہل اور عناد کی بنا پر ہے تو یہ عجیب تر ہے۔

نیز یہ بھی تعجب خیز ہے کہ جب ان کے سامنے ایسے دلائل بیان کیے جاتے ہیں اور ایسی نشانیوں کے ذریعے سے یاد دہانی کروائی جاتی ہے جن کے سامنے بڑے بڑے عقل مند لوگوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں تو یہ لوگ ان دلائل اور نشانیوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور ان پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس حق آ گیا تو حق کے بارے میں ان کا یہ قول بھی تعجب خیز ہے: ﴿إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ ''یہ تو محض جادو ہے'' پس انھوں نے اعلیٰ ترین اور جلیل ترین چیز کو خسیس اور حقیر ترین چیز کے مرتبے پر گردانا، نیز ان کی یہ بات بھی نہایت تعجب خیز ہے کہ انھوں نے زمین اور آسمانوں کے رب کی قدرت کو ہر لحاظ سے ناقص آدمی کی قدرت پر قیاس کر لیا' چنانچہ حیات بعد الموت کو بعید سمجھ کر اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ○ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ﴾ ''کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کا پنجر بن چکے ہوں گے اس وقت ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جائے گا؟ کیا ہمارے پہلے آباؤ اجداد کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟''

جب ان کی غرض و غایت کی یہ انتہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کو ایسا جواب دیں جو ان کی ترہیب پر مشتمل ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ نَعَمْ﴾ ''کہہ دیجیے: ہاں!'' تمھیں اور تمھارے آباؤ اجداد کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جائے گا ﴿وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ﴾ اور تم اس وقت نہایت ذلیل اور بے بس ہو گے' اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے دشوار ہو گے نہ اس کی نافرمانی کر سکو گے ﴿فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ﴾ ''وہ تو صرف ایک زور کی آواز ہو گی۔'' یعنی اسرافیل صور پھونکے گا ﴿فَإِذَا هُمْ﴾ ''تو یکایک وہ'' اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے کیے جائیں گے ﴿يَنظُرُونَ﴾ ''اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔'' جس طرح ابتدا میں تخلیق کیا گیا تھا' اسی طرح ان کو ان کے تمام اجزا سمیت' ننگے پاؤں' عریاں اور غیر مختون کھڑا کیا جائے گا۔ اس حالت میں وہ سخت ندامت کا اظہار کریں گے' انھیں سخت رسوائی اور خسارے کا سامنا ہو گا۔

اس وقت وہ اپنی ہلاکت اور موت کو پکاریں گے ﴿وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ﴾ ''اور کہیں گے: ہائے

افسوس! یہی جزا کا دن ہے۔'' یعنی یہ اعمال کی جزا کے لیے یوم حساب ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کا اقرار کریں گے جن کا وہ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴾ یعنی یہ رب اور بندے کے درمیان ان کے حقوق کے بارے میں اور بندوں کے درمیان ان کے آپس کے حقوق کے بارے میں فیصلے کا دن ہے۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(اے فرشتو!) اکٹھا کر دو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جنکی تھے وہ عبادت کرتے ○ سوائے اللہ کے

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ

پس ہانک لے جاؤ ان کو جہنم کے راستے کی طرف ○ اور (ابھی) ٹھہراؤ ان کو بلاشبہ یہ باز پرس کیے جائیں گے ○ کیا ہوا تمھیں،

لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾

نہیں تم ایک دوسرے کی مدد کرتے؟ ○ بلکہ وہ آج (سب) فرماں بردار ہیں ○

جب قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر کیے جائیں گے اور اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے جس کی وہ تکذیب کیا کرتے اور اس کا تمسخر اڑایا کرتے تھے' تو ان کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دیا جائے گا' جس کو وہ جھٹلایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جائے گا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ''جو لوگ ظلم کرتے تھے انھیں جمع کرو۔'' یعنی جنھوں نے کفر' شرک اور معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ﴿ وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ ''اور ان کے ہم جنسوں کو۔'' یعنی جن کا عمل ان کے عمل کی جنس سے ہے' ہر شخص کو اس شخص کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا جو عمل میں اس کا ہم جنس تھا۔ ﴿ وَمَا كَانُوْ يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں اور خود ساختہ ہمسروں کی عبادت کیا کرتے تھے اور جن کو انھوں نے معبود بنا رکھا تھا' جمع کیا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ ان سب کو اکٹھا کرو ﴿ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴾ اور سختی کے ساتھ ان کو ہانک کر جہنم میں لے جاؤ۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' جب ان کو جہنم میں ڈال دیے جانے کا معاملہ متعین ہو جائے گا اور انھیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں شامل ہیں تو کہا جائے گا: ﴿ قِفُوْهُمْ ﴾ ''ان کو ٹھہراؤ!'' یعنی جہنم میں ڈالنے سے پہلے ﴿ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴾ وہ دنیا میں جو افترا پردازی کیا کرتے تھے' اس کے بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا تاکہ ان کا جھوٹ اور رسوائی سر عام ظاہر ہو جائے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴾ یعنی آج تمھارے ساتھ کیا ہوا؟ تم پر یہ کیا مصیبت آن پڑی کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے' حالانکہ تم تو دنیا میں اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ تمھارے معبود تم سے عذاب کو دور کر دیں گے' تمھاری مدد کریں گے یا اللہ کے ہاں تمھاری سفارش کریں گے؟ تو گویا وہ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ ان پر ذلت اور بے چارگی چھائی ہوئی ہوگی اور وہ اپنے آپ کو

جہنم کے عذاب کے حوالے کر رہے ہوں گے وہ ڈرے ہوئے اور مایوس ہوں گے اور بول نہیں سکیں گے، اس لیے فرمایا: ﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ (سب کے سب) آج فرماں بردار بن گئے۔''

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾

اور متوجہ ہوگا بعض انکا اوپر بعض کے ایک دوسرے سے پوچھیں گے ○ کہیں گے: بے شک تم تو تھے آتے ہمارے پاس دائیں طرف سے ○

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا

وہ کہیں گے: بلکہ نہیں تھے تم خود ہی ایمان لانے والے ○ اور نہیں تھا ہمارا تم پر کوئی زور، بلکہ تھے تم ہی لوگ

طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾

سرکش ○ پس ثابت ہوگئی ہم پر بات ہمارے رب کی، بیشک ہم البتہ چکھنے والے ہیں (عذاب) ○ پس ہم نے گمراہ کیا تمھیں بلاشبہ تھے ہم گمراہ ○

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ

پس بے شک وہ اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ○ بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ ○ بلاشبہ

كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا

تھے وہ جب کہا جاتا ان سے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے تو وہ تکبر کرتے ○ اور وہ کہتے: کیا بے شک ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

بوجہ (کہنے) ایک شاعر دیوانے کے ○ بلکہ وہ تو آیا ہے ساتھ حق کے اور اس نے تصدیق کی (سب) رسولوں کی ○ بیشک تم (اب) البتہ چکھو گے عذاب

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾

بہت دردناک ○ اور نہیں بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر (اسی کا) جو تھے تم عمل کرتے ○

جب مشرکین، ان کی مشرک بیویوں اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کر کے جہنم کے راستوں پر ہانک دیا جائے گا، پھر ان کو روک کر ان سے سوال کیا جائے گا، مگر وہ جواب نہ دے سکیں گے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے خود اپنی گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے پر ایک دوسرے کو ملامت کریں گے۔ تبعین اپنے رؤسا سے کہیں گے: ﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾ ''تمھی ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے۔'' یعنی تم نے قوت اور جبر کے ساتھ ہمیں گمراہ کیا، اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے۔ ﴿قَالُوْا﴾ سردار اُن کو جواب دیں گے: ﴿بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلکہ تم خود ایمان والے نہیں تھے۔'' جس طرح ہم مشرک تھے اسی طرح تم بھی شرک کرتے رہے۔ تمھیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے جو ہمیں ملامت کرنے کی موجب ہو ﴿وَ﴾ ''اور'' حالت یہ ہے کہ ﴿مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ﴾ ہمیں تم سے کفر کا ارتکاب کرانے کی کوئی قوت اور اختیار حاصل نہ تھا ﴿بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ﴾ ''بلکہ تم سرکش لوگ تھے'' اور حدود سے تجاوز کرنے والے لوگ تھے

﴿ فَحَقَّ عَلَيْنَا ﴾ ''پس ہم پر واجب ہوگیا'' یعنی تم پر اور ہم پر کہ ﴿ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ﴾ ''یقیناً ہم چکھیں گے'' عذاب یعنی ہم پر ہمارے رب کی قضا و قدر حق ثابت ہوئی۔ ہم اور تم سب عذاب کا مزا چکھیں گے اور سب مل کر سزا بھگتیں گے۔

بنابریں ﴿ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴾ ''پس ہم نے تم کو گمراہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے۔'' یعنی ہم نے تمھیں اس راستے کی طرف بلایا جس پر ہم گامزن تھے یعنی گمراہی کے راستے کی طرف' تم نے ہماری آواز پر لبیک کہی' اس لیے تم ہمیں ملامت کا نشانہ بنانے کے بجائے اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ﴾ ''پس وہ اس روز'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴾ ''عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔'' اگرچہ جرم کے مطابق' عذاب کی مقدار میں فرق ہوگا۔ وہ جہنم کا عذاب بھگتنے میں اسی طرح شریک ہوں گے جس طرح وہ دنیا میں کفر کرنے میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔ ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''بے شک ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔'' پھر اس بات کا تذکرہ کیا کہ ان کے جرائم تمام حدیں پھلانگ گئے تھے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' انھیں اس کلمے کی طرف بلایا جاتا اور انھیں اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو چھوڑنے کا کہا جاتا تو ﴿ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ وہ اس دعوت اور اس کو پیش کرنے والے کے ساتھ تکبر سے پیش آتے تھے۔

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ ﴾ اور اس کلمۂ حق کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے تھے: ﴿ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا ﴾ ''کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں'' جن کی ہم اور ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے ہیں ﴿ لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ ''ایک مجنون شاعر کی وجہ سے۔'' اس سے وہ رسول اللہ ﷺ مراد لیتے تھے...... اللہ ان کا برا کرے...... انھوں نے صرف آپ ﷺ سے روگردانی اور مجرد آپ کی تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انھوں نے آپ پر بدترین حکم لگایا جو سب سے بڑے ظلم پر مبنی ہے۔ انھوں نے آپ کو مجنون شاعر قرار دیا' حالانکہ انھیں خوب علم تھا کہ آپ شاعری جانتے ہیں نہ شعرا سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی طرح شاعری کے کبھی اوصاف بیان کیے ہیں اور انھیں یہ بھی علم ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور سب سے زیادہ عظیم رائے کے حامل ہیں۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلْ جَآءَ ﴾ ''بلکہ وہ آئے'' یعنی حضرت محمد ﷺ ﴿ بِالْحَقِّ ﴾ ''حق کے ساتھ۔'' یعنی آپ کی تشریف آوری حق ہے اور جو شریعت اور کتاب آپ لے کر آئے وہ بھی حق ہے۔ ﴿ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ اور آپ ﷺ کی تشریف آوری سے رسولوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو رسولوں کی تصدیق نہ ہوتی۔ پس آپ گزشتہ تمام انبیاء و مرسلین کا معجزہ ہیں' کیونکہ

تمام انبیاء و مرسلین نے آپ کے آنے کی بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا کہ اگر آپ ان کے زمانے میں مبعوث ہوئے تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور تمام انبیاء و مرسلین نے اپنی اپنی امتوں سے بھی یہی عہد لیا۔ آپ کے ظہور کے ساتھ گزشتہ انبیاء کی صداقت ظاہر ہوگئی اور ان لوگوں کا کذب واضح ہوگیا جنھوں نے انبیاء کی مخالفت کی تھی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ تشریف نہیں لائے...... درآں حالیکہ انبیاء و مرسلین آپ کی آمد کی خبر دے چکے ہیں...... تو یہ چیز انبیاء کی صداقت میں قادح ہوتی۔ آپ نے اس اعتبار سے بھی انبیاء و مرسلین کی تصدیق کی ہے کہ آپ وہی کچھ لے کر مبعوث ہوئے جس کے ساتھ دیگر انبیاء مبعوث ہوئے' آپ نے بھی اسی چیز کی طرف دعوت دی جس کی طرف دیگر انبیاء دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ ان کی رسالت پر ایمان لائے' ان کی رسالت و نبوت اور ان کی شریعت کی صداقت کی خبر دی۔

چونکہ گزشتہ آیات میں ان کا قول: ﴿ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴾ ''بے شک ہم چکھیں گے۔'' گزر چکا ہے اور اس قول میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال موجود ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے فیصلہ کن قول سے آگاہ فرمایا جس میں صدق اور یقین کے سوا کوئی احتمال نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی خبر ہے۔ فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴾ ''بے شک تم دردناک عذاب کا مزا چکھنے والے ہو۔'' یعنی سخت دردناک عذاب۔

﴿ وَمَا تُجْزَوْنَ ﴾ ''اور تمھیں جزا نہیں دی گئی۔'' یعنی دردناک عذاب کا مزا چکھانے میں ﴿ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''مگر اسی کی جو تم کرتے تھے۔'' ہم نے تم پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے۔ چونکہ اس خطاب کے الفاظ عام ہیں اور مراد مشرکین ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا:

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

سوائے اللہ کے بندوں کے جو چنے ہوئے ہیں ○ یہی لوگ ہیں ان کیلئے ہے رزق معلوم ○ میوے (جنت کے) اور وہ معزز ہوں گے ○

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾

باغوں میں نعمت کے ○ اوپر تختوں کے ایک دوسرے کے سامنے ○ پھرایا جائے گا ان پر (شراب کا) بھرا جام جاری چشمے سے ○

بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ

سفید لذت (والی) پینے والوں کیلئے ○ نہ ہوگا اس میں (اس سے) سر کا چکرانا اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے ○ اور انکے پاس ہوں گی

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

نیچی نگاہ رکھنے والیاں بڑی آنکھوں والیاں ○ گویا کہ وہ (شترمرغ کے) انڈے ہیں پردے میں چھپا کر رکھے ہوئے ○

﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص برگزیدہ بندے'' بے شک وہ دردناک عذاب کا مزا نہیں چکھیں گے کیونکہ انھوں نے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اپنے لیے

خالص کر لیا' ان کو اپنی رحمت کے لیے مختص کیا اور انھیں اپنے لطف و کرم سے نوازا ﴿ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے رزقِ معلوم ہے۔'' یعنی یہ غیر مجہول رزق ہوگا۔ یہ رزق بہت عظیم اور جلیل القدر ہوگا' جس کے معاملے سے جاہل رہا جا سکتا ہے نہ اس کی کُنہ کو پہنچا جا سکتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَوَٰكِهُ ﴾ یعنی تمام اقسام کے پھل ہوں گے' جن سے نفس لذت حاصل کریں گے' جو اپنے رنگ اور ذائقے میں نہایت مزے دار ہوں گے ﴿ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴾ یعنی ان کی اہانت کی جائے گی نہ ان سے حقارت سے پیش آیا جائے گا بلکہ ان کی عزت' تعظیم اور توقیر کی جائے گی۔ وہ ایک دوسرے کی تکریم کریں گے' مکرّم فرشتے ان کی تکریم کریں گے' وہ جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور بہترین ثواب کے ذریعے سے ان کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ سب سے معزز اور باوقار ہستی انھیں اکرام بخشے گی اور انھیں انواع و اقسام کی تکریم سے نوازے گی جس میں قلب و روح اور بدن کے لیے نعمت ہوگی ﴿ فِي جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴾ ''نعمت کے باغوں میں'' یعنی وہ جنتیں جو نعمت اور سرور سے متصف ہیں' کیونکہ ان جنتوں میں ایسی ایسی نعمتیں جمع ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے حاشیۂ خیال میں ان کا گزر ہوا ہے۔ وہ خلل انداز ہونے والے ہر قسم کے تکدّر سے سلامت ہوں گے۔

ان کے رب کے ہاں ان کی سب سے بڑی تکریم یہ ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کا اکرام کریں گے۔ بے شک وہ ﴿ سُرُرٍ ﴾ ''تختوں'' پر ہوں گے۔ یہ بلند بیٹھنے کی جگہیں ہوں گی جو خوبصورت اور منقش کپڑوں سے آراستہ کی گئی ہوں گی' اہلِ ایمان راحت' اطمینان اور فرحت کے ساتھ وہاں تکیے لگا کر بیٹھیں گے ﴿ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴾ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔'' ان کے دل ہر قسم کی کدورت سے پاک ہوں گے' ان کی آپس کی محبت پاک ہوگی اور وہ اس اجتماع پر آپس میں خوش ہوں گے کیونکہ چہروں کا ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا' دلوں کے ایک دوسرے کے سامنے ہونے اور ایک دوسرے کا ادب کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیریں گے نہ پہلو تہی کریں گے بلکہ وہاں کامل ادب اور سرور ہوگا جس پر چہروں کا ایک دوسرے کے سامنے ہونا دلالت کرتا ہے۔

﴿ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍۭ ﴾ چاق چوبند اور مستعد لڑکے ان کی خدمت میں خوبصورت جاموں میں مشک کے ساتھ مہر شدہ لذیذ مشروبات لیے آ جا رہے ہوں گے' یہ جام' شراب کے ہوں گے۔ یہ شراب ہر لحاظ سے دنیا کی شراب سے مختلف ہوگی۔ اس کا رنگ ﴿ بَيْضَآءَ ﴾ ''سفید'' اور بہترین رنگ ہوگا' اس کے ذائقے میں ﴿ لَذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ ﴾ ''پینے والوں کے لیے لذّت ہوگی۔'' اہلِ جنت پیتے وقت اور پینے کے بعد لذّت محسوس کریں گے۔ یہ شراب ہر قسم کے بُرے اثرات سے پاک ہوگی۔ اس سے ان کی عقل خراب ہوگی نہ مال خراب ہوگا اور اس سے سر چکرائے گا نہ طبیعت مکدّر رہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل جنت کے مطعومات و مشروبات ان کی مجالس دیگر عام نعمتوں اور ان کی تفاصیل کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ کے عموم کے تحت آتی ہیں۔ ان کی تفصیل اس لیے بیان فرمائی تاکہ نفوس کو ان کا علم حاصل ہو اور ان کے اندر ان نعمتوں کا اشتیاق پیدا ہو۔ اس کے بعد ان کی بیویوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ﴾ ''اور ان کے پاس عورتیں ہوں گی جو نیچی نگاہوں والی اور موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔'' یعنی اہل جنت کے پاس ان کے قریبی محلات میں خوبصورت حوریں ہوں گی جو کامل اوصاف کی حامل اور نظریں جھکائے ہوئے ہوں گی۔ بیویاں یا تو اپنی عفت اور اپنے شوہر کے حسن و جمال اور اس کے کمال کی وجہ سے کسی اور طرف نہ دیکھیں گی...... اس لیے کہ جنت میں ان کے شوہر کے سوا ان کا کوئی اور مطلوب ہوگا نہ کسی اور میں رغبت رکھیں گی...... یا ان کے شوہروں کی نگاہیں صرف انھی پر مرتکز ہوں گی۔ یہ چیز ان کے کامل اور بے انتہا حسن و جمال پر دلالت کرتی ہے جو اس بات کی موجب ہیں کہ ان کے شوہروں کی نگاہیں انھی پر مرتکز رہیں نیز نگاہوں کا ان پر مرکوز ہونا نفس کے صرف انھی پر اقتصار کرنے اور ان کے ساتھ محبت پر دلالت کرتا ہے۔ آیت کریمہ میں ان دونوں معنوں کا احتمال ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ دونوں معنی جنت میں مردوں اور عورتوں کے حسن و جمال اور ان کی ایسی باہمی محبت پر دلالت کرتے ہیں جس میں غیر کی محبت کا شائبہ نہیں ہوتا۔ یہ اہل جنت کی عفت کی دلیل ہے نیز اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اہل جنت میں باہمی بغض اور حسد نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام اسباب ختم کر دیے جائیں گے۔

﴿عِيْنٌ﴾ یعنی وہ خوبصورت آنکھوں اور خوبصورت نگاہوں والی ہوں گی ﴿كَاَنَّهُنَّ﴾ ''گویا کہ وہ'' یعنی حوریں ﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ ''چھپائے ہوئے انڈے ہیں'' یہ تشبیہ ان کے حسن ان کے رنگ کی بے انتہا خوبصورتی اور اس کی تازگی کی بنا پر دی گئی ہے اس میں کسی قسم کی کدورت اور میلاپن نہ ہوگا۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ

پس متوجہ ہوگا بعض ان کا اوپر بعض کے ایک دوسرے سے پوچھیں گے ○ کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے بے شک تھا میرا ایک

قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

ہم نشین ○ وہ کہتا تھا: کیا بیشک ہے تو البتہ تصدیق کرنے والوں میں سے (اس بات کی کہ) ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ

کیا بیشک ہم البتہ بدلہ دیے جائیں گے؟ ○ وہ کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟ ○ پس وہ جھانکے گا اور دیکھے گا اسے درمیان میں

الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ

جہنم کے ○ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! بلاشبہ قریب تھا تو کہ ہلاک کر ڈالتا مجھے ○ اور اگر نہ ہوتا فضل میرے رب کا تو البتہ ہوتا میں

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ

حاضر کیے ہوئے (مجرموں) میں ○ کیا پس نہیں ہم (اب) مرنے والے؟ ○ سوائے مرنے کے ہمارے پہلی بار اور نہ ہم

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا

عذاب دیئے جائیں گے؟ ○ بلاشبہ یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○ ایسی ہی (کامیابی) کے لیے‘

فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾

پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں‘ کامل مسرتوں‘ ماکولات ومشروبات‘ خوبصورت بیویوں اور خوش نما مجالس کا ذکر کرنے کے بعد ان میں آپس کی بات چیت اور ایک دوسرے کو ماضی کے واقعات واحوال سنانے کا ذکر کیا، نیز یہ کہ وہ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص کہے گا: ﴿ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴾ ”دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا“ جو قیامت کا منکر تھا اور مجھے اس بات پر ملامت کیا کرتا تھا کہ میں قیامت پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور ﴿ قَالَ ﴾ ”وہ کہا کرتا تھا“ مجھ سے: ﴿ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴾ یعنی کیا ہمیں ہمارے اعمال کی جزا وسزا دی جائے گی؟ یعنی تم اس امر محال کی کیسے تصدیق کرتے ہو جو انتہائی تعجب خیز معاملہ ہے؟ جب ہم مرنے کے بعد بکھر جائیں گے‘ مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن جائیں گے‘ کیا اس وقت بھی ہمارا حساب کتاب ہوگا اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟ صاحب جنت اپنے برادران جنت سے کہے گا ”یہ ہے میرا قصہ اور یہ ہے میرا اور میرے ساتھی کا معاملہ‘ میں ایمان پر قائم رہا اور روز قیامت کی تصدیق کرتا رہا اور وہ کفر وانکار پر جما رہا اور قیامت کو جھٹلاتا رہا‘ یہاں تک کہ موت نے ہمیں آ لیا‘ پھر اس کے بعد ہمیں زندہ کیا گیا، پھر ان نعمتوں تک پہنچا جو تم دیکھ رہے ہو جن کے بارے میں رسولوں نے خبر دی تھی اور مجھے اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ میرا ساتھی عذاب میں مبتلا ہے۔

﴿ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴾ ”کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو“ تاکہ ہم اسے دیکھ لیں اور ہم جس نعمت وسرور میں ہیں اس میں اضافہ ہو اور یہ آنکھوں دیکھی حقیقت بن جائے۔ اہل جنت کے احوال‘ ان کے ایک دوسرے سے خوش ہونے اور ایک دوسرے کی موافقت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کی دعوت کو قبول کر لیں گے اور وہ اس کے ساتھ اس کے کافر ہم نشین کا حال دیکھنے جائیں گے ﴿ فَاطَّلَعَ ﴾ یعنی وہ اپنے ساتھی اور ہم نشین کو دیکھے گا ﴿ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴾ جہنم کے عین وسط میں اور عذاب نے اس کو گھیر رکھا ہوگا ﴿ قَالَ ﴾ یعنی یہ صاحب جنت اس کافر ہم نشین کو ملامت اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہ اس نے اسے اس کافر کے فریب سے بچایا...... کہے گا: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ

﴿ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴾ اللہ کی قسم! تو نے تو مجھے اپنے مزعومہ شبہات کا شکار کر کے ہلاک ہی کر ڈالا تھا ﴿ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ ﴾ ”اور اگر میرے رب نے اسلام پر ثابت قدمی کی نعمت سے نہ نوازا ہوتا ﴿ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ ”تو میں بھی (تمھارے ساتھ عذاب میں) حاضر کیے گئے لوگوں میں سے ہوتا۔“

﴿ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ○ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴾ ”کیا ہم (آئندہ بھی) نہیں مریں گے؟ ہاں (جو) پہلی بار مرنا تھا (سو ہم مر چکے) اور ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا۔“ یعنی مومن اس کافر سے نعمت کے بارے میں جو خلود جنت اور جہنم کے عذاب سے نجات کی صورت میں حاصل ہوئی ہے، پوچھے گا۔ یہ استفہام اثبات اور تقریر کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴾ میں معمول کا حذف ہونا اور مقام کا مقام لذت و سرور ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر اس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے جس کے ذکر سے انھیں لذت حاصل ہوتی ہے اور ان مسائل کے بارے میں سوال کریں گے جن میں نزاع اور اشکال واقع ہوا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اہل علم کو علمی مسائل میں ایک دوسرے سے سوال کر کے تحقیق و بحث کے ذریعے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے، وہ اس لذت پر فوقیت رکھتی ہے جو دنیاوی باتوں سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے ان کو بحث و تحقیق کے ان مسائل سے بہرۂ وافر نصیب ہوگا اور جنت میں ان پر ایسے ایسے حقائق کا انکشاف ہوگا جن کی تعبیر ممکن نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے اور ان کو متذکرہ بالا اوصاف سے موصوف کرنے کے بعد، ان کی مدح فرمائی ہے اور اہل عمل میں اس جنت کا شوق ابھارا اور اس کے حصول کے لیے ان کو عمل پر آمادہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ”بے شک یہ البتہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“ جس کے ذریعے سے ہر وہ بھلائی حاصل ہوتی ہے جسے نفوس چاہتے ہیں اور ہر وہ چیز دور ہوتی ہے جس کو نفوس ناپسند کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور کامیابی مطلوب ہو سکتی ہے؟ یا یہ سب سے بڑا مطلوب و مقصود ہے جہاں ربِ ارض و سما کی رضا نازل ہوتی ہے، جہاں اہل ایمان اس کے قرب سے فرحت، اس کی معرفت سے لذّت، اس کے دیدار سے مسرّت اور اس سے ہم کلام ہو کر طرب و راحت حاصل کریں گے۔

﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴾ ”ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔“ یہی مطلوب و مقصود سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زندگی کے بہترین سانس صرف کیے جائیں اور سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ عقل مند اصحاب معرفت اس کے لیے جد و جہد کریں۔ نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ دور اندیش آدمی کے اوقات میں کوئی ایسا وقت گزرے جس میں وہ ایسے عمل میں مشغول نہ ہو جو اسے اس منزل مقصود تک پہنچاتا ہے، تب اس کا کیا حال ہے جو اپنے گناہوں کے ذریعے سے ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا
کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت تھوہر کا؟ ○ بلاشبہ بنایا ہم نے اسے فتنہ واسطے ظالموں کے ○ بے شک وہ
شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ
ایک درخت ہے جو نکلتا (اُگتا) ہے گہرائی میں دوزخ کی ○ اس کا پھل گویا کہ وہ سر ہیں شیطانوں کے ○ پس بلاشبہ وہ
لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا
البتہ کھائیں گے اس میں سے پھر بھر لیں گے اس سے (اپنے) پیٹ ○ پھر بے شک ان کے لیے اوپر اس کے البتہ ملونی ہوگی
مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾
گرم (کھولتے ہوئے) پانی کی ○ پھر بے شک لوٹنا ان کا ہوگا البتہ طرف جہنم کی ○ بلاشبہ انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو گمراہ ○
فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ
پس وہ ان کے قدموں کے نشانات پر دوڑتے جاتے ہیں ○ اور البتہ تحقیق گمراہ ہوئے ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ ○ اور البتہ تحقیق
اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾
بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے ○ پس دیکھو! کیسا ہوا انجام ان کا جن کو ڈرایا گیا ○
ع ۲ ۴۳ ۶
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾
سوائے (ان کے جو) بندے ہیں اللہ کے خالص کیے (چنے) ہوئے ○

﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ اہل جنت کو عطا کی جانے والی نعمتیں بہتر ہیں جن کا ہم نے وصف بیان کیا ہے' یا جہنم میں دیے جانے والے عذاب کی وہ تمام اصناف؟ کون سا کھانا اچھا ہے؟ جنت میں جس کھانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہتر ہے ﴿ اَمْ ﴾ ''یا'' جہنمیوں کا کھانا؟ اور وہ ﴿ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً ﴾ ''زقوم کا درخت ہے ہم نے اسے ''فتنہ'' بنا رکھا ہے'' یعنی عذاب اور سزا ﴿ لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''واسطے ظالموں کے۔'' یعنی جنھوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴾ ''بے شک وہ ایک درخت ہے کہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے۔'' جہنم کا عین وسط اس کا مخرج ہے اور اس کے نکلنے کی جگہ بدترین جگہ ہے۔ پودا اگنے کی بدترین جگہ پودے کی خساست اور اس کے بدترین اوصاف پر دلالت کرتی ہے' بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جگہ کا ذکر کر کے جہاں یہ پودا اگتا ہے اور اس کے پھل کا وصف بیان کر کے ہمیں اس کی برائی سے آگاہ فرمایا ہے۔ بے شک اس کا پھل ﴿ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴾ ''شیطانوں کے سر'' کے مانند ہے۔ پس اس کے ذائقے کے بارے میں مت پوچھ کہ یہ جہنمیوں کے پیٹ میں جا کر کیا کرے گا۔ وہ اس سے بچ سکیں گے نہ جان چھڑا سکیں گے' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴾ ''پس وہ اسی سے

کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔'' یہ اہل جہنم کا کھانا ہے اور کتنا بد ترین کھانا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مشروب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا ﴾ ''پھر بلاشبہ ان کے لیے ہوگا اس کے بعد'' یعنی اس بدترین کھانے کے بعد ﴿ لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ گرم پانی' جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوئی ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ (الکھف: ۲۹/۱۸) ''اور اگر وہ پانی طلب کریں گے تو ان کو ایسا پانی پلایا جائے گا جو تلچھٹ جیسا ہوگا جو ان کے منہ کو بھون کر رکھ دے گا۔ یہ بدترین مشروب اور نہایت بری آرام گاہ ہے۔'' اور جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ (محمد: ۱۵/۴۷) ''اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔'' ﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ ﴾ ''پھر ان کا لوٹنا'' یعنی ان کی منزل اور ٹھکانا ﴿ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴾ ''جہنم کی طرف ہوگا'' تاکہ وہ اس کے شدید عذاب اور سخت ترین حرارت کا مزا چکھیں جس سے بڑھ کر کوئی بدبختی نہیں۔

گویا یہ کہا گیا کہ کس چیز نے ان لوگوں کو جہنم میں پہنچایا؟ تو فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا ﴾ یعنی انھوں نے پایا ﴿ اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ○ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴾ ''اپنے باپ دادا کو بہکا ہوا' پس وہ انھی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔'' یعنی گمراہی میں تیزی سے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ انھوں نے اس طرف التفات نہ کیا جس طرف انبیاء و مرسلین نے ان کو بلایا' نہ انھوں نے اس چیز کی طرف توجہ کی جس سے کتب الٰہیہ نے ان کو ڈرایا اور نہ انھوں نے خیر خواہی کرنے والوں کی خیر خواہی کو درخور اعتنا سمجھا بلکہ اس کے برعکس انھوں نے یہ کہتے ہوئے ان کی مخالفت کی: ﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴾ (الزخرف: ۲۳/۴۳) ''بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور ہم انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔'' ﴿ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ ﴾ ''اور ان سے پیشتر بھی گمراہ ہو گئے'' یعنی ان مخاطبین سے پہلے ﴿ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''بہت سے پہلے'' یعنی ان میں سے بہت کم لوگ تھے جو ایمان لائے اور انھوں نے راہ راست اختیار کی ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے ان میں متنبہ کرنے والے بھیجے۔'' جو ان کو ان کی بے راہ روی اور گمراہی سے ڈراتے تھے ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ ''پس دیکھ لو کہ جن کو متنبہ کیا گیا تھا ان کا انجام کیا ہوا؟'' ان کا انجام ہلاکت' رسوائی اور فضیحت کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس لیے ان مشرکین کو اپنی گمراہی پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے' ورنہ انھیں بھی اس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑا۔ چونکہ جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا' وہ سب کے سب گمراہ نہ تھے' ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو اہل ایمان تھے' جن کا دین اللہ تعالیٰ کے لیے خالص تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب اور ہلاکت سے مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''سوائے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے'' یعنی جن کو

اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حامل بنایا اور ان کو ان کے اخلاص کے سبب سے اپنی رحمت کے لیے مختص کیا۔ تب ان کا انجام قابل ستائش ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والی قوموں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾

اور البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح نے پس البتہ خوب قبول کرنے والے ہیں (ہم فریاد کو) ○ اور نجات دی ہم نے اسکو اور اسکے اہل کو بہت بڑی پریشانی سے ○

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

اور کر دیا ہم نے اس کی اولاد کو انہی کو باقی رہنے والا ○ اور چھوڑا ہم نے اس پر پیچھے آنے والوں میں ○ کہ سلام ہو نوح پر

فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ

جہانوں میں ○ بلاشبہ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○ بے شک وہ تھا

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

ہمارے مومن بندوں میں سے ○ پھر غرق کر دیا ہم نے دوسروں کو ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اولین رسول' حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں آگاہ کرتا ہے کہ وہ ایک طویل عرصے تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے' مگر ان کی دعوت نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ لوگ اس دعوت سے دور بھاگتے رہے۔ تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے دعا کی: ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (نوح: ٢٦/٧١) ''اے میرے رب! زمین پر کوئی کافر بستا نہ چھوڑ'' اور فرمایا: ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ (المؤمنون: ٢٦/٣٣) ''اے میرے رب! ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اپنی مدح و ثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ ہم پکارنے والے کی پکار اور اس کی آہ و زاری کو سنتے ہیں اور خوب جواب دیتے ہیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ یہ قبولیت نوح علیہ السلام کی درخواست سے مطابقت رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور آپ کے گھر والوں کو اس کرب عظیم سے نجات دی اور تمام کفار کو سیلاب میں غرق کر دیا۔ آپ کی نسل اور اولاد کو تسلسل سے باقی رکھا' چنانچہ تمام انسان حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے آپ کو دائمی ثنائے حسن سے سرفراز فرمایا' کیونکہ آپ نے نہایت احسن طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور مخلوق کے ساتھ احسان کیا اور محسنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ محسنین کے احسان کے مطابق دنیا میں ان کی ثنائے حسن کو پھیلاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔'' دلالت کرتا ہے کہ ایمان بندوں کے لیے بلند ترین

منزل ہے، جو تمام شرائع اور اس کے اصول و فروع پر مشتمل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی، ان کے ایمان کی بنا پر مدح و ثنا کی ہے۔

وقف لازم

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور بیشک اسی (نوح) کے گروہ سے البتہ ابراہیم تھا○ جب کہ آیا وہ اپنے رب کے پاس پاک صاف دل کے ساتھ○ جب کہا اس نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ

اور اپنی قوم سے: کس چیز کی تم عبادت کرتے ہو؟○ کیا جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو سوائے اللہ کے تم چاہتے ہو؟○ پس کیا خیال ہے تمہارا جہانوں کے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾

رب کی نسبت؟○ پس اس نے دیکھا ایک نظر دیکھنا ستاروں کی طرف○ پھر کہا: بیشک میں تو بیمار ہوں○ پس وہ واپس پھرے اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے○

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا

پس وہ متوجہ ہوا طرف انکے معبودوں کی اور کہا: کیا نہیں تم کھاتے؟○ کیا ہے تمہیں، نہیں تم بولتے؟○ پس متوجہ ہوا ان پر مارتا ہوا

بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ

دائیں ہاتھ سے○ پس وہ آئے اس کی طرف دوڑتے ہوئے○ اس نے کہا: کیا تم عبادت کرتے ہو انکی جن کو تم خود تراشتے ہو○ حالانکہ اللہ

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ

نے پیدا کیا تم کو اور جو تم کرتے ہو○ انہوں نے کہا: بناؤ اس کیلئے ایک مکان (آگ جلاؤ) اور ڈال دو اس کو آگ میں○ پس ارادہ کیا انہوں نے اس کیساتھ

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ

ایک چال کا، سو کر دیا ہم نے انکو نیچا○ اور کہا اس نے: بیشک میں جانے والا ہوں طرف اپنے رب کی، یقیناً وہ میری رہنمائی کرے گا○ اے میرے رب!

هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

عطا فرما مجھے (لڑکا) صالحین میں سے○ پس خوشخبری دی ہم نے اسکو ایک لڑکے بردبار کی○ پس جب پہنچ گیا وہ اسکے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ

اس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! بیشک میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں ذبح کر رہا ہوں تجھے، پس دیکھ تو، کیا دیکھتا ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان!

افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

کر گزریے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے، یقیناً آپ پائیں گے مجھے اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والوں میں سے○ پس جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے لٹا دیا اسکو

لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

کروٹ کے بل○ اور پکارا ہم نے اسے: اے ابراہیم!○ تحقیق سچ کر دکھایا تو نے (اپنا) خواب، بیشک ہم اسی طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ

بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو○ بلاشبہ یہ البتہ وہی ہے آزمائش صریح○ اور بدلے میں دیا ہم نے اس (اسماعیل) کے ذبح کرنے کو

عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي

عظیم القدر (جانور) ○ اور چھوڑا ہم نے اوپر اس کے پچھلے لوگوں میں ○ کہ سلام ہو اوپر ابراہیم کے ○ اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا

نیکی کرنیوالوں کو ○ بیشک وہ (تھا) ہمارے مومن بندوں میں سے ○ اور خوشخبری دی ہم نے اسکو اسحاق (بیٹے) کی، اس حال میں کہ وہ نبی ہوگا (اور)

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ

صالحین میں سے ○ اور برکت (نازل) کی ہم نے اوپر اس کے اور اوپر اسحاق کے اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے

وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾

اور کوئی ظلم کرنے والا ہے اپنے نفس پر، کھلم کھلا ○

ع ٦

یعنی نوح علیہ السلام اور ان لوگوں کے گروہ میں، جو نبوت و رسالت، دعوت الی اللہ اور قبولیت دعا میں آپ کے طریقے پر ہیں، ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی شامل ہیں ﴿ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴾ ''جب کہ وہ اپنے رب کے ہاں صاف دل لے کر آئے،'' شرک، شبہات و شہوات سے جو تصور حق اور اس پر عمل کرنے سے مانع ہیں۔ جب بندۂ مومن کا قلب ہر برائی سے پاک اور سلامت ہوگا، تو اسے ہر قسم کی بھلائی حاصل ہوگی۔ بندۂ مومن کا سلیم القلب ہونا یہ ہے کہ اس کا دل مخلوق کو دھوکہ دینے، ان سے حسد کرنے اور اس قسم کے دیگر برے اخلاق سے سلامت اور محفوظ رہے۔

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض اللہ کے لیے مخلوق کی خیر خواہی کی اور اپنے باپ اور اپنی قوم سے اس کی ابتدا کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴾ ''جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو؟'' یہ استفہام انکاری ہے اور مقصد ان پر حجت قائم کرنا ہے ﴿ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴾ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو، جو معبود ہیں نہ عبادت کے مستحق ہیں۔ رب کائنات کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے کہ جب تم اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہو، تو وہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ یہ تمھارے اپنے شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے سزا کی وعید ہے۔ بھلا رب العالمین کے بارے میں تمھیں کسی نقص کا گمان ہے کہ تم نے اس کے ہم سر اور شریک بنا ڈالے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑنے کا ارادہ فرمایا، چنانچہ جب وہ اپنی کسی عید کے لیے باہر نکلے تو ان مشرکین کی غفلت کی بنا پر ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ آپ بھی ان کے ساتھ باہر نکلے ﴿ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ○ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ ''تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا میں تو بیمار ہوں۔'' صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی

جھوٹ نہیں بولا' سوائے تین موقعوں کے' ایک موقع پر فرمایا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ "میں بیمار ہوں" دوسرے موقع پر فرمایا: ﴿ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ "بلکہ بتوں کے ساتھ یہ سلوک ان کے بڑے نے کیا ہے۔" اور تیسرے موقع پر اپنی بیوی کے بارے میں فرمایا: "یہ میری بہن ہے۔" [1]

ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ وہ پیچھے رہ کر ان کے خود ساختہ معبودوں کو توڑنے کے منصوبے کی تکمیل کریں گے ﴿ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴾ "تو وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔" پس ابراہیم علیہ السلام کو موقع مل گیا ﴿ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام جلدی سے اور چپکے سے ان کے معبودوں یعنی بتوں کے پاس گئے ﴿ فَقَالَ ﴾ اور تمسخر کے ساتھ ان سے کہا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴾ "تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟" وہ ہستی عبادت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے جو حیوانات سے بھی کم تر ہو' حیوانات تو کھا پی اور بول بھی لیتے ہیں' یہ تو پتھر ہیں' کھا پی سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں۔

﴿ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴾ "پھر ان کو اپنے ہاتھ سے مارنا شروع کیا۔" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت قوت و نشاط کے ساتھ ان بتوں کو توڑنا شروع کیا' حتیٰ کہ تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' سوائے ان میں سے ایک بڑے بت کے' شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

﴿ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ بھاگے بھاگے آپ کے پاس آئے تاکہ آپ کو اس حرکت کا مزا چکھائیں۔ تحقیق کے بعد کہنے لگے: ﴿ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۵۹) "ہمارے ان معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ وہ کوئی بڑا ہی ظالم شخص ہے۔" ان سے کہا گیا: ﴿ سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۶۰) "ایک نوجوان کو' جس کا نام ابراہیم ہے' ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔" وہ کہتا تھا: ﴿ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۵۷) "اللہ کی قسم! میں تمھاری عدم موجودگی میں' تمھارے بتوں کی خوب خبر لوں گا۔" چنانچہ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زجر و توبیخ اور ملامت کی۔ آپ نے فرمایا: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۶۳-۶۶) "بلکہ یہ سب کچھ ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے' اگر یہ بول سکتے ہیں تو انھی سے پوچھ لو۔ انھوں نے اپنے دل میں غور کیا اور بولے: بے شک تم ظالم ہو' پھر وہ پلٹ گئے اور کہنے لگے: تو اچھی طرح

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب واتخذ الله إبراهيم خليلا.........، ح: ٣٣٥٨ - وصحيح مسلم، الفضائل، باب في فضائل إبراهيم خليل عليه السلام، ح: ٢٣٧١ -

جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ ابراہیم نے کہا: تب کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جو کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان؟"

﴿قَالَ﴾ اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ یعنی کیا تم انھیں پوجتے ہو جنھیں تم خود اپنے ہاتھوں سے بناتے اور تراشتے ہو؟ تم ان چیزوں کو کیسے پوجتے ہو جن کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیتے ہو؟ جس نے ﴿خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا﴾ "تم کو اور جو تم کرتے ہو اس کو پیدا کیا۔ انھوں نے کہا: اس کے لیے ایک عمارت بناؤ۔" یعنی اس کے لیے ایک بلند جگہ بناؤ اور وہاں آگ بھڑکاؤ ﴿فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ﴾ "اور اسے اس الاؤ میں پھینک دو۔" یہ ہمارے معبودوں کو توڑنے کی سزا ہے۔ ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بدترین طریقے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ "تو ہم نے انھی کو نیچا دکھا دیا۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو ناکام بنا دیا اور آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا۔

﴿وَ﴾ "اور" جب انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے ان پر حجت قائم کر کے ان کا عذر دور کر دیا تو ﴿وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾ "فرمایا کہ میں تو اپنے رب کے پاس جانے والا ہوں۔" یعنی میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے بابرکت زمین، یعنی سرزمین شام کی طرف جانے والا ہوں۔ ﴿سَيَهْدِيْنِ﴾ وہ میری اس چیز کی طرف راہنمائی فرمائے گا، جس میں میرے لیے دین و دنیا کی بھلائی ہو۔ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ (مریم: ۱۹/۴۸) "میں تم لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہوں اور ان ہستیوں سے بھی، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اور اپنے رب کو پکاروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ ہوں۔"

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ﴾ "اے میرے رب مجھے عطا کر" بیٹا جو ﴿مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ "نیک لوگوں میں سے ہو" آپ نے یہ دعا اس وقت فرمائی جب آپ کو اپنی قوم سے بھلائی کی کوئی امید نہ رہی اور آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ایک نیک لڑکا عطا کرے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد کوئی فائدہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ "تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔" بلاشک اس سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے بعد ہی اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی دی ہے نیز اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اسحاق علیہ السلام کے بارے میں اس طرح خوش خبری سنائی ہے: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ (ھود: ۱۱/۷۱) "ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب

کی۔" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسحاق علیہ السلام ذبیح نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو حلم سے موصوف کیا ہے' جو صبر' حسن خلق' وسیع القلبی اور قصورواروں سے عفوودرگزر کو متضمن ہے۔

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ ﴾ "پس جب پہنچا" لڑکا ﴿ مَعَهُ السَّعْيَ ﴾ یعنی حضرت ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا اور اس کی اتنی عمر ہوگئی' جب وہ غالب طور پر اپنے والدین کو بہت محبوب ہوتا ہے' اس کی دیکھ بھال کی مشقت کم اور اس کی منفعت شروع ہو چکی ہوتی ہے تو آپ نے اس سے کہا: ﴿ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ ﴾ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں اور انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔﴿ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ﴾ "پس تم سوچو کہ تمھارا کیا خیال ہے؟" کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ لازمی امر ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کی اطاعت' ثواب کی امید کرتے ہوئے نہایت صبر کے ساتھ اپنے رب کی رضا پر راضی ہو کر کہا: ﴿ يَٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ﴾ ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کام کا حکم دیا ہے اسے کر گزریے ﴿ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّٰبِرِينَ ﴾ "اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔" حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد محترم کو آگاہ کیا کہ وہ اپنے نفس کو صبر پر مجبور کریں گے اور اسے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مقرون کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔

﴿ فَلَمَّآ أَسْلَمَا ﴾ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی اطاعت میں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اپنے جگر گوشے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور بیٹے نے اپنے آپ کو صبر پر مجبور کیا تو اس پر اپنے رب کی اطاعت اور اپنے والد کی رضا جوئی آسان ہوگئی۔﴿ وَتَلَّهُۥ لِلْجَبِينِ ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل گرا دیا تاکہ ذبح کرنے کے لیے ان کو لٹائیں۔ اسماعیل علیہ السلام اوندھے منہ لیٹ گئے تاکہ ذبح کے وقت ابراہیم علیہ السلام ان کے چہرے کو نہ دیکھ سکیں۔

﴿ وَنَٰدَيْنَٰهُ ﴾ یعنی اس انتہائی اضطرابی کیفیت اور دہشت ناک حالت میں' ہم نے ابراہیم کو آواز دی: ﴿ أَن يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَآ ﴾ "اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا۔" یعنی آپ نے وہ کچھ کر دکھایا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل پر اپنے نفس کو آمادہ کیا' آپ نے اس حکم کی تعمیل کے لیے تمام اسباب اختیار کر لیے تھے' صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلانا باقی رہ گیا تھا۔ ﴿ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴾ "بلاشبہ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں" جو ہماری عبادت میں احسان کے مرتبے پر فائز ہیں اور اپنی خواہشات پر ہماری رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔

﴿ إِنَّ هَٰذَا ﴾ "بے شک یہ بات" جس کے ذریعے سے ہم نے ابراہیم کا امتحان لیا ﴿ لَهُوَ الْبَلَٰٓؤُا ﴾

﴿الْمُبِیْنُ﴾ ''البتہ وہ ایک واضح آزمائش تھی'' اس کے ذریعے سے ابراہیم علیہ السلام کا اخلاص' اپنے رب کے لیے آپ کی کامل محبت اور آپ کی دوستی عیاں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل عطا فرمائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل سے بے پناہ محبت کرتے تھے' وہ خود رحمٰن کے خلیل تھے اور خُلّت محبت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ ایک ایسا منصب ہے جو مشارکت کو قبول نہیں کرتا اور تقاضا کرتا ہے کہ قلب کے تمام اجزا محبوب سے وابستہ رہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے کسی گوشے میں' آپ کے بیٹے اسماعیل کی محبت جاگزیں تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو پاک صاف کرنے اور خلت کی آزمائش کا ارادہ فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ہستی کو قربان کر دینے کا حکم دیا جو آپ کے رب کی محبت سے مزاحم تھی۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو خواہشات نفس پر مقدم رکھتے ہوئے' اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم کر لیا تو قلب سے وہ داعیہ زائل ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے مزاحم تھا۔ اب بیٹے کو ذبح کرنے میں کوئی فائدہ باقی نہ رہا، اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کا ان کو فدیہ دیا۔'' یعنی اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں ایک عظیم قربانی عطا ہوئی جس کو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا۔ یہ قربانی اس لحاظ سے عظیم تھی کہ اس کو اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں قربان کیا گیا اور اس لحاظ سے بھی عظیم ہے کہ یہ جلیل القدر عبادات میں شمار ہوتی ہے، نیز یہ اس لحاظ سے بھی عظمت کی حامل ہے کہ اس کو قیامت تک کے لیے سنت قرار دے دیا گیا ہے۔ ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ یعنی ہم نے قربانی کو' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچی مدح وثنا کے لیے' آنے والے لوگوں میں اسی طرح باقی رکھا جس طرح گزرے ہوئے لوگوں میں جاری تھی۔ ابراہیم علیہ السلام کو جب بھی یاد کیا جاتا ہے تو انھیں محبت' تعظیم اور ثنائے حسن کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ یعنی اللہ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہے' جیسے اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ (النمل: ۲۷/۵۹) ''اے نبی! کہہ دیجیے' ہر قسم کی ستائش اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے چن لیا۔''

﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مرتبۂ احسان پر فائز اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں' ہم ان سے سختیاں دور کر دیتے ہیں اور انھیں اچھی عاقبت اور ثنائے حسن سے سرفراز کرتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام ان چیزوں پر ایمان رکھتے تھے جن پر ایمان رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ ان کے ایمان نے انھیں درجۂ یقین پر

پہنچا دیا تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ (الانعام: ۶/۷۵) ''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا نظام دکھاتے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی کہ وہ نبی اور نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔'' یہ دوسری خوش خبری ہے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بارے میں دی گئی جن کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی گئی۔ پس آپ کو اسحاق علیہ السلام کے وجود' ان کی بقا' ان کی ذریت کے وجود' ان کے نبی اور صالح ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور یہ متعدد بشارتیں ہیں۔

﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ﴾ یعنی ہم نے ان دونوں پر برکت نازل فرمائی۔ یہاں برکت سے مراد نمو' ان کے علم و عمل اور ان کی اولاد میں اضافہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کی نسل سے تین عظیم امتوں کو پیدا کیا' قوم عرب کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے' قوم اسرائیل اور اہل روم کو اسحاق علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا۔

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾ یعنی ان دونوں کی نسل میں نیک لوگ بھی تھے اور بد بھی' عدل و انصاف پر چلنے والے لوگ بھی تھے اور ظالم بھی' جن کا ظلم' ان کے کفر و شرک کے ذریعے سے عیاں ہوا۔ آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا شاید دفع ایہام کے زمرے میں آتا ہے' چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ﴾ تقاضا کرتا ہے کہ برکت دونوں کی اولاد میں ہو اور کامل ترین برکت یہ ہے کہ ان کی تمام ذریت محسنین و صالحین پر مشتمل ہو' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان کی اولاد میں محسن بھی ہوں گے اور ظالم بھی۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور البتہ تحقیق احسان کیا ہم نے اوپر موسیٰ اور ہارون کے ○ اور نجات دی ہم نے ان دونوں کو اور انکی قوم کو بہت بڑی (بھاری) مصیبت سے ○

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

اور مدد کی ہم نے ان کی' پس ہوئے وہی غلبہ حاصل کرنے والے ○ اور دی ہم نے ان دونوں کو کتاب واضح ○

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ

اور ہدایت دی ہم نے ان دونوں کو راہ راست کی ○ اور چھوڑا ہم نے ان دونوں پر پچھلے لوگوں میں ○ کہ سلام ہو

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا

اوپر موسیٰ اور ہارون کے ○ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○ بے شک وہ دونوں

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

(تھے) ہمارے مومن بندوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دو بندوں اور رسولوں یعنی عمران کے بیٹوں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا

ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان دونوں کو نبوت' رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا' ان کو اور ان کی قوم کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی' ان کے دشمن کو ان کی نظروں کے سامنے سمندر میں غرق کر کے ان کی مدد فرمائی اور ان پر حق و باطل کو واضح کرنے والی کتاب یعنی تورات نازل کی جو شرعی احکامات' مواعظ اور ہر چیز کی تفصیل پر مشتمل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی' انھیں دین عطا کیا جو ایسے احکامات و قوانین پر مشتمل تھا' جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس راستے پر گامزن کر کے ان پر احسان فرمایا۔ ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ یعنی ان کے بعد آنے والوں میں ان کی مدح' ثنائے حسن اور سلام کو باقی رکھا۔ ان کے اپنے زمانے کے لوگوں میں' ان کی مدح و ثنا کا موجود ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ﴿إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''بے شک ہم نیکوکار لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔''

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا

اور بیشک الیاس (بھی) البتہ رسولوں میں سے تھا○ جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا نہیں تم ڈرتے؟○ کیا تم پکارتے ہو بعل (بت) کو

وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوهُ

اور چھوڑ دیتے ہو تم سب سے بہتر پیدا کرنیوالے کو○ اللہ کو (جو) رب ہے تمہارا اور رب ہے تمہارے پہلے باپ دادوں کا○ پس جھٹلایا انہوں نے اسکو

فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

پیشک وہ (سب) البتہ حاضر کیے جائیں گے○ سوائے بندگان الٰہی کے (جو) خالص کیے (چنے) ہوئے ہیں○ اور چھوڑا ہم نے اوپر اسکے

فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي

پچھلے لوگوں میں○ کہ سلام ہو الیاسین پر○ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں

الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾

نیکی کرنے والوں کو○ بے شک وہ (تھا) ہمارے مومن بندوں میں سے○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت الیاس علیہ السلام کی مدح کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے انھیں نبوت' رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا' انھیں ''بعل'' کے بت کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑنے سے روکا' جس نے انھیں بہترین طریقے سے تخلیق فرمایا' بہترین طریقے سے ان کی تربیت کی اور انھیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہرہ مند کیا۔ جس کی یہ شان ہو' تم اس اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر' اس بت کی عبادت کیسے کرتے ہو جو کسی نقصان کی قدرت رکھتا ہے نہ نفع کی' جو کچھ پیدا کر سکتا ہے نہ کسی کو رزق عطا کر سکتا ہے بلکہ اس کی حالت تو یہ ہے کہ وہ کھا سکتا ہے نہ بول سکتا ہے' کیا اس کی عبادت کرنا سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑی حماقت نہیں۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُ ﴾ انھوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت نہ کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴾ یعنی قیامت کے روز انھیں عذاب میں ڈالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے لیے دنیاوی عذاب کا ذکر نہیں فرمایا۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ جن کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص اور اپنے نبی کی اطاعت سے بہرہ ور کیا' ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا' ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے ثواب سے نوازا جائے گا۔ ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ ﴾ یعنی الیاس علیہ السلام کے لیے چھوڑ دیا ﴿ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴾ یعنی آنے والے لوگوں میں ان کے لیے ثنائے حسن کو باقی رکھا ﴿ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی طرف سے الیاس پر سلام ہے ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کی اسی طرح مدح وثنا بیان کی جس طرح دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو مدح وثنا سے نوازا۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور بلاشبہ لوط البتہ رسولوں میں سے تھا○ جب نجات دی ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو سب کو○ سوائے ایک بڑھیا کے (جو تھی)

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

پیچھے رہ جانے والوں میں○ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو○ اور بیشک تم البتہ گزرتے ہو ان (کے گھروں) پر صبح کے وقت○

وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع

اور رات میں' کیا پس نہیں تم عقل رکھتے؟○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کی مدح وثنا ہے کہ اس نے آپ کو نبوت' رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا' نیز یہ کہ آپ نے اپنی قوم کو شرک اور فواحش سے روکا۔ جب وہ شرک اور فواحش سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ان بداعمال لوگوں سے بچا لیا اور وہ راتوں رات نکل گئے۔ ﴿ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴾ سوائے ایک بڑھیا کے' جو عذاب کی لپیٹ میں آنے والوں کے ساتھ شامل تھی۔ یہ لوط علیہ السلام کی بیوی تھی اور آپ کے دین پر نہ تھی۔

﴿ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ ''پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا۔'' یعنی ہم نے ان پر ان کی بستیوں کو الٹ دیا: ﴿ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾ (ھود: ۸۲/۱۱) ''ہم نے ان کی بستی کو تلپٹ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھر برسائے'' حتی کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ ﴾ یعنی قوم لوط کی بستیوں پر سے تمھارا گزر رہتا ہے ﴿ مُّصْبِحِيْنَ ○ وَبِالَّيْلِ ﴾ ''دن کو بھی اور رات کو بھی۔'' یعنی ان اوقات میں' نہایت کثرت سے تم وہاں سے گزرتے ہو' ان بستیوں کے بارے میں کوئی شک نہیں۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ کیا تم آیات کو سمجھتے نہیں؟ اور کیا تم ان اعمال سے رکتے نہیں جو ہلاکت کے موجب ہیں۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ

اور بیشک یونس البتہ رسولوں میں سے تھا○ جب وہ بھاگ کر گیا طرف کشتی بھری ہوئی کے○ پس قرعہ اندازی کی (اہل کشتی نے)

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ

تو ہو گیا وہ شکست خوردگان میں سے○ پس نگل لیا اس کو مچھلی نے جب کہ وہ (خود کو) ملامت کرنے والا تھا○ پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ بیشک تھا وہ

مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ

تسبیح کرنے والوں میں سے○ تو رہتا وہ اسکے پیٹ میں اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے لوگ زندہ کر کے (اس میں)○ پس ڈال دیا ہم نے اسے چٹیل میدان میں

وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ

اس حال میں کہ وہ بیمار تھا○ اور اگا دیا ہم نے اس پر ایک درخت بیل دار (جیسے کدو وغیرہ کی بیل)○ اور بھیجا ہم نے اسکو طرف ایک لاکھ کی

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

یا (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے○ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے فائدہ (اٹھانے کا موقع) دیا ان کو ایک وقت (مقرر) تک○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اپنے بندے اور رسول یونس بن متیٰ علیہ السلام کی مدح وثنا ہے، جیسا کہ اس نے آپ کے بھائی دیگر انبیاء و مرسلین کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے ذریعے سے مدح وثنا سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دنیاوی عقوبت میں مبتلا کیا، پھر آپ کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے آپ کو اس عذاب سے نجات دی۔ ﴿اِذْ اَبَقَ﴾ "جب بھاگ گئے" یعنی اپنے رب سے ناراض ہو کر یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کشتی میں فرار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ناراضی کا سبب بتایا ہے نہ اس گناہ ہی کا ذکر فرمایا جس کا آپ نے ارتکاب کیا کیونکہ اس کے تذکرے میں ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں صرف اسی چیز میں فائدہ ہے جس کا ذکر کیا گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے رسول ہونے کے باوجود سزا دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کرب سے نجات دی، آپ سے ملامت کو دور کر دیا اور آپ کے لیے وہ امور مقدر کیے جو آپ کی اصلاح کا سبب تھے۔ جب آپ بھاگ کر ﴿اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ مسافروں اور سامان سے بھری ہوئی کشتی میں جا سوار ہوئے۔ کشتی پہلے ہی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی جب آپ سوار ہوئے تو کشتی بوجھل ہو گئی۔ انھیں حاجت محسوس ہوئی کہ وہ سواریوں میں سے کسی سواری کو سمندر میں پھینک دیں مگر یوں لگتا ہے کہ کسی کو سمندر میں پھینکنے کے لیے اس کی کوئی امتیازی علامت نہ تھی، اس لیے انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ جس کے نام قرعہ نکلے گا اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا یہ کشتی والوں کا انصاف پر مبنی فیصلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ جب کشتی والوں نے قرعہ اندازی

النصف

کی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکل آیا ﴿ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴾ یعنی حضرت یونس علیہ السلام قرعہ اندازی میں مغلوب ہو گئے اور ان کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔ ﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ ﴾ ''پس مچھلی نے انھیں نگل لیا اور وہ'' ﴿ مُلِيمٌ ﴾ ''ملامت کرنے والے تھے'' یعنی انھوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا تھا جس پر ملامت کی جاتی ہے اور وہ ہے آپ کا اپنے رب سے ناراض ہونا۔ ﴿ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴾ یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے اگر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے رب کی نہایت کثرت سے عبادت اور تسبیح وتحمید نہ کی ہوتی اور مچھلی کا لقمہ بن جانے کے بعد نہایت کثرت سے یہ نہ کہا ہوتا ﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۸۷) ''تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔'' ﴿ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴾ ''تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ ہی میں رہتا'' یعنی مچھلی کا پیٹ یونس علیہ السلام کی قبر ہوتا، مگر آپ کی عبادت الٰہی اور تسبیح کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور اہل ایمان جب کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسی طرح انھیں نجات دیتا ہے۔

﴿ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ ﴾ یعنی مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک چٹیل زمین پر نکال پھینکا: (العراء) سے مراد وہ زمین ہے جو ہر لحاظ سے خالی ہو، بسا اوقات وہاں درخت بھی نہیں ہوتے۔ ﴿ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴾ مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کی بنا پر آپ بیمار ہو گئے تھے حتیٰ کہ آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی جیسے انڈے سے نکلا ہوا بے بال چوزہ ہو۔ ﴿ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴾ ''اور ہم نے ان پر کدو کی بیل اگائی'' جس نے آپ کو اپنے گھنے سائے تلے لے لیا کیونکہ اس کا سایہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور اس پر مکھیاں نہیں بیٹھتیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم تھا۔ ایک اور پہلو سے بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا لطف وکرم اور ایک عظیم احسان ہوا۔ ﴿ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ ﴾ ''اور ہم نے مبعوث کیا ان کو ایک لاکھ کی طرف لوگوں میں سے ﴿ أَوْ يَزِيدُونَ ﴾ ''یا ان سے زیادہ کی طرف۔'' معنی یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ایک لاکھ سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہ تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی ﴿ فَآمَنُوا ﴾ ''تو وہ ایمان لائے۔'' چنانچہ ان کا ایمان لانا بھی حضرت یونس علیہ السلام کے اعمال نامے میں لکھا گیا کیونکہ وہی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ ﴿ فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ ﴾ ''پس ہم نے انھیں ایک مدت تک فائدہ پہنچایا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا حالانکہ اس کے تمام اسباب ظاہر ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ ﴾ (یونس: ۱۰/۹۸) ''کیا کوئی ایسی بستی ہے، جو (عذاب دیکھ کر) ایمان لائی اور ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا۔ وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے رسوا کن

عذاب ٹال دیا اور ایک وقت تک ہم نے ان کو دنیا سے بہرہ مند ہونے دیا۔“

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

پوچھیے ان سے، کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ ○ یا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو مونث اور وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

دیکھ رہے تھے؟ ○ خبردار! بلاشبہ وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر البتہ کہتے ہیں ○ اولاد ہے اللہ کی، اور بے شک وہ البتہ جھوٹے ہیں ○

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

کیا اس نے پسند کیا بیٹیوں کو اوپر بیٹوں کے؟ ○ کیا ہے تمھیں، کیسا تم فیصلہ کرتے ہو؟ ○ کیا پس نہیں تم غور کرتے؟ ○

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

یا تمھارے لیے ہے کوئی دلیل واضح؟ ○ پس لے آؤ تم اپنی کتاب اگر ہو تم سچے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ﴾ یعنی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے والوں سے پوچھیے، جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، انھوں نے شرک کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے موصوف کیا جو اس کی جلالت شان کے لائق نہیں ﴿اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾ ”کیا آپ کے رب کی تو بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے ہیں؟“ یہ نہایت ہی ظالمانہ تقسیم اور جور پر مبنی قول ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اولاد بنائی اور دونوں اقسام میں کمتر قسم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی، یعنی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیں، حالانکہ وہ خود اپنے لیے بیٹیوں پر راضی نہیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ (النحل: ۵۷/۱۶) ”اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کرتے ہیں اور خود اپنے لیے وہ مقرر کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔“ نیز اس لحاظ سے انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دروغ گوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ﴾ ”کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وہ (اس وقت) موجود تھے؟“ یعنی کیا وہ ان کی تخلیق کے گواہ ہیں؟ ایسا نہیں ہے، وہ فرشتوں کی تخلیق کو دیکھ نہیں رہے تھے، لہٰذا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا قول بلا علم اور اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ﴾ ”آگاہ رہو! یہ لوگ صرف افترا پردازی سے یعنی واضح جھوٹ کی بنا پر ﴿لَيَقُوْلُوْنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ”کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے جبکہ بلاشک یہ جھوٹے ہیں۔“ ﴿اَصْطَفَى﴾ ”کیا اس نے ترجیح دی ہے“ یعنی اس نے چنا ہے ﴿الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ”بیٹوں کے بجائے بیٹیوں کو۔ تم (ظلم وجور پر مبنی) کیسا فیصلہ کرتے ہو؟“

﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ کیا تم نصیحت حاصل کر کے اس باطل اور ظلم کے حامل قول کو سمجھتے نہیں؟ اگر تم نے نصیحت پکڑی ہوتی تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ ﴿ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''کیا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟'' یعنی کتاب یا رسول کی کوئی واضح حجت ہے؟ یہ سب کچھ خلاف واقعہ ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو۔'' کیونکہ جو کوئی ایسی بات کہتا ہے جس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ کر سکے وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے یا بلا دلیل اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرتا ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۵۸﴾

اور ٹھہرا لیا انھوں نے درمیان اس (اللہ) کے اور درمیان جنوں کے رشتہ اور البتہ تحقیق جان لیا جنوں نے کہ بلاشبہ وہ حاضر کیے جائیں گے ○

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو وہ (اس کی بابت) بیان کرتے ہیں ○ سوائے بندگان الٰہی کے (جو) خالص کیے (چنے) ہوئے ہیں ○

یعنی ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان بھی نسبی تعلق جوڑ دیا ہے۔ ان کا زعم باطل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بڑے بڑے سردار جن ان کی مائیں ہیں، حالانکہ جنات بھی جانتے ہیں کہ وہ جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فروتر بندے ہیں۔ اگر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی نسبی رشتہ ہوتا تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔

﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ ﴾ ان کا رب بادشاہ عظیم اور حلیم کامل ان تمام اوصاف سے منزہ اور پاک ہے جو مشرکین اس کے بارے میں بیان کر رہے ہیں، جو ان کے کفر و شرک نے اس کے متعلق واجب ٹھہرایا ہے۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں نے اسے جن اوصاف سے موصوف کیا اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف سے اپنے آپ کو منزہ نہیں کہا کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو صرف انھی اوصاف سے موصوف کیا ہے جو اس کے جلال کے لائق ہیں اور بایں وجہ وہ مخلص بندے ہیں۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۙ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

بیشک تم اور (وہ) جنکی تم عبادت کرتے ہو ○ نہیں ہو تم اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے ○ مگر اسی کو جو ہے جانے والا جہنم میں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے مشرکو! تم اور تمھارے خود ساختہ الٰہ کسی کو فتنے میں مبتلا کرنے یا گمراہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو گیا۔ یہاں کسی کو گمراہ کرنے کے بارے میں، ان کا اور ان کے معبودوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کرنا مقصود ہے..... یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص اور فلاح یافتہ بندوں کو راہ راست سے ہٹانے کی امید نہ رکھو۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾

اور نہیں ہے ہم میں سے (کوئی) مگراس کے لیے مرتبہ ہے معلوم (اللہ کے نزدیک) ○ اور بلاشبہ ہم البتہ صف باندھے' کھڑے رہنے والے ہیں ○

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور بے شک ہم البتہ تسبیح (پاکیزگی بیان) کرنے والے ہیں ○

یہ فرشتوں کے بارے میں کفار کی بہتان طرازی سے براءت کا بیان ہے، نیز یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور لمحہ بھر کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو ایک مقام اور کسی تدبیر کی ذمے داری سونپی ہے وہ اس سے تجاوز کر سکتے ہیں نہ انھیں کسی چیز کا کوئی اختیار ہے۔ ﴿ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴾ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خدمت میں صف آرا ہوتے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴾ "اور بے شک ہم پاکی بیان کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ کی ہر ایسے وصف سے جو اس کی کبریائی کے لائق نہیں۔ بایں ہمہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیرانا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے بہتان سے بلند و بالاتر ہے۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ

اور یقیناً تھے وہ کہتے ○ اگر ہوتی ہمارے پاس نصیحت (کتاب) پہلے لوگوں کی ○ تو البتہ ضرور ہوتے ہم بندے اللہ کے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

برگزیدہ (چنے) ہوئے ○ سو انکار کیا انہوں نے اسکا' پس عنقریب وہ جان لیں گے ○ اور یقیناً پہلے سے صادر ہو چکی ہماری بات' اپنے بندوں کیلئے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

جو فرستادگان (رسول) ہیں ○ کہ بے شک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے ○ اور بلاشبہ ہمارا لشکر البتہ وہی غالب رہے گا ○ اور منہ موڑ لیجیے ان سے

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ

ایک مدت تک ○ اور دیکھیے انہیں! پس عنقریب وہ بھی دیکھیں گے ○ کیا پس ہمارا عذاب وہ جلدی مانگتے ہیں؟ ○ پس جب نازل ہوگا وہ

بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ

ان کے صحن میں' تو بری ہوگی صبح ڈرائے گئے لوگوں کی ○ اور اعراض کر لیجیے ان سے ایک مدت تک ○ اور دیکھیے!

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى

پس عنقریب وہ بھی دیکھیں گے ○ پاک ہے آپ کا رب' مالک عزت کا ان باتوں سے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں ○ اور سلام ہے اوپر

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

رسولوں کے ○ اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جو رب ہے سب جہانوں کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس بھی

کتابیں آتیں جیسے پہلے لوگوں پر کتابیں آئی تھیں تو ہم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے' بلکہ ہم حقیقی مخلص ہوتے۔ وہ اس بارے میں جھوٹ بولتے ہیں ان کے پاس سب سے افضل کتاب آئی' مگر انھوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا' لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے ہیں۔ ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ عنقریب جب ان پر عذاب واقع ہوگا تو انھیں معلوم ہو جائے گا۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ دنیا میں غالب ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے جس کو کوئی رد کر سکتا ہے نہ اس کی مخالفت کر سکتا ہے..... کہ اس کی بندگی کرنے والے رسول اور اس کی فلاح یافتہ فوج ہی غالب رہے گی' ان کو ان کے رب کی طرف سے فتح و نصرت حاصل ہوگی تب وہ نصرت الٰہی سے اس کے دین کو قائم کرنے کی قدرت رکھیں گے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ایک عظیم بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لشکر میں شامل ہیں' جو اس لشکر کی صفات سے متصف ہیں' جن کے احوال درست ہیں' جو ان لوگوں سے جہاد کرتے ہیں جن سے جہاد کرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غالب اور فتح یاب رہیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ اہل عناد سے' جنھوں نے حق کو قبول نہیں کیا' گریز کریں' نیز فرمایا کہ اب ان پر نازل ہونے والے عذاب کا صرف انتظار باقی ہے، بنا بریں فرمایا: ﴿وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾ ''پس آپ انھیں دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے'' کہ کس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ ان پر یہ عذاب بہت جلد نازل ہوگا۔ ﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ﴾ ''جب وہ ان کے میدان میں اترے گا'' یعنی جب ان پر عذاب نازل ہوگا اور ان کے قریب ہوگا ﴿فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''تو جن کو ڈر سنا دیا گیا تھا تو ان کے لیے برا دن ہوگا'' کیونکہ یہ صبح ان کے لیے شر' عقوبت اور استیصال لے کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دوبارہ حکم دیا ہے کہ وہ ان مشرکین سے گریز کریں اور مشرکین کو وقوع عذاب کی وعید سنائی۔

چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بہت سے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جن کے ساتھ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو موصوف کرتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تنزیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ﴾ ''آپ کا رب پاک ہے'' یعنی منزہ اور بلند و بالا ہے ﴿رَبِّ الْعِزَّةِ﴾ وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر برائی سے بالا و بلند تر ہے جس سے یہ مشرکین اسے موصوف کرتے ہیں۔ ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اور سلام ہے رسولوں پر کیونکہ وہ گناہوں اور تمام آفات سے سلامت ہیں اور جن اوصاف سے مشرکین نے زمین اور آسمانوں کے خالق کو موصوف کیا ہے ان سے سلامت ہیں۔ ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ الف اور لام استغراق کے لیے ہے۔ پس حمد و ستائش کی تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' یعنی تمام صفات کاملہ و عظیمہ' وہ تمام افعال جن کے ذریعے سے اس نے اس کائنات کی تربیت کی' ان کو لامحدود نعمتوں سے نوازا' ان سے بہت سی مصیبتوں کو دور کیا اور اس نے ان کی تمام حرکات و سکنات اور ان کے تمام احوال میں ان کی تدبیر کی وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔

وہ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال کی بنا پر قابل تعریف ہے۔ وہ اپنے بندوں کے نزدیک محبوب اور سزاوارِ تعظیم ہے۔ اس کے رسول ہر گناہ سے محفوظ ہیں اور جو کوئی ان انبیاء و رسل کی اتباع کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں سلامتی کا مستحق ہے اور ان کے دشمنوں کے لیے دنیا و آخرت میں ہلاکت ہے

تفسیر سورۂ صٓ

سُوْرَةُ صٓ (٣٨) مَكِّيَّةٌ (٣٨) — اٰيَاتُهَا ٨٨ — رُكُوْعَاتُهَا ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿٢﴾ كَمْ اَهْلَكْنَا

صٓ، قسم ہے قرآن نصیحت والے کی ○ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، وہ تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں ○ کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿٣﴾ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

ان سے پہلے قومیں، پس پکارا انھوں نے (مدد کیلئے) اور نہ رہا تھا وہ وقت خلاصی کا ○ اور تعجب کیا انھوں نے اس بات پر کہ آیا انکے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٤﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا

ایک ڈرانے والا انھی میں سے، اور کہا کافروں نے: یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا ○ کیا کر دیا اس نے (متعدد) معبودوں کو ایک معبود؟

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ

بے شک یہ تو البتہ ایک چیز ہے بڑی عجیب ○ اور چلے سرداران کے (یہ کہتے ہوئے) کہ چلو اور جمے رہو اوپر اپنے معبودوں کے

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿٦﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

بے شک یہ تو البتہ کوئی چیز (غرض) ہے کہ اس کا ارادہ کیا جاتا ہے ○ نہیں سنی ہم نے یہ بات پچھلے دین میں، نہیں ہے یہ مگر

اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ط بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ج بَلْ

گھڑی ہوئی بات ○ کیا نازل کی گئی ہے اوپر اسی کے نصیحت ہمارے درمیان میں سے؟ بلکہ وہ تو شک میں ہیں میری نصیحت سے، بلکہ

لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿٨﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾

(ابھی تک) نہیں چکھا انھوں نے میرا عذاب ○ کیا انکے پاس خزانے ہیں آپ کے رب کی رحمت کے جو بڑا غالب بہت دینے والا ہے؟ ○

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا قف فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿١٠﴾

یا ان کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے؟ تو چاہیے کہ چڑھ جائیں وہ (آسمان پر) رسیوں کے ذریعے سے ○

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿١١﴾

(یہ) ایک لشکر ہے جو وہاں شکست خوردہ ہوگا، لشکروں میں سے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے حال اور قرآن کو جھٹلانے والوں کے حال کا بیان ہے جو انھوں نے قرآن

اورقرآن لانے والے کے ساتھ روا رکھا۔ فرمایا: ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ﴾ ''ص، قسم ہے قرآن کی جو سراسر نصیحت ہے۔'' یعنی جو قدر عظیم اور شرف کا حامل ہے، جو بندوں کو ہر اس چیز کی یاد دہانی کراتا ہے جس کے وہ محتاج ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا علم' احکام شرعیہ کا علم اور قیامت اور جزا و سزا کا علم۔ قرآن انھیں ان کے دین کے اصول و فروع کا علم عطا کرتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے یہاں اس کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں' کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی گئی ہے اور جس پر قسم کھائی گئی ہے دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں اور وہ ہے قرآن' جو اس وصف جلیل سے موصوف ہے۔ جب قرآن اس وصف سے موصوف ہے تو معلوم ہوا کہ بندوں کے لیے اس کی ضرورت ہر ضرورت سے بڑھ کر ہے اور بندوں پر فرض ہے کہ وہ ایمان اور تصدیق کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس سے ان امور کا استنباط کریں جن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو ہدایت سے نوازا' اس کو اس کی طرف راہ دکھا دی۔ کفار نے قرآن اور اس ہستی کا انکار کر دیا جس کے ہاں قرآن نازل کیا گیا۔ اسے ان کی طرف سے ﴿عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ ''غرور' مخالفت'' تکبر' عدم ایمان اور ضد کا سامنا کرنا پڑا' یعنی انھوں نے اس کو رد کرنے' اس کا ابطال کرنے اور اس کو لانے والے میں جرح و قدح کرنے کے لیے اس کی مخالفت اور مخاصمت پر کمر باندھ رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو گزشتہ قوموں کے مانند ہلاک کرنے کی وعید سنائی ہے جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی' جب ان کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا تو چیخ و پکار کرنے اور عذاب کو ٹالنے کی التجائیں کرنے لگے' لیکن ﴿لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ ''وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔'' یعنی یہ وقت اس عذاب سے گلو خلاصی اور اس کو دور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ پس ان لوگوں کو اپنے تکبر اور ضد پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے' ورنہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا۔ ﴿وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ یعنی ان جھٹلانے والوں کو ایسے معاملے پر تعجب ہے' جو مقام تعجب نہیں' کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا تاکہ وہ اس سے علم حاصل کر سکیں اور اسے پہچان لیں جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے اور چونکہ وہ ڈرانے والا انھی کی قوم میں سے ہے' اس کا اتباع کرنے میں ان کی قومی نخوت آڑے نہیں آئے گی۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس پر شکر کرنا اور اس ڈرانے والی ہستی کا اتباع کرنا فرض تھا۔ مگر ان کا رویہ اس کے برعکس تھا۔ انھوں نے انکار کرنے والے پر تعجب کا اظہار کیا اور اپنے کفر و ظلم کی بنا پر کہا: ﴿هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ''یہ جادوگر اور نہایت جھوٹا شخص ہے۔'' ان کے نزدیک اس کا گناہ صرف یہ ہے کہ بلا شبہ ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ''اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا۔'' یعنی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے شریک اور ہمسر بنانے سے کیونکر روکتا ہے اور اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا حکم دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''یقیناً یہ'' جسے وہ لے کر آیا ہے ﴿لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ ''البتہ بڑی عجیب چیز ہے۔'' یعنی ان کے نزدیک یہ چیز اپنے بطلان اور فساد کی بنا پر تعجب کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ ﴾ یعنی اشراف قوم، جن کی بات مانی جاتی تھی، اپنی قوم کو شرک پر جمے رہنے پر آمادہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے نکلے ﴿ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ﴾ یعنی اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہنے کی کوشش کرو، کوئی تمھیں ان کی عبادت سے روک نہ دے ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ یہ جو محمد (ﷺ) بتوں کی عبادت سے روکتے ہیں ﴿ لَشَیْءٌ یُّرَادُ ﴾ "یہ وہ چیز ہے جو مقصود ہے۔" یعنی اس بارے میں اس کا مقصد اور نیت درست نہیں۔ یہ شبہ احمقوں کے ذہن ہی میں جگہ پا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حق یا باطل چیز کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی نیت میں جرح و قدح کرتے ہوئے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی نیت اور اس کا عمل اسی کے لیے ہے۔ اس کی دعوت کو صرف ان دلائل و براہین کے ذریعے سے رد کیا جا سکتا ہے جو اس کا فساد واضح کر کے اس کا ابطال کر سکیں اور ان کا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ محمد (ﷺ) صرف اس لیے دعوت دیتے ہیں کہ وہ تمھارے سردار، تمھارے بڑے اور تمھارے قائد بن جائیں۔ ﴿ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا ﴾ یہ بات جو محمد (ﷺ) کہتے ہیں اور وہ دین، جس کی طرف یہ دعوت دیتے ہیں، اس کے بارے میں ہم نے نہیں سنا ﴿ فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ﴾ "پچھلے مذہب میں۔" یعنی قریب کے زمانے کی کسی ملت کے بارے میں سنا ہے نہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اس پر عمل کرتے پایا ہے اور نہ انھوں نے اپنے آباء و اجداد کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ پس اسی راستے پر چلتے رہو جس پر تمھارے آباء و اجداد چلتے رہے ہیں۔ وہی حق ہے اور جس کی طرف محمد (ﷺ) دعوت دیتے ہیں وہ جھوٹ اور افترا پردازی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ بھی اسی قسم کا شبہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، کیونکہ انھوں نے ایک ایسی چیز کی بنا پر حق کو ٹھکرا دیا جو ایک نہایت ادنیٰ سی بات کو ٹھکرانے کے لیے بھی حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، یعنی محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی دعوت، ان کے گمراہ آباء و اجداد کے قول کی مخالف ہے۔ ان کے آباء و اجداد کے قول میں کون سی ایسی دلیل ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کی دعوت کے بطلان پر دلالت کرتی ہو۔ ﴿ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ "کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت (کتاب) اتری ہے؟" یعنی اسے ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے کہ ہمیں چھوڑ کر اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے وحی کے لیے مختص کرتا ہے؟ یہ بھی باطل شبہ ہے۔ اس میں رسول اللہ (ﷺ) کی دعوت کو رد کرنے کے لیے کون سی دلیل ہے؟ کیا تمام انبیاء و رسل کے یہی اوصاف نہ تھے کہ اللہ انھیں رسالت سے سرفراز فرماتا اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا حکم دیتا تھا۔

چونکہ ان سے صادر ہونے والے یہ تمام اقوال، کسی لحاظ سے بھی رسول اللہ (ﷺ) کی لائی ہوئی دعوت کو رد کرنے کے لیے درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ اقوال کہاں سے صادر ہوئے ہیں اور بے شک وہ ﴿ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ﴾ "میری نصیحت (کتاب) کے بارے میں شک میں ہیں۔" ان کے پاس کوئی علم اور دلیل نہیں۔ جب وہ شک میں مبتلا ہو کر اس پر راضی ہو گئے، ان کے پاس واضح اور صریح حق آ گیا اور وہ اپنے شک

پر قائم رہے، تب انھوں نے کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق کو ٹھکرانے کے لیے یہ تمام باتیں کہیں۔ ان کی یہ تمام باتیں بہتان طرازی کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کوئی ان اوصاف کا حامل ہو اور وہ شک و عناد کی بنا پر باتیں کرے تو اس کا قول قابل قبول ہے نہ حق میں ذرّہ بھر قادح ہے، بلکہ وہ تو ایسا شخص ہے جو محض اپنی اس بات کے سبب سے مذمّت اور ملامت کا مستحق ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴾ ''انھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزا نہیں چکھا۔'' انھیں ایسی باتیں کہنے کی اس لیے جرأت ہوئی ہے کہ وہ دنیا میں مزے اڑا رہے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوا۔ اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مزا چکھا ہوتا تو وہ ایسی باتیں کہنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔

﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴾ ''کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ہیں'' کہ وہ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو چاہیں اس رحمت سے محروم کر دیں؟ کیونکہ ان کا قول ہے: ﴿ ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ ''کیا ہم میں سے صرف یہی شخص ہے، جس پر ذکر نازل کر دیا گیا'' یعنی یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے جو ان کے قبضہ قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر قرآن کے نزول کے معاملے میں سختی کر سکیں۔ ﴿ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴾ ''یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان پر ان کی حکومت ہے'' کہ جو چاہیں اسے پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ﴿ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴾ ''تب وہ ان راستوں پر چڑھ دیکھیں'' جو انھیں آسمان تک لے جائیں اور رسول اللہ (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی رحمت سے محروم کر دیں۔

یہ مشرکین کیسی باتیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کمزور ترین مخلوق ہیں؟ کیا ان کا مقصد گروہ بندی، باطل کی مدد کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور حق کو چھوڑنا ہے؟ فی الواقع یہی ان کا مقصود و مطلوب ہے، مگر ان کا یہ مقصد کبھی پورا نہیں ہوگا، ان کی کوششیں رائیگاں جائیں گی اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہو گی۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴾ ''یہ بھی یہاں کے شکست خوردہ بڑے بڑے لشکروں میں سے ایک معمولی سا لشکر ہے۔''

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح اور عاد نے اور فرعون میخوں والے نے ○ اور قوم ثمود اور قوم لوط

وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ ع

اور بَن والوں نے (بھی) یہ لشکر ہیں ○ نہیں ہیں ان میں سے کوئی بھی، مگر جھٹلایا اس نے رسولوں کو پس ثابت ہو گیا (ان پر) میرا عذاب ○

وَمَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵

نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ لوگ، مگر ایک زور کی آواز کا، نہیں ہوگا اس آواز کیلئے (درمیان میں) کوئی وقفہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مشرکین کو ڈراتا ہے کہ کہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کے ساتھ کیا گیا جو ان سے زیادہ قوت والی اور باطل پر ان سے زیادہ کمر بستہ تھیں: ﴿قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ﴾ ''قوم نوح اور عاد'' جو کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی ﴿وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ﴾ ''اور میخوں والا فرعون'' یعنی جو عظیم فوج اور ہولناک قوت کا مالک تھا ﴿وَثَمُودُ﴾ ''اور ثمود'' صالح علیہ السلام کی قوم ﴿وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لْئَيْكَةِ﴾ ''اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ'' یعنی گھنے درختوں اور باغات کی مالک قوم' اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ﴾ جنھوں نے اپنی طاقت' افرادی قوت اور دنیاوی ساز وسامان کو حق کو نیچا دکھانے کے لیے جمع کیا' مگر یہ سب کچھ ان کے کسی کام نہ آیا۔ ﴿إِن كُلٌّ﴾ ''نہیں تھا کوئی'' گروہ ان میں سے ﴿إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ﴾ ''مگر انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ثابت ہو گیا'' ان پر ﴿عِقَابِ﴾ ''عذاب میرا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ وہ کون سی چیز ہے جو انھیں پاک اور طاہر رکھ سکتی ہے کہ ان پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا۔ پس یہ لوگ انتظار کریں ﴿صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ﴾ ''صرف ایک زور کی آواز کا جس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔'' یعنی اب اس عذاب کو روکنا اور اس کا واپس ہونا ممکن نہیں۔ اگر یہ اپنے شرک اور انھی اعمال پر قائم رہے تو یہ چنگھاڑ انھیں ہلاک کر کے ان کا استیصال کر ڈالے گی۔

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

اور (کافروں نے) کہا: اے ہمارے رب! جلدی دے ہمیں ہمارا حصہ پہلے یوم حساب سے○ صبر کیجیے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾

اور یاد کیجیے ہمارے بندے داود صاحب قوت کو' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا○

یہ جھٹلانے والے اپنی جہالت اور حق کے ساتھ عناد کی بنا پر عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا﴾ یعنی ہمارے حصے کا عذاب ہمیں جلدی دے دے ﴿قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''حساب کے دن سے پہلے۔'' وہ اپنے اس قول سے باز نہیں آتے۔ اے محمد! یہ کفار سمجھتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ آپ ان پر عذاب لے آئیں' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾ ''یہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے۔'' جس طرح آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین نے صبر کیا۔ ان کی باتیں حق کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ آپ کو۔ وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ

بیشک ہم نے تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو اس کے ساتھ وہ تسبیح بیان کرتے تھے شام و صبح○ اور پرندوں کو بھی دراں حالیکہ وہ اکٹھے کر دیے جاتے تھے

كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

سب اسکے آگے رجوع کرنے والے تھے○ اور مضبوط کردی تھی ہم نے بادشاہی اسکی اور دی تھی ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن خطاب (کی صلاحیت)○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے آپ کو تلقین فرمائی کہ آپ اللہ وحدہ کی عبادت اور اس کے عبادت گزار بندوں کے احوال کو یاد کر کے صبر پر مدد لیں' جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۱۳۰) (اے محمد!) جو یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے' اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجیے۔'' سب سے بڑے عبادت گزار انبیا میں سے اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام ہیں وہ ﴿ذَا الْاَیْدِ﴾ ''صاحب قوت تھے'' جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے قلب و بدن میں عظیم طاقت رکھتے تھے۔ ﴿اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ یعنی وہ تمام امور میں انابت' محبت' تعبد' خوف' امید' کثرتِ گریہ زاری اور کثرتِ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ اگر عبادت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا' تو اس خلل کو دور کر کے سچی توبہ کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

یہ ان کی اپنے رب کی طرف انابت اور اس کی عبادت ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا جو آپ کی معیت میں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے تھے ﴿بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ صبح اور شام کو ﴿وَ﴾ ''اور'' تابع کر دیا ﴿الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً﴾ پرندوں کو بھی وہ آپ کے پاس جمع کر دیے گئے۔ ﴿کُلٌّ﴾ ''سب کے سب'' پہاڑ اور پرندے اللہ تعالیٰ کے لیے ﴿لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''مطیع تھے'' اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت کرتے ہوئے: ﴿یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ﴾ (سبا: ۳۴/۱۰) ''اے پہاڑو! تم اس (داود) کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرو اور ہم نے پرندوں کو بھی یہی حکم دیا۔'' یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے آپ کو عبادت کی توفیق سے نوازا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی اس نوازش کا ذکر فرمایا کہ اس نے آپ کو عظیم مملکت اور اقتدار عطا کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾ ''اور ہم نے ان کی بادشاہی کو استحکام بخشا۔'' آپ کو جو اسباب' افرادی قوت اور دنیاوی ساز و سامان عطا کیا اس کے ذریعے سے ہم نے ان کی مملکت کو طاقت ور بنایا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے آپ کو علم عطا کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ﴾ یعنی ہم نے آپ کو نبوت، حکمت اور علم عظیم سے سرفراز کیا۔ ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ ''اور بات کا فیصلہ (سکھایا)'' یعنی لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں فیصلہ کن بات کہنے کا ملکہ بخشا تھا۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ وقف لازم

اور کیا آئی آپکے پاس خبر جھگڑنے والوں کی؟ جب کہ وہ دیوار پھاند کر آ گئے کمرے میں○ جب وہ اندر آئے داود پر تو گھبرا گئے وہ ان سے

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

انھوں نے کہا نہ ڈریے (ہم) دو جھگڑنے والے ہیں زیادتی کی ہے ہمارے بعض نے بعض پر تو آپ فیصلہ فرمائیں ہمارے درمیان ساتھ حق کے اور نہ کیجیے بے انصافی

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ

اور رہنمائی کیجیے ہماری طرف سیدھی راہ کے 0 بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے لیے ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس دنبی ہے

وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ

ایک ہی پس (یہ) کہتا ہے میرے سپرد کر دے وہ بھی اور غالب آ جاتا ہے مجھ پر بات کرنے میں 0 آپ نے فرمایا البتہ تحقیق ظلم کیا ہے اس نے تجھ پر سوال کر کے

نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ

تیری دنبی کا (تاکہ ملا لے اسے بھی) اپنی دنبیوں میں اور بلاشبہ بہت سے شرکاء البتہ زیادتی کرتے ہیں بعض ان کے بعض پر مگر وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ

جو ایمان لائے اور عمل کیے انھوں نے نیک اور تھوڑے ہیں ایسے لوگ اور گمان کیا داود نے کہ بیشک ہم نے آزمایا ہے اسے پس بخشش مانگی اس نے اپنے رب سے اور گر پڑا

رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

رکوع میں اور رجوع کیا 0 پس بخش دی ہم نے اس کی یہ (غلطی) اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس البتہ بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے 0

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

اے داود! بے شک ہم نے بنایا تجھے خلیفہ زمین میں، پس فیصلہ کر درمیان لوگوں کے ساتھ حق کے اور نہ اتباع کر خواہش نفس کی،

فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

کہ وہ گمراہ کر دے تجھے اللہ کے راستے سے، بلاشبہ وہ لوگ جو گمراہ ہوتے ہیں اللہ کے راستے سے ان کے لیے ہے

عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

عذاب سخت، بہ سبب اس کے جو بھلا دیا انھوں نے یوم حساب کو 0

السجدة ۱۰ ع ۱۲

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے نبی حضرت داود علیہ السلام کو فیصلہ کن خطاب کی صلاحیت سے نوازا اور وہ فیصلہ کرنے میں معروف تھے، نیز اس معاملے میں ان کی طرف لوگ قصد کرتے تھے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دو اشخاص کے بارے میں خبر دی جو ایک جھگڑا لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے۔ اس جھگڑے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کے لیے آزمائش اور ایک ایسی لغزش سے نصیحت بنایا جو حضرت داود علیہ السلام سے واقع ہوئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی توبہ قبول کر کے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ قضیہ پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ﴾ ''اور کیا تمھارے پاس ان

جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے۔'' یہ بڑی ہی تعجب انگیز خبر ہے۔ ﴿اِذْ تَسَوَّرُوا﴾ ''جب وہ دیوار پھاند کر آئے تھے'' حضرت داود علیہ السلام کے پاس ﴿الْمِحْرَابَ﴾ ''محراب میں۔'' یعنی اجازت طلب کیے بغیر آپ کی عبادت کرنے کی جگہ میں دروازے کے علاوہ دوسرے راستے سے داخل ہوئے۔ جب وہ اس طریقے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ گھبرا گئے اور ان سے ڈر گئے' انھوں نے آپ سے کہا کہ ہم ﴿خَصْمٰنِ﴾ ''دو جھگڑا کرنے والے ہیں'' اس لیے ڈریے مت ﴿بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کا ارتکاب کیا ہے''، ظلم کرتے ہوئے ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ لہٰذا ہمارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کیجیے اور کسی ایک طرف مائل نہ ہوں ﴿وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾ ''اور بے انصافی نہ کیجیے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری راہنمائی کیجیے۔''

اس پورے واقعے سے مقصود یہ ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کو معلوم ہو گیا تھا کہ ان دو اشخاص کا مقصد واضح اور صریح حق ہے۔ جب یہ معاملہ ہوا اور وہ حضرت داود علیہ السلام کے سامنے حق کے ساتھ قصہ بیان کرتے ہیں تو اللہ کے نبی داود علیہ السلام نے ان کے وعظ و نصیحت سے تنگی محسوس کی نہ آپ نے ان کو ملامت کی۔

ان میں سے ایک نے کہا: ﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ﴾ ''بے شک یہ میرا بھائی'' یعنی اس نے دین' نسب یا دوستی کی اخوت کا ذکر کیا جو تقاضا کرتی ہے کہ زیادتی نہ کی جائے۔ اس بھائی سے زیادتی کا صادر ہونا غیر کی زیادتی سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے ﴿لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً﴾ ''اس کی ننانوے دنبیاں ہیں'' اور یہ خیر کثیر ہے اور اس چیز پر قناعت کی موجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے ﴿وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''اور میرے پاس ایک دنبی ہے'' اور یہ اس میں بھی طمع رکھتا ہے۔ ﴿فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا﴾ اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میری خاطر اسے چھوڑ دے اور اسے میری کفالت میں دے دے ﴿وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾ اور اس نے بات چیت میں مجھے دبا لیا ہے حتیٰ کہ وہ میری دنبی کو حاصل کرنے ہی والا ہے۔

جب داود علیہ السلام نے اس کی بات سنی...... فریقین کی باتوں کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا تھا کہ فی الواقع ایسا ہوا ہے' اس لیے حضرت داود علیہ السلام نے ضرورت نہ سمجھی کہ دوسرا فریق بات کرے، لہٰذا اعتراض کرنے والے کے لیے اس قسم کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے فریق ثانی کا موقف سننے سے پہلے فیصلہ کیوں کیا؟...... تو فرمایا: ﴿لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ﴾ ''یہ جو تیری دنبی مانگتا ہے کہ اپنی دنبیوں میں ملا لے' بے شک تجھ پر ظلم کرتا ہے۔'' اکثر ساتھ اور مل جل کر رہنے والوں کی یہی عادت ہے' بنابریں فرمایا: ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں۔'' کیونکہ ظلم کرنا نفس کا وصف ہے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''سوائے ان کے جو ایمان

لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے۔'' کیونکہ انھیں ایمان اور عمل صالح کی معیت حاصل ہوتی ہے جو انھیں ظلم سے باز رکھتے ہیں۔ ﴿ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ﴾ ''اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴾ (سبا: ١٣/٣٤) ''اور میرے بندوں میں کم لوگ ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔''

﴿ وَظَنَّ دَاوُدُ ﴾ جب حضرت داود علیہ السلام نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا تو آپ سمجھ گئے کہ ﴿ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ ﴾ ہم نے حضرت داود علیہ السلام کی آزمائش کے لیے یہ مقدمہ بنا کر ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ ﴿ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ ﴾ جب آپ سے لغزش سرزد ہوئی تو آپ نے اپنے رب سے بخشش طلب کی ﴿ وَخَرَّ رَاكِعًا ﴾ ''اور جھک کر گر پڑے۔'' یعنی سجدے میں گر پڑے ﴿ وَأَنَابَ ﴾ اور سچی توبہ اور عبادت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ ﴿ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ﴾ ''پس ہم نے معاف کر دی یہ لغزش'' جو آپ سے صادر ہوئی تھی اور مختلف انواع کی کرامات کے ذریعے سے آپ کو اکرام سے سرفراز کیا' فرمایا: ﴿ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ ﴾ ''اور بلاشبہ ہمارے ہاں اس کے لیے خاص مرتبہ ہے'' یعنی بہت بلند مرتبہ' جو کہ ہمارا قرب ﴿ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴾ ''اور اچھا انجام ہے۔''

حضرت داود علیہ السلام سے جو لغزش سرزد ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اس کی کوئی حاجت نہیں' اس لیے اس بارے میں تعرض کرنا محض تکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو واقعہ بیان فرمایا ہے صرف اسی میں فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے لطف و کرم سے نوازا' آپ کی توبہ اور انابت کو قبول کیا' آپ کا مرتبہ بلند ہوا لہٰذا توبہ کے بعد آپ کو پہلے سے بہتر مرتبہ حاصل ہوا۔

﴿ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ ﴾ ''اے داود! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا'' تاکہ آپ دینی اور دنیاوی احکام نافذ کر سکیں ﴿ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾ ''لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیجیے'' یعنی عدل و انصاف کے ساتھ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک واجب کا علم اور واقعے کا علم نہ ہو اور حق کو نافذ کرنے کی قدرت نہ ہو۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ ﴾ ''اور خواہشات نفس کی پیروی نہ کیجیے۔'' ایسا نہ ہو کہ آپ کا دل کسی کی طرف اس کی قرابت' دوستی یا محبت یا فریق مخالف سے ناراضی کے باعث مائل ہو جائے ﴿ فَيُضِلَّكَ ﴾ ''پس وہ (خواہش نفس) آپ کو گمراہ کر دے'' ﴿ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ''اللہ کی راہ سے'' اور آپ کو صراط مستقیم سے دور کر دے۔ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں'' خاص طور پر وہ لوگ جو دانستہ طور پر اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ ''ان کے لیے یوم جزا سے غافل رہنے کی وجہ سے' سخت عذاب ہے۔'' اگر وہ اسے یاد رکھتے اور ان کے دل میں اس کا خوف ہوتا تو فتنے میں مبتلا کرنے والی خواہشات نفس کبھی بھی انھیں ظلم اور ناانصافی کی طرف مائل نہ کر سکتیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ
اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے بے کار یہ تو گمان ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کفر کیا پس ہلاکت ہے
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ
واسطے انکے جنھوں نے کفر کیا، دوزخ سے ○ کیا ہم کردیں گے انکو جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، مانند انکی جو فساد کرنے والے ہیں
فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ
زمین میں؟ یا کردیں گے ہم پرہیز گاروں کو مانند بدکاروں کی؟ ○ (یہ) ایک کتاب ہے، نازل کیا ہم نے اسے آپ کی طرف،
مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾
بڑی برکت والی، تاکہ وہ غور کریں اس کی آیتوں پر اور تاکہ نصیحت پکڑیں عقل والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی حکمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، نیز یہ کہ اس نے زمین وآسمان کو باطل، یعنی بغیر کسی فائدے، اور مصلحت کے کھیل تماشے کے طور پر عبث پیدا نہیں کیا۔ ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا ہے'' اپنے رب کے ساتھ کہ وہ اپنے رب کے بارے میں ایسا گمان رکھتے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں۔ ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ''پس کافروں کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔'' یہ آگ ہے جو ان سے حق حاصل کرے گی اور انھیں پوری طرح عذاب میں مبتلا کرے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور حق کی خاطر تخلیق فرمایا ہے، ان کو اس لیے تخلیق فرمایا تاکہ بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کامل علم، کامل قدرت اور لامحدود قوت کا مالک ہے اور وہی اکیلا معبود ہے اور وہ معبود نہیں ہیں جو زمین وآسمان میں ایک ذرہ بھی تخلیق نہیں کر سکتے۔ حیات بعدالموت حق ہے اور قیامت کے روز اللہ نیکو کاروں اور بدکاروں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ کوئی جاہل شخص اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بارے میں یہ گمان نہ کرے کہ وہ اپنے فیصلے میں نیک اور بد کے ساتھ مساوی سلوک کرے گا، اس لیے فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم انھیں جو ایمان لائے ہیں ان کی طرح بنا دیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا ہم متقین اور بدکاروں کو یکساں کر دیں؟'' یعنی ایسا کرنا ہماری حکمت اور ہمارے حکم کے شایاں نہیں۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ﴾ ''یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے۔'' جو خیر کثیر اور علم بسیط کی حامل ہے۔ اس کے اندر ہدایت، ہر بیماری کی شفا اور نور ہے جس سے گمراہی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے اندر ہر وہ حکم موجود ہے، جس کے مکلفین محتاج ہیں اور اس کے اندر ہر مطلوب کے لیے قطعی دلائل موجود ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا ہے اس وقت سے لے کر اس کتاب سے زیادہ کوئی جلیل القدر کتاب نہیں آئی۔ ﴿لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ﴾ یعنی اس کتاب جلیل کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس

کی آیات میں تدبر کریں' اس کے علم کا استنباط کریں اور اس کے اسرار و حکم میں غور و فکر کریں۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبر اور غور و فکر کرنا سب سے افضل عمل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ قراءت جو تدبر و تفکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جاری ہو' مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو۔ ﴿ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ تاکہ عقل صحیح کے حاملین اس میں غور و فکر کر کے ہر علم اور ہر مطلوب حاصل کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق اس عظیم کتاب سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ

اور عطا کیا ہم نے داود کو سلیمان' اچھا بندہ تھا وہ' بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنیوالا تھا○ جب پیش کیے گئے اوپر اسکے شام کے وقت

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ

(گھوڑے) اصیل تیز رو عمدہ○ تو اس نے کہا بلاشبہ میں نے محبوب رکھا ہے اس مال کی محبت کو بوجہ اپنے رب کی یاد کے یہاں تک کہ چھپ گئے (گھوڑے)

بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ

اوٹ میں[1]○ (کہا:) واپس لاؤ ان کو میرے پاس' پس لگے وہ (ہاتھ) پھیرنے پنڈلیوں اور گردنوں پر○ اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے سلیمان کو

وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ

اور ڈالا ہم نے اسکی کرسی پر ایک دھڑ' پھر اس نے رجوع کیا○ کہا: اے میرے رب! بخش دے مجھے اور عطا کر مجھے ایسی بادشاہی' کہ نہ لائق ہو

لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً

واسطے کسی کے میرے بعد' بلاشبہ تو ہی ہے' بہت عطا کرنے والا○ پس تابع کر دی ہم نے اسکے ہوا' چلتی تھی وہ اسکے حکم سے نرمی سے'

حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ

جہاں کا وہ ارادہ کرتا○ اور (تابع کر دیے) شیاطین (بھی) معمار اور غوطہ لگانے والے کو○ اور دوسرے جو جکڑے ہوئے تھے

فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

زنجیروں میں○ یہ ہے ہماری بخشش پس احسان کر یا محفوظ رکھ' نہیں ہوگا کوئی حساب○

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾

اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس البتہ بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے○

اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی مدح و ثنا بیان کرنے' ان کے ساتھ اور ان کی طرف سے جو کچھ پیش آیا اس کا ذکر کرنے کے بعد' ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کی مدح و ثنا بیان کی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ﴾

[1] اس کا دوسرا ترجمہ یہ ہے "اپنے رب کی یاد سے حتیٰ کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا" فاضل مفسر رحمہ اللہ نے اسی ترجمہ و مفہوم کے مطابق تفسیر کی ہے۔

یعنی ہم نے داود علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام عطا کر کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ ''سلیمان علیہ السلام بہترین بندے تھے'' کیونکہ وہ ان تمام اوصاف سے متصف تھے جو مدح وثنا کے موجب ہیں۔ ﴿اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ یعنی وہ اپنے تمام احوال میں، تعبد، انابت، محبت، ذکر ودعا، آہ وزاری، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے اور اس کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھنے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نہایت کثرت سے رجوع کرنے والے تھے۔

بنابریں جب ان کی خدمت میں خوب تربیت یافتہ، تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے، جن کا وصف یہ تھا کہ جب وہ کھڑے ہوتے تو ایک پاؤں زمین سے اٹھائے رکھتے۔ ان کو پیش کیے جانے کا منظر نہایت ہی خوبصورت، خوش کن اور تعجب انگیز تھا، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنھیں ان گھوڑوں کی ضرورت تھی، مثلاً بادشاہ وغیرہ۔ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں یہ گھوڑے پیش ہوتے رہے حتیٰ کہ سورج چھپ گیا اور گھوڑوں کی محبت اور ان میں مصروفیت نے آپ کو عصر کی نماز اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیا۔

سلیمان علیہ السلام نے اس کوتاہی پر جو ان سے ہوئی اظہار ندامت کرتے ہوئے، جس چیز نے آپ کو ذکر الٰہی سے غافل کیا اس کی وجہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوئے اور محبت الٰہی کو غیر اللہ کی محبت پر مقدم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ﴾ یہاں (أَحْبَبْتُ) (آثَرْتُ) کے معنی کو متضمن ہے یعنی میں نے ''خیر'' کی محبت کو ترجیح دی ہے۔ ''خیر'' کے معنی عام طور پر ''مال'' لیے جاتے ہیں۔ مگر اس مقام پر متذکرہ بالا گھوڑے مراد ہیں ﴿عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ ''اپنے رب کی یاد سے حتیٰ کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔'' سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رُدُّوْهَا عَلَیَّ﴾ ''ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گھوڑے واپس لائے گئے۔ ﴿فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ تو سلیمان علیہ السلام نے تلوار کے ساتھ ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹنا شروع کر دیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ﴾ یعنی ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کا اقتدار لے کر اس خلل کے سبب سے ان کو آزمایا، جس کا طبیعت بشری تقاضا کرتی ہے۔ ﴿وَاَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا﴾ ''اور ان کی کرسی پر ایک جسد ڈال دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے قضا وقدر کے ذریعے سے مقدر کر دیا کہ ایک شیطان سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر آپ کی آزمائش کے عرصے کے دوران میں بیٹھے اور آپ کی سلطنت میں تصرف کرے۔ ①

① فاضل مفسر رحمہ اللہ کا یہ بیان اسرائیلی روایات ہی سے ماخوذ ہے جن سے مفسر نے اپنی پوری تفسیر میں بجا طور پر اجتناب کیا ہے۔ پتا نہیں فاضل مؤلف نے یہاں اس پر اعتماد کر کے کیوں یہ بات لکھ دی ہے۔ یہ آزمائش کیا تھی؟ کرسی پر ڈالا گیا جسم کس چیز کا تھا؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی کوئی تفصیل قرآن کریم یا حدیث میں نہیں ملتی۔ اس لیے امام ابن کثیر وغیرہ کی رائے میں اس پر خاموشی ہی بہتر ہے۔ (ص ی)

﴿ثُمَّ اَنَابَ﴾ پھر سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی۔ ﴿قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ﴾ ”کہنے لگے اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔ بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرما کر آپ کو بخش دیا اور آپ کی سلطنت آپ کو واپس کر دی اور اقتدار اور سلطنت میں مزید اضافہ کر دیا۔ آپ کے بعد اتنا زیادہ اقتدار کسی اور کو عطا نہیں کیا' شیاطین آپ کے لیے مسخر کر دیے گئے' آپ جو کچھ چاہتے وہ تعمیر کرتے تھے' وہ آپ کے حکم پر سمندر میں غوطہ خوری کرتے اور سمندر کی تہہ سے موتی نکال کر لاتے۔ ان میں جو کوئی آپ کی نافرمانی کرتا آپ اسے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیتے۔ ہم نے سلیمان علیہ السلام سے کہا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا﴾ ”یہ ہمارا عطیہ ہے“ اس سے آنکھیں ٹھنڈی کیجیے۔ ﴿فَامۡنُنۡ﴾ جسے چاہیں عطا کریں۔ ﴿اَوۡ اَمۡسِكۡ﴾ اور جسے چاہیں عطا نہ کریں۔ ﴿بِغَیۡرِ حِسَابٍ﴾ اس بارے میں آپ پر کوئی حرج ہے نہ آپ سے کوئی حساب لیا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کامل عدل اور بہترین فیصلوں کے بارے میں خوب جانتا تھا۔ آپ یہ نہ خیال کیجیے کہ یہ تمام نعمتیں سلیمان علیہ السلام کو صرف دنیا ہی میں حاصل تھیں' آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں' بلکہ آخرت میں بھی ان کو خیر کثیر سے نوازا جائے گا، اس لیے فرمایا: ﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَحُسۡنَ مَاٰبٍ﴾ ”اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقربین اور مکرمین کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع کی کرامات سے سرفراز فرمایا۔

فوائد

حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کے قصے سے مندرجہ ذیل فوائد اور حکمتیں مستفاد ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ آپ کی ہمت بندھاتا رہے اور آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت' ان کے صبر کی شدت اور ان کی انابت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ آپ میں آگے بڑھنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا شوق اور اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کا جذبہ پیدا ہو۔ بنابریں اس مقام پر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی اذیت رسانی' آپ کے اور آپ کی دعوت کے بارے میں ان کی بدکلامی کا ذکر کیا تو آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی تلقین کی کہ آپ اس کے بندے داود علیہ السلام کو یاد کر کے اس سے تسلی حاصل کریں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں استعمال ہونے والی قوتِ قلب اور قوتِ بدن کو پسند کرتا ہے اور اس کی مدح کرتا ہے' کیونکہ قوت کے ذریعے سے اطاعت الٰہی کے آثار' اس کی خوبی اور اس کی جو کثرت حاصل ہوتی

ہے وہ کمزوری اور عدم قوت سے حاصل نہیں ہوتی، نیز آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اسباب قوت کے حصول کی کوشش کرتا رہے اور نفس کو کمزور کرنے والی بے کاری اور سستی کی طرف مائل ہونے سے بچے۔

۳۔ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے انبیا اور اس کی خاص مخلوق کا وصف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کی بنا پر حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح و ثنا کی ہے۔ اقتدا کرنے والوں کو چاہیے کہ ان کی اقتدا کریں اور اہل سلوک ان کی راہ پر گامزن ہوں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام:۶/۹۰) ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا' لہٰذا ان کی ہدایت کی پیروی کیجیے۔''

۴۔ ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی داود علیہ السلام کو بہت خوبصورت آواز سے نوازا تھا جس کے سبب سے ٹھوس پہاڑ اور پرندے جھوم اٹھتے تھے۔ جب آپ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تو پرندے اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے علم نافع عطا کرے' اسے دانائی اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے سرفراز کرے' جیسا کہ اس نے اپنے بندے حضرت داود علیہ السلام کو ان صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

۶۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں اور اس کے انبیاء و رسل سے کوئی خلل واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں آزمائش اور ابتلا میں مبتلا کرتا ہے جس سے یہ خلل زائل ہو جاتا ہے اور وہ پہلے حال سے بھی زیادہ کامل حال کی طرف لوٹ آتے ہیں جیسا کہ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش پیش آئی۔

۷۔ انبیاء و مرسلین اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں خطا سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں' کیونکہ اس وصف کے بغیر رسالت کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا' لیکن کبھی کبھی طبیعت بشری کے تقاضوں کی بنا پر کسی معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے فوراً اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

۸۔ آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام اپنے غالب احوال میں' اپنے رب کی عبادت کے لیے اپنے محراب میں گوشہ نشین رہتے تھے' اسی لیے دونوں جھگڑنے والے اشخاص کو دیوار پھاند کر محراب میں آنا پڑا' کیونکہ حضرت داود علیہ السلام جب اپنے محراب میں چلے جاتے تو کوئی ان کے پاس نہ جا سکتا تھا۔ آپ کے پاس لوگوں کے بکثرت مقدمات آنے کے باوجود اپنا تمام وقت لوگوں کے لیے صرف نہیں کرتے تھے بلکہ انھوں نے اپنے لیے کچھ وقت مقرر کیا ہوا تھا جس میں خلوت نشیں ہو کر اپنے رب کی عبادت سے اپنی

آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ یہ عبادت تمام امور میں اخلاص کے لیے ان کی مدد کرتی تھی۔

۹۔ حضرت داود علیہ السلام کے قصے سے مستنبط ہوتا ہے کہ حکام کے پاس حاضر ہونے میں ادب کو استعمال میں لایا جائے، کیونکہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص جب اپنا جھگڑا لے کر حضرت داود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عام دروازے اور اس راستے سے آپ کے پاس نہیں گئے جو عام طور پر استعمال میں آتا تھا، اس لیے حضرت داوٗد علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ یہ چیز آپ پر نہایت گراں گزری، ان کے خیال میں یہ صورت حال آپ کے لائق نہ تھی۔

۱۰۔ جھگڑے کے کسی فریق کی طرف سوئے ادبی اور اس کا ناگوار رویہ حاکم کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے سے نہ روکے۔

۱۱۔ ان آیات مبارکہ سے حضرت داود علیہ السلام کے کمال حلم کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ جب مذکورہ بالا دونوں شخص آپ کی اجازت طلب کیے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے...... حالانکہ آپ وقت کے بادشاہ تھے...... تو آپ ان سے ناراض ہوئے نہ ان کو جھڑکا اور نہ انھیں کوئی زجر و توبیخ ہی کی۔

۱۲۔ آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مظلوم کے لیے ظالم کو اس قسم کے الفاظ سے مخاطب کرنا جائز ہے۔ ''تو نے مجھ پر ظلم کیا'' ''اے ظالم!'' ''اے مجھ پر زیادتی کرنے والے!'' وغیرہ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے کہا تھا ﴿خَصۡمَانِ بَغٰى بَعۡضُنَا عَلٰى بَعۡضٍ﴾ (صٓ: ۲۲/۳۸) ''ہم مقدمے کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی۔''

۱۳۔ کوئی آدمی خواہ وہ کتنا ہی جلیل القدر اور صاحب علم کیوں نہ ہو، جب کوئی شخص خیر خواہی کرتے ہوئے اس کو نصیحت کرے تو اسے ناراض ہونا چاہیے نہ یہ نصیحت اس کو ناگوار گزرنی چاہیے، بلکہ شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کر لینا چاہیے، کیونکہ مقدمے کے فریقین نے حضرت داود علیہ السلام کو نصیحت کی تو آپ نے برا مانا نہ ناراض ہوئے اور نہ اس چیز نے آپ کو راہ حق سے ہٹایا، بلکہ آپ نے صریح حق کے ساتھ فیصلہ کیا۔

۱۴۔ اس قصے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزیز و اقارب اور دوستوں کا باہمی اختلاط، دنیاوی اور مالی تعلقات کی کثرت ان کے درمیان عداوت اور ایک دوسرے پر زیادتی کی موجب بنتی ہے، نیز یہ کہ اس قسم کی صورت حال سے صرف تقویٰ اور ایمان و عمل پر صبر ہی کے ذریعے سے بچا جا سکتا ہے اور یہی چیز لوگوں میں سب سے کم پائی جاتی ہے۔

۱۵۔ ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استغفار اور عبادت، خاص طور پر نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی لغزش کی بخشش کو آپ کے استغفار اور سجود پر مترتب فرمایا۔

۱۶۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو اکرام و تکریم، اپنے قرب اور

بہترین ثواب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے بارے میں یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا' اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے میں کوئی کمی واقع ہو گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلص بندوں پر کامل لطف و کرم ہے کہ جب وہ ان کی لغزشوں کو بخش دیتا ہے اور ان کے گناہوں کے اثرات کو زائل کر دیتا ہے تو ان پر مترتب ہونے والے تمام آثار کو بھی زائل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان اثرات کو بھی مٹا دیتا ہے جو مخلوق کے دلوں میں واقع ہوتے ہیں' کیونکہ جب مخلوق کو ان کے گناہ کا علم ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں ان کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس اثر کو زائل کر دیتا ہے اور کریم و غفار کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔

۱۷۔ لوگوں کے درمیان فیصلے کرنا ایک دینی منصب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور خاص بندوں کو مقرر فرمایا ہے' جسے یہ ذمہ داری سونپی جائے اسے حق کے ساتھ اور خواہشات نفس سے الگ ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ حق کے ساتھ فیصلے کرنا امور شرعیہ کے علم' محکوم بہ مقدمے کی صورت کے علم اور اس کو حکم شرعی میں داخل کرنے کی کیفیت کے علم کا تقاضا کرتا ہے' لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی ایک کے علم سے بے بہرہ ہے وہ فیصلہ کرنے کے منصب کا اہل نہیں۔ اسے فیصلہ کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

۱۸۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ خواہش نفس سے بچے اور اس سے کنارہ کش رہے' کیونکہ نفس خواہشات سے خالی نہیں ہوتا' بلکہ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرے تاکہ حق ہی اس کا مقصود و مطلوب ہو۔ فیصلہ کرتے وقت مقدمے کے فریقین میں سے کسی کے لیے محبت یا کسی کے لیے ناراضی دل سے نکال دے۔

۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے فضائل ہی میں سے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت داود علیہ السلام پر احسان تھا کہ اس نے آپ کو سلیمان علیہ السلام سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے صالح اولاد عطا کرے اور اگر اولاد عالم فاضل ہو تو یہ نور علیٰ نور ہے۔

۲۰۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح و ثنا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿نِعۡمَ الۡعَبۡدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''بہت اچھا بندہ اور نہایت کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔''

۲۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے خیر کثیر اور ان پر احسان ہے کہ وہ انھیں صالح اعمال اور مکارم اخلاق کی توفیق سے سرفراز کرتا ہے، پھر ان اخلاق و اعمال کی بنا پر ان کی مدح و ثنا کرتا ہے' حالانکہ وہ خود ہی عطا کرنے والا ہے۔

۲۲۔ ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر چیز کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔

۲۳۔ ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنے اندر مشغول کر لے وہ مذموم اور منحوس ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اس چیز کی طرف توجہ دے جو اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔

۲۴۔ ان آیات کریمہ سے یہ مشہور قاعدہ مستفاد ہوتا ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے'' چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقدم رکھتے ہوئے' سدھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کو ذبح کر دیا' جو نفوس کو بہت محبوب ہوتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر عوض عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نرم رفتار ہوا کو مسخر کر دیا' جو آپ کے حکم سے اسی سمت میں جس کا آپ قصد و ارادہ کرتے' صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو ایسے کام کر سکتے تھے جنھیں کرنے پر انسان قادر نہ تھے۔

۲۵۔ سلیمان علیہ السلام ایک بادشاہ اور نبی تھے جو اپنی من مرضی کر سکتے تھے' لیکن انھوں نے عدل و انصاف کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہ کیا۔ نبی عبد کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتا ہے اس کا ہر فعل و ترک صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے' جیسا کہ ہمارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا اور یہ کامل ترین حال ہے۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اس نے اپنے رب کو کہ بلاشبہ پہنچائی مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذاء ○ (فرمایا) تو مار (زمین پر)

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

اپنا پیر یہ (پانی) ہے غسل کرنے کو ٹھنڈا اور پینے کو ○ اور عطا کیے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر (اور) ان کے ساتھ'

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ

اپنی رحمت سے اور نصیحت واسطے عقل مندوں کے ○ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا تنکوں کا (یعنی جھاڑو) اور مار ساتھ اس کے (اپنی بیوی کو)

وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

اور نہ توڑ قسم' بے شک پایا ہم نے اسے صابر' اچھا بندہ تھا وہ' بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا ○

﴿ وَاذْكُرْ ﴾ ''اور یاد کرو'' یعنی نصیحت والی اس کتاب عظیم کے اندر ﴿ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ﴾ ''ہمارے بندے ایوب کا'' بہترین پیرائے میں ذکر کیجیے اور احسن طریقے سے ان کی مدح و ثنا کیجیے۔ جب انھیں تکلیف اور مصیبت پہنچی تو انھوں نے اس تکلیف پر صبر کیا اور غیر کے سامنے اپنے رب کا شکوہ کیا نہ اس کے سوا کسی اور کا سہارا لیا ﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ ﴾ جب ایوب علیہ السلام نے غیر اللہ کے پاس نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرتے اور اس سے دعا کرتے ہوئے اسی کو

پکارا اور عرض کیا: اے میرے رب! ﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴾ یعنی شیطان نے مجھے مشقت انگیز اور نہایت تکلیف دہ عذاب میں ڈال دیا ہے۔ شیطان کو آپ کے جسد پر تسلط حاصل ہو گیا' اس نے پھونک ماری تو جسم پر پھوڑے بن گئے، پھر ان سے پیپ بہنے لگی اور اس کے بعد معاملہ بہت سخت ہو گیا اور اسی طرح ان کا مال اور ان کے اہل و عیال بھی ہلاک ہو گئے۔ ان سے کہا گیا ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ﴾ یعنی اپنی ایڑی زمین پر ماریں۔ آپ کے لیے ایک چشمہ زمین سے پھوٹ پڑے گا' اس چشمے کا پانی پیجیے اور اس سے غسل کیجیے۔ آپ کی بیماری اور تکلیف دور ہو جائے گی۔ آپ نے ایسا ہی کیا تو آپ کی بیماری دور ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا بخش دی۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ ﴾ ''اور ہم نے انھیں ان کے اہل و عیال عطا کر دیے۔'' کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل و عیال کو زندہ کر دیا تھا۔ ﴿ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ ﴾ اور دنیا میں اتنے ہی اور عطا کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ مال سے بہرہ مند کر کے نہایت مال دار کر دیا ﴿ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ یعنی ہماری طرف سے ہمارے بندے ایوب پر رحمت تھی' کیونکہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند کیا۔ ﴿ وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ تاکہ عقل مند لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت سے نصیحت اور عبرت پکڑیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ جو کوئی مصیبت میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی اور اخروی ثواب سے نوازتا ہے اور جب وہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا۔ ﴿ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا ﴾ ''اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو'' یعنی درخت کی باریک شاخوں کا گٹھا ﴿ فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ﴾ ''اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔'' مفسرین کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام بیماری اور تکلیف کے دوران میں کسی معاملے میں اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے تھے' اس پر آپ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے۔ ان کی بیوی' انتہائی نیک اور آپ کے ساتھ بھلائی کرنے والی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر اور حضرت ایوب علیہ السلام پر رحم فرمایا اور فتویٰ دیا کہ وہ درخت کی باریک سو شاخوں کا گٹھا لے کر اس سے ایک ہی دفعہ ماریں' ان کی قسم پوری ہو جائے گی۔

﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ﴾ یعنی ہم نے آپ کو بہت بڑی بیماری اور تکلیف کے ذریعے سے آزمایا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کیا۔ ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ﴾ ''وہ بہترین بندے تھے'' جنھوں نے خوشی اور مصیبت' خوش حالی اور بدحالی میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل کی ﴿ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾ یعنی آپ اپنے دینی اور دنیاوی مطالب میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے' اپنے رب کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے' اس کو بہت زیادہ پکارنے والے' اس سے محبت اور اس کی عبادت کرنے والے تھے۔

وَاذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ اُولِى الۡاَيۡدِىۡ وَالۡاَبۡصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ

اور یاد کیجیے! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب اصحاب قوت وبصیرت کو ○ بے شک چن لیا تھا ہم نے ان کو

بِخَالِصَةٍ ذِكۡرَى الدَّارِ‌ۚ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِؕ ﴿۴۷﴾

ایک خاص (خصلت) کے ساتھ (وہ ہے) یادِ آخرت ○ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک البتہ برگزیدہ نیک بندوں میں سے تھے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ ﴾ ''ہمارے اور بندوں کا ذکر کیجیے'' جنھوں نے خالص ہماری عبادت کی اور ہمیں اچھی طرح یاد کیا ﴿ اِبۡرٰهِيۡمَ ﴾ ''ابراہیم'' خلیل اللہ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ان کے بیٹے ﴿ اِسۡحٰقَ وَ ﴾ ''اسحاق اور'' ان (ابراہیم علیہ السلام) کے پوتے ﴿ يَعۡقُوۡبَ اُولِى الۡاَيۡدِىۡ ﴾ ''یعقوب یہ سب قوت والے تھے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے قوت رکھتے تھے۔ ﴿ وَالۡاَبۡصَارِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے دین میں بصیرت سے بہرہ مند تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو علم نافع اور عمل صالح سے موصوف کیا۔ ﴿ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ﴾ ''بے شک ہم نے انھیں ایک امتیازی بات کے ساتھ خاص کیا۔'' یعنی بہت بڑی خالص صفت کیساتھ جو کہ ﴿ ذِكۡرَى الدَّارِ ﴾ ''آخرت کی یاد ہے'' یعنی ہم نے آخرت کی یاد ان کے دلوں میں جاگزیں کر دی' عمل صالح کو ان کے وقت کا مصرف' اخلاص اور مراقبے کو ان کا دائمی وصف بنا دیا۔ ہم نے ان کو اس طرح آخرت کی یاد بنا دیا کہ نصیحت پکڑنے والا ان کے احوال سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والا عبرت حاصل کرتا ہے اور یہ بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ ﴾ ''اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک منتخب لوگوں میں سے ہیں'' جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہترین مخلوق میں سے چن لیا۔ ﴿ الۡاَخۡيَارِ ﴾ ''بہترین لوگ ہیں'' یعنی وہ لوگ اخلاق کریمہ اور عمل صالح کے حامل ہیں۔

وَاذۡكُرۡ اِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَذَا الۡكِفۡلِ‌ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡيَارِؕ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكۡرٌ‌ؕ

اور یاد کیجیے! اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو' اور ہر ایک (ان میں سے) نیکوں میں سے تھا ○ یہ ایک نصیحت ہے

وَاِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ لَحُسۡنَ مَاٰبٍۙ ﴿۴۹﴾

اور بے شک واسطے متقیوں کے البتہ اچھا ٹھکانا ہے ○

یعنی ان انبیائے کرام کو احسن طریقے سے یاد کیجیے اور بہترین طریقے سے ان کی مدح وثنا کیجیے' کیونکہ یہ سب بہترین لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے چن لیا' ان کو کامل ترین احوال' بہترین اعمال واخلاق' قابل تعریف اوصاف اور درست خصائل کا حامل بنایا۔ ﴿ هٰذَا ﴾ ''یہ'' یعنی انبیاء ومرسلین اور ان کے اوصاف کا تذکرہ تو ﴿ ذِكۡرٌ ﴾ ''نصیحت ہے'' اس نصیحت کرنے والے قرآن کریم میں تاکہ ان کے احوال سے نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں' اقتدا کرنے والے ان کے اوصاف حمیدہ کی پیروی کے مشتاق ہوں اور ان اوصاف

زکیہ اور ثنائے حسن کی معرفت حاصل ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز فرمایا۔ یہ بھی ذکر کی ایک قسم ہے یعنی اہل خیر کا تذکرہ اہل خیر اور اہل شر کی جزا و سزا کا تذکرہ بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے اس لیے فرمایا:

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ

باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے کھولے جائیں گے ان کیلئے (انکے) دروازے ○ تکیہ لگائے ہوں گے ان میں منگوائیں گے وہ ان میں میوے

كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا

بہت سے اور شراب ○ اور ان کے پاس ہوں گی نیچی نگاہ رکھنے والیں ہم عمر (بیویاں) ○ (انہیں کہا جائے گا:) یہ ہے (وہ جزا) جسکا

تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

وعدہ دیے جاتے تھے تم واسطے یوم حساب کے ○ بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے نہیں ہے اس کے لیے ختم ہونا ○

﴿ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ یعنی ان تمام مومنین اور مومنات کے لیے جو اپنے رب کے حکم کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے ذریعے سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں ﴿ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴾ بہترین ٹھکانا اور خوب ترین مرجع ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس بہترین ٹھکانے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ جَنّٰتِ عَدْنٍ ﴾ یعنی ہمیشہ سرسبز و شاداب رہنے والے باغات، جن کے کمال اور جن کی نعمتوں کے باعث یہاں کے رہنے والے ان کو کبھی بدلنا نہیں چاہیں گے۔ وہ وہاں سے خود نکلیں گے نہ ان کو نکالا جائے گا۔ ﴿ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴾ یعنی ان کی خاطر جنت کی منازل و مساکن کے دروازے کھلے رکھے جائیں گے ان کو خود دروازے کھلوانے کی حاجت نہیں ہوگی بلکہ ان کی خدمت کی جائے گی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہاں مکمل امن و امان ہوگا۔ جنت عدن میں کوئی ایسی خطرے کی بات نہ ہوگی جو دروازے بند رکھنے کی موجب ہو۔

﴿ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا ﴾ وہ سجائی ہوئی نشست گاہوں اور آراستہ کیے ہوئے تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے ﴿ يَدْعُوْنَ فِيْهَا ﴾ یعنی وہ اپنے خدام کو حکم دیں گے ﴿ بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴾ کہ وہ ان کی خدمت میں بکثرت پھل اور مشروبات پیش کریں، جن کو ان کے نفس پسند کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہاں ان کو کامل نعمت، کامل راحت و طمانیت اور کامل لذت حاصل ہوگی۔ ﴿ وَعِنْدَهُمْ ﴾ ”ان کے پاس“ گوری چٹی موٹی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی۔ ﴿ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ یعنی دونوں میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے حسن و جمال اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے باعث نظریں جھکائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دونوں میاں بیوی کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے وہ اپنے ساتھی کو بدلنا چاہیں گے نہ اس کے عوض کچھ اور چاہیں گے۔ ﴿ اَتْرَابٌ ﴾ یعنی وہ میاں بیوی ہم عمر ہوں گے۔ وہ جوانی کے بہترین دور اور انتہائی لذت انگیز عمر میں ہوں گے۔

﴿ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ ﴾ ”(اے تقویٰ شعار لوگو!) یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا“

﴿لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ’’حساب کے دن کے لیے۔‘‘ یہ تمھارے نیک اعمال کی جزا ہے۔ ﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا﴾ ’’یقیناً یہ ہمارا رزق ہے‘‘ جو ہم نے اہل جنت کو عطا کیا ہے۔ ﴿مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾ یہ رزق کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ وہ دائمی ہوگا اور ہر آن اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ سب کچھ رب کریم کے لیے کوئی بڑا کام نہیں ہے جو رؤف و رحیم، محسن و جواد، واسع و غنی، قابل تعریف، لطف عظیم کا حامل، نہایت مہربان بادشاہ، بااختیار، جلیل القدر، جمیل الشان، احسان کرنے والا، بے پناہ فضل اور متواتر کرم کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے جس کی نعمتوں کو شمار کیا جا سکتا ہے نہ اس کے کسی احسان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾
یہ ہے (معاملہ اہل خیر کا) اور بلاشبہ سرکشوں کیلئے البتہ بہت برا ٹھکانا ہے○ (یعنی) جہنم داخل ہونگے وہ اس میں، پس بری ہے آرام کرنیکی جگہ○
هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ
یہ ہے، پس چکھیں وہ اسکو، کھولتا ہوا پانی اور پیپ○ اور دوسرے (عذاب) ہیں اسکی مثل ہی کئی قسم کے○ یہ ہے ایک گروہ جو گھسا چلا آتا ہے
مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ
تمہارے ساتھ، نہ زمین کی فراخی ہو ان کیلئے، بیشک یہ داخل ہونے والے ہیں آگ میں○ وہ کہیں گے: نہ زمین کی فراخی ہو تمہارے لیے، تم ہی
قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا
آگے لائے ہو اسکو ہمارے، پس بری قرار گاہ ہے○ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جو آگے لایا ہمارے یہ (عذاب) پس زیادہ کر اسکو عذاب دگنا
فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ
آگ میں○ اور وہ کہیں گے: کیا ہے ہمارے لیے نہیں ہم دیکھتے ان آدمیوں کو کہ تھے ہم شمار کرتے انکو برے لوگوں میں؟○ کیا بنائے رکھا ہم نے انکو
سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع
(دنیا میں) مذاق (غلط طور پر) یا پھر گئیں ان سے (ہماری) نگاہیں؟○ بلاشبہ یہ البتہ حق ہے، باہم جھگڑنا اہل دوزخ کا○

﴿هٰذَا﴾ ’’یہ‘‘ جزا جس کا ہم نے وصف بیان کیا ہے اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ ﴿وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ﴾ یعنی کفر و معاصی میں حد سے بڑھے ہوئے لوگوں کے لیے ﴿لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ بدترین ٹھکانا اور لوٹنے کی جگہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَهَنَّمَ﴾ ’’جہنم ہے‘‘ جس میں ہر قسم کا عذاب جمع کر دیا گیا ہے، جس کی حرارت بہت شدید اور اس کی ٹھنڈک انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ جہاں ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ یہ عذاب انھیں ہر طرف سے گھیر لے گا ان کے نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر سے بھی آگ برسے گی۔ ﴿فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ بدترین مسکن اور ٹھکانا ہوگا جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہوگا۔

﴿هٰذَا﴾ یہ بدترین ٹھکانا، یہ سخت عذاب، یہ فضیحت و رسوائی اور یہ سزا ﴿فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ﴾ پس اسے چکھو،

کھولتا ہوا پانی ہوگا‘ جو سخت گرم ہوگا جسے جہنمی پئیں گے جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔ ﴿ وَغَسَّاقٌ ﴾ یہ بدترین پینے کی چیز ہوگی جو پیپ اور خون پر مشتمل ہوگی جو بہت کڑوی اور انتہائی بدبودار ہوگی۔

﴿ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ ﴾ یعنی اس کی ایک اور قسم ﴿ اَزْوَاجٌ ﴾ یعنی عذاب کی متعدد انواع واقسام ہوں گی جن میں ان کو مبتلا کیا جائے گا اور اس عذاب کے ذریعے سے ان کو رسوا کیا جائے گا۔ جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو ایک دوسرے کو سبّ وشتم کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ﴾ ”یہ ایک فوج ہے جو تمھارے ساتھ گھسی چلی آرہی ہے“ آگ میں ﴿ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴾ ”ان کے لیے کوئی خیر مقدم نہیں ہے۔ بے شک یہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔“ ﴿ قَالُوْا ﴾ وہ گھسے چلے آنے والے لوگ کہیں گے: ﴿ بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ ﴾ ”بلکہ تم ہی ہو‘ تمھارا خیر مقدم نہ ہو‘ تم ہی تو لائے تھے اسے“ یعنی عذاب کو ﴿ لَنَا ﴾ ”ہمارے پاس“ کیونکہ تم نے ہمیں دعوت دی‘ ہمیں فتنے میں مبتلا کر کے گمراہ کیا اور تم ہی ہمارے لیے اس عذاب کا سبب بنے ہو۔ ﴿ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ اب ہم سب کے لیے یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

پھر وہ ان گمراہ کنندہ لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے اور ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴾ ”کہیں گے: اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے‘ اسے دوزخ میں دُگنا عذاب دینا۔“ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۳۸/۷) ”(اس وقت) اللہ فرمائے گا: سب کے لیے دُگنا عذاب ہے‘ مگر تم جانتے نہیں۔“ ﴿ وَقَالُوْا ﴾ اور وہ جہنم کے اندر کہیں گے: ﴿ مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴾ یعنی ہمیں کیا ہوگیا ہے‘ جن کے بارے میں ہم سمجھتے تھے کہ یہ برے لوگ ہیں اور جہنم کے عذاب کے مستحق ہیں وہ آج ہمیں نظر نہیں آرہے؟ مراد اہل ایمان ہیں‘ جہنمی ان کو جہنم میں تلاش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے‘ کیا وہ ان کو جہنم میں نظر آئیں گے؟

﴿ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴾ ”کیا ہم نے ان سے مذاق کیا تھا یا ہماری آنکھیں پھر گئی ہیں۔“ یعنی ان کا ہمیں نظر نہ آنا دو اسباب میں سے ایک سبب پر مبنی ہے‘ یا تو ہم ان کو اشرار شمار کرنے میں غلطی پر تھے‘ حالانکہ وہ اچھے لوگ تھے۔ تب ان کے بارے میں ہماری باتیں تمسخر واستہزا کے زمرے میں آئیں گی۔ حقیقت فی الواقع یہی ہے‘ جیسا کہ جہنمیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴾ (المومنون: ۱۰۹/۲۳-۱۱۰) ”بے شک میرے بندوں میں سے کچھ لوگ جب یہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے‘ لہٰذا ہمیں بخش دے‘ ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے‘ تو تم نے ان کا تمسخر اڑایا اور انھیں نشانۂ تضحیک بنایا کرتے تھے۔“

دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوں مگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل رہ گئے ہوں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ان کا اہل ایمان کے بارے میں یہ موقف' دنیا میں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر عقائد میں ڈھل گیا تھا' انھوں نے اہل ایمان کے بارے میں نہایت کثرت سے جہنمی ہونے کا حکم لگایا' وہ ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا اور ان کے دل اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ اسی حال میں انھوں نے متذکرہ بالا الفاظ کہے۔ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا کلام' خلاف واقعہ اور ملمع سازی کے زمرے میں آتا ہے' جیسا کہ وہ دنیا میں ملمع سازی کیا کرتے تھے' حتی کہ انھوں نے جہنم میں بھی ملمع سازی کی' اسی لیے اہل اعراف اہل جہنم سے کہیں گے:

﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۴۹/۷) ''کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے بارے میں تم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے بہرہ مند نہیں کرے گا۔ (ان کو یوں حکم ہوگا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ' تم پر کوئی خوف ہے نہ تم غمگین ہوگے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی دی ہوئی خبر کی تاکید کے طور پر فرمایا اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ ﴾ ''بے شک یہ'' جس کا میں نے تمھارے سامنے ذکر کیا ہے ﴿ لَحَقٌّ ﴾ ''حق ہے'' اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ ﴿ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴾ ''اہل جہنم کا ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا اور تنازعہ ہے۔''

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

کہہ دیجیے: بے شک میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں' اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے' جو ایک ہے' بڑا زبردست ○ رب آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ

اور زمین کا اور (انکا) جو کچھ ان (دونوں) کے درمیان میں ہے' بڑا غالب' بہت معاف کرنے والا ○ کہہ دیجیے: وہ ایک خبر ہے' بہت بڑی ○ تم اس سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ

اعراض کرنے والے ہو ○ نہیں تھا مجھے کوئی علم مجلس بالا کا' جب وہ تکرار کر رہے تھے ○ نہیں وحی کی جاتی میری طرف

اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ

مگر یہی کہ بیشک میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں کھول کر ○ جب کہا آپکے رب نے فرشتوں سے' بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں ایک انسان

طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ

مٹی سے ○ پس جب میں ٹھیک بنا دوں اسے اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح' تو گر پڑنا تم اس کیلئے سجدہ کرتے ہوئے ○ پس سجدہ کیا

الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

فرشتوں نے سب کے سب نے اکٹھے ○ سوائے ابلیس کے' اس نے تکبر کیا اور ہو گیا وہ کافروں میں سے ○

قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا مَنَعَكَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسۡتَكۡبَرۡتَ اَمۡ كُنۡتَ

اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! کس چیز نے منع کیا تجھے سجدہ کرنے سے اس کو جسے پیدا کیا میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا تکبر کیا تو نے یا تھا تو

مِنَ الۡعَالِيۡنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ؕ خَلَقۡتَنِيۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۶﴾

بلند درجہ لوگوں میں سے؟ ○ اس نے کہا: میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا تو نے اسے مٹی سے ○

قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ﴿۷۷﴾ۚۖ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِيۡۤ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ

فرمایا: پس نکل جا تو یہاں سے پس بے شک تو مردود ہے ○ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے روز جزا تک ○ اس نے کہا:

رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِيۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ﴿۸۰﴾ۙ اِلٰى يَوۡمِ

اے میرے رب! پس مہلت دے تو مجھے اس دن تک کہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○ فرمایا: پس بلاشبہ تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے ○ اس دن تک

الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۸۲﴾ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ

جس کا وقت معلوم (عنداللہ مقرر) ہے ○ اس نے کہا: قسم ہے تیری عزت کی، البتہ میں ضرور گمراہ کروں گا ان کو سب کو ○ سوائے تیرے بندوں ان میں سے

الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالۡحَقُّ ۫ وَالۡحَقَّ اَقُوۡلُ ﴿۸۴﴾ۚ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَ مِمَّنۡ

خالص کیے (چنے) ہوئے ○ فرمایا: پس حق یہی ہے اور حق بات ہی میں کہتا ہوں ○ البتہ میں ضرور بھر دوں گا جہنم کو تجھ سے اور ان سے

تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا

جو پیروی کریں گے تیری ان میں سے، سب سے ○ کہہ دیجیے: نہیں مانگتا میں تم سے اوپر اس کے کوئی اجر اور نہیں ہوں میں

مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ ﴿۸۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ ﴿۸۸﴾ؒ

تکلف کرنے والوں میں سے ○ نہیں ہے یہ (قرآن) مگر نصیحت واسطے جہانوں کے ○ اور البتہ ضرور جان لو گے تم حال اس کا بعد کچھ مدت کے ○

﴿ قُلْ ﴾ اے رسول! اگر یہ جھٹلانے والے لوگ آپ سے ایسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جو آپ کے اختیار میں نہیں، تو ان سے کہہ دیجیے! ﴿ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ﴾ ''میں تو صرف متنبہ کرنے والا ہوں۔'' میرے پاس جو کچھ ہے یہ اس کی انتہا ہے۔ رہا تمھارا مطالبہ، تو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر میں تمھیں نیکی کا حکم دیتا ہوں، برائی سے روکتا ہوں، میں تمھیں خیر کی ترغیب دیتا ہوں اور شر سے ہٹاتا ہوں، لہٰذا جو کوئی ہدایت کی راہ اختیار کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے لیے ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔ ﴿ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ یعنی اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں، جس کی عبادت کی جائے اور وہ عبادت کی مستحق ہو۔ ﴿ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ ''وہ واحد و قہار ہے۔''

اس قطعی دلیل و برہان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے، کیونکہ غلبہ وحدت کو مستلزم ہے، لہٰذا کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ دو ہستیاں مساوی طور پر غالب ہوں۔ پس وہ ہستی جو تمام کائنات پر غالب و قاہر ہے، وہ ایک ہی ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں، وہی اس بات کی مستحق ہے کہ صرف اسی کی

عبادت کی جائے' جیسا کہ وہ اکیلی غالب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے توحید ربوبیت کی دلیل کے ذریعے سے اس کو متحقق کرتے ہوئے فرمایا: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے' سب کا رب ہے'' یعنی وہ کائنات کو پیدا کرنے والا' اس کی پرورش کرنے والا اور تمام انواع تدبیر کے ذریعے سے اس کائنات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ ﴿الْعَزِیْزُ﴾ وہ ایسی قوت کا مالک ہے' جس کے ذریعے سے اس نے بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا۔ ﴿الْغَفَّارُ﴾ جو کوئی توبہ کرکے گناہوں سے باز آجاتا ہے وہ اس کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پس یہی وہ ہستی ہے جو ہر اس ہستی کے سوا عبادت اور محبت کیے جانے کی مستحق ہے...... جو پیدا کرسکتی ہے نہ رزق دے سکتی ہے' جو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع' جسے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں' جس کے پاس قوت اقتدار ہے نہ اس کے قبضۂ قدرت میں گناہوں کی بخشش ہے۔

﴿قُلْ﴾ آپ ان کو ڈراتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ﴾ یعنی میں نے تمھیں حیات بعد الموت' حشر ونشر اور اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں جو خبر دی ہے' وہ بہت بڑی خبر ہے اور اس بات کی پوری پوری مستحق ہے کہ اس کے معاملے کو بہت اہم سمجھا جائے اور اس بارے میں غفلت کو جگہ نہ دی جائے۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾ ''تم اس سے اعراض کرتے ہو۔'' گویا تمھیں حساب و کتاب اور ثواب و عذاب کا سامنا کرنا ہی نہیں۔ اگر تمھیں میری بات میں کوئی شک اور میری خبر میں کوئی شبہ ہے تو میں تمھیں کچھ ایسی خبریں دیتا ہوں جن کا مجھے کچھ علم تھا نہ میں نے ان کو کسی کتاب میں پڑھا۔ میری خبریں کسی کمی بیشی کے بغیر صحیح ثابت ہوئی ہیں' یہ میری صداقت اور جو کچھ میں تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں' اس کی صحت پر سب سے بڑی اور سب سے واضح دلیل ہے۔

اس لیے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤی﴾ ''مجھے ان بلند قدر فرشتوں (کی بات چیت) کا کچھ بھی علم نہیں'' ﴿اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''جب وہ جھگڑتے تھے۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھے باخبر نہ کرے اور میری طرف وحی نہ کرے تو مجھے بلند قدر فرشتوں کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوسکتا' بنا بریں فرمایا: ﴿اِنْ یُّوْحٰۤی اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ ''میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں واضح طور پر نذیر ہوں۔'' یعنی واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ واضح اور بلیغ کوئی ڈرانے والا نہیں ہے۔ پھر بلند قدر فرشتوں کے درمیان جھگڑے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ''جب آپ کے رب نے فرشتوں کو (خبر دیتے ہوئے) فرمایا:'' ﴿اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ﴾ ''میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔'' یعنی اس کا مادہ مٹی سے تیار ہوا ہے۔

﴿فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ﴾ جب میں اس کے جسم کو نک سک سے درست کردوں اور وہ مکمل ہو جائے ﴿وَنَفَخْتُ

﴿ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴾ ''اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔'' جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تکمیل ہوئی اور روح پھونک دی گئی تو فرشتوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل اور آدم علیہ السلام کی تکریم کرتے ہوئے اپنے آپ کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بدن و روح کی تخلیق مکمل کر دی تو اللہ نے آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان لیا اور اس طرح فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہوگئی' تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو سجدہ کیا ﴿ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ ﴾ ''ان سب نے سوائے ابلیس کے'' اس نے سجدہ نہ کیا۔ ﴿ اسْتَكْبَرَ ﴾ اس نے نہایت غرور سے اپنے رب کا حکم ٹھکرا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے تکبر کا اظہار کیا ﴿ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ ''اور وہ کافروں میں سے تھا۔'' اللہ تعالیٰ کے علم میں ابلیس کافر تھا۔

﴿ قَالَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور عتاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ ''(اے ابلیس!) جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔'' یعنی جسے میں نے شرف و تکریم سے سرفراز فرمایا اور اسے اس خصوصیت سے مختص کیا جس کی بنا پر اسے تمام مخلوق میں خصوصیت حاصل ہے۔ یہ چیز اس کے سامنے عدم تکبر کا تقاضا کرتی ہے۔ ﴿ أَسْتَكْبَرْتَ ﴾ کیا تو نے تکبر کی بنا پر سجدہ نہیں کیا ﴿ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴾ ''یا تو بڑے بلند درجے والوں میں سے ہے؟''

﴿ قَالَ ﴾ ابلیس نے اپنے رب کی مخالفت کرتے اور نقض وارد کرتے ہوئے کہا: ﴿ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴾ ''میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔'' ابلیس سمجھتا تھا کہ آگ کا عنصر مٹی کے عنصر سے بہتر ہے۔ یہ فاسد قیاس ہے' کیونکہ آگ کا عنصر شر' فساد' تکبر' طیش اور خفت کا مادّہ ہے اور مٹی کا عنصر وقار' تواضع اور مختلف انواع کے شجر و نباتات کا مادّہ ہے' مٹی آگ پر غالب ہے اسے بجھا دیتی ہے۔ آگ کسی ایسے مادّے کی محتاج ہے جو اس کو قائم رکھے اور مٹی بنفسہ قائم ہے۔ یہ تھا کفار کے شیخ کا قیاس جس کی بنیاد پر اس نے اللہ تعالیٰ کے بالمشافہ حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس قیاس کا بطلان اور فساد بالکل واضح ہے۔ جب ان کے استاد کے قیاس کا یہ حال ہے تو شاگردوں کا کیا حال ہوگا جو اپنے باطل قیاسات کے ذریعے سے حق کی مخالفت کرتے ہیں' ان کے قیاسات' اس قیاس کی نسبت زیادہ باطل ہیں۔

﴿ قَالَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا ﴾ یعنی عزت و تکریم کے اس مقام' آسمان سے نکل جا ﴿ فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴾ ''بے شک تو مردود ہے'' یعنی دھتکارا ہوا ہے۔ ﴿ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي ﴾ ''اور تجھ پر میری لعنت ہے'' یعنی میری یہ پھٹکار اور اپنی رحمت سے تجھے دور کرنا ﴿ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴾ ''قیامت کے دن تک ہے'' یعنی دائمی اور ابدالآباد تک ہے۔ ﴿ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴾ ''اس نے کہا' میرے رب! مجھے اس

روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں مہلت دے۔'' چونکہ اسے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے شدید عداوت تھی اس لیے اس نے یہ درخواست کی تا کہ وہ ان لوگوں کو بدراہ کر سکے جن کے لیے بدراہ ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴾ ''تجھ کو مہلت دی جاتی ہے' اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے۔'' جب ذریت آدم پوری ہو جائے گی تو امتحان بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ جب ابلیس کو معلوم ہو گیا کہ اسے مہلت دے دی گئی ہے تو اس نے اپنے خبث باطن کی بنا پر اپنے رب' آدم اور اولاد آدم کے ساتھ اپنی شدید عداوت کو ظاہر کر دیا اور کہنے لگا: ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ (باء) قسم کے لیے ہو یعنی ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم کھا کر اعلان کیا کہ وہ تمام اولاد آدم کو گمراہ کر کے رہے گا ﴿ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴾ ''ان لوگوں کے سوا جن کو تو نے خاص کر لیا ہے۔'' ابلیس کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس کے مکر و فریب سے بچا لے گا۔

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ (باء) استعانت کے لیے ہو۔ چونکہ ابلیس کو معلوم ہے کہ وہ ہر لحاظ سے عاجز اور بے بس ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا' تو اس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عزت سے مدد چاہی، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی دشمن ہے...... اے ہمارے رب! ہم تیرے انتہائی عاجز اور قصوروار بندے ہیں ہم تیری ہر نعمت کا اقرار کرتے ہیں' ہم اس ہستی کی اولاد ہیں جس کو تو نے عزت و شرف اور اکرام و تکریم سے سرفراز فرمایا۔ ہم تیری عظیم عزت و قدرت اور تمام مخلوق کے لیے تیری بے پایاں رحمت کے ذریعے سے تجھ سے مدد مانگتے ہیں' جو ہم پر بھی سایہ کناں ہے۔ جس کے ذریعے سے تو نے ہم سے اپنی ناراضی کو دور فرمایا ہے، ہمیں شیطان کی محاربت و عداوت' اس کے شر اور شرک سے سلامت رہنے میں ہماری مدد فرما۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ پر حسن ظن رکھتے ہیں کہ تو ہماری دعا قبول فرمائے گا ہم تیرے اس وعدے پر یقین رکھتے ہیں جس میں تو نے فرمایا تھا: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر: ۶۰/۴۰) ''اور تمھارے رب نے کہا' مجھے پکارو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔'' اے ہمارے رب! ہم نے تیرے حکم کے مطابق تجھ کو پکارا ہے پس جیسا کہ تو نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے ہماری دعا کو قبول فرما۔ ﴿ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴾ (آل عمران: ۱۹۴/۳) ''بے شک تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

﴿ قَالَ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴾ ''سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں۔'' یعنی حق میرا وصف اور حق میرا قول ہے ﴿ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ ''کہ میں تجھ سے اور ان سے جو تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' پس جب رسول نے لوگوں سے بیان کر دیا

اوران کے سامنے راہ واضح کردی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ ﴾ ''کہہ دیجیے! میں نہیں مطالبہ کرتا تم سے اس پر'' یعنی تمھیں اللہ کی طرف بلانے پر ﴿ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ ''کوئی بدلہ اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں'' کہ میں ایسی چیز کا دعویٰ کروں جس کا مجھے اختیار ہے نہ میں کسی ایسی بات کی ٹوہ ہی میں رہتا ہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ ﴿ اِنْ هُوَ ﴾ یعنی یہ وحی اور یہ قرآن ﴿ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' اس سے وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں فائدہ دیتی ہے اور تب یہ قرآن تمام جہانوں کے لیے شرف اور رفعت کا حامل اور معاندین حق کے خلاف حجت ہے۔

یہ عظیم سورت حکمت سے لبریز نصیحت اور عظیم خبر پر مشتمل ہے۔ ان لوگوں کے خلاف برہان اور حجت قائم کرتی ہے جو قرآن کو جھٹلا کر اس کی مخالفت کرتے ہیں اور قرآن لانے والے کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہ سورت اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے بارے میں آگاہ کرتی ہے، نیز یہ سورۂ مبارکہ تقویٰ شعار بندوں اور سرکش لوگوں کی جزا وسزا کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس کی ابتدا میں قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ یاددہانی پر مشتمل ہے اور اس کے اختتام پر فرمایا کہ یہ تمام جہانوں کے لیے یاددہانی ہے۔ پھر اس سورت کے اندر بھی اکثر مقامات پر اس یاددہانی کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً فرمایا ﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا ﴾ ''اور یاد کرو ہمارے بندے کو'' ﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ ﴾ ''اور یاد کرو ہمارے بندوں کو'' ﴿ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى ﴾ ''یہ رحمت ہے ہماری طرف سے اور نصیحت ہے'' ﴿ هٰذَا ذِكْرٌ ﴾ ''یہ نصیحت ہے۔'' وغیرہ۔ اے اللہ ہم اس میں سے جس چیز کو نہیں جانتے اس کا علم عطا کر اور ہم جس چیز کو اپنی غفلت یا ترک کرنے کے باعث بھول جائیں، تو ہمیں اس کی یاددہانی کرا۔ ﴿ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ ﴾ ''اور تم اس کی خبر جان لوگے۔'' یعنی جو اس نے خبر دی ہے ﴿ بَعْدَ حِيْنٍ ﴾ ''ایک وقت کے بعد'' اور یہ وہ وقت ہوگا جب ان پر عذاب واقع ہوگا اور تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔

تفسیر سورۃ الزمر

سُوْرَةُ الزُّمَرِ (۳۹) مَكِّيَّةٌ (۵۹) — اٰيَاتُهَا ۷۵ — رُكُوْعَاتُهَا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۱ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

(یہ) نازل کردہ کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو بڑا غالب، بہت حکمت والا ہے O بیشک ہم نے نازل کیا آپ کی طرف اس کتاب کو ساتھ حق کے

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

پس عبادت کیجیے آپ اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کیلئے بندگی کو O سنو! اللہ ہی کیلئے ہے بندگی خالص، اور وہ لوگ جنہوں نے بنا لیے

مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ

اسکے سوا اور کارساز (کہتے ہیں) نہیں عبادت کرتے ہم انکی مگر اسلئے کہ قریب کردیں وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب، بیشک اللہ فیصلہ فرمائے گا

بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

درمیان ان کے ان باتوں میں کہ وہ ان میں اختلاف کرتے تھے بلاشبہ اللہ نہیں ہدایت کرتا اس کو جو ہے جھوٹا ناشکرا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کی عظمت اور اس ہستی کے جلال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے کلام کیا اور جس کی طرف سے یہ قرآن نازل ہوا، نیز اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ مخلوق کے لیے الوہیت اس کا وصف ہے' کیونکہ وہ عظمت وکمال اور عزت وغلبہ کا مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوق پر غالب اور ہر چیز اس کی مطیع اور اس کے سامنے سرافگندہ ہے۔ اس کی تخلیق وامر حکمت پر مبنی ہے۔

قرآن اس ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کا یہ وصف ہے' کلام متکلم کا وصف ہے اور وصف ہمیشہ اپنے موصوف کے تابع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے کامل ہے' اس کا کوئی مثیل ونظیر نہیں' اسی طرح اس کا کلام بھی ہر لحاظ سے کامل اور بے مثال و بے نظیر ہے۔ یہ ایک وصف ہی اللہ تعالیٰ کے مرتبے پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہے۔ مگر بایں ہمہ' اللہ تعالیٰ نے جس ہستی پر اسے نازل فرمایا ہے اس کے ذریعے سے اس کے کمال کو بیان فرمایا اور وہ ہستی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات بابرکات ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے۔ تب معلوم ہوا کہ یہ کتاب اپنی دعوت سمیت' تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے اور یہ سراسر حق ہے۔ پس قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا جو اپنی سچی خبروں اور عدل وانصاف پر مبنی احکام پر مشتمل ہے تاکہ مخلوق کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لائے اور یہ کتاب اپنی اخبار صادقہ اور اپنے احکام عادلہ کے بارے میں حق پر مشتمل نازل ہوئی۔

یہ کتاب تمام مطالب علمیہ میں سے جس چیز پر دلالت کرتی ہے' وہ سب سے بڑا حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ چونکہ یہ قرآن حق کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' مخلوق کی ہدایت کے لیے حق پر مشتمل ہے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہستی پر نازل کیا گیا ہے' اس لیے یہ نعمت بہت عظیم اور جلیل القدر ہے' اس کا شکر ادا کرنا فرض ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ دین کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا جائے، بنابریں فرمایا: ﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ اپنے تمام دین یعنی ظاہری اور باطنی اعمال شریعت' (اسلام' ایمان اور احسان) کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیجیے۔ ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھیے اور اس کے سوا آپ کا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا اخلاص کے حکم کو متحقق

کرتا ہے اور اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے تمام تر کمال کا مالک ہے اور اس نے اپنے بندوں کو ہر لحاظ سے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اسی طرح ہر قسم کے شک و شبہے سے پاک دین خالص بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ یہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا اور مخلوق میں سے چنے ہوئے بندوں کے لیے منتخب فرمایا اور اسی کو اختیار کرنے کا اپنے بندوں کو حکم دیا' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت' اس سے خوف' اس پر امید' اس کی طرف انابت کے ذریعے سے بندوں کے مطالب کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو متضمن ہے۔

یہی وہ دین ہے جو قلوب کی اصلاح کر کے ان کو پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی عبادت میں شرک کرنا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بری الذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شرک سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شریکوں سے' سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔ شرک قلب و روح اور دنیا و آخرت کو فاسد کرتا ہے اور نفوس کو بدبختی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے، اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے توحید اور اخلاص کا حکم دیا ہے' وہاں شرک سے بھی روکا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی خبر دی ہے جنھوں نے شرک کا ارتکاب کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں، ان کو پکارتے ہیں اور انھیں اپنا والی و مددگار بناتے ہیں وہ اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ ''ہم انھیں صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری حاجتیں پیش کریں اور اس کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ ورنہ درحقیقت ہمیں معلوم ہے کہ یہ کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں اور نہ انھیں کسی قسم کا کچھ اختیار ہی حاصل ہے۔

یعنی ان مشرکین نے اخلاص کو چھوڑ دیا جس کو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ سب سے بڑی چیز' یعنی شرک کا ارتکاب کیا اور اس ہستی کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کیا جس کی نظیر کوئی چیز نہیں' جو عظیم بادشاہ ہے۔ وہ اپنی فاسد عقل اور سقیم رائے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جس طرح بادشاہوں کی خدمت میں ان کے مقربین' سفارشیوں اور وزیروں کے بغیر حاضر نہیں ہوا جا سکتا جو رعایا کی ضروریات اور حاجتیں ان بادشاہوں تک پہنچاتے ہیں' رعایا کے لیے بادشاہوں سے رحم طلب کرتے ہیں ان بادشاہوں کے پاس رعایا کے معاملات پیش کرتے ہیں...... اللہ تعالیٰ بھی ان بادشاہوں کے مانند ہے۔

یہ فاسد ترین قیاس ہے' کیونکہ عقل و نقل اور فطرت کے مطابق خالق اور مخلوق کے درمیان عظیم فرق ہونے کے باوجود یہ قیاس خالق اور مخلوق میں مساوات کو متضمن ہے۔ بادشاہ براہ راست رعایا کے احوال نہیں جانتے' اس لیے انھیں اپنے اور رعایا کے درمیان واسطے کی ضرورت ہوتی ہے' رعایا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو بادشاہوں تک ان کے حالات پہنچائیں۔ بسا اوقات ان بادشاہوں کے دلوں میں ضرورت مند کے لیے کوئی رحم نہیں ہوتا تب رعایا سفارش کرنے والوں اور وزراء وغیرہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں۔ یہ

لوگ بادشاہوں کے ہاں ان کے لیے مراعات کے حصول اور ان کی دل جوئی کے لیے واسطہ بننے والے سفارشیوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بسا اوقات رعایا خود محتاج اور مفلس ہوتی ہے اس لیے وہ محتاجی کے ڈر سے ان کی خاطر و مدارات نہیں کر سکتی۔

جہاں تک رب تعالیٰ کا معاملہ ہے تو وہ ایسی ہستی ہے جس کے علم نے تمام امور کے ظاہر اور باطن کا احاطہ کر رکھا ہے' وہ کسی ایسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے اس کے بندوں اور اس کی رعایا کے احوال سے آگاہ کرے' وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا اور سب سے بڑھ کر سخی ہے' وہ مخلوق میں سے کسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے بندوں پر رحم کرنے پر آمادہ کرے' بلکہ رب تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر یا ان کے والدین ان پر رحم کرتے ہیں۔ وہ انھیں ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایسے اسباب اختیار کریں جن کی بنا پر وہ اس کی رحمت کو حاصل کر لیں وہ ان کی بھلائی چاہتا ہے جو وہ خود بھی اپنے لیے نہیں چاہتے۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے جو کامل غنائے مطلق کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر اوّل سے لے کر آخر تک تمام مخلوق' ایک میدان میں اکٹھی ہو جائے اور وہ اس سے اپنی اپنی ضرورت اور تمنا کے مطابق سوال کریں تو وہ سب کو عطا کرے گی۔ وہ اس کی غنا میں سے ذرّہ بھر کمی کر سکتے ہیں نہ اس کے خزانوں میں' مگر اتنی سی کہ جو سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے پانی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ پھر تمام سفارشی اس سے ڈرتے ہیں' ان میں سے کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔ تمام تر سفارش کا صرف وہی مالک ہے۔ اس فرق سے مشرکین کی جہالت' حماقت اور اللہ کے حضور ان کی جسارت ظاہر ہوتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ شرک کے مرتکب کے لیے عدم مغفرت میں کیا حکمت ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح وقدح کو متضمن ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فریقین' یعنی مخلص مومنوں اور مشرکین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا...... اور اس میں مشرکین کے لیے تہدید بھی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ ''بے شک جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں' اللہ ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا۔'' اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ معلوم ہے جو یہ ہے کہ مخلص اہل ایمان' نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے اور جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا' اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي﴾ یعنی اللہ تعالیٰ راہ راست پر گامزن ہونے کی توفیق عطا نہیں کرتا ﴿مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾ ''اس شخص کو جو جھوٹا اور ناشکرا ہو'' یعنی جس کا وصف کذب اور کفر ہے' اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور نصیحتیں آتی ہیں' مگر اس کے برے اوصاف دور نہیں ہوتے' اللہ تعالیٰ اسے بڑے بڑے معجزات دکھاتا ہے مگر یہ ان کا انکار کر دیتا ہے ان کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ پس ان حالات میں ایسے شخص کے لیے ہدایت کیسے ہو سکتی ہے جس نے اپنے لیے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہو اور انجام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی' لہٰذا وہ ایمان نہیں لائے گا۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ

اگر ارادہ کرتا اللہ (اسکا) کہ بنائے فرزند وہ، تو چن لیتا، ان میں سے جن کو وہ پیدا کرتا ہے، جس کو وہ چاہتا، (لیکن)

سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

وہ تو پاک ہے (ان چیزوں سے) وہ اللہ ایک ہے، بڑا زبردست ○

﴿ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا'' جیسا کہ بعض بے وقوف لوگوں کا خیال ہے ﴿ لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ﴾ تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن کر اپنے لیے مختص کر لیتا اور اسے اپنا بیٹا بنا لیتا اور اسے بیوی کی ضرورت نہ ہوتی۔ ﴿ سُبْحٰنَهٗ ﴾ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے جن کا یہ کفار اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان کرتے ہیں اور ملحدین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

﴿ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات اور اپنے افعال میں ایک ہے، لہذا اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شبیہ ہے نہ مثیل۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ اپنی وحدت میں اس کا شبیہ ہونے کا مقتضی ہوتا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اور اس کا جز ہوتا۔ وہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی پر غالب ہے۔ اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ مقہور و مغلوب نہ ہوتا اور اپنے باپ کے خلاف جرأت اور گستاخی کرنے والا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اس کا قہر لازم و ملزوم ہیں۔ صرف ایک ہستی ہی غالب اور قاہر ہو سکتی ہے، اس لیے یہ چیز ہر لحاظ سے شراکت کی نفی کرتی ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ

پیدا کیا اس نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے، وہ لپیٹتا ہے رات کو اوپر دن کے اور لپیٹتا ہے دن کو اوپر رات کے،

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤

اور کام میں لگا دیا اس نے سورج اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک، سنو! وہ ہے بڑا غالب، بہت بخشنے والا ○

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ

اس نے پیدا کیا تمھیں ایک ہی جان سے، پھر بنایا اس نے اس سے جوڑا اسکا اور اتارے اس نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ

آٹھ جوڑے (نر اور مادہ) پیدا کرتا ہے وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک (طرح کی) پیدائش بعد دوسری پیدائش کے اندھیروں میں

ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥ اِنْ تَكْفُرُوْا

تین قسم کے یہ ہے اللہ رب تمہارا، اسی کی ہے بادشاہی، نہیں کوئی معبود مگر وہی، پس کہاں تم پھیرے جاتے ہو؟ ○ اگر کفر کرو گے تم

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ

تو اللہ بے پروا ہے تم سے اور نہیں پسند کرتا وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو اور اگر شکر کرو گے تم تو پسند کرتا ہے وہ اسے تمہارے لئے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ

اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا پھر طرف اپنے پروردگار ہی کے تمہارا لوٹنا ہے پس وہ خبر دے گا تمہیں

بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

ساتھ اس چیز کے جو تھے تم عمل کرتے' بلاشبہ وہ جانتا ہے راز سینوں کے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ بے شک اس نے ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ زمین و آسمان کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ وہ بندوں پر اپنے امر و نہی کے ضابطے نافذ کرے اور ان کو ثواب و عقاب عطا کرے۔ ﴿ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ ﴾ یعنی وہ رات اور دن دونوں کو ایک دوسرے میں داخل کرتا ہے' وہ دن اور رات دونوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے' دن اور رات کبھی یکجا نہیں ہوتے بلکہ جب ان میں سے ایک آتا ہے تو دوسرا علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو انتہائی منظم طور پر اور ایک خاص رفتار کے ساتھ مسخر کر رکھا ہے۔ ﴿ کُلٌّ ﴾ یعنی چاند اور سورج ﴿ یَّجْرِیْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی تسخیر کے مطابق چلتے ہیں ﴿ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾ ''ایک وقت مقررہ تک'' یعنی ان دونوں کو ایک مدت مقررہ تک کے لیے مسخر کر رکھا ہے..... یعنی اس دنیا کے خاتمے اور اس کے تباہ ہونے تک..... اللہ تعالیٰ اس دنیا میں موجود ہر چیز' چاند اور سورج کو تباہ کر دے گا' پھر وہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ وہ اپنے اپنے ٹھکانے یعنی جنت اور جہنم میں رہیں۔ ﴿ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ ﴾ وہ ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے' کوئی چیز اس کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ اس نے اپنی قوت عالیہ سے اس عظیم کائنات کو وجود بخشا اور اس کو مسخر کیا جو اس کے حکم کے تحت چل رہی ہے۔ ﴿ الْغَفَّارُ ﴾ وہ اپنے توبہ شعار بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۸۲) ''اور جو کوئی توبہ کرے ایمان لا کر نیک عمل کرے اور راہ راست اختیار کرے' تو میں اسے بخش دیتا ہوں۔'' یعنی میں اس شخص کو بھی بخش دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کو دیکھنے اور شرک کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے کہ ﴿ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ تمہاری کثرت اور زمین کے دور دراز گوشوں میں پھیل جانے کے باوجود' اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ ''پھر اس کا جوڑا بنایا'' تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہو۔

﴿ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ﴾ ''اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے بنائے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی تقدیر سے تخلیق فرمایا جو آسمان سے نازل ہوتی ہے' یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ﴿ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ﴾

''آٹھ جوڑے'' اس سے مراد وہ مویشی ہیں جن کا سورۃ الانعام میں ذکر آیا ہے ﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ﴾ (الانعام: ١٤٣/٦) ''یہ چوپائے آٹھ قسم کے ہیں' دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے'' ﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ (الانعام: ١٤٤/٦) ''اور دو اونٹوں میں سے اور دو گایوں میں سے۔'' متذکرہ بالا مویشیوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصالح کے لیے بہت سے مویشی تخلیق فرمائے ہیں' مگر مذکورہ مویشیوں میں فوائد کی کثرت' ان کے مصالح کی عمومیت اور ان کے شرف کی بنا پر خاص طور پر ان کا ذکر کیا ہے' نیز اس لیے بھی کہ یہ بعض امور کے لیے مخصوص ہیں جن کے لیے کوئی دوسرا مویشی مخصوص نہیں ہے' مثلاً قربانی' ہدی' عقیقہ' ان میں زکوٰۃ کا واجب ہونا اور دیت کی ادائیگی کے لیے ان کا مختص ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے جدّ امجد اور ہماری ماں (حضرت حوا علیہا السلام) کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد ہماری تخلیق کی ابتدا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک مرحلے کے بعد دوسرے مرحلے میں تخلیق کرتا چلا جاتا ہے'' اور تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ کسی مخلوق کا ہاتھ تمھیں چھو سکتا ہے نہ کوئی آنکھ تمھیں دیکھ سکتی ہے۔ اس تنگ جگہ پر اللہ تعالیٰ نے تمھاری پرورش کی ہے ﴿فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ''تین اندھیروں میں'' یعنی پیٹ کا اندھیرا' رحم کا اندھیرا اور اس جھلی کا اندھیرا جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے۔ ﴿ذٰلِكُمُ﴾ وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' سورج اور چاند کو مسخر کیا' جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے مویشی اور نعمتیں پیدا کیں وہ ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ اللہ' تمھارا معبود حقیقی ہے جس نے تمھاری پرورش کی اور تمھاری تدبیر کی۔ جس طرح وہ تمھیں پیدا کرنے اور تمھاری پرورش کرنے میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اپنی الوہیت میں بھی اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں' پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟'' اس توضیح کے بعد اس استحقاق کو بیان فرمایا کہ ان بتوں کی عبادت کی بجائے اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کیا جائے' جو کسی چیز کی تدبیر کرتے ہیں نہ انھیں کوئی اختیار ہے۔

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾ ''اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے۔'' جس طرح تمھاری اطاعت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اسی طرح تمھارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' بلکہ تمھارے لیے اس کا امر و نہی تم پر اس کا محض فضل و احسان ہے ﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا'' کیونکہ ان پر اس کا کامل احسان ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کفران کو ایسی بدبختی میں مبتلا کر دے گا کہ اس کے بعد انھیں کبھی خوش بختی نصیب نہ ہوگی' نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہی وہ غرض و غایت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا' اس لیے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بندے اس مخلوق کو پکاریں جس کو اس مقصد کے لیے تخلیق نہیں کیا گیا ﴿وَاِنْ تَشْكُرُوْا﴾ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس

کے لیے دین میں اخلاص اختیار کر کے اس کا شکر ادا کرو تو ﴿ یَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ ''وہ اس کو تمھارے لیے پسند کرتا ہے'' کیونکہ تم پر اس کی بے پایاں رحمت سایہ کناں ہے، وہ تم پر احسان کو پسند کرتا ہے اور تم اس فعل کو بجا لا رہے ہو جس کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔

تمھارے شرک سے اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے نہ تمھارے اعمال اور تمھاری توحید سے اسے کوئی فائدہ، تم میں سے ہر شخص کا اچھا برا عمل اسی کے لیے ہے۔ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' ﴿ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ ﴾ ''پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''وہ تمھیں تمھارے اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گا'' جن کا اس کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے، جن پر اس کا قلم جاری ہو چکا ہے، جنھیں معزز محافظین نے صحیفوں میں درج کر رکھا ہے اور جن پر تمھارے جوارح تمھارے خلاف گواہی دیں گے اور وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا دے گا۔ ﴿ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ اللہ تعالیٰ سینوں کے اندر پنہاں نیکی اور برائی کے اوصاف کو خوب جانتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا مقصود کامل عدل و انصاف پر مبنی جزا و سزا کے بارے میں خبر دینا ہے۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً

اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے اپنے رب کو رجوع کرتے ہوئے اسکی طرف، پھر جب عطا کرتا ہے وہ اسے کوئی نعمت

مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ

اپنی طرف سے تو بھول جاتا ہے وہ اسکو جو تھا وہ پکارتا اس کی طرف اس سے پہلے اور ٹھہراتا ہے اللہ کیلئے شریک تاکہ گمراہ کرے

عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸

اس کے راستے سے، کہہ دیجیے: فائدہ اٹھا ساتھ اپنے کفر کے تھوڑا، بلاشبہ تو دوزخیوں میں سے ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے پر اپنے فضل و کرم اور اپنے احسان اور بندے کی ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ بندے کو جب مرض اور فقر و فاقہ وغیرہ کی کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ سمندر وغیرہ میں گھر جاتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت حال میں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو نہایت عاجزی اور انابت کے ساتھ اسے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے میں گڑگڑا کر اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ اسے نعمت سے نواز دیتا ہے'' اور اس سے مصیبت اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے ﴿ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾ تو وہ اس تکلیف اور مصیبت کو بھول جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا تھا اور اس طرح گزرتا ہے گویا اس پر کبھی کوئی مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی اور یوں اپنے شرک پر جما رہتا ہے۔ ﴿ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ﴾ ''اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کرے،'' یعنی

خود اپنے نفس کو بھی گمراہ کرے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے کیونکہ دوسروں کو گمراہ کرنا گمراہ ہونے ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے لازم پر دلالت کرنے کے لیے ملزوم کا ذکر کیا ہے۔

﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے!'' اس سرکش انسان سے جس نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا ﴿ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴾ ''اپنے کفر کا تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے یقیناً تو جہنمیوں میں سے ہے۔'' جب تیرا انجام جہنم ہے تو یہ نعمتیں جن سے تو فائدہ اٹھا رہا ہے تیرے کسی کام نہ آئیں گی۔ ﴿ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ○ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ○ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴾ (الشعراء: ۲۶/۲۰۵-۲۰۷) ''کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم انھیں مہلت دے کر برسوں فائدہ اٹھانے دیں، پھر ان کے پاس وہ چیز آ جائے جس کا انھیں وعدہ دیا جا رہا تھا تو یہ سامان زیست جو انھیں عطا کیا گیا ہے ان کے کسی کام نہ آئے گا۔''

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا

کیا (یہ برابر ہوسکتا ہے اسکے) جو شخص کہ وہ عبادت کرنے والا ہو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے اور کھڑے ڈرتا ہے آخرت سے اور امید رکھتا ہے

رَحْمَةَ رَبِّهِ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ؕ

اپنے رب کی رحمت کی، کہہ دیجیے: کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو نہیں علم رکھتے؟

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ ع

بلاشبہ نصیحت تو پکڑتے ہیں عقل والے ہی○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے کے درمیان اور عالم اور جاہل کے مابین مقابلہ ہے، نیز اس کا شمار ایسے امور میں ہوتا ہے جن کا تضاد عقل انسانی میں راسخ اور ان کے درمیان تفاوت یقینی طور پر معلوم ہے۔ پس اپنے رب کی اطاعت سے روگرداں اور خواہشات کی پیروی کرنے والا اس شخص کے مانند نہیں ہو سکتا ہے جو افضل اوقات یعنی رات کے اوقات میں بہترین عبادت، یعنی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین اعمال کو کثرت کے ساتھ بجالانے کے وصف سے موصوف کیا، پھر اسے خوف اور امید کی صفات سے موصوف کیا، نیز ذکر فرمایا کہ خوف ان گناہوں کے بارے میں آخرت کے عذاب سے تعلق رکھتا ہے، جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں اور امید کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہری اور باطنی عمل سے موصوف فرمایا۔

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ ﴾ ''کہہ دیجیے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں'' جو اپنے رب، اس

کے دین شرعی' دین جزائی اور دین کے اسرار اور حکمتوں کا علم رکھتے ہیں ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ اور جو ان مذکورہ امور کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟ یہ دونوں قسم کے لوگ کبھی برابر نہیں ہوتے جس طرح رات اور دن' روشنی اور اندھیرا اور آگ اور پانی برابر نہیں ہوتے۔ ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ ﴾ جب نصیحت کی جاتی ہے تو صرف وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں ﴿ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ جو صاف ستھری اور تیز عقل کے مالک ہیں۔ پس یہی لوگ اعلیٰ کو ادنیٰ پر مقدم رکھتے ہیں' چنانچہ یہ لوگ علم کو جہالت پر اور اللہ کی اطاعت کو اس کی مخالفت پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کی عقل ان کو عواقب میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے برعکس بے عقل شخص اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ

کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے' ڈرو اپنے رب سے' واسطے ان لوگوں کے' جنھوں نے اچھے عمل کیے اس دنیا میں' بھلائی ہے'

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

اور زمین اللہ کی کشادہ ہے' بلاشبہ پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ثواب ان کا' بے شمار ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اشرف الخلوقات یعنی اہل ایمان کو دینی امور میں سے سب سے بہتر چیز تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے کہہ دیجیے اور ان کے سامنے اس سبب کا بھی ذکر کیجیے جو تقویٰ کا موجب ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی نعمتوں کا اقرار' جو ان سے تقویٰ اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہیں اور ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا' جو تقویٰ کا موجب ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ کسی سخی شخص سے کہیں ''اے سخی! صدقہ کر'' اور کسی بہادر شخص سے کہیں ''اے بہادر! لڑائی کر۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا ذکر فرمایا جو دنیا میں ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا ﴾ ''جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی'' اپنے رب کی عبادت کے ذریعے سے تو ان کے لیے ﴿ حَسَنَةٌ ﴾ ''بھلائی'' لامحدود رزق' نفس مطمئنہ اور انشراح قلب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ﴾ (النحل: ۱۶/۹۷) ''جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو' ہم اسے نہایت پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔''

﴿ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ﴾ ''اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔'' یعنی اگر تمھیں زمین کے کسی خطے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیا جائے تو زمین کے کسی دوسرے خطے کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں تم اپنے رب کی عبادت کر سکو اور جہاں تمھارے لیے اقامت دین ممکن ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ﴾ اور چونکہ یہ نص عام ہے' لہٰذا اس مقام پر بعض لوگوں کے لیے یہ کہنے کی مجال تھی کہ جو شخص بھی نیک کام کرے گا اس

کے لیے دنیا میں بھلائی ہے' تو اس شخص کا کیا حال ہے جو کسی خطۂ زمین میں ایمان لایا بایں ہمہ وہ مظلوم اور محکوم و مجبور ہے اور وہ اس بھلائی سے محروم ہے؟ اس لیے اس گمان کا جواب ان الفاظ میں فرمایا: ﴿وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ﴾ ''اور اللہ کی زمین بڑی فراخ ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی اس بشارت کو ان الفاظ میں منصوص فرمایا: ''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا' کسی کا ان سے علیحدہ ہونا اور مخالفت کرنا انھیں کوئی نقصان نہ دے سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچے گا اور یہ گروہ حق اسی نہج پر ہوگا۔''[1]

یہ آیت کریمہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس کی زمین بہت کشادہ ہے اس لیے جب کبھی بھی کسی جگہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیا جائے تو تم کسی دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ۔ ہر زمان و مکان میں یہ حکم عام ہے۔ تب لازم ٹھہرا کہ ہر ہجرت کرنے والے مومن کے لیے مسلمانوں کے اندر کوئی ٹھکانا ہو جہاں وہ پناہ لے سکے اور ایک جگہ ہو جہاں وہ اپنے دین کو قائم کر سکے۔ ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''جو صبر کرنے والے ہیں' انھیں بے شمار ثواب ملے گا۔'' یہ آیت کریمہ صبر کی تمام انواع کے لیے عام ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر اس طرح صبر کرنا کہ اس میں ناراضی کا شائبہ نہ ہو' گناہ اور معاصی کے مقابلے میں صبر کرتے ہوئے ان کے ارتکاب سے بچنا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرتے ہوئے اس پر قائم رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے صبر شعار لوگوں کے لیے بے حساب اجر کا وعدہ کیا ہے' یعنی کسی حد' تعداد اور مقدار کے بغیر۔ یہ صبر کی فضیلت ہے' اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا موقع و محل ہے اور بلاشبہ یہ ہر معاملے میں معین ہے۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ

کہہ دیجیے: بے شک حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ عبادت کروں میں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کیلئے بندگی کو○ اور حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ

أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ

ہوں میں پہلا مسلمان ○ کہہ دیجیے: بے شک میں ڈرتا ہوں' اگر نافرمانی کی میں نے اپنے رب کی' عذاب سے

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم

بڑے دن کے ○ کہہ دیجیے: اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں میں' خالص کرتے ہوئے اس کیلئے اپنی بندگی کو○ پس عبادت کرو تم جس کی تم چاہو

مِّن دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

اسکے سوا' کہہ دیجیے: بلاشبہ نقصان اٹھانے والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دن قیامت کے'

أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ

خبردار! یہی (جہنم کی ہیشگی) ہے خسران ظاہر ○ واسطے ان کے' ان کے اوپر سائبان ہوں گے آگ کے اور

[1] صحيح البخاري' التوحيد' باب قول الله تعالىٰ ﴿إنما قولنا لشيء إذا أردناه﴾' ح: ٧٤٦٠ وصحيح مسلم' الجهاد' باب قوله ﷺ لاتزال طائفة من أمتي......' ح: ١٩٢٠۔

مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

انکے نیچے (بھی) سائبان ہوں گے (یہی) وہ (عذاب) ہے کہ ڈراتا ہے اللہ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو اے میرے بندو! پس ڈرو تم مجھی سے ○

﴿ قُلْ ﴾ اے رسول! لوگوں سے کہہ دیجیے: ﴿ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ ''بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں'' جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں فرمایا: ﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۲) ''پس آپ اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔'' ﴿ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلمان بنوں'' کیونکہ میں مخلوق کے لیے داعی اور ان کے رب کی طرف ان کی راہنمائی کرنے والا ہوں' یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کام کا حکم دیا جائے میں تمام لوگوں سے پہلے اس حکم کی تعمیل کروں اور سب سے پہلے میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔ اس حکم کو بجالانا رسول اللہ ﷺ پر اور ان لوگوں پر لازم ہے جو آپ کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ظاہری اعمال میں اسلام پر عمل کرنا اور ظاہری اور باطنی اعمال میں اللہ کے لیے اخلاص کو مدنظر رکھنا واجب ہے۔

﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اندیشہ ہے'' یعنی اخلاص اور اسلام کے بارے میں میرے رب نے مجھے جو حکم دیا ہے ﴿ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ ''بڑے دن کے عذاب کا۔'' جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا اور جس نے گناہ کیا اسے اس عذاب کے ذریعے سے سزا دی جائے گی۔ ﴿ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِیْ ○ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''کہہ دیجیے! میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ تم اسے چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرتے رہو'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِيْنِ ﴾ (الکافرون: ۱۰۹/ ۱-۶) ''کہہ دیجیے اے کافرو! جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا' نہ تم اس ہستی کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں' نہ میں ان ہستیوں کی عبادت کر سکتا ہوں' جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس ہستی ہی کی عبادت کرتے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں' تمھارا دین تمھارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے۔''

﴿ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ نقصان اٹھانے والے'' درحقیقت وہ لوگ ہیں ﴿ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ ''جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا'' اور اپنے آپ کو ثواب سے محروم کیا اور اس سبب سے وہ بدترین عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ ﴿ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن۔'' ان کے

درمیان اوران کے گھر والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی۔ شدید حزن و غم انھیں آ گھیرے گا اور وہ بہت بڑے گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔ ﴿ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴾ "خبردار! یہی صریح خسارہ ہے۔" اس جیسا اور کوئی خسارہ نہیں اور یہ دائمی خسارہ ہے جس کے بعد کوئی نفع نہیں' بلکہ اس کے بعد سلامتی ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بدتر بدبختی کا ذکر فرمایا جس میں یہ لوگ مبتلا ہوں گے' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ ﴾ "ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے۔" یعنی بادل کے مانند عذاب کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں گے۔ ﴿ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ "اوران کے نیچے بھی (آگ کے) سائبان ہوں گے" ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی جہنمیوں کے عذاب کا یہ وصف جو ہم نے بیان کیا ہے ایک ایسا کوڑا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے سائے کی طرف ہانکتا ہے۔ ﴿ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴾ "اللہ اس عذاب کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے' یہ اس کے بندوں کو تقویٰ کی طرف بلاتا ہے اور ان امور پر زجر و توبیخ ہے جو عذاب کے موجب ہیں۔

پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز میں اپنے بندوں پر رحم کرتی ہے' جس نے اپنے (اللہ) تک پہنچانے والے راستوں کو ان کے لیے نہایت سہل بنایا' ان پر گامزن ہونے کے لیے ان کو آمادہ کیا اور ہر ایسے طریقے سے ان کو ترغیب دی جن کے ذریعے سے نفوسِ انسانی میں شوق پیدا ہوتا ہے اور اس سے قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سوا دیگر اعمال سے ڈرایا ہے اور ان کے سامنے ان اسباب کا بھی ذکر کیا ہے جو انھیں ان اعمال کو ترک کرنے سے روکتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ

اور وہ لوگ کہ بچے وہ طاغوت سے کہ عبادت کریں اس کی اور رجوع کیا انھوں نے اللہ کی طرف' ان کے لیے خوشخبری ہے'

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ

پس خوشخبری دیدیں آپ میرے بندوں کو ○ وہ لوگ جو سنتے ہیں بات کو اور پیروی کرتے ہیں اس میں سے اچھی بات کی یہی وہ

الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

لوگ ہیں کہ ہدایت دی ان کو اللہ نے' اور یہی لوگ ہیں عقل والے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مجرمین کا حال بیان کرنے کے بعد اپنی طرف رجوع کرنے والے بندوں کا حال بیان کرتے اور ان کے لیے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا ﴾ "اور وہ لوگ جو طاغوت کی عبادت کرنے سے بچتے رہے۔" اس مقام پر طاغوت سے مراد غیر اللہ کی عبادت ہے

یعنی جنھوں نے غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کیا۔ یہ حکیم و علیم کی طرف سے بہترین احتراز ہے' کیونکہ مدح تو صرف اسی شخص کو پہنچتی ہے جو ان کی عبادت سے بچتا ہے ﴿ وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ﴾ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اخلاص دین کے ذریعے سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی فطرت کے داعیے بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر ہر چیز کا علم رکھنے والے بادشاہ کی عبادت کی طرف' شرک اور معاصی کو ترک کر کے توحید و اطاعت کی طرف رخ کر لیتے ہیں ﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى ﴾ ''ان کے لیے ایسی خوش خبری ہے'' جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے اور صرف وہی لوگ اس سے واقف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس خوش خبری سے سرفراز فرمایا ہے۔

اس میں' دنیا کے اندر وہ بشارت بھی شامل ہے جو بندۂ مومن کو ثنائے حسن' سچے خوابوں اور عنایت ربانی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ انھیں اس بشارت کے اندر صاف دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کا اکرام چاہتا ہے۔ ان کے لیے موت کے وقت' قبر کے اندر اور قیامت کے روز خوش خبری ہے اور ان کے لیے آخری بشارت وہ ہے جو رب کریم ان کو اپنی دائمی رضا' اپنے فضل و احسان اور جنت کے اندر امان کی صورت میں دے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان مومن بندوں کے لیے خوش خبری ہے تو اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ ان کو خوش خبری دے دیں اور وہ وصف بھی ذکر کر دیا جس کی بنا پر وہ بشارت کے مستحق قرار پائے ہیں۔ ﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ ﴾ ''پس میرے بندوں کو خوش خبری سنا دو' جو بات کو سنتے ہیں'' یہاں (اَلْقَوْلَ) ہر قسم کی بات کو شامل ہے۔ وہ بات کو سنتے ہیں تاکہ وہ امتیاز کر سکیں کہ کس بات کو ترجیح دی جائے اور کس بات سے اجتناب کیا جائے۔ یہ ان کا حزم و احتیاط اور عقل مندی ہے کہ وہ اس میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں۔

بہترین کلام علی الاطلاق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کلام ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر اسی سورۂ مبارکہ میں فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا ﴾ (الزمر: ۲۳/۳۹) ''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے ایک ایسی کتاب کی صورت میں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہے''۔

اس آیت کریمہ میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ جب ان ممدوح لوگوں کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں سے بہترین قول کا اتباع کرتے ہیں' تو گویا یہ کہا گیا ہے کہ آیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے سے بہترین کلام کی معرفت حاصل ہو؟ تاکہ ہم بھی عقل مندوں کی صفات سے متصف ہو جائیں اور جو کوئی اس صفت سے متصف ہو تو ہمیں پتا چل جائے کہ یہ عقل مندوں میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! بہترین کلام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے منصوص فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا ﴾ (الزمر: ۲۳/۳۹) ''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے ایک ایسی کتاب کی صورت میں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہے''۔

﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''وہ لوگ جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے بہترین پہلو کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت بخشی ہے'' یعنی بہترین اخلاق و اعمال کی طرف ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ ''اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔'' یعنی پاک عقل کے مالک ہیں۔ یہ ان کی عقل مندی اور ان کا حزم و احتیاط ہے کہ انھوں نے قول حسن اور غیر حسن کو پہچان لیا اور پھر اس قول کو ترجیح دی جس کو ترجیح دی جانی چاہیے تھی اور یہ عقل مندی کی علامت ہے' بلکہ عقل مندی کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور علامت نہیں ہے' کیونکہ وہ شخص جو قول حسن اور غیر حسن میں امتیاز نہیں کر سکتا' ان لوگوں کے زمرے میں نہیں آتا جو عقل صحیح کے مالک ہیں یا وہ اچھی اور بری بات کے درمیان امتیاز تو کر سکتا ہے لیکن جب شہوتِ نفس عقل پر غالب آجاتی ہے اور عقل شہوت کی محض تابع ہو جاتی ہے تو وہ بہترین کلام کی تعظیم نہیں کرتا تب وہ ناقص العقل قرار پاتا ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

کیا پس جو شخص کہ ثابت ہوگئی اس پر بات عذاب کی' کیا پس آپ چھڑا لیں گے اس کو جو آگ میں ہے؟○ لیکن وہ لوگ جو

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ڈر گئے اپنے رب سے' ان کے لئے بالا خانے ہیں' ان کے اوپر (اور) بالا خانے ہیں بنائے ہوئے' چلتی ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

نہریں (یہ ہے) وعدہ اللہ کا' نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدے کے ○

یعنی وہ شخص جس کے گمراہی' عناد اور کفر پر جمے رہنے کے باعث' اس پر عذاب کا حکم واجب ہو گیا' تو اس کی ہدایت کے لیے آپ کے پاس کوئی چارہ ہے نہ آپ اس شخص کو کسی صورت میں آگ سے بچا سکتے ہیں جو آگ میں گر چکا ہو۔ ہر قسم کا غنا اور فوز و فلاح صرف تقویٰ شعار لوگوں کے لیے ہے جن کے لیے اکرام و تکریم اور مختلف اقسام کی نعمتیں تیار کی گئی ہیں جن کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿ لَهُمْ غُرَفٌ ﴾ یعنی ان کے لیے آراستہ کیے گئے بالا خانے ہیں' جن کی خوبصورتی' حسن اور صفائی کی بنا پر ان کے اندر صاف دیکھا جا سکے گا اور وہ اپنی بلندی کی وجہ سے یوں نظر آئیں گے جیسے مشرقی یا مغربی افق میں غروب ہونے والا ستارہ، بنا بریں فرمایا: ﴿ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ ﴾ یعنی یہ بالا خانے ایک دوسرے کے اوپر ﴿ مَّبْنِيَّةٌ ﴾ سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیے گئے ہوں گے جن کو آپس میں جوڑنے کے لیے مشک کا گارا بنایا گیا ہوگا۔ ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی'' جن کا پانی نہایت تیزی سے رواں ہوگا۔ یہ نہریں جنت کے خوبصورت باغات اور اس کے پاکیزہ درختوں کو سیراب کریں گی جن سے نہایت لذیذ قسم کے پھل اور پکے ہوئے میوے پیدا ہوں گے۔ ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ

اللّٰہُ الْمِيْعَادَ﴾ ''یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔'' اس نے پرہیزگار لوگوں سے اس ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا' لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ تقویٰ کے تمام خصائل کو پورا کریں تا کہ ان کو پورا پورا اجر عطا کیا جائے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ ہی نے نازل کیا آسمان سے پانی' پھر داخل کیا اس کو چشموں میں زمین کے پھر وہ نکالتا ہے

بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ط

اسکے ذریعے سے کھیتی اس حال میں کہ مختلف ہیں رنگ اسکے' پھر وہ خشک ہو جاتی ہے' پس دیکھتے ہیں آپ اسکو زرد شدہ' پھر کر دیتا ہے وہ اسکو ریزہ ریزہ۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ع ﴿٢١﴾

بلاشبہ اس میں البتہ نصیحت ہے واسطے اہل عقل کے ○

اللہ تعالیٰ عقل مندوں کو یاد دلاتا ہے کہ اس نے آسمان سے پانی برسایا' اس پانی کو زمین کے اندر چشموں کی صورت میں رواں دواں کیا' یعنی اس پانی کو چشموں میں محفوظ کیا جہاں سے یہ پانی نہایت آسانی اور سہولت سے نکالا جاتا ہے۔ ﴿ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے سے مختلف قسم کے غلہ جات نکالتا ہے'' مثلاً گیہوں' مکئی' جو اور چاول پیدا کرتا ہے۔ ﴿ثُمَّ يَهِيْجُ﴾ پھر یہ کھیتیاں پوری طرح پک کر یا کسی آفت کی وجہ سے خشک ہو جاتی ہیں ﴿فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا﴾ ''تو تم اسے زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔'' ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''بلاشبہ عقل مندوں کے لیے البتہ اس میں نصیحت ہے۔'' وہ ان کھیتیوں کے ذریعے سے اپنے رب کی عنایات اور بندوں پر اس کی بے پایاں رحمت کو یاد کرتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے اس پانی کے حصول کو آسان بنایا اور ان کے مصالح کے مطابق اس پانی کو زمین کے خزانوں میں جمع کیا۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو یاد کرتے ہیں کہ وہ مردوں کو اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا ہے۔ وہ یہ بھی یاد کرتے ہیں کہ ان تمام افعال کو سر انجام دینے والی ہستی ہی درحقیقت عبادت کی مستحق ہے۔

اے اللہ! ہمیں بھی ان عقل مندوں میں شامل فرما' جن کا تو نے نام بلند کیا' انھیں عقل سے بہرہ مند کر کے راہ راست پر گامزن کیا اور ان کے سامنے اپنی عظیم کتاب کے اسرار اور اپنی آیات سے پردہ اٹھایا جن اسرار کی معرفت ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی' بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط فَوَيْلٌ

کیا پس جو شخص کہ کھول دیا اللہ نے سینہ اسکا واسطے اسلام کے اور وہ روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے (تنگ دل کافر کے برابر ہے؟) پس ہلاکت ہے

لِّلۡقٰسِیَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۲﴾

ان کے لیے کہ سخت ہیں دل ان کے اللہ کی یاد سے، یہی لوگ ہیں صریح گمراہی میں ○

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسعت ہو اور وہ اسلام کے معاملے میں انشراح صدر اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ بصیرت کی راہ پر گامزن ہو...... اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ﴾ ”پس وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہو۔“ سے یہی مراد ہے...... اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو ان مذکورہ اوصاف سے محروم ہے؟

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾ ”پس ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔“ یعنی ان کے سخت دل اس کی کتاب کو سمجھنے کے لیے نرم ہوتے ہیں نہ اس کی آیات سے نصیحت پکڑتے ہیں اور نہ اس کے ذکر سے اطمینان ہی حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے رب سے روگردانی کر کے غیر کی طرف التفات کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے شدید ہلاکت اور بہت بڑی برائی ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ”یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“ اس شخص کی گمراہی سے بڑھ کر کون سی گمراہی ہے جو اپنے والی اور سرپرست سے منہ موڑتا ہے جس کی طرف التفات میں ہر قسم کی سعادت ہے، جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں پتھر کے مانند سخت ہے اور وہ اس چیز کی طرف متوجہ ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ

اللہ نے نازل کی سب سے اچھی بات (یعنی) کتاب، باہم ملتی جلتی، بار بار دہرائی ہوئی، کانپ اٹھتی ہیں اس سے جلدیں ان لوگوں کی جو

یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ

ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف، یہی ہے ہدایت اللہ کی،

یَهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ہدایت دیتا ہے وہ اس کے ذریعے سے جس کو چاہتا ہے اور جسے گمراہ کر دے اللہ پس نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب کے بارے میں، جسے اس نے نازل فرمایا خبر دیتا ہے کہ یہ کتاب علی الاطلاق ﴿اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ﴾ ”بہترین کلام ہے۔“ پس بہتر کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے نازل کی گئی کتابوں میں بہترین کتاب یہ قرآن کریم ہے۔ جب قرآن کریم بہترین کتاب ہے تب معلوم ہوا کہ اس کے الفاظ فصیح ترین اور واضح ترین اور اس کے معانی جلیل ترین ہیں، کیونکہ یہ اپنے الفاظ اور معانی میں بہترین کلام ہے۔ اپنے حسن تالیف اور ہر لحاظ سے عدم اختلاف کے اعتبار سے اس کے تمام اجزا ایک دوسرے سے

مشابہت رکھتے ہیں حتی کہ اگر کوئی اس میں غور وفکر کرے تو اسے اس میں ایسی مہارت‘ اس کے معانی میں ایسی گہرائی نظر آئے گی جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (بے عیب) کلام حکمت اور علم والی ہستی کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر ”تشابہ“ سے یہی مراد ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ (آل عمران: ۷/۳) ”وہ اللہ ہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی‘ اس میں محکم آیات بھی ہیں جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور بعض دوسری متشابہات ہیں۔“ تو اس سے مراد وہ آیات کریمہ ہیں جو بہت سے لوگوں کے فہم سے پوشیدہ اور مشتبہ ہوتی ہیں۔ یہ اشتباہ اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ ان کو آیات محکمات کی طرف نہ لوٹایا جائے، اس لیے فرمایا: ﴿ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ (آل عمران: ۷/۳) ”اس میں محکم آیات بھی ہیں جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور بعض دوسری متشابہات ہیں۔“ اس آیت کریمہ میں بعض آیات میں تشابہ قرار دیا گیا ہے اور یہاں تمام آیات کو متشابہ کہا ہے‘ یعنی حسن میں مشابہ ہیں کیونکہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ ﴾ ”نہایت اچھی باتیں“ اس سے مراد تمام آیات اور سورتیں ہیں‘ جو ایک دوسری سے مشابہت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

﴿ مَّثَانِیَ ﴾ ”دہرائی جاتی ہیں۔“ یعنی اس بہترین کلام میں قصص واحکام‘ وعد و وعید‘ اہل خیر کے اوصاف اور اہل شر کے اعمال کو بار بار دہرایا جاتا ہے‘ نیز اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ اس کلام کا حسن و جلال ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ مخلوق اس کلام کے معانی کی محتاج ہے جو دلوں کو پاک اور اخلاق کی تکمیل کرتے ہیں اس لیے اس نے ان معانی کو دلوں کے لیے وہی حیثیت دی ہے جو درختوں اور پودوں کے لیے پانی کی ہے۔ جس طرح درخت اور پودے عدم سیرابی کے باعث ناقص بلکہ بسا اوقات تلف ہو جاتے ہیں اور پودوں کو جتنا زیادہ بار بار سیراب کیا جائے گا اتنے ہی وہ خوبصورت ہوں گے اور اتنا ہی زیادہ وہ پھل لائیں گے...... اسی طرح دل بھی کلام اللہ کے معانی کے تکرار کے ہمیشہ محتاج رہتے ہیں۔ اگر تمام قرآن میں ایک معنی اس کے سامنے ایک ہی مرتبہ بیان کیا جائے تو معنی اس کی گہرائی میں جاگزیں ہوگا نہ اس سے مطلوبہ نتائج ہی حاصل ہوں گے۔

بنابریں میں اپنی تفسیر میں‘ قرآن مجید کے اسلوب کی اقتدا میں‘ اسی مسلک کریم پر گامزن ہوں، اس لیے آپ کسی بھی مقام پر کوئی حوالہ نہیں پائیں گے‘ بلکہ آپ ہر مقام پر گزشتہ صفحات میں اس سے ملتے جلتے مقام کی تفسیر کی رعایت رکھے بغیر‘ اس کی مکمل تفسیر پائیں گے‘ اگرچہ بعض مقامات پر نسبتاً زیادہ بسط وشرح سے کام لیا گیا اور اس میں فوائد دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور اس کے معانی میں غور وفکر کرنے والے کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ وہ قرآن مجید کے تمام مقامات میں تدبر کو ترک نہ کرے‘ کیونکہ اس سبب سے اسے خیر کثیر اور بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ چونکہ قرآن عظیم اس عظمت وجلال کے ساتھ ہدایت یافتہ اور عقل

مند لوگوں کے دلوں پر بہت اثر کرتا ہے اس لیے فرمایا: ﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ ''جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس (قرآن) سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔'' کیونکہ اس کے اندر بے قرار کر دینے والی تخویف و ترہیب ہے ﴿ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ''پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔'' یعنی امید اور ترغیب کے ذکر کے وقت۔ یہ ذکر کبھی تو ان کو بھلائی کے عمل کی ترغیب دیتا ہے اور کبھی برائی کے عمل سے ڈراتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ'' یعنی ان کے اندر تاثیر قرآن کا اللہ تعالیٰ نے جو ذکر کیا ہے ﴿ هُدَى اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کی ہدایت ہے'' یعنی اس کے بندوں کے لیے اس کی طرف سے ہدایت ہے اور ان پر یہ اس کے جملہ فضل و احسان میں سے ہے۔ ﴿ يَهْدِيْ بِهٖ ﴾ اللہ تعالیٰ اس تاثیر قرآن کے ذریعے سے ہدایت دیتا ہے ﴿ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''جسے چاہتا ہے'' اپنے بندوں میں سے۔ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ﴿ ذٰلِكَ ﴾ سے مراد قرآن ہو یعنی وہ قرآن جس کا وصف ہم نے تمھارے سامنے بیان کیا ہے ﴿ هُدَى اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کی ہدایت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے اس کے راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں ﴿ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔'' یعنی جو اچھا مقصد رکھتے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۱۶) ''اللہ اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کو سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔'' ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سوا کوئی راستہ نہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہو کتاب اللہ پر توجہ مرکوز کرنے کی توفیق بھی اسی سے ملتی ہے۔ پس اگر اللہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو راہ راست پر چلنے کا کوئی طریقہ نہیں تب واضح گمراہی اور رسوا کن بدبختی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا

کیا پس جو شخص بچتا ہے اپنے چہرے کے ذریعے سے برے عذاب سے دن قیامت کے (وہ برابر ہے جنتی کے؟) اور کہا جائے گا ظالموں سے چکھو تم

مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۲۴ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

(مزا اس کا) جو تھے تم کماتے ○ جھٹلایا (تھا) ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے تو آیا ان کے پاس عذاب ایسی جگہ سے کہ نہیں

يَشْعُرُوْنَ ۝۲۵ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

وہ شعور رکھتے تھے ○ پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی دنیا کی زندگی میں اور البتہ عذاب آخرت کا

اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶

بہت بڑا ہے کاش کہ وہ ہوتے جانتے ○

وقف لازم

کیا یہ شخص، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور اپنے اکرام و تکریم کے گھر پہنچانے والے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق سے بہرہ مند کیا ہے اور وہ شخص برابر ہو سکتے ہیں' جو اپنی گمراہی پر جما ہوا اور دائمی عناد میں سرگرداں ہے یہاں تک کہ قیامت آ پہنچے اور بڑا عذاب اسے گھیر لے اور اپنے چہرے کو اس عذاب سے بچانے کی ناکام کوشش کرے؟ چہرہ تمام اعضا میں سب سے زیادہ شرف کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ ادنیٰ سا عذاب اس پر بہت زیادہ اثر کرتا ہے۔ وہ اپنے چہرے کو بہت برے عذاب سے بچانے کی کوشش کرے گا' لیکن اس کے ہاتھ اور پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ﴿ وَ قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ﴾ کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ ''اپنے کرتوتوں کا مزا چکھو۔''

﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیا کی تکذیب کی جس طرح ان لوگوں نے تکذیب کی ﴿ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ گیا کہ انھیں خبر ہی نہ تھی۔'' ان پر یہ عذاب ان کی غفلت کے اوقات میں' یا دن کے وقت یا اس وقت آ نازل ہوا جب وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ ﴿ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''پس اللہ نے انھیں چکھایا۔'' یعنی اس عذاب کے ذریعے سے ﴿ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ دنیا ہی میں رسوائی کا مزا چکھایا' چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ہاں رسوا ہو گئے۔ ﴿ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے' کاش! وہ جان لیتے۔'' اس لیے ان لوگوں کو آپ کی تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے' ورنہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾

اور البتہ تحقیق بیان کی ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ○

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ

قرآن عربی (زبان) میں ہے' نہیں ہے کجی والا' تاکہ وہ ڈریں ○ بیان کی اللہ نے مثال ایک آدمی کی' اس میں

شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ

کئی شریک ہیں باہم اختلاف رکھنے والے اور ایک (اور) آدمی کہ (وہ) خالص ہے ایک ہی آدمی کیلئے' کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ دونوں مثال میں؟ سب تعریف

لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾

اللہ کے لیے ہے' بلکہ اکثر ان کے نہیں علم رکھتے ○ بلاشبہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں ○

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾

پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے قرآن کریم میں تمام مثالیں بیان کی ہیں۔ اہل خیر کی مثالیں، اہل شر کی مثالیں اور توحید و شرک کی مثالیں، نیز ہر وہ مثال بیان کی ہے جو اشیا کے حقائق اور ان کی حکمتوں کو ذہن کے قریب لاتی ہے ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت پکڑیں'' جب ہم ان پر حق واضح کریں اور اس کو جان لینے کے بعد اس پر عمل کریں۔

﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ﴾ یعنی ہم نے اس قرآن عظیم کو عربی میں واضح الفاظ اور آسان معانی والا بنایا ہے، خاص طور پر اہل عرب کے لیے بہت سہل ہے ﴿غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ﴾ یعنی کسی بھی لحاظ سے اس میں کوئی خلل اور کوئی نقص نہیں ہے، نہ اس کے الفاظ میں اور نہ اس کے معانی میں۔ یہ وصف اس کے کمال اعتدال اور کمال استقامت کو مستلزم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا﴾ (الکہف: ۱۸/ ۱، ۲) ''ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی جس میں کوئی کجی نہ رکھی، ٹھیک ٹھیک کہنے والی کتاب۔'' ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں'' کیونکہ ہم نے ان کے لیے اس عربی قرآنِ مستقیم کے ذریعے سے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر مثال بیان کی ہے...... علمی اور عملی تقویٰ کی راہ استوار کر دی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے شرک اور توحید کی تفہیم کے لیے مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا﴾ ''اللہ ایک آدمی کی مثال بیان فرماتا ہے۔'' یعنی غلام کی ﴿فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ ایک دوسرے کی مخالفت کرنے والے بہت سے لوگ اس غلام کی ملکیت میں شریک ہیں جو کسی حالت میں کسی بھی معاملے پر متفق نہیں ہوتے کہ اس کے لیے آرام کرنا ممکن ہو سکے بلکہ وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ ہر ایک شریک کا اپنا اپنا مفاد ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تمھارے خیال میں، ان اختلاف کرنے والے اور جھگڑنے والے شرکا کے مابین، اس غلام کی کیا حالت ہوگی؟

﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ اور ایک آدمی جو خالص صرف ایک شخص کی ملکیت میں ہے۔ وہ اپنے آقا کے مقاصد کو پہچانتا ہے اور اسے کامل راحت حاصل ہے ﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ﴾ ''کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں۔'' ﴿مَثَلًا﴾ ''اس حالت میں'' یہ دونوں شخص کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مشرک کی یہی حالت ہے اس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی بہت سی ہستیاں شریک ہیں۔ وہ کبھی اس کو پکارتا ہے اور کبھی اس کو پکارتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اسے قرار آتا ہے نہ کسی مقام پر اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس موحّد اپنے رب کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر کی شرکت سے پاک رکھا ہے اس لیے وہ کامل راحت اور کامل اطمینان میں ہوتا ہے۔ ﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''کیا دونوں کی حالت مساوی ہو سکتی ہے؟ تمام تعریفیں

اللہ کے لیے ہیں''، یعنی باطل میں سے حق کو واضح کرنے اور ان جہلا کو سیدھی راہ دکھانے پر اللہ تعالیٰ کی ستائش ہے۔ ﴿بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔'' ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ ''(اے نبی!) بلاشبہ آپ کو مرنا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں''، یعنی تم میں سے ہر ایک کو مرنا ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (الأنبیاء: ۲۱/ ۳۴) ''دائمی زندگی، ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لیے نہیں رکھی اگر آپ کو موت آ گئی تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟'' ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ یعنی قیامت کے روز ان امور کے بارے میں تم اپنے رب کے پاس جھگڑو گے جو تمھارے درمیان متنازع ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف پر مبنی حکم کے ذریعے سے تمھارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا ﴿أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ﴾ (المجادلۃ: ۵۸/ ۶) ''جسے اللہ تعالیٰ نے شمار کر رکھا ہے اور یہ لوگ اسے بھلا بیٹھے ہیں۔''

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمٰن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر چوبیس 24

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهَٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر چوبیس 24

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى

پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے جھوٹ بولا اوپر اللہ کے اور جھٹلایا سچائی کو جب آئی وہ اسکے پاس' کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا

لِّلْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾ لَهُم مَّا

کافروں کیلئے؟ ○ اور وہ جو آیا ساتھ سچائی کے اور جس نے تصدیق کی اس کی' یہی لوگ ہیں متقی ○ ان کے لئے ہے جو

يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي

وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس' یہی ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا ○ تاکہ دور کردے اللہ ان سے برائی' وہ جو

عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٥﴾

انہوں نے کی اور دے ان کو اجران کا بدلے میں نیکی کے جو تھے وہ کرتے ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے اور خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ﴿مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' یا تو کسی ایسی چیز کو اس کی طرف منسوب کیا جو اس کے جلال کے لائق نہیں یا اس نے نبوت کا دعویٰ کیا یا اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دی کہ وہ یوں کہتا ہے یا یوں خبر دیتا ہے یا اس طرح کا حکم دیتا ہے' جبکہ اس نے جھوٹ کہا ہے۔ اگر کسی نے جہالت کی بنا پر ایسی بات کہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت آتا ہے: ﴿وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: ٣٣/٧) ''اور (اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام ٹھہرادیا) یہ کہ تم اللہ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔'' ورنہ یہ بدترین بات ہے۔

﴿وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ﴾ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جس کے پاس حق آیا' واضح دلائل جس کی تائید کرتے تھے مگر اس نے حق کی تکذیب کی۔ اس کی تکذیب بہت بڑا ظلم ہے کیونکہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس نے حق کو رد کیا۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے اور حق کی تکذیب کو جمع کیا تو یہ ظلم در ظلم ہے۔ ﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ﴾ ''کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں؟'' جہنم کے عذاب میں مبتلا کر کے ان سے بدلہ لیا جائے گا اور ہر ظالم اور کافر سے اللہ تعالیٰ کا حق وصول کیا جائے گا۔ ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمٰن: ١٣/٣١) ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جھوٹے اور جھٹلانے والے کا جرم اور اس کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد' صاحب صدق اور حق کی تصدیق کرنے والے اور اس کے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾ ''اور جو شخص سچی بات لے کر آئے۔'' یعنی جو اپنے قول و عمل میں صدق کا حامل ہے۔ اس آیت کریمہ میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین داخل ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی خبروں اور احکام کی تصدیق کی اور خصائل صدق کو اپنایا۔

﴿وَصَدَّقَ بِهِ﴾ یعنی صدق (حق بات) کی تصدیق کی۔ انسان کبھی کبھی صاحب صدق تو ہوتا ہے' مگر وہ

صدق کی تصدیق نہیں کرتا اس کا سبب کبھی تو اس کا متکبر ہونا ہوتا ہے اور کبھی اس کا سبب وہ حقارت ہوتی ہے جو وہ صدق لانے والے کے لیے اپنے اندر رکھتا ہے' اس لیے مدح میں صدق اور تصدیق دونوں لازم ہیں۔ پس اس کا صدق اس کے علم اور عدل پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تصدیق اس کے تواضع اور عدم تکبر پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ یعنی وہ لوگ جنھیں ان دونوں امور کو جمع کرنے کی توفیق سے نوازا گیا ﴿هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ "وہی متقی ہیں" کیونکہ تقویٰ کے تمام خصائل واوصاف صدق اور تصدیق حق کی طرف لوٹتے ہیں۔

﴿لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ "وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے۔" ان کے لیے ان کے رب کے پاس ایسا ثواب ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے حاشیہ خیال میں اس کا کبھی گزر ہوا ہے۔ لذات وخواہشات میں سے جس چیز کا بھی ارادہ کریں گے وہ ان کو حاصل ہوگی اور ان کو مہیا کر دی جائے گی۔ ﴿ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ﴾ "نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے۔" یہ وہ لوگ ہیں جو اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اگر ان میں یہ کیفیت نہ ہو تو انھیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں دیکھ رہا ہے۔ ﴿الْمُحْسِنِينَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔

﴿لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ "تاکہ اللہ ان سے برائیوں کو جو انھوں نے کیں دور کرے اور نیک کاموں کا جو وہ کرتے رہے بہتر بدلہ دے۔" انسانی عمل کے تین احوال ہیں: اول: بدترین عمل۔ دوم: بہترین عمل۔ سوم: نہ برا نہ اچھا۔

یہ آخری قسم مباحات کے زمرے میں آتی ہے' جن پر کوئی ثواب وعقاب مترتب نہیں ہوتا۔ بدترین اعمال سب معاصی اور نافرمانیاں اور بہترین اعمال سب نیکیاں ہیں۔ اس تفصیل سے آیت کریمہ کا معنی واضح ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ﴿لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ یعنی ان کے تقویٰ اور احسان کے سبب سے ان کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دے گا۔ ﴿وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ یعنی انکی نیکیوں اور تقویٰ کے سبب سے ان کو انکی تمام نیکیوں کا اجر ملے گا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النسآء: ٤/ ٤٠) "اللہ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ اگر نیکی ہو تو وہ اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کرتا ہے۔"

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

کیا نہیں ہے اللہ کافی اپنے بندے کو؟ اور وہ ڈراتے ہیں آپکو ان لوگوں سے جو اسکے سوا ہیں' اور جس کو گمراہ کر دے اللہ' تو نہیں ہے اسکو

مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انتِقَامٍ ﴿٣٧﴾

کوئی ہدایت دینے والا ○ اور جس کو ہدایت دے اللہ تو نہیں ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا' کیا نہیں ہے اللہ غالب انتقام لینے والا؟ ○

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔'' یعنی کیا یہ اللہ کا اپنے اس بندے پر جود و کرم اور اس کی عنایت نہیں جو اس کی عبودیت پر قائم ہے' اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ بندہ جو تمام مخلوق میں عبودیت کے کامل ترین مرتبے پر فائز ہے' یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام دینی اور دنیاوی امور میں ان کے لیے کافی ہوگا اور جو کوئی آپ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے آپ کی مدافعت کرے گا۔ ﴿ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ یعنی وہ آپ کو بتوں اور خود ساختہ معبودوں سے ڈراتے ہیں کہ آپ پر ان کی مار پڑے گی' یہ ان کی گمراہی ہے ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ﴾ ''اور اللہ جسے گمراہی میں مبتلا کر دے تو کوئی اسے راستہ نہیں دکھا سکتا اور جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں'' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے ہاتھ میں ہدایت اور گمراہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جو نہیں چاہتا وہ کبھی نہیں ہو سکتا ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ﴾ ''کیا اللہ غالب نہیں؟'' یعنی وہ کامل قہر اور غلبے کا مالک ہے جس کے ذریعے سے وہ ہر چیز پر غالب ہے اسی غلبہ و قہر کی بنا پر وہ اپنے بندے کے لیے کافی ہے اور اس سے انکی سازشوں اور مکر و فریب کو دور کرتا ہے۔ ﴿ ذِي انْتِقَامٍ ﴾ جو کوئی اسکی نافرمانی کرتا ہے وہ اس سے انتقام لیتا ہے' اس لیے ان تمام امور سے بچو جو اسکی ناراضی کے موجب ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

اور البتہ اگر آپ پوچھیں ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ تو ضرور ر کہیں گے وہ: اللہ نے' کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو' جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ

اللہ کے سوا اگر ارادہ کرے میرے حق میں اللہ تکلیف کا' تو کیا وہ دور کر سکتے ہیں اسکی تکلیف کو؟ یا وہ ارادہ کرے میرے حق میں مہربانی کا تو کیا

هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

وہ روک سکتے ہیں اس کی مہربانی کو؟ کہہ دیجیے: کافی ہے مجھے اللہ' اسی پر بھروسا کرتے ہیں بھروسا کرنے والے ○

یعنی اگر آپ ان گمراہ لوگوں سے پوچھیں' جو آپ کو اللہ کے سوا خود ساختہ معبودوں سے ڈراتے ہیں جبکہ آپ نے ان کے خلاف انہی کے نفسوں سے دلیل قائم کی ہے' اور ان سے کہیں: ﴿ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟'' تو یہ مشرکین اس بات کو ثابت کرنے سے قاصر رہیں گے کہ ان کی تخلیق میں ان کے معبودوں کا کچھ حصہ ہے۔ ﴿ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ وہ ضرور کہیں گے کہ اس کائنات کو اکیلے اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہونے کے بعد ان کے معبودوں کی بے بسی ثابت کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ ﴾ مجھے بتاؤ ﴿ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ ﴾ ''جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے (کسی بھی قسم کا) نقصان دینا چاہے'' ﴿ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ ﴾ ''کیا وہ اس کی تکلیف

کو دور کر سکتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پہنچائے ہوئے ضرر کا مکمل ازالہ یا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کر کے اس ضرر میں کوئی تخفیف کر سکتے ہیں؟

﴿ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ ﴾ یا وہ میرے ساتھ رحمت و فضل کا معاملہ کرنا چاہے جس کے ذریعے سے وہ مجھے کوئی دینی یا دنیاوی منفعت عطا کرے ﴿ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ﴾ کیا وہ خود ساختہ معبود اس رحمت کو مجھ تک پہنچنے سے روک سکتے ہیں؟ یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ ان کے معبود کسی نقصان کو دور کر سکتے ہیں نہ اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں۔ قطعی دلیل کے واضح ہو جانے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود برحق ہے وہی تمام کائنات کا خالق ہے' نفع و نقصان صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کے سوا دیگر معبودانِ باطل ہر لحاظ سے کچھ پیدا کرنے اور کوئی نقصان پہنچانے سے عاجز ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی کفایت کے حصول اور ان مشرکین کے مکروفریب سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ حَسْبِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ یعنی اپنے مصالح کے حصول اور دفع ضرر کے لیے بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔ وہ ہستی جو کلی کفایت کی مالک ہے' میرے لیے کافی ہے وہ میرے اہم اور غیر اہم امور میں مجھے کفایت کرے گی۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْهِ

کہہ دیجیے: اے میری قوم! عمل کرو تم اپنی جگہ پر بیشک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں پس عنقریب تم جان لوگے ○ کون ہے کہ آتا ہے اسکے پاس

عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾

عذاب جو رسوا کر دے اس کو اور اترتا ہے اس پر عذاب ہمیشہ دائمی رہنے والا ○

﴿ قُلْ ﴾ ''(اے رسول! ان سے) کہہ دیجیے: ﴿ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ﴾ ''اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ'' یعنی تم اسی حالت میں عمل کرتے رہو جس پر تم اپنے لیے راضی ہو' یعنی ان ہستیوں کی عبادت کرتے رہو جو عبادت کی مستحق ہیں نہ انھیں کسی چیز کا کوئی اختیار ہے۔ ﴿ اِنِّیْ عَامِلٌ ﴾ اور میں تمھیں اکیلے اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنے کی دعوت دیتا رہوں گا۔ ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا'' کہ کس کا انجام اچھا ہے۔ ﴿ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ ﴾ ''اور کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا؟'' یعنی دنیا میں ﴿ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ ﴾ ''اور نازل ہوگا اس پر'' یعنی آخرت میں ﴿ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴾ ''ہمیشہ کا عذاب۔'' آخرت میں اس کو ہمیشہ قائم رہنے والے عذاب میں ڈالا جائے گا' یہ عذاب اس سے ہٹایا جائے گا نہ یہ ختم ہوگا۔ یہ مشرکین کے لیے سخت تہدید ہے۔ انھیں بھی معلوم ہے کہ وہ دائمی عذاب کے مستحق ہیں' مگر ظلم اور عناد ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

بلاشبہ نازل کی ہم نے آپ پر کتاب لوگوں کے لیے ساتھ حق کے' پس جس نے ہدایت پائی' تو اپنے ہی لئے اور جو گمراہ ہوا تو

ع
۱

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان کو اور نہیں ہیں آپ ان پر کوئی ذمے دار ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ پر کتاب نازل فرمائی جو اپنی خبر اور اپنے اوامر و نواہی میں حق پر مشتمل ہے' جو ہدایت کی اصل بنیاد اور ہر اس شخص کے لیے پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس اور اسکے اکرام و تکریم کے گھر پہنچنا چاہتا ہے' نیز اس کتاب کے ذریعے سے تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو گئی ہے۔

﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى ﴾ پس جس نے اس کی روشنی سے راہنمائی حاصل کی اور اس کے احکامات کی پیروی کی ﴿ فَلِنَفْسِهٖ ﴾ تو اس کا فائدہ اسی کی طرف لوٹے گا ﴿ وَمَنْ ضَلَّ ﴾ اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی گمراہ ہوا ﴿ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾ "تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے" اور وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ "اور آپ ان پر نگران نہیں ہیں" کہ آپ ان کے اعمال پر نگاہ رکھیں' ان پر ان کا محاسبہ کریں اور جس کام پر چاہیں ان کو مجبور کریں۔ آپ تو صرف پہنچا دینے والے ہیں اور آپ وہ چیز ان تک پہنچا دیتے ہیں جسے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ

اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو وقت انکی موت کے' اور جو نہیں مریں (انھیں بھی قبض کرتا ہے) انکی نیند میں' پس وہ روک لیتا ہے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

اس (روح) کو کہ فیصلہ کر دیا اس نے اس پر موت کا اور بھیج دیتا ہے دوسری کو ایک وقت مقرر تک

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اکیلا ہی بندوں پر' ان کی نیند اور بیداری میں' ان کی زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴾ "اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔" یہ وفات کبریٰ، موت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ وہ وفات دیتا ہے اور فعل کی اپنی طرف اضافت کرنا' اس بات کے منافی نہیں کہ اس نے اس کام کے لیے ایک فرشتہ اور اس کے کچھ اعوان و مددگار مقرر کر رکھے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ﴾ (السجدۃ: ۱۱/۳۲) "کہہ دیجیے کہ موت کا فرشتہ تمھیں وفات دیتا ہے جو تمھارے لیے مقرر کیا گیا ہے" نیز فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶۱/۶) "حتی کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔" اللہ تعالیٰ نے تمام امور کی

اضافت اس اعتبار سے اپنی طرف کی ہے کہ وہی خالق اور تدبیر کرنے والا ہے اور ان امور کو اس اعتبار سے ان کے اسباب کی طرف مضاف کرتا ہے کہ اس کی سنت اور حکمت ہے کہ اس نے ہر کام کا کوئی سبب مقرر فرمایا ہے۔

﴿ وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ﴾ ''اور اس جان کو بھی (عارضی وفات دیتا ہے) جو اپنی نیند میں نہیں مرتی۔'' اور یہ موت صغریٰ ہے یعنی وہ اس نفس کو روک رکھتا ہے جو نیند کے دوران حقیقی موت سے ہم کنار نہیں ہوتا ﴿ فَیُمْسِكُ ﴾ پھر ان دو نفسوں میں سے اس نفس کو روک رکھتا ہے ﴿ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ ﴾ ''جس کے بارے موت کا فیصلہ کر دیتا ہے۔'' اس سے مراد وہ نفس ہے جس پر حقیقی موت وارد ہوتی ہے یا نیند کے دوران اس پر موت آتی ہے۔ ﴿ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''اور دوسرے نفس کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے'' یعنی اس کے رزق اور مدت کی تکمیل تک کے لیے۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو (اس کے کامل اقتدار' مرنے کے بعد اس کی دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت پر) غور و فکر کرتے ہیں۔''

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ روح اور نفس ایک جسم ہے اور بنفسہ قائم ہے۔ اس کا جوہر بدن کے جوہر سے مختلف ہے۔ یہ بھی مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کے دست تدبیر کے تحت ہے' وفات دینے' روک لینے اور چھوڑ دینے میں اللہ تعالیٰ کا اس پر تصرف ہے۔ زندوں کی اور مردوں کی ارواح عالم برزخ میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں وہ اکٹھی ہو کر آپس میں باتیں کرتی ہیں' پس اللہ زندوں کی ارواح کو چھوڑ دیتا ہے اور مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا

کیا بنائے ہیں انہوں نے اللہ کے سوا سفارشی' کہہ دیجیے: اگرچہ ہوں وہ نہ اختیار رکھتے کسی چیز کا اور نہ

یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

عقل رکھتے (ہوں) ○ کہہ دیجیے: اللہ ہی کے لیے ہے سفارش سب' اسی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی'

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر سخت نکیر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو سفارشی بناتے ہیں' ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں' ان سے مانگتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ﴿ قُلْ ﴾ ان کی جہالت اور ان کے خود ساختہ معبودوں کے عبادت کے مستحق نہ ہونے کو واضح کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ اَوَلَوْ كَانُوْا ﴾ ''خواہ وہ'' یعنی جن کو تم نے اپنا سفارشی بنا رکھا ہے ﴿ لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا ﴾ زمین اور آسمان میں' چھوٹی یا بڑی' کسی ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہ ہوں' بلکہ ﴿ وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ﴾ ان میں عقل ہی نہیں کہ وہ مدح کے مستحق ہوں کیونکہ یہ جمادات' پتھر' درخت

بت یا مرے ہوئے لوگ ہیں۔ کیا اس شخص میں، جس نے ان کو اپنا معبود بنایا ہے، کوئی عقل ہے؟ یا وہ دنیا کا گمراہ ترین، جاہل ترین اور سب سے بڑا ظالم ہے؟

﴿قُلْ﴾ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجیے: ﴿لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ ''سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے'' کیونکہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ ہر سفارش کرنے والا اللہ سے ڈرتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس، اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرنا چاہتا ہے تو معزز سفارشی کو اپنے ہاں سفارش کرنے کی اجازت عطا کر دیتا ہے۔ یہ اس کی طرف سے ان دونوں پر رحمت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے متحقق فرمایا کہ شفاعت تمام تر اسی کا اختیار ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی حکومت اسی کے لیے ہے'' یعنی ان میں ذوات، افعال اور صفات جو کچھ بھی ہیں سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، لہٰذا واجب ہے کہ سفارش اسی سے طلب کی جائے جو اس کا مالک ہے اور اسی کے لیے عبادات کو خالص کیا جائے ﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور وہ صاحب اخلاص کو ثواب جزیل عطا کرے گا اور جس نے شرک کیا اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ

اور جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ اکیلے کا تو (توحید الٰہی سے) نفرت کرتے (تنگ پڑ جاتے) ہیں دل ان کے جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر اور جب ذکر کیا جاتا ہے

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ان (معبودوں) کا جو اس کے سوا ہیں تو اس وقت وہ بڑے خوش ہوتے ہیں ○ کہہ دیجیے: اے اللہ! پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے،

عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

جاننے والے چھپے اور ظاہر کے! تو ہی فیصلہ کرے گا درمیان اپنے بندوں کے ان باتوں میں کہ تھے وہ ان میں اختلاف کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے حال اور ان کے شرک کے تقاضے کا ذکر کرتا ہے۔ ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ﴾ ''جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے'' یعنی جب اس کی توحید کا ذکر کیا جاتا ہے، دین کو صرف اسی کے لیے خالص کر کے عمل کرنے اور اس کے سوا دیگر معبودوں کو چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، تو وہ منقبض ہو جاتے ہیں، نفرت کرتے ہیں اور شدید ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں اور خود ساختہ معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور دعوت دینے والا ان کی عبادت اور ان کی مدح کی دعوت دیتا ہے ﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ تو وہ اپنے معبودوں کا ذکر سن کر فرحت اور خوشی سے کھل اٹھتے ہیں کیونکہ شرک ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے ان کی یہ حالت بدترین حالت ہے مگر ان سے روز جزا تک کے لیے مہلت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس لیے اس دن ان سے حق وصول کیا جائے گا اور اس دن دیکھا جائے گا

کہ آیا ان کے معبودان کو کوئی فائدہ دے سکتے ہیں جن کی یہ لوگ عبادت کیا کرتے ہیں؟

اسی لیے فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ یعنی کہہ دیجیے: اے اللہ! زمین و آسمان کو پیدا کرنے اور انکی تدبیر کرنے والے ﴿ عٰلِمَ الْغَيْبِ ﴾ اور ان تمام امور کو جاننے والے جو ہماری آنکھوں اور ہمارے علم سے غائب ہیں ﴿ وَالشَّهَادَةِ ﴾ اور جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں ﴿ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ”تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، فیصلہ کرے گا۔“ سب سے بڑا اختلاف موحد و مخلص بندوں، جو کہتے ہیں کہ ان کا موقف حق ہے اور آخرت میں صرف انھی کے لیے بھلائی ہے، اور مشرکین کے درمیان ہے جنھوں نے تجھے چھوڑ کر بتوں اور دوسری ہستیوں کو اپنا معبود بنا لیا اور ان ہستیوں کو تیرے برابر ٹھہرایا جو کسی طرح بھی برابر نہیں ہیں۔ وہ تجھے انتہائی حد تک ناقص قرار دیتے ہیں جب ان کے خود ساختہ معبودوں کا ذکر ہوتا ہے تو خوشی سے کھل اٹھتے ہیں اور جب تیرا ذکر ہوتا ہے تو وہ نہایت کراہت سے منقبض ہو جاتے ہیں با ایں ہمہ ان کو زعم ہے کہ وہ حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر ہیں اور وہ آخرت میں بھلائی سے بہرہ مند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ (الحج: ۱۷/۲۲) ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی، عیسائی، صابی اور مجوسی ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔“

اس کے بعد آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (الحج: ۱۹/۲۲-۲۳) ”یہ جھگڑے کے دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پس ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان کو آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر تک کے حصے گل جائیں گے اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے جب بھی وہ غم کے مارے جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے (اور انھیں کہا جائے گا:) اب جلا دینے والے عذاب کا مزا چکھو۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ انھیں اس میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے

جائیں گے اور وہاں ان کے لباس ریشم کے ہوں گے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ (الانعام: ٨٢/٦) ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہ کیا' وہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (مکمل) امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ﴾ (المائدۃ: ٧٢/٥) ''جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو بلاشبہ اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے عمومِ تخلیق' عمومِ علم اور بندوں کے درمیان عمومِ حکم کا بیان ہے تمام مخلوقات اسکی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے اور دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور انھیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ بندوں کے اچھے برے اعمال اور انکی جزا و سزا اور اس کی تخلیق اس کے علم پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ﴾ (ملک: ١٤/٦٧) ''کیا وہ نہیں جانتا جس نے (انھیں) پیدا کیا ہے؟''

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ

اور اگر بلاشبہ ہوان لوگوں کیلئے جنھوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اسکی مثل اس کے ساتھ (اور بھی) تو وہ البتہ فدیے میں دے دیں اسے برے

الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

عذاب سے قیامت کے دن' اور ظاہر ہو جائے گا ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) جس کا نہیں تھے وہ گمان کرتے ○

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ظاہر ہو جائیں گی ان کیلئے برائیاں ان (عملوں) کی جو انھوں نے کمائے ہوں گے اور گھیر لے گا انکو وہ (عذاب) کہ تھے وہ جسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے ○

اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا' مشرکین کے قول اور اس کی قباحت کا ذکر کیا۔ گویا نفوس اس انتظار میں ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان کیلئے ﴿ سُوْٓءِ الْعَذَابِ ﴾ سخت ترین اور بدترین عذاب ہے جس طرح وہ سخت ترین اور بدترین کفر کی باتیں کیا کرتے تھے۔ فرض کیا زمین کا تمام سونا' چاندی' جواہرات' اس کے تمام حیوانات' اس کے تمام درخت اور کھیتیاں' اس کے تمام برتن اور اثاثے اور اتنا ہی سب کچھ اور ان کی ملکیت ہو اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے خرچ کریں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے کام نہیں آ سکے گا ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴾ (الشعراء: ٢٦/ ٨٨' ٨٩) ''اس روز مال فائدہ دے گا نہ بیٹے' سوائے اس کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔'' ﴿ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴾

’’اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا انھیں خیال بھی نہ تھا۔‘‘ یعنی اس بہت بڑی ناراضی کا تو انھیں گمان تک نہ تھا وہ تو اپنے بارے میں اس کے برعکس فیصلے کرتے رہے تھے۔

﴿ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ﴾ یعنی ان کے کرتوتوں کے سبب ان پر وہ امور ظاہر ہوں گے جو ان کو بہت برے لگیں گے ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ اور وہ عذاب اور وعید جن کا یہ تمسخر اڑایا کرتے تھے وہ ان پر آ نازل ہوگی۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ

پس جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے ہمیں پھر جب عطا کر دیتے ہیں ہم اسکو کوئی نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے بلاشبہ دیا گیا ہوں میں یہ

عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(اپنے) علم کی بدولت (نہیں) بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ○ تحقیق کہی یہی بات ان لوگوں نے جو ہوئے ان سے پہلے

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

پس نہ کام آیا انکے وہ جو تھے وہ کماتے ○ پس پہنچیں انکو برائیاں ان (عملوں) کی جو انہوں نے کمائے اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا

مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا

ان میں سے عنقریب پہنچیں گی انکو برائیاں ان (عملوں) کی جو انہوں نے کمائے ہوں گے اور نہیں ہیں وہ عاجز کرنیوالے ○ کیا نہیں جانا انہوں نے کہ

اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾

بلاشبہ اللہ ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کیلیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے، بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلیے جو ایمان رکھتے ہیں○

اللہ تعالیٰ انسان کے حال اور اس کی فطرت کے بارے میں آگاہ کرتا ہے کہ جب اسے کوئی بیماری، شدت یا تکلیف پہنچتی ہے ﴿ دَعَانَا ﴾ تو وہ اس نازل ہونے والی مصیبت کو دور کرنے کے لیے گڑگڑا کر ہمیں پکارتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ﴾ ’’پھر جب ہم اسے اپنی نعمت عطا کر دیتے ہیں‘‘ یعنی جب ہم اس کی تکلیف کو دور اور اس کی مشقت کو زائل کر دیتے ہیں تو وہ اپنے رب کی ناسپاسی اور اس کے احسان کا اعتراف کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ’’کہتا ہے: مجھے تو یہ سب کچھ علم کے سبب دیا گیا ہے۔‘‘ یعنی اللہ کی طرف سے علم کی بنا پر حاصل ہوا ہے اور میں اس کا اہل اور اس کا مستحق ہوں کیونکہ میں اس کے ہاں بہت برگزیدہ ہوں یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ سب کچھ مجھے مختلف طریقوں سے حاصل کیے گئے میرے علم کے سبب سے مجھے عطا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ ﴾ ’’بلکہ یہ ایک فتنہ ہے‘‘ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس کا شکر گزار ہے اور کون اس کی ناشکری کرتا ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ’’لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے‘‘ اس لیے وہ فتنہ اور آزمائش کو اللہ تعالیٰ کی نوازش سمجھتے ہیں،

ان کے سامنے خالص بھلائی اس چیز کے ساتھ مشتبہ ہو جاتی ہے جو بھلائی یا برائی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ یعنی ان سے پہلے لوگ بھی یہی کہتے تھے یعنی ان کا یہ مقولہ ﴿ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ اہل تکذیب کے ہاں ہمیشہ سے متوارث چلا آ رہا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرتے ہیں نہ اس کا کوئی حق سمجھتے ہیں۔ گزشتہ لوگوں کی یہی عادت رہی یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ﴿ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ چنانچہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے پکڑا تو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

﴿ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ﴾ ''ان پر ان کے اعمال کے وبال پڑ گئے۔'' اس مقام پر (سَیِّـئَـات) سے مراد ''عقوبات'' ہیں کیونکہ یہ عقوبات ہی انسان کے لیے تکلیف دہ اور اس کو غم زدہ کرتی ہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ﴾ ''اور جو لوگ ان میں سے ظلم کرتے رہے ہیں عنقریب ان پر ان کے عملوں کے وبال پڑیں گے۔'' پس یہ لوگ نہ تو گزشتہ لوگوں سے بہتر ہیں اور نہ ان کو کوئی براءت نامہ ہی لکھ کر دیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے مال کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی جہالت کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ مال اپنے مالک کے حسن حال پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا رزق اس بات پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ اپنے بندوں میں سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے ﴿ وَيَقْدِرُ ﴾ اور جس کو چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے یعنی وہ اپنے بندوں میں سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد جس کا چاہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے اس کا رزق تمام مخلوق میں مشترک ہے مگر ایمان اور عمل صالح صرف ان لوگوں کے لیے مختص کرتا ہے جو مخلوق میں بہترین لوگ ہوتے ہیں۔

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ''بے شک اس میں بھی ان کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔'' یعنی رزق کی کشادگی اور تنگی میں اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ رزق کی تنگی اور کشادگی کا مرجع محض اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کو خوب جانتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے بندوں پر لطف و کرم کی وجہ سے بھی ان پر رزق تنگ کر دیتا ہے کیونکہ اگر وہ ان کا رزق کشادہ کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرتے ہیں۔ رزق کی اس تنگی میں اللہ تعالیٰ ان کے دین کی اصلاح کی رعایت رکھتا ہے جو ان کی سعادت اور فلاح کی بنیاد ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ

کہہ دیجیے: اے میرے بندو! وہ جنھوں نے ظلم کیا ہے اپنی جانوں پر، نہ مایوس ہو تم اللہ کی رحمت سے، بلاشبہ اللہ معاف کر دیتا ہے

الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ

گناہ سب، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے○ اور رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف اور مطیع ہو جاؤ اس کے

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿54﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

پہلے اسکے کہ آ جائے تمہارے پاس عذاب پھر نہ تم مدد کیے جاؤ○ اور پیروی کرو تم اس بہترین بات کی جو نازل کی گئی تمہاری طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿55﴾ اَنْ تَقُوْلَ

تمہارے رب کی طرف سے پہلے اسکے کہ آ جائے تمہارے پاس عذاب اچانک اس حال میں کہ تم نہ شعور رکھتے ہو○ (ایسا نہ ہو) کہ کہے

نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿56﴾ اَوْ تَقُوْلَ

کوئی نفس، ہائے افسوس اس پر جو کوتاہی کی میں نے اللہ کے حق میں اور بلاشبہ رہا میں ٹھٹھا کرنے والوں میں سے○ یا کہے

لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿57﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ

اگر بیشک اللہ ہدایت دیتا مجھے تو ضرور ہو جاتا میں پرہیزگاروں میں سے○ یا کہے جس وقت دیکھے گا عذاب، اگر بے شک (ہو)

لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿58﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا

میرے لئے دوبارہ لوٹنا تو ہو جاؤں گا میں نیکوکاروں میں سے○ کیوں نہیں! تحقیق آئیں تیرے پاس میری آیتیں تو جھٹلایا تو نے انکو

وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿59﴾

اور تکبر کیا تو نے اور تھا تو کافروں میں سے○

اللہ تعالیٰ اپنے حد سے بڑھ جانے والے، یعنی بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے، بندوں کو آگاہ کرتا ہے کہ اس کا فضل و کرم بہت وسیع ہے نیز انھیں اپنی طرف رجوع کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اس سے قبل کہ رجوع کرنا ان کے لیے ممکن نہ رہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ اے رسول اور جو کوئی دعوت دین میں آپ کا قائم مقام ہو! اپنے رب کی طرف سے بندوں کو آگاہ کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے'' یعنی جنھوں نے گناہوں کا ارتکاب کر کے اور علام الغیوب کی ناراضی کے امور میں کوشاں ہو کر اپنے آپ پر زیادتی کی ﴿ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو اور کہنے لگو کہ ہمارے گناہ بہت زیادہ اور ہمارے عیوب بہت بڑھ گئے اب ایسا کوئی طریقہ نہیں جس سے وہ گناہ زائل ہو جائیں پھر اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مصر رہو اور اس طرح رحمٰن کی ناراضی مول لیتے رہو۔

اپنے رب کو اس کے ان اسماء سے پہچانو جو اس کے جود و کرم پر دلالت کرتے ہیں اور جان رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ﴿ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ ''سارے ہی گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ شرک، قتل، زنا، سود خوری اور ظلم وغیرہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے'' یعنی مغفرت اور رحمت دونوں اللہ تعالیٰ کے لازم اور ذاتی اوصاف ہیں جو اس کی ذات سے کبھی جدا ہوتے ہیں

نہ ان کے آثار ہی زائل ہوتے ہیں جو تمام کائنات میں جاری و ساری اور تمام موجودات پر سایہ کناں ہیں۔ دن رات اس کے ہاتھوں کی سخاوت جاری ہے، کھلے اور چھپے وہ اپنے بندوں کو اپنی لگاتار نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔ عطا کرنا اسے محروم کرنے سے زیادہ پسند ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب اور اس پر سبقت لے گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے حصول کے کچھ اسباب ہیں، بندہ اگر ان اسباب کو اختیار نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ پر عظیم ترین اور جلیل ترین رحمت و مغفرت کا دروازہ بند کر لیتا ہے، بلکہ خالص توبہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، دعا، اس کے سامنے عاجزی وانکساری اور اظہار تعبد کے سوا کوئی سبب نہیں۔ پس اس جلیل القدر سبب اور اس عظیم راستے کی طرف بڑھو۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انابت میں جلدی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ ﴾ ''اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔'' یعنی اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو ﴿ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ ﴾ اور اپنے جوارح کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔ اگر ''انابت'' کو مفرد بیان کیا گیا ہو تو اس میں اعمال جوارح بھی داخل ہوتے ہیں اور اگر ''انابت'' کو دوسرے امور کے ساتھ بیان کیا گیا ہو جیسا کہ اس مقام پر کیا گیا ہے تو اس کا معنیٰ وہی ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ ﴾ اخلاص پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اخلاص کے بغیر ظاہری اور باطنی اعمال کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو'' اور اسے روکا نہ جا سکے گا ﴿ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ پھر اس عذاب کے مقابلے میں تمھاری مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

گویا کہ پوچھا گیا کہ ''انابت'' اور ''اسلام'' کیا ہیں، ان کی جزئیات و اعمال کیا ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''اور پیروی کرو ان بہترین باتوں کی جو نازل کی گئیں تمھاری طرف تمھارے پروردگار کی طرف سے۔'' یعنی باطنی اعمال کو بجا لاؤ جن کا تمھیں حکم دیا گیا ہے مثلاً محبت الٰہی، خشیت الٰہی، خوف الٰہی، اللہ پر امید، اس کے بندوں کی خیر خواہی، ان کے لیے ہمیشہ بھلائی چاہنا اور ان امور سے متضاد امور سے اجتناب اور ظاہری اعمال بجا لانا مثلاً نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، صدقہ دینا اور بھلائی کے مختلف کام کرنا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہی بہترین کام ہیں جن کو ہمارے رب نے ہماری طرف نازل فرمایا ہے، لہٰذا ان امور میں اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے والا ''منیب'' اور ''مسلم'' ہے۔ ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔'' یہ سب کچھ جلدی کرنے اور فرصت سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈراتے (اور ان کی خیر خواہی کرتے) ہوئے فرمایا: ﴿ اَنْ ﴾ کہ وہ اپنی غفلت پر نہ جمے رہیں یہاں تک کہ وہ دن آ جائے جس دن انھیں نادم ہونا پڑے اور اس دن ندامت کسی کام نہیں آئے گی۔

اور ﴿ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ﴾ ''کوئی نفس کہے: اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔'' ﴿ وَاِنْ كُنْتُ ﴾ ''بے شک میں تو تھا'' دنیا میں ﴿ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴾ ''مذاق اڑانے والوں میں سے''یعنی میں دنیا میں جزا و سزا کا تمسخر اڑایا کرتا تھا' یہاں تک کہ میں نے اسے عیاں (آنکھوں سے) دیکھ لیا۔

﴿ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''یا یوں کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔'' اس مقام پر (لَوْ) تمنا کے معنی میں ہے' یعنی کاش اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا کی ہوتی تو میں بھی پرہیز گار بن جاتا اور عذاب سے بچ جاتا اور ثواب کا مستحق بن جاتا۔ یہاں (لو) شرطیہ نہیں ہے اگر یہاں (لو) شرطیہ ہوتا تو ان کو اپنی گمراہی کے لیے قضا و قدر کی حجت ہاتھ آجاتی ہے اور یہ باطل حجت ہے اور قیامت کے روز ہر باطل حجت مضمحل اور کمزور ہو جائے گی۔ ﴿ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ ﴾ ''یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے۔'' جب اسے عذاب کے وارد ہونے کا یقین ہو جائے گا تو وہ کہے گا ﴿ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً ﴾ یعنی اگر ایک بار اور مجھے دنیا میں واپس بھیجا جائے تو میں ہو جاؤں گا ﴿ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ نیک عمل کرنے والوں میں سے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کا دنیا میں دوبارہ بھیجا جانا ممکن ہے نہ مفید' یہ تو محض باطل آرزو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ انسان کو دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جائے گا اگر اسے دنیا میں بھیج بھی دیا جائے تو پہلے بیان اور احکامات کے بعد اب کوئی نیا بیان اور حکم نہیں آئے گا۔ ﴿ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ ﴾ ''کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئی تھیں'' جو حق پر دلالت کرتی تھیں' ایسی دلالت کہ اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا تھا۔ ﴿ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ ﴾ ''تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا'' اور تکبر کی بنا پر تو نے ان کی اتباع نہیں کی ﴿ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور تو کافر بن گیا۔'' اس لیے دنیا کی طرف لوٹائے جانے کا مطالبہ عبث ہے۔ ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (الانعام: ۲۸/۶) ''اگر انھیں پھر دنیا کی زندگی کی طرف واپس بھیجا جائے تو پھر وہی سب کچھ کریں گے جس سے ان کو روکا گیا تھا اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔''

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ

اور دن قیامت کے آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ پر' انکے چہرے سیاہ ہوں گے' کیا نہیں ہے جہنم میں

مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫

ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا؟ ○ اور نجات دے گا اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا' ساتھ ان کی کامیابی کے

لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾

نہیں پہنچے گی ان کو برائی اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں افترا پردازی کی' اللہ تعالیٰ ان کی رسوائی بیان کرتا ہے کہ قیامت کے

روز انکے چہرے سیاہ تاریک رات کے مانند سیاہ ہوں گے ان کے سیاہ چہروں کی وجہ سے اہل موقف انھیں پہچانیں گے اور روشن صبح کی مانند حق صاف واضح ہوگا۔ جس طرح انھوں نے دنیا کے اندر حق کے چہرے کو جھوٹ کے ساتھ سیاہ کر دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں کو بھی سیاہ کر دیا۔ یہ سزا ان کے عمل کی جنس ہی سے ہے۔ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کیلئے جہنم کا نہایت سخت عذاب ہوگا' اس لیے فرمایا: ﴿ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ کیا جو لوگ حق اور اپنے رب کی عبادت کے بارے میں تکبر کا رویہ رکھتے تھے اور اس پر بہتان طرازی کرتے تھے ان کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ جہنم میں شدید عذاب' بے انتہا رسوائی اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی ہوگی۔ جہاں متکبرین کو پوری طرح عذاب دیا جائے گا اور ان سے حق وصول کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا' اس کا بیٹا اور بیوی قرار دینا' اس کی طرف سے کوئی ایسی خبر دینا جو اس کے جلال کے لائق نہ ہو' نبوت کا دعویٰ کرنا' اس کی شریعت میں ایسی بات کہنا جو اس نے نہ کہی ہو اور دعویٰ کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔

متکبرین کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کا حال بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ﴾ ''اور جو پرہیز گار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔'' کیونکہ ان کے پاس آلۂ نجات، یعنی تقویٰ ہوگا جو ہر شدت اور ہولناکی کے وقت بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ ﴿ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ ﴾ یعنی تکلیف دہ عذاب انھیں چھوئے گا نہیں۔ ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ ''اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اور خوف کی نفی کر دی اور یہ امن کی انتہا ہے۔ ان کے لیے مکمل امن ہوگا اور یہ امن ان کے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ وہ سلامتی کے گھر، یعنی جنت میں داخل ہو جائیں گے تب وہ ہر تکلیف اور ہر برائی سے محفوظ و مامون ہوں گے اور ان پر نعمتوں کی تازگی چھا جائے گی اور وہ پکار اٹھیں گے۔ ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴾ (فاطر: ٣٤/٣٥) ''ہر قسم کی تعریف ہے اس ذات کے لیے جس نے ہم سے حزن و غم کو دور کیا بلاشبہ ہمارا رب بخشنے والا، قدر دان ہے۔''

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا اور وہ اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے ○ اسی کے پاس ہیں چابیاں آسمانوں اور زمین کی

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ' یہی لوگ' ہیں نقصان اٹھانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت وکمال کے متعلق آگاہ فرماتا ہے جو اس شخص کے لیے خسارے کا باعث ہے جس نے اس کا انکار کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یہ عبارت اور اس قسم کی دیگر عبارات' قرآن کریم میں

بکثرت ملتی ہیں، جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ (اور اس کے اسماء وصفات) کے سوا ہر چیز مخلوق ہے۔ اس آیت کریمہ میں ہر اس شخص کے نظریے کا رد ہے جو مخلوق کے قدیم ہونے کے قائل ہے، مثلاً فلاسفہ کہتے ہیں کہ یہ آسمان اور زمین قدیم ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے قول اور دیگر باطل نظریات کا بھی رد ہے جو روح کو قدیم مانتے ہیں۔ اہل باطل کے ان باطل نظریات کو مان لینے سے خالق کا اپنی تخلیق سے معطل ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں کیونکہ کلام متکلم کی صفت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہے، اس سے پہلے کچھ بھی موجود نہ تھا۔

معتزلہ نے اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے۔ یہ ان کی سب سے بڑی جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء وصفات سمیت قدیم ہے، اس کی صفات نئی پیدا ہوئی ہیں نہ اس سے کسی صفت کا تعطل ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں خود خبر دی ہے کہ اس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز پر وکیل ہے اور وکالتِ کامل میں وکیل کے لیے لازم ہے کہ وہ جس چیز کی وکالت کر رہا ہے اسے اس کا پورا علم ہو اور وہ اس کی تمام تفاصیل کا احاطہ کیے ہوئے ہو، جس چیز پر وہ وکیل ہے، اس میں تصرف کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، اس کی حفاظت کر سکتا ہو، تصرف کے تمام پہلوؤں کی حکمت اور معرفت رکھتا ہو تاکہ بہترین طریقے سے اس میں تصرف اور اس کی تدبیر کر سکے۔ مذکورہ بالا تمام امور کے بغیر وکالت کی تکمیل ممکن نہیں۔ ان امور میں جتنا نقص واقع ہوگا اس کی وکالت بھی اتنی ہی ناقص ہوگی۔

یہ چیز متحقق اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سے ہر صفت میں ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ وہ ہر چیز پر وکیل ہے دلالت کرتا ہے کہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ ہر چیز کی تدبیر پر کامل قدرت اور کامل حکمت رکھتا ہے جس کے ذریعے سے اس نے تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔'' یعنی علم اور تدبیر کے لحاظ سے زمین و آسمان کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس لیے ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (فاطر: ۳۵/۲) ''اللہ اپنے بندوں کے لیے اپنی رحمت کا جو دروازہ کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور اگر وہ اپنی رحمت کو روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی کھول نہیں سکتا اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ کی عظمت واضح ہوگئی جو اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے اجلال و اکرام سے لبریز ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کیا جن کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق ہے۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اور جنھوں نے

آیات الٰہی کا انکار کیا'' جو حق' یقین اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴾ ''یہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے۔'' یعنی اس چیز کے بارے میں خسارے میں رہے جس سے قلوب کی اصلاح ہوتی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے لیے اخلاص۔ جس سے زبانوں کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہیں اور جس سے جوارح کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے بدلے انھوں نے ہر وہ چیز لے لی جو قلوب وابدان کو فاسد کرتی ہے' وہ نعمتوں بھری جنت سے محروم رہے اور اس کے بدلے انھوں نے درردناک عذاب لے لیا۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ

کہہ دیجیے: کیا غیر اللہ کی بابت تم حکم دیتے ہو مجھے کہ میں (انکی) عبادت کروں؟ اے جاہلو! ○ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی آپکی طرف اور انکی طرف جو

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾

آپ سے پہلے ہوئے' کہ البتہ اگر شرک کیا آپ نے تو یقیناً ضائع ہو جائیں گے آپکے عمل اور یقیناً ہو جائیں گے آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ○

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

بلکہ اللہ ہی کی آپ عبادت کریں اور ہو جائیں شکر گزاروں میں سے ○

﴿ قُلْ ﴾ اے رسول! ان جہلا سے' جو آپ کو غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں' کہہ دیجیے: ﴿ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴾ ''اے جاہلو! کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں۔'' یہ معاملہ تمھاری جہالت کی بنا پر صادر ہوا ہے ورنہ اگر تمھیں اس بات کا علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے کامل ہے وہی نعمتیں عطا کرتا ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے اور وہ ہستیاں عبادت کی مستحق نہیں جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں' جو نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان' تب تم مجھے ان کی عبادت کا کیوں حکم دیتے ہو؟

شرک اعمال کو ساقط اور احوال کو فاسد کر دیتا ہے' بنا بریں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''اور (اے نبی!) آپ کی طرف اور ان کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہ وحی کی گئی'' یعنی تمام انبیائے کرام کی طرف ﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ ''اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے سارے عمل برباد ہو جائیں گے۔'' یہ مفرد مضاف ہے جو تمام اعمال کو متضمن ہے۔

سابقہ جمیع انبیائے کرام کی نبوتوں میں یہ حکم تھا کہ شرک تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الأنعام: ٨٨/٦) ''یہ ہے اللہ کی ہدایت' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس طرح کی ہدایت دے دیتا ہے اور اگر یہ لوگ (انبیائے کرام) شرک

کرتے ہوئے تو ان کا سارا کیا دھرا ضائع ہو جاتا۔'' ﴿ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''اور آپ (دین اور آخرت کے بارے میں) خسارے میں پڑ جائیں گے۔'' پس معلوم ہوا کہ شرک سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور بندہ عذاب اور سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ ﴾ ''بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کیجیے۔'' اللہ تعالیٰ نے جب جہلا کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ وہ آپ کو شرک کا حکم دیتے ہیں اور یہ خبر بھی دی کہ شرک بہت قبیح جرم ہے تو نبی ﷺ کو اخلاص کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ ﴾ یعنی اللہ وحدہ لاشریک کے لیے اپنی عبادت کو خالص کیجیے ﴿ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق پر اس کا شکر ادا کیجیے۔ جس طرح دنیاوی نعمتوں، مثلاً جسمانی صحت و عافیت اور حصول رزق وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے اسی طرح دینی نعمتوں، مثلاً توفیقِ اخلاص اور تقویٰ وغیرہ پر بھی اس کا شکر ادا کیا جاتا اور اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے، بلکہ دینی نعمتیں ہی حقیقی نعمتیں ہیں اور یہ تدبر کرنا کہ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ انسان کو غرور اور خود پسندی کی آفت سے محفوظ رکھتا ہے۔ بہت سے عمل کرنے والے اپنی جہالت کے باعث غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں ورنہ اگر بندہ حقیقت حال کی معرفت حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت پر غرور میں مبتلا نہ ہو جو زیادہ سے زیادہ شکر کی مستحق ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ

اور نہیں قدر کی انھوں نے اللہ کی جیسا حق ہے اس کی قدر کرنیکا اور زمین سب اس کی مٹھی میں ہوگی دن قیامت کے اور آسمان

مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾

لپٹے ہوں گے اس کے دائیں ہاتھ میں وہ پاک ہے اور بلند اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اپنے رب کی قدر اور تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر و تعظیم کا حق ہے بلکہ اس کے برعکس انھوں نے ایسے افعال سرانجام دیے جو اس کی تعظیم سے متناقض ہیں، مثلاً ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جو اپنے اوصاف و افعال میں ناقص ہیں۔ ان کے اوصاف ہر لحاظ سے ناقص ہیں اور ان کے افعال ایسے ہیں کہ وہ کسی کو نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان، وہ کسی کو عطا کر سکتی ہیں نہ محروم، وہ کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ پس انھوں نے اس ناقص مخلوق کو خالق کائنات، رب عظیم کے برابر ٹھہرا دیا جس کی عظمت باہرہ اور قدرت قاہرہ یہ ہے کہ قیامت کے روز، تمام زمین رحمٰن کی مٹھی میں ہوگی اور ساتوں آسمان اپنی وسعتوں اور عظمتوں کے باوجود اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کرنے کا حق ہے جس نے دوسری ہستیوں کو اس کے مساوی ٹھہرا دیا۔ جس نے یہ کام کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم ہے؟ ﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے منزہ، پاک اور بہت بلند ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ

اور پھونک ماری جائے گی صور میں تو بیہوش ہو جائے گا جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں مگر جسے چاہے گا اللہ پھر پھونک ماری جائے گی

فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

اس میں دوسری مرتبہ تو یکایک وہ کھڑے (ہوکر) دیکھتے ہوں گے ○ اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب

وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞ وَوُفِّيَتْ

اور لائے جائیں گے انبیاء اور گواہ اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان انکے حق کیساتھ اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○ اور پورا دیا جائے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۞ ع

ہر نفس کو (بدلہ اس کا) جو اس نے کیا ہوگا اور وہ خوب جانتا ہے (اس کو) جو وہ کر رہے ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی عظمت کا خوف دلانے کے بعد، قیامت کے احوال کے ذریعے سے انھیں ڈرایا اور انھیں ترغیب و ترہیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ﴾ ''اور صور پھونکا جائے گا۔'' یہ بہت بڑا سینگ ہے جس کی عظمت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا یا صرف اس شخص کو علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا ہو، اس صور میں اسرافیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے مقرب اور اس کا عرش اٹھانے والے فرشتوں میں ہیں، پھونک ماریں گے ﴿ فَصَعِقَ ﴾ تو بے ہوش ہو جائیں گے یا مر جائیں گے۔ اس بارے میں یہ دونوں قول منقول ہیں۔ ﴿ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔'' یعنی زمین اور آسمانوں کی تمام مخلوق جب صور پھونکنے کی آواز سنے گی تو اس کی شدت اور ان احوال کے بارے میں علم ہونے کے باعث گھبرا اٹھے گی، جن کا یہ آواز مقدمہ ہے۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''مگر جسے اللہ (بچانا) چاہے۔'' یعنی ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ مضبوط اور ثابت قدم رکھے، مثلاً شہدا اور بعض دیگر لوگ، ان پر بے ہوشی طاری نہیں ہوگی یہ پہلی پھونک نَفْخَةُ الصَّعْقِ اور نَفْخَةُ الْفَزَعِ ہے۔ ﴿ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ ﴾ ''پھر اس میں (ایک اور) پھونک ماری جائے گی۔'' یہ نَفْخَةُ الْبَعْثِ ہے ﴿ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ ''تو وہ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' یعنی وہ حساب و کتاب کے لیے اپنی قبروں میں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، جبکہ ان کی تخلیقِ اجساد اور تخلیقِ ارواح مکمل ہو چکی ہوگی۔ ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی ہوں گی ﴿ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ وہ دیکھ رہے ہوں گے'' کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی'' اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ تمام روشنیاں قیامت کے روز مضمحل ہو کر ختم ہو جائیں گی اور حقیقت میں ایسا ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ (قیامت کے روز) سورج بے نور ہو جائے گا، چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی، ستارے بکھر جائیں گے اور لوگ تاریکی میں ڈوب جائیں گے، تب اس وقت زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی جب وہ تجلی

فرمائے گا اور بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے نازل ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایسی قوت اور ایسی تخلیق عطا کرے گا جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کو برداشت کرنے کی قوت سے سرفراز ہوں گے' اللہ تعالیٰ کا نوران کو جلا نہیں ڈالے گا' اس دن ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ممکن ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ کا نور اس قدر عظیم ہے کہ اگر وہ اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دے تو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے اس کے چہرے کا نور تمام مخلوق کو جلا کر راکھ کر ڈالے۔

﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾ ''اور (اعمال کی) کتاب رکھ دی جائے گی۔'' یعنی اعمال نامہ کھول کر پھیلا دیا جائے گا تا کہ بندہ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو پڑھ لے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکہف: ۴۹/۱۸) ''اور اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال نامے کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت! یہ کیسی کتاب ہے کہ ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس نے درج نہ کیا ہو۔ وہ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' اور عمل کرنے والے سے مکمل عدل وانصاف کے ساتھ کہا جائے گا۔ ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۴/۱۷) ''اپنی کتاب (اعمال) پڑھ' آج اپنا حساب لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔''

﴿ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ ﴾ ''اور نبیوں کو لایا جائے گا'' تا کہ ان سے تبلیغ اور ان کی امتوں کے رویے کے بارے میں سوال کیا جائے اور یہ ان پر گواہی دیں ﴿ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ ''اور گواہ'' یعنی فرشتے' زمین اور انسان کے اعضا گواہی دیں گے ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔'' یعنی پورے عدل اور کامل انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ یہ حساب ایسی ہستی کی طرف سے کیا جائے گا جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتی اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی کتاب' یعنی لوح محفوظ ان کے تمام اعمال پر مشتمل ہے۔ کراماً کاتبین اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے' بندے جو عمل بھی کرتے ہیں یہ ان کے اعمال ناموں میں درج کر لیتے ہیں۔ عادل ترین گواہ اس فیصلے میں گواہی دیں گے اور فیصلہ وہ ہستی کرے گی جو اعمال کی مقدار اور ان کے ثواب وعقاب کے استحقاق کی مقدار کو خوب جانتی ہے۔ فیصلہ ہوگا اور تمام مخلوق اس کا اقرار کرے گی۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے عدل کا اعتراف کرے گی۔ وہ اس کی عظمت' اس کے علم وحکمت' اور اس کی رحمت کا اس طرح اعتراف کریں گے کہ دل میں کبھی اس کا خیال گزرا ہوگا نہ ان کی زبانوں نے کبھی اس کی تعبیر کی ہوگی' اس لیے فرمایا: ﴿ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ ''جس شخص نے جو عمل کیا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔''

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا

اور ہانک کر لے جائے جائیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا جہنم کی طرف گروہ گروہ یہاں تک کہ جب آئیں گے وہ اس کے پاس تو کھول دیے جائیں گے دروازے اس کے

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ

اور کہیں گے ان سے داروغے اس کے کیا نہیں آئے تھے تمھارے پاس رسول تم میں سے جو پڑھتے (تھے) تم پر آیتیں تمھارے رب کی اور ڈراتے (تھے) تم کو

لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧١﴾

تمھاری اس دن کی ملاقات سے؟ وہ کہیں گے: (ہاں) کیوں نہیں، اور لیکن ثابت ہو گئی بات عذاب کی اوپر کافروں کے ○

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ

کہا جائے گا: داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہو گے اس میں، پس برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ○ اور لے جائے جائیں گے

الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

وہ لوگ جو ڈرتے تھے اپنے رب سے طرف جنت کی گروہ گروہ حتی کہ جب آئیں گے وہ اس کے پاس اور کھلے ہوں گے دروازے اس کے اور کہیں گے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ

ان سے اس کے دربان، سلام ہو تم پر، تم پاکیزہ رہے پس داخل ہو جاؤ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ○ اور وہ کہیں گے: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں

الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ

وہ جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث کر دیا ہمیں اس زمین کا، ہم ٹھکانا بنائیں جنت میں جہاں ہم چاہیں، پس اچھا ہے اجر

الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ

عمل کرنے والوں کا ○ اور دیکھیں گے آپ فرشتوں کو گھیرے ہوئے عرش کے ارد گرد، پاکیزگی بیان کرتے ہوں گے اپنے رب کی حمد کے ساتھ

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان ان کے ساتھ حق کے اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کا ذکر فرمایا جن کو اس نے تخلیق، رزق اور تدبیر میں اکٹھا کیا، دنیا کے اندر وہ سب اکٹھے رہے، قیامت کے روز بھی اکٹھے ہوں گے مگر ان کی جزا کے وقت ان کے درمیان اسی طرح تفریق کر دی جائے گی جس طرح انھوں نے دنیا میں ایمان اور کفر، تقویٰ اور فسق و فجور کے اعتبار سے ان کے درمیان فرق تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا انھیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔“ یعنی کافروں کو نہایت سختی سے جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ انتہائی سخت فرشتے کوڑوں سے مارتے ہوئے، بہت برے قید خانے، بدترین جگہ، یعنی جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ جہاں ہر قسم کا عذاب جمع ہو گا اور ہر قسم کی بدبختی موجود ہو گی۔ جہاں ہر سرور زائل ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ

﴿ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴾ (الطور: ۵۲/۱۳) ’’جس روز انھیں آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا۔‘‘ یعنی ان کو دھکے دے کر جہنم میں پھینکا جائے گا کیونکہ وہ جہنم میں داخل ہونے سے مزاحمت کریں گے‘ ان کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ ﴿ زُمَرًا ﴾ متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ ہر گروہ اس گروہ کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کے اعمال مناسبت رکھتے ہوں گے اور جن کے کرتوت ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت اور ایک دوسرے سے براءت اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا ﴾ یعنی جب جہنم کے قریب پہنچیں گے ﴿ فُتِحَتْ ﴾ ’’کھول دیے جائیں گے‘‘ ان کے لیے یعنی ان کی خاطر ﴿ اَبْوَابُهَا ﴾ ’’اس کے دروازے۔‘‘ ان کی آمد اور مہمانی کرتے ہوئے جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے۔ ﴿ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ ﴾ جہنم کے داروغے ابدی بدبختی اور سرمدی عذاب کی بشارت دیں گے اور ان اعمال پر‘ جن کے سبب سے وہ اس بدترین جگہ پر پہنچے‘ انھیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ ’’کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے۔‘‘ یعنی تمھاری جنس میں سے‘ جنھیں تم پہچانتے اور ان کی صداقت کو خوب جانتے تھے اور تم ان سے ہدایت حاصل کر سکتے تھے؟

﴿ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ ﴾ ’’وہ تم کو تمھارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے‘‘ جن آیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تھا جو روشن ترین دلائل و براہین کے ذریعے سے حق الیقین پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ ’’اور وہ تمھیں اس دن کے پیش آنے (ملاقات) سے ڈراتے تھے۔‘‘ اور یہ چیز اس دن کے ڈر کو مدنظر رکھتے ہوئے تمھارے ان رسولوں کی اتباع اور اس دن کے عذاب سے بچنے کی موجب تھی‘ مگر تمھارا حال اس مطلوبہ حال کے بالکل برعکس تھا۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ وہ اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہونے کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ بَلٰى ﴾ کیوں نہیں! ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول واضح دلائل اور نشانیوں کے ساتھ آئے‘ انھوں نے ان نشانیوں کو ہمارے سامنے پوری طرح واضح کر دیا تھا اور انھوں نے ہمیں آج کے دن سے ڈرایا تھا ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ’’لیکن عذاب کا حکم (وعدہ) کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔‘‘ یعنی ان کے کفر کے سبب سے ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ یہ عذاب ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتا ہے اور اس چیز کو جھٹلاتا ہے جسے لے کر انبیاء و رسل مبعوث ہوئے۔ پس یہ کفار اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی حجت کے قائم ہونے کا اعتراف کریں گے۔

﴿ قِيْلَ ﴾ انھیں ذلیل و رسوا کرتے ہوئے کہا جائے گا: ﴿ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ ﴾ ’’دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔‘‘ ہر گروہ اس دروازے سے جہنم میں داخل ہوگا جو اس کے مناسب اور موافق حال ہوگا۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ وہ وہاں ابدالآباد تک رہیں گے۔ وہ وہاں سے کبھی کوچ نہیں کریں گے‘ ایک گھڑی کے

لیے بھی ان سے عذاب دور کیا جائے گا نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔ ﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ ''پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی جہنم ان کا ٹھکانا ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ یہ سب کچھ اس پاداش میں ہے کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی جزا ان کے عمل کی جنس سے دی ہے اہانت ذلت اور رسوائی ان کی سزا ہے۔

پھر اہل جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ ''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے انھیں لے جایا جائے گا'' متقین کو اللہ تعالیٰ کی توحید ان کے عمل اور اطاعت کے سبب سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ وفدوں کی صورت میں ﴿اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾ ''جنت کی طرف گروہ در گروہ۔'' وہ خوش و خرم جنت میں جائیں گے۔ ہر جماعت ایسی جماعت کی معیت میں جنت میں داخل ہوگی جس کے ساتھ وہ عمل میں مشابہت رکھتی ہوگی۔ ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے'' یعنی جب یہ لوگ کشادہ اور خوبصورت جنتوں میں پہنچیں گے باد نسیم کے جھونکے ان کا استقبال کریں گے یہ نعمتیں اور جنتیں ہمیشہ رہیں گی۔ ﴿وَفُتِحَتْ﴾ ''اور کھول دیے جائیں گے'' ان کے لیے ﴿اَبْوَابُهَا﴾ ''اس کے دروازے۔'' سب سے زیادہ باعزت مخلوق کے لیے عزت و اکرام کے ساتھ جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ جنت میں ان کی عزت و تکریم ہو ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا﴾ ''اور جنت کے دربان ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہیں گے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''تم پر سلامتی ہو'' تم ہر آفت اور برے حال سے سلامت اور محفوظ ہو ﴿طِبْتُمْ﴾ تمھارے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی محبت اور اس کی خشیت کے باعث تمھاری زبانیں اس کے ذکر اور تمھارے جوارح اس کی اطاعت کے باعث اچھے رہے لہٰذا اپنی اچھائی کے سبب سے ﴿فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ ''اس جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔'' یہ پاک اور طیب گھر ہے اور طیبین کے سوا کسی کے لائق نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں فرمایا: ﴿فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ اور جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿وَفُتِحَتْ﴾ یعنی واؤ کے ساتھ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل جہنم کے وہاں مجرد پہنچنے پر جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے انھیں انتظار کی مہلت نہیں دی جائے گی جہنم کے دروازے ان کے پہنچنے پر اور ان کے سامنے اس لیے کھلیں گے کہ اس کی حرارت بہت زیادہ اور اس کا عذاب انتہائی شدید ہوگا۔

رہی جنت تو یہ بہت ہی عالی مرتبہ مقام ہے جہاں ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔ صرف وہی شخص جنت تک پہنچ سکتا ہے جو ان وسائل کو اختیار کرتا ہے جو جنت تک پہنچاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل تکریم ہستی کی سفارش کے محتاج ہوں گے۔ مجرد وہاں پہنچنے پر ان کے لیے جنت کے دروازے نہیں کھول دیے جائیں گے بلکہ وہ جناب نبی مصطفیٰ محمد ﷺ سے سفارش کرائیں گے آپ اہل ایمان کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ جہنم اور جنت کے دروازے ہوں گے جو کھولے اور بند کیے جا سکیں گے۔ اور ہر دروازے پر داروغہ مقرر ہو گا۔ یہ خالص گھر ہیں جہاں صرف وہی شخص داخل ہو سکے گا جو ان کا مستحق ہو گا بخلاف عام گھروں اور جگہوں کے جہاں ہر کوئی داخل ہو سکتا ہے۔

﴿ وَقَالُوا ﴾ وہ جنت میں داخل ہو کر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے ہدایت عطا کرنے پر اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ﴾ ”اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانوں پر ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے تو وہ ہمیں جنت عطا کرے گا۔ پس اس نے اپنا وعدہ ایفا کر کے ہماری آرزو پوری کر دی ﴿ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ ﴾ ”اور ہمیں زمین کا وارث بنایا“ یعنی جنت کی زمین کا۔ ﴿ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ﴾ یعنی ہم جنت میں جس جگہ بھی چاہیں ٹھہر سکتے ہیں اور اس کی نعمتوں سے جو چیز بھی چاہیں لے سکتے ہیں۔ ہمارے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں جس کا ارادہ کریں ﴿ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ ”پس (نیک) عمل کرنے والوں کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے۔“ جنھوں نے ختم ہو جانے والی نہایت قلیل سی مدت میں اپنے رب کی اطاعت کے لیے کوشش کی اور اس کے بدلے انھوں نے خیر عظیم حاصل کی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

یہ ہے وہ گھر جو حقیقی مدح کا مستحق ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو سرفراز فرمائے گا، جواد و کریم اللہ ان کے لیے جنت کے گھر کی مہمانی کو پسند فرمایا ہے، اللہ نے اس گھر کو نہایت بلند اور خوبصورت بنایا ہے۔ اس میں اپنے ہاتھوں سے انواع و اقسام کے درخت اور پودے لگائے ہیں۔ اسے اپنی رحمت و تکریم سے لبریز کیا ہے جس کے ادنیٰ حصے سے غم زدہ کو فرحت حاصل ہو گی اور تمام تکدر ختم ہو کر صفا کی تکمیل ہو جائے گی۔

﴿ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ ﴾ ”اے دیکھنے والے! تو اس عظیم دن، فرشتوں کو دیکھے گا“ کہ ﴿ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے سر افگندہ، اس کے جمال میں مستغرق ہو کر اور اس کے کمال کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے عرش کے ارد گرد اس کی خدمت میں جمع ہوں گے۔ ﴿ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ یعنی وہ اپنے رب کی ہر اس وصف سے تنزیہ و تقدیس کریں گے جو اس کے جلال کے لائق نہیں، جو مشرکین نے اس کی طرف منسوب کیے ہیں یا نہیں کیے۔

﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ یعنی اولین و آخرین تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا ﴿ بِالْحَقِّ ﴾ ”حق کے ساتھ۔“ جس میں کوئی اشتباہ ہو گا نہ وہ شخص انکار کر سکے گا جس کے ذمہ یہ حق ہو گا۔ ﴿ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ”اور کہا جائے گا ہر طرح کی حمد و تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“ یہاں قائل کا ذکر نہیں کیا گیا تاکہ اس بات کی دلیل ہو کہ تمام مخلوق اہل جنت اور اہل جہنم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں اس کی حکمت پر اس کی حمد بیان کرے گی، یعنی فضل و احسان کی حمد اور عدل و حکمت کی حمد۔

تفسیر سورۃ المؤمن

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن (۴۰) مَكِّيَّةٌ (۶۰) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸۵ رُكُوْعَاتُهَا ۹

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰمٓ ۝ اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا غالب خوب جاننے والا ہے ۝ بخشنے والا ہے گناہ کا اور قبول کرنے والا ہے توبہ کا،

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾

سخت سزا دینے والا ہے، فضل والا، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی، اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب عظیم کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی اور اس کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ جو اپنے کمال اور اپنے افعال میں انفرادیت کی بنا پر عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿الْعَزِيْزِ﴾ جو اپنے غلبہ کی بنا پر تمام مخلوق پر غالب ہے۔ ﴿الْعَلِيْمِ﴾ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ ''وہ گناہ بخش دینے والا'' گناہ گاروں کے ﴿وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ توبہ کرنے والوں کی ''توبہ قبول کرنے والا'' ﴿شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ جو گناہوں کا ارتکاب کریں اور ان گناہوں سے توبہ نہ کریں ان کو سخت سزا دینے والا ہے ﴿ذِي الطَّوْلِ﴾ ''فضل و احسان کا مالک ہے'' یعنی ایسا فضل و احسان جو سب کو شامل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کو متحقق کر دیا اور یہ کمال اس حقیقت کا موجب ہے کہ وہ اکیلا ہی معبود ہو جس کے لیے تمام اعمال خالص کیے جائیں، تو فرمایا: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

ان اوصاف حمیدہ سے موصوف اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کے نازل ہونے کے ذکر کی مناسبت یہ ہے کہ یہ اوصاف ان تمام معانی کو مستلزم ہیں جن پر یہ مشتمل ہے کیونکہ قرآن کریم یا تو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال کے بارے میں خبر دیتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال ہیں یا گزشتہ زمانوں اور آنے والے واقعات کی خبر دیتا ہے اور یہ علیم کی طرف سے اپنے بندوں کی تعلیم ہے یا وہ اپنی عظیم نعمتوں اور جسمانی احسانات اور ان احسانات تک پہنچانے والے اوامر کی خبر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ذِي الطَّوْلِ﴾ دلالت کرتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضی اور ان معاصی کے بارے میں خبر ہے جو اس ناراضی کے موجب ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ دلالت کرتا ہے، یا اس قرآن عظیم میں گناہ گاروں کو توبہ، انابت اور استغفار کی دعوت دی گئی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ دلالت کرتا ہے، یا اس میں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود برحق ہے، اس پر عقلی و نقلی

دلائل دیے گئے ہیں اور اس مضمون کو بہت تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے' نیز قرآن کریم میں غیر اللہ کی عبادت سے روکا گیا ہے' اس کے فساد پر عقلی و نقلی دلائل قائم کیے گئے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت سے ڈرایا گیا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ہے' یا اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم جزائی، یعنی بھلائی کرنے والوں کے ثواب اور نافرمانوں کی سزا کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور یہ حکم جزائی عدل پر مبنی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ دلالت کرتا ہے۔ یہ تمام عالی شان مطالب و معانی ہیں جن پر قرآن مشتمل ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④

نہیں جھگڑا کرتے اللہ کی آیتوں میں مگر وہی لوگ جنھوں نے کفر کیا' پس نہ دھوکے میں ڈالے آپ کو چلنا پھرنا انکا شہروں میں ○

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور (دوسرے) گروہوں نے ان کے بعد' اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول کی بابت

لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ

کہ پکڑیں وہ اسکو اور جھگڑا کیا انہوں نے جھوٹی باتوں کیساتھ تاکہ ڈگمگا دیں اسکے ذریعے سے حق کو پس پکڑ لیا میں نے انکو پس کیسی تھی

عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥

میری سزا؟ ○ اور اسی طرح ثابت ہو گئی بات آپ کے رب کی اوپر ان لوگوں کے جنھوں نے کفر کیا کہ بلاشبہ وہی ہیں دوزخی ○

وقف لازم

اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ﴿ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں۔'' یہاں مجادلہ سے مراد ہے' آیات الٰہی کو رد کرنا اور باطل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جھگڑا کرنا اور یہ کفار کا کام ہے' رہے اہل ایمان تو وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے باطل کو نیچا دکھائیں۔

انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے دنیاوی احوال سے دھوکہ کھائے اور یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا دنیا میں اس کو اپنی نعمتوں سے نوازنا' اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے اور وہ حق پر ہے۔ بنابریں ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴾ ''ان کا (دنیا کے) شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' یعنی مختلف انواع کی تجارت اور کاروبار کے سلسلے میں ان کا ملکوں میں آنا جانا آپ ﷺ کو دھوکے میں مبتلا نہ کر دے' بلکہ بندے پر واجب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے حق کے ساتھ عبرت حاصل کرے' حقائق شرعیہ کو دیکھے' ان کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھے' لوگوں کی کسوٹی پر حق کو نہ پرکھے جیسے ان لوگوں کا وتیرہ ہے جو علم و عقل سے محروم ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو آیات الٰہی کے ابطال کے لیے جھگڑتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے گمراہ قومیں کیا کرتی تھیں' مثلاً ﴿ قَوْمُ نُوْحٍ ﴾ ''قوم نوح'' اور قوم عاد ﴿ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ

﴿بَعْدِهِمْ﴾ ''اور ان کے بعد کی دوسری جماعتوں نے (بھی جھٹلایا)'' جو حق کو نیچا دکھانے اور باطل کی مدد کرنے کے لیے جمع ہو گئے ﴿وَ﴾ ''اور'' ان کا یہ حال ہو گیا اور وہ اس بات پر اکٹھے ہو گئے کہ ﴿وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ﴾ ''ہر گروہ نے ارادہ کر لیا'' مختلف گروہوں میں سے ﴿بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ﴾ ''کہ وہ اپنے رسول کو گرفتار کر لیں۔'' یعنی اس کو قتل کر دیں یہ انبیاء و مرسلین کے خلاف' جو اہل خیر کے قائد تھے' بدترین ہتھکنڈا تھا' جو صریح حق پر تھے جس میں کوئی شک وشبہ نہ تھا۔ انھوں نے انبیاء کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ کیا اس بغاوت' گمراہی اور بدبختی کے بعد اس عذاب عظیم کے سوا کچھ رہ جاتا ہے جس میں سے یہ کبھی نہ نکلیں گے؟

بنابریں ان کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب کے بارے میں فرمایا: ﴿فَأَخَذْتُهُمْ﴾ ''پھر میں نے انھیں پکڑ لیا'' یعنی ان کو تکذیب حق اور حق کے خلاف اکٹھے ہونے کے سبب سے اپنی گرفت میں لے لیا ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ''پھر (دیکھ لو) ہماری سزا کیسی سخت تھی۔'' یہ سخت ترین اور بدترین عذاب تھا۔ یہ ایک زوردار آواز تھی' پتھروں کو اڑاتی ہوئی طوفانی ہوا تھی' یا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ ان کو اپنی گرفت میں لے لے یا سمندر کو حکم دیا کہ ان کو غرق کر دے' تب یہ مردہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔

﴿وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ''اسی طرح کافروں کے بارے میں بھی تمھارے رب کی بات پوری ہو چکی ہے۔'' جیسا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی بات سچ ثابت ہوئی تھی' اسی طرح ان پر گمراہی ثابت ہو گئی جس کے سبب سے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے' اس لیے فرمایا: ﴿أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ ''بلاشبہ وہ دوزخی ہیں۔''

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ

وہ (فرشتے) جو اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو اسکے اردگرد ہیں وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کیساتھ اور ایمان رکھتے ہیں اس پر

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ

اور بخشش مانگتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے (کہ) اے ہمارے رب! گھیر لیا ہے تو نے ہر چیز کو (اپنی) رحمت اور علم نے پس بخش دے ان لوگوں کو

تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ

جنہوں نے توبہ کی اور پیروی کی تیرے راستے کی اور بچا انکو عذاب دوزخ سے ۝ اے ہمارے رب! اور داخل کر انکو باغوں میں (جو) ہمیشہ

الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ

رہنے والے (ہیں) وہ جن کا وعدہ کیا ہے تو نے ان سے اور جو نیک ہوئے انکے باپ دادوں اور انکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے بیشک تو بڑا غالب

الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ

نہایت حکمت والا ہے ۝ اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو تو بچائے گا برائیوں سے اس دن' تو تحقیق رحم کر دیا تو نے اس پر'

وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ع

اور یہی ہے کامیابی بڑی ۝

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر اپنے کامل لطف وکرم اور ان اسباب کا ذکر کرتا ہے جو اس نے ان کی سعادت کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ یہ اسباب ان کی قدرت سے باہر تھے' مثلاً ان کے لیے ملائکہ مقربین کا استغفار کرنا اور ان کے دین و آخرت کی بھلائی کے لیے دعا کرنا۔ اس ضمن میں عرش الٰہی اٹھانے والے فرشتوں اور جو اس کے اردگرد ہیں ان کے شرف کی خبر ہے۔ اسی طرح اپنے رب کے قریب رہنے والے فرشتوں' ان کی عبادت کی کثرت' اللہ کے بندوں کے لیے ان کی خیر خواہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ انھیں معلوم ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ ﴾ ''جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔'' یعنی رحمٰن کا عرش' جو تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ جو تمام مخلوقات میں سب سے بڑا' سب سے وسیع' سب سے خوبصورت اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے' جو زمین و آسمان اور کرسی پر چھایا ہوا ہے۔

ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عرش اٹھانے پر مقرر کیا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب سے بڑے اور سب سے طاقتور فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان فرشتوں کو اپنا عرش اٹھانے کے لیے چن لینا' ذکر میں ان کو مقدم رکھنا اور ان کو اپنے قرب سے سرفراز کرنا دلالت کرتا ہے کہ یہ سب سے افضل فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾ (الحاقة: ١٧/٦٩) ''اور اس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔''

﴿ وَمَنْ حَوْلَهٗ ﴾ ''اور جو اس کے اردگرد ہیں'' یعنی قدر و منزلت اور فضیلت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ﴿ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ ''وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں۔'' یہ ان فرشتوں کی' ان کی کثرت عبادت' خاص طور پر 'تسبیح و تحمید' کی بنا پر مدح ہے۔ تسبیح و تحمید میں تمام عبادات داخل ہیں کیونکہ تمام عبادات کے ذریعے سے اس طرح اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کی جاتی ہے کہ بندہ اپنی عبادات کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرتا ہے' نیز یہ عبادات اللہ تعالیٰ کی حمد ہیں بلکہ حمد ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ رہا بندے کا قول (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ) تو یہ بھی اسی میں داخل ہے اور جملہ عبادات میں شامل ہے۔

﴿ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اور وہ مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔'' یہ ایمان کے جملہ فوائد اور اس کے فضائل میں سے ہے کہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں' اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں' لہٰذا بندۂ مومن اپنے ایمان کے سبب سے اس عظیم فضیلت کو حاصل کرتا ہے۔

چونکہ مغفرت کے لیے کچھ اسباب ہیں جن کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہوتی اور یہ اسباب اس خیال سے بالکل مختلف ہیں جو بہت سے اذہان میں آتا ہے کہ مغفرت طلب کرنے کی غرض و غایت مجرد گناہوں کی بخشش ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرشتوں کی دعائے مغفرت اور ان امور کا ذکر فرمایا جن کے بغیر دعائے مغفرت کی

تکمیل نہیں ہوتی' چنانچہ فرمایا: ﴿ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا ﴾ ''اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے' تجھ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ زمین میں کوئی ذرہ بھر چیز تیرے علم سے اوجھل ہے نہ آسمان میں اور کوئی چھوٹی چیز تجھ سے چھپی ہوئی ہے نہ کوئی بڑی چیز۔ تیری رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے علوی اور سفلی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لبریز اور اس کی رحمت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ اس کی تمام مخلوق اس رحمت سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ ﴿ فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا ﴾ ''پس جن لوگوں نے توبہ کی انھیں بخش دے'' یعنی جنھوں نے شرک اور معاصی سے توبہ کی ﴿ وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ ﴾ ''اور جو تیرے راستے پر گامزن ہوئے'' تیرے رسولوں کی اتباع کی' تیری توحید اور تیری اطاعت کے ذریعے سے ﴿ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴾ ''اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے'' یعنی (اے اللہ!) ان کو عذاب سے اور اس کے اسباب سے بچا۔

﴿ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا'' یعنی جن کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ﴿ وَمَنْ صَلَحَ ﴾ ''اور جو صالح ہوں'' یعنی جو ایمان اور عمل صالح کے ذریعے سے درست ہوں ﴿ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ ﴾ ''ان کے آباؤ اجداد اور ان کی بیویوں میں سے'' یعنی ان کی بیویوں' عورتوں کے شوہروں' ان کے دوستوں اور رفقا میں سے ﴿ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ﴾ ''اور ان کی اولاد میں سے''

﴿ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ ﴾ بے شک تو ہر چیز پر غالب ہے' تیری عزت کی قسم! تو ان کے گناہ بخش دیتا ہے' ان کی تکلیف دور کر دیتا ہے اور انھیں ہر بھلائی تک پہنچا دیتا ہے۔ ﴿ الْحَكِيمُ ﴾ ''حکمت والا ہے۔'' ''حکیم'' اس کو کہتے ہیں جو تمام اشیا کو ان کے لائق حال مقام پر رکھتا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کرتے جو تیری حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ بلکہ تیری حکمت' جس کی تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر خبر دی ہے اور تیرا فضل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ تو اہل ایمان کو بخش دے۔

﴿ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ﴾ ''اور انھیں برائیوں سے بچا لے'' یعنی تو ان کو برے اعمال اور ان کی جزا سے دور رکھ کیونکہ یہ انسان کو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ ﴿ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ ﴾ ''اور جس کو تو اس دن عذابوں سے بچا لے گا'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ﴾ ''تو بے شک تو نے اس پر رحمت کی'' کیونکہ تیری رحمت تیرے بندوں پر ہمیشہ سایہ کناں رہی ہے' بندوں کے گناہ اور ان کی برائیاں ہی انھیں اس رحمت سے محروم کرتے ہیں۔ جس کو تو نے برائیوں سے بچا لیا اسے تو نے نیکیوں کی توفیق اور ان کی جزائے حسن سے بہرہ مند کیا۔ ﴿ وَذَٰلِكَ ﴾ ''اور یہ'' یعنی منہیات کا دور ہونا' برائیوں سے بچانا اور محبوب و مرغوب کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے

سبب سے ہے۔ ﴿ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ''یہی بڑی کامیابی ہے۔'' اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں اور مقابلہ کرنے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز اچھی نہیں ہے۔

فرشتوں کی یہ دعا اس حقیقت کو متضمن ہے کہ فرشتے اپنے رب کی کامل معرفت سے سرفراز ہیں وہ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کی طرف سے اپنے اسما کو وسیلہ بنانے اور جو دعا مانگی جا رہی ہو اس کی مناسبت سے اسمائے الٰہی کو وسیلہ بنانے کو پسند کرتا ہے۔ بندوں کی دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول اور نفوس بشری کے تقاضوں کے اثرات کے ازالے کے لیے ہوتی ہے' جن کے نقص اور ان کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے' لہٰذا جب وہ ان معاصی اور ان کے مبادی و اسباب کا تقاضا کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات ''رَحِیم'' اور ''عَلِیم'' کو وسیلۂ دعا بنایا ہے۔ اس کی ربوبیت عامہ اور ربوبیت خاصہ کا اقرار ان کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کمال ادب کو متضمن ہے' نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں یہ تو ان کی اپنے رب کے سامنے دعا ہے جو ہر لحاظ سے ایک محتاج ہستی سے صادر ہوتی ہے' جو کسی بھی حال کو اپنا وسیلہ نہیں بنا سکتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم و احسان ہے۔

اپنے رب کے ساتھ ان کی موافقت' ان اعمال' یعنی عبادات سے محبت کو متضمن ہے' جن کو وہ پسند کرتا ہے' جسے وہ قائم کرتے ہیں اور محبت کرنے والوں کی جدوجہد کی طرح جدوجہد کرتے ہیں' وہ ہیں اہل ایمان اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق میں سے انہی سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مکلف مخلوق کو ناپسند کرتا ہے مگر ان میں سے اہل ایمان کو پسند کرتا ہے۔

فرشتوں کی اہل ایمان کے ساتھ محبت ہے کہ وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں' ان کے احوال کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ کسی شخص کے لیے دعا کرنا' اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ دعا کرنے والا اس شخص سے محبت کرتا ہے کیونکہ انسان صرف اسی کے لیے دعا مانگتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے ارشاد: ﴿ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ کے بعد کا فرشتوں کی دعا کی تفصیل اور شرح بیان کرنا کتاب اللہ میں تدبیر کی کیفیت کی طرف لطیف اشارے کو متضمن ہے' نیز یہ اس بات کو بھی متضمن ہے کہ تدبر کرنے والا صرف مفرد لفظ کے معنی پر اقتصار نہ کرے' بلکہ اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ لفظ کے معنی پر خوب تدبر اور غور و فکر کرے۔ جب اچھی طرح معنی کا فہم حاصل کر لے اپنی عقل سے اس معاملے میں غور کرے' ان طریقوں پر غور کرے جو اس منزل تک پہنچاتے ہیں اور جن کے بغیر یہ نا تمام ہے اور جن پر تمام دارومدار ہے۔ اس کو یقین قطعی ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے' جیسا کہ اسے یقین ہے کہ وہ معنیٰ خاص اللہ تعالیٰ کی مراد ہے جس پر یہ لفظ دلالت کرتا ہے۔

وہ چیز جو اس کے لیے اس یقین کی موجب ہے کہ یہی معنی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے' دو امور ہیں:

۱۔ اس کی معرفت اور اس بات کا یقین کہ یہ معنی کے توابع میں سے ہے اور مراد الٰہی اسی پر موقوف ہے۔

۲۔ اس حقیقت کا علم رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی کتاب میں تدبر و تفکر کریں۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان معانی سے کیا لازم آتا ہے۔ اسی نے خبر دی ہے کہ اس کی کتاب سراسر ہدایت' نور اور ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے' یہ فصیح ترین اور ایضاح کے اعتبار سے جلیل ترین کلام ہے۔ اس سے بندۂ مومن توفیق الٰہی کے مطابق علم عظیم اور خیر کثیر سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ہماری اس تفسیر میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازا ہے۔ کبھی کبھی بعض آیات میں' صحیح الفکر مگر غور و تدبر سے محروم شخص پر اس کا ماخذ مخفی رہتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی رحمت کے خزانے کھول دے جو ہمارے احوال اور تمام مسلمانوں کے احوال کی اصلاح کا سبب بنیں۔ ہمارے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ہم اس کی نگاہ کرم کے منتظر ہیں' اس کے احسان کو وسیلہ بناتے ہیں' جس سے ہم ہر آن اور ہر لحظہ بہرہ مند رہتے ہیں۔ ہم اس سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں' یقیناً ہمارے نفس کی برائی ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت کریم اور عطا کرنے والا ہے' جس نے ہمیں اسباب اور ان کے مسببات عطا کیے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اس بات کو متضمن ہے کہ مومن کے ساتھ رہنے والے اشخاص' مثلاً بیوی' اولاد اور دوست بھی اس کی صحبت کے باعث سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مومن کی صحبت ان کے لیے ایسی بھلائی کے حصول کا سبب بنتی ہے جو اس کے عمل اور اسباب عمل سے خارج ہے' جیسا کہ فرشتے اہل ایمان اور ان کے نیک والدین' ان کی نیک بیویوں اور ان کی نیک اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل ایمان کے ماں باپ' بیویوں اور اولاد میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ وَمَنْ صَلَحَ ﴾ کے مطابق ''صلاحیت'' کا وجود لازم ہے تب اس صورت میں' ان کے لیے فرشتوں کی یہ دعا' ان کے عمل ہی کا نتیجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا' وہ پکارے (کہے) جائیں گے البتہ ناراضی اللہ کی زیادہ بڑی ہے تمہاری ناراضی سے اپنے آپ پر جب کہ تم بلائے جاتے تھے

الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا

ایمان کی طرف تو تم انکار کرتے تھے ○ وہ کہیں گے' اے ہمارے رب! موت دی تو نے ہمیں دو مرتبہ اور زندہ کیا تو نے ہمیں دو مرتبہ پس اقرار کیا ہم نے

بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

اپنے گناہوں کا' پس کیا (اب) نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے؟ ○ یہ اس سبب سے کہ بلاشبہ جب پکارا جاتا تھا اللہ اکیلے کو

كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫

تو انکار کرتے تھے تم اور اگر شریک ٹھہرایا جاتا (کسی کو) اس کے ساتھ تو تم (اسے) مان لیتے تھے پس حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت بلند اور بہت بڑا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اس فضیحت و رسوائی کا ذکر کرتا ہے جس کا کفار کو سامنا کرنا ہوگا' نیز ان کی دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کے رد ہونے اور ان پر زجر و توبیخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے مطلق بیان کیا ہے تاکہ یہ کفر کی تمام انواع کو شامل ہو' مثلاً اللہ تعالیٰ' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور روز آخرت کا انکار وغیرہ۔ جب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو اقرار کریں گے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث جہنم کے مستحق ہیں۔ وہ اپنے آپ پر شدید غیظ و غضب کا اظہار کریں گے۔ تب اس وقت ان کو پکار کر کہا جائے گا: ﴿ لَمَقْتُ اللّٰهِ ﴾ یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی ﴿ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴾ یعنی جب تمھیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے متبعین نے ایمان کی دعوت دی' تمھارے سامنے دلائل و براہین بیان کیے جن سے حق واضح ہوگیا' مگر تم نے کفر کو اپنائے رکھا اور ایمان سے منہ موڑ لیا' جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمھیں تخلیق فرمایا تھا اور تم اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے سائے سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ تم پر غصے اور ناراض ہوگیا تو یہ ناراضی ﴿ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''تمھاری اپنی ناراضی سے کہیں زیادہ ہے۔'' یعنی اس کریم ہستی کی یہ ناراضی ہمیشہ تم پر نازل رہی حتی کہ تم اس حالت کو پہنچ گئے۔ آج تم پر اللہ تعالیٰ کا غیظ و غضب اور اس کا عذاب نازل ہوگا جب کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے ثواب سے سرفراز ہوں گے۔

تب وہ واپس لوٹائے جانے کی تمنا کریں گے اور ﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی۔'' ایک قول کے مطابق اس سے مراد پہلی موت اور دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان کی موت ہے یا اس سے مراد ان کے وجود میں لائے جانے سے پہلے عدم محض اور وجود میں لائے جانے کے بعد کی موت ہے۔ ﴿ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''اور دو مرتبہ تو نے ہمیں زندہ کیا۔'' یعنی دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی' ﴿ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ ''پس ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے تو کیا نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟'' یعنی وہ نہایت حسرت سے یہ التجا کریں گے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا انھیں اسباب نجات اختیار نہ کرنے پر سخت زجر و توبیخ کی جائے گی۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ ﴾ ''یہ اس سبب سے کہ جب اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تھا۔'' جب اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کے لیے اخلاص عمل کے لیے بلایا جاتا اور شرک سے روکا جاتا تھا ﴿ كَفَرْتُمْ ﴾ ''تو تم انکار کرتے تھے۔'' تمھارے دل اس سے ناگواری محسوس کرتے اور تم اس سے سخت نفرت کرتے تھے ﴿ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ﴾ ''اور اگر اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔'' تمھارے اس رویے نے تمھیں اس منزل پر پہنچایا۔ تم ایمان لانے سے انکار کرتے اور کفر پر

ایمان لاتے رہے۔ تم اس طرز عمل پر راضی رہے جو دنیا و آخرت میں فساد اور شر کا باعث تھا اور اس طرز عمل کو برا سمجھتے رہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور اصلاح تھی۔ تم بدبختی، ذلت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے اسباب کو ترجیح دیتے رہے اور فوز و فلاح اور کامیابی کے اسباب سے منہ موڑتے رہے۔ ﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ (الأعراف: ١٤٦/٧) ''اور اگر وہ سیدھا راستہ دیکھیں تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ان کو گمراہی کا راستہ نظر آجائے تو اس پر چل پڑیں گے۔''

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ ''تو (آج) فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے جو عالی مقام (اور سب سے) بڑا ہے۔'' (اَلْعَلِي) سے مراد وہ ہستی ہے جو علو ذات، علو قدر اور علو قہر، یعنی ہر لحاظ سے مطلق بلندی کی مالک ہے۔ اس کے علو قدر میں سے اس کا کمال عدل ہے کہ وہ تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ تقویٰ شعار لوگوں اور فاسق و فاجر لوگوں کو مساوی قرار نہیں دیتا۔ (اَلْكَبِيْرُ) جو اپنے اسماء و صفات اور افعال میں کبریا اور عظمت و مجد کا مالک ہے جو ہر آفت، ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ جب فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں دائمی خلود کا فیصلہ کیا ہے تو اس کے فیصلے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ

وہی ہے جو دکھاتا ہے تمھیں اپنی نشانیاں اور نازل کرتا ہے تمہارے لیے آسمان سے رزق، اور نہیں نصیحت پکڑتا مگر وہ جو

يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ رَفِيْعُ

رجوع کرتا ہے ○ پس تم پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کیلیے بندگی کو اگرچہ ناپسند (برا) سمجھیں کافر ○ (وہ) بہت بلند

الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ

درجوں والا عرش کا مالک ہے وہ ڈالتا ہے روح (وحی) اپنے حکم سے اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں سے تاکہ وہ ڈرائے

يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ

ملاقات کے دن سے ○ جس دن وہ (قبروں سے) نکلیں گے نہیں مخفی ہوگی اللہ پر ان میں سے کوئی چیز، (اللہ تعالیٰ پوچھے گا) کس کیلیے ہے

الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

بادشاہی آج کے دن؟ (پھر خود ہی فرمائے گا) اللہ ہی کیلیے جو ایک ہے بڑا زبردست ○ آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو ساتھ اس کے جو

كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾

اس نے کمایا، نہیں کوئی ظلم آج، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی عظیم نعمتوں کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے باطل میں سے حق کو واضح کیا، وہ اپنے بندوں کو آیات نفسیہ، آیات آفاقیہ اور آیات قرآنیہ کا مشاہدہ کراتا ہے جو ہر مطلوب و مقصود پر اس طرح دلالت

کرتی ہیں کہ ان میں غور و فکر کرنے والے کے لیے معرفت حقائق میں ادنیٰ سا بھی شک نہیں رہتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے حق کو مشتبہ رکھا ہے نہ صواب کو مشکوک' بلکہ اللہ تعالیٰ نے دلائل کو متنوع طریقوں سے بیان اور آیات کو واضح کیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔

مسائل جتنے اہم اور بڑے ہوں گے' ان کے دلائل اتنے ہی زیادہ اور آسان ہوں گے۔ آپ توحید میں غور کیجیے' توحید کا مسئلہ بڑے مسائل میں شمار ہوتا ہے' بلکہ یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے' اس لیے اس کے عقلی اور نقلی دلائل بہت زیادہ اور متنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تمثیلیں بیان کی ہیں اور بہت کثرت سے استدلال کیا ہے' اس لیے اس مقام پر توحید کے جملہ دلائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''پس اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو۔'' جب اس نے ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے' تو ایک بڑی نشانی کی طرف اشارہ کیا چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ﴾ ''اور وہ آسمان سے تمھارے لیے رزق اتارتا ہے۔'' یعنی وہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے' جس سے تمھیں رزق دیا جاتا ہے' جس سے تم اور تمھارے مویشی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں۔

دینی نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں۔ اس سے مراد دینی مسائل' ان کے دلائل اور ان پر عمل ہے اور دنیاوی نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں' مثلاً وہ تمام نعمتیں جو بارش سے وجود میں آتی ہیں' بارش سے زمین اور بندوں کو زندگی عطا ہوتی ہے اور یہ چیز قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا ہی معبود برحق ہے جس کے لیے اخلاص دین متعین ہے جیسا کہ وہ اکیلا ہی منعم حقیقی ہے۔ ﴿ وَمَا يَتَذَكَّرُ ﴾ جب اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتا ہے تو اس سے نہیں نصیحت حاصل کرتا ﴿ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ مگر وہی شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت' اس کی خشیت' اس کی اطاعت اور اس کے سامنے عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے۔ پس یہی وہ شخص ہے جو آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ آیات اس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں اور ان آیات سے اسی کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

چونکہ آیات الٰہی کا ثمرہ تذکر ہے اور تذکر اللہ تعالیٰ کے اخلاص کا موجب ہے' اس لیے اخلاص کے حکم کو ''فا'' کے ذریعے سے اس پر مرتب فرمایا جو سببیت پر دلالت کرتی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ یہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ' دونوں کو شامل ہے۔ اخلاص کا معنی ہے تمام عبادات واجبہ و مستحبہ' حقوق اللہ اور حقوق العباد میں قصد کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنا' یعنی وہ تمام امور' جن پر تم دین کے طور پر عمل کرتے ہو اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بناتے ہو' ان میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لو۔ ﴿ وَلَوْ كَرِهَ

﴿الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”خواہ یہ کفار کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو“ اس لیے تم ان میں ان کی پروا نہ کرو۔ یہ چیز تمھیں تمھارے دین سے نہ پھیر دے‘ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمھیں اللہ کے راستے سے روک نہ دے کیونکہ کفار اخلاص کو بہت ناپسند کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ (الزمر: ۴۵/۳۹) ”جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کراہت سے تنگ ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا خود ساختہ معبودوں کا نام لیا جاتا ہے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال و کمال کا ذکر فرمایا جو عبادت میں اخلاص کا تقاضا کرتا ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ﴾ ”وہ درجاتِ عالی کا مالک اور صاحب عرش ہے۔“ یعنی وہ بلند اور اعلیٰ ہے جو عرش پر مستوی ہے‘ عرش اس کے لیے مختص ہے‘ اس کے درجات بہت بلند ہیں وہ ان کی وجہ سے مخلوقات سے علیحدہ ہے اور ان کے ساتھ اس کا مرتبہ بلند ہے۔ اس کے اوصاف جلیل القدر ہیں اور اس کی ذات اس سے بلند تر ہے کہ اس کا قرب حاصل کیا جائے سوائے پاک اور طاہر و مطہر عمل کے ذریعے سے اور وہ ہے اخلاص جو مخلص مومنین کے درجات کو بلند کرتا ہے‘ اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور تمام مخلوق پر فوقیت عطا کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رسالت اور وحی کی نعمت کا ذکر کرتا ہے‘ فرمایا: ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ﴾ ”وہ نازل کرتا ہے روح۔“ یعنی وحی‘ جو قلب و روح کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو اجساد کے لیے ارواح کی ہے۔ جیسے روح کے بغیر بدن زندہ ہوتا ہے نہ زندہ رہ سکتا ہے اسی طرح روح اور قلب‘ روحِ وحی کے بغیر درست رہ سکتے ہیں نہ فلاح سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ﴾ ”اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے“ جس میں بندوں کی منفعت اور مصلحت ہے ﴿عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ”اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔“ اس سے اللہ تعالیٰ کے رسول مراد ہیں جنھیں اس نے فضیلت بخشی اور انھیں اپنی وحی اور بندوں کو دعوت دینے کے لیے مختص فرمایا۔

انبیاء و مرسلین مبعوث کرنے کا فائدہ بندوں کے لیے‘ ان کے دین‘ دنیا اور آخرت میں سعادت کا حصول اور ان کے دین‘ دنیا اور آخرت میں بدبختی کو دور کرنا ہے‘ بنابریں فرمایا: ﴿لِيُنْذِرَ﴾ تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کی طرف وحی بھیجی گئی ہے ﴿يَوْمَ التَّلَاقِ﴾ ”ملاقات کے دن سے“ یعنی وہ اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ملاقات کے دن سے ڈرائے اور انھیں ان اسباب کو تیار کرنے کے لیے آمادہ کرے جو ان کو اس صورت حال سے نجات دیتے ہیں جس میں وہ گھرے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دن کو (يَوْمُ التَّلَاقِ) کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس دن خالق اور مخلوق کی ملاقات ہو گی‘ مخلوق ایک دوسرے سے ملاقات کرے گی اور عمل کرنے والے اپنے اعمال اور ان کی جزا کا سامنا کریں

گے۔ ﴿يَوْمَ هُم بَارِزُونَ﴾ ''جس روز سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے۔'' یعنی جس روز یہ زمین پر ظاہر ہوں گے اور ایک ہی میدان میں جمع ہوں گے، جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا، پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ سب تک پہنچ سکے گی۔ ﴿لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ﴾ ''ان کی کوئی بات اللہ سے چھپی نہ رہے گی۔'' یعنی ان کی ذات چھپ سکے گی نہ ان کے اعمال اور نہ ان اعمال کی جزا ہی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہوگی۔ ﴿لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ''آج بادشاہی کس کی ہے؟'' یعنی اس عظیم دن کا کون مالک ہے؟ جس نے اولین و آخرین، آسمانوں اور زمین کی مخلوق کو جمع کیا ہے، آج اقتدار میں خود ساختہ شراکت ختم اور تمام اسباب منقطع ہو گئے، اور کچھ باقی نہیں رہا سوائے اچھے برے اعمال کے۔ ﴿لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''اللہ اکیلے کے لیے جو سب پر غالب ہے۔'' یعنی آج اقتدار کی مالک وہ ذات بابرکات ہے جو اپنی ذات، اسماء و صفات اور افعال میں منفرد ہے اور کسی بھی لحاظ سے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿الْقَهَّارِ﴾ تمام مخلوقات پر غالب و قاہر ہے، تمام مخلوقات اس کی مطیع، اس کے سامنے عاجز ہے خاص طور پر اس دن لوگوں کے سر اس حیّ قیوم ہستی کے سامنے جھک جائیں گے اور اس روز اس کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔

﴿الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ''آج ہر نفس کو، جو اس نے کمایا، اس کی جزا دی جائے گی۔'' یعنی اس نے دنیا کے اندر، تھوڑی یا بہت، جو بھی نیکی اور بدی کا اکتساب کیا ہے، آج اس کی جزا دی جائے گی۔ ﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ ''آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔'' آج کسی نفس پر، برائیوں میں اضافہ کر کے یا اس کی نیکیوں میں کمی کر کے ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ ''بلاشبہ اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔'' یعنی اس دن کو دور نہ سمجھو یہ دن ضرور آنے والا ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، نیز وہ قیامت کے روز اپنے بندوں کا بہت جلد حساب لے لے گا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ قدرت کاملہ کا مالک ہے۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ

اور ڈرائیں انکو قریب آنے والے دن (قیامت) سے جب کہ دل نزدیک گلوں کے ہوں گے غم سے بھرے ہوئے نہیں ہوگا ظالموں کیلیے

مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾

کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے ○ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور اسکو بھی جو کچھ چھپاتے ہیں سینے ○

وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ

اور اللہ فیصلہ کرے گا ساتھ حق (انصاف) کے اور وہ جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہ نہیں فیصلہ کر سکتے کسی بھی چیز کا،

إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢٠﴾

بلاشبہ اللہ وہی ہے خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ ﴾ ''(اے نبی!) انھیں (قریب) آپہنچنے والے دن سے ڈرائیے'' یعنی انھیں قیامت کے دن سے ڈرائیے جو بہت قریب ہے' اس کے اہوال اور اس کے زلزلوں کے پہنچنے کا وقت ہو گیا ہے ﴿ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ ﴾ ''جب کہ دل گلوں تک آرہے ہوں گے۔'' یعنی ان کے دل ہوا ہو جائیں گے۔ خوف اور کرب سے دل گلے میں اٹک جائیں گے اور آنکھیں اوپر کی جانب اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی ﴿ كٰظِمِيْنَ ﴾ وہ کلام نہیں کر سکیں گے سوائے اس شخص کے' جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ درست بات کہے گا۔ وہ دلوں میں چھپے ہوئے خوف اور دہشت کو زبان پر نہیں لائیں گے۔ ﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ ﴾ اور ظالموں کا کوئی قریبی اور ساتھی نہیں ہو گا ﴿ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ ''اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہو گا جس کی بات مانی جائے'' کیونکہ اگر سفارشیوں کی سفارش کو فرض کر بھی لیا جائے تب بھی یہ سفارشی شرک کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں کی سفارش نہیں کریں گے۔ اگر یہ سفارش کریں بھی تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش پر راضی ہو گا نہ اس کو قبول کرے گا۔ ﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ ﴾ ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔'' یہ وہ نظر ہے جسے بندہ اپنے ہم نشین اور ساتھی سے چھپاتا ہے اور یہ چوری کی نظر ہے۔ ﴿ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴾ ''اور ان مخفی باتوں کو بھی جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں۔'' یعنی وہ امور جنھیں بندہ دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ سینوں میں چھپے ہوئے ان بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ ظاہری امور سے آگاہ ہونا تو زیادہ اولیٰ ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے'' کیونکہ اس کا قول حق ہے' اس کا حکم شرعی حق ہے اور اس کا حکم جزائی بھی حق ہے۔ اس کا علم محیط ہے' اس نے ہر چیز کو لکھ رکھا ہے اور اس کے پاس ہر چیز محفوظ ہے۔ وہ ظلم' نقص اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ وہی ہے جو اپنی قضا و قدر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے' جب وہ کوئی چیز چاہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے' جب نہیں چاہتا تو نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں اپنے مومن اور کافر بندوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور فتح و نصرت کے ذریعے سے اپنے اولیا اور محبوب بندوں کی مدد کرتا ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور جن کو یہ اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہیں'' یہ ان تمام ہستیوں کو شامل ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ ﴿ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ﴾ ''وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔'' کیونکہ وہ عاجز اور بے بس ہیں ان میں بھلائی کا ارادہ معدوم اور وہ اس کے فعل کی استطاعت سے محروم ہیں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ ﴾ اللہ تعالیٰ ہی تمام آوازوں کو' اختلاف زبان اور اختلاف حاجات کے باوجود سنتا ہے۔ ﴿ الْبَصِيْرُ ﴾ ''وہ دیکھنے والا ہے۔'' جو کچھ تھا اور جو کچھ ہے' جو کچھ نظر آتا ہے اور جو کچھ نظر نہیں آتا' جسے بندے جانتے ہیں اور جسے بندے نہیں جانتے' سب اس کی نظر میں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دو آیات کریمہ کی ابتدا میں فرمایا تھا: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ ﴾ ''ان کو قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرایئے۔'' پھر اس کے یہ اوصاف بیان فرمائے جو اس عظیم دن کے لیے تیاری کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ یہ ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
کیا نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں، پس وہ دیکھتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو تھے ان سے پہلے،
كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ
تھے وہ زیادہ سخت ان سے قوت میں اور نشانیوں میں (جو چھوڑ گئے وہ) زمین میں، پس پکڑ لیا انکو اللہ نے بہ سبب انکے گناہوں کے، اور نہ تھا
لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
ان کیلئے اللہ سے کوئی بچانے والا ○ یہ اس سبب سے کہ بیشک وہ تھے کہ آتے تھے انکے پاس انکے رسول واضح دلیلوں کے ساتھ،
فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾
تو انہوں نے انکار کیا، پس پکڑ لیا ان کو اللہ نے، بلاشبہ وہ بڑا قوت والا سخت سزا دینے والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' یعنی انہوں نے اپنے قلوب و ابدان کے ساتھ، گزشتہ قوموں کے آثار میں غور و فکر کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کے لیے چل پھر کر نہیں دیکھا؟ ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تاکہ وہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟'' یعنی جو ان سے پہلے انبیاء و رسل کی تکذیب کرنے والے تھے۔ وہ دیکھیں گے کہ ان کا بدترین انجام ہوا وہ تباہ و برباد کر دیے گئے اور انھیں فضیحت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، حالانکہ ﴿ كَانُوْا ﴾ وہ ان لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے، یعنی وہ تعداد، ساز و سامان اور جسمانی طور پر بہت طاقتور تھے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' بہت زیادہ تھے ﴿ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے'' یعنی عمارات اور باغات وغیرہ کے لحاظ سے انھوں نے بہت زبردست آثار زمین میں چھوڑے۔ آثار کی قوت آثار چھوڑنے والے کی قوت اور اس کی شان و شوکت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں پکڑ لیا'' اپنے عذاب کے ساتھ ﴿ بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ ''ان کے گناہوں کی وجہ سے'' جبکہ انھوں نے ان گناہوں پر اصرار کیا اور ان پر جمے رہے ﴿ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ''بے شک وہ صاحب قوت اور سخت عذاب دینے والا ہے۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ کی قوت کے سامنے ان کی قوت کسی کام نہ آئی بلکہ قوم عاد سب سے طاقتور قوم تھی، جو کہا کرتے تھے ﴿ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ (حٰم السجدۃ: ۱۵/۴۱) ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا بھیجی جس نے ان کے قویٰ مضمحل کر دیے اور

ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے احوال کا نمونہ بیان فرمایا، یعنی فرعون اور اس کے لشکروں کی مثال، چنانچہ فرمایا:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں اور (ساتھ) دلیل واضح کے ○ طرف فرعون اور ہامان اور قارون کے،

فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ

پس انہوں نے کہا: (یہ تو) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ○ پس جب آیا وہ انکے پاس حق لے کر ہماری طرف سے تو انہوں نے کہا: قتل کرو بیٹوں کو ان لوگوں کے

اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ

جو ایمان لائے ساتھ اس (موسیٰ) کے اور زندہ رکھو ان کی عورتوں (بیٹیوں) کو اور نہیں تھی چال کافروں کی مگر ناکام ہی ○ اور کہا

فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ

فرعون نے: چھوڑو مجھے (تا کہ) قتل کر دوں میں موسیٰ کو اور چاہیے کہ پکارے وہ اپنے رب کو بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ بدل دے گا تمہارے دین کو یا

اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ

یہ کہ پھیلائے گا وہ زمین میں فساد ○ اور کہا موسیٰ نے: بے شک میں پناہ میں آتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی ہر

مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ركوع

اس متکبر سے جو نہیں ایمان رکھتا یوم حساب پر ○ اور کہا ایک مرد مومن نے آلِ فرعون میں سے (جو)

يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

چھپاتا تھا ایمان اپنا، کیا قتل کرتے ہو تم ایک آدمی کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تحقیق وہ لایا ہے تمہارے پاس روشن دلائل

مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ

تمہارے رب کی طرف سے، اور اگر ہے وہ جھوٹا تو اسی پر وبال ہے اسکے جھوٹ کا اور اگر وہ ہے سچا تو پہنچے گا تم کو کچھ حصہ اس (عذاب) کا جس کا

يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ

وہ وعدہ کرتا ہے تم سے، بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا اس شخص کو کہ ہے وہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹا ○ اے میری قوم! تمہارے لیے ہی بادشاہی ہے

الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؗ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ

آج جب کہ غالب ہو تم زمین میں، پس کون مدد کرے گا ہماری اللہ کے عذاب سے اگر آ گیا وہ ہمارے پاس؟ کہا فرعون نے:

مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ

نہیں دکھاتا میں تمہیں مگر وہی جو میں دیکھتا ہوں اور نہیں رہنمائی کرتا میں تمہاری مگر بھلائی ہی کے راستے کی ○ اور کہا: اس شخص نے جو ایمان لایا تھا

یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ

اے میری قوم! بلاشبہ میں ڈرتا ہوں تم پر مانند دن (گزشتہ) گروہوں کے سے ○ مانند حال قوم نوح اور عاد

وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ

اور ثمود کے اور ان لوگوں کے جو ان کے بعد ہوئے اور نہیں اللہ چاہتا ظلم کرنا بندوں پر ○ اور اے میری قوم! بلاشبہ میں ڈرتا ہوں

عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ

تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ○ جس دن پھرو (بھاگو) گے تم پیٹھ پھیرتے ہوئے نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا

وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ

اور جس کو گمراہ کردے اللہ تو نہیں ہے اسکو کوئی ہدایت دینے والا ○ اور البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس یوسف (بھی) اس سے پہلے ساتھ واضح دلائل کے

فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ

پس ہمیشہ رہے تم شک میں اس سے جو وہ لایا تمہارے پاس یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگیا تو تم نے کہا ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ اس کے بعد

رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚۖ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ

کوئی رسول، اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ اس شخص کو کہ ہو وہ حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ○ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ

اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو آئی ہو انکے پاس (یہ جھگڑنا) بڑی ناراضی کا باعث ہے نزدیک اللہ کے اور نزدیک ان لوگوں کے جو ایمان لائے

كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ

اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ دل پر ہر متکبر سرکش کے ○ اور کہا فرعون نے: اے ہامان! تو بنا

لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی

میرے لئے ایک بلند عمارت تاکہ پہنچوں میں راستوں پر ○ راستوں پر آسمانوں کے پس جھانک کر دیکھوں میں موسیٰ کے معبود کیطرف

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ

اور بیشک میں تو یقیناً گمان کرتا ہوں اسے جھوٹا اور اسی طرح مزین کر دیا گیا فرعون کیلئے اس کا برا عمل اور روک دیا گیا وہ (سیدھے) راستے سے

وَ مَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ

اور نہیں تھی چال فرعون کی مگر تباہی ہی میں ○ اور کہا اس شخص نے جو ایمان لایا تھا: اے میری قوم! پیروی کرو تم میری میں بتلاؤں گا تمہیں

سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ؗ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ

راستہ بھلائی (نیکی) کا ○ اے میری قوم! بلاشبہ یہ زندگانی دنیا تو کچھ فائدہ اٹھا لینا ہے اور بے شک آخرت وہی ہے

دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

گھر ٹھہرنے کا ○ جس نے کی کوئی برائی تو نہیں بدلہ دیا جائے گا وہ مگر اسی کے برابر اور جس نے کیا کوئی نیک کام،

منزل ٦

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا

وہ مرد ہو یا عورت دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں' رزق دیے جائیں گے وہ اس میں

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾

بے حساب ○ اور اے میری قوم! کیا ہے میرے لئے کہ میں تو بلاتا ہوں تمہیں نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے آگ کی طرف؟○

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

تم بلاتے ہو مجھے کہ کفر کروں میں اللہ کے ساتھ اور شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اس کو کہ نہیں ہے مجھے اس کا کوئی علم اور میں بلاتا ہوں تمہیں طرف

الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا

غالب بہت بخشنے والے کی○ نہیں شک (اس میں) کہ وہ چیز کہ بلاتے ہو تم مجھے اس کی طرف' نہیں ہے اس کیلئے پکار (کا قبول کرنا) دنیا میں اور نہ

فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

آخرت میں اور بلاشبہ لوٹنا ہمارا اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ حد سے بڑھنے والے ہی ہیں دوزخی ○

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ

پس عنقریب یاد کرو گے تم جو کہتا ہوں میں تم سے اور سونپتا ہوں میں اپنا معاملہ اللہ کی طرف' بلاشبہ اللہ خوب دیکھنے والا ہے

بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ

بندوں کو○ پس بچا لیا اس کو اللہ نے اس تدبیر کی برائیوں سے جو انہوں نے کی اور گھیر لیا آل فرعون کو برے

الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

عذاب نے○ (وہ) آگ ہے' پیش کیے جاتے ہیں وہ اس پر صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی

السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

قیامت (کہا جائے گا:) داخل کرو آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں○

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ﴾ ''بلاشبہ ہم نے بھیجا'' یعنی ان جیسے مکذبین کی طرف ﴿ مُوْسٰى ﴾ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ﴿ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ''اپنی (بڑی بڑی) نشانیوں کے ساتھ'' جو موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی حقیقت اور مشرکین کے موقف کے بطلان پر قطعی طور پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ یعنی ایک واضح حجت کے ساتھ جو دلوں پر مسلط ہو کر ان کو سرنگوں کر دیتی ہے' مثلاً سانپ اور عصا اور اس قسم کے دیگر معجزات جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی اور ان کے لیے حق کی دعوت کو آسان بنایا۔

اور جن کی طرف بھیجا گیا وہ تھے ﴿ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ﴾ فرعون' اس کا وزیر ہامان ﴿ وَقَارُوْنَ ﴾ ''اور قارون''۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تعلق رکھتا تھا مگر اس نے اپنے مال و دولت کی وجہ سے اپنی قوم سے

بغاوت کی۔ ان سب لوگوں نے نہایت سختی سے آپ کی دعوت کو رد کر دیا۔ ﴿فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ''تو انھوں نے کہا: یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔''

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا﴾ ''پس جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آئے'' اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے معجزات کے ذریعے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید فرمائی جو مکمل اطاعت کے موجب تھے مگر انھوں نے اطاعت نہ کی۔ انھوں نے مجرد ترک اطاعت اور روگردانی کرتے ہوئے ان کے انکار اور باطل کے ذریعے سے ان کی مخالفت ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی جرأت کا یہ حال تھا کہ کہنے لگے: ﴿اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور نہیں ہے کافروں کی چال'' وہ یہ سازش کرنے ہی والے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے تو یہ طاقتور نہیں ہو سکیں گے اور یہ ان کی غلامی میں مطیع بن کر رہیں گے لہٰذا نہ ہوئی ان کی چال ﴿اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾ ''مگر ناکام'' کیونکہ ان کا مقصد پورا نہیں ہوا تھا بلکہ ان کے مقاصد کے برعکس نتیجہ حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور تباہ و برباد کر دیا۔

قاعدہ: اس نکتے پر غور کیجیے جو کتاب اللہ میں کثرت سے پیش آتا ہے' جب آیات کریمہ کا سیاق کسی معین قصے یا معین چیز میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس معین قصے پر کوئی حکم لگانا چاہتا ہو تو وہ اس حکم کو اس قصے کے ساتھ مختص کر کے ذکر نہیں فرماتا بلکہ اسے اس کے وصف عام پر معلق کرتا ہے تاکہ یہ حکم عام ہو اور اس میں وہ صورت بھی شامل ہو جس کے لیے کلام لایا گیا ہے اور اس معین قصے کے ساتھ حکم کے اختصاص کی بنا پر پیدا ہونے والا وہم ختم ہو جائے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے (وَمَا كَيْدُهُمْ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ) نہیں کہا بلکہ فرمایا: ﴿وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾ فرعون نے نہایت تکبر کے ساتھ اور اپنی قوم کے بے وقوفوں کو فریب میں مبتلا کرتے ہوئے کہا: ﴿ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ﴾ ''مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب کو بلا لے۔'' فرعون سمجھتا تھا...... اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے...... اگر اسے اپنی قوم کی دل جوئی مقصود نہ ہوتی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرا دیتا اور فرعون یہ بھی سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے دعا کرنا اسے اپنے ارادے پر عمل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا جس کی بنا پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اپنی قوم کی خیر خواہی اور زمین پر ازالۂ شر کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا' چنانچہ اس نے کہا: ﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ﴾ ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تمھارے دین کو نہ بدل دے۔'' جس پر تم چل رہے ہو ﴿اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ ''یا وہ ملک میں فساد نہ پیدا کر دے۔'' یہ بہت ہی تعجب خیز امر ہے کہ

ایک بدترین انسان لوگوں کی خیر خواہی کے لیے ان کو مخلوق میں سے بہترین ہستی کی اتباع سے روکے۔ یہ درحقیقت باطل کو فریب کاری کے خوبصورت پردے میں چھپانا ہے۔ یہ کام صرف وہی عقل سرانجام دے سکتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ (الزخرف: ۴۳/ ۵۴) ”فرعون نے اپنی قوم کو ہلکا (بے وقوف) جانا اور انھوں نے بھی اس کی اطاعت کی، وہ درحقیقت فاسقوں کا گروہ تھا۔“

﴿وَقَالَ مُوْسٰى﴾ ”موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا:“ جب فرعون نے یہ بڑہانکی، جس کا موجب اس کی سرکشی تھی اور سرکشی پر مبنی یہ بات کہنے میں فرعون نے اپنی قوت واقتدار سے مدد لی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے کہا: ﴿اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ”میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ لے چکا ہوں۔“ یعنی میں اس کی ربوبیت کی پناہ مانگتا ہوں، جس کے ذریعے سے میرے رب نے تمام امور کی تدبیر کی ہے ﴿مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ”ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔“ یعنی جس کا تکبر اور یوم حساب پر عدم ایمان، اسے شر اور فساد پر آمادہ کرتا ہے۔ اس عموم میں فرعون اور اس کے ہم صفات دیگر افراد داخل ہیں جیسا کہ قریب ہی گزشتہ سطور میں یہ قاعدہ گزر چکا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوم حساب کے منکر ہر متکبر سے محفوظ و مامون رکھا اور آپ کو ایسے اسباب مہیا فرمائے جن کی بنا پر فرعون اور اس کے درباریوں کا شر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

ان جملہ اسباب میں سے وہ صاحب ایمان شخص بھی ہے جو آل فرعون سے تعلق رکھتا تھا بلکہ کاروبار مملکت میں شامل تھا۔ لازماً اس کی بات سنی جاتی ہوگی خاص طور پر جب وہ ان سے موافقت کا اظہار کرتا تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیونکہ اس صورت میں عام طور پر وہ اس کی رعایت رکھتے تھے اگر وہ ظاہر میں ان کی موافقت نہ کرتا تو وہ یہ رعایت نہ رکھتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے قریش سے محفوظ رکھا۔ ابوطالب ان کے نزدیک ایک بڑا سردار تھا ان کے دین ہی کی موافقت کرتا تھا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو وہ آپ کی اس طرح حفاظت نہ کرسکتا۔

اس توفیق یافتہ، عقل مند اور دانا مومن نے اپنی قوم کے فعل کی قباحت واضح کرتے ہوئے کہا: ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ ”کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔“ یعنی تم اس کے قتل کو کیونکر جائز سمجھتے ہو؟ اس کا گناہ صرف یہی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور اس کا قول دلائل سے خالی بھی نہیں، اس لیے صاحب ایمان نے کہا: ﴿وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ”اور وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے“ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اتنے مشہور ہو گئے کہ چھوٹے بڑے سب جانتے تھے، اس لیے یہ چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی موجب نہیں بن سکتی۔ تم نے اس سے پہلے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تمھارے پاس حق لے کر آئے' اس کا دلیل کے ذریعے سے ابطال کیوں نہیں کیا کہ دلیل کا مقابلہ دلیل سے کیا ہوتا' پھر اس کے بعد غور کرتے کہ آیا اس پر دلیل میں غالب آنے کے بعد اس کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اب جبکہ حجت اور دلیل میں وہ تمھیں نیچا دکھا چکا ہے۔ تمھارے درمیان اور اس کے قتل کے جواز کے درمیان بہت فاصلہ حائل ہے جسے طے نہیں کیا جا سکتا' پھر اس نے ان سے عقل کی بات کہی جو ہر حال میں ہر عقل مند کو مطمئن کر دیتی ہے۔ ﴿ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ﴾ "اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو اس عذاب کا بعض حصہ تم پر واقع ہو کر رہے گا' جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دو امور میں سے کسی ایک پر معلق ہے یا تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں یا وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ان کے جھوٹ کا وبال انھی پر ہے اور اس کا ضرر بھی انھی کے ساتھ مختص ہے تمھیں اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ تم نے اس دعوے کی تصدیق نہیں کی اور اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور انھوں نے تمھارے سامنے اپنی صداقت کے دلائل بھی پیش کیے ہیں اور تمھیں یہ وعید بھی سنائی ہے کہ اگر تم نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا تو اللہ تمھیں اس دنیا میں عذاب دے گا اور آخرت میں بھی تمھیں جہنم میں داخل کرے گا' لہٰذا ان کی وعید کے مطابق تم دنیا میں بھی اس عذاب کا ضرور سامنا کرو گے۔ یہ اس صاحب ایمان شخص اور اس کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدافعت کا نہایت لطیف پیرایہ ہے کہ اس نے ان لوگوں کو ایسا جواب دیا جو ان کے لیے کسی تشویش کا باعث نہ تھا۔ پس اس نے معاملے کا دارومدار ان مذکورہ دو حالتوں پر رکھا اور دونوں لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل ان کی سفاہت اور جہالت تھی۔

پھر وہ صاحب ایمان شخص رضی اللہ عنہ اس بارے میں' ایک ایسے معاملے کی طرف منتقل ہوا جو اس سے بہتر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق کے قریب ہونے کو زیادہ واضح کرتا ہے' چنانچہ اس نے کہا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ ﴾ "بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھا ہوا ہو" یعنی جو حق کو ترک اور باطل کی طرف متوجہ ہو کر تمام حدیں پھلانگ جاتا ہے۔ ﴿ كَذَّابٌ ﴾ "جھوٹا ہو۔" جو حدود سے تجاوز پر مبنی اپنے موقف کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ راہ صواب نہیں دکھاتا' نہ اس کے مدلول میں اور نہ اس کی دلیل میں اور نہ اسے راہ راست کی توفیق ہی سے بہرہ مند کرتا ہے۔

تم نے دیکھ لیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی اور انھوں نے عقلی دلائل و براہین اور آسمانی معجزات کے ذریعے سے اس حق کو واضح کر دیا۔ جسے یہ راستہ مل جائے' ممکن نہیں کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والا اور کذاب ہو' یہ اس کے کامل علم و عقل اور اس کی معرفت الٰہی کی دلیل ہے۔

پھر اس صاحب ایمان نے اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور انھیں

ظاہری اقتدار کے دھوکے میں مبتلا ہونے سے روکا' اس نے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ "اے میری قوم! آج تمھاری بادشاہت ہے۔" یعنی دنیا کے اندر ﴿ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾ "تم ہی اپنی سرزمین میں غالب ہو" تم اپنی رعیت پر غالب ہو اور ان پر جو حکم چاہتے ہو نافذ کرتے ہو۔ فرض کیا تمھیں یہ اقتدار پوری طرح حاصل ہو جاتا ہے' حالانکہ تمھارا یہ اقتدار مکمل نہ ہو گا ﴿ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ ﴾ "تو ہمیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔" ﴿ اِنْ جَآءَنَا ﴾ "اگر وہ (عذاب) ہمارے پاس آ جائے۔"

یہ اس مومن شخص کی طرف سے دعوت کا نہایت حسین اسلوب ہے کیونکہ اس نے معاملے کو اپنے اور ان کے درمیان مشترک رکھا۔ اس کا قول تھا ﴿ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا ﴾ اور ﴿ اِنْ جَآءَنَا ﴾ تاکہ ان کو باور کرا سکے کہ وہ ان کا اسی طرح خیر خواہ ہے جس طرح وہ خود اپنی ذات کا خیر خواہ ہے اور ان کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ اس بارے میں فرعون نے اس مرد مومن کی مخالفت اور اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے بچانے کے لیے ان کو فریب میں مبتلا کرتے ہوئے کہا: ﴿ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴾ "میں تمھیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور تمھیں وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔" وہ اپنے قول: ﴿ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى ﴾ "میں تمھیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے" میں بالکل سچا ہے مگر اسے کیا بات سوجھی ہے؟ اسے یہ بات سوجھی ہے کہ وہ اپنی قوم کو ہلکا (بے وقوف) سمجھے اور وہ اس کی پیروی کریں تاکہ اس کی ریاست قائم رہے۔ وہ جانتا تھا کہ حق اس کے ساتھ نہیں ہے بلکہ حق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے' اسے اس بات کا یقین تھا بایں ہمہ اس نے حق کا انکار کر دیا۔ البتہ اس نے اپنے اس قول میں جھوٹ بولا: ﴿ وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴾ "اور میں تو تمھیں صرف ہدایت کی راہ دکھاتا ہوں۔" یہ حق کو بدل ڈالنا ہے۔

اگر فرعون نے اپنی قوم کو صرف اتنا سا حکم دیا ہوتا کہ وہ اس کے کفر اور گمراہی میں اس کی اتباع کریں تو یہ برائی کم تر ہوتی' مگر اس نے تو اپنی قوم کو اپنی اتباع کا حکم دیا اور اس پر مستزاد یہ کہ اسے یہ بھی زعم تھا کہ اس کی اتباع حق کی اتباع ہے اور حق کی اتباع کو گمراہی خیال کرتا تھا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ ﴾ "وہ شخص جو ایمان لایا تھا کہنے لگا:" یعنی اپنی قوم سے مایوس ہوئے بغیر مسلسل دعوت دیتے ہوئے...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والوں کی عادت ہے' وہ لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں' کوئی روکنے والا انھیں روک سکتا ہے نہ کوئی سرکش انھیں بار بار دعوت دینے سے باز رکھ سکتا ہے...... ان سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴾ "اے میری قوم! مجھے تمھاری نسبت

خوف ہے کہ تم پر دوسری امتوں کی طرح کے (برے) دن کا عذاب نہ آجائے۔'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور اکٹھے ہو کر انبیاء کی مخالفت کی۔ پھر اس نے واضح کرتے ہوئے کہا: ﴿ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ﴾ ''قوم نوح' عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں ان کے حال کی طرح۔'' یعنی جیسا کہ کفر اور تکذیب میں ان قوموں کی عادت تھی۔ اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ تھا کہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا ہی میں ان پر عذاب نازل کیا۔ ﴿ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا'' کہ ان کو کسی گناہ اور جرم کے بغیر عذاب دے دے۔

اس نے ان کو دنیاوی عذاب سے ڈرانے کے بعد اخروی عقوبت سے ڈراتے ہوئے کہا: ﴿ وَيَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴾ ''اے میری قوم! مجھے تمھاری نسبت پکار (قیامت) کے دن کا خوف ہے۔'' یعنی قیامت کے دن کا جب اہل جنت اہل جہنم کو پکاریں گے: ﴿ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ○ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴾ (الأعراف: ٧/٤٤) ''ہم نے تو ان وعدوں کو سچا پایا جو ہم سے ہمارے رب نے کیے تھے' کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدے کیے تھے تم نے بھی انھیں سچا پایا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور وہ آخرت کے (بھی) منکر تھے۔'' اور اہل جہنم اہل جنت کو پکاریں گے: ﴿ وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴾ (الأعراف: ٧/٥٠) ''اور جہنمی اہل جنت کو پکاریں گے کہ تھوڑا سا پانی ہماری طرف بھی بہا دو' یا اس رزق میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو' جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا کیا ہے۔ اہل جنت جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔'' اور جب اہل جہنم' داروغۂ جہنم (مالک) کو پکاریں گے تو وہ انھیں جواب دے گا: ﴿ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ ﴾ (الزخرف: ٤٣/٧٧) ''تم جہنم میں رہو گے۔'' اور جب اہل جہنم اپنے رب کو پکاریں گے: ﴿ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴾ (المؤمنون: ٢٣/١٠٧) اے ہمارے رب! ہمیں اس جہنم سے نکال اگر ہم دوبارہ نافرمانی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔'' اللہ تعالیٰ انھیں جواب دے گا: ﴿ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴾ (المؤمنون: ٢٣/١٠٨) ''دفع ہو جاؤ اور پڑے رہو اسی جہنم میں اور میرے ساتھ بات نہ کرو'' اور جب مشرکین سے کہا جائے گا۔ ﴿ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ ﴾ (القصص: ٢٨/٦٤) ''اپنے خود ساختہ شریکوں کو پکارو! وہ انھیں پکاریں گے' مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے۔''

پس اس مرد مومن نے ان کو اس ہولناک دن سے ڈرایا اور اسے اس پر بڑی تکلیف ہوئی کہ وہ اس کے باوجود اپنے شرک پر جمے ہوئے ہیں، بنابریں اس نے کہا: ﴿ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ''جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگے بھاگے پھرو گے'' یعنی جب تمھیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا ﴿ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ﴾ ''تو تمھیں اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔'' یعنی تم خود اپنی طاقت سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر سکو گے نہ اللہ کے سوا کوئی تمھاری مدد کر سکے گا۔ ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ ﴾ (الطارق: ۹/۸۶۔۱۰) ''جس روز دلوں کے بھید جانچے جائیں گے، اس روز اس کا بس چلے گا نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔''

﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' کیونکہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بارے میں یہ جانتے ہوئے کہ وہ اپنی خباثت کی وجہ سے ہدایت کے لائق نہیں، ہدایت سے محروم کر دے، تو اس کے لیے ہدایت کا کوئی راستہ نہیں۔

﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ ﴾ ''اور یوسف (علیہ السلام) بھی تمھارے پاس آئے۔'' یعنی یوسف بن یعقوب علیہ السلام ﴿ مِنْ قَبْلُ ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے یوسف علیہ السلام اپنی صداقت پر واضح دلائل لے کر آئے اور تمھیں اپنے اکیلے رب کی عبادت کرنے کا حکم دیا ﴿ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ﴾ ''تو وہ جو لائے تھے اس کے بارے میں تم ہمیشہ شک میں رہے۔'' یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ﴿ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ ﴾ ''حتی کہ جب وہ فوت ہوگئے۔'' تو تمھارے شک اور شرک میں مزید اضافہ ہوگیا اور ﴿ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ﴾ ''تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمھارا گمان باطل تھا اور تمھارا اندازہ قطعاً اس کی شان کے لائق نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے کار نہیں چھوڑتا کہ ان کو نیکی کا حکم دے نہ برائی سے منع کرے، بلکہ ان کی طرف اپنے رسول مبعوث کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ رسول مبعوث نہیں کرتا گمراہی پر مبنی نظریہ ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴾ ''اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے والا ہو۔'' یہ ہے ان کا وہ حقیقی وصف جس سے انھوں نے محض ظلم اور تکبر کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موصوف کیا۔ وہ حق سے تجاوز کر کے گمراہی میں مبتلا ہونے کے باعث حد سے گزرے ہوئے اور انتہائی جھوٹے لوگ تھے کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا، چنانچہ جھوٹ اور حد سے تجاوز کرنا جس کا وصف لاینفک ہو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نوازتا ہے نہ بھلائی کی توفیق سے بہرہ مند کرتا ہے کیونکہ جب حق اس کے پاس پہنچا تو اس نے حق کو پہچان لینے کے بعد بھی ٹھکرا دیا۔

پس اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ اس سے ہدایت روک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ (الصف: ۵/۶۱) ''جب ان لوگوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''

نیز فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾ (الأنعام: ٦/ ١١٠) ''ہم ان کے دل ونگاہ کو اسی طرح پھیر دیتے ہیں جس طرح وہ پہلی مرتبہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ ''اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حد سے گزرنے والے شکی شخص کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ ﴾ ''جو لوگ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں'' جن آیات کی وجہ سے حق اور باطل میں امتیاز ہوا اور ظاہر و باہر ہونے کی بنا پر ایسے تھیں جیسے نگاہ کے لیے سورج۔ وہ ان آیات کے روشن اور واضح ہونے کے باوجود ان کے بارے میں جھگڑتے ہیں تاکہ ان کا ابطال کر سکیں۔ ﴿ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ﴾ ''بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی سند (دلیل) آئی ہو'' یعنی بغیر کسی حجت و برہان کے۔ یہ ہر اس شخص کا وصف لازم ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑتا ہے کیونکہ دلیل کے ساتھ جھگڑنا ممکن نہیں کوئی چیز حق کا سامنا نہیں کر سکتی اور یہ ممکن نہیں کہ دلیل شرعی یا دلیل عقلی حق کے معارض ہو۔

﴿ كَبُرَ ﴾ یہ قول بڑی ناراضی والا ہے جو باطل کے ذریعے سے حق کو ٹھکرانے کو متضمن ہے ﴿ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ ''(سخت) ناپسندیدہ ہے یہ رویہ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک'' اللہ تعالیٰ ایسی بات کہنے والے پر سخت ناراض ہے کیونکہ یہ حق کی تکذیب اور باطل کی تصدیق کو متضمن ہے۔ ان اوصاف پر اور اس شخص پر جو ان اوصاف سے متصف ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مومن بندے بھی اپنے رب کی موافقت میں اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اس لیے ان کی ناراضی اس شخص کی قباحت اور برائی کی دلیل ہے جس پر یہ ناراض ہوں۔

﴿ كَذَلِكَ ﴾ یعنی اسی طرح جیسے آل فرعون کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ﴿ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴾ ''اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے'' جو حق کو ٹھکرا کر اپنے رویے میں تکبر کا اظہار کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حقارت سے پیش آ کر تکبر کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے ظلم اور تعدی کی کثرت کی بنا پر جابروں کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اور آپ کی اللہ رب العلمین، جو عرش پر مستوی اور مخلوق سے بلند ہے، کے اقرار کی طرف دعوت کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ﴿ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا ﴾ ''اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت تعمیر کراؤ'' یعنی ایک بہت عظیم الشان اور بہت بلند عمارت بناؤ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں دیکھ لوں ﴿ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ﴾ ''موسیٰ کے معبود کو اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا

ہوں۔'' میں موسیٰ کو اس کے اس دعوے میں جھوٹا سمجھتا ہوں کہ ہمارا کوئی رب ہے اور وہ آسمانوں کے اوپر ہے مگر وہ چاہتا تھا کہ فرعون احتیاط سے کام لے کر معاملے کی خود خبر لے اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر کرتے ہوئے' جس نے فرعون کو ایسا کرنے پر آمادہ کیا تھا فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ﴾ ''اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا۔'' شیطان اس کی بداعمالی کو سجاتا رہا' اس برے عمل کی طرف اسے دعوت دیتا رہا۔ اس عمل کو خوبصورت اور نیک عمل بنا کر اس کے سامنے پیش کرتا رہا حتی کہ وہ اسے اچھا عمل سمجھنے لگا اور اس نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اپنے اس عمل کے بارے میں اس طرح مناظرہ کرنے لگا جس طرح حق پرست مناظرہ کرتے ہیں' حالانکہ وہ سب سے بڑا مفسد تھا۔

﴿وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور راہ راست سے روک دیا گیا'' اس باطل کے سبب سے' جو اس کے سامنے مزین کیا گیا تھا' راہ حق سے روکا گیا۔ ﴿وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور نہیں تھا مکر فرعون کا'' جس کے ذریعے سے اس نے حق کے خلاف سازش کی اور اس کے ذریعے سے لوگوں پر ظاہر کیا کہ اس کا موقف حق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موقف باطل ہے۔ ﴿اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾ ''مگر تباہی کا۔'' یعنی خسارے اور ہلاکت کا شکار ہوگا اور یہ سازش فرعون کو دنیا و آخرت میں بدبختی کے سوا کچھ فائدہ نہ دے گی۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ﴾ اس صاحب ایمان نے اپنی قوم کو دوبارہ نصیحت کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''اے میری قوم! میری اتباع کرو' میں تمھیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔'' ہدایت کا راستہ وہ نہیں جو فرعون کہتا ہے کیونکہ وہ صرف گمراہی اور فساد کی راہ دکھاتا ہے۔ ﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ﴾ ''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس چند یوم کا فائدہ ہے۔'' دنیا کی زندگی ایک متاع ہے جس کی نعمتوں سے بہت کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' پھر یہ متاع مضمحل ہو کر منقطع ہو جائے گی' اس لیے یہ متاع دنیا تمھیں ان مقاصد کے بارے میں دھوکے اور فریب میں نہ ڈال دے جن کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ ﴿وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ ''اور ہمیشہ رہنے کا گھر تو آخرت ہی ہے۔'' جو اقامت گاہ اور سکون و استقرار کا گھر ہے تمھیں چاہیے کہ تم آخرت کو ترجیح دو اور ایسے عمل کرو جو تمھیں آخرت میں سعادت سے ہم کنار کریں۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً﴾ ''جو شخص برائی کرے گا'' جس نے شرک' فسق یا معصیت کا ارتکاب کیا ﴿فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ ''اسے ویسا ہی بدلہ ملے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے صرف اسی کی سزا دے گا جو اس نے برائی کی ہے اور اسی قدر اس کو عذاب دے گا جس قدر اس نے برائی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں برائی کا بدلہ برائی ہے۔

﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾ ''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت'' یعنی اعمال قلوب' اعمال جوارح اور اقوال لسان میں سے ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''اور وہ مومن ہو، تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، وہاں انھیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔'' یعنی ان کو بلا حد وحساب اجر عطا کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ انھیں اتنا اجر عطا کرے گا کہ ان کے اعمال وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اس مرد مومن نے کہا: ﴿ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ ﴾ ''اور اے میری قوم! میرا کیا حال ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں۔'' یعنی اس بات کے ذریعے سے جو میں نے تم سے کہی ہے۔ ﴿ وَتَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَى النَّارِ ﴾ اور تم اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع ترک کر کے مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔

پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ ''تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ اس کو شریک کروں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔'' یعنی جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا علم بات کہنا سب سے بڑا اور انتہائی گھناؤنا گناہ ہے۔ ﴿ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ ﴾ ''جبکہ میں تمھیں غالب (اللہ) کی طرف بلاتا ہوں'' جو تمام طاقت کا مالک ہے اور غیر اللہ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ ﴿ الْغَفَّارِ ﴾ ''بہت زیادہ بخشنے والا ہے'' جب بندے اپنی جانوں پر زیادتی کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لینے کی جرأت کرتے ہیں پھر وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں اور گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے اور اس کے نتیجے میں ملنے والی دنیاوی اور اخروی سزا کو ہٹا دیتا ہے۔

﴿ لَا جَرَمَ ﴾ یقیناً ﴿ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ ''جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کے لیے نہ دنیا میں کوئی دعوت (پکارا جانا) ہے اور نہ آخرت میں۔'' یعنی جس ہستی کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو وہ اس کی مستحق نہیں کہ اس کی طرف دعوت دی جائے یا دنیا و آخرت میں اس کی پناہ لینے کی ترغیب دی جائے کیونکہ وہ عاجز و ناقص ہستی ہے، جو کسی کو نفع و نقصان پہنچانے، زندگی اور موت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ ﴿ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''اور ہمیں اللہ کی طرف لوٹنا ہے'' اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ ﴿ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴾ ''اور بے شک زیادتی کرنے والے جہنمی ہیں۔'' یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے حضور کفر اور معاصی کے ارتکاب کی جسارت کر کے اپنے آپ پر زیادتی کی۔

جب اس شخص نے ان کی خیر خواہی کی اور ان کو برے انجام سے ڈرایا اور انھوں نے اس کی اطاعت کی نہ اس کی بات مانی، تو اس نے ان سے کہا: ﴿ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ﴾ ''جو کچھ میں تمھیں کہہ رہا ہوں عنقریب تم اسے یاد کرو گے۔'' یعنی تم میری اس خیر خواہی کو یاد کرو گے اور اس خیر خواہی کو قبول نہ کرنے کا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا اور تم اللہ تعالیٰ کے بے پایاں ثواب سے محروم کر دیے جاؤ گے۔ ﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''اور میں تو اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔'' یعنی میں اللہ کی پناہ لیتا

ہوں اور اپنے تمام امور اسی پر چھوڑتا ہوں۔ میں اپنے مصالح میں اور اس ضرر کو دور کرنے میں، جو تمھاری طرف سے یا کسی اور کی طرف سے لاحق ہو سکتا ہے، اللہ پر بھروسا کرتا ہوں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ ''یقیناً اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔'' وہ ان کے تمام احوال کو اور جس چیز کے وہ مستحق ہیں خوب جانتا ہے۔ وہ میرے حال اور میری کمزوری کو بھی جانتا ہے۔ وہ تم سے میری حفاظت کرے گا اور تمھارے شر کے مقابلے میں میرے لیے کافی ہوگا۔ تم اس کے ارادے اور اس کی مشیت کے بغیر کوئی تصرف نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تمھیں مجھ پر مسلط کر دے تو اس میں بھی اس کی کوئی حکمت ہوگی اور یہ بھی اس کے ارادے اور مشیت سے صادر ہوگا۔

﴿ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا ﴾ ''پس اللہ نے اسے ان کی تدبیروں کے شر سے محفوظ رکھ لیا۔'' قوت والے اللہ نے اس توفیق یافتہ مرد مومن کو فرعون اور آل فرعون کی سازشوں سے بچا لیا جو انھوں نے اس کو ہلاک کرنے کے لیے کی تھیں کیونکہ اس نے ان کے سامنے ایسے امور کا اظہار کیا تھا جو انھیں ناپسند تھے، ان کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری موافقت کا اظہار کیا اور ان کے سامنے وہی دعوت پیش کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی تھی۔

یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس وقت طاقت اور اقتدار ان کے پاس تھا اور اس نے ان کو سخت غضب ناک کر دیا تھا، چنانچہ انھوں نے اس کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا، ان کی سازشیں اور منصوبے انھی پر الٹ گئے۔ ﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴾ ''اور آلِ فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔'' اللہ تعالیٰ نے ایک ہی عذاب میں ان کے آخری شخص تک کو سمندر میں غرق کر دیا۔

اور برزخ میں ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ ''وہ صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (تو کہا جائے گا:) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کر دو۔'' یہ وہ سزائیں ہیں جو اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے اور اس کے احکام سے عناد رکھنے والوں کو دی جائیں گی۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ

اور جب وہ باہم جھگڑیں گے جہنم میں، پس کہیں گے کمزور لوگ ان لوگوں سے جنھوں نے تکبر کیا تھا، بلاشبہ ہم تو تھے تمھارے

تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا

تابع، کیا پس تم ہٹاؤ گے ہم سے کچھ حصہ آگ سے؟ ○ کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے تکبر کیا تھا، بے شک ہم

كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ

سب ہی اس (آگ) میں ہیں، بلاشبہ اللہ نے تحقیق فیصلہ (بھی) کر دیا ہے درمیان بندوں کے ○ اور کہیں گے وہ (سب) لوگ جو آگ میں ہوں گے دربانان

جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ

جہنم سے، دعا کرو تم اپنے رب سے ہلکا کر دے وہ ہم سے کسی دن کچھ عذاب○ وہ کہیں گے: کیا نہیں تھے آتے تمہارے پاس

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط قَالُوْا بَلٰى ط قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَا دُعٰٓؤُا

تمہارے رسول ساتھ واضح دلائل کے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، وہ کہیں گے: پس تم (خود ہی) دعا کرو اور نہیں ہوگی دعا

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ ع

کافروں کی مگر بے کار ہی○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جہنم کے جھگڑنے، ایک دوسرے پر عتاب کرنے اور جہنم کے داروغے سے مدد مانگنے اور اس کے بے فائدہ ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ ﴾ ''اور جب وہ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے۔'' یعنی پیروکار یہ حجت پیش کریں گے کہ ان کے قائدین نے ان کو گمراہ کیا اور قائدین اپنے پیروکاروں سے بیزاری اور براءت کا اظہار کریں گے۔

﴿ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا ﴾ ''پس کمزور کہیں گے'' یعنی پیروکار ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ﴾ ان قائدین سے جنھوں نے حق کے خلاف تکبر کیا اور جنھوں نے ان کو اس موقف کی طرف بلایا جو ان کے تکبر کا باعث تھا۔ ﴿ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ﴾ ''ہم تمہارے تابع تھے۔'' تم نے ہم کو گمراہ کیا اور ہمارے سامنے شرک اور شر کو مزین کیا ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴾ ''تو کیا تم دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟'' خواہ وہ کتنا ہی قلیل ہو۔ ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ﴾ ''بڑے آدمی کہیں گے۔'' یعنی اپنی بے بسی اور سب پر حکم الٰہی کے نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴾ ''ہم سب اس (دوزخ) میں ہیں، بے شک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔'' یعنی ہر ایک کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جس میں اضافہ یا کمی نہیں ہوگی اور حکیم نے جو فیصلہ کیا ہے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوگا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ ﴾ ''اور جو لوگ آگ میں ہوں گے وہ کہیں گے۔'' یعنی وہ تکبر کرنے والے اور کمزور لوگ جو آگ میں ڈالے گئے تھے ﴿ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴾ ''دوزخ کے داروغوں سے: اپنے رب سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے'' شاید اس سے کچھ راحت حاصل ہو، ﴿ قَالُوْٓا ﴾ تو جہنم کے داروغے ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے اور ان پر واضح کرتے ہوئے کہ سفارش اور چیخ و پکار ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی یہ کہیں گے: ﴿ اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟'' جن دلائل سے تم پر حق اور صراط مستقیم واضح ہوتا اور تمھیں یہ معلوم ہوتا کہ کون سی چیز تمھیں اللہ کے قریب کرتی ہے اور کون سی چیز اللہ سے دور کرتی ہے۔ ﴿ قَالُوْا بَلٰى ﴾

''وہ کہیں گے: کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ کے رسول دلائل و معجزات کے ساتھ ہماری طرف مبعوث ہوئے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوگئی مگر ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس سے عناد رکھا۔ ﴿قَالُوْا﴾ جہنم کے داروغے جہنمیوں سے' ان کی پکار اور سفارش سے بیزار ہو کر کہیں گے: ﴿فَادْعُوْا﴾ تم اللہ کو پکارو' مگر کیا یہ پکار تمھیں کوئی فائدہ دے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ یعنی ان کی دعا اور پکار اکارت جائے گی کیونکہ کفر تمام اعمال کو ساقط کر دیتا ہے اور دعا کی قبولیت کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ﴿۵۱﴾

بلاشبہ ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے زندگانی دنیا میں اور اس دن کہ (جب) کھڑے ہوں گے گواہ ○

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

اس دن نہیں نفع دے گی ظالموں کو معذرت ان کی اور ان کے لیے لعنت ہوگی اور ان کے لیے برا گھر ہوگا ○

جب اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے لیے دنیا' برزخ اور قیامت کے روز کے عذاب کا ذکر فرمایا اور اہل جہنم کے جو اس کے رسولوں سے عناد رکھتے اور ان کے خلاف جنگ کرتے تھے' برے حال کا ذکر کیا' تو فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''ہم یقیناً اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔'' یعنی ہم دنیا میں دلیل' برہان اور نصرت کے ذریعے سے اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں ﴿وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے۔'' آخرت میں ان کے حق میں فیصلے کے ذریعے سے ان کی مدد کریں گے' ان کے متبعین کو ثواب سے نوازیں گے اور ان لوگوں کو سخت عذاب دیں گے جنھوں نے اپنے رسولوں کے خلاف جنگ کی۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ''(جب وہ معذرت کریں گے تو) ظالموں کی معذرت اس دن انھیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔'' ﴿وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ''اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔'' یعنی بہت برا گھر جو وہاں داخل ہونے والوں کو بہت تکلیف دے گا۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۙ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا ○ برائے ہدایت اور نصیحت

لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

ارباب عقل کے لیے ○ پس صبر کیجیے! بلاشبہ وعدہ اللہ کا سچا ہے اور معافی مانگیے اپنے گناہ کی

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

اور پاکیزگی بیان کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام کو اور صبح کو ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین جو کچھ واقع ہوا نیز فرعون اور اس کے لشکروں کا جو انجام ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا' پھر وہ حکم عام بیان کیا جو اس کو اور تمام جہنمیوں کو شامل ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو ﴿الْهُدٰى﴾ ہدایت سے سرفراز فرمایا' یعنی آیات اور علم سے نوازا جن سے راہنمائی حاصل کرنے والے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ﴿وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا'' یعنی ہم نے نسل درنسل ان کو کتاب کا وارث بنایا اور اس سے مراد تورات ہے۔ یہ کتاب ہدایت پر مشتمل ہے اور ہدایت سے مراد احکام شرعیہ کا علم ہے اور اس کے اندر بھلائی کی یاددہانی' اس کی ترغیب اور برائی سے ترہیب و تخویف ہے اور یہ چیز ہر ایک کو عطا نہیں ہوتی بلکہ یہ صرف ﴿لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ عقل مندوں کو نصیب ہوتی ہے۔

﴿فَاصْبِرْ﴾ ''(اے رسول!) صبر کیجیے'' جس طرح آپ سے پہلے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔ ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔'' یعنی اللہ کے وعدے میں کوئی شک وشبہ ہے نہ اس میں کسی جھوٹ کا شائبہ جس کی بنا پر صبر کرنا آپ کے لیے مشکل ہو' یہ تو خالص حق اور ہدایت ہے جس کے لیے صبر کرنے والے صبر کرتے ہیں اور اہل بصیرت اس سے تمسک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ان اسباب کے زمرے میں آتا ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ امور سے رکنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ ''اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔'' یعنی جو آپ کے لیے فوز وفلاح اور سعادت کے حصول سے مانع ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا جو محبوب ومرغوب کے حصول کا ذریعہ ہے اور مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا جو مکروہ کو دور کرنے کا ذریعہ ہے' نیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا خاص طور پر ﴿بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ''صبح اور شام کو'' جو بہترین اوقات ہیں اور یہی اوقات واجب اور مستحب اوراذکار و وظائف کے اوقات ہیں کیونکہ ان اوقات میں تمام امور کی تعمیل میں مدد ملتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا

بلاشبہ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو آئی ہو ان کے پاس' نہیں ہے ان کے سینوں میں مگر

كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿56﴾

بڑائی (کا خبط) نہیں ہیں وہ پہنچنے والے اس تک' پس پناہ مانگیے اللہ سے' بلاشبہ وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو باطل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی آیات کا ابطال کرنے کے لیے کسی دلیل اور حجت کے بغیر جھگڑتے ہیں' ان کا یہ جدال' حق اور اس کے لانے والے کے بارے میں' ان کے سینوں میں موجود تکبر کی وجہ سے صادر ہوتا ہے۔ وہ اپنے باطل نظریات کے ذریعے سے حق پر غالب آنا چاہتے ہیں اور

یہی ان کا مقصد اور یہی ان کی مراد ہے مگر ان کا یہ مقصد کبھی حاصل ہو گا نہ ان کی یہ مراد کبھی پوری ہو گی۔ یہ صریح نص اور واضح بشارت ہے کہ جو کوئی حق کے خلاف بحث وجدال کرتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے اور جو حق کے خلاف تکبر کا رویہ رکھتا ہے وہ نہایت ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''لہٰذا آپ (ان کی شرارتوں سے) اللہ کی پناہ مانگیے'' یعنی اللہ کی پناہ طلب کریں۔ یہاں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ آپ کس چیز سے پناہ طلب کریں؟ درحقیقت اس سے عموم مراد ہے' یعنی کبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں جو حق کے مقابلے میں تکبر کا موجب ہے' شیاطین جن وانس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں اور ہر قسم کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ وہ تمام آوازوں کو ان کے اختلاف کے باوجود سنتا ہے ﴿الْبَصِيْرُ﴾ تمام مرئیات' خواہ وہ کسی بھی زمان ومکان میں ہوں' اس کی نظر میں ہیں۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

البتہ پیدائش آسمانوں اور زمین کی زیادہ بڑی (بات) ہے لوگوں کی پیدائش سے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا

اور نہیں برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انھوں نے نیک اور نہ

الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ

برائی کرنے والا' بہت تھوڑی ہی تم نصیحت پکڑتے ہو ○ بلاشبہ قیامت البتہ آنے والی ہے' نہیں ہے کوئی شک

فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

اس میں' لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی دلیل بیان کرتا ہے جو عقلاً ثابت ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق ان کی عظمت ووسعت کے ساتھ' انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑا کرشمہ ہے کیونکہ انسان کی تخلیق آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی نسبت بہت معمولی ہے۔ پس وہ ہستی جس نے اتنے بڑے بڑے اجرام فلکی کو نہایت مہارت سے تخلیق کیا ہے اس کا لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا' زیادہ اولیٰ ہے۔ یہ عقل مند کے لیے حیات بعد الموت پر قطعی اور عقلی دلیل ہے' جو حیات بعد الموت کے بارے میں کسی شک وشبہ کو قبول نہیں کرتی' جس کے وقوع کی انبیاء ومرسلین نے خبر دی ہے' مگر ہر شخص اس میں غور وفکر نہیں کر سکتا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اس لیے وہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں نہ اس کی پروا کرتے ہیں۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ﴾ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کیے وہ اور بدکار

برابر نہیں ہو سکتے۔'' یعنی جس طرح بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے نیک لوگ اور وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے جو تکبر سے اپنے رب کی عبادت نہیں کرتے' اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کی ناراضی کے موجب کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ ﴿قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ﴾ ''تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو' ورنہ اگر تم معاملات کے مراتب' خیر و شر کے مقامات اور نیکوکاروں اور فاسقوں کے مابین فرق سے نصیحت پکڑتے اور تم اس کا عزم و ارادہ کرتے تو تم ضرر رساں پر نفع رساں کو' گمراہی پر ہدایت کو اور فانی دنیا پر ہمیشہ رہنے والی سعادت کو ترجیح دیتے۔ ﴿إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا﴾ ''بلاشبہ قیامت آنے والی ہے' اس میں کوئی شک نہیں۔'' اس کے بارے میں انبیاء و مرسلین خبر دے چکے اور وہ سب سے زیادہ سچے لوگ ہیں اور اس کے بارے میں تمام کتب الٰہیہ نے بھی خبر دی ہے، جن کی دی ہوئی تمام خبریں صدق کے بلند ترین درجے کی حامل ہیں' جن کی شہادت' شواہد مرئیہ اور آیات افقیہ دیتے ہیں۔ ﴿وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' ان مذکورہ بالا امور کے بارے میں جو کامل تصدیق اور اطاعت کے موجب ہیں' اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ

اور کہا تمہارے رب نے: پکارو تم مجھے میں قبول کروں گا تمہاری پکار' بلاشبہ وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں

عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾

میری عبادت سے' عنقریب وہ داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر ۝

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور اس کی عظیم نعمت ہے کہ اس نے انھیں اس چیز کی طرف دعوت دی جس میں ان کے دین و دنیا کی بھلائی ہے اور انھیں حکم دیا کہ وہ اس سے دعا کریں...... یعنی دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ...... اور ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا اور ان متکبرین کو وعید سنائی ہے جو تکبر کی بنا پر اس کی عبادت سے منہ موڑتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ ''جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' یعنی ان کے تکبر کی پاداش میں ان کے لیے عذاب اور رسوائی کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔

اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ

اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو تاکہ تم آرام کرو اس میں اور (بنایا) دن کو دکھلانے والا' بلاشبہ اللہ البتہ بڑے فضل والا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

لوگوں پر' لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے ۝ یہی اللہ رب ہے تمہارا' پیدا کرنے والا ہر چیز کا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

نہیں کوئی معبود مگر وہی' پس کہاں تم پھیرے جاتے ہو؟ ○ اسی طرح پھیرے گئے وہ لوگ جو تھے اللہ کی آیتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ

انکار کرتے ○ اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو قرارگاہ اور آسمان کو چھت اور اس نے صورتیں بنائیں تمہاری

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور اس نے رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے' یہی اللہ رب ہے تمہارا' پس بہت بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

رب جہانوں کا ○ وہ زندہ ہے' نہیں کوئی معبود مگر وہی' پس پکارو تم اسی کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

اس کے لیے بندگی کو' سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے جہانوں کا ○

ان آیات کریمہ میں غور و فکر کیجیے' جو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت' اس کے لامحدود فضل و کرم' اس کے لیے وجوب شکر' اس کی قدرت کاملہ' اس کی عظیم طاقت' اس کے وسیع اقتدار' تمام اشیا کو اس کے تخلیق کرنے' اس کی حیات کاملہ اور اس کی تمام صفات کاملہ اور افعال حسنہ سے موصوف ہونے کی بنا پر ہر قسم کی حمد و ثنا سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ آیات کریمہ اس کی کامل ربوبیت اور اس ربوبیت میں اس کے متفرد ہونے پر دلالت کرتی ہیں' نیز اس عالم عُلوی اور عالم سفلی کی تمام تدابیر' ماضی' حال اور مستقبل کے اوقات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو کوئی قدرت و اختیار نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اس کے سوا جس طرح کوئی ہستی ربوبیت کی مستحق نہیں اسی طرح عبودیت کی بھی مستحق نہیں۔ یہ حقیقت اس امر کا موجب ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی محبت' اس کے خوف اور اس پر امید سے لبریز ہوں۔

یہ دو امور ہیں جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو تخلیق فرمایا اور وہ ہیں معرفت الٰہی اور عبادت الٰہی یہی دو امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقصد قرار دیا ہے۔ یہی دو امور ہر قسم کی بھلائی' خیر و فلاح' دینی اور دنیاوی سعادت کی منزل تک پہنچاتے ہیں' یہی دو امور اللہ کریم کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے بہترین عطیہ ہیں اور یہی دو امور علی الاطلاق لذیذ ترین چیزیں ہیں۔ اگر بندہ ان دو چیزوں سے محروم ہو جائے تو وہ ہر خیر سے محروم ہو کر ہر شر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت اور محبت سے لبریز کر دے' ہماری باطنی اور ظاہری تمام حرکات صرف اس کی رضا کے لیے اور صرف اسی کے حکم کے تابع ہوں' کوئی سوال اس کے لیے پورا کرنا مشکل ہے نہ اس کی کوئی عطا اسے لاچار کر سکتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ ﴾ ''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی''، یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھاری خاطر رات کو سیاہ بنایا ﴿ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ ﴾ ''تاکہ تم اس میں آرام کرسکو'' تاکہ تم اپنی حرکات سے سکون پاؤ۔ اگر یہ حرکات دائمی ہوتیں تو تمھیں نقصان پہنچتا۔ سکون کے حصول کے لیے تم اپنے بستروں میں پناہ لیتے ہو' اللہ تعالیٰ تم پر نیند طاری کر دیتا ہے جس سے انسان کا قلب وبدن آرام پاتے ہیں۔ نیند انسانی ضروریات کا حصہ ہے انسان اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور رات کے وقت ہر حبیب اپنے حبیب کے پاس آرام کرتا ہے' فکر مجتمع ہوتی ہے اور مشاغل کم ہو جاتے ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' بنایا اللہ تعالیٰ نے ﴿ النَّهَارَ مُبْصِرًا ﴾ ''دن کو دکھلانے والا'' یعنی روشنی والا جو اپنے مدار میں رواں دواں سورج کی روشنی سے روشن ہوتا ہے اور تم اپنے بستروں سے اٹھ کر اپنے روز مرہ کے دینی اور دنیاوی امور میں مشغول ہو جاتے ہو' کوئی ذکر اور قراءتِ قرآن میں مشغول ہے' کوئی نماز پڑھ رہا ہے' کوئی طلب علم میں مصروف ہے اور کوئی خرید وفروخت اور کاروبار کر رہا ہے کوئی معمار ہے تو کوئی لوہار سب اپنے کام اور صنعت میں مصروف ہیں۔ کوئی بری یا بحری سفر کر رہا ہے' کوئی کھیتی باڑی کے کاموں میں لگ گیا ہے تو کوئی اپنے جانوروں اور مویشیوں کے بندوبست میں مصروف ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ ﴾ ''بے شک اللہ فضل والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ عظیم فضل وکرم کا مالک ہے جیسا کہ اس پر (فَضْلٍ) کی تنکیر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ عَلَى النَّاسِ ﴾ ''تمام لوگوں پر۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو ان مذکورہ اور دیگر نعمتوں سے نوازا اور ان سے مصائب کو دور کیا اور یہ چیز ان پر کامل شکر اور کامل ذکر کو واجب کرتی ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴾ مگر اکثر لوگ اپنے ظلم اور جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴾ (السبا: ١٣/٣٤) ''اور میرے بندوں میں کم ہی لوگ شکر گزار ہوتے ہیں'' جو اپنے رب کی نعمت کا اقرار کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوں' اس سے محبت کرتے ہوں' ان نعمتوں کو اپنے آقا کی رضا کے مطابق استعمال کرتے ہوں۔ ﴿ ذٰلِكُمُ ﴾ ''یہ ہے'' جس نے یہ سب کچھ کیا ﴿ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ﴾ ''اللہ تمھارا رب'' جو اپنی الوہیت اور ربوبیت میں منفرد ہے اور ان نعمتوں میں اس کا منفرد ہونا اس کی ربوبیت میں سے ہے اور ان نعمتوں پر شکر کا واجب کرنا اس کی الوہیت میں سے ہے۔ ﴿ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ﴾ ''ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔'' یہ اس کی ربوبیت کا اثبات ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔'' یہ جملہ اس بات کو متحقق کرتا ہے کہ وہ اکیلا ہی عبودیت کا مستحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں' پھر نہایت صراحت کے ساتھ اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ ''پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو۔'' یعنی تم اس اکیلے اللہ کی عبادت سے کیونکر گریز کر رہے ہو' حالانکہ اس نے تم پر دلیل کو واضح اور تمھارے سامنے راہ راست کو روشن کر دیا ہے؟

﴿كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''اسی طرح وہ لوگ (بھی) بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات سے انکار کیا کرتے تھے۔'' یہ ان کے آیاتِ الٰہی کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ان کے ظلم وتعدی کی سزا ہے کہ ان کو توحید واخلاص سے پھیر دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ (التوبة: ۱۲۷/۹) ''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ آیا تمھیں کسی نے دیکھا تو نہیں' پھر وہ لوٹ جاتے ہیں' اللہ نے بھی ان کے دلوں کو پھیر دیا کیونکہ یہ نا سمجھ لوگ ہیں۔''

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ ''اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو ساکن بنایا اور زمین ہی سے تمھیں تمھارے تمام مصالح مہیا کیے۔ تم زمین پر کھیتی باڑی کرتے ہو' باغات لگاتے ہو' اس پر عمارتیں تعمیر کرتے ہو' اس کے اندر سفر اور اقامت کرتے ہو۔

﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ ''اور آسمان کو چھت'' یعنی آسمان کو زمین کے لیے بمنزلہ چھت بنایا جس کے نیچے تم چلتے پھرتے ہو' اس کی روشنیوں اور علامات سے فائدہ اٹھاتے ہو جن کے ذریعے سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ﴿وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ ''اس نے تمھاری شکل بنائی اور تمھاری شکلوں کو خوبصورت بنایا۔'' پس تمام جانداروں میں بنی آدم سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (التین: ۴/۹۵) ''ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔'' اگر آپ انسان کی خوب صورتی جانچنا اور اللہ عز وجل کی حکمت کی معرفت چاہتے ہیں تو انسان کے عضو عضو پر غور کریں کیا آپ کو کوئی ایسا عضو نظر آتا ہے' جو جس کام کے لائق ہے' اس کے علاوہ کسی اور جگہ موجود ہو؟ پھر آپ اس میلان پر غور کیجیے جو دلوں میں ایک دوسرے کے لیے ہوتا ہے کیا آپ کو یہ میلان آدمیوں کے سوا دوسرے جانداروں میں ملے گا؟ آپ اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل' ایمان' محبت اور معرفت سے مختص کیا ہے' جو بہترین اخلاق میں خوبصورت ترین صورت سے مناسبت رکھتے ہیں۔

﴿وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور تمھیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔'' یہ ہر قسم کی پاک ماکولات' مشروبات منکوحات' ملبوسات' مسموعات اور مناظر وغیرہ کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے اور ان کے حصول کے اسباب کو آسان بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ناپاک چیزوں سے روکا ہے جو ان مذکورہ طیبات کی متضاد ہیں جو قلب و بدن اور دین کو نقصان دیتی ہیں۔

﴿ذٰلِكُمُ﴾ ''یہ ہے'' وہ ہستی جس نے ان تمام امور کی تدبیر کی ہے اور تمھیں ان نعمتوں سے بہرہ ور کیا ہے۔

﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''اللہ تمھارا رب ہے'' ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''پس تمام جہانوں کا پروردگار اللہ بہت ہی بابرکت ہے'' جس کی بھلائی اور احسانات بہت زیادہ ہیں جو تمام جہانوں کی اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تربیت کرتا ہے۔

﴿ هُوَ الْحَيُّ ﴾ ''وہی زندہ ہے'' جو حیات کامل کا مالک ہے۔ یہ حیات صفات ذاتیہ کو مستلزم ہے، جس کے بغیر حیات مکمل نہیں ہوتی، مثلاً سمع، بصر، قدرت، علم، کلام اور دیگر صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال۔ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ ﴿ فَادْعُوْهُ ﴾ ''پس تم اسی کو پکارو۔'' یہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔ ﴿ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔'' یعنی اپنی ہر عبادت، ہر دعا اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھو کیونکہ اخلاص ہی وہ عمل ہے جس کا حکم ہر عبادت میں دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ﴾ (البینۃ: ۹۸/۵) ''اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر دین کو صرف اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔'' ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔'' یعنی تمام قولی محامد اور مدح و ثنا، مثلاً مخلوق کا اس کا ذکر کرتے ہوئے کلام کرنا اور فعلی محامد اور مدح و ثنا جیسے اس کی عبادت کرنا یہ سب اللہ واحد کے لیے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہ اپنے اوصاف و افعال اور مکمل نعمتیں عطا کرنے میں کامل ہے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَيِّنٰتُ

کہہ دیجیے: بیشک میں تو روک دیا گیا ہوں اس سے کہ میں عبادت کروں انکی جن کو تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے جبکہ آگئیں میرے پاس واضح دلیلیں

مِنْ رَّبِّیْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

میرے رب کی طرف سے اور حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ فرمان بردار رہوں میں واسطے رب العالمین کے ○ وہی ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ

پھر نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے، پھر نکالتا ہے وہ تم کو بچہ بنا کر، پھر تاکہ پہنچو تم اپنی جوانی (کی قوتوں) کو، پھر

لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ

تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے، اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جو فوت کر دیے جاتے ہیں اس سے پہلے ہی اور تاکہ پہنچو تم ایک مدت معین کو اور تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِیْ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا

عقل پکڑو ○ وہ (اللہ) وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس جب وہ فیصلہ کر لیتا ہے کسی کام کا تو وہ صرف

ع ۸/۷
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ ع

(یہ) کہتا ہے اس کو 'ہو جا' تو وہ ہو جاتا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف اپنے لیے عبادت کو خالص کرنے کا حکم دیا اور اس کے دلائل و براہین بیان فرمانے کے بعد نہایت صراحت کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت سے روکا، چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ اے نبی! کہہ دیجیے:

﴿ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ’’بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔‘‘ مجھے تمام اصنام، بتوں اور ہر اس چیز کی عبادت سے روکا گیا ہے جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ مجھے اپنے موقف پر ذرہ بھر شک نہیں، بلکہ مجھے اس کی حقانیت پر بصیرت کے ساتھ پورا یقین ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ’’جبکہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس واضح دلائل بھی آچکے ہیں اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اللہ رب العالمین کا فرمانبردار بن کر رہوں۔‘‘ مجھے اپنے دل، زبان اور جوارح کے ساتھ خالق کائنات کے سامنے سرافگندہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ تمام اعضا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کے احکام کے سامنے سرِتسلیم خم کریں۔ یہ علی الاطلاق سب سے بڑا ’’حکم‘‘ ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کی عبادت سے ’’نہی‘‘ علی الاطلاق سب سے بڑی ممانعت ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس توحید کو اس دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ وہ تمھارا خالق ہے اور اس نے تمھیں مختلف مراحل میں تخلیق کیا۔ جس طرح اس اکیلے نے تمھیں پیدا کیا ہے اسی طرح تم صرف اسی کی عبادت کرو۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ﴾ ’’وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا‘‘ یعنی اس نے تمھارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا ﴿ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾ ’’پھر نطفہ سے‘‘ یہ تمام نوع انسانی کی ماں کے پیٹ کے اندر تخلیق کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ابتدا کا ذکر کر کے باقی تمام مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی نطفے سے خون کا لوتھڑا بننا، پھر بوٹی بننا پھر ہڈیوں کا تخلیق پانا اور آخر میں روح کا پھونکا جانا۔

﴿ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ﴾ ’’پھر تمھیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے۔‘‘ اس طرح تم تخلیق الٰہی میں ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہوتے ہو، یہاں تک کہ تم عقل و بدن کی پوری قوت کو پہنچ جاؤ اور تمھارے ظاہری و باطنی قویٰ مکمل ہو جائیں۔ ﴿ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ ﴾ ’’پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو اور کوئی تم میں سے اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتا ہے۔‘‘ یعنی بالغ ہونے سے پہلے ﴿ وَلِتَبْلُغُوْۤا ﴾ ’’تاکہ تم پہنچ جاؤ۔‘‘ ان مقررہ مراحل کے ذریعے سے ایک مدت مقررہ تک جہاں تمھاری عمر ختم ہو جاتی ہے۔

﴿ وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ’’اور تاکہ تم عقل سے کام لو۔‘‘ شاید کہ تم اپنے احوال کو سمجھو اور تمھیں معلوم ہو کہ تمھیں ان مراحل میں سے گزارنے والی ہستی کامل قدرت کی مالک ہے۔ وہی ہے جس کے سوا کوئی اور ہستی عبادت کے لائق نہیں اور تم ہر لحاظ سے ناقص ہو۔ ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ﴾ ’’وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے‘‘ یعنی صرف وہی اکیلا ہے جو زندہ کرتا اور موت سے ہمکنار کرتا ہے، کوئی نفس، کسی سبب سے یا کسی سبب کے بغیر، اس کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا۔ ﴿ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴾ (فاطر: ۱۱/۳۵) ’’اور کسی عمر والے کو عمر عطا نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر میں کوئی کمی کی جاتی ہے، مگر یہ

سب کچھ ایک کتاب میں درج ہوتا ہے اور بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔''

﴿ فَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا ﴾ ''پھر جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔'' خواہ یہ کام چھوٹا ہو یا بڑا ﴿ فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴾ ''تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' اس حکم کو رد یا اس سے گریز یا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصۡرَفُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا

کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں، کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں؟ وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا

بِالۡکِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرۡسَلۡنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۟ۛ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ

کتاب کو اور اس (وحی) کو کہ بھیجا ہم نے ساتھ اسکے اپنے رسولوں کو، پس عنقریب وہ جان لیں گے ○ جب کہ طوق ہوں گے

فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسۡحَبُوۡنَ ﴿۷۱﴾ فِی الۡحَمِیۡمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسۡجَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾

ان کی گردنوں میں اور زنجیریں، وہ گھسیٹے جائیں گے ○ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں وہ جلائے جائیں گے ○

ثُمَّ قِیۡلَ لَهُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تُشۡرِکُوۡنَ ﴿۷۳﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا بَلۡ

پھر کہا جائے گا ان سے، کہاں ہیں وہ جن کو تھے تم شریک ٹھہراتے سوائے اللہ کے؟ وہ کہیں گے: گم ہو گئے وہ ہم سے، بلکہ

لَّمۡ نَکُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَیۡئًا ؕ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِکُمۡ بِمَا

نہیں تھے ہم پکارتے اس سے پہلے کسی چیز کو بھی، اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ کافروں کو ○ یہ (عذاب) اس سبب سے ہے کہ

کُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ﴿۷۵﴾ اُدۡخُلُوۡۤا

تھے تم خوش ہوتے زمین میں ناحق اور بہ سبب اس کے کہ تھے تم اتراتے ○ داخل ہو جاؤ تم

اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿۷۶﴾

جہنم کے دروازوں میں، ہمیشہ رہنے والے اس میں، پس برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ○

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔'' کیا آپ کو ان لوگوں کی مذموم حالت پر تعجب نہیں جو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ﴿ اَنّٰی یُصۡرَفُوۡنَ ﴾ ''کہاں سے وہ (حق سے) پھیرے جا رہے ہیں؟'' یعنی ان آیات سے کیسے منہ موڑ رہے ہیں؟ اس کامل توضیح و تبیین کے باوجود وہ کدھر جا رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس ایسے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے متعارض ہوں؟ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ یا وہ ایسے شبہات پاتے ہیں جو ان کی خواہشات کے موافق ہیں اور وہ اپنے باطل نظریات کی تائید میں ان شبہات کو لے کر چڑھ دوڑتے ہیں؟

بدترین ہے وہ چیز جو انھوں نے اپنے لیے اختیار کی اور کتاب اللہ اور رسولوں کی تکذیب کے بدلے حاصل کی جو رسول مخلوق میں سب سے افضل، سب سے سچے اور سب سے زیادہ خرد مند ہیں۔

بھڑکتی ہوئی آگ کے سوا ان تکذیب کرنے والوں کے لیے کوئی جزا نہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کی آگ کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ﴾ ''وہ عنقریب جان لیں گے جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔'' جس کی وجہ سے وہ حرکت نہیں کر سکیں گے ﴿ وَالسَّلٰسِلُ ﴾ ''اور زنجیریں (ہوں گی)'' جن کے ساتھ ان کو اور ان کے شیاطین کو جکڑ دیا جائے گا۔ ﴿ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ﴾ یعنی سخت کھولتے ہوئے پانی میں ان کو گھسیٹا جائے گا۔ ﴿ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴾ ''پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' ان کے لیے بڑے بڑے شعلے بھڑکائے جائیں گے اور ان کے اندر ان کو ڈالا جائے گا پھر ان کے شرک اور کذب پر ان کی زجر و توبیخ کی جائے گی' اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا اللہ کے شریک بناتے تھے۔'' کیا انھوں نے تمھیں کوئی فائدہ دیا یا انھوں نے تم سے عذاب کو دور کر دیا؟ ﴿ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا ﴾ ''وہ کہیں گے وہ تو ہم سے بھول گئے ہیں'' یعنی وہ ہم سے دور ہو گئے اگر وہ موجود بھی ہوتے تب بھی ہمیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتے۔ پھر وہ انکار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ﴾ ''بلکہ ہم تو پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔'' اس میں اس کا احتمال ہے کہ ان کے اس انکار سے مراد یہ ہو کہ وہ سمجھتے ہوں کہ یہ انکار ان کے کام آئے گا اور ان کو فائدہ دے گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے' اور یہی زیادہ قوی ہے' کہ ان کی مراد اپنے خود ساختہ معبودوں کی الوہیت کے بطلان کا اقرار ہو' نیز اس حقیقت کا اقرار ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور انھوں نے اس ہستی کی عبادت کر کے گمراہی اور خطا کا ارتکاب کیا جس میں الوہیت معدوم ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔'' یعنی اس گمراہی کے مانند جس میں یہ دنیا میں مبتلا تھے۔ یہ گمراہی سب پر واضح تھی' حتی کہ خود ان پر بھی واضح تھی' جس کے بطلان کا اقرار یہ لوگ قیامت کے روز کریں گے' قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ﴾ (یونس: ۱۰/۶۶) ''اور جو لوگ اللہ کے سوا خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں وہ محض وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں۔'' کا معنی بھی واضح ہو جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ﴾ (فاطر: ۳۵/۱۴) ''اور قیامت کے روز وہ تمھارے شرک کا انکار کریں گے۔'' اور یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ (الأحقاف: ۴۶/۵) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتیں۔''

اہل جہنم سے کہا جائے گا: ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ عذاب جو تمھارے لیے مقرر کیا گیا ہے ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي

﴿الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ﴾ ”اس وجہ سے ہے کہ تم زمین میں ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے (بھی) کہ تم اکڑتے تھے۔“ یعنی یہ اس باطل کے سبب سے ہے جس پر تم بہت خوش ہوتے تھے اور ان علوم کے باعث ہے جن کے ذریعے سے تم انبیاء و مرسلین کے علوم کی مخالفت کیا کرتے تھے اور تم بغاوت، ظلم، تعدی اور عصیان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ﴾ (المؤمن: ۸۳/۴۰) ”جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے یہ اپنے اسی علم پر خوش رہے جو ان کے پاس تھا۔“ اور جیسا کہ قارون کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾ (القصص: ۷۶/۲۸) ”خوشی سے مت اترا! اللہ خوشی سے اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ یہ مذموم خوشی ہے جو عذاب کی موجب ہے۔ اس کے برعکس اس فرحت کے بارے میں جو قابل مدح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾ (یونس: ۵۸/۱۰) ”کہہ دیجیے! یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے (کہ اس نے یہ کتاب نازل فرمائی) اس پر انھیں خوش ہونا چاہیے۔“ یہ وہ فرحت ہے جو علم نافع اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے۔

﴿ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ﴾ ”جہنم کے دروازوں میں سے داخل ہو جاؤ۔“ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جہنم کے طبقات میں سے ایک طبقے میں داخل کر دیا جائے گا۔ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”اس میں تم ہمیشہ رہو گے۔“ وہ کبھی بھی وہاں سے نہ نکلیں گے۔“ ﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ وہ ایسا ٹھکانا ہو گا جہاں ان کو محبوس کر کے ذلیل و رسوا کیا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا اور جہاں کبھی انھیں سخت گرمی میں اور کبھی سخت سردی میں داخل کیا جائے گا۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ

پس صبر کیجیے! بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے، پس اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ (عذاب) جس کا وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے (تو وہ اس کے مستحق ہیں) یا

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾

ہم (پہلے) فوت کر دیں آپ کو تو ہماری ہی طرف وہ لوٹائے جائیں گے ○

﴿فَاصْبِرْ﴾ اے رسول! آپ کو دعوت دینے پر اپنی قوم کی طرف سے جو تکالیف پہنچتی ہیں اس پر صبر کیجیے اور اپنے صبر پر اپنے ایمان سے مدد لیجیے: ﴿إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔“ وہ اپنے دین کی مدد اور اپنے کلمے کو غالب کرے گا اور اپنے رسولوں کو دنیا و آخرت میں اپنی نصرت سے نوازے گا، نیز دنیا و آخرت میں اپنے دشمنوں پر عذاب کے وقوع سے بھی صبر میں مدد لیجیے، اس لیے فرمایا: ﴿فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ﴾ یعنی اگر ہم نے دنیا ہی میں ان کے عذاب کا کچھ حصہ آپ کو دکھا دیا جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں ﴿أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ یا ان کو سزا دینے سے پہلے آپ کو اپنے پاس بلا لیا ﴿فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾ ”تو ان کو

ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔" تو پھر ہم ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دیں گے۔ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (إبراهيم: ٤٢/١٤) "اور ظالم جو کچھ کرتے ہیں آپ اللہ کو اس سے ہرگز غافل نہ سمجھیں۔"

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے برادر انبیاء و مرسلین کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے کئی رسول آپ سے پہلے ان میں سے کچھ وہ ہیں جنکا حال بیان کر دیا ہم نے آپ پر اور کچھ ان میں سے وہ ہیں

لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا

کہ نہیں حال بیان کیا ہم نے انکا آپ پر اور نہیں ہے (اختیار) واسطے کسی رسول کے کہ لے آئے وہ کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے پس جب

جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٧٨﴾ ع ۱۴

آ گیا حکم اللہ کا تو فیصلہ کر دیا گیا ساتھ حق کے اور خسارہ اٹھایا وہاں اہل باطل نے ○

یعنی آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول ان کی قوموں کی طرف مبعوث فرمائے۔ جو انھیں توحید کی دعوت دیتے تھے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے۔ ﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ﴾ جن میں سے کچھ کے بارے میں ہم نے آپ کو خبر دی ہے ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ "اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے۔" تمام انبیاء اور رسول اللہ تعالیٰ کے دست تدبیر کے تحت ہیں ان کے اپنے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں۔ تمام رسولوں میں سے کسی کے اختیار میں نہیں ﴿اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ﴾ "کہ وہ کوئی نشانی' معجزہ لائے۔" یعنی ان رسولوں کے اختیار میں نہیں کہ وہ سمعی یا عقلی نشانی لا سکیں ﴿اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ مگر اللہ کی مشیت اور اس کے حکم سے' اس لیے رسولوں سے معجزات دکھانے کا مطالبہ کرنا' ظلم' تعنت اور تکذیب ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات کے ذریعے سے ان کی تائید کی ہے جو ان کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ پس جب اللہ تعالیٰ کا حکم رسولوں اور ان کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح آ جاتی ہے ﴿قُضِيَ بِالْحَقِّ﴾ تو ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے جو صحیح موقع پر واقع ہوتا ہے انبیاء و مرسلین اور ان کے پیروکاروں کی نجات اور مکذبین کی ہلاکت کے ذریعے سے صواب کی تائید کرتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ﴾ "اور وہیں نقصان میں پڑ گئے۔" یعنی مذکورہ فیصلے کے وقت ﴿الْمُبْطِلُوْنَ﴾ "غلط کار لوگ" یعنی وہ لوگ جن کا وصف باطل ہے' وہ جو بھی علم و عمل پیش کرتے ہیں سب باطل ہے' ان کی غرض و غایت اور مقاصد سب باطل پر مبنی ہیں' اس لیے ان مخاطبین کو اپنے باطل نظریات پر جمے رہنے سے ڈرنا چاہیے ورنہ یہ لوگ بھی خسارے میں پڑ جائیں گے جیسے وہ لوگ خسارے میں پڑے تھے۔ بے شک ان حضرات میں کوئی بھلائی ہے نہ ان کے لیے کتابوں میں نجات لکھی گئی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ
اللہ وہ ہے جس نے بنائے تمہارے لیے چوپائے تاکہ سواری کرو تم ان میں سے بعض پر اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے ہو○ اور تمہارے لیے
فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
ان میں بہت فائدے ہیں اور تاکہ تم پہنچو ان پر (سوار ہو کر) اپنی حاجت کو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر تم
تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾
سوار کیے جاتے ہو○ اور وہ (اللہ) دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں پس کون سی اللہ کی نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے ان کے لیے چوپائے پیدا کیے جن پر ان کے مفادات کا دارومدار ہے۔ ان میں سے کچھ مویشیوں کو وہ سواری اور نقل وحمل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ کچھ چوپایوں کا گوشت کھاتے اور ان کا دودھ پیتے ہیں۔ کچھ مویشیوں کی اون سے گرمی حاصل کرتے ہیں۔ ان کے بالوں، پشم اور اون سے آلات اور استعمال کا سامان بناتے ہیں اور ان سے دیگر فوائد حاصل کرتے ہیں۔

﴿ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ ﴾ ''اور تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت وضرورت کو پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے۔'' یعنی تم ان دور دراز ملکوں میں پہنچ سکو جہاں پہنچنے کی اپنے دلوں میں ضرورت محسوس کرتے ہو اور تاکہ ان کے باعث ان کے مالکوں کو فرحت وسرور حاصل ہو۔ ﴿ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴾ ''اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔'' یعنی تم زمینی سواریوں پر سواری کرتے ہو اور کشتیاں تمھیں سمندر میں اٹھائے پھرتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا اور تمھارے لیے ایسے چوپائے مہیا کر دیے جن کے بغیر تمھاری یہ سواریاں مکمل نہیں ہوتیں۔ ﴿ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے'' جو اس کی وحدانیت اور اس کے اسماء وصفات پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آفاق وانفس میں اپنی آیات کا مشاہدہ کرایا، بڑی بڑی نعمتوں سے بہرہ مند کیا اور ان نعمتوں کو شمار کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں، اس کا شکر ادا کریں اور اس کا ذکر کریں۔

﴿ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴾ ''پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی کون کون سی آیات ہیں جن کا تم اعتراف نہیں کرتے؟ تمھارے نزدیک بھی یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام آیات اور تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں، تب انکار کی کوئی گنجائش اور روگردانی کا کوئی موقع باقی نہیں۔ بلکہ یہ آیات اور نعمتیں عقل مندوں پر واجب ٹھہراتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے میں اپنی پوری کوشش صرف کریں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں پس وہ دیکھتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟

كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

تھے وہ زیادہ (تعداد میں) ان سے اور زیادہ سخت قوت میں اور نشانات کے اعتبار سے زمین میں پس نہ کام آیا انکے وہ جو کچھ تھے وہ

يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ

کماتے ○ پس جب آئے ان کے پاس رسول ان کے ساتھ واضح دلائل کے تو خوش ہوئے وہ اس پر جو ان کے پاس تھا

الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

علم اور گھیر لیا انکو اس (عذاب) نے کہ تھے وہ اس کیساتھ ٹھٹھا کرتے ○ پس جب دیکھا انہوں نے ہمارا عذاب تو کہا: ایمان لائے ہم

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ

اللہ اکیلے پر اور انکار کیا ہم نے ان چیزوں کا کہ تھے ہم انکو (اللہ کا) شریک ٹھہرانے والے ○ پس نہ ہوا کہ نفع دیتا انکو ایمان (لانا) انکا

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ

جب کہ دیکھ لیا انہوں نے عذاب ہمارا (مانند) طریقہ اللہ کے جو گزر ا اس کے بندوں میں

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ۱۴ع ۹

اور خسارہ اٹھایا وہاں کافروں نے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اپنے قلب وبدن کے ساتھ زمین پر چل پھر کر دیکھیں اور اہل علم سے سوال کریں۔ ﴿ فَيَنْظُرُوْا ﴾ ''پس وہ دیکھیں'' غفلت اور بے پروائی کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ فکر واستدلال کی نظر سے دیکھیں۔ ﴿ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے؟'' یعنی قوم عاد وثمود جیسی گزشتہ قوموں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے قوت میں زیادہ، مال میں کثرت اور زمین میں آثار، یعنی مضبوط محلات، خوب صورت باغات اور بے شمار کھیتیاں چھوڑنے کے لحاظ سے بڑے تھے۔ ﴿ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ''تو ان کی کمائی نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔'' جب اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا تو ان کی قوت ان کے کسی کام آئی نہ وہ اپنے مالوں کا فدیہ دے سکے اور نہ وہ اپنے قلعوں کے ذریعے ہی سے بچ سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جرم عظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''جب ان کے رسول ان کے پاس معجزات لے کر آئے۔'' یعنی کتب الٰہیہ، بڑے بڑے معجزات اور وہ علم نافع لے کر مبعوث ہوئے جو ہدایت اور گمراہی، حق اور باطل میں امتیاز کرتا ہے ﴿ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ﴾ ''تو وہ اسی علم پر

نازاں رہے جوان کے پاس تھا۔'' یعنی وہ انبیاء ورسل کے دین سے متناقض اور باطل علمی نظریات ہی میں مگن رہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان کا اس نام نہاد علم پر خوش ہونا' اس علم پر ان کی رضا اور اس کے ساتھ تمسک اور حق کے ساتھ ان کی شدید عداوت پر دلالت کرتا ہے جسے لے کر رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے باطل نظریات کو حق قرار دیا اور یہ ان تمام علوم کے لیے عام ہے جن کے ذریعے سے انبیاء ورسل کے لائے ہوئے علم کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ان کے ان علوم میں داخل ہونے کے سب سے زیادہ مستحق علوم فلسفہ اور منطق یونان ہیں جن کے ذریعے سے قرآن کی بہت سی آیات کو رد کیا جاتا ہے' دلوں میں قرآن کی قدر کم کی جاتی ہے۔ قرآن کے قطعی اور یقینی دلائل کو لفظی دلائل قرار دیا جاتا ہے جو یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور ان دلائل پر اہل سفاہت اور اہل باطل کی عقل کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سب سے بڑا الحاد' ان کی مخالفت اور معارضت ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

﴿ وَحَاقَ بِهِمْ ﴾ ''اور انھیں گھیر لیا'' ﴿ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ اس عذاب نے جس کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ﴾ ''جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے'' تو اقرار کرنے لگے' تب ان کا اقرار ان کو کوئی فائدہ نہ دے سکا۔ ﴿ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴾ ''وہ کہنے لگے: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں۔'' یعنی جن بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا کرتے تھے' اس کا انکار کرتے ہیں اور ہم ہر اس علم و عمل سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو رسولوں کا مخالف ہے۔ ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ﴾ ''جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انھیں کچھ فائدہ نہ دیا۔'' یعنی اس حال میں ان کا ایمان انھیں کوئی فائدہ نہ دے گا جب وہ ہمارا عذاب دیکھ لیں گے ﴿ سُنَّتَ اللّٰهِ ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت ہے ﴿ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ﴾ ''جو اس کے بندوں میں چلی آتی ہے۔'' یعنی ان جھٹلانے والوں کے بارے میں' جو اس وقت ایمان لاتے ہیں جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ ان کا ایمان صحیح ہے نہ ان کو عذاب سے نجات دلا سکتا ہے۔ یہ اضطراری اور مشاہدے کا ایمان ہے۔

وہ ایمان جو صاحب ایمان کو نجات دیتا ہے' اختیاری ایمان ہے' جو قرائن عذاب کے وجود سے پہلے پہلے ایمان بالغیب ہے۔ ﴿ وَخَسِرَ هُنَالِكَ ﴾ ''اور خسارے میں پڑ جاتے ہیں ایسے وقت میں'' جب ہم ہلاکت اور عذاب کا مزا چکھاتے ہیں ﴿ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''کافر لوگ'' جو اپنے دین' دنیا اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ آخرت کے گھر میں مجرد خسارہ ہی نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسا خسارہ ہوگا کہ وہ نہایت شدید دائمی اور ابدی عذاب کے اندر' بدبختی میں گھرا ہوا ہوگا۔

تفسیر سورۂ حٰمٓ السجدۃ

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ (۴۱) مَکِّیَّۃٌ (۶۱) — اٰیَاتُھَا ۵۴ رُکُوْعَاتُھَا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا

حٰمٓ ○ (یہ قرآن) نازل کیا ہوا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے ○ ایک ایسی کتاب ہے کہ کھول کر بیان کی گئی ہیں آیتیں اسکی دراں حالیکہ قرآن ہے عربی

لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝۴

اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے ○ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا' پس منہ موڑ لیا اکثر نے ان میں سے پس وہ نہیں سنتے ○

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا

اور انہوں نے کہا: ہمارے دل پردوں میں ہیں اس بات سے کہ بلاتا ہے تو ہمیں اسکی طرف اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ (کارک) ہے اور ہمارے درمیان

وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی

اور تیرے درمیان ایک پردہ ہے' پس تو (اپنا) کام کر' بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرنے والے ہیں ○ کہہ دیجئے: بے شک میں تو ایک بشر ہوں تمہاری مثل' وحی کی جاتی ہے

اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝۶

میری طرف یہ کہ معبود تمہارا معبود ہے ایک ہی' پس یکسوئی سے متوجہ رہو اسکی طرف اور بخشش مانگو اس سے اور ہلاکت ہے مشرکین کیلئے ○

الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِیْنَ

وہ لوگ جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ آخرت کا بھی' وہ انکار کرنے والے ہیں ○ بلاشبہ وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸

جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک ان کے لئے اجر ہے غیر منقطع ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب جلیل اور قرآن جمیل ﴿تَنْزِیْلٌ﴾ "اتارا گیا ہے" یعنی صادر ہوا ہے ﴿مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ "رحمان و رحیم کی طرف سے" جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے جس کی سب سے بڑی اور سب سے جلیل القدر نعمت یہ ہے کہ اس نے یہ کتاب نازل کی جس سے علم و ہدایت' نور و شفا' رحمت اور خیر کثیر حاصل ہوتی ہے اور یہ دنیا و آخرت میں سعادت کی راہ ہے' پھر اللہ نے اس کتاب جلیل کی پوری طرح مدح و ثنا بیان کی' چنانچہ فرمایا: ﴿فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ﴾ "جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں۔" ہر چیز کی تمام انواع کو علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یہ چیز بیانِ کامل' ہر چیز کے درمیان تفریق اور حقائق کے مابین امتیاز کو مستلزم ہے۔ ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا﴾ یعنی فصیح عربی میں' جو کامل ترین زبان ہے۔ اس کی آیات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کتاب کو قرآن عربی بنایا گیا ہے۔ ﴿لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴾ "علم رکھنے

والوں کے لیے۔'' یعنی (یہ قرآن) اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ علم رکھنے والے لوگوں پر جس طرح اس کے الفاظ واضح ہیں اس کے معانی بھی واضح ہوں اور ان کے سامنے ہدایت اور گمراہی نمایاں ہو کر ایک دوسرے سے ممیز ہو جائیں۔ رہے جہلا جن کو ہدایت گمراہی میں اور بیان اندھے پن میں اضافہ کرتا ہے تو ان لوگوں کے لیے یہ کلام نہیں لایا گیا۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۶/۲) ''ان کے لیے برابر ہے، خواہ آپ ان کو برے انجام سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ یعنی دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنانے والا اور دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے والا۔ پھر تبشیر و انذار کی تفصیل کا ذکر کیا اور ان اسباب و اوصاف کا ذکر کیا جن کے ذریعے سے تبشیر و انذار حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اس کتاب کے وہ اوصاف ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ اسے قبول کیا جائے اس کے سامنے سر اطاعت خم کیا جائے اس پر ایمان لایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ مگر اکثر لوگوں نے اس طرح روگردانی کی ہے جس طرح متکبرین کا وتیرہ ہے۔ ﴿فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ اور وہ اسے قبول کرنے کے ارادے سے نہیں سنتے اگرچہ وہ اسے اس طرح ضرور سنتے ہیں جس سے ان پر شرعی حجت قائم ہو جائے۔ ﴿وَقَالُوْا﴾ یعنی اس کتاب کریم سے روگردانی کرنے والے اس سے اپنے عدم انتفاع اور اس تک پہنچانے والے دروازوں کے بند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ﴾ ''ہمارے دل پردوں میں ہیں۔'' یعنی پردوں میں ڈھانپے ہوئے ہیں ﴿مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ﴾ ''اس چیز سے جس چیز کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو اور اس سے ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔'' یعنی ہمارے کانوں میں گرانی ہے پس ہم سن نہیں سکتے۔ ﴿وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾ ''اور ہمارے اور تمھارے درمیان پردہ ہے'' اس لیے ہم تجھے دیکھ نہیں سکتے۔ ان کا مقصد صرف ہر لحاظ سے اس کتاب عظیم سے اعراض کا اظہار تھا' انھوں نے اس کتاب سے اپنے بغض اور اپنے باطل موقف سے رضا مندی کا اظہار کیا' اس لیے انھوں نے کہا: ﴿فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''پس تو اپنا کام کیے جا' ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔'' یعنی جیسے اپنے دین پر عمل کرنا تم پسند کرتے ہو ویسے ہی ہم بھی اپنے دین پر پوری رضا مندی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سب سے بڑی محرومی ہے کہ وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر راضی ہو گئے' ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کیا اور دنیا کے بدلے آخرت کو بیچ دیا۔

﴿قُلْ﴾ اے نبی! ان سے کہہ دیجیے: ﴿اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ﴾ ''میں تو تمھارے جیسا ہی ایک انسان ہوں' میری طرف وحی کی جاتی ہے۔'' یعنی میرا وصف اور میرا وظیفہ یہ ہے کہ میں تمھارے جیسا بشر ہوں' میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں اور نہ میرے اختیار میں وہ عذاب ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس وحی کے ذریعے سے مجھے تم پر فضیلت عطا کی' اس کے ذریعے سے مجھے تم سے ممتاز کیا اور اس کے لیے مجھے مختص کیا' جو وحی اس نے میری طرف بھیجی' مجھے اس کی اتباع اور تمھیں اس کی طرف دعوت دینے کا حکم

دیا۔ ﴿ فَاسْتَقِيمُوٓا اِلَيْهِ ﴾ ''لہٰذا سیدھے اس طرف متوجہ رہو'' یعنی میں جن امور کے بارے میں تمھیں خبر دے رہا ہوں ان کی تصدیق، اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کر کے اس راستے پر گامزن ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہ حقیقت استقامت ہے اور پھر اس پر قائم رہو۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ اِلَيْهِ ﴾ میں اخلاص کی طرف اشارہ ہے یعنی عمل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچنا قرار دے اس طرح اس کا عمل خالص، صالح اور نفع مند ہوگا اور اخلاص کی عدم موجودگی سے اس کا عمل باطل ہو جائے گا اور چونکہ بندہ، خواہ وہ استقامت کا کتنا ہی حریص کیوں نہ ہو، ماموارات میں تقصیر منہیات کے ارتکاب کی بنا پر خلل کا شکار ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو استغفار کی دوا کے استعمال کا حکم دیا ہے، جو توبہ کو متضمن ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ﴾ ''اور اس سے مغفرت طلب کرو۔'' پھر ترک استقامت پر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ ''مشرکین کے لیے ہلاکت ہے جو زکوۃ نہیں دیتے۔'' یعنی جو اللہ کو چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی کو نفع و نقصان دینے کا اختیار رکھتی ہیں نہ موت و حیات کا اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا۔ انھوں نے اپنے آپ کو گندگی میں دھنسا لیا ہے اور وہ اپنے رب کی توحید اور اخلاص کے ذریعے سے اپنے آپ کو پاک نہیں کرتے، وہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوۃ دیتے ہیں اور وہ توحید اور نماز کے ذریعے سے اپنے رب کے لیے اخلاص رکھتے ہیں نہ زکوۃ کے ذریعے سے مخلوق کو نفع پہنچاتے ہیں۔ ﴿ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔'' یعنی وہ حیات بعد الموت پر ایمان رکھتے ہیں نہ جنت اور جہنم پر، اس لیے جب ان کے دلوں سے خوف زائل ہو گیا تو انھوں نے ایسے ایسے کام کیے ہیں جو آخرت میں انھیں سخت نقصان دیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کا ذکر کرنے کے بعد اہل ایمان کے اوصاف اور ان کی جزا کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے'' یعنی اس کتاب پر اور ان امور پر ایمان لائے جن پر کتاب مشتمل ہے اور ان اعمال صالحہ کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی جو اخلاص للہ اور متابعت رسول کے جامع ہیں۔ ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ ''ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔'' یعنی ان کے لیے اجر عظیم ہے جو کبھی منقطع ہوگا نہ ختم ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ رہے گا اور ہر گھڑی بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ یہ اجر ہر قسم کی لذات و مشتہیات پر مشتمل ہوگا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

کہہ دیجیے: کیا بے شک تم البتہ کفر کرتے ہو ساتھ اس ذات کے جس نے پیدا کیا زمین کو دو دن میں اور بناتے ہو تم اس کیلیے شریک،

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ

وہ رب ہے جہانوں کا ○ اور بنائے اس نے اس میں مضبوط پہاڑ اس کے اوپر اور برکت دی اس میں اور اندازہ کیا

فِيۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا فِىۡۤ اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ‌ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيۡنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ

اس میں اسکی غذاؤں کا (یہ سارے کام ہوئے) چار دن میں، یکساں طور پر پوچھنے والوں کے لئے ○ پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف

وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا

جب کہ وہ دھواں تھا، پس کہا اللہ نے اس سے اور زمین سے، آؤ تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے، تو کہا ان دونوں نے: آئے ہم

طَآئِعِيۡنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ وَاَوۡحٰى فِىۡ كُلِّ سَمَآءٍ

بہ رضا و رغبت (خوشی خوشی) ○ پس بنا دیا ان کو سات آسمان دو دن میں اور القا کیا اس نے ہر آسمان میں

اَمۡرَهَا‌ ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ ‌ۖ وَحِفۡظًا‌ ؕ

اس کا کام اور مزین کیا ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے اور (اس کی) حفاظت (بھی) کی

ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿۱۲﴾

یہ اندازہ ہے غالب خوب جاننے والے کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تعجب کے ساتھ کفار کے کفر کا انکار کرتا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ہم سر گھڑ رکھے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا ہوا ہے، ان کی عبادت کرتے ہیں، انھیں رب عظیم اور مالک کریم کے برابر گردانتے ہیں، جس نے اتنی بڑی زمین کو صرف دو دن میں پیدا کیا، پھر دو دن میں اس کو ہموار کیا، اس کے اندر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیے جو اسے مٹنے، ہلنے اور عدم استقرار سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کی تکمیل کی، پھر پھیلا کر ہموار کیا، اس میں سے خوراک اور اس کی توابعات نکالیں ﴿فِىۡۤ اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيۡنَ﴾ ''چار دن میں، سوال کرنے والوں کے لیے یکساں ہے۔'' یہ اس بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے ٹھیک ٹھیک جواب ہے۔ تجھے یہ خبر ایک خبردار ہستی کے سوا کوئی نہیں دے سکتا ہے اور یہ ایسی سچی خبر ہے جس میں کوئی کمی ہے نہ بیشی۔

﴿ثُمَّ﴾ یعنی زمین کی تخلیق کے بعد ﴿اسۡتَوٰۤى﴾ قصد کیا ﴿اِلَى السَّمَآءِ﴾ آسمان کی تخلیق کا ﴿وَهِىَ دُخَانٌ﴾ ''اور وہ دھواں تھا'' جو پانی کی سطح پر اٹھ رہا تھا۔ ﴿فَقَالَ لَهَا﴾ ''پس آسمان سے کہا'' چونکہ اس میں اختصاص کا وہم تھا اس لیے اس پر اپنے اس فرمان کا عطف ڈالا: ﴿وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا﴾ ''اور زمین سے کہ دونوں آؤ! خوشی سے یا ناخوشی سے۔'' یعنی میرے حکم کی طوعاً یا کرہاً تعمیل کرو یہ نافذ ہو کر رہے گا ﴿قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ﴾ ''دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔'' ہمارا ارادہ تیرے ارادے کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ ﴿فَقَضٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ﴾ ''پھر دو دن میں سات آسمان بنائے۔'' پس آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دنوں میں مکمل ہو گئی۔ پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت تمام کائنات کو ایک لمحے میں تخلیق کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی مگر وہ قدرت رکھنے کے ساتھ ساتھ رفق اور حکمت والا بھی ہے یہ اس کی حکمت اور رفق ہی ہے کہ اس نے اس کائنات کی تخلیق اس مقررہ مدت میں کی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کریمہ اور سورۃ النازعات کی آیت: ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/۳۰) ''اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔'' میں بظاہر تعارض دکھائی دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی تعارض ہے نہ اختلاف۔ سلف میں بہت سے اہل علم نے اس کا جواب دیا ہے کہ زمین کی تخلیق اور اس کی صورت گری آسمانوں کی تخلیق سے متقدم ہے، جیسا کہ یہاں ذکر کیا گیا ہے اور زمین کو پھیلانا کہ ﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/۳۱-۳۲) ''اس نے اس میں سے اس کا پانی جاری کیا اور چارہ اگایا، پھر اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔'' آسمانوں کی تخلیق سے متاخر ہے جیسا کہ سورۃ النازعات میں آتا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/۳۰-۳۲) اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا: (وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ خَلَقَھَا)

﴿وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾ ''اور ہر آسمان کی طرف اس کے کام کا حکم بھیجا۔'' یعنی ہر آسمان کے لائق امر و تدبیر وحی کی جو احکم الحاکمین کی حکمت کا تقاضا تھا۔ ﴿وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ ''اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں کے ذریعے سے مزین کیا۔'' اس سے مراد ستارے ہیں جن سے روشنی اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور ظاہری طور پر یہ ستارے آسمان کی زینت اور خوبصورتی ہیں ﴿وَحِفْظًا﴾ اور باطنی طور پر شیاطین سے حفاظت کے لیے ان کو شہاب ثاقب بنایا ہے تاکہ وہ آسمانوں سے سن گن نہ لے سکیں۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی زمین، آسمانوں اور ان میں جو کچھ ہے، سب کا یہ مذکورہ انتظام ﴿تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''منصوبہ ہے ایک زبردست ہستی کا جو علیم بھی ہے۔'' یعنی زبردست ہستی کا مقرر کردہ اندازہ ہے جو اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر تمام اشیا پر غالب ہے اور ان کی تدبیر کر رہی ہے اور اس نے اپنی قوت اور غلبے سے تمام مخلوقات کو تخلیق کیا۔ ﴿الْعَلِيْمِ﴾ جس کے علم نے غائب اور شاہد، تمام مخلوقات کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کر رکھا ہے۔ پس مشرکین کا اس رب عظیم اور واحد قہار کے لیے اخلاص کو ترک کر دینا، جس کے سامنے تمام مخلوق سرافگندہ ہے اور تمام کائنات پر اس کی قدرت نافذ ہے، سب سے زیادہ تعجب انگیز چیز ہے۔ پھر خود ساختہ معبود بنانا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دینا، حالانکہ وہ اپنے اوصاف و افعال میں ناقص ہیں، اس سے بھی عجیب تر ہے۔ اگر یہ اپنی روگردانی پر جمے رہے تو دنیاوی اور اخروی عذاب کے سوا ان کا کوئی علاج نہیں، اس لیے ان کو ڈراتے ہوئے فرمایا:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ

پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دیجیے: میں نے ڈرا دیا تم کو کڑک (آسمانی عذاب) سے مثل کڑک عاد اور ثمود کے ۝ جب آئے ان کے پاس

الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ

رسول ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے یہ (کہتے ہوئے) کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ ہی کی، تو انہوں نے کہا: اگر

شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

چاہتا ہمارا رب تو البتہ نازل کر دیتا فرشتے، پس بلاشبہ ہم تو ساتھ اس چیز کے، کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اس کے، انکار کرنے والے ہیں ○

یعنی اگر یہ مکذبین اس کے باوجود بھی اعراض کریں، حالانکہ ان کے سامنے قرآن کے اوصاف حمیدہ اور رب عظیم کی صفات جلیلہ بیان کی جا چکی ہیں ﴿فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً﴾ ''تو کہہ دیجیے: میں تمھیں ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں'' جو کہ عذاب ہے وہ تمھاری جڑ کاٹ کر رکھ دے ﴿مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ''جیسی کڑک قوم عاد اور ثمود پر گری تھی۔'' عاد اور ثمود یہ دو معروف قبیلے تھے، ان پر ٹوٹنے والے عذاب نے ان کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا تھا اور انھیں سخت سزا دی گئی، یہ سب کچھ ان کے ظلم اور کفر کے باعث تھا۔

﴿اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ﴾ ''جب ان کے پاس رسول ان کے آگے سے اور پیچھے سے آئے۔'' یعنی یکے بعد دیگرے لگاتار رسول آئے، ان تمام رسولوں کی دعوت ایک تھی ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے، مگر انھوں نے انبیائے کرام کی دعوت کو رد کرتے ہوئے ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے: ﴿لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً﴾ ''اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتار دیتا۔'' رہے تم، تو تم ہماری ہی طرح بشر ہو ﴿فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''پس تم جو دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔'' یہ شبہ تمام کافر قوموں میں نسل در نسل متوارث چلا آ رہا ہے اور یہ انتہائی کمزور شبہ ہے کیونکہ رسالت کے لیے یہ شرط نہیں کہ جس کو رسول بنا کر بھیجا جا رہا ہو وہ فرشتہ ہو۔ رسالت کی شرط صرف یہ ہے کہ رسول ایسی چیز پیش کرے جو اس کی صداقت کی دلیل ہو، لہٰذا اگر وہ کر سکتے ہوں تو ان کو چاہیے کہ وہ عقلی اور شرعی دلائل کی بنیاد پر جرح و قدح کریں، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا

پس لیکن عاد (قوم) نے تو تکبر کیا زمین میں ناحق اور انہوں نے کہا: کون ہے زیادہ سخت ہم سے

قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا

قوت میں؟ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک اللہ جس نے پیدا کیا ان کو وہ زیادہ سخت ہے ان سے قوت میں، اور تھے وہ

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے ○ پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا سخت منحوس ثابت ہونے والے دنوں میں

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ

تاکہ چکھائیں ہم ان کو عذاب رسوائی کا زندگانی دنیا میں، اور البتہ عذاب

الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾

آخرت کا بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور وہ مدد نہیں کیے جائیں گے ○

یہ ان مذکورہ بالا دو قوموں، یعنی عاد و ثمود کا مفصل قصہ ہے۔ فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ﴾ قوم عاد اپنے کفر آیات الٰہی اور انبیاء و مرسلین کی تکذیب کے ساتھ ساتھ زمین پر تکبر کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنے ارد گرد بندگان الٰہی پر قہر اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے' ان کی قوت نے ان کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا ﴿وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ ''اور وہ کہتے تھے: بھلا ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا جواب دیا جسے ہر شخص جانتا ہے۔ ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا' وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ ان کو تخلیق نہ کرتا تو وہ کبھی وجود میں نہ آ سکتے اگر وہ اپنے اس حال پر صحیح طریقے سے غور کرتے تو کبھی اپنی طاقت کے فریب میں مبتلا نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی سزا دی جو ان کی اس قوت سے عین مناسبت رکھتی تھی جس کی وجہ سے وہ مغرور تھے۔

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ یعنی ہم نے ان پر انتہائی سخت طوفانی آندھی بھیجی جس میں بجلی کی کڑک کی مانند سخت ہولناک آواز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طوفانی ہوا کو ان پر ﴿سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (الحاقۃ: ۶۹/۷) ''لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک چلائے رکھا' اس ہوا میں تو ان لوگوں کو اس طرح پچھاڑے ہوئے دیکھتا گویا وہ کھجوروں کے خالی تنے ہیں۔'' ﴿نَّحِسَاتٍ﴾ یعنی یہ دن ان کے لیے منحوس تھے۔ اس ہوا نے ان کو ہلاک کر کے تباہ و برباد کر دیا اور ان کی یہ حالت ہوگئی کہ ان کے اجڑے ہوئے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ﴿لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''تاکہ ہم انھیں دنیا کی زندگی ہی میں رسوائی کا عذاب چکھائیں۔'' اس عذاب کی وجہ سے انھوں نے مخلوق میں فضیحت اور رسوائی کا سامنا کیا۔ ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' کوئی ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روک سکے گا نہ وہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اور لیکن ثمود (قوم) پس رہنمائی کی ہم نے انکی تو انہوں نے پسند کیا اندھے پن کو اوپر ہدایت کے' پس پکڑ لیا انکو کڑک نے عذاب

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾

رسوائی کی بہ سبب اس کے جو تھے وہ کماتے ○ اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور تھے وہ تقویٰ اختیار کرتے ○

﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ﴾ اور رہے ثمود تو یہ ایک معروف قبیلہ ہے جو حجر اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں آباد تھا۔

جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو ان کے رب کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور ان کو شرک سے روکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزے کے طور پر اونٹنی عطا کی، جس کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا۔ ثمود کے لوگ ایک دن اس اونٹنی کا دودھ پیتے تھے اور ایک دن پانی پیتے تھے اور اس پر انھیں کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا بلکہ اونٹنی اللہ کی زمین پر چر کر گزارہ کرتی تھی، اس لیے ثمود کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ ﴾ ''جو ثمود تھے، ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا۔'' یہاں ہدایت سے مراد ہدایت بیان ہے۔ ہر چند کہ ہلاکت کا شکار ہونے والی تمام امتوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی اور راہ راست ان کے سامنے واضح کر دی گئی، مگر اللہ تعالیٰ نے ثمود کے لیے ہدایت کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ ان کو بہت بڑا معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اس معجزے کو ان کے بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت اور بیان کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ مگر انھوں نے اپنے شر اور ظلم کی وجہ سے ہدایت، یعنی علم و ایمان کی بجائے اندھے پن، یعنی کفر اور گمراہی کو پسند کیا تو جو کچھ وہ کمایا کرتے تھے اس کی وجہ سے انھیں عذاب نے پکڑ لیا اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہ تھا۔ ﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے اور (نافرمانی سے) بچتے رہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی اتباع کرنے والے ان مومنین کو نجات دی جو شرک اور معاصی سے بچتے رہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا

اور جس دن (ہانک ہانک کر) جمع کیا جائیگا اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف پس وہ روکے جائیں گے ○ یہاں تک کہ جب وہ آ جائیں گے اسکے پاس

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا

تو گواہی دینگے انکے خلاف انکے کان اور انکی آنکھیں اور انکی جلدیں، ساتھ ان (عملوں) کے جو تھے وہ کرتے ○ اور وہ کہیں گے

لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

اپنی جلدوں سے کیوں گواہی دی تم نے ہمارے خلاف؟ تو وہ کہیں گی: بلوایا ہمیں اللہ نے جس نے بلوایا ہر چیز کو

وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ

اور اسی نے پیدا کیا تمھیں پہلی مرتبہ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور نہیں تھے تم پردہ کرتے اس (خوف) سے کہ گواہی دینگے

عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ

تمھارے خلاف تمھارے کان اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھاری جلدیں اور لیکن گمان کیا تم نے کہ بلاشبہ اللہ نہیں جانتا

كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

بہت سے ان عملوں کو جو تم کرتے (تھے) ○ اور یہ تمھارا گمان وہ جو گمان کیا تم نے اپنے رب کے بارے میں اسی نے ہلاک کیا تم کو پس ہو گئے تم

مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ

خسارہ پانے والوں میں سے ○ پس اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ہی ٹھکانا ہے ان کے لئے، اور اگر

يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾

وہ معافی طلب کریں گے تو نہیں ہوں گے وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دشمنوں کے بارے میں خبر دیتا ہے، جنھوں نے اس کے ساتھ اور اس کی آیات کے ساتھ کفر کیا، اس کے رسولوں کی تکذیب اور ان کے خلاف جنگ کی، کہ قیامت کے روز ان کا کتنا برا حال ہوگا۔ ان کو اکٹھا کیا جائے گا ﴿اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''آگ کی طرف، پس وہ روکے جائیں گے۔'' ان کے پہلے شخص کو آخری شخص کے آنے تک روکے رکھا جائے گا اور آخری شخص پہلے شخص کی پیروی کرے گا، پھر نہایت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ وہ جہنم سے بچ نہیں سکیں گے۔ وہ اپنی مدد خود کر سکیں گے نہ ان کی مدد کی جا سکے گی۔ ﴿حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا﴾ یعنی جب وہ سب جہنم میں وارد ہوں گے اور اپنی بداعمالیوں کا انکار کرنے کا ارادہ کریں گے ﴿شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ﴾ ''تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف شہادت دیں گے۔'' یہ خصوص کے بعد عموم ہے۔ ﴿بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے۔'' یعنی ان کا ہر ہر عضو ان کے خلاف گواہی دے گا۔ ان کا ہر ہر عضو یہ کہے گا: ''میں نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔'' پھر ان تین اعضا کا خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ اکثر گناہوں کا ارتکاب یہی تین اعضا کرتے ہیں، یا انھی کے سبب سے اکثر گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔

جب یہ اعضا ان کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ ان اعضا پر سخت ناراض ہوں گے ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے:'' یہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ ہر عضو کی طرف سے گواہی واقع ہوگی جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ﴿لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا﴾ ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟'' حالانکہ ہم تمھارا دفاع کیا کرتے تھے ﴿قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے قوتِ گویائی بخشی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔'' لہٰذا گواہی دینے سے انکار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں، اس کی مشیت کے سامنے کسی چیز کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ ﴿وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور اس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا۔'' جس طرح اس نے تمھاری ذوات و اجسام کو تخلیق فرمایا اسی طرح تمھاری صفات کو بھی تخلیق فرمایا اور گویائی بھی انھی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور تم (آخرت میں) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کی جزا دے گا۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد تخلیق اول کے ذریعے سے مرنے کے بعد زندہ کیے جانے پر استدلال ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کا طریقہ ہے۔

﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ ﴾ ''اور (گناہ کرتے وقت) تم اس بات کے خوف سے تو پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے تمھارے خلاف شہادت دیں گے۔'' یعنی تم اپنے اعضا کی گواہی سے اپنے آپ کو چھپا سکتے ہو نہ اس سے بچ سکتے ہو۔ ﴿ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ ﴾ ''لیکن تم یہ سمجھتے رہے'' گناہوں کا ارتکاب کرکے ﴿ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''بے شک اللہ کو تمھارے بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں۔'' اسی لیے تم سے یہ گناہ صادر ہوئے۔

ان کا یہ گمان ان کی ہلاکت اور بدبختی کا سبب بنا' اس لیے فرمایا: ﴿ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ ﴾ ''تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کر رکھا تھا'' یعنی تم نے اپنے رب کے بارے میں برا گمان کیا جو اس کے جلال کے لائق نہ تھا۔ ﴿ اَرْدٰىكُمْ ﴾ ''وہی تمھیں لے ڈوبا۔'' یعنی اس نے تمھیں ہلاک کر دیا۔ ﴿ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''لہٰذا تم خسارہ پانے والوں میں ہو گئے۔'' تم نے اپنے اعمال کے سبب سے' جن کا موجب اپنے رب کے بارے میں تمھارا برا گمان تھا' اپنے آپ کو' اپنے گھر والوں اور اپنے دین کو خسارے میں ڈالا۔ بنابریں تم عذاب اور بدبختی کے مستحق ٹھہرے اور تمھارے لیے عذاب جہنم میں دائمی خلود واجب ہوا۔ یہ عذاب ایک گھڑی کے لیے بھی تم سے علیحدہ نہ ہوگا۔

﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴾ ''اب اگر یہ صبر کریں (یا نہ کریں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔'' اس پر کسی بھی حالت میں صبر نہیں ہوگا۔ اگر کسی حال میں صبر کا امکان فرض کر لیا جائے تاہم آگ کے سامنے صبر کرنا ممکن نہیں اور اس آگ پر صبر کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے جس کی حرارت بے انتہا شدید ہے' اس کی حرارت دنیا کی آگ کی حرارت سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اس کا پانی شدید گرم ہوگا' اس کی پیپ بے انتہا بدبودار ہوگی' جہنم کے ٹھنڈے طبقے کی ٹھنڈک کئی گنا زیادہ ہوگی' اس کی زنجیریں' طوق اور گرز بہت بڑے ہوں گے۔ اس کے داروغے نہایت درشت مزاج ہوں گے اور ان کے دلوں سے ہر قسم کا رحم نکل چکا ہوگا اور آخری چیز یہ کہ جبار کی سخت ناراضی ہوگی' چنانچہ جب وہ اسے مدد کے لیے پکاریں گے تو وہ فرمائے گا: ﴿ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ (المؤمنون: ۱۰۸/۲۳) ''دفع ہو جاؤ' اسی میں پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو۔''

﴿ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا ﴾ ''اگر وہ توبہ کرنا چاہیں'' یعنی اگر وہ عتاب الٰہی کا ازالہ چاہتے ہوئے درخواست کریں گے کہ انھیں دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے تاکہ وہ نئے سرے سے عمل کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو دور کر سکیں۔ ﴿ فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ ''تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔'' کیونکہ اس کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اس گزرے ہوئے عرصے کے دوران ان کو غور و فکر کا موقع دیا گیا اور ان کے پاس برے انجام سے خبردار کرنے والے بھی آئے۔ ان کی حجت منقطع ہو گئی' نیز ان کی عتاب دور کرنے کی التجا بھی محض جھوٹ ہے۔

﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (الانعام: ٦/ ٢٨) ''اگر ان کو لوٹا بھی دیا گیا تو یہ دوبارہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو روکا گیا اور بے شک یہ جھوٹے ہیں۔''

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ

اور مقرر کر دیے ہم نے ان کیلئے کچھ ہم نشین پس اچھے کر دکھائے انھوں نے انکے لیے وہ جو انکے سامنے ہے اور جو انکے پیچھے ہے اور ثابت ہوگئی

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ

ان پر بات ساتھ ان امتوں کے جو گزر چکیں ان سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع

بلاشبہ تھے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ○

یعنی ہم نے حق کا انکار کرنے والے ان ظالموں کے لیے ﴿ قُرَنَآءَ ﴾ ''ہم نشین'' شیاطین کو ساتھی مقرر کر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴾ (مریم: ١٩/ ٨٣) ''کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کفار کی طرف شیاطین کو بھیجتے ہیں جو انھیں برائی پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔'' یعنی وہ انھیں گناہ کا ارتکاب کرنے کے لیے بے قرار رکھتے ہیں اور ان کو بہکاتے رہتے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ان شیاطین نے مزین کر دیا ﴿ لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ ''ان کے لیے جو ان کے آگے تھا اور جو ان کے پیچھے تھا'' پس ان شیاطین نے دنیا اور اس کی خوبصورتی کو ان کی آنکھوں کے سامنے مزین کر دیا اور انھیں اس کی لذات و شہوات محرمہ کے حوالے کر دیا' یہاں تک کہ وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اقدام کیا اور جیسے چاہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے خلاف جنگ کی راہ چل نکلے اور انھوں نے آخرت کو ان سے دور کر دیا اور اس کی یاد کو فراموش کرا دیا۔ بسا اوقات آخرت کے وقوع کے بارے میں ان کے دلوں میں شبہات پیدا کیے جس سے ان کے دلوں سے آخرت کا خوف چلا گیا اور وہ ان کو لے کر کفر' بدعات اور معاصی کی راہوں پر گامزن ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ان مکذبینِ حق پر شیاطین کو مسلط کرنا' ان کی اللہ تعالیٰ کے ذکر' اس کی آیات سے روگردانی اور ان کے انکار حق کے سبب سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ (الزخرف: ٤٣/ ٣٦-٣٧) ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے غفلت برتتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ یہ شیاطین انھیں راہ راست پر چلنے سے روک دیتے ہیں جبکہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ راہ راست پر چل رہے ہیں۔''

﴿ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ''اور ان پر حکم الٰہی ثابت ہو گیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا قول ان پر واجب ہو گیا اور اس کی قضا و قدر کا فیصلہ عذاب کے ساتھ ان پر نازل ہو گیا۔ ﴿ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ ''جنوں اور انسانوں کی جماعتوں میں جو ان سے پہلے گزر چکیں (جن پر بھی اللہ کا وعدہ پورا ہوا) کہ بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' جو اپنے دین اور آخرت کے بارے میں گھاٹے میں پڑ گئے اور جو شخص گھاٹے میں پڑ جائے تو اسے ذلت اور عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾

اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا: نہ سنو تم اس قرآن کو اور غل مچاؤ اس (کے پڑھنے کے وقت) میں تاکہ تم غالب آ جاؤ ○

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

پس البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا عذاب سخت اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے انکو برے عملوں کا جو تھے

يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا

وہ کرتے ○ یہ بدلہ ہے اللہ کے دشمنوں کا آگ، ان کے لیے اس میں گھر ہے ہمیشہ کا، بدلہ اس کا جو

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا

تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ○ اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا: اے ہمارے رب! دکھا ہم کو وہ دونوں (فریق) جنھوں نے گمراہ کیا تھا ہم کو

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾

جنوں اور انسانوں میں سے، کر دیں ہم انھیں نیچے اپنے قدموں کے تاکہ ہوں وہ سب سے نچلے لوگوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کے بارے میں کفار کی روگردانی اور اس روگردانی کے ضمن میں ان کی ایک دوسرے کو وصیت سے آگاہ فرماتا ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ ﴾ ''اور کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: اس قرآن کو نہ سنو'' یعنی اس قرآن کو سننے سے گریز کرو، اس کی طرف کوئی التفات کرو نہ اس کے لانے والے کی بات کی طرف کوئی توجہ دو۔ اگر تمھیں اس کے سننے کا کبھی اتفاق ہو یا اس کے احکام سننے کی دعوت دی جائے تو اس کی مخالفت کرو۔ ﴿ وَالْغَوْا فِيْهِ ﴾ ''(جب پڑھا جائے تو) خوب شور مچاؤ'' یعنی ایسی باتیں کرو جن کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ الٹا نقصان ہو۔ جہاں تک تمھارے بس میں ہو کسی کو اپنے ساتھ، قرآن کی بات کرنے اور اس کے الفاظ یا اس کے معانی کی تلاوت کی اجازت نہ دو۔ اس قرآن مجید سے اعراض کے بارے میں یہ ان کی زبانِ حال اور زبانِ مقال ہے۔

﴿ لَعَلَّكُمْ ﴾ ''تاکہ تم'' اگر تم نے یہ سب کچھ کیا ﴿ تَغْلِبُوْنَ ﴾ ''تم غالب رہو۔'' یہ دشمنوں کی طرف سے گواہی ہے اور واضح ترین حق وہ ہوتا ہے جس کی گواہی خود دشمن دیں کیونکہ انھوں نے اس شخص پر، جو حق لے کر آیا،

اپنے غلبے کا حکم صرف اعراض اور روگردانی کے حال میں ایک دوسرے کو روگردانی کی وصیت کی صورت میں لگایا۔
ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ اس کی تلاوت میں خلل نہ ڈالیں اور اسے غور سے سنیں تو وہ کبھی غالب نہیں آسکتے کیونکہ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اس حقیقت کو اصحاب حق اور اعدائے حق سب جانتے ہیں۔ چونکہ یہ سب کچھ ان کے ظلم اور عناد کے باعث تھا' اس لیے ان کی ہدایت کی توقع باقی نہیں رہی اب ان کے لیے عذاب اور سزا باقی رہ گئی تھی' بنابریں فرمایا: ﴿فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''پس ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ان کے برے عملوں کی' جو وہ کرتے تھے' سزا دیں گے۔'' اس سے مراد کفر اور معاصی ہے اور یہ ان کے بدترین اعمال ہیں۔
یہ عذاب کی سزا ان کے شرک کی جزا ہے ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ (الکھف: ۴۹/۱۸) ''اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' ﴿ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ﴾ ''اللہ کے دشمنوں کی یہی سزا ہے'' جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ جنگ کی ان کی جزا، ان کے کفر' تکذیب' مجادلہ اور جنگ کے سبب سے ﴿النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ﴾ ''جہنم کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے۔'' یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے گھڑی بھر کے لیے ان سے عذاب دور ہوگا نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی۔ ﴿جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ﴾ ''یہ اس بات کی سزا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔'' کیونکہ یہ نہایت واضح آیات اور قطعی دلائل ہیں جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں' لہٰذا ان کا انکار کرنا سب سے بڑا عناد اور سب سے بڑا ظلم ہے۔
﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ''اور کافروں نے کہا:'' اس سے مراد متبعین ہیں اور اس کی دلیل بعد میں آنے والا کلام ہے' یعنی یہ کفار ان لوگوں پر سخت غصے کی وجہ سے یہ بات کہیں گے جنھوں نے ان کو گمراہ کیا: ﴿رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ لوگ دکھلا دے' جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔'' یعنی جن وانس کی دونوں اصناف' جنھوں نے گمراہی اور عذاب کی طرف ہمیں دعوت دی اور اس راہ میں ہماری قیادت کی' وہ ہمیں دکھا۔ ﴿نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ﴾ ''ہم انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں' تاکہ وہ سب سے زیادہ ذلیل وخوار لوگوں میں شمار ہوں۔'' انھوں نے ہمیں گمراہ کیا' ہمیں فتنے میں مبتلا کیا اور ہمیں جہنم میں ڈالنے کا سبب بنے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جہنمی ایک دوسرے کے خلاف سخت بغض رکھیں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا
بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس پر جم گئے' اترتے ہیں ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) کہ نہ
تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ
خوف کرو تم اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو جاؤ تم ساتھ جنت کے' وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا○ ہم دوست ہیں تمہارے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ

زندگانی دنیا میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے ہے اس میں جو چاہیں گے تمہارے جی

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تم مانگو گے ○ بطور مہمانی کے بڑے بخشنے والے نہایت مہربان کی طرف سے ○

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا ذکر فرماتا ہے اور اس ضمن میں اہل ایمان میں نشاط پیدا کرتا اور انھیں ان کی اقتدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے'' یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کر کے اس کا اعلان کیا' اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہوئے' اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا پھر علم و عمل کے اعتبار سے راہ راست پر استقامت کے ساتھ گامزن ہوئے ان کے لیے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔ ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''ان پر (نہایت عزت و اکرام والے) فرشتے نازل ہوتے ہیں'' یعنی ان کا نزول بتکرار ہوتا ہے۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر خوشخبری دیتے ہیں: ﴿اَلَّا تَخَافُوْا﴾ ''نہ ڈرو'' یعنی اس معاملے پر خوف نہ کھاؤ جو مستقبل میں تمھیں پیش آنے والا ہے ﴿وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ ''اور نہ غمگین رہو'' یعنی جو کچھ گزر چکا ہے اس پر غم نہ کھاؤ۔ گویا ماضی اور مستقبل میں ان سے کسی بھی ناگوار امر کی نفی کر دی گئی ہے۔ ﴿وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اور تمھیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' یہ جنت تمھارے لیے واجب ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا۔

وہ ثابت قدمی کے لیے ان کی ہمت بڑھاتے اور ان کو خوشخبری دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے: ﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔'' وہ دنیا کے اندر انھیں بھلائی کی ترغیب دیتے ہیں اور بھلائی کو ان کے سامنے مزین کرتے ہیں۔ وہ ان کو برائی سے ڈراتے ہیں اور ان کے دلوں میں برائی کو قبیح بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور مصائب اور مقاماتِ خوف میں ان کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ خاص طور پر موت کی سختیوں' قبر کی تاریکیوں' قیامت کے روز پل صراط کے ہولناک منظر کے وقت ان کی ہمت بڑھاتے ہیں اور جنت کے اندر ان کے رب کی طرف سے عطا کردہ اکرام و تکریم پر انھیں مبارک باد دیتے اور ہر دروازے میں سے داخل ہوتے ہوئے ان سے کہیں گے: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (الرعد: ۲۴/۱۳) ''تم پر سلامتی ہے' دنیا میں تمھارے صبر کے سبب سے' کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر!''

نیز وہ ان سے یہ بھی کہیں گے: ﴿وَلَكُمْ فِيْهَا﴾ ''اور اس میں تمھارے لیے'' یعنی جنت کے اندر ﴿مَا

﴿ تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ ﴾ ''جو چیز تمھارے نفس چاہیں گے'' وہ تیار اور مہیا ہو گی۔ ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴾ ''اور تمھارے لیے ہو گا جو کچھ تم طلب کرو گے'' یعنی لذات و شہوات میں سے جس چیز کا تم ارادہ کرو گے تمھیں حاصل ہو گی۔ ان لذات کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے قلب میں اس کا خیال گزرا ہے۔

﴿ نُزُلًا ﴾ یہ بے پایاں ثواب اور ہمیشہ رہنے والی نعمت' مہمانی اور ضیافت ہے ﴿ مِّنْ غَفُوْرٍ ﴾ ''بخش دینے والی ہستی کی طرف سے'' جس نے تمھارے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ ﴿ رَّحِيْمٍ ﴾ ''بہت ہی رحم کرنے والی ہستی کی طرف سے'' جس نے تمھیں نیکیوں کی توفیق دی پھر ان نیکیوں کو قبول فرمایا۔ اس نے اپنی مغفرت سے برائی کو تم سے دور کیا اور اپنی رحمت سے تمھارا مطلوب تمھیں عطا کیا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور کون زیادہ اچھا ہے بات کے اعتبار سے' اس شخص سے جس نے بلایا اللہ کی طرف اور عمل کیا نیک

وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور کہا: بے شک میں تو فرماں برداروں میں سے ہوں ○

یہ استفہام محقق اور ثابت شدہ نفی کے معنوں میں ہے' یعنی کسی کا قول اچھا نہیں' یعنی کسی کا کلام' طریقہ اور حال اس شخص سے بڑھ کر اچھا نہیں ﴿ مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''جس نے اللہ کی طرف بلایا'' جو جہلا کو تعلیم کے ذریعے سے' غافلین اور اعراض کرنے والوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اور اہل باطل کو بحث و جدال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام انواع کی عبادت کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے اور جیسے بھی ممکن ہو اس عبادت کی تحسین کرتا ہے اور ہر اس چیز پر زجر و توبیخ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو اور ہر اس طریقے سے اس کی قباحت بیان کرتا ہے جو اس کے ترک کرنے کا موجب ہے۔

خاص طور پر یہ دعوت اصول دین اسلام' اس کی تحسین اور اس کے دشمنوں کے ساتھ احسن طریقے سے مباحثہ و مجادلہ کی دعوت' اس دعوت کے متضاد امور مثلاً کفر و شرک سے ممانعت' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تفاصیل' اس کے لامحدود جود و احسان' اس کی کامل رحمت' اس کے اوصاف کمال اور نعوت جلال کے ذکر کے ذریعے سے اس کے بندوں میں اس کی محبت پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول سے علم و ہدایت کے حصول کی ترغیب اور ہر طریقے سے اس پر آمادہ کرنا دعوت الی اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ مکارم اخلاق کی ترغیب' تمام مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا' برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا' صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سب دعوت الی اللہ کا حصہ ہے۔ مختلف مواقع' حوادث اور مصائب پر حالات کی مناسبت سے عام لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا دعوت الی اللہ میں شمار ہوتا ہے۔

الغرض ہر بھلائی کی ترغیب اور ہر برائی سے ترہیب دعوت الی اللہ میں شامل ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''اور نیک عمل کیے'' یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے عمل صالح کرتا ہو ﴿ وَقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾ ''اور کہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں'' یعنی جو اس کے حکموں کے تابع اور اس کی راہ پر گامزن ہیں اور یہ تمام تر صدیقین کا مرتبہ ہے' جو اپنی تکمیل اور دوسروں کی تکمیل کے لیے عمل پیرا رہتے ہیں۔ انھیں انبیاء و مرسلین کی مکمل وراثت حاصل ہوئی ہے۔ اسی طرح گمراہی کے راستے پر چلنے والے گمراہ داعیوں کا قول بدترین قول ہے۔

ان دو متباین مراتب کے درمیان' جن میں ایک اعلیٰ علیین کا مرتبہ اور دوسرا اسفل السافلین کا مرتبہ ہے' اتنے مراتب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہر مرتبہ لوگوں سے معمور ہے ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴾ (الأنعام: ۶/۱۳۲) ''اور ہر شخص کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجہ ہے اور آپ کا رب ان اعمال سے بے خبر نہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

وَلَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ

اور نہیں برابر ہوتی نیکی اور نہ برائی' ٹالیے (برائی کو) ایسی بات سے کہ وہ احسن ہو' تو یکایک وہ شخص

بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا

کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے (ایسا ہو جائے گا) گویا کہ وہ دوست ہے نہایت گہرا ○ اور نہیں سکھلائی جاتی یہ (خصلت) مگر

الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ ﴿۳۵﴾

انہی لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور نہیں سکھلائی جاتی یہ (خصلت) مگر اسی کو جو بڑا نصیبے والا ہے ○

﴿ وَلَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ﴾ ''نیکی اور بدی یکساں نہیں ہو سکتیں'' یعنی نیکی اور اطاعت کا فعل' جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سرانجام دیا گیا اور بدی اور گناہ کا فعل جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو' کبھی برابر نہیں ہو سکتے' مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور مخلوق کے ساتھ برا سلوک دونوں برابر نہیں ہو سکتے' اپنی ذات میں برابر ہو سکتے ہیں نہ اپنے اوصاف میں اور نہ اپنی جزا میں۔ فرمایا: ﴿ هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴾ (الرحمٰن: ۵۵/۶۰) ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔''

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے احسانِ خاص کا ذکر فرمایا جس کا بڑا مقام ہے اور وہ ہے اس شخص کے ساتھ احسان کرنا' جس نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا' اس لیے فرمایا: ﴿ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ﴾ ''آپ (بدی کا) ایسی بات سے دفاع کیجیے جو اچھی ہو'' یعنی جب کبھی لوگوں میں سے کوئی شخص آپ کے ساتھ برا سلوک کرے'

خاص طور پر وہ شخص، جس کا آپ پر بہت بڑا حق ہے، مثلاً عزیز و اقارب اور دوست احباب وغیرہ۔ یہ برا سلوک قول کے ذریعے سے ہو یا فعل کے ذریعے سے، اس کا مقابلہ ہمیشہ حسن سلوک سے کریں۔ اگر اس نے آپ سے قطع رحمی کی ہے تو آپ اس سے صلہ رحمی کریں اگر وہ آپ پر ظلم کرے، آپ اس کو معاف کریں۔ اگر وہ آپ کے بارے میں آپ کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کوئی بات کہے تو آپ اس کا مقابلہ نہ کریں بلکہ اس کو معاف کر دیں اور اس کے ساتھ انتہائی نرمی سے بات کریں۔ اگر وہ آپ سے بول چال چھوڑ دے تو آپ اس سے اچھی طرح بات کریں اور اسے کثرت سے سلام کریں۔ جب آپ اس کی برائی کے بدلے حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو آپ کو عظیم فائدہ حاصل ہوگا ﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ ''کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمھارا گرم جوش دوست ہے۔'' یعنی گویا کہ وہ قریبی اور انتہائی مشفق ہے۔ ﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ﴾ ''اور نہیں نصیب ہوتی یہ (صفت)'' یعنی اس خصلت حمیدہ کی توفیق نہیں دی جاتی ہے ﴿إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ''مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں'' جو اپنے نفس کو ان امور کا پابند بناتے ہیں، جنھیں ان کے نفس ناپسند کرتے ہیں اور انھیں ایسے امور پر عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ نفس انسانی کی جبلت ہے کہ وہ برائی کا مقابلہ برائی اور عدم عفو سے کرتا ہے، تب وہ احسان کیوں کر کر سکتا ہے؟

جب انسان اپنے نفس کو صبر کا پابند بنا لیتا ہے اور اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے بے پایاں ثواب کو جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ برا سلوک کرنے والے کے ساتھ اسی جیسا سلوک کرنا اسے کچھ فائدہ نہیں دے گا اور عداوت صرف شدت ہی میں اضافے کا باعث ہوگی اور یہ بھی علم ہے کہ برا سلوک کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اس کی قدر و منزلت کم نہیں ہوگی، بلکہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رفعت عطا کرتا ہے، تب معاملہ اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے اور وہ اس فعل کو سرانجام دیتے ہوئے لذت محسوس کرتا ہے۔

﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ ''اور یہ مقام انھی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔'' یہ خاص لوگوں کی خصلت ہے جس کے ذریعے سے بندے کو دنیا و آخرت میں رفعت عطا ہوتی ہے اور یہ مکارم اخلاق میں سب سے بڑی خصلت ہے۔

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾

اور اگر ابھارے آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تو پناہ مانگیے اللہ کی، یقیناً وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ○

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند نہ سجدہ کرو تم سورج کو اور نہ چاند کو

وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے پیدا کیا ان (سب) کو اگر ہو تم صرف اسی کی عبادت کرتے ○ پس اگر وہ تکبر کریں

فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدة

تو وہ لوگ جو آپ کے رب کے پاس ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں اس کی رات کو اور دن کو اور وہ نہیں تھکتے ○

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ دیکھتے ہیں آپ زمین کو دبی ہوئی (بنجر) پس جب نازل کیا ہم نے اس پر پانی تو وہ لہلہانے لگی

وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

اور ابھر آئی (بلند ہو کر) بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے زندہ کیا اس (زمین) کو البتہ زندہ کرنیوالا ہے مردوں کو بیشک وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ انسان کو اپنے دشمن انسان کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہیے، یعنی اسے اس کی برائی کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اس کے بعد ذکر فرمایا کہ انسان شیطان کو، جو اس کا دشمن ہے، کیسے دور ہٹائے؟ اور وہ اس طرح کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ﴾ ''اگر تمھیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو۔'' یعنی آپ کسی بھی وقت، شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کریں، یعنی شیطان کا وسوسہ، اس کا شر کو آراستہ کرنا اور خیر کو بدنما بنا کر پیش کرنا، یا اس کے کسی حکم کی اطاعت کا خدشہ محسوس کریں ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''تو اللہ کی پناہ مانگیے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کا اظہار کرتے ہوئے اس سے سوال کریں کہ وہ آپ کو پناہ دے اور آپ کو شیطان سے محفوظ رکھے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ کیونکہ وہ آپ کی بات اور عاجزانہ دعا کو سنتا ہے وہ آپ کے حال کو جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اس کی حمایت وحفاظت کے ضرورت مند ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ''اس کی نشانیوں میں سے'' جو اس کے کمال قدرت، نفوذ مشیت، لامحدود قوت اور بندوں پر بے پایاں رحمت پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ﴿الَّیْلُ وَالنَّهَارُ﴾ ''دن اور رات ہیں۔'' دن اپنی روشنی کی منفعت کی بنا پر نشانی ہے کہ لوگ دن کی روشنی میں اپنے کام کاج کے لیے چلتے پھرتے ہیں۔ رات اپنی تاریکی کی منفعت کی بنا پر نشانی ہے کہ مخلوق رات کی تاریکی میں آرام کرتی ہے۔ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ''اور سورج اور چاند ہیں۔'' جن کے بغیر بندوں کی معاش، ان کے ابدان اور ان کے حیوانات کے ابدان درست نہیں رہتے۔ سورج اور چاند کے ساتھ مخلوق کے بے شمار مصالح وابستہ ہیں۔

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ﴾ ''تم سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو'' کیونکہ یہ دونوں تو مخلوق اور اللہ تعالیٰ

کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہیں۔ ﴿ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ ﴾ ''اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔'' یعنی اسی اکیلے کی عبادت کرو کیونکہ وہی خالق عظیم ہے اور اس کے سوا تمام مخلوقات کی عبادت چھوڑ دو، خواہ وہ کتنی ہی بڑی اور ان کے فوائد کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ یہ مصالح اور فوائد ان کے خالق کی طرف سے ودیعت کیے گئے ہیں جو نہایت بابرکت اور بلند ہے' ﴿ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ ''اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' پس اسی کے لیے اپنی عبادت کو خاص کرو اور اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرو۔

﴿ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا ﴾ اگر وہ تکبر و استکبار کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی آیات و براہین کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' اللہ ان سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ مکرم بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''پس جو تیرے رب کے پاس ہیں'' یعنی مقرب فرشتے ﴿ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴾ ''وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اکتاتے نہیں' کیونکہ وہ نہایت طاقتور ہوتے ہیں۔ ان کے اندر عبادت کا داعیہ بھی نہایت قوی ہوتا ہے۔ ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے'' جو اس کے کمال قدرت' ملکیت و تدبیر کائنات اور وحدانیت میں متفرد ہونے پر دلالت کرتی ہیں' ایک نشانی یہ ہے ﴿ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً ﴾ ''کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی دیکھتا ہے۔'' یعنی اس کے اندر کوئی نباتات نہیں ہوتی ﴿ فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ ﴾ ''پس جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں۔'' یعنی بارش برساتے ہیں ﴿ اهْتَزَّتْ ﴾ ''تو وہ شاداب ہو جاتی ہے۔'' یعنی کے نباتات ساتھ لہلہا اٹھتی ہے۔ ﴿ وَرَبَتْ ﴾ ''اور ابھرنے لگتی ہے'' یعنی وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگاتی ہے' جس سے تمام بندوں اور زمین کی زندگی ہوتی ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا ﴾ ''بے شک جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا'' جس نے اس کے مر جانے اور بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کیا ﴿ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ وہ قبروں سے مردوں کو بھی قیامت کے روز زندہ کرے گا۔ ﴿ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' جس طرح اس کی قدرت زمین کے مردہ اور بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرنے میں بھی بے بس نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ

بلاشبہ وہ لوگ جو کج روی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں نہیں وہ مخفی رہتے ہم پر' کیا پس جو شخص ڈالا جائے گا آگ میں' وہ بہتر ہے

اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

یا وہ جو آئے گا امن سے دن قیامت کے؟ عمل کرو تم جو چاہو' بیشک وہ (اللہ) ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿41﴾ لَّا

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ساتھ ذکر (قرآن) کے جب آیا وہ انکے پاس (تو وہ ہلاک ہونگے) اور بیشک وہ البتہ ایک کتاب ہے، بہت زبردست ○ نہیں

يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿42﴾

آ سکتا اسکے پاس باطل اسکے آگے سے اور نہ اسکے پیچھے سے وہ نازل کردہ ہے بڑی حکمت والی قابل تعریف ذات کی طرف سے ○

اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد سے مراد ہے کہ ان کو کسی بھی لحاظ سے حق وصواب سے ہٹا دینا۔ یا تو ان آیات الٰہی کا انکار کر دینا اور ان آیات کو لانے والے رسول کی تکذیب کرنا' یا ان آیات الٰہی کو ان کے حقیقی معانی سے ہٹا کر ایسے معانی کا اثبات کرنا جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے الحاد کرنے والوں کو وعید سنائی ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں' اسے اس کے ظاہر و باطن کی اطلاع ہے اور وہ عنقریب اسے اس کے الحاد کی سزا دے گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ ﴾ ''کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا'' مثلاً اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد کرنے والا ﴿ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن وامان سے آئے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ و مامون اور اس کے ثواب کا مستحق ہے؟ اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ یہی شخص بہتر ہے۔

جب باطل سے حق واضح ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا راستہ ہلاکت کی گھاٹیوں میں پہنچانے والے راستے سے الگ ہو گیا تو فرمایا: ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ﴾ ''تم جو چاہو کر لو۔'' چاہو تو ہدایت کا راستہ اختیار کر لو جو رضائے الٰہی اور جنت کی منزل کو جاتا ہے اور چاہو تو گمراہی کے راستے کو اختیار کر لو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور بدبختی کی منزل پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہے'' اس لیے وہ تمھارے احوال واعمال کے مطابق جزا دے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ (الکھف: ۲۹/۱۸) ''اور کہہ دیجیے: حق تمھارے رب کی طرف سے ہے' جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کا رویہ اختیار کرے۔''

پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا ذکر (قرآن کریم) کا'' یعنی جو لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں' جو بندوں کو ان کے دینی' دنیاوی اور اخروی مصالح کی یاد دہانی کراتا ہے اور جو اس کی اتباع کرے اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ ﴿ لَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ ''جب کہ وہ ان کے پاس آیا۔'' یعنی افضل اور کامل ترین ہستی کے ذریعے سے ان کے رب کی طرف سے نعمت کے طور پر آیا۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' حال یہ ہے کہ ﴿ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ ﴾ ''بے شک وہ ایک کتاب ہے'' جو اوصافِ کمال کی جامع ہے۔ ﴿ عَزِيْزٌ ﴾ ''زبردست'' یعنی ہر قسم کے ارادۂ تحریف اور برائی سے محفوظ و مامون ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ ''اس پر جھوٹ کا دخل آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔'' یعنی شیاطین جن وانس میں سے کوئی شیطان، چوری، یا دخل اندازی یا کمی بیشی کے ارادے سے اس کے قریب نہیں آ سکتا۔ یہ اپنی تنزیل میں محفوظ اور اس کے الفاظ ومعانی ہر تحریف سے مامون ومصئون ہیں۔ جس ہستی نے اسے نازل کیا ہے اس نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے اور فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر: ۹/۱۵) ''بے شک ہم نے ''ذکر'' (یعنی قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ ﴾ یعنی اس ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنے خلق وامر میں حکمت والی ہے۔ جو ہر چیز کو اس کے مناسب حال مقام پر رکھتی ہے۔ ﴿ حَمِيْدٍ ﴾ ''قابل تعریف ہے'' جو اپنی صفات کمال، نعوت جلال اور اپنے عدل واحسان پر قابل تعریف ہے، بنابریں اس کی کتاب تمام تر حکمت، تحصیل مصالح ومنافع اور دفع مفاسد کی تکمیل پر مشتمل ہے جن پر وہ ہستی قابل تعریف ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ

نہیں کہا جاتا آپ سے مگر وہی جو تحقیق کہا گیا رسولوں سے آپ سے پہلے، بے شک

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾

آپ کا رب بخشش والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے ○

﴿ مَا يُقَالُ لَكَ ﴾ ''نہیں کہا جاتا ہے آپ سے'' اے رسول! یہ اقوال جو آپ کی تکذیب کرنے والوں اور آپ سے عناد رکھنے والوں کی زبان سے صادر ہو رہے ہیں۔ ﴿ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا'' یعنی یہ اقوال ان اقوال کی جنس سے ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہے گئے، بلکہ بسا اوقات انھوں نے ایک جیسی بات کہی، مثلاً انبیاء ومرسلین کی تکذیب کرنے والی امتوں نے اخلاص للہ اور اس اکیلے کی عبادت کی طرف دعوت پر تعجب کا اظہار کیا اور ہر ممکن طریقے سے اس دعوت کو رد کیا۔ وہ بھی کہتے تھے: ﴿ مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ (یٰسٓ: ۱۵/۳۶) علیہ السلام ''تم ہماری ہی طرح بشر ہو۔'' اسی طرح ان کا اپنے رسولوں سے معجزات کا مطالبہ کرنا جن کا دکھانا ان پر لازم نہ تھا اور اسی قسم کے دیگر الفاظ جو اہل تکذیب کی زبان سے صادر ہوئے۔ چونکہ کفر میں ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں، اس لیے ان کے اقوال بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ تمام انبیاء ومرسلین نے کفار کی ایذا رسانی اور ان کی تکذیب پر صبر کیا، اس لیے آپ بھی صبر کیجیے جس طرح آپ سے قبل انبیاء ومرسلین نے صبر کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کو توبہ اور اسباب مغفرت کی طرف آنے کی دعوت دی اور انھیں اپنی گمراہی پر جمے رہنے سے ڈرایا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ ﴾ ''بے شک آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے''

یعنی تیرا رب عظیم مغفرت کا مالک ہے جو اس شخص کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے جو توبہ کر کے گناہ سے رک جاتا ہے۔ ﴿وَذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''اور دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔'' اس شخص کے لیے دردناک عذاب ہے جو تکبر کرتے ہوئے گناہ پر اصرار کرتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ؕ قُلْ

اور اگر کرتے ہم اسکو قرآن عجمی زبان کا تو البتہ وہ کہتے' کیوں نہیں کھول کر بیان کی گئیں آیتیں اسکی؟ کیا (کتاب) عجمی ہے اور (رسول) عربی؟ کہہ دیجیے:

هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ

وہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے' ہدایت اور شفاء ہے' اور وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے' ان کے کانوں میں ڈاٹ (کارک) ہے

وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾ ع

اور وہ ان کے حق میں اندھا پن ہے' یہ لوگ (گویا) پکارے جاتے ہیں دور جگہ سے O

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے اپنی کتاب رسول عربی ﷺ پر' آپ کی قوم کی زبان' عربی میں نازل کی تاکہ اس سے ان پر راہ ہدایت واضح ہو جائے۔ اس کتاب کریم کا یہ وصف زیادہ اعتنا کا موجب ہے اور اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ سر تسلیم خم کر کے اسے قبول کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کو کسی عجمی زبان میں بھیجا ہوتا تو اس کی تکذیب کرنے والے کہتے۔ ﴿لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ﴾ اس کی آیات کو واضح کیوں نہ کیا گیا' اس کی تفسیر کیوں نہ بیان کی گئی ﴿ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ﴾ ''یہ کیا بات ہے کہ کتاب عجمی زبان میں اور مخاطب عربی؟'' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محمد ﷺ عربی ہیں اور کتاب عجمی ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنی کتاب سے ہر امر کی نفی کر دی جس میں اہل باطل کے لیے کوئی شبہ ہو سکتا ہے اور اسے ایسے اوصاف سے موصوف فرمایا جو ان پر اطاعت کو واجب ٹھہراتا ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ اہل ایمان جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بلند درجے پاتے ہیں اور دیگر لوگوں کے احوال اس کے برعکس ہوتے ہیں۔

بنابریں فرمایا: ﴿هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ﴾ ''کہہ دیجیے کہ جو ایمان لاتے ہیں' ان کے لیے یہ ہدایت اور شفا ہے۔'' یعنی یہ کتاب انھیں رشد و ہدایت اور راہ راست دکھاتی ہے اور انھیں علوم نافعہ کی تعلیم دیتی ہے جس سے ہدایت کامل حاصل ہوتی ہے۔ اس کتاب عظیم میں ان کے جسمانی اور روحانی امراض کی شفا ہے کیونکہ کتاب' برے اخلاق اور برے اعمال پر ان کی زجر و توبیخ کرتی ہے اور انھیں ایسی خالص توبہ پر آمادہ کرتی ہے جو گناہوں کو دھو کر قلوب کو شفا بخشتی ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے'' قرآن پر ﴿فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ﴾ ''ان کے

کانوں میں بوجھ ہے۔'' یعنی وہ اس کو سننے سے محروم اور اس سے روگردانی کا شکار ہیں۔ ﴿وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ ''یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے'' جس کی وجہ سے انھیں رشد و ہدایت نظر آتی ہے نہ راہ راست ملتی ہے۔ یہ کتاب ان کی گمراہی میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ جب یہ لوگ حق کو ٹھکرا دیتے ہیں تو ان کے اندھے پن میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان پر ایک اور تہہ چڑھ جاتی ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ ''یہ وہ ہیں جنھیں دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' یعنی جنھیں ایمان کے لیے پکارا اور اس کی طرف بلایا جا رہا ہو اور وہ جواب نہ دے سکتے ہوں ایسے لوگ اس شخص کی مانند ہیں جسے بہت دور سے پکارا جا رہا ہو جسے پکارنے والے کی آواز سنتی ہو نہ وہ جواب دے سکتا ہو۔

مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کی راہنمائی اور اس کی روشنی سے مستفید ہو سکتے ہیں نہ انھیں اس عظیم کتاب سے کوئی بھلائی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنے اعراض اور کفر کے سبب سے خود اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے بند کر لیے ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، پس اختلاف کیا گیا اس میں، اور اگر نہ ہوتی ایک بات، جو پہلے سے (طے) ہو چکی تھی

مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَّنْ

آپ کے رب کی طرف سے تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا درمیان انکے اور بیشک وہ البتہ شک میں ہیں اسکی طرف سے جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے ○ جس نے

عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

عمل کیا نیک، تو اسکے اپنے ہی لئے ہے اور جس نے برا کیا تو اسی پر ہے وبال (اسکا) اور نہیں ہے آپکا رب ظلم کرنیوالا بندوں پر ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی کتاب عطا کی تھی'' جس طرح آپ کو کتاب عطا کی ہے۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو آپ کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پس لوگوں نے اس کتاب کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئے، انھوں نے اس سے راہنمائی حاصل کی اور اس سے مستفید ہوئے اور کچھ لوگوں نے اس کتاب کی تکذیب کی اور اس سے مستفید نہ ہو سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے حلم اور سابقہ فیصلے کی بنا پر ان پر عذاب کو ایک مدت مقررہ تک مؤخر نہ کرتا، جس سے یہ عذاب آگے پیچھے نہیں ہو سکتا ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا'' جس سے اہل ایمان اور کفار کے درمیان فرق واضح ہو جاتا اور کافروں کو اسی حال میں ہلاک کر دیا جاتا کیونکہ ان کی ہلاکت کا سبب پورا ہو چکا تھا۔ ﴿وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾ ''اور یہ اس (قرآن) کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔'' شک نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے، جہاں وہ متزلزل ہو گئے ہیں، اس لیے انھوں نے اس کی تکذیب کی اور اس کا انکار کیا۔

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''جس نے نیک کام کیے۔'' عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہو۔ ﴿ فَلِنَفْسِهٖ ﴾ تو دنیا و آخرت میں اس کا ثواب اور فائدہ اسی کے لیے ہے ﴿ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ﴾ ''جس نے برے کام کیے ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔'' دنیا و آخرت میں اس کا نقصان اور عذاب بھی وہی بھگتے گا۔ اس آیت کریمہ میں فعل خیر اور ترک شر کی ترغیب دی گئی ہے' نیز اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ اصحاب اعمال اپنے نیک اعمال سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور برے اعمال سے ان کو ضرر پہنچتا ہے' نیز یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ ''اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا کہ ان پر ان کی برائیوں سے بڑھ کر عذاب مسلط کر دے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاهور

لندن • هیوسٹن • نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس:4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس:8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون:5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان
(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر پچیس 25

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/ ۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ

بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رۃ نمبر پچیس 25

اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ
اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے علم قیامت (کے آنے) کا اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلافوں سے اور نہیں حمل سے ہوتی
مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا
کوئی مادہ اور نہ (کوئی بچہ) جنتی ہے مگر اس کے علم ہی سے اور جس دن پکارے گا وہ ان کو کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے:
اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ
ہم نے بتلا دیا تجھ کو نہیں ہے ہم میں سے کوئی گواہ (اس بات کا) - اور گم ہو جائیں گے ان سے وہ، جن کو تھے وہ پکارتے
مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾
اس سے پہلے اور وہ گمان کریں گے کہ نہیں ہے ان کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

یہ اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کا ذکر ہے۔ نیز یہ ان امور کا ذکر ہے جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''قیامت کا علم اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔'' یعنی تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین اور فرشتے وغیرہ اس بارے میں اپنے عجز اور بے بسی کا اقرار کرتے ہیں۔ ﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا﴾ ''اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں۔'' یعنی ان شگوفوں میں سے جن سے وہ عموماً نکلتے ہیں۔ یہ تمام درختوں کے پھل کو شامل ہے جو شہروں میں یا جنگلوں میں اگتے ہیں۔ کسی درخت پر جو پھل بھی لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو تفصیلی طور پر جانتا ہے۔

﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى﴾ ''اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ۔'' بنی آدم اور تمام حیوانات میں سے حاملہ جو حمل اٹھاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ﴿وَلَا تَضَعُ﴾ ''اور کوئی حاملہ بچہ نہیں جنتی'' ﴿اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''مگر اس کے علم سے۔'' مشرکین نے ان ہستیوں کو کیسے اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرا دیا جو سن سکتی ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں؟ ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مشرکین کو زجر و توبیخ کے طور پر اور ان کے جھوٹ کو ظاہر کرتے ہوئے پکارے گا اور فرمائے گا: ﴿اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ﴾ ''میرے شریک کہاں ہیں؟'' جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے، ان کی عبادت کرتے تھے، ان کی بنا پر تم جھگڑتے اور رسولوں سے عداوت رکھتے تھے ﴿قَالُوْٓا﴾ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی الوہیت اور ان کی شرکت کے بطلان کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ﴾ ''ہم آپ سے کہہ چکے کہ (آج) ہم میں سے کوئی (ایسی) گواہی دینے والا نہیں۔'' یعنی اے ہمارے رب ہم تیرے سامنے اقرار کرتے ہیں، تو گواہ رہنا کہ ہم میں سے کوئی بھی ان معبودان باطل کی الوہیت اور شرکت کی گواہی نہیں دیتا۔ اب ہم سب ان کی عبادت کے بطلان کا اقرار اور ان سے براءت کا اعلان

کرتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ﴾ ''اور گم ہو جائیں گے ان سے وہ جن کو وہ پکارا کرتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، یعنی ان کے وہ تمام عقائد اور اعمال اکارت جائیں گے جن کے اندر انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے عمریں گزاریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود انہیں کوئی فائدہ دیں گے، ان سے عذاب دور کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ ان کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی، ان کا گمان جھوٹا ثابت ہوگا اور ان کے خود ساختہ شریک ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ ﴿وَظَنُّوْا﴾ اور اس حال میں انہیں یقین آجائے گا ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ کہ کوئی ان کو بچانے والا ہے نہ مدد کو پہنچنے والا اور نہ ان کو کوئی جائے پناہ ہی ملے گی۔ یہ ہے اس شخص کا انجام جس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واضح کر دیا ہے کہ وہ شرک سے بچیں۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾

نہیں تھکتا انسان بھلائی مانگنے سے اور اگر پہنچے اسے تکلیف تو وہ انتہائی مایوس سخت ناامید ہو جاتا ہے ○

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ

اور البتہ اگر چکھائیں ہم اسے رحمت اپنی طرف سے بعد اس تکلیف کے جو پہنچی اسے تو وہ یقیناً کہتا ہے: یہ تو میرے لیے ہے اور نہیں گمان کرتا

السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ

میں قیامت کو قائم ہونیوالی اور البتہ اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو بلاشبہ میرے لیے اسکے پاس البتہ بھلائی ہی ہوگی پس البتہ ہم ضرور بتلا دینگے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ساتھ اسکے جو انہوں نے عمل کیے اور البتہ ہم ضرور چکھائینگے انکو عذاب سخت ○ اور جب احسان کرتے ہیں ہم

عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾

انسان پر تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور دور ہو جاتا ہے اپنے پہلو کیساتھ اور جب پہنچتی ہے اسے تکلیف تو دعائیں کرنیوالا ہو جاتا ہے لمبی چوڑی ○

اس آیت کریمہ میں انسان کی فطرت و طبیعت کا بیان ہے کہ وہ خیر پر صبر کر سکتا ہے نہ شر پر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ اس حالت سے نکال کر حالتِ کمال میں منتقل کر دے۔ فرمایا: ﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ﴾ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے اپنی فوز و فلاح، مال، اولاد اور دیگر دنیاوی مطالب و مقاصد کے لئے دعا کرتے ہوئے کبھی نہیں اکتاتا اور اس پر ہمیشہ عمل پیرا رہتا ہے۔ وہ قلیل یا کثیر کسی چیز پر قناعت نہیں کرتا، اگر اسے دنیا کی ہر چیز مل جائے تب بھی وہ مزید دنیا طلب کرتا رہے گا۔ ﴿وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ﴾ ''اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔'' یعنی بیماری، فقر اور مختلف مصائب وغیرہ اسے لاحق ہوں ﴿فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا

ہے کہ یہ مصیبت اسے ہلاک کر ڈالے گی اور ایسے اسباب اختیار کرنے کی فکر کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس رویے سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان لوگوں کو اگر بھلائی، نعمت اور کوئی محبوب چیز عطا ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور وہ اس چیز سے بھی ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت نہ ہوں۔ اگر انہیں اپنی جان، مال اور اولاد میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ ﴾ ''اور اگر ہم اسے چکھاتے ہیں۔'' یعنی وہ شخص جو بھلائی کی دعا سے اکتاتا نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ ﴿ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ ''اپنی طرف سے رحمت۔'' یعنی اس برائی کے بعد جو اسے پہنچی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اسے مرض سے شفا دیتا ہے یا اس کا فقر دور کر کے غنی بنا دیتا ہے۔

تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ وہ بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے: ﴿ هٰذَا لِیْ ﴾ یعنی یہ مجھے عطا ہوا ہے کیونکہ میں اس کا اہل اور مستحق ہوں۔ ﴿ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ﴾ ''اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔'' یہ اس کی طرف سے انکارِ قیامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور رحمت کی ناسپاسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔

﴿ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ﴾ فرض کیا اگر قیامت کی گھڑی آ ہی جائے اور مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بھلائی ہے۔ جس طرح دنیا میں مجھے نعمتوں سے نوازا گیا ہے اسی طرح آخرت میں بھی مجھے نعمتوں سے بہرہ مند کیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے بڑی جسارت اور بلاعلم قول ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴾ ''پس کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ہم انہیں ضرور بتائیں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔'' یعنی نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

﴿ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ ﴾ یعنی جب ہم انسان کو صحت اور رزق وغیرہ کی نعمت سے بہرہ ور کرتے ہیں ﴿ اَعْرَضَ ﴾ تو وہ اپنے رب اور اس کی شکر گزاری سے روگردانی کرتا ہے۔ ﴿ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ﴾ اور تکبر اور خود پسندی کی بناء پر کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ ﴾ ''اور اگر اسے برائی پہنچتی ہے۔'' یعنی اگر مرض اور فقر اسے آلیتا ہے ﴿ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴾ تو عدم صبر کی بنا پر بہت دعائیں کرتا ہے، پس کوئی بھی تنگی میں صبر کرتا ہے نہ فراخی میں شکر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہو۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ

کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر ہو وہ (قرآن) اللہ کی طرف سے پھر انکار کرو تم اس کا تو کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے کہ ہے

هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى

وہ مخالفت میں دور کی ○ عنقریب دکھائیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں کناروں میں اور ان کے نفسوں میں یہاں تک کہ

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾

واضح ہو جائیگا ان کیلئے کہ بیشک وہ (قرآن) حق ہے کیا کافی نہیں ہے آپکا رب (اس بات پر) کہ بیشک وہ اوپر ہر چیز کے گواہ ہے ○

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾

خبردار! بے شک وہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے خبردار! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے ○

﴿قُلْ﴾ قرآن کی تکذیب اور کفرانِ نعمت میں جلدی کرنے والوں سے کہہ دیجئے: ﴿اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ﴾ ''مجھے بتایئے اگر یہ ہو!'' یعنی یہ قرآن ﴿مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ بغیر کسی شک وشبہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''پھر تم اس سے انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اس (قرآن) کی مخالفت میں دور تک نکل گیا ہو؟'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت اور عناد میں کیونکہ حق تم پر واضح ہو چکا ہے اس کے باوجود تم نے اس سے منہ موڑا، تم نے حق کو نہیں بلکہ باطل اور جہالت کو اختیار کیا ہے۔ تب تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے بڑھ کر ظالم ہو۔ اگر تمہیں اس کی حقیقت اور صحت میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور دلائل قائم کرے گا، مثلاً: آسمان اور زمین کی نشانیاں اور ایسے بڑے بڑے حوادث دکھائے گا جنھیں اللہ تعالیٰ وجود میں لاتا ہے جو صاحبِ بصیرت کے لئے حق پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور خود ان کے نفسوں میں بھی۔'' ایسی نشانیاں ہیں جو اس کی تعجب خیز کاریگری اور اس کی لامحدود قدرت میں سے ہیں، نیز اہلِ تکذیب پر عذاب اور عبرتناک سزاؤں کے نزول اور اہل ایمان کی نصرت میں ان کے لئے دلائل ہیں۔ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ﴾ ''حتی کہ ان پر واضح ہو جائے گا۔'' ان آیات سے جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ﴿اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ ''بلاشبہ وہ حق ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے جس سے حق واضح ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ ﴿اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''کیا یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا رب ہر شے پر گواہ ہے؟'' یعنی کیا ان کے لئے اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی نہیں کہ قرآن حق ہے اور اس کو پیش کرنے والی ہستی سچی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت کی گواہی دی ہے اور وہ سب سے سچا گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس ہستی کی تائید فرمائی اور نصرت سے نوازا جو اس شخص کے لئے شہادت قولی کو متضمن ہے جو اس میں شک کرتا ہے۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ﴾ ''آگاہ رہو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔''

یعنی وہ حیات بعد الموت اور قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں، اس لیے وہ آخرت کے لیے کوئی کام کرتے ہیں نہ آخرت کی طرف التفات کرتے ہیں۔ ﴿ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴾ آگاہ رہو! بے شک اس نے اپنے علم، قدرت اور غلبے سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

تفسیر سورۃ الشوریٰ

سُوْرَةُ الشُّوْرٰی (۴۲) مَكِّيَّةٌ (۶۲) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ۵۳ رُكُوْعَاتُهَا ۵

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ

حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ اسی طرح وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے (تھے) اللہ

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ هُوَ الْعَلِیُّ

زبردست، خوب حکمت والا ○ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ بلند ہے خوب

الْعَظِیْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ

عظمت والا ○ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اپنے اوپر سے۔ اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ

اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور مغفرت مانگتے ہیں ان کے لیے جو زمین میں ہیں، خبردار! بلاشبہ اللہ وہی ہے بڑا بخشنے والا

الرَّحِیْمُ ۝۵ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ۖۗ وَ مَاۤ

نہایت مہربان ○ اور وہ لوگ جنہوں نے بنا لیے اس کے سوا (دوسرے) کارساز، اللہ نگہبان ہے ان پر اور نہیں

اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝۶ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ

ہیں آپ ان پر نگران ○ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف ایک قرآن عربی کی، تاکہ ڈرائیں آپ

اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ

مکہ (والوں) کو اور انکو جو ارد گرد ہیں اسکے اور ڈرائیں آپ جمع ہونے کے دن سے کہ نہیں ہے شک جس میں، ایک گروہ جنت میں ہوگا

وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۝۷ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ

اور ایک گروہ بھڑکنے والی آگ میں ○ اور اگر چاہتا اللہ تو یقیناً کر دیتا ان (سب) کو امت ایک ہی اور لیکن

یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا

داخل کرتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں اور ظالم، نہیں ہے ان کے لیے کوئی دوست اور نہ

نَصِیْرٍ ۝۸ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ

کوئی مددگار ○ کیا بنا لیے انہوں نے اس کے سوا (دوسرے) کارساز؟ پس اللہ ہی ہے کارساز

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۙ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑨

اور وہی زندہ کرے گا مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے یہ قرآنِ عظیم نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کیا ہے۔ جس طرح آپ سے پہلے انبیاء ومرسلین کی طرف وحی کی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا ذکر ہے کہ اس نے گزشتہ زمانوں میں اور بعد میں آنے والے زمانوں میں کتابیں نازل کیں اور انبیاء ورسل مبعوث کیے، نیز یہ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کوئی انوکھے رسول نہیں، آپ کا طریقہ وہی ہے جو پہلے انبیاء ومرسلین کا طریقہ تھا۔ آپ کے احوال گزشتہ انبیاء کے احوال سے مناسبت رکھتے ہیں۔ جو دعوت آپ لے کر آئے ہیں وہ گزشتہ انبیاء کی دعوت سے مشابہت رکھتی ہے کیونکہ ان کی دعوت اور آپ کی دعوت سب حق اور سچ ہے اور یہ کتابیں اسی ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہیں جو الوہیت، غلبۂ عظیم اور حکمتِ بالغہ سے موصوف ہے، تمام عالم علوی اور عالم سفلی اس کی ملکیت اور اس کی تدبیر قدری اور تدبیر شرعی کے تحت ہیں۔

﴿ الْعَلِيُّ ﴾ وہ اپنی ذات، اپنی قدرت اور اپنے قہر وغلبہ کے ساتھ بلند ہے ﴿ الْعَظِيْمُ ﴾ ''وہ عظمت والا ہے۔'' جس کی عظمتِ شان سے ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ﴾ ''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔'' باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے ﴿ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ﴾ اور مکرم ومقرب فرشتے اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں، اس کے غلبہ کے سامنے عاجز اور اس کی ربوبیت کے سامنے مطیع اور فروتن ہیں۔ ﴿ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ ''وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اس کی تعظیم اور ہر نقص سے اس کی تنزیہ کرتے ہیں اور ہر صفتِ کمال سے اسے متصف قرار دیتے ہیں۔ ﴿ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور جو زمین میں ہیں ان کے لیے وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔'' ان سے جو ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جو ان کے رب کی عظمت اور کبریائی کے لائق نہیں، اس پر ان کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ﴿ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اگر اس کی مغفرت اور رحمت نہ ہوتی تو مخلوق پر فوراً عذاب بھیج دیتا جو ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا۔

اس امر کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ومرسلین کی طرف عام طور پر اور نبی مصطفیٰ محمد ﷺ پر خاص طور پر وحی بھیجی، ان اوصاف سے اپنے آپ کو موصوف کرنے میں، اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس قرآن کریم میں ایسے دلائل وبراہین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال، اس کے ان اسمائے عظیم سے اپنے آپ کو موصوف کرنے پر دلالت کرتے ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ قلوب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی تعظیم اور اس کے جلال واکرام سے لبریز ہوں، اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبودیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ہم سر بنانا جن کے ہاتھ میں کوئی نفع ونقصان نہیں، سب سے بڑا ظلم اور قبیح ترین قول ہے۔ یہ خود ساختہ ہم سر و معبود محض مخلوق ہیں اور اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ بنابریں اس کے بعد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ ''اور جنہوں نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں۔'' وہ ان کی اس طرح عبادت اور اطاعت کرتے ہیں جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتے ہیں۔ یہ خود ساختہ معبود حقیقت میں والی اور مددگار نہیں ہیں، ان مشرکین نے محض باطل کو اختیار کر رکھا ہے۔

﴿ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اللہ ان پر نگران ہے۔'' وہ ان کے اعمال کو (ان کے نامہ اعمال میں) محفوظ کرتا ہے، سو وہ ان کے اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ ''اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔'' کہ آپ سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے۔ آپ تو صرف پہنچا دینے والے ہیں اور آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے نازل کیا ہے ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ﴾ ''عربی قرآن۔'' جو اپنے الفاظ و معانی میں واضح ہے۔ ﴿ لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى ﴾ ''تاکہ آپ اہل مکہ کو ڈرائیں۔'' اس سے مکہ مکرمہ ہی مراد ہے۔ ﴿ وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ اور جو مکہ مکرمہ کے اردگرد عرب بستیاں ہیں اور پھر یہ ڈرانا تمام مخلوق کو شامل ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَتُنْذِرَ ﴾ تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں ﴿ يَوْمَ الْجَمْعِ ﴾ اس دن سے جس میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ اور انہیں آگاہ کیجیے کہ ﴿ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور اس دن تمام مخلوق دو گروہوں میں تقسیم ہوگی۔ ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ ﴾ ''ایک گروہ جنت میں ہوگا۔'' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے انبیاء و مرسلین کی تصدیق کی ﴿ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ ''اور ایک گروہ آگ میں ہوگا۔'' یہ لوگ کفار اور اہل تکذیب کی تمام اصناف پر مشتمل ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' بایں ہمہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بنا دیتا تمام لوگوں کو ﴿ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''ایک امت'' جو راہ ہدایت پر چلتی کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، کسی چیز کو اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں مگر اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی مخلوق کے خاص بندوں میں سے جسے چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔

رہے ظالم لوگ جن سے کوئی نیکی نہیں ہوتی تو وہ اس کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ ﴿ مَا لَهُمْ ﴾ ''نہیں ہے ان کے لیے۔'' اللہ کے سوا ﴿ مِّنْ وَّلِيٍّ ﴾ ''کوئی کارساز'' جو ان کی مدد کر سکے اور اس طرح ان کو اپنا محبوب و مرغوب مقصد حاصل ہو سکے۔ ﴿ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔'' جو ان سے کسی تکلیف دہ امر کو دور کر سکے۔

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ ''کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے؟'' جو ان کی عبادت کے ذریعے سے ان کو اپنا مددگار بناتے ہیں، وہ قبیح ترین غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی

والی و مددگار ہے، اس کے بندے اس کی عبادت و اطاعت اور ہر ممکن وسیلۂ تقرب کے ذریعے سے اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بالعموم تمام بندوں کا اپنی تدبیر اور ان پر قدرت کے نفاذ کے ذریعے سے سرپرست ہے اور خاص طور پر اپنے مومن بندوں کی اس طرح سرپرستی فرماتا ہے کہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے، اپنے لطف و کرم سے ان کی تربیت کرتا اور تمام امور میں ان پر اپنی اعانت کا فیضان کرتا ہے۔

﴿وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی مردے زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔'' یعنی زندگی و موت اور نفوذِ مشیت و قدرت میں وہی تصرف کرتا ہے اور وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ

اور جو کچھ کہ اختلاف کیا تم نے اس میں کسی چیز سے تو فیصلہ اس کا اللہ کی طرف ہے، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر

تَوَكَّلْتُ ۖۚ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ○ (وہ) پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا، بنائے اس نے تمہارے لیے تمہارے ہی نفسوں سے

اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

جوڑے اور چوپاؤں سے بھی (ان کے) جوڑے، پھیلاتا ہے وہ تم کو اس میں، نہیں ہے اس کی مثل کوئی چیز اور وہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○ اسی کے لیے ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی وہ کشادہ کرتا ہے رزق

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

جس کے لیے چاہتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف رکھتے ہو۔'' یعنی اپنے دین کے اصول و فروع میں اگر تم ایک دوسرے سے متفق نہ ہو۔ ﴿فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ تو اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف لوٹایا جائے وہ دونوں جو فیصلہ کریں وہی حق ہے اور جو ان دونوں کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾ ''یہی اللہ میرا رب ہے۔'' جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات کا رب، خالق، رازق اور مدبر ہے، اسی طرح وہ اپنے بندوں کے درمیان ان کے تمام امور میں اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کسی امر پر اتفاقِ امت حجتِ قطعی ہے کیونکہ جن امور میں ہمارے درمیان اختلاف نہ ہوا سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ تب معلوم ہوا کہ جس چیز پر ہم اتفاق کریں تو امت کا اتفاق اس کے حق ہونے کی دلیل کے لئے کافی ہے کیونکہ امت مجموعی طور پر معصوم عن الخطا ہے، اس لئے

یہ لازمی امر ہے کہ کسی مسئلہ پر امت کا اتفاق کتاب وسنت کے موافق ہو۔

﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں نے اسی پر بھروسا کیا۔'' جلب منفعت، دفع مضرت اور اپنی حاجت کے پورا ہونے کے بارے میں پورے وثوق کے ساتھ اسی پر اعتماد کرتا ہوں ﴿وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ اور میں اپنے دل و جان سے اس کی طرف اور اس کی عبادت واطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یہ دو ایسے اصول ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عظیم میں نہایت کثرت سے ذکر فرماتا ہے کیونکہ ان دونوں کے جمع ہونے سے بندۂ مومن کو کمال حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں کے نہ ہونے یا ان میں سے کسی ایک سے محروم ہونے سے بندۂ مومن کمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحة: ٤/١) ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طلب گار ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (هود: ١٢٣/١١) ''اس کی عبادت کیجیے اور اس پر بھروسا کیجیے۔''

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت، مشیت اور حکمت سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ ﴿جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔'' تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کر سکو، تمہاری نسل بڑھ سکے اور تمہیں فائدہ حاصل ہو ﴿وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا﴾ ''اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے۔'' یعنی تمام اصناف سے نر اور مادہ دونوں اقسام بنائیں تاکہ ان کی نسل باقی رہ کر بڑھتی رہے اور تمہاری بہت سی ضرورتیں پوری ہوں۔ اس لئے اس کو ''لام'' کے ذریعے متعدی بنایا ہے جو تعلیل پر دلالت کرتا ہے یعنی اس نے یہ جوڑے تمھارے لیے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے بنائے ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ﴾ یعنی وہ تمہیں پھیلاتا اور بڑھاتا ہے اور تمہارے مویشیوں کو بھی بڑھاتا ہے، اس طریقے سے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے تمہارے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے تمہارے مویشیوں کے جوڑے بنائے۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ''کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔'' یعنی اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کی ذات میں، اس کے اسماء میں، اس کی صفات میں اور اس کے افعال میں مشابہت رکھتی ہے نہ مماثلت کیونکہ اس کے تمام اسماء اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی تمام صفات صفاتِ کمال وعظمت ہیں۔ اس نے اپنے افعال کے ذریعے سے اتنی بڑی کائنات کو بغیر کسی مددگار کے وجود بخشا۔ پس اس جیسی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر لحاظ سے اپنے کمال میں واحد اور منفرد ہے۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ﴾ ''اور وہ خوب سننے والا ہے۔'' یعنی مخلوقات کی مختلف زبانوں اور متنوع حاجات کے باوجود وہ سب کی آوازیں سنتا ہے ﴿الْبَصِيْرُ﴾ ''خوب دیکھنے والا ہے۔'' وہ سیاہ رات میں ٹھوس پتھر پر سیاہ چیونٹی کے رینگنے کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے حیوان کے جسم میں سرایت کرتی ہوئی خوراک

اور درخت کی باریک سے باریک ٹہنی میں سرایت کرتے ہوئے پانی کو بھی دیکھتا ہے۔

یہ آیت کریمہ صفات کے اثبات اور مخلوقات سے مماثلت کی نفی کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے مذاہب پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ میں مُشَبِّهَة "اہل تشبیہ" کا رد ہے اور ﴿ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ میں مُعَطِّلَة "صفاتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں" کا رد ہے۔

﴿ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ "اس کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں" آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا وہی مالک ہے اور اسی کے ہاتھ میں رحمت و رزق اور ظاہری و باطنی نعمتوں کی کنجیاں ہیں۔ تمام مخلوق ہر حال میں جلبِ مصالح اور دفع ضرر کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ کسی کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اور محروم کرتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے، بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس کے سوا کوئی ہستی شر کو دور نہیں کر سکتی فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ﴾ (فاطر: ۳۵/۲) "اللہ لوگوں پر جس رحمت کو کھول دے، اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے، اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے (کھولنے) والا نہیں۔"

﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾ وہ اصنافِ رزق میں سے جس کے لیے چاہتا ہے جو چاہتا ہے کشادہ رزق عطا کرتا ہے ﴿ وَيَقْدِرُ ﴾ جس کے لیے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے صرف بقدرِ حاجت رزق عطا کرتا ہے اور حاجت سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ اس کے علم و حکمت کے تابع ہے، اس لئے فرمایا: ﴿ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ "وہ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔" ہر شخص کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کی مشیت تقاضا کرتی ہے اور جو اس کی حکمت کے لائق ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا

مقرر کیا ہے اس نے تمہارے لیے (وہ) دین کہ وصیت کی اس نے اس کی نوح کو اور وہ جسکی وحی کی ہم نے آپ کی طرف اور وہ کہ

وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

وصیت کی ہم نے اس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو، یہ کہ قائم رکھو تم اس دین کو اور نہ جدا جدا ہو تم اس میں،

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ

گراں گزرتی ہے مشرکین پر وہ (بات) کہ بلاتے ہیں آپ ان کو اس کی طرف، اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳

جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا۔ اس نے ان کے لئے

دینِ اسلام پسند کیا جو تمام ادیان میں سب سے افضل اور سب سے پاک دین ہے۔ دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے بندوں کے لئے مشروع کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے چنے ہوئے بندوں میں سے بھی خاص بندوں کے لئے اس دین کو مشروع کیا اور وہ اولوالعزم انبیاء و مرسلین ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا جو ہر لحاظ سے تمام مخلوق میں سب سے کامل اور جن کا درجہ سب سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو دین ان کے لئے مشروع فرمایا، ضروری ہے کہ وہ مقدس ہستیوں کے مناسب حال اور ان کے کمال کے موافق ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دین کو قائم کرنے کے سبب سے کمال سے سرفراز فرمایا اور اپنے لئے چن لیا۔ اگر دین اسلام نہ ہوتا تو تمام مخلوق میں کوئی بھی بلندی پر نہ پہنچ سکتا۔ اسلام سعادت کی روح اور کمال کی بنیاد ہے۔ اسلام وہی ہے جو اس کتاب کریم میں دیا گیا ہے اور جس کی طرف یہ کتاب دعوت دیتی ہے، یعنی توحید، اعمال صالحہ، مکارم اخلاق اور آداب وغیرہ۔

﴿ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ ﴾ یعنی اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دین کے تمام اصول و فروع کو قائم کرو۔ ان کو خود اپنی ذات پر نافذ کرو، پھر دوسروں پر نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کرو۔ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ ﴿ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ ''اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔'' تاکہ تم دین کے اصول و فروع پر متفق رہو، اس امر پر پوری توجہ رکھو کہ کہیں مسائل تم میں تفرقہ ڈال کر تمہیں گروہ در گروہ تقسیم نہ کر دیں اور یوں تم ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ باوجود یکہ تمہارا دین ایک ہے۔ دین پر اجتماع اور عدم تفرقہ میں وہ اجتماعات عامہ بھی شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مثلاً: حج، عیدین، جمعہ، نماز پنجگانہ اور جہاد وغیرہ۔ یہ ایسی عبادات ہیں جو اجتماع اور عدم تفرق کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔

﴿ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ﴾ یعنی جب آپ ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بات ان پر بے انتہا شاق گزرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر: ۳۹/۴۵) ''اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکا یک خوش ہو جاتے ہیں۔'' جیسا کہ مشرکین کہتے تھے ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾ (ص:۳۸/۵) ''کیا اس نے ان سارے معبودوں کی بجائے ایک ہی معبود بنا دیا، یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔''

﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ بنالیتا ہے۔'' اللہ اپنی مخلوق میں ان لوگوں کو اپنے لئے منتخب کرتا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کی رسالت، اس کی

ولایت اور اس کی نعمت کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ اس طرح اس نے اس امت کا انتخاب کیا اور اسے تمام امتوں پر فضیلت سے نوازا اور اس کے لئے بہترین دین چنا۔ ﴿وَيَهۡدِيٓ إِلَيۡهِ مَن يُنِيبُ﴾ ''اور جو اس کی طرف رجوع کرے وہ اسے اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے۔'' بندے کی طرف سے یہ ایسا سبب ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت الٰہی کی منزل تک پہنچتا ہے، اپنے رب کی طرف انابت، دلی محرکات کا اس کی طرف کھنچنا اور اپنے رب کی رضا کو اپنا مقصد بنانا یہ تمام اسباب طلب ہدایت کے حصول کو آسان بناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَهۡدِي بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضۡوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ﴾ (المائدۃ: 16/5) ''اس کتاب کے ذریعے سے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿يَهۡدِيٓ إِلَيۡهِ مَن يُنِيبُ﴾ اور فرمایا: ﴿وَٱتَّبِعۡ سَبِيلَ مَنۡ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ (لقمٰن: 15/31) ''اور چلو اس شخص کے طریق پر جو ہماری طرف رجوع کیے ہوئے ہو۔'' اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں صحابہ کرام کے حالات معلوم ہیں اور ان کی شدتِ انابت بھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا قول اور خاص طور پر خلفائے راشدین کا قول حجت ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ أَجۡمَعِينَ.

وَمَا تَفَرَّقُوٓاْ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡعِلۡمُ بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡۚ وَلَوۡلَا

اور نہ جدا جدا ہوئے وہ، مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس علم (محض) سرکشی سے آپس میں، اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٞ سَبَقَتۡ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى لَّقُضِيَ بَيۡنَهُمۡۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ

ایک بات جو پہلے سے (طے) تھی آپکے رب کی طرف سے ایک وقت مقرر تک، تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا انکے درمیان، اور بلاشبہ وہ لوگ جو

أُورِثُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ لَفِي شَكّٖ مِّنۡهُ مُرِيبٖ ⑭ فَلِذَٰلِكَ فَٱدۡعُۖ وَٱسۡتَقِمۡ

وارث بنائے گئے اس کتاب کے انکے بعد، البتہ شک میں ہیں اس کی بابت، جو اضطراب انگیز ہے ○ پس اسی (دین) کی طرف آپ بلائیں اور ثابت قدم رہیں

كَمَآ أُمِرۡتَۖ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡۖ وَقُلۡ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٖۖ

جیسے حکم دیا گیا ہے آپکو اور نہ اتباع کریں انکی خواہشات کی اور کہہ دیجیے: ایمان لایا میں ساتھ اسکے جو نازل کی اللہ نے کتاب سے،

وَأُمِرۡتُ لِأَعۡدِلَ بَيۡنَكُمُۖ ٱللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡۖ لَنَآ أَعۡمَٰلُنَا وَلَكُمۡ أَعۡمَٰلُكُمۡۖ

اور حکم دیا گیا ہوں میں کہ انصاف کروں تمہارے درمیان، اللہ رب ہے ہمارا اور رب ہے تمہارا، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال،

لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُۖ ٱللَّهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَاۖ وَإِلَيۡهِ ٱلۡمَصِيرُ ⑮

نہیں کوئی جھگڑا ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان، اللہ (روز قیامت) یکجائی کر دیگا ہمارے درمیان اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دین پر مجتمع رہنے کا حکم دیا اور تفرقہ سے منع کیا، اس کے بعد انہیں خبردار کیا کہ وہ اس بات پر غرور نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب نازل فرمائی کیونکہ اہلِ کتاب نے کتاب نازل ہونے کے

بعد جو اجتماع و اتحاد کی موجب تھی، ایک دوسرے سے اختلاف کیا، لہٰذا ان کا عمل کتاب اللہ کے حکم کے خلاف تھا اور یہ سب کچھ ان کی طرف سے بغاوت اور عدوان کی وجہ سے صادر ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں بغض، کینہ اور حسد کا رویہ رکھا جس سے ان کے درمیان عداوت پیدا ہوئی اور اس طرح اختلاف پیدا ہوا۔ اے مسلمانو! ان جیسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔

﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ ﴾ ''اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک وقتِ مقرر تک کے لیے فیصلہ نہ ٹھہر چکا ہوتا۔'' یعنی فیصلہ کن عذاب کو ایک مدت مقررہ تک مؤخر کر دینے کا فیصلہ ﴿ لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔'' مگر اللہ کی حکمت اور اس کا حکم اس تاخیر کے متقاضی تھے۔ ﴿ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ ﴾ ''اور جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔'' یعنی علم سے انتساب رکھنے والے لوگ جو ان کے وارث ہوئے اور ان کے جانشین ٹھہرے۔ ﴿ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴾ بہت زیادہ شک واشتباہ میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے ان میں اختلاف واقع ہو گیا۔ جہاں ان کے اسلاف نے بغاوت اور عناد کے سبب سے ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کیا وہاں اخلاف نے بھی شک و ریب کی بنا پر اختلاف کیا۔ اختلاف مذموم میں سب لوگ شریک تھے۔ ﴿ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ﴾ یعنی اس دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی طرف اپنی امت کو دعوت دیجیے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں اور رسول مبعوث کیے اور انھیں اس کی ترغیب دیجیے اور اس کی خاطر ان لوگوں سے جہاد کیجیے جو اس کو قبول نہیں کرتے۔ ﴿ وَاسْتَقِمْ ﴾ ''اور خود بھی استقامت اختیار کیجیے'' ﴿ كَمَا أُمِرْتَ ﴾ ''جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔'' استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت ہے جس میں کوئی افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اس میں دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب ہو، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تکمیل کے لئے استقامت کے التزام اور دوسروں کی تکمیل کے لئے اس کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا، نیز یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیے گئے حکم کا اطلاق امت پر بھی ہوتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ﴾ یعنی دین سے منحرف لوگوں، یعنی کفار و منافقین کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے یہ اتباع یا تو ان کے دین کے کسی حصے کی اتباع کے ذریعے سے یا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کو ترک کرنے یا استقامت کو ترک کرنے سے واقع ہوتی ہے۔ اگر آپ نے علم کے آجانے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں وَلَا تَتَّبِعْ دِينَهُمْ نہیں کہا کیونکہ حقیقت میں ان کا دین جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مشروع فرمایا ہے وہی دین ہے جو تمام انبیاء و مرسلین کا دین ہے مگر ان کے متبعین نے اس دین کی

پیروی نہ کی بلکہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے اور اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔

﴿قُلْ﴾ ان کے مناظرہ اور بحث کرنے پر کہہ دیجیے: ﴿اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ﴾ ''جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔'' یعنی ان کے ساتھ آپ کا بحث و مناظرہ، اس عظیم اصول پر مبنی ہونا چاہیے جو اسلام کے شرف وجلال پر دلالت کرتا ہے اور تمام ادیان پر اس کے نگران ہونے کا اور یہ اہل کتاب جس دین پر چلنے کے دعویدار ہیں، وہ بھی اسلام کا ایک جزو ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لا کر اور دیگر کا انکار کر کے مناظرہ کریں تو یہ قابل قبول نہیں کیونکہ جس کتاب کی طرف یہ لوگ دعوت دیتے ہیں اور جس رسول کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اس کی صداقت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس قرآن کی اور اس کو لانے والے کی تصدیق کرتا ہو، پس ہماری کتاب اور ہمارا رسول (ﷺ) ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات اور انجیل پر ایمان لائیں جن کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے، ان کے بارے میں یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ قرآن کی تصدیق اور اس کی صحت کا اقرار کرتی ہیں۔ مجرد تورات و انجیل اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ہمارے اوصاف بیان کرتے ہیں نہ ہماری کتاب کی موافقت کرتے ہیں تو ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم نہیں دیا۔

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔'' یعنی ان امور میں فیصلہ کرتے وقت جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ اے اہل کتاب! تمہاری عداوت اور میرے خلاف تمہارا بغض مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے سے روک سکتا ہے نہ اہل کتاب وغیرہ میں مختلف اقوال کے قائلین کے درمیان فیصلے میں عدل سے باز رکھ سکتا ہے اور نہ ان کے ساتھ جو حق ہے اسے قبول کرنے اور ان کے باطل کو رد کرنے سے روک سکتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ ''اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔'' یعنی وہ سب کا رب ہے، تم ہم سے زیادہ اس کے مستحق نہیں ہو۔ ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾ ''ہمارے اچھے برے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اچھے برے اعمال تمہارے لئے ہیں۔'' ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ''ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔'' حقائق کے عیاں ہو جانے، باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد حجت بازی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ بحث و مباحثہ کا مقصد محض حق اور باطل کو واضح کرنا ہوتا ہے تاکہ ہدایت یافتہ شخص اس سے راہ نمائی حاصل کرے اور گمراہ پر حجت قائم ہو جائے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ اہل کتاب مباحثہ نہیں کرتے اور یہ مراد ہو بھی کیسے سکتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (العنكبوت: ٤٦/٢٩) ''اور اہل کتاب کے ساتھ بحث مباحثہ نہ کرو مگر احسن طریقے

سے۔'' اس سے مراد وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر وہ ہر شخص کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ اس وقت واضح ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟

وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

اور وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں، بعد اس کے کہ مان لیا گیا اس کو، ان کی دلیل کمزور ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾

نزدیک ان کے رب کے اور اوپر ان کے غضب ہے اور ان کے لیے ہے عذاب سخت ○

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ﴾ (الشوریٰ:۴۲/۱۵) کا بیان ہے۔ چنانچہ یہاں آگاہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ ﴾ ''جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' یعنی باطل دلائل اور متناقض شبہات کے ذریعے سے۔ ﴿ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ ﴾ ''اس (اللہ کی ذات) کے تسلیم کیے جانے کے بعد۔'' یعنی اس کے بعد کہ جب عقل سے بہرہ مند لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے قطعی دلائل اور روشن براہین بیان کر دیے تھے تو وہ لوگ جو حق کے واضح ہو جانے کے بعد حق کے ساتھ مجادلہ کرتے ہیں ﴿ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ ﴾ ان کی حجت باطل اور ناقابل قبول ہے۔ ﴿ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''ان کے رب کے نزدیک۔'' کیونکہ یہ ایسے امور پر مشتمل ہے جو حق کے خلاف ہیں اور جو چیز حق کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ ﴿ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ ﴾ ان کی نافرمانی، اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین سے روگردانی اور ان کو جھٹلانے کے سبب سے، ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور ان کے لیے شدید عذاب ہے۔'' یہ سخت عذاب اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے اور یہ ہر اس شخص کی سزا ہے جو باطل دلائل سے حق کے خلاف جھگڑتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِيْزَانَ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اللہ وہ ہے جس نے نازل کی کتاب ساتھ حق کے اور ترازو اور کیا معلوم آپ کو شاید قیامت

قَرِيْبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ

قریب ہی ہو ○ جلدی مانگتے ہیں اس (قیامت) کو وہ لوگ جو نہیں ایمان رکھتے اس پر، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ڈرنے والے ہیں

مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ

اس سے، اور وہ جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے، آگاہ رہو! بلاشبہ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَلٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾

قیامت کے بارے میں البتہ وہ دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں ○

یہ واضح کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل واضح اور روشن ہیں، کیونکہ ہر وہ شخص ان کو قبول کرتا ہے جس میں کچھ بھی بھلائی ہے، ان دلائل کا قاعدہ اور اصول بیان کیا بلکہ تمام دلائل کا جو اس نے بندوں کو عطا کیے ہیں، لہٰذا فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور میزان۔'' کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے جو حق کے ساتھ نازل ہوا اور یہ حق، صدق اور یقین پر مشتمل ہے۔ تمام مطالب الٰہیہ اور عقائدِ دینیہ کے بارے میں وہ روشن نشانیوں اور واضح دلائل پر مشتمل ہے یہ کتاب عظیم بہترین مسائل اور واضح ترین دلائل لے کر آئی ہے۔

میزان سے مراد قیاس صحیح اور عقل راجح کے ذریعے سے عدل و تعبیر ہے۔ چنانچہ تمام عقلی دلائل، یعنی آفاق اور انفس میں موجود نشانیاں، شرعی تعبیرات، مناسبات، علتیں، احکام اور حکمتیں، میزان میں داخل ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر بندوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے ان امور کا وزن کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے یا جن کی اس نے نفی کی ہے اور ان امور کو پہچانیں جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے اور ان امور کو پہچانیں جو کتاب اور میزان پر پورے نہیں اترتے اور جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ حجت، برہان یا دلیل یا اس قسم کی کوئی تعبیر ہیں کیونکہ یہ سب باطل اور متناقض ہیں ان کے اصول فاسد اور ان کی بنیاد اور ان کے فروع منہدم ہو گئے۔

اس میزان کے ذریعے سے مسائل کی خبر اور اس کے ماخذ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کے ذریعے سے دلائل راجحہ اور دلائل مرجوحہ کے درمیان امتیاز اور اس کے ذریعے سے دلائل اور شبہات کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ رہا وہ شخص جو آراستہ عبارات، ملمع شدہ خوبصورت الفاظ کے فریب میں مبتلا ہو کر معنیٰ مراد میں بصیرت حاصل نہیں کرتا تو وہ اس شان کے لوگوں میں شامل ہے نہ اس میدان کا شاہسوار ہے، پس اس کی موافقت اور مخالفت برابر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لیے جلدی مچانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کو ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴾ ''اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔'' یعنی اس کے دور ہونے کا علم ہے نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کب قائم ہو گی؟ پس اس کا وقوع ہر وقت متوقع ہے اور اس کے واقع ہونے کی آواز بہت خوفناک ہو گی۔ ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ﴾ ''اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے۔'' یعنی منکرین حق عناد اور تکذیب کے طور پر اور اپنے رب کو قیامت قائم کرنے سے

عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا﴾ ''اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی ان کے ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت کے روز اعمال کی جزاء وسزا دی جائے گی اور وہ اپنے رب کی معرفت کی بنا پر ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال نجات کے حصول میں مدد نہ کر سکیں، بنابریں فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ﴾ ''اور وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حق ہے۔'' جس میں کوئی جھگڑا ہے نہ شک۔

﴿اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ﴾ ''آگاہ رہو! بلاشبہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' یعنی قیامت میں شک کرنے کے علاوہ، قیامت کے بارے میں انبیاء اور ان کے پیروکاروں سے جھگڑا کرتے ہیں، پس وہ دور کی مخالفت میں ہیں، یعنی صواب و درستی کے قریب نہیں ہیں بلکہ حق سے انتہائی دور معاندانہ اور مخاصمانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر حق سے کون دور ہو سکتا ہے جس نے آخرت کے گھر کو جھٹلایا جو حقیقی گھر ہے جو دائمی طور پر باقی رہنے اور خلود سرمدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ دارالجزاء ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عدل کو ظاہر کرے گا۔ دنیا کے گھر کی اس دائمی گھر سے بس اتنی سی نسبت ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے سائے تلے آرام کرے پھر اس سایہ دار درخت کو چھوڑ کر کوچ کر جائے، یہ تو عبوری گھر اور گزرگاہ ہے ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا نہیں۔ چونکہ انہوں نے اس دار فانی کو دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے انہوں نے اس کی تصدیق کی اور آخرت کے گھر کو جھٹلایا جس کے بارے میں کتب الٰہیہ میں تواتر کے ساتھ اخبار وارد ہوئی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں نے آگاہ کیا جو عقل میں سب سے زیادہ کامل، علم میں سب زیادہ وسعت کے حامل اور سب سے زیادہ فہم و فطانت رکھنے والے نفوسِ قدسیہ ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ⑲ مَنْ كَانَ

اللہ بہت مہربان ہے اپنے بندوں کے ساتھ وہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب طاقت ور زبردست ہے ○ جو شخص

يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

ارادہ کرتا ہے آخرت کی کھیتی کا زیادتی کرتے ہم اس کیلئے اسکی کھیتی میں اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی کھیتی کا دیتے ہیں ہم اسکو

مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ⑳

اس میں سے کچھ اور نہیں ہے اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے لطف و کرم سے آگاہ فرماتا ہے تاکہ وہ اسے پہچانیں، اس سے محبت کریں اور اس کے فضل و کرم کے حصول کے درپے رہیں۔ لُطف اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جس سے مراد وہ ہستی ہے جو دل کی باتوں اور چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتی ہے جو اپنے بندوں کو، خاص طور

پر اہل ایمان کو، اس مقام تک پہنچاتی ہے جس کے بارے میں انہیں کوئی علم ہوتا ہے نہ گمان۔ یہ بندۂ مومن پر اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے بھلائی کے اسباب مہیا کر کے اسے بھلائی کی راہ دکھائی، جس کا اس کے دل میں خیال تک نہیں آتا، اس کی فطرت میں موجود یہ اسباب محبت حق اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں، نیز یہ کہ اس نے اپنے مکرم فرشتوں کو الہام کیا کہ وہ اس کے مومن بندوں کو ثابت قدم رکھیں، انہیں بھلائی کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں حق کو مزین کریں تاکہ یہ تزیین حق اتباع حق کی دعوت دے۔

یہ اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کو اجتماعی عبادات کا حکم دیا جن کے ذریعے سے ان کے عزائم میں قوت آتی ہے، ان کی ہمتیں بیدار ہوتی ہیں، بھلائی میں رغبت پیدا ہوتی ہے، بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی پیروی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندے کو ہر سبب مہیا کیا جو اسے معاصی سے باز رکھتا ہے اور اس کے اور معاصی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا، مال و متاع اور ریاست وغیرہ، جس کی خاطر دنیا دار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بندے کو اس کی اطاعت سے دور کر دیں گی یا اس میں غفلت پیدا کر دیں گی یا اسے معصیت پر ابھاریں گی تو وہ اس دنیا کو اس سے دور ہٹا دیتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ﴾ اپنی حکمت کے تقاضے اور اپنے لطف و کرم کے مطابق جسے چاہتا ہے رزق سے بہرہ مند کرتا ہے ﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ﴾ ''اور وہ بہت قوت والا، نہایت غالب ہے۔'' وہ تمام قوت کا مالک ہے اس کی مدد کے بغیر مخلوق میں کسی کے پاس کوئی قوت و اختیار نہیں اسی کے سامنے کائنات سرنگوں ہے۔

پھر فرمایا: ﴿مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ﴾ ''جو آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہو۔'' یعنی جو کوئی آخرت کا اجر و ثواب چاہتے ہوئے اس پر ایمان لاتا ہے، اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے حصول کے لئے پوری طرح کوشاں رہتا ہے ﴿نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ﴾ ''ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔'' یعنی ہم اس کے عمل اور اس کی جزا کو کئی گنا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (بنی إسرآءیل: ۱۹/۱۷) ''اور جو کوئی آخرت کا گھر چاہے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسا کہ کوشش کا حق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔'' اس کے باوجود دنیا میں سے اس کے لئے مقرر کیا گیا حصہ اسے ضرور ملے گا۔ ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا﴾ ''اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے۔'' یعنی دنیا ہی اس کا مطلوب و مقصود ہو، آخرت کے لئے کچھ بھی آگے نہ بھیجے، اسے آخرت کے ثواب کی امید ہے نہ اس کے عذاب کا ڈر ﴿نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾ تو ہم اسے دنیا میں سے اس کا حصہ عطا کرتے ہیں جو اس کے لئے مقرر ہے۔ ﴿وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''اور اس کے لیے

آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا۔'' اس پر جنت حرام کر دی گئی اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا مستحق ٹھہرا۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی نظیر ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ○ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (هود: ١١/ ١٥، ١٦) ''جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طلب گار ہیں ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں عطا کر دیتے ہیں اور اس میں ان کو کوئی گھاٹا نہیں دیا جاتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب اکارت ہے اور جو کچھ وہ کرتے تھے، سب برباد ہونے والا ہے۔''

أَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے لیے (اور) شریک ہیں جنہوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے وہ دین کہ نہیں حکم دیا اس کا اللہ نے، اور اگر نہ ہوتی بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَإِنَّ الظّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِينَ

فیصلہ کرنے (کے وعدے) کی تو یقیناً (فوراً ہی) فیصلہ کر دیا جاتا انکے درمیان، اور بلاشبہ ظالم لوگ ان کیلئے عذاب ہے دردناک ○ آپ دیکھیں گے ظالموں کو

مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۭ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ڈر رہے ہونگے ان (عملوں کی جزا) سے جو انہوں نے کمائے اور وہ (جزا ضرور) واقع ہو گی ان پر، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک،

فِي رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾

وہ سبزہ زاروں میں ہوں گے باغوں کے، ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس، یہی ہے وہ فضل بہت بڑا ○

ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ

یہ (فضل) وہی ہے جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو، وہ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، کہہ دیجیے: نہیں

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً

سوال کرتا میں تم سے اس پر کسی صلے کا، مگر محبت کا رشتے داری کی وجہ سے اور جو شخص کماتا ہے کوئی نیکی

نَّزِدْ لَهٗ فِيهَا حُسْنًا ۭ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٢٣﴾

تو زیادہ کرتے ہیں ہم اس کے لئے اس میں بھلائی کو، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت قدردان ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا لئے جن کے ساتھ وہ دوستی رکھتے ہیں اور وہ کفر کے داعی انسانی شیاطین کے ساتھ کفر اور اعمال کفر میں شریک ہیں ﴿شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''انہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا۔'' یعنی شرک اور بدعات کو رواج دیا، اپنی خواہشات نفس کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام

ٹھہرایا اور اس کی محرمات کو حلال قرار دیا، حالانکہ دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ دین قرار دے تاکہ لوگ اسے دین بنائیں اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے کسی ایسی چیز کو شریعت قرار دینا ممنوع ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے نہ آئی ہو، تب ان فساق کو شریعت سازی کا کیوں کر اختیار دیا جا سکتا ہے جو کفار کے کفر میں شریک ہیں!

﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور اگر پہلے سے طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔'' یعنی اگر مدت مقرر نہ کر دی گئی ہوتی جسے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والے تمام گروہوں کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا ہے، نیز یہ کہ وہ ان تمام لوگوں کو اس مدت تک مہلت دے گا تو اللہ تعالیٰ اسی وقت حق پرست کی سعادت اور باطل پرست کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیتا کیونکہ ہلاکت کا تقاضا موجود ہے مگر ان لوگوں کو اور ہر ظالم کو آخرت میں دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہے۔

اُس روز ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''تم ظالموں کو دیکھو گے۔'' جنہوں نے کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿ مُشْفِقِيْنَ ﴾ یعنی ڈر رہے ہوں گے ﴿ مِمَّا كَسَبُوْا ﴾ ''اس (انجام) سے جو انہوں نے (اپنے اعمال سے) کمایا'' کہ انہیں اپنی بداعمالیوں کی سزا ملے گی۔ چونکہ ڈرنے والے کے ساتھ کبھی تو وہ چیز پیش آ جاتی ہے جس سے ڈرتا ہے اور کبھی وہ چیز پیش نہیں آتی اس لئے آگاہ فرمایا کہ وہ ﴿ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ﴾ عذاب ان پر ضرور واقع ہو گا جس سے وہ ڈرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اس کامل سبب کو اختیار کیا ہے جو عذاب کا موجب ہے اور اس موجب عذاب کا کوئی معارض بھی نہیں، مثلاً: توبہ وغیرہ۔ مزید برآں وہ ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں مہلت کا وقت گزر گیا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور وہ لوگ جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اس کا اظہار کیا ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور عمل کیے نیک۔'' اس میں اعمال قلوب، اعمال جوارح، اعمال واجبہ اور اعمال مستحبہ سب شامل ہیں لہٰذا یہ لوگ ﴿ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ﴾ ''بہشتوں کے باغات میں ہوں گے۔'' یعنی وہ ان باغات میں ہوں گے جو جنت کی طرف مضاف (منسوب) ہیں اور مضاف، مضاف الیہ کے مطابق ہوتا ہے۔

مت پوچھئے! ان خوبصورت باغات کی خوبصورتی، ان میں اچھل اچھل کر بہتی ہوئی ندیاں، بیلوں سے ڈھکے ہوئے درختوں کے جھنڈ، حسین مناظر، پھلوں سے لدے ہوئے درخت، چہچہاتے ہوئے پرندے، طرب انگیز آوازیں، تمام دوستوں سے ملاقاتیں اور اس ہم نشینی سے حاصل ہونے والا بہرۂ کامل کیسا ہو گا؟ وہ ایسے باغات ہوں گے کہ دور دور تک حسن ہی حسن ہو گا، ان باغات کے رہنے والوں میں ان باغات کی لذتوں کی چاہت اور

اشتیاق میں اضافہ ہوگا۔

﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ﴾ یعنی ان باغات میں وہ جس چیز کا ارادہ کریں گے وہ فوراً انہیں حاصل ہوگی اور جب بھی طلب کریں گے حاضر کردی جائے گی جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے طائر خیال میں اس کا گزر ہوا ہے۔ ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ ''یہی ہے بہت بڑا فضل۔'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں کامیابی اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر میں اس کے تقرب کی نعمت سے بہرہ مند ہونے سے بڑھ کر بھی کوئی فضل ہے؟

﴿ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''یہی وہ ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو، جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے۔'' یہ عظیم خوشخبری جو بلاشبہ علی الاطلاق سب سے بڑی خوشخبری ہے، جس سے رحمان و رحیم نے مخلوق میں سے بہترین ہستی کے ذریعے سے، ایمان اور عمل صالح کے حاملین کو سرفراز فرمایا ہے۔ یہ جلیل ترین غایتِ مقصود ہے اور اس مقصد تک پہنچانے والا وسیلہ افضل ترین وسیلہ ہے۔

﴿ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ ﴾ ''آپ کہہ دیجیے! میں اس پر تم سے کوئی سوال نہیں کرتا۔'' یعنی تمہیں یہ قرآن پہنچانے اور تمہیں اس کے احکام کی طرف دعوت دینے پر ﴿ اَجْرًا ﴾ ''اجر کا۔'' میں تم سے تمہارا مال لینا چاہتا ہوں نہ تمہارا سردار بننا چاہتا ہوں اور نہ میری کوئی اور ہی غرض ہے ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ ''مگر قرابت داری کی محبت۔''

ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے ایک اجر کے، وہ تمہارے ہی لیے ہے، اس کا فائدہ بھی تمہیں ہی پہنچتا ہے، یعنی تم مجھ سے رشتہ داری کی وجہ سے محبت کرو اور یہ مودت، ایمان کی مودت سے زائد چیز ہے کیونکہ رسول (ﷺ) پر ایمان کی مودت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایمان کی محبت سے زائد قرابت داری کی بنا پر اس سے محبت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قریب ترین رشتہ داروں تک اپنی دعوت پہنچائی حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ قریش کے گھرانوں میں کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی مودت و محبت ہو اور یہ ایسی محبت ہے جس کی مصاحبت میں تقرب الٰہی اور توسل ہوتے ہیں جن کی بنیاد اطاعت ہے جو اس مودت و محبت کی صحت و صداقت کی دلیل ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کے لیے۔

دونوں اقوال کے مطابق، یہ استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ تم سے اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے، سوائے اس چیز کے کہ جس کا فائدہ خود تمہی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ کسی بھی طرح کوئی اجر نہیں بلکہ یہ تو ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ

﴿يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (البروج: 8/85) ''اور وہ اہل ایمان سے صرف اس وجہ سے ناراض ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو زبردست، نہایت قابل تعریف ہے۔'' اور جیسے کسی کا یہ کہنا: تمہارے نزدیک فلاں شخص کا بس یہی گناہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والا ہے۔

﴿وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً﴾ ''اور جو کوئی نیکی کا کام کرے گا۔'' یعنی نماز، روزہ اور حج پر کاربند رہتا ہے اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ ﴿نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا﴾ ''ہم اس کے لیے اس میں بھلائی بڑھا دیں گے۔'' اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کھول دیتا ہے، اس کے معاملے کو آسان کر دیتا ہے اور یہ نیکی کسی دوسرے نیک عمل کی توفیق کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس ذریعے سے مومن کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بہت قدر دان ہے'' وہ توبہ کرنے پر تمام بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ وہ تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ اجر عطا کر کے اس عمل کی قدر دانی کرتا ہے، پس وہ اپنی مغفرت کے ذریعے سے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور عیبوں کو چھپاتا ہے اور اپنی قدر دانی کی بنا پر نیکیوں کو قبول کر کے ان میں کئی گنا اضافہ کرتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَّشَإِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ

کیا وہ کہتے ہیں گھڑ لیا ہے اس نے اوپر اللہ کے جھوٹ؟ پس اگر چاہے اللہ تو مہر لگا دے اوپر آپ کے دل کے اور مٹاتا ہے

اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ إِنَّهٗ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿24﴾

اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنی باتوں سے بلاشبہ وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

کیا رسول (ﷺ) کو جھٹلانے والے یہ لوگ اپنی جسارت اور کذب بیانی کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اس (رسول) نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟'' پس انہوں نے آپ پر بدترین اور قبیح ترین بہتان لگایا، وہ یہ کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے جبکہ آپ اس سے بری ہیں، حالانکہ وہ آپ کی صداقت اور امانت کو خوب جانتے ہیں، وہ اس صریح جھوٹ کی کیوں کر جرأت کر رہے ہیں؟ بلکہ اس ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح وقدح ہے کہ اس نے آپ کے لئے اس عظیم دعوت کو ممکن بنایا جو ان کے زعم کے موجب زمین کے اندر سب سے بڑے فساد کو متضمن ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صراحت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرنے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا اختیار بخشا، مزید برآں، وہ ظاہری معجزات، بڑے بڑے دلائل، فتح مبین اور آپ کی مخالفت کرنے والوں پر غلبہ عطا کر کے آپ کی تائید کرتا ہے۔ درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ اس

دعوت کو اس کی جڑ اور بنیاد سے ختم کرنے پر قادر ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ رسول (ﷺ) کے قلب پر مہر لگا دے تاکہ اس کے اندر کوئی بھلائی داخل نہ ہو، جب آپ کے قلب پر مہر لگا دی جائے گی تو تمام معاملہ ختم ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس کی صحت پر یہ قطعی دلیل اور آپ کے نبوت کے دعوی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوی ترین شہادت ہے، اس سے عظیم اور اس سے بڑی کوئی اور شہادت نہیں مل سکتی۔ بنابریں یہ اس کی حکمت، رحمت اور سنت جاریہ ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات اسے غلبہ حاصل ہوتا ہے مگر انجام کار باطل نیست و نابود ہوتا ہے۔ ﴿ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ﴾ وہ اپنے سچے وعدے اور احکام تکوینی کے ذریعے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں، نیز اپنے ان کلماتِ دینیہ کے ذریعے سے بھی حق کو حق کر دکھاتا ہے جو ان احکام حق کو ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیے ہیں اور انہیں قلوب میں جاگزیں کرتے ہیں اور خردمندوں کو بصیرت سے بہرہ مند کرتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حق کو حق ثابت کرنا یہ ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کے لئے باطل کو مقرر کر دیتا ہے۔ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق اپنے دلائل و براہین کے ساتھ باطل پر حملہ آور ہوتا ہے، تب نورِ حق اور اس کی ہدایت ظاہر ہوتے ہیں جس سے باطل مضمحل ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ہر ایک پر باطل کا بطلان واضح اور ہر ایک کے لیے حق پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے اور جن اچھے برے اوصاف سے دل متصف ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ

اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کر دیتا ہے برائیاں اور جانتا ہے

مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ

جو تم کرتے ہو ○ اور قبول کرتا ہے (دعا) ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک اور زیادہ دیتا ہے ان کو

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

اپنے فضل سے، اور کافر لوگ، ان کے لیے ہے عذاب بہت سخت ○ اور اگر فراخ کر دے اللہ رزق واسطے اپنے بندوں کے

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ

تو ضرور وہ سرکشی کریں زمین میں اور لیکن وہ نازل کرتا ہے ساتھ ایک اندازے کے جتنا چاہتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے خوب خبردار

بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا

انھیں خوب دیکھنے والا ہے ○ اور وہ وہ ہے جو نازل کرتا ہے بارش بعد ان کے ناامید ہو جانے کے

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٨﴾

اور عام کر دیتا ہے اپنی رحمت کو اور وہ کارساز ہے تعریف کے لائق ○

یہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل و کرم، اس کی وسعت جود اور اس کے لطف کامل کا بیان ہے کہ وہ اپنے بندوں سے صادر ہونے والی توبہ کو قبول کرتا ہے جب وہ گناہوں کو ترک کر کے ان پر نادم ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کر لیتے ہیں۔ جب وہ اس توبہ میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول کرتا ہے جبکہ یہ گناہ ہلاکت اور دنیاوی و اخروی عذاب کا سبب بن چکے تھے۔

﴿ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ ﴾ اللہ تعالیٰ برائیوں کو مٹا دیتا ہے، ان کے برے اثرات اور عقوبات کو بھی ختم کر دیتا ہے جن کا تقاضا یہ برائیاں کرتی ہیں اور توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوبارہ اچھے لوگوں کے زمرے میں شمار ہونے لگتا ہے، گویا کہ اس نے کبھی کوئی برا کام کیا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے ایسے اعمال کی توفیق بخشتا ہے جو اسے اس کا قرب عطا کرتے ہیں۔ چونکہ توبہ عظیم اعمال میں شمار ہوتی ہے جو کبھی تو کامل صدق و اخلاص کی بنا پر کامل ہوتی ہے اور کبھی صدق و اخلاص میں کمی کے سبب سے ناقص ہوتی ہے اور کبھی توبہ فاسد ہوتی ہے جب توبہ کا مقصد کوئی دنیاوی غرض ہو اور توبہ کا محل قلب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کو اس ارشاد پر ختم فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور تم جو عمل کرتے ہو وہ جانتا ہے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام بندوں کو اپنی طرف انابت کی اور تقصیر پر توبہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ پس بندے اس دعوت کو قبول کرنے کے لحاظ سے دو اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا وصف بیان فرمایا ہے: ﴿ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ یعنی ان کا رب انہیں جس چیز کی طرف بلاتا ہے وہ اس کی پکار کا جواب دیتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں کیونکہ ان کے اعمال اور عمل صالح انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں تو وہ ان کی قدر کرتا ہے، وہ بہت بخشنے والا اور نہایت قدر دان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عمل کے لئے ان کی توفیق و نشاط میں اضافہ کرتا ہے، ان کے اعمال جس ثواب اور فوز عظیم کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس سے کئی گنا زیادہ اجر عطا کرتا ہے۔

(۲) رہے وہ جو اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور وہ معاندین حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ان کے لئے دنیا و آخرت میں سخت عذاب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے لطف و کرم کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں پر دنیا کو اتنی زیادہ فراخ نہیں کرتا جس سے ان کے دین کو نقصان پہنچے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ﴾

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو کر شہواتِ دنیا سے تمتع میں مصروف ہو جاتے اور دنیا انھیں ان کی خواہشاتِ نفس میں مشغول کر دیتی، خواہ وہ معصیت اور ظلم ہی کیوں نہ ہوتے۔ ﴿ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ﴾ ''لیکن وہ اپنے اندازے سے جو چیز چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔'' یعنی اپنے لطف وکرم اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ﴿ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ ''یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔'' جیسا کہ ایک اثر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف غنا ہی کرتا ہے اگر میں انھیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دوں تو یہ فقر و فاقہ انھیں فاسد کر کے رکھ دے گا اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح فقر کے سوا کوئی اور چیز نہیں کرتی اگر میں انھیں غنا عطا کر دوں تو وہ ان کے ایمان کو خراب کر دے اور میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صحت کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتی اگر میں انھیں بیمار کر دوں تو وہ انھیں فاسد کر کے رکھ دے اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف مرض سے ہوتی ہے اگر میں انھیں عافیت سے نواز دوں تو یہ عافیت ان کے ایمان کو فاسد کر دے۔ بندوں کے دلوں میں جو کچھ ہے، میں اس کے بارے میں اپنے علم کے مطابق بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں۔ بے شک میں خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہوں۔''①

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾ یعنی وہی موسلا دھار بارش برساتا ہے جس کے ذریعے سے وہ زمین اور بندوں کی مدد کرتا ہے ﴿ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا ﴾ ''اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔'' ایک مدت سے ان سے بارش منقطع ہو چکی ہوتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اب بارش نہیں ہوگی اور یوں وہ مایوس ہو کر قحط سالی کے لئے کوئی کام کرتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے ﴿ يَنْشُرُ ﴾ وہ اس بارش کے ذریعے سے پھیلاتا ہے ﴿ رَحْمَتَهٗ ﴾ ''اپنی رحمت کو'' انسانوں اور چوپایوں کی خوراک کا سامان پیدا کر کے اور انسانوں کے نزدیک یہ بارش بہت اچھے موقع پر برستی ہے، اس موقع پر وہ خوش ہوتے اور فرحت کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿ وَهُوَ الْوَلِيُّ ﴾ ''اور وہی کارساز ہے۔'' جو مختلف تدابیر کے ساتھ اپنے بندوں کی سرپرستی اور ان کے دینی اور دنیاوی مصالح کا انتظام کرتا ہے۔ ﴿ الْحَمِيْدُ ﴾ وہ سرپرستی اور تدبیر وانتظام میں قابل ستائش ہے اور کمال کا مالک ہونے اور مخلوق کو جو مختلف نعمتیں اس نے بہم پہنچائی ہیں، اس پر وہ قابل ستائش ہے۔

① العلل المتناهية في الأحاديث الواهية، الإيمان، باب تدبير الخلق بما يصلح الإيمان، حديث:27 اس حدیث کی سند ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے لیکن اس کا معنی ومفہوم درست ہے۔ (فتح الباري:11/415)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور جو پھیلائے اس نے ان میں جاندار،

وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾

اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے، قادر ہے ○

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔'' یعنی اس کی عظیم قدرت کہ جس میں مُردوں کو زندہ کرنا بھی ہے، کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل ہے ﴿ خَلْقُ ﴾ ''پیدائش۔'' ان ﴿ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی۔'' ان کی عظمت اور وسعت کے ساتھ، وہ اللہ کی قدرت اور وسعتِ سلطنت پر دلالت کرتی ہے اور ان کی تخلیق میں جو مہارت اور مضبوطی ہے وہ اس کی حکمت پر اور ان کے اندر جو منافع اور مصالح رکھے گئے ہیں وہ اس کی رحمت کی دلیل ہیں اور یہ سب کچھ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر ہستی کی الوہیت باطل ہے۔

﴿ مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین میں جانداروں کی اصناف پھیلائیں اور ان کو اپنے بندوں کے لئے منافع اور مصالح قرار دیا۔ ﴿ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ ﴾ یعنی وہ تمام مخلوق کو ان کے مرنے کے بعد قیامت کے لئے جمع کرنے پر ﴿ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴾ ''جب وہ چاہے خوب قادر ہے۔'' پس اس کی قدرت اور مشیت ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا وقوع، خبر صادق کے وجود پر موقوف ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ انبیاء و مرسلین اور ان کی کتابوں کی طرف سے اس کے وقوع کی خبر نہایت تواتر کے ساتھ دی گئی ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ

اور جو بھی پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت تو بہ سبب اسکے جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ درگزر کر دیتا ہے بہت سی باتوں سے ○ اور نہیں

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾

ہو تم عاجز کرنے والے (اسے) زمین میں اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اللہ کے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ بندوں کو ان کے ابدان، اموال، اولاد اور ان کی محبوب اور عزیز چیزوں میں جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اس کا سبب ان کے ہاتھوں سے کمائی ہوئی برائیاں ہیں اور وہ برائیاں، جو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، اس سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے، بندے خود اپنے آپ پر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا۔'' (فاطر: ٣٥/٤٥)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقوبات کو مؤخر کرنا کسی بھول کی بنا پر ہے نہ عجز کی بنا پر ﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ

﴿فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور تم زمین میں (اسے) عاجز نہیں کر سکتے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو تم پر جو قدرت حاصل ہے اس بارے میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں پاؤ گے بلکہ تم زمین کے اندر بے بس اور عاجز ہو۔ اللہ تم پر جو حکم نافذ کرتا ہے تم اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ ''اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں۔'' جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں فوائد عطا کرے ﴿وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور نہ مددگار۔'' جو تم سے ضرر رساں چیزوں کو دور کرے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ

اور اسکی نشانیوں میں سے ہیں چلنے والی کشتیاں سمندر میں مانند پہاڑوں کے ○ اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے ہوا کو تو ہو جائیں وہ (کشتیاں)

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ

کھڑی ہونے والیں اس (سمندر) کی سطح پر، بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر، شاکر کے ○ یا وہ (چاہے تو) تباہ کر دے انکو

بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ

بہ سبب اسکے جو انہوں نے کمایا اور (چاہے تو) درگزر کر دے، بہت سوں سے ○ اور (تاکہ) جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾

ہماری آیتوں میں کہ نہیں ہے ان کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

یعنی اپنے بندوں پر رحمت اور عنایت کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل ﴿الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ﴾ ''سمندر میں جہاز۔'' کشتیاں، دخانی اور بادبانی جہاز ہیں جو اپنی بڑی جسامت کی بنا پر ﴿كَالْاَعْلَامِ﴾ بڑے بڑے پہاڑ دکھائی دیتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو مسخر کر دیا اور متلاطم موجوں سے ان کی حفاظت کی، یہ کشتیاں انہیں اور ان کے سامان تجارت کو دور دور ملکوں اور شہروں تک لے جاتی ہیں اور ان کے لئے ایسے اسباب مہیا کئے جو ان کو ان ملکوں اور شہروں تک جانے میں مدد دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ﴾ ''اگر وہ (اللہ) چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔'' جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کشتیوں کے چلنے کا سبب بنایا ہے ﴿فَيَظْلَلْنَ﴾ ''اور وہ رہ جائیں۔'' یعنی مختلف انواع کی کشتیاں ﴿رَوَاكِدَ﴾ سطح سمندر پر ٹھہر جائیں آگے بڑھیں نہ پیچھے ہٹیں۔ یہ چیز دخانی کشتیوں کے متناقض نہیں ہے کیونکہ دخانی کشتیوں کے چلنے کے لئے ہوا کا موجود ہونا شرط ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کشتیوں کو، ان پر سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے سبب سے تباہ کر دے، یعنی سمندر میں غرق کر کے تلف کر دے مگر وہ حلم سے کام لیتا ہے اور بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بے شک صبر شکر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں

ہیں۔'' یعنی جو ان امور پر بہت صبر کرنے والا ہے جن کو اس کا نفس ناپسند کرتا ہے اور اس پر یہ امور شاق گزرتے ہیں۔ وہ اپنے نفس کو اس مشقت اور اطاعت پر مجبور کرتا ہے، معصیت کے داعی کو اور مصیبت کے وقت نفس کو اللہ تعالیٰ پر ناراضی سے روکتا ہے ﴿شَكُورٍ﴾ نعمتوں اور آسودہ حالی میں شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے رب کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے اور نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرتا ہے۔ پس یہی وہ شخص ہے جو آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ رہا وہ شخص جو صبر سے بہرہ ور ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرتا ہے تو یہ شخص یا تو آیات الٰہی سے روگردانی کرنے والا ہے یا ان سے عناد رکھنے والا ہے اور وہ آیات الٰہی سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا: ﴿وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا﴾ ''اور جان لیں وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' کہ اپنے باطل نظریہ کے ذریعے انھیں جھٹلاتے ہیں۔ ﴿مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ﴾ اس عذاب سے انہیں کوئی بچا نہیں سکے گا جو ان پر نازل ہوگا۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

پس جو بھی دیے گئے ہو تم کسی چیز سے تو وہ سامان ہے زندگانی دنیا کا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کہیں بہتر اور بہت پائیدار ہے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر ہی وہ بھروسا کرتے ہیں ○ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں

وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

اور بے حیائی کے کاموں سے اور جب غصے ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں ○ اور وہ جنھوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کی انھوں نے

الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

نماز اور ان کا کام ہے مشورہ کرنا آپس میں، اور اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں ○ اور وہ لوگ

اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

کہ جب پہنچتا ہے ان کو ظلم تو وہ بدلہ لیتے ہیں ○

اس آیت کریمہ میں دنیا کو ترک کرنے اور آخرت کو اختیار کرنے کی ترغیب اور ان اعمال کا ذکر ہے جو آخرت کی منزل تک پہنچاتے ہیں، لہٰذا فرمایا: ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''پس جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے۔'' یعنی اقتدار، ریاست، سرداری، مال، بیٹے اور بدنی صحت و عافیت وغیرہ ﴿فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''پس یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔'' یعنی منقطع ہونے والی لذت ہے ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ کے پاس ہے۔'' بے پایاں ثواب، جلیل القدر اور دائمی نعمتوں میں سے وہ ﴿خَيْرٌ﴾ لذات دنیا سے بہتر ہے، اخروی نعمتوں اور دنیاوی لذتوں کے مابین کوئی نسبت ہی نہیں۔ ﴿وَاَبْقٰى﴾ ''اور زیادہ پائیدار ہے۔'' کیونکہ یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ان میں

کوئی تکدر ہے نہ یہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ یہ کہیں اور منتقل ہوں گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو اس ثواب سے بہرہ مند کیا جائے گا، فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ یعنی جنہوں نے ایمان صحیح جو ظاہری اور باطنی ایمان کے اعمال کو مستلزم ہے اور توکل کو جمع کر لیا ہے جو ہر عمل کا آلہ ہے، لہٰذا ہر عمل جس کی مصاحبت میں توکل نہ ہو غیر مکمل ہے۔ جس چیز کو بندہ پسند کرتا ہے اسے حاصل کرنے اور جسے ناپسند کرتا ہے اسے دور کرنے میں قلب کے اللہ تعالیٰ پر پورے وثوق کے ساتھ بھروسا کرنے کا نام توکل ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ﴾ ''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔'' کبائر اور فواحش، دونوں کے گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود، فرق یہ ہے کہ فواحش وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کے لئے نفسِ انسانی میں داعیہ موجود ہوتا ہے مثلاً: زنا وغیرہ اور کبائر وہ گناہ ہیں جن کے لئے نفس میں داعیہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ مفہوم دونوں کے اکٹھا استعمال کے وقت ہے اور رہا ان کا انفرادی وجود تو وہ سب کبائر میں داخل ہیں۔

﴿وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔'' یعنی انہوں نے مکارمِ اخلاق اور محاسنِ عادات سے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے، حلم ان کی فطرت اور حسنِ خلق ان کی طبیعت بن گیا ہے حتیٰ کہ جب کبھی کوئی شخص کسی قول یا فعل کے ذریعے سے انہیں ناراض کر دیتا ہے تو وہ اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ قصور بخش دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حسنِ سلوک اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ پس اس عفو و درگزر پر خود ان کی ذات میں اور دوسروں میں بہت سے مصالح مترتب اور بہت سے مفاسد دور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۱/ ۳۴، ۳۵) ''برائی کو نیکی کے ذریعے سے دور کیجیے، آپ دیکھیں گے کہ وہ شخص بھی جس کی آپ کے ساتھ دشمنی ہے، جگری دوست بن جائے گا، اس وصف سے صرف وہی لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور یہ وصف صرف انہیں لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو بڑے نصیبے والے ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ﴾ ''اور جو اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں۔'' یعنی جو اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مطمحِ نظر اور اس کے قرب کا حصول ان کی غرض و غایت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دعوت کا جواب دینے سے مراد ہے، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، اس لئے ان کا استجابت پر عطف کیا ہے، یہ خاص پر عام کے عطف کے باب میں سے ہے جو اس کے فضل و شرف کی دلیل ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ یعنی اس کے ظاہر و باطن اور فرائض ونوافل کو قائم کرتے ہیں۔ ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ ''اور ہم نے جو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی نفقات واجبہ، مثلاً: زکوۃ اور اقارب پر خرچ کرنا وغیرہ اور نفقات مستحبہ، مثلاً: عام مخلوق پر صدقہ کرنا۔

﴿ وَاَمْرُهُمْ ﴾ ان کے دینی اور دنیاوی معاملات ﴿ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ﴾ ''باہم مشورے سے طے پاتے ہیں۔'' یعنی مشترکہ امور میں ان میں سے کوئی بھی اپنی رائے کو مسلط نہیں کرتا۔ یہ وصف ان کی اجتماعیت، آپس کی الفت، مودت اور محبت ہی کا حصہ ہے۔ ان کی کمال عقل ہے کہ جب وہ کسی ایسے کام کا ارادہ کرتے ہیں جس میں غور وفکر کی ضرورت ہو تو وہ اکٹھے ہو کر اس کے بارے میں بحث و تمحیص اور آپس میں مشورہ کرتے ہیں، جب ان پر مصلحت واضح ہو جاتی ہے تو اسے جلدی سے قبول کر لیتے ہیں جیسے غزوہ، جہاد، امارت یا قضا وغیرہ کے لیے عمال مقرر کرنے میں مشورہ کرنا اور دینی مسائل میں بحث و تحقیق کرنا کیونکہ یہ اعمال مشترکہ امور میں شمار ہوتے ہیں تاکہ صحیح رائے واضح ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ یہ بھی اسی آیت کریمہ کے تحت آتا ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ ﴾ ''اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم وتعدی ہو'' یعنی ان کے دشمنوں کی طرف سے ان پر کوئی زیادتی کی جاتی ہے ﴿ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾ ''وہ بدلہ لیتے ہیں۔'' اپنی قوت وطاقت کی بنا پر ان سے بدلہ لیتے ہیں، وہ کمزور اور بدلہ لینے سے عاجز نہیں ہیں۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایمان، اللہ پر توکل، کبائر وفواحش سے اجتناب جس سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں، مکمل اطاعت، اپنے رب کی دعوت کو قبول کرنے، نماز قائم کرنے، نیکی کے راستوں میں خرچ کرنے، اپنے معاملات میں باہم مشورہ کرنے، دشمن کے خلاف قوت استعمال کرنے اور اس سے مقابلہ کرنے سے متصف کیا ہے۔ وہ ان خصائلِ کمال کے جامع ہیں اور یوں ان سے کمتر افعال کے صدور اور مرقومہ بالا خصائل کے اضداد کی نفی لازم آتی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور بدلہ برائی کا برائی ہے اسی کی مثل، پس جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلاشبہ وہ نہیں پسند کرتا

الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٠ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝٤١ اِنَّمَا

ظالموں کو ○ اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد اپنے آپ پر ظلم ہونے کے تو یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے اوپر انکے کوئی راستہ (گرفت کرنے کا) ○ بلاشبہ

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ

راستہ تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں ناحق، یہی لوگ ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٤٢ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝٤٣ ع

جن کے لئے ہے عذاب دردناک ○ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عقوبات کے مراتب بیان کیے ہیں، عقوبات کے تین مراتب ہیں: عدل، فضل اور ظلم۔

(۱) کسی کمی بیشی کے بغیر، برائی کے بدلے میں اس جیسی برائی، مرتبۂ عدل ہے۔ پس جان کے بدلے جان ہے، عضو کے بدلے اس جیسا عضو اور مال کی ضمان اسی جیسا مال ہے۔

(۲) برائی کرنے والے کو معاف کر کے اصلاح کرنا مرتبۂ فضل ہے، اس لئے فرمایا: ﴿فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ ”پس جو کوئی درگزر کرے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔“ اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم اور ثواب جزیل عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر کرنے میں اصلاح کی شرط دلالت کرتی ہے کہ اگر مجرم عفو کے لائق نہ ہو اور مصلحت شرعیہ اس کو سزا دینے کا تقاضا کرتی ہو تو اس صورت میں وہ عفو پر مامور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا معاف کرنے والے کو اجر عطا کرنا، عفو پر آمادہ کرتا ہے، نیز اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرے تو جیسا کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے، لہٰذا اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو معاف کر دے اور جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نرمی کرے، تب اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

(۳) رہا مرتبۂ ظلم تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: ﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ ”یقیناً وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ جو دوسروں پر زیادتی کرنے میں ابتدا کرتے ہیں یا جرم کرنے والے سے اس کے جرم سے بڑھ کر بدلہ لیتے ہیں تو یہ زیادتی ظلم ہے۔ ﴿وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ﴾ جو ظلم کے وقوع کے بعد ظلم کرنے والے سے بدلہ لیتا ہے ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍ﴾ تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ﴾ دلالت کرتے ہیں کہ ظلم و زیادتی کے وقوع کے بعد بدلہ لینا ضروری ہے۔

رہا کسی پر ظلم اور زیادتی کا ارادہ کرنا جبکہ ابھی اس سے ظلم و زیادتی واقع نہیں ہوئی تو اسے وہ سزا تو نہیں دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے، البتہ اس کو تادیبی سزا ضرور دی جائے گی جو اسے اس قول و فعل سے باز رکھ سکے جو اس سے صادر ہوا ہے۔

﴿اِنَّمَا السَّبِیۡلُ﴾ یعنی عقوبت شرعیہ کی حجت تو صرف انہی لوگوں پر قائم ہوگی ﴿عَلَى الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ﴾ ”جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔“ یہ آیت لوگوں کے خون، مال اور ناموس کے بارے میں ظلم و زیادتی کو شامل ہے ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾

یعنی ان کے ظلم و زیادتی کے مطابق ان کے قلوب وابدان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ ﴾ ’’اور جو صبر کرے۔‘‘ یعنی مخلوق کی طرف سے جو تکلیف اسے پہنچتی ہے اس پر صبر کرتا ہے۔ ﴿ وَغَفَرَ ﴾ یعنی ان سے جو جرم ہوا، مسامحت کرتے ہوئے ان کو بخش دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ یعنی یہ چیز ایسے امور میں شمار ہوتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی، اس پر تاکید فرمائی اور آگاہ فرمایا کہ یہ صرف انہی لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے بہرہ مند اور بڑے نصیبے والے ہیں اور یہ ان امور میں سے ہے جن کی توفیق بڑے عزم وہمت اور عقل وبصیرت والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

نفس کے لیے قول یا فعل سے انتقام نہ لینا انتہائی باعثِ مشقت ہے اور اذیت پر صبر کرنا، اس سے درگزر کرنا، اس کو بخش دینا اور اس کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا تو بہت ہی پُر مشقت کام ہے مگر یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دے اور وہ بھی اس وصف سے متصف ہونے کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ پھر بندہ جب اذیت برداشت کرنے کی حلاوت چکھ لیتا ہے اور اس کے آثار دیکھ لیتا ہے تو اسے شرح صدر، کشادہ دلی اور ذوق وشوق سے قبول کرتا ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا
اور جسے گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی کارساز اس کے بعد، اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو جب دیکھیں گے وہ
الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۴۴ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا
عذاب، تو کہیں گے: کیا ہے واپس جانے کا کوئی راستہ؟ ○ اور دیکھیں گے آپ ان کو کہ پیش کیے جائیں گے وہ اس (جہنم) پر،
خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ
جھکے ہوئے ذلت کی وجہ سے، دیکھتے ہوں گے چھپی نگاہ سے، اور کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے (تھے) بلاشبہ
الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
خسارہ پانے والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپکو اور اپنے گھر والوں کو دن قیامت کے آگاہ رہو! بلاشبہ ظالم لوگ ہی
فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۴۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
دائمی عذاب میں ہوں گے ○ اور نہیں ہوں گے ان کے لئے کوئی دوست، جو مدد کریں ان کی سوائے اللہ کے،
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۴۶
اور جس کو گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی راستہ (ہدایت کا) ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ہدایت عطا کرنے اور اصلاح کرنے میں تنہا ہے۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ ﴾ جسے اللہ تعالیٰ اس کے ظلم کے سبب سے گمراہ کر دے ﴿ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ ’’تو اس کے بعد اس کا کوئی

دوست نہیں۔'' جو اس کے معاملے کی سرپرستی کرے اور اس کی راہ نمائی کرے۔ ﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب کا بہت ہی برا، بہت مشکل اور نہایت قبیح منظر دیکھیں گے تو وہ بہت زیادہ ندامت اور اپنے گزشتہ کرتوتوں پر افسوس کا اظہار کریں گے ﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ اور کہیں گے: کیا دنیا میں دوبارہ جانے کا کوئی طریقہ یا کوئی حیلہ ہے تاکہ ہم ان کاموں سے مختلف کام کریں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے؟ ان کی یہ درخواست ایک امرِ محال کے لئے ہوگی جس کا پورا ہونا ممکن نہیں۔ ﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ ''اور تم ان کو دیکھو گے کہ وہ دوزخ (کی آگ) کے سامنے لائے جائیں گے۔'' ﴿خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ﴾ یعنی آپ ان کے اجسام کو اس ذلت کی وجہ سے عاجز اور بے بس دیکھیں گے جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ ﴿يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ﴾ یعنی وہ جہنم کو اس کی ہیبت اور خوف کی وجہ سے چوری چوری ترچھی نظر سے دیکھیں گے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ جب مخلوق کا انجام ظاہر ہو جائے گا اور اہلِ صدق دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے تو اہلِ ایمان کہیں گے: ﴿اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ﴾ حقیقت میں خسارے والے وہ لوگ ہیں ﴿الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔'' کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو بے پایاں ثواب سے محروم کر لیا اور دردناک عذاب کو حاصل کیا۔ ان کے اور ان کے گھر والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی اور وہ ان کے ساتھ کبھی اکٹھے نہ ہوں گے۔

﴿اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''آگاہ رہو! بیشک ظالم ہی۔'' یعنی جنہوں نے کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ ''ہمیشگی کے عذاب میں رہیں گے۔'' یعنی وہ دردناک عذاب کے عین وسط میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ وہ وہاں سے کبھی نکل سکیں گے نہ ان سے عذاب منقطع ہوگا اور وہ اس عذاب کے اندر سخت مایوس ہوں گے۔ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کے سوا ان کے کوئی دوست نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں۔'' جیسا کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو امیدیں دلایا کرتے تھے، پس قیامت کے روز ان پر اور دوسرے لوگوں پر عیاں ہو جائے گا کہ وہ اسباب جن کے ساتھ انہوں نے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں، منقطع ہو گئے اور جب ان پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جا سکے گا۔ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اس کے لیے کوئی راستہ نہیں۔'' کوئی ایسا طریقہ نہیں جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو حاصل کر سکے۔ یہ لوگ اس وقت گمراہ ہوئے جب یہ سمجھتے تھے کہ ان خود ساختہ شریکوں میں نفع پہنچانے اور نقصان کو دور کرنے کی طاقت ہے، تب ان کی گمراہی واضح ہو جائے گی۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ

تم حکم قبول کرو اپنے رب کا پہلے اس کے کہ آ جائے وہ دن کہ نہیں ہے پھرنا اس کا اللہ کی طرف سے نہیں ہوگی تمہارے لیے

مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ

کوئی جائے پناہ اس دن اور نہ ہوگا تمہارے لیے (چھپ کر) انجان بن جانا○ پس اگر وہ منہ موڑیں تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

ان پر کوئی نگران، نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچا دینا ہی اور بلاشبہ جب ہم چکھاتے ہیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت

فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

تو وہ خوش ہوتا ہے ساتھ اس کے اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی تکلیف، بہ سبب ان (اعمال) کے جو آگے بھیجے ان کے ہاتھوں نے تو بلاشبہ انسان بہت ہی ناشکرا ہے○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں، وہ جس چیز کا حکم دے اس کی تعمیل کریں اور جس چیز سے روکے اس سے اجتناب کریں اس کو ٹالنے کی بجائے اس پر جلدی سے عمل کریں قیامت کے دن کے آنے سے پہلے کہ جب وہ آئے گا تو اس کو روکا جا سکے گا نہ کسی رہ جانے والی چیز کا تدارک ہو سکے گا۔ اس دن بندے کے پاس کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی جہاں وہ پناہ لے کر اپنے رب سے بچ سکے اور اس سے بھاگ سکے بلکہ فرشتے تمام خلائق کو پیچھے سے گھیرے ہوئے ہوں گے اور انہیں پکار کر کہا جائے گا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن: ۳۳/۵۵) ”اے جن و انس کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جانے کی طاقت رکھتے ہو تو پھر نکل جاؤ، تم نکل نہیں سکتے مگر طاقت کے ساتھ۔“ اس روز بندہ اپنے کیے ہوئے جرائم کا انکار نہیں کر سکے گا بلکہ اگر وہ انکار کرے گا تو اس کے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

اس آیت اور اس نوع کی دیگر آیات کریمہ میں جھوٹی امیدوں کی مذمت کی گئی ہے اور ہر وہ عمل جو بندے کو پیش آ سکتا ہے، فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ تاخیر میں بہت سی آفتیں ہیں۔ ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا ﴾ بیان کامل کے بعد اگر یہ لوگ اس چیز سے منہ موڑیں جو آپ نے پیش کی ﴿ فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ ”تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“ کہ آپ ان کے اعمال کی نگرانی کریں اور آپ سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے۔ ﴿ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ ”آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے۔“ جب آپ نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ پر آپ کا اجر واجب ٹھہرا، خواہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کریں یا روگردانی کریں، ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے جس نے ان کے چھوٹے بڑے اور ظاہری، باطنی اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی حالت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے، یعنی اسے جسمانی صحت، رزق کی فراوانی اور عزت و جاہ عطا کرتا ہے تو ﴿فَرِحَ بِهَا﴾ ''وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔'' یعنی وہ اس طرح خوش ہوتا ہے کہ اس کی خوشی انہی چیزوں پر مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے، اس سے آگے نہیں بڑھتی۔ اس کے اس رویے سے ان چیزوں پر اس کی طمانیت اور منعم حقیقی سے روگردانی لازم آتی ہے۔ ﴿وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ ''اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے۔'' یعنی کوئی مرض یا فقر وغیرہ لاحق ہوتا ہے ﴿بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنسَانَ كَفُورٌ﴾ ''ان اعمال کے سبب جو انہوں نے کیے تو انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔'' یعنی اس کی فطرت میں سابقہ نعمت کی ناشکری اور اسے جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے ناراضی رچی بسی ہوئی ہے۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ

اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی پیدا کرتا ہے وہ جو چاہتا ہے بخشتا ہے جسے چاہتا ہے (صرف) لڑکیاں اور بخشتا ہے

لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿٤٩﴾ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَنْ

جسے چاہتا ہے (صرف) لڑکے ○ یا ملا کر دیتا ہے ان کو لڑکے اور لڑکیاں اور کر دیتا ہے جس کو

يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾

چاہتا ہے بانجھ، بلاشبہ وہ خوب جاننے والا بہت قدرت رکھنے والا ہے ○

اس آیت کریمہ میں، اللہ تعالیٰ کے لامحدود اقتدار، اپنی مخلوق اور اپنی ملکیت میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کے نفاذ اور تمام امور کی تدبیر کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عمومی تدبیر اسباب سے پیدا شدہ ان اشیاء کو بھی شامل ہے جنہیں بندے اختیار کرتے ہیں، پس نکاح اولاد کے لیے ایک سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں جو چاہتا ہے اولاد عطا کرتا ہے، مخلوق میں کسی کو بیٹیاں عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے۔ کسی کو بانجھ رکھتا ہے اور ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ ﴿إِنَّهُ عَلِيمٌ﴾ بے شک وہ ہر چیز کا علم اور ﴿قَدِيرٌ﴾ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ اپنے علم اور مہارت کے ذریعے سے تمام اشیاء میں اور اپنی قدرت کے ذریعے سے تمام مخلوقات میں تصرف کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ

اور نہیں لائق واسطے کسی بشر کے یہ کہ کلام کرے اس سے اللہ، مگر الہام (دل میں القاء) کر کے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیج کر

رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا

فرشتہ پس وہ (وحی) پہنچاتا اسکے حکم سے جو وہ چاہتا، بلاشبہ وہ بہت بلند ہے نہایت حکمت والا ○ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف ایک روح (قرآن)

مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ

اپنے حکم سے' نہیں تھے آپ جانتے' کیا ہے کتاب اور نہ ایمان' اور لیکن بنا دیا ہم نے اس کو نور' ہدایت کرتے ہیں ہم

بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾

اسکے ذریعے سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اور بلاشبہ آپ البتہ رہنمائی کرتے ہیں طرف سیدھے راستے کی ○

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اللہ کے راستے کی' وہ (اللہ) جس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے' آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب معاملات ○

چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے تکبر اور سرکشی کی بنا پر کہتے تھے: ﴿لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۱۸) ''ہمارے ساتھ اللہ کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟'' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے سے ان کا رد کیا اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں میں سے صرف اپنے خاص بندوں، یعنی رسولوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بھی ذیل کی صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں۔

(۱) یا تو وہ ان کے ساتھ وحی کے ذریعے سے کلام کرتا ہے اور وہ اس طرح کہ فرشتہ بھیجے بغیر اور بالمشافہ مخاطب ہوئے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے قلب پر وحی کا القا کرتا ہے۔

(۲) ﴿اَوْ﴾ یا اس کے ساتھ بالمشافہ کلام کرتا ہے مگر ﴿مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ پردے کے پیچھے سے جیسا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو شرف کلام حاصل ہوا۔

(۳) ﴿اَوْ﴾ یا اللہ تعالیٰ فرشتے کے توسط سے کلام کرتا ہے پس ﴿يُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ ''وہ کسی پیغام رساں کو بھیجتا ہے۔'' مثلاً: حضرت جبریل علیہ السلام کو یا فرشتوں میں سے کسی دوسرے فرشتے کو ﴿فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ﴾ اور وہ فرشتہ مجرد اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اپنے رب کے حکم سے وحی القا کرتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ﴾ ''بے شک وہ۔'' اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں بہت بلند اور افعال میں بہت عظیم ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کی مطیع ہے۔ ﴿حَكِيْمٌ﴾ وہ تمام مخلوقات اور شرائع میں سے ہر چیز کو اس کے لائق مقام پر رکھنے میں حکمت والا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح۔'' جب ہم نے آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین کی طرف وحی بھیجی تو ﴿اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ ''ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح بھیجی۔'' اور وہ روح یہ قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو روح کے نام سے موسوم کیا کیونکہ روح سے جسم زندہ ہوتا ہے اور قرآن سے قلب و روح زندہ ہوتے ہیں۔ قرآن سے دین و دنیا کے مصالح کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں خیر کثیر اور بے پایاں علم ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ اور اپنے اہل ایمان بندوں پر ان کی طرف سے کسی سبب کے بغیر محض احسان ہے۔

بنا بریں فرمایا: ﴿ مَا كُنتَ تَدْرِي ﴾ ''آپ نہیں جانتے تھے۔'' یعنی آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے ﴿ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ﴾ ''کتاب کو نہ ایمان کو۔'' یعنی آپ کے پاس کتب سابقہ کی خبروں کا علم تھا نہ شرائع الٰہیہ پر ایمان وعمل کا علم بلکہ آپ تو ان پڑھ تھے، لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے، لہٰذا آپ کے پاس یہ کتاب آئی۔ ﴿ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ﴾ ''ہم نے اسے نور اور ہدایت بنایا ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔'' جس سے ہمارے بندے کفر و بدعت کی تاریکیوں اور ہلاک کر دینے والی خواہشات میں، روشنی حاصل کرتے ہیں، اس کتاب کے ذریعے سے حقائق کو پہچانتے ہیں اور اس کتاب سے راہ نمائی حاصل کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔

﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ یعنی آپ ان کے سامنے صراط مستقیم واضح کرتے ہیں، صراط مستقیم کی ترغیب دیتے اور اس کے متضاد راستوں پر چلنے سے روکتے اور ان سے ڈراتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ یعنی یہ وہ راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمایا اور انہیں آگاہ کیا کہ یہ راستہ اس کے پاس اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ ﴿ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ یعنی تمام اچھے برے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔

تفسیر سورۃ الزخرف

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ (٦٣) مَكِّيَّةٌ (٤٣) — اٰيَاتُهَا ٨٩ — رُكُوْعَاتُهَا ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۚ (١) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ (٢) اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ (٣)

حٰمٓ ○ قسم ہے کتاب واضح کی ○ بے شک کیا ہم نے اس کو قرآن عربی زبان میں، تاکہ تم سمجھو ○

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ (٤) اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ

اور بلاشبہ وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس یقیناً بہت بلند (درجے والا) نہایت حکمت والا ہے ○ کیا پس روک لیں گے ہم تم سے

الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ (٥)

ذکر (نصیحت) کو اعراض کرتے ہوئے اسلئے کہ ہو تم لوگ حد سے گزر جانے والے ○

یہ قرآن عظیم کی قرآن عظیم پر قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی علی الاطلاق قسم کھائی اور متعلق کو ذکر نہیں فرمایا تاکہ یہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ یہ دین، دنیا اور آخرت کی ہر اس چیز کو بیان کر کے واضح کرتی ہے جس کی بندوں کو حاجت ہے۔ ﴿إِنَّا جَعَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''بے شک ہم نے اس کو قرآنِ عربی بنایا ہے۔'' یہ وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سب سے فصیح، سب سے واضح اور سب سے زیادہ زورِ بیان والی زبان میں نازل فرمایا اور یہ اس کا بیان ہے اور اس میں پنہاں حکمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ شاید کہ تم اس کے الفاظ و معانی کو، ان کے آسان اور اذہان کے قریب ہونے کی بنا پر سمجھ سکو۔

﴿وَإِنَّهُۥ﴾ یعنی یہ کتاب ﴿لَدَيْنَا﴾ ''(لوح محفوظ میں) ہمارے پاس ہے۔'' یعنی ملأ اعلیٰ میں بلند ترین اور افضل ترین مرتبے میں ہے ﴿لَعَلِىٌّ حَكِيمٌ﴾ یعنی وہ بہت زیادہ قدر و شرف اور بلند مقام کی حامل ہے۔ یہ کتاب جن او امر و نواہی اور اخبار پر مشتمل ہے، ان میں حکمت رکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی حکم ایسا نہیں جو حکمت، عدل اور میزان کے خلاف ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس کی حکمت اور اس کا فضل تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو مہمل اور آزاد نہ چھوڑے، ان کی طرف رسول بھیجے اور ان پر کتاب نازل کرے، خواہ وہ حد سے گزرنے والے ظالم ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے فرمایا: ﴿أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ ٱلذِّكْرَ صَفْحًا﴾ یعنی کیا ہم تم لوگوں سے تمہارے اعراض اور عدم اطاعت کی بنا پر منہ موڑ کر تمہاری طرف نصیحت نازل کرنا چھوڑ دیں؟ نہیں بلکہ ہم تم پر کتاب نازل کریں گے جس میں تمہارے لئے ہر چیز واضح کریں گے۔ اگر تم ایمان لائے اور راہ راست پر چلے تو یہ تمہیں عطا کی گئی توفیق ہے ورنہ تم پر حجت قائم ہو جائے گی اور تمہارا معاملہ تمہارے سامنے واضح ہو جائے گا۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِىٍّ فِى ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٦﴾ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِىٍّ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ

اور کتنے ہی بھیجے ہم نے نبی پہلے لوگوں میں ○ اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی نبی مگر تھے وہ اس کے ساتھ

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٧﴾ فَأَهْلَكْنَآ أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾

ٹھٹھا ہی کرتے ○ پس ہلاک کر دیا ہم نے ان سے کہیں زیادہ زور آور لوگوں کو اور گزر چکی ہے مثال پہلے لوگوں کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلوق میں ہماری سنت یہ ہے کہ ہم انہیں مہمل اور بیکار نہیں چھوڑتے، پس کتنے ہی ﴿أَرْسَلْنَا مِن نَّبِىٍّ فِى ٱلْأَوَّلِينَ﴾ ''نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔'' جو انہیں اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے جس کا کوئی شریک نہیں۔ تمام قوموں میں تکذیب ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ ﴿وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِىٍّ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ان کے پاس جو بھی نبی آیا وہ اس کی دعوت کا انکار اور حق کے مقابلے میں تکبر کا اظہار

کرتے ہوئے اس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ ﴿فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ﴾ ”پس ہم نے انہیں ہلاک کیا جو سخت تھے۔“ ”ان لوگوں سے۔ ﴿بَطۡشًا﴾ ”قوت میں۔“ یعنی زمین کے اندر قوت، افعال اور آثار کے لحاظ سے ﴿وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ یعنی ان لوگوں کی امثال واخبار گزر چکی ہیں اور ان میں سے بہت سی مثالیں ہم تمہارے سامنے بیان کر چکے ہیں جن میں سامان عبرت اور تکذیب پر زجر و توبیخ ہے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۙ﴿۹﴾

اور البتہ اگر سوال کریں آپ ان سے‘ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ پیدا کیا انکو بڑے زبردست خوب جاننے والے نے ○

الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۚ﴿۱۰﴾

وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنائے تمہارے لئے اس میں راستے‘ تاکہ تم راہ پاؤ ○

وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ‌ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا‌ ۚ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ‏ ﴿۱۱﴾

اور وہ جس نے نازل کیا آسمان سے پانی ایک اندازے سے‘ پھر زندہ کر دیا ہم نے اسکے ذریعے سے مردہ شہر کو‘ اسی طرح تم (دوبارہ) نکالے جاؤ گے ○

وَالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَۙ‏ ﴿۱۲﴾

اور وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب‘ اور بنائیں تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے کہ سوار ہوتے ہو تم (ان پر) ○

لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَۙ‏ ﴿۱۳﴾

تاکہ جم کر بیٹھو تم ان کی پیٹھوں پر پھر یاد کرو تم نعمت اپنے رب کی‘ جب برابر ہو کر بیٹھ جاؤ تم ان پر اور کہو تم‘ پاک ہے وہ (اللہ) جس نے تابع کر دیا ہمارے اس کو اور نہیں تھے ہم اس کو قابو میں کر لینے والے ○

وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ‏ ﴿۱۴﴾

اور بے شک ہم طرف اپنے رب کی ضرور لوٹنے والے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ﴾ ”(اگر) آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ کہیں گے۔“ ان کو اللہ وحدہ لاشریک نے پیدا کیا جو غالب ہے جس کے غلبہ کے سامنے اولین و آخرین تمام مخلوقات اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ سرنگوں ہے۔ جب وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ اللہ کا بیٹا، اس کی بیوی اور اسکے شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ اور ان ہستیوں کو اس کا شریک کیوں کر قرار دیتے ہیں جو پیدا کر سکتی ہیں نہ رزق عطا کر سکتی ہیں اور نہ زندگی اور موت ان کے اختیار میں ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کا بھی ذکر کیا جو اس کی کامل نعمت و اقتدار پر دلالت کرتے ہیں، زمین کی اشیاء کو

دلیل بنایا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں، اس زمین کو بندوں کے لئے ٹھکانا بنایا جہاں وہ ہر اس چیز پر متمکن ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ ﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا ﴾ ''اور اس میں تمہارے لیے راستے بنادیے۔'' یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے پہاڑی سلسلوں کے درمیان گزر گاہیں بنائیں جہاں سے گزر کر تم ان پہاڑوں کے پاس واقع ممالک کو جاتے ہو۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ تاکہ تم ان راستوں پر سفر کے دوران راہ پاؤ اور گم نہ ہو جاؤ اور تاکہ تم اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرو۔

﴿ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ ﴾ ''اور وہ ذات جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے کے ساتھ۔'' وہ اس پانی میں کمی بیشی نہیں کرتا، نیز پانی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے، یہ پانی کم نہیں ہوتا کہ فائدہ مفقود ہو جائے اور نہ اتنا زیادہ ہوتا ہے جس سے انسانوں اور زمین کو نقصان پہنچے بلکہ اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے سے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے اور اس کے ذریعے سے زمین کو سختی سے بچاتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ﴾ یعنی ہم نے زمین کو اس کے بنجر ہو جانے کے بعد زندہ کیا۔ ﴿ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴾ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے ذریعے سے بنجر اور مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح جب تم اپنے برزخ کے مرحلے کو پورا کر لو گے، تو وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا ﴾ ''اور وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کیے۔'' یعنی وہ تمام اصناف جو زمین سے اگتی ہیں، خود ان کی ذات میں سے اور ان تمام اشیاء میں سے جن کا انہیں علم نہیں، مثلاً: رات دن، گرمی سردی اور مذکر مؤنث وغیرہ میں سے۔ ﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ ﴾ ''اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں۔'' یعنی تمام بادبانی اور دخانی کشتیاں جن پر تم سوار ہوتے ہو ﴿ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ○ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ﴾ ''اور چوپائے بھی جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔'' اور یہ آیت کشتیوں کی پشت اور مویشیوں کی پیٹھ کو شامل ہے، یعنی تاکہ تم ان سواریوں کی پیٹھ پر استقرار پکڑو۔ ﴿ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ ﴾ پھر جب تم ان پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس ہستی کا ذکر کرو جس نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴾ اور کہو: اگر اللہ تعالیٰ نے ان کشتیوں اور مویشیوں کو ہمارے لئے مسخر نہ کیا ہوتا تو ہم ان کو مسخر کرنے کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتے تھے یہ محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ان سواریوں کو ہمارے لئے مسخر کیا اور ان کے اسباب مہیا کیے۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ رب جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہے جس نے بندوں پر ان نعمتوں کا فیضان کیا ہے وہی اس چیز کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کی نماز پڑھی جائے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوا جائے۔

وَجَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ مُّبِيۡنٌ ؕ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا
اور بنالیا انہوں نے اس کیلئے اسکے بندوں میں سے ایک حصہ' بلاشبہ انسان البتہ بہت ناشکرا ہے صریح ○ کیا پس اس نے ان میں سے جو
يَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا
وہ پیدا کرتا ہے بیٹیاں اور نوازا تم کو ساتھ بیٹوں کے○ حالانکہ جب خوشخبری دیجاتی ہے ایک کو ان میں سے ساتھ اسکے کہ بیان کی اس نے رحمان کیلئے مثال
ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ
تو ہو جاتا ہے اسکا چہرہ سیاہ اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے○ کیا (اسکو اولاد ٹھہرایا ہے؟) جس کی پرورش کی جاتی ہے زیور میں اور وہ بحث و حجت میں نہیں ہے
مُبِيۡنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا
(بات کو) واضح کرنے والی ○ اور ٹھہرایا ہے انہوں نے فرشتوں کو' وہ جو بندے ہیں رحمٰن کے' عورتیں' کیا وہ حاضر تھے
خَلۡقَهُمۡ ؕ سَتُكۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ وَيُسۡئَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا
انکی پیدائش کے وقت؟ ضرور لکھی جائیگی شہادت انکی اور وہ سوال کیے جائیں گے○ اور انہوں نے کہا: اگر چاہے رحمٰن تو نہ
عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ مَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ كِتٰبًا
عبادت کریں ہم انکی نہیں ہے واسطے انکے اسکی بابت کوئی علم نہیں ہیں وہ مگر اٹکل پچو باتیں کرتے○ یا دی ہے ہم نے انکو کوئی کتاب
مِّنۡ قَبۡلِهٖ فَهُمۡ بِهٖ مُسۡتَمۡسِكُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا
اس سے پہلے' پس وہ اسکو تھامنے والے ہیں؟○ (نہیں) بلکہ انہوں نے کہا' بلاشبہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر اور ہم تو
عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ
ان کے نشانات قدم ہی کے پیچھے چلنے والے ہیں○ اور اسی طرح نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا'
اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾
مگر کہا انکے خوش حال لوگوں نے بلاشبہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر اور ہم تو انکے نشانات قدم ہی کی اقتداء کرنیوالے ہیں○
قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ
پیغمبر نے کہا: خواہ لاؤں میں تمہارے پاس صحیح تر اس سے کہ پایا تم نے اس پر اپنے باپ دادوں کو؟ انہوں نے کہا: یقیناً ہم تو ساتھ اسکے کہ بھیجے گئے ہو تم
بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾
ساتھ اس کے' انکار کرنے والے ہیں○ تو بدلہ لیا ہم نے ان سے' پس دیکھیے! کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا؟○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے قول کی قباحت بیان کرتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، حالانکہ وہ اکیلا اور بے نیاز ہے۔ جس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور بندگی اولاد ہونے کے منافی ہے۔

(۲) بیٹا اپنے والد کا جز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے علیحدہ ہے وہ اپنی صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال میں تمام مخلوق سے الگ ہے جبکہ بیٹا والد کا جز ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا محال ہے۔

(۳) کفار سمجھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، حالانکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ بیٹیاں کمزور ترین صنف ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو بیٹیاں ہوں اور ان کو وہ بیٹے عطا کرے اور ان کے ذریعے سے ان کو فضیلت عطا کرے۔ اس صورت میں تو مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے افضل ہونا لازم آتا ہے اور اللہ اس سے بالا و بلند تر ہے۔

(۴) وہ صنف جس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، یعنی بیٹیاں تو یہ کمزور ترین اور خود ان کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ صنف ہے حتی کہ ان کی کراہت کا یہ حال ہے۔ ﴿اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا﴾ ''ان میں سے جب کسی کو بیٹی کی ولادت کی، جسے وہ رحمان کی طرف منسوب کرتا ہے، خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔'' یعنی سخت ناپسندیدگی اور ناراضی کے باعث اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ ایسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے کیوں کر مقرر کرتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں؟

(۵) عورت اپنے وصف، اپنی منطق اور اپنے بیان کے اعتبار سے ناقص ہے بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ﴾ ''کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔'' یعنی اپنے حسن و جمال میں کمی کی وجہ سے آرائش کرتی ہے اور ایک امر خارج سے خوبصورتی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ﴾ اور بحث اور جھگڑے کے وقت جو اس چیز کا موجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات کو واضح کر سکے۔ ﴿غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾ تو وہ اپنی بات کو واضح اور اپنے ما فی الضمیر کو کھول کر بیان نہیں کر سکتی تو یہ مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کی طرف کیونکر منسوب کرتے ہیں؟

(۶) انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں قرار دے دیا۔ پس اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے بارے میں جسارت کی، انہوں نے ان کو بندگی اور اطاعت کے مرتبے سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بعض صفات میں مشارکت کے مرتبے پر فائز کر دیا۔ پھر ان کو مذکر کے مرتبے سے نیچے مؤنث کے مرتبے پر لے آئے، پس پاک ہے وہ ذات ہے جس نے ان لوگوں کے تناقض کو ظاہر کر دیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اس کے رسولوں کے ساتھ عناد رکھا۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کے ذریعے سے ان کے دعوے کا رد کیا کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق فرمایا، پس وہ کسی ایسے معاملے میں کیسے بات کرتے ہیں جس کے بارے میں

سب کو معلوم ہے کہ اس ضمن میں ان کے پاس کوئی علم نہیں۔ ان سے اس شہادت کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا، اس شہادت کو ان پر لازم کر دیا جائے گا اور اس پر ان کو سزا دی جائے گی۔

﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم﴾ ”اور کہتے ہیں اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔“ فرشتوں کی عبادت کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بنایا۔ مشرکین ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بناتے چلے آئے ہیں۔ یہ عقلی اور شرعی طور پر فی نفسہ باطل دلیل ہے۔ کوئی عقل مند شخص تقدیر کی دلیل کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کسی حالت میں اس راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ رہا شرعی طور پر مشیت الٰہی کو دلیل بنانا تو اللہ تعالیٰ نے مشیت کی دلیل کو باطل ٹھہرا دیا ہے۔ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے سوا کسی نے مشیت الٰہی کو دلیل نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قائم کر دی ہے۔ اب بندوں کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔

بنابریں فرمایا: ﴿مَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ ”ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ محض اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔“ جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ شب کو اونٹنی کی مانند ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔ ﴿أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ﴾ ”کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے سند پکڑتے ہیں؟“ یعنی جو ان کے افعال کی صحت اور اقوال کی صداقت کے بارے میں خبر دیتی ہو مگر معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے سوا اور کوئی ڈرانے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ جب عقل و نقل سے دونوں امور کی نفی ثابت ہو گئی، تب وہاں باطل کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔

ہاں، ایک شبہ باقی ہے جو کمزور ترین شبہ ہے اور وہ ہے اپنے گمراہ آباء و اجداد کی تقلید جس کی وجہ سے یہ کافر اللہ کے رسولوں کی دعوت کو ٹھکراتے رہے ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ﴾ ”بلکہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے۔“ یعنی ایک دین اور ملت پر ﴿وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ﴾ ”اور ہم انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔“ اس لئے ہم اس چیز کی پیروی نہیں کریں گے جو محمد (ﷺ) لے کر آئے ہیں۔ ﴿وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا﴾ ”اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت دینے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا۔“ یعنی بستی کے وہ لوگ جو نعمتوں سے نوازے گئے تھے اور وہ اشراف جن کو دنیا نے سرکش اور مال و دولت نے مغرور بنا دیا تھا اور وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے تھے: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ ”ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی اقتدا کر رہے ہیں۔“ پس ان لوگوں کا یہ رویہ کوئی نئی چیز ہے نہ یہ پہلے لوگ ہی ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہو۔ ان گمراہ مشرکین کا

اپنے آباء واجداد کی تقلید کو دلیل بنانے کا مقصد حق اور ہدایت کی اتباع نہیں بلکہ یہ تو محض تعصب ہے جس کا مقصد اپنے باطل موقف کی تائید ونصرت ہے۔ بنابریں ہر رسول نے، ایسے لوگوں سے جنھوں نے اس باطل شبہ کی بنا پر اس کی مخالفت کی، کہا ہے: ﴿ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ﴾ ''اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا دین لاؤں کہ جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہ اس سے کہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔'' یعنی کیا تم ہدایت کی خاطر میری پیروی کرو گے؟ ﴿ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''انھوں نے کہا: جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ حق اور ہدایت کی اتباع نہ تھا۔ ان کا مقصد تو صرف باطل اور خواہشات نفس کی پیروی تھا۔ ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ﴾ پس اس باطل شبہے کی بنیاد پر ان کے حق کی تکذیب کرنے اور اس کو ٹھکرانے کا ہم نے ان سے انتقام لیا۔ ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''تو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' پس ان لوگوں کو اپنی تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے: بلاشبہ میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنکی تم عبادت کرتے ہو○ سوائے اس (اللہ) کے جس نے

فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ

پیدا کیا مجھے پس بیشک وہ عنقریب رہنمائی کریگا میری○ اور کر دیا اس (کلمۂ توحید) کو ایک کلمہ باقی رہنے والا اپنی اولاد میں تاکہ وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ

رجوع کریں○ بلکہ فائدہ پہنچایا میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ آیا ان کے پاس حق اور رسول

مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا

کھول کر بیان کرنیوالا○ اور جب آیا انکے پاس حق تو کہا انھوں نے یہ تو جادو ہے اور بلاشبہ ہم اسکے ساتھ کفر کرنیوالے ہیں○ اور انھوں نے کہا:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ

کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن کسی آدمی پر ان دونوں شہروں میں سے، جو بڑا ہو○ کیا وہ تقسیم کرتے ہیں رحمت

رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

آپ کے رب کی؟ ہم نے ہی تقسیم کی ہے ان کے درمیان ان کی روزی زندگانی دنیا میں اور بلند کیا ہم نے ان کے بعض کو

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ

اوپر بعض کے درجوں میں، تاکہ بنائے ان کا بعض، بعض کو خدمت گار اور رحمت

رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾

آپ کے رب کی بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن سے یہ مشرکین اور اہل کتاب اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اس زعم باطل میں مبتلا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چل رہا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جو ان کی ذریت کو وراثت میں ملا ہے خبر دی ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ ﴾ ''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا۔'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ دوسرے معبود بنا لئے تھے، وہ ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ﴿ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴾ ''جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو، بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔'' یعنی میں اس خودساختہ معبود سے جس کی تم عبادت کرتے ہو، سخت نفرت کرتا ہوں اور اس کی عبادت کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں اور ان سے دور رہتا ہوں۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ﴾ ''ہاں جس نے مجھے پیدا کیا۔'' پس میں اسی کو اپنا سرپرست بناتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ حق کے علم و عمل کے راستے میں میری راہ نمائی فرمائے گا اور جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا اور ان امور کے ذریعے سے میری تدبیر کی جو میرے بدن اور میری دنیا کے لئے درست ہیں اسی طرح ﴿ سَيَهْدِيْنِ ﴾ وہ ان امور میں بھی میری راہ نمائی فرمائے گا جو میرے دین اور میری آخرت کے لئے درست ہیں۔ ﴿ وَجَعَلَهَا ﴾ ''اور اس کو کیا۔'' یعنی اس خصلتِ حمیدہ کو جو تمام خصائل کی اساس ہے اور وہ ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرنا اور غیر اللہ کی عبادت سے براءت اور بیزاری کا اظہار کرنا ﴿ كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ ''باقی رہنے والی بات اس کے پیچھے آنے والوں میں۔'' یعنی آپ کی ذریت میں ﴿ لَعَلَّهُمْ ﴾ تاکہ وہ اس کی طرف ﴿ يَرْجِعُوْنَ ﴾ ''رجوع کریں۔'' کیونکہ اس کلمے کا آپ کی طرف منسوب ہونا شہرت رکھتا ہے، نیز اس بنا پر کہ آپ نے اپنی اولاد کو اس کلمۂ اخلاص کی وصیت کی اور آپ کی اولاد میں سے بعض جیسے اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے بعض دوسرے نسبی بیٹوں کو اسی کلمۂ اخلاص کی وصیت کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۳۰-۱۳۳) اور ملت ابراہیم سے کون روگردانی کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو بے وقوفی میں مبتلا کر رکھا ہو۔ بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور آخرت میں بھی وہ صالح لوگوں سے ہوں گے۔ جب اس کے رب نے اس سے فرمایا: فرمانبردار بن جاؤ تو اس نے (فوراً) کہا: میں جہانوں کے رب کا فرمانبردار ہوں۔ ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو

اسی کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت آیا؟ تو (اس وقت) انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اسی ایک اللہ کی بندگی کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا اللہ ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔'' یہ کلمۂ اخلاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ موجود رہا ہے یہاں تک کہ خوشحالی اور سرکشی ان پر غالب آ گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ﴾ میں نے ان کو اور ان کے آباء واجداد کو مختلف انواع کی شہوات سے متمتع ہونے دیا یہاں تک کہ یہی شہوات ان کا مطمح نظر اور ان کا مقصد بن گئیں، ان کے دلوں میں ان شہوات کی محبت پھلتی پھولتی رہی حتی کہ ان کی صفات اور بنیادی عقائد بن گئیں۔ ﴿حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''حتیٰ کہ ان کے پاس حق پہنچ گیا۔'' جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ ﴿وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور صاف صاف سنانے والا رسول۔'' یعنی آپ کی رسالت واضح تھی آپ کے اخلاق و معجزات سے آپ کی رسالت پر واضح اور نمایاں دلائل قائم ہوئے جو آپ لے کر مبعوث ہوئے اور انبیاء و مرسلین نے آپ کی تصدیق کی اور خود آپ کی دعوت سے بھی آپ کی رسالت پر دلائل قائم ہوتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''اور جب ان کے پاس حق پہنچ گیا۔'' جو اس شخص پر جس میں ادنیٰ سا دین اور عقل ہے واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔'' اور یہ سب سے بڑا عناد اور سب سے بڑی مخالفت ہے۔ پھر انہوں نے مجرد انکار اور روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ پس وہ اس وقت تک راضی نہ ہوئے جب تک کہ انہوں نے اس میں جرح و قدح نہ کی اور اسے جادو قرار نہ دے دیا جسے بدترین لوگ اور سب سے بڑے افترا پرداز ہی پیش کرتے ہیں اور جس چیز نے ان کو اس رویے پر ابھارا وہ ہے ان کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ کا ان کو اور ان کے آباء کو سامان زیست سے نوازنا۔

﴿وَقَالُوْا﴾ یعنی انہوں نے اپنی عقلِ فاسد کے مطابق اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ ''یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ کیا گیا؟'' جو مکہ اور طائف کے لوگوں کے ہاں معظم اور معزز ہوتا اور وہ شخص ہوتا جو ان کے ہاں سردار شمار ہوتا ہے، مثلاً: ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ یعنی کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانچی ہیں اور ان کے ہاتھ میں اس کی رحمت کی تدبیر ہے کہ جس کو چاہیں نبوت اور رسالت عطا کر دیں اور جس کو چاہیں اس سے محروم کر دیں؟ ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي

﴿الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ ''ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کیا، اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔'' یعنی اس دنیاوی زندگی میں ﴿وَ﴾ ''اور'' حال یہ ہے کہ ﴿رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''آپ کے رب کی رحمت اس (دنیا) سے بہتر ہے جو یہ اکٹھی کر رہے ہیں۔''

جب بندوں کی معیشت اور ان کا دنیاوی رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہی اسے اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کرتا ہے، اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جس کو چاہتا ہے اس کے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے تو اس کی رحمت دینی جس میں سب سے اعلیٰ و افضل چیز نبوت اور رسالت ہے، اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو۔ پس اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت سے کسے سرفراز فرمائے۔

پس معلوم ہوا کہ کفار کا اعتراض لغو اور ساقط ہے۔ تمام دینی اور دنیاوی معاملات کی تدبیر اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ یہ ان کے اعتراض کی غلطی پر توجہ دلانا ہے جو ان کے اختیار میں نہیں، یہ تو محض ان کا ظلم اور حق کو ٹھکرانا ہے۔ رہا ان کا یہ کہنا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ اگر وہ لوگوں کے حقائق اور انسانی صفات کی معرفت رکھتے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں انسان کی بلند قدر و منزلت اور عظمت کا اندازہ کیا جاتا ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ لوگوں میں عظیم ترین قدر و منزلت کے حامل، فخر میں سب سے اعلیٰ، عقل میں سب سے کامل، علم میں سب سے بڑھ کر، رائے اور عزم و حزم میں جلیل ترین، اخلاق میں بہترین، آپ کی رحمت کا دامن وسیع ترین، سب سے زیادہ شفقت رکھنے والے، سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور سب سے زیادہ متقی ہیں۔ آپ دائرۂ کمال کے مرکز اور انسانی اوصاف کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہیں، آگاہ رہو! کہ علی الاطلاق آپ ہی مرد کائنات ہیں۔

اس بات کو آپ کے دوست اور دشمن سب جانتے ہیں، پس یہ مشرکین آپ پر کسی شخص کو کیوں کر فضیلت دے رہے ہیں جس میں ذرہ بھر یہ کمالات نہیں؟ اور اس کے جرم و حماقت کی انتہا یہ ہے کہ اس نے صنم، پتھر اور درخت کو اپنا معبود بنا لیا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے، مصائب و حاجات میں اس کو پکارتا اور اس کا قرب حاصل کرتا ہے جو اس کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، وہ کچھ عطا کر سکتا ہے نہ کسی چیز سے محروم کر سکتا ہے وہ سراسر اپنے مالک (عابد) پر بوجھ ہے اور کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کے مصالح کی دیکھ بھال کرے۔ کیا یہ بیوقوفوں اور پاگلوں کا فعل نہیں؟ ایسے شخص کو کیوں کر عظیم قرار دیا جا سکتا ہے؟ یا خاتم المرسلین اور بنی آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کیوں کر فضیلت دی جاتی ہے؟ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے سمجھتے ہی نہیں۔

اس آیت کریمہ میں بندوں کی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فضیلت میں پنہاں اس کی

حکمت کی طرف اشارہ ہے ﴿ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ ''تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔'' یعنی تا کہ وہ کاموں اور صنعت وحرفت میں ایک دوسرے سے خدمت لیں، اگر مال کے لحاظ سے تمام لوگ برابر ہوتے تو وہ ایک دوسرے کے محتاج نہ رہتے اور اس طرح ان کے بہت سے مصالح اور منافع معطل ہو کر رہ جاتے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ دینی نعمت دنیاوی نعمت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ (یونس: ۱۰/ ۵۸) ''کہہ دیجیے کہ یہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے، اسی پر ان کو خوش ہونا چاہیے یہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ جمع کرتے ہیں۔''

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ

اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ ہو جائیں گے لوگ ایک ہی گروہ (متفق کفر پر) تو بنا دیتے ہم ان لوگوں کیلئے جو کفر کرتے ہیں ساتھ رحمٰن کے (یعنی) انکے گھروں کیلئے

سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

چھتیں چاندی سے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ اوپر چڑھتے ○ اور ان کے گھروں کے لئے دروازے اور تخت بھی جن پر

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ○ اور سونے کے بھی، اور نہیں ہے سب کچھ یہ مگر سامان زندگانی دنیا کا

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور آخرت تو آپ کے رب کے نزدیک پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، اگر اپنے بندوں پر اس کا لطف و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی جس کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے تو ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا، دنیا کو بہت زیادہ کشادہ کر دیتا اور بنا دیتا ﴿ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ ﴾ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں بھی چاندی کی ﴿ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴾ جس کے ذریعے سے وہ اپنی چھتوں پر چڑھتے ہیں۔ ﴿ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴾ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت، جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، سب چاندی کے ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے بنا دیتا ﴿ زُخْرُفًا ﴾ ''سونا'' یعنی مختلف انواع کی خوبصورتی کے ذریعے سے ان کی دنیا کو آراستہ کر دیتا اور انہیں وہ سب کچھ عطا کر دیتا جو وہ چاہتے۔ مگر بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ کہیں وہ دنیا کی محبت کے باعث کفر اور کثرت معاصی میں ایک دوسرے پر سبقت نہ کرنے لگیں۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مصالح کی خاطر، ان کو عام طور پر یا خاص

طور پر، بعض دنیاوی امور سے محروم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے ایک پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔ مذکورہ بالا تمام چیزیں دنیاوی زندگی کی متاع ہیں جو تکدر کی حامل اور فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کے ذریعے سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں کیونکہ آخرت کی نعمتیں ہر لحاظ سے کامل ہیں۔ جنت میں ہر وہ چیز مہیا ہوگی جسے نفس چاہتے ہیں، آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں گھروں کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے!

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ

اور جو اندھا ہو جائے (تغافل کرلے) رحمٰن کے ذکر سے تو مقرر کر دیتے ہیں ہم اس کیلئے ایک شیطان کو پس وہ اسکا ہم نشین ہو جاتا ہے ○ اور بلاشبہ وہ

لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا

البتہ روکتے ہیں انکو سیدھے راستے سے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پر چلنے والے ہیں ○ یہاں تک کہ جب آئیگا وہ ہمارے پاس

قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ

تو کہے گا: اے کاش! ہوتی میرے اور تیرے درمیان دوری مشرق اور مغرب کی، پس بہت برا ہے ہم نشین ○ اور ہرگز نہ نفع دیگی تمھیں

الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

آج، جب کہ ظلم کیا تم نے، یہ بات کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو ○

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے سخت سزا کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَعْشُ﴾ یعنی جو منہ موڑتا ہے ﴿عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ "رحمان کے ذکر سے" جو قرآن عظیم ہے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمان نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے۔ جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس رحمت سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دے، وہ خائب و خاسر ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایک سرکش شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے، وہ اس کے ساتھ جھوٹے وعدے کرتا ہے، اسے امیدیں دلاتا ہے اور اسے گناہوں پر ابھارتا ہے۔

﴿وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ یعنی وہ انہیں صراط مستقیم اور دین قویم سے روکتے ہیں ﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ شیطان کے باطل کو مزین کرنے، اسے خوبصورت بنا کر پیش کرنے اور اپنے اعراض کے باعث وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں۔ پس دونوں برائیاں اکٹھی ہو گئیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ آیا اس شخص کے لئے کوئی عذر ہے جو اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتا ہے، حالانکہ وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس شخص اور اس قسم کے دیگر لوگوں کے لئے کوئی عذر نہیں جن کی جہالت کا

مصدر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی ہے، باوجودیکہ وہ ہدایت حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے قدرت رکھنے کے باوجود ہدایت سے منہ موڑا اور باطل کی طرف راغب ہوئے، اس لئے یہ گناہ ان کا گناہ اور یہ جرم ان کا جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کرنے والے کا، اپنے ساتھی کی معیت میں یہ حال تو دنیا کے اندر ہے اور وہ گمراہی، بدراہی اور حقائق کو بدلنے کا جرم ہے۔ رہا اس کا وہ حال جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو وہ بدترین حال ہوگا، ندامت، حسرت اور حزن و غم کا حال ہوگا جو اس کی مصیبت کی تلافی کر سکے گا نہ اس کے ساتھی سے نجات دلا سکے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ ”حتی کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا: اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، پس تو برا ساتھی ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۷-۲۹) ”اور اس روز جب ظالم اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور حسرت سے کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، ذکر (یعنی قرآن) کے آجانے کے بعد، اس نے مجھے گمراہ کر ڈالا اور شیطان تو انسان کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔“

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ قیامت کے روز تمہارا اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ عذاب میں اشتراک تمہارے کسی کام نہ آئے گا، چونکہ تم ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے اس لئے اس عذاب میں بھی ایک دوسرے کے ساتھی ہو۔ مصیبت میں تسلی بھی تمہارے کوئی کام نہ آئے گی۔ کیونکہ جب دنیا میں مصیبت واقع ہوتی ہے اور مصیبت زدگان اس میں مشترک ہو جاتے ہیں اور ساتھی بن جاتے ہیں تو ان کی مصیبت قدرے ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہیں۔ آخرت کی مصیبت میں تو ہر قسم کی عقوبت جمع ہوگی، اس میں ادنیٰ سی راحت بھی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دنیاوی راحت بھی نہ ہوگی۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں تو ہمیں اپنی رحمت سے راحت عطا کرنا۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا

کیا پس آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو یا راہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو اور (ان کو) جو ہیں صریح گمراہی میں؟ ○ پس اگر

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ

ہم لے جائیں آپکو (دنیا سے) تو بیشک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ○ یا دکھا دیں ہم آپکو وہ (عذاب) جسکا وعدہ کیا ہے ہم نے ان سے تو بلاشبہ ہم ان پر

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ

قدرت رکھنے والے ہیں○ پس آپ مضبوطی سے تھام لیں اس چیز کو جو وحی کی گئی آپکی طرف بلاشبہ آپ اوپر سیدھے راستے کے ہیں○ اور بلاشبہ وہ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

البتہ ایک نصیحت ہے آپ کیلئے اور آپکی قوم کیلئے اور عنقریب تم سوال کیے جاؤ گے○ اور پوچھیے (ان سے) جن کو ہم نے بھیجا آپ سے پہلے

مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

اپنے رسولوں میں سے، کیا بنائے ہم نے سوائے رحمٰن کے کوئی اور معبود کہ وہ پوجے جائیں؟○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل تکذیب کے ایمان نہ لانے اور آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنے پر تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے، نیز واضح فرماتا ہے کہ ان میں کوئی بھلائی ہے نہ پاکیزگی جو انہیں ہدایت کی طرف بلائے۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ﴾ ”کیا آپ بہرے کو سنا سکتے ہیں۔“ جو سنتے نہیں ﴿اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ﴾ ”یا اندھے کو راستہ دکھا سکتے ہیں؟“ جو دیکھتے نہیں یا کیا آپ اس شخص کی راہ نمائی کر سکتے ہیں ﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ جو واضح گمراہی میں مبتلا ہے؟ کیونکہ وہ اپنی گمراہی اور اس کے بارے میں اپنی پسندیدگی کو خوب جانتا ہے۔ پس جس طرح بہرہ آوازوں کو نہیں سن سکتا اور اندھا دیکھ نہیں سکتا اسی طرح گمراہ شخص جو واضح گمراہی میں مبتلا ہے، ہدایت نہیں پا سکتا۔

قرآن سے ان کی روگردانی کی بنا پر ان کی فطرت اور عقل فاسد ہو گئی اور انہوں نے عقائد فاسدہ گھڑ لئے اور ان میں صفات خبیثہ پیدا ہو گئیں جو انہیں ایمان لانے سے روکتی ہیں اور ان کے اور ہدایت کے درمیان حائل ہیں اور ان کی تباہی میں اضافے کی موجب ہیں۔ اب ان لوگوں کے لئے عذاب اور سزا کے سوا کچھ باقی نہیں اور یہ عذاب انہیں دنیا ہی میں دے دیا جائے گا یا آخرت میں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ یعنی ہم نے ان کے ساتھ جس عذاب کا وعدہ کیا ہے، آپ کو وہ عذاب دکھانے سے پہلے اگر آپ کو اٹھا لیں تو ہماری سچی خبر کی بنا پر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ان سے انتقام لیں گے۔ ﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ﴾ ”یا تمہیں دکھا دیں (وہ عذاب) جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔“ ﴿فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ ”پس بے شک ہم ان پر قابو رکھتے ہیں۔“ مگر اس عذاب کی تعجیل وتاخیر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے پر موقوف ہے۔

یہ ہے آپ کا حال اور ان مکذبین کا حال، پس آپ ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ﴾ اپنے افعال میں اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور ان صفات سے متصف ہوں جن سے متصف ہونے کا آپ کو یہ وحی حکم دیتی ہے۔ اس کی طرف دعوت دیں، اس کو اپنی ذات اور دوسروں پر نافذ کرنے کی

خواہش رکھیں۔ ﴿ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو آپ پر اس سے تمسک کرنے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کو اور زیادہ واجب کرتی ہے۔ جب آپ جانتے ہیں کہ یہ حق، عدل اور سچائی ہے تو آپ اسی اصلِ اصیل پر قائم رہیں جبکہ دوسرے لوگوں نے شرک، اوہام اور ظلم و جور کو بنیاد بنا رکھا ہے۔

﴿ وَإِنَّهُ ﴾ یعنی یہ قرآن کریم ﴿ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ﴾ ''تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ذکر (نصیحت) ہے۔'' تم لوگوں کے لئے فخر، منقبتِ جلیلہ اور ایسی نعمت ہے جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کے وصف کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے، نیز یہ قرآن تمہارے سامنے اس دنیوی اور اخروی بھلائی کو بیان کرتا ہے جس پر یہ مشتمل ہے اور تمہیں اس کی ترغیب دیتا ہے اور تمہیں برائی کے بارے میں بتاتا اور اس سے ڈراتا ہے ﴿ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴾ ''اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔'' اس کے بارے میں کہ آیا تم نے اس کو قائم کر کے رفعت حاصل کی اور اس سے فائدہ اٹھایا، یا تم نے اس کو قائم نہیں کیا تو یہ تمہارے خلاف حجت ہو اور تمہاری طرف سے اس نعمت کی ناسپاسی گردانی جائے؟

﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ ﴾

''اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟'' یہاں تک کہ وہ اِلٰہ مشرکین کے لئے ایک قسم کی حجت بن جاتے جس میں وہ انبیاء و مرسلین میں سے کسی کی اتباع کرتے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں اور انبیاء و مرسلین کے احوال کی خبر دریافت کریں تو آپ ایک بھی ایسا رسول نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو معبود بنا لینے کی دعوت دیتا ہو، آپ دیکھیں گے اول سے لے کر آخر تک تمام انبیاء اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ (النحل: ١٦/٣٦) ''اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں دعوت دیتا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔'' ہر رسول نے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اپنی قوم سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ مشرکین کے پاس اپنے شرک پر کوئی دلیل نہیں، عقل صحیح کی رو سے نہ رسولوں کی تعلیمات میں سے نقل صحیح کی رو سے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِي۟هِۦ فَقَالَ إِنِّى رَسُولُ رَبِّ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں کے فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف پس موسیٰ نے کہا: بیشک میں رسول ہوں رب

ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُم بِـَٔايَٰتِنَآ إِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيهِم مِّنْ ءَايَةٍ

العالمین کا ○ پس جب آیا وہ انکے پاس ساتھ ہماری نشانیوں کے تو یکایک وہ انکی بابت (مذاق سے) ہنستے تھے ○ اور نہیں دکھاتے تھے ہم انکو کوئی نشانی

اِلَّا هِیَ اَکۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۫ وَ اَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوۡا

مگر وہ زیادہ بڑی ہوتی تھی اس جیسی (پہلی نشانی) سے اور پکڑا ہم نے انکو ساتھ عذاب کے تاکہ وہ رجوع کریں ○ اور کہا انہوں نے:

یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَکَ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا کَشَفۡنَا

اے جادوگر! دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے ساتھ اس (عہد) کے جو عہد کیا ہے اس نے تجھ سے بیشک ہم ضرور ہدایت پانیوالے ہیں ○ پس جب ہٹا لیتے ہم

عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ یَنۡکُثُوۡنَ ﴿۵۰﴾ وَ نَادٰی فِرۡعَوۡنُ فِیۡ قَوۡمِهٖ قَالَ یٰقَوۡمِ اَلَیۡسَ

ان سے عذاب تو اسی وقت وہ عہد توڑ دیتے ○ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں (اور) کہا: اے میری قوم! کیا نہیں ہے

لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ وَ هٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿ؕ۵۱﴾ اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ

میرے لئے بادشاہی مصر کی اور یہ نہریں جو چلتی ہیں میرے (محل کے) نیچے سے؟ کیا پس نہیں دیکھتے تم؟ ○ بلکہ میں بہتر ہوں

مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ۬ۙ وَّ لَا یَکَادُ یُبِیۡنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوۡ لَاۤ اُلۡقِیَ عَلَیۡهِ اَسۡوِرَةٌ

اس (موسیٰ) سے کہ جو ایک کم تر ہے اور نہیں قریب کہ وہ واضح بات کر سکے ○ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن

مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِکَةُ مُقۡتَرِنِیۡنَ ﴿۵۳﴾ فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ

سونے کے یا آتے اسکے ساتھ فرشتے جمع ہو کر ○ پس ہلکا کر دیا اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو سو انہوں نے اطاعت کی اس کی

اِنَّهُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۙ۵۵﴾

بلاشبہ تھے وہی لوگ نافرمانی کرنیوالے ○ پس جب غصہ دلایا انہوں نے ہمیں تو بدلہ لیا ہم نے ان سے اور غرق کر دیا ہم نے ان سب کو ○

فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ ع

پس کر دیا ہم نے ان کو گئے گزرے اور (عبرت کی) مثال پچھلوں کے لئے ○

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً یُّعۡبَدُوۡنَ ﴾ (الزخرف: 45/43) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت کا ذکر فرمایا جو انبیاء و مرسلین کی دعوت میں سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے، نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا سب سے زیادہ ذکر کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان کیا، فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نشانیاں دے کر بھیجا۔'' جو قطعی طور پر دلالت کرتی ہیں کہ جو چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ صحیح ہے، مثلاً عصا، سانپ، ٹڈی دل بھیجنا، جوئیں پڑنا اور دیگر تمام آیات اور معجزات وغیرہ۔ ﴿ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو اس نے کہا: میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔'' سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اپنے رب کے اقرار کی دعوت دی اور انہیں غیر اللہ کی عبادت سے روکا۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا یَضۡحَکُوۡنَ ﴾ ''پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ نشانیوں سے مذاق کرنے لگے۔'' یعنی انہوں نے ان آیات کا انکار کر کے ان کو ٹھکرا دیا اور ظلم و تکبر سے ان کا تمسخر اڑایا۔

یہ سب کچھ آیات اور نشانیوں میں کسی کمی اور ان میں عدم وضاحت کی وجہ سے نہ تھا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَمَا نُرِيهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ﴾ ''اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے تو وہ دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہوتی۔'' یعنی بعد والی نشانیاں گزشتہ نشانیوں سے بڑی تھیں۔ ﴿ وَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ ﴾ ''اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا۔'' مثلاً: ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون جیسی مفصل نشانیوں کے ساتھ ہم نے ان کو پکڑا۔ ﴿ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴾ شاید کہ وہ اسلام کی طرف لوٹیں اور اس کی اطاعت کریں تاکہ ان کا شرک اور شر زائل ہو۔

﴿ وَقَالُوۡا ﴾ یعنی ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: ﴿ يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ﴾ ''اے جادوگر!'' اس سے ان کی مراد موسیٰ علیہ السلام تھے ان کا یہ طرز خطاب یا تو استہزاء و تمسخر کے باب سے تھا یا یہ خطاب ان کے ہاں مدح تھا۔ پس انہوں نے عاجز آ کر موسیٰ علیہ السلام کو ایسے خطاب کے ساتھ مخاطب کیا جس کے ساتھ وہ ایسے لوگوں کو خطاب کرتے تھے جن کو وہ اہل علم سمجھتے تھے۔ یعنی جادوگروں کو۔ پس وہ کہنے لگے: ﴿ يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ﴾ ''اے جادوگر! اس عہد کے مطابق جو تیرے رب نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے دعا کر۔'' یعنی جس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تجھے خصوصیت بخشی اور فضائل و مناقب عطا کئے اس کے ذریعے سے دعا کر کہ اللہ ہم سے عذاب کو دور کر دے۔ ﴿ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴾ اگر اللہ نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم راہِ راست اختیار کر لیں گے۔

﴿ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ﴾ ''پس جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو انہوں نے قول و قرار توڑ دیا۔'' یعنی انہوں نے جو عہد کیا تھا اسے پورا نہ کیا بلکہ عہد کو توڑ ڈالا اور اپنے کفر پر جمے رہے۔ ان کا یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيۡهِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا يٰمُوۡسَى ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ لَئِنۡ كَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرۡسِلَنَّ مَعَكَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الرِّجۡزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۱۳۳/۷-۱۳۵) ''پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ان پر ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک بھیجے اور ان پر خون برسایا یہ سب الگ الگ نشانیاں دکھائیں مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور جب کبھی ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! تجھ سے تیرے رب نے وعدہ کیا ہے اس بنا پر ہمارے لئے دعا مانگ اگر تو ہم سے عذاب ہٹا دے تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ جب ہم نے ان سے عذاب کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے، جس کو وہ پہنچنے والے تھے، ٹال دیا تو وہ اپنے عہد سے پھر گئے۔''

﴿ وَنَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ ﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا:'' یعنی اپنے باطل موقف کی بنا پر تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا، اس کے اقتدار نے اس کو فریب میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کے مال اور لشکروں نے اس کو

سرکش بنا دیا تھا۔ ﴿ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ ﴾ یعنی اے میری قوم! کیا میں ملکِ مصر کا مالک اور اس میں تصرف کرنے والا نہیں؟ ﴿ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ﴾ ''اور یہ نہریں میرے نیچے چلتی ہیں۔'' یعنی یہ نہریں جو دریائے نیل میں سے نکل کر محلات اور باغات میں سے ہو کر بہہ رہی ہیں۔ ﴿ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ کیا تم اس وسیع و عریض سلطنت کو دیکھتے نہیں؟ یہ اس کی بے انتہا جہالت کے سبب سے تھا کیونکہ اس نے اوصاف حمیدہ اور افعال سدیدہ کی بجائے ایسے معاملے پر فخر کا اظہار کیا جو اس کی ذات سے خارج تھا۔

﴿ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ﴾ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے، حقیر سے اس کی مراد رحمان کے کلیم اور بلند مرتبہ ہستی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ یعنی میں غالب اور قوت والا ہوں اور موسیٰ نہایت ذلیل اور حقیر، تب ہم میں سے کون بہتر ہے؟ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' بایں ہمہ ﴿ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴾ موسیٰ (علیہ السلام) اپنے مافی الضمیر کا گفتگو کے ذریعے سے اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ وہ فصیح اللسان نہیں ہے۔ مگر یہ کوئی عیب نہیں، جبکہ آپ اپنے مافی الضمیر کو واضح کر سکتے تھے اگرچہ بولنا ان کے لئے بوجھل تھا۔ پھر فرعون نے کہا: ﴿ فَلَوْ لَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ﴾ ''پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں آ پڑے۔'' کہ اس کی یہ حالت ہوتی کہ وہ کنگن اور زیور سے آراستہ ہوتا ﴿ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴾ یا فرشتے اس کے پکارنے پر، اس کی مدد کرتے اور اس کی بات کی تائید کرتے۔

﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ﴾ ''پس بے وقوف بنایا اس نے اپنی قوم کو اور وہ اس کے کہنے میں آ گئے۔'' یعنی فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی عقل کو حقیر جانا اور یوں اس نے ان کے سامنے ان شبہات کا اظہار کیا جن کا کوئی فائدہ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ شبہات حق پر دلالت کرتے تھے نہ باطل پر۔ یہ صرف کم عقل لوگوں کو متاثر کر سکتے تھے۔

مصر پر فرعون کے اقتدار اور اس کے محلات میں نہروں کے بہنے میں اس کے برحق ہونے کی کون سی دلیل ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی ثقالت، ان کے متبعین کی قلت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونے کے کنگنوں سے آراستہ نہ کرنے میں ان کی دعوت کے بطلان کی کون سی دلیل ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جو معقولات سے بے بہرہ تھے، فرعون حق یا باطل جو کچھ بھی کہتا تھا وہ بے چون و چرا اسے مان لیتے تھے۔ ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ﴾ ''درحقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ۔'' پس ان کے فسق کے سبب سے ان پر فرعون کو مسلط کر دیا گیا جو ان کے سامنے شرک اور شر کو مزین کرتا تھا۔ ﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا ﴾ یعنی جب انہوں نے اپنی بداعمالیوں کے ذریعے سے ہمیں ناراض کر دیا تو ﴿ انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴾ ''ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔'' تاکہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

اور جب بیان کی گئی ابن مریم کی مثال تو یکا یک آپکی قوم اس سے چلاتی ہے (خوشی سے) ○ اور انہوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں

أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ

یا وہ (عیسیٰ)؟ نہیں بیان کی انہوں نے آپ کیلئے یہ مثال مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو ○ نہیں ہے وہ (عیسیٰ) مگر ایک ایسا بندہ کہ

أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً

انعام کیا ہم نے اس پر اور بنا دیا ہم نے اسکو ایک نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے ○ اور اگر چاہتے ہم تو البتہ کر دیتے ہم تم میں سے فرشتے

فِى الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ

زمین میں، وہ جانشین ہوتے ○ اور بیشک وہ البتہ ایک نشانی ہے واسطے قیامت کے، پس نہ ہرگز شک کرو تم اس (کے آنے) میں اور پیروی کرو تم میری،

هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا

یہی ہے راستہ سیدھا ○ اور نہ روک دے تم کو شیطان، بلاشبہ وہ تمہارا دشمن ہے صریح ○ اور جب

جَآءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِى

آیا عیسیٰ ساتھ واضح دلائل کے تو اس نے کہا: تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ حکمت کے اور تاکہ واضح کروں میں تمہارے لیے بعض وہ باتیں

تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ

کہ اختلاف کرتے ہو تم اس میں پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ بلاشبہ اللہ وہ رب ہے میرا اور رب ہے تمہارا پس تم (سب) اسی کی عبادت کرو،

هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنۢ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ

یہی ہے راستہ سیدھا ○ پس (ایک دوسرے سے) اختلاف کیا گروہوں نے (جو پیدا ہوئے) انکے درمیان ہی میں سے، پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے

ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

جنہوں نے ظلم کیا، عذاب سے ایک دردناک دن کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ ''اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی۔'' یعنی جب ابن مریم کی عبادت سے منع کیا گیا اور اس کی عبادت کو بتوں کی عبادت قرار دیا گیا۔ ﴿إِذَا قَوْمُكَ﴾ ''تو آپ کی قوم کے لوگ۔'' جو آپ کو جھٹلانے والے ہیں ﴿مِنْهُ﴾ یعنی اس ضرب المثل کی وجہ سے ﴿يَصِدُّونَ﴾ آپ کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں، چیختے چلاتے اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دلیل کے ذریعے سے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ﴿وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ﴾ ''اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ؟'' یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ تمام خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے اور ان سب کو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں، وعید میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نازل ہوا ہے: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَٰرِدُونَ﴾ (الأنبيــاء: ۲۱/۹۸) ''بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو،

سب جہنم کا ایندھن ہو اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔'' ان کی اس بے موقع دلیل کی توجیہ یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اے محمد! (ﷺ) تمہارے نزدیک اور ہمارے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان مقرب بندوں میں سے ہیں جن کا انجام بہت اچھا ہے، پھر تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے معبودوں کو ان کی عبادت کی ممانعت میں برابر کیوں کر قرار دے دیا؟ اگر تیری دلیل باطل نہ ہوتی تو اس میں کوئی تناقض نہ ہوتا۔ اور تو نے یہ کیوں کہا: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾ (الأنبياء: ٩٨/٢١) ان کے زعم کے مطابق یہ حکم عیسیٰ علیہ السلام اور تمام بتوں کو شامل ہے، تب کیا یہ تناقض نہیں؟ اور دلیل کا تناقض دلیل کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔

یہ بعید ترین دلیل ہے جس کے ذریعے سے لوگ اس شبہے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس پر یہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شور مچا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے ہیں، حالانکہ شبہ۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ۔ کمزور ترین اور باطل ترین شبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور بتوں کی عبادت کی ممانعت کو مساوی قرار دیا ہے اور چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے، انبیاء و مرسلین اور دیگر کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کی ممانعت کے مساوی ہونے میں کون سا شبہ ہے؟

اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی عبادت اور بتوں کی عبادت کی حرمت میں کوئی فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت تو وہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ''وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا ہے۔'' یعنی ہم نے انہیں نبوت و حکمت اور علم و عمل کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے انہیں ایک نمونہ بنا دیا۔'' ان کے ذریعے سے بنی اسرائیل نے اس حقیقت کی معرفت حاصل کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر بھی وجود میں لانے کی قدرت رکھتا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾ (الأنبياء: ٩٨/٢١) تو اس کا جواب تین طرح سے دیا جاتا ہے۔

اوّل: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ میں ﴿مَا﴾ غیر ذی عقل کے لئے استعمال ہوا ہے، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام داخل نہیں ہیں۔

ثانی: یہ خطاب مکہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے مشرکین سے ہے جو بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

ثالث: اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا

﴿مُبْعَدُوْنَ﴾ (الأنبیاء: ۲۱/ ۱۰۱) ”بے شک وہ لوگ جن کے لئے پہلے ہی سے ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔“ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ اس آیت کریمہ میں داخل ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ یعنی اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتوں کو مقرر کر دیتے جو زمین میں تمہاری جانشینی کرتے اور زمین میں رہتے حتی کہ ہم فرشتوں کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجتے۔ اے نوع بشری! تم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ فرشتوں کو رسول بنا کر تمہاری طرف مبعوث کیا جائے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جس سے سیکھنے کی تم طاقت رکھتے ہو۔ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ”اور بے شک وہ قیامت کی نشانی ہیں۔“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود قیامت کی دلیل ہے۔ وہ ہستی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لانے پر قادر ہے، وہ مُردوں کو ان کی قبروں میں سے دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت بھی رکھتی ہے یا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور ان کا نزول قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ ﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ یعنی قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں شک نہ کرو، اس کے بارے میں شک کرنا کفر ہے ﴿وَاتَّبِعُوْنِ﴾ اور جو میں نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے روکا ہے اس سے اجتناب کرو۔ ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ”یہی سیدھا راستہ ہے۔“ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ ﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ﴾ اور شیطان تمہیں اس چیز سے نہ روک دے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک شیطان ﴿لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ ”تمہارا دشمن ہے۔“ وہ تمہیں گمراہ کرنے پر حریص ہے اور اس بارے میں وہ پوری جدوجہد کر رہا ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ﴾ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ دلائل لے کر آئے جو ان کی نبوت کی صداقت اور ان کی دعوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتے تھے، مثلاً: مُردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور برص زدہ کو شفایاب کرنا اور دیگر معجزات ﴿قَالَ﴾ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ﴿قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ﴾ میں تمہارے پاس نبوت اور ان امور کا علم لے کر آیا ہوں جس کا علم تمہیں ہونا چاہیے اور اس طریقے سے ہونا چاہیے جو مناسب ہے۔ ﴿وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ﴾ یعنی تاکہ میں تمہارے سامنے تمہارے اختلافات میں راہ صواب اور جواب واضح کر دوں اور اس طرح تمہارے شکوک و شبہات زائل ہو جائیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی اور احکام تورات کی تکمیل کے لئے تشریف لائے، آپ بعض آسانیاں لے کر آئے جو آپ کی اطاعت اور آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی موجب تھیں۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴾ ''پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو، مجھ پر ایمان لاؤ، میری تصدیق اور میری اطاعت کرو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ ''یقیناً اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی، لہٰذا اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔'' اس آیت کریمہ میں توحید ربوبیت کا اقرار ہے، اللہ تعالیٰ مختلف انواع کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی تربیت کرتا ہے، نیز توحید عبودیت کا اقرار ہے، یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ وہ بھی اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔ ''وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا'' نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ یہی راستہ سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ دعوت لے کر ان کے پاس آئے ﴿ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ ﴾ تو آپ کی تکذیب پر گروہ بندی کرنے والوں نے اختلاف کیا ﴿ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ﴾ ''آپس میں۔'' ان میں سے ہر گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل بات کہی اور جو کچھ آپ لے کر آئے تھے اسے رد کر دیا، سوائے مومنین کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا جنہوں نے رسالت کی گواہی دی اور ہر اس چیز کی تصدیق کی جو آپ لے کر آئے تھے اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''تو ظالموں کے لیے ہلاکت ہے، دردناک عذاب والے دن سے۔'' ظالموں کو کتنا شدید حزن و غم ہو گا، اس روز انہیں کتنے بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا!

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ

نہیں انتظار کرتے وہ مگر قیامت کا کہ آ جائے ان کے پاس اچانک، اور انہیں شعور تک نہ ہو ۝ (سب) دوست

يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَآ

اس دن، بعض ان کے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے، سوائے متقین کے ۝ اے میرے بندو! نہیں ہے کوئی خوف تم پر آج اور نہ

اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ

تم غمگین ہو گے ۝ وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ ہماری آیتوں کے اور تھے وہ فرماں بردار ۝ داخل ہو جاؤ تم جنت میں تم (خود)

وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا

اور تمہاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے (انعام و اکرام سے) ۝ دور چلایا جائے گا ان پر رکابیوں کا سونے کی اور آبخوروں کا اور اس میں

مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ

وہ ہو گا جو چاہیں گے ان کے نفس اور لذت اندوز ہوں (ان سے) آنکھیں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے ۝ اور یہ وہ جنت ہے کہ

أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾

وارث بنائے گئے ہو تم اسکے بہ سبب اسکے جو تھے تم عمل کرتے ○ تمہارے لئے اس میں پھل ہونگے بہت سے، جن میں سے تم کھاؤ گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: یہ تکذیب کرنے والے کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور کیا وہ توقع رکھتے ہیں کہ ﴿إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ''قیامت ان پر اچانک آ موجود ہو اور ان کو خبر بھی نہ ہو؟'' یعنی جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو ان لوگوں کے احوال کے بارے میں مت پوچھو جنہوں نے قیامت کی تکذیب کی، اس کا اور اس کے بارے میں آگاہ کرنے والے کا مذاق اڑایا۔ ﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ﴾ یعنی کفر، تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھنے والے قیامت کے دن ﴿بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ ''ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔'' کیونکہ دنیا میں ان کی دوستی اور محبت غیر اللہ کی خاطر تھی تو قیامت کے دن یہ دوستی، دشمنی میں بدل جائے گی۔ ﴿إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ سوائے ان لوگوں کی دوستی کے جو شرک اور معاصی سے بچتے رہے۔ پس ان کی محبت دائمی اور متصل ہوگی کیونکہ جس ہستی کی خاطر انہوں نے محبت کی اس کو دوام ہے جنت میں ان کا دوام اور خلود جو جنت کی نعمتوں کے دوام، ان میں اضافے اور عدم انقطاع کو متضمن ہے۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ﴾ وہ جنت جو کامل ترین اوصاف سے موصوف ہے ﴿الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''جس کے تم مالک بنا دیے گئے وہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں عطا کی ہے، اپنے فضل و کرم سے اس کو اعمال کی جزا قرار دیا اور اس نے اپنی رحمت سے اس میں ہر چیز عطا کر دی۔ ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ﴾ ''وہاں تمہارے لیے بہت سے پھل ہیں۔'' جیسا کہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾ (الرحمٰن: ۵۵/ ۵۲) ''ان جنتوں میں تمام پھل دو دو اقسام کے ہوں گے۔'' ﴿مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ یعنی تم ان مزے دار میووں اور لذیذ پھلوں کو چن چن کر کھاؤ گے۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عذاب کا ذکر فرمایا۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ

بلاشبہ مجرم لوگ عذاب جہنم ہی میں ہمیشہ رہیں گے ○ نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے وہ (عذاب) اور وہ اس میں

مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ

مایوس ہوں گے ○ اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن تھے وہ خود ہی ظلم کرنے والے ○ اور پکاریں گے وہ ''اے مالک!

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ

چاہیے کہ فیصلہ (موت) صادر کر دے ہم پر تیرا رب'' وہ کہے گا بیشک تم (اسی میں) ٹھہرنے والے ہو ○ البتہ تحقیق لائے ہم تمہارے پاس حق

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾

لیکن اکثر تمہارے حق کو ناپسند کرنے والے ہی تھے ○

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ جنہوں نے کفر اور تکذیب کے جرم کا ارتکاب کیا ﴿ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ﴾ وہ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، عذاب انہیں ہر جانب سے گھیر لے گا۔ ﴿ خٰلِدُوْنَ ﴾ وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس عذاب سے باہر نہیں نکلیں گے۔ ﴿ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ ﴾ ایک گھڑی کے لئے بھی انہیں عذاب سے چھٹکارا نہیں ملے گا، نہ تو عذاب ختم ہوگا اور نہ ہی اس میں نرمی ہوگی۔ ﴿ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴾ یعنی وہ ہر بھلائی سے مایوس اور ہر خوشی سے ناامید ہوں گے۔ وہ اپنے رب کو پکاریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ (المؤمنون: ۲۳/ ۱۰۷، ۱۰۸) ”اے ہمارے رب ہمیں جہنم سے نکال لے، اگر ہم نے دوبارہ گناہ کیے تو ہم ظالم ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی میں ذلیل و خوار ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔“ یہ عذابِ عظیم ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ اور اس ظلم کی پاداش ہے جو انہوں نے اپنے آپ پر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم نہیں کرتا اور نہ وہ کسی کو گناہ اور جرم کے بغیر سزا ہی دیتا ہے۔

﴿ وَنَادَوْا ﴾ ”اور وہ پکاریں گے۔“ درآں حالیکہ وہ آگ میں ہوں گے، شاید کہ انہیں کوئی آرام ملے۔ ﴿ يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ ”اے مالک! تمہارا رب ہمارا کام تمام کردے۔“ یعنی تیرا رب ہمیں موت دے دے تاکہ ہم عذاب سے آرام پائیں کیونکہ ہم شدید غم اور سخت عذاب میں مبتلا ہیں، ہم اس عذاب پر صبر کر سکتے ہیں نہ ہم میں اسے برداشت کرنے کی قوت ہے۔ ﴿ قَالَ ﴾ جب وہ جہنم کے داروغے ”مالک“ سے التماس کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ انہیں موت عطا کر دے تو مالک جواب دے گا: ﴿ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ تم جہنم ہی میں رہو گے اور اس میں سے کبھی نہیں نکلو گے۔ انہیں ان کا مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ انہیں ان کے مقصد کے بالکل الٹ جواب دیا جائے گا اور ان کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے افعالِ بد پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ ﴾ ”بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے۔“ جو اس بات کا موجب تھا کہ تم اس کی اتباع کرتے اور اگر تم نے حق کی اتباع کی ہوتی تو فوز و سعادت سے بہرہ مند ہوتے ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴾ ”لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے رہے۔“ بنابریں تم ایسی بدبختی کا شکار ہو گئے کہ اس کے بعد کوئی سعادت نہیں۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

بلکہ انہوں نے پختہ فیصلہ کیا ایک کام کا تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنیوالے ہیں ○ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نہیں سنتے بھید انکا

وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور سرگوشی کرنا ان کا؟ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس لکھتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کیا حق کی تکذیب کرنے والوں اور اس سے عناد رکھنے والوں نے کوئی تدبیر کی

ہے؟ ﴿ اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا ﴾ یعنی انہوں نے حق کے خلاف سازش کی اور حق لانے والے کے خلاف چال چلی ہے تاکہ وہ ملمع سازی سے باطل کو مزین کر کے اور دل چسپ بنا کر حق کو سرنگوں کریں۔ ﴿ فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴾ یعنی ہم بھی ایک بات کو محکم بنا رہے ہیں اور ایسی تدبیر کر رہے ہیں جو ان کی تدبیر پر غالب ہے اور اس کو توڑ کر باطل کر کے رکھ دے گی اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرنے اور باطل کے ابطال کے لیے اسباب اور دلائل مقرر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ ﴾ (الأنبياء: ١٨/٢١) ”بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو حق باطل کا سر توڑ ڈالتا ہے۔“

﴿ اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ ﴾ کیا وہ اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ ﴿ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ ﴾ ہم اس بھید کو جسے وہ اپنی زبان پر نہیں لائے بلکہ ابھی وہ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے سنتے نہیں۔ ﴿ وَنَجۡوٰٮهُمۡ ﴾ اور ان کی خفیہ بات چیت کو جو وہ سرگوشیوں میں کرتے ہیں؟ بنابریں وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان معاصی پر کوئی متابعت نہیں اور نہ ان باتوں کی سزا ہی ملے گی جو چھپی ہوئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلٰى ﴾ ”ہاں ہاں!۔“ ہم ان کے بھید اور ان کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں ﴿ وَرُسُلُنَا ﴾ ”اور ہمارے قاصد۔“ یعنی باتکریم فرشتے ﴿ لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴾ ان کے تمام اعمال کو لکھتے ہیں اور ان اعمال کو محفوظ رکھیں گے اور جب یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو وہ ان تمام اعمال کو موجود پائیں گے جو انہوں نے کیے تھے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

کہہ دیجیے: اگر ہو (اللہ) رحمان کی کوئی اولاد تو میں سب سے پہلے (اسکی) عبادت کرنے والا ہوں ○ پاک ہے رب آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا

اور زمین کا اور رب عرش کا اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ پس چھوڑ دیجیے انکو وہ الجھے رہیں (اپنے جہل میں) اور کھیلیں کودیں

حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾

یہاں تک کہ ملیں وہ اپنے اس دن کو جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں وہ ○

اے رسول مکرم! ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، حالانکہ وہ اکیلا اور بے نیاز ہے جس نے کوئی بیوی بنائی نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہی ہے ﴿ قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴾ ”کہہ دیجیے: اگر رحمٰن کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔“ اس بیٹے کی کیونکہ بیٹا اپنے باپ کا جزو ہوتا ہے میں تمام مخلوق میں ان تمام اوامر پر عمل کرنے میں سب سے آگے ہوں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں مگر (تم دیکھ رہے ہو کہ) میں اس کا انکار کرنے والا پہلا شخص ہوں اور اس کی نفی کرنے میں سب

سے زیادہ سخت ہوں، پس اس سے اس مشرکانہ قول کا بطلان ثابت ہو گیا۔

جو لوگ انبیائے کرام کے احوال کو جانتے ہیں اور انھیں یہ معلوم ہے کہ انبیاء کامل ترین مخلوق ہیں، ہر بھلائی پر عمل کرنے اور اس کی تکمیل کے لئے وہ پیش پیش رہتے ہیں اور ہر برائی کو ترک کرنے، اس کا انکار کرنے اور اس سے دور رہنے میں، سب سے آگے ہیں تو ایسے لوگوں کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ پس اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو محمد بن عبداللہ ﷺ جو سب سے افضل رسول ہیں، اولین شخص ہوتے جو اس کی عبادت کرتے اور اس کی عبادت کرنے میں مشرکین آپ پر کبھی سبقت نہ لے جا سکتے۔

آیت کریمہ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اگر اللہ رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اولین شخص ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے لئے میری عبادت یہ ہے کہ اس نے جس چیز کا اثبات کیا ہے میں اس کا اثبات کرتا ہوں اور جس چیز کی اس نے نفی کی ہے میں اس کی نفی کرتا ہوں، پس یہ قولی واعتقادی عبادت ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اگر یہ بات حق ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کا اثبات کرتا، لہٰذا اس سے اور عقل و نقل کے اعتبار سے مشرکین کے دعوے کا بطلان اور فساد معلوم ہو گیا۔

﴿سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ﴾ ”یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کا رب (اور) عرش عظیم کا رب اس سے پاک ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ شریک، معاون و مددگار اور اولاد وغیرہ ان تمام چیزوں سے پاک اور منزہ ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ﴿فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا﴾ ”پس آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ بے ہودہ کھیل کود میں لگے رہیں۔“ یعنی یہ باطل میں مبتلا ہو کر محال امور سے کھیلتے ہیں، ان کے علوم ضرر رساں ہیں ان میں کوئی نفع نہیں، وہ ایسے علوم میں بحث کرتے اور ان میں مشغول ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے یہ لوگ حق اور دعوت کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ ان کے اعمال محض لہو و لعب ہیں جو نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں نہ ان سے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس انجام کی وعید سنائی ہے جس کا قیامت کے روز انہیں سامنا کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ﴾ ”حتی کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس کو دیکھ لیں۔“ تب انہیں معلوم ہو گا کہ انہیں اس میں کیا حاصل ہوا کہ وہ دائمی بدبختی اور ہمیشہ رہنے والے عذاب میں پھنس گئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَکَ

اور وہ وہ ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود اور وہ نہایت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ○ اور بہت بابرکت ہے

الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَهُمَا ۚ وَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیۡهِ

وہ ذات، جس کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو درمیان ہے ان دونوں کے اور اسی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اسی کی طرف

تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ

تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور نہیں اختیار رکھتے وہ، جن کو وہ پکارتے ہیں اس کے سوا، سفارش کا، مگر وہ جس نے گواہی دی

بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى

ساتھ حق کے اور وہ جانتے ہیں ○ اور اگر آپ سوال کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا انکو تو یقیناً ضرور وہ کہیں گے: اللہ نے، پس کہاں

يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيۡلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ فَاصۡفَحۡ

وہ پھیرے جاتے ہیں؟ ○ قسم ہے اس (رسول) کے (یہ) کہنے کی کہ اے میرے رب! بلاشبہ یہ لوگ ہیں کہ نہیں ایمان لائیں گے ○ پس منہ پھیر لیجیے

عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾

ان سے اور کہہ دیجیے: سلام ہے، پس عنقریب وہ جان لیں گے ○

وقف لازم

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں وہ اکیلا ہی معبود ہے پس آسمان کی تمام مخلوق اور زمین پر بسنے والے اہل ایمان اس کی عبادت و تعظیم کرتے ہیں، اس کے جلال کے سامنے سرنگوں اور اس کے کمال کے محتاج ہیں۔ ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِيۡهِنَّ وَ اِنۡ مِّنۡ شَيۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ﴾ (بني إسرآءيل: ٤٤/١٧) ''ساتوں آسمان، زمین اور ان کے اندر جو بھی ہے، سب اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ كَرۡهًا﴾ (الرعد: ١٥/١٣) ''اور آسمانوں اور زمین کے تمام باسی چاہتے اور ناچاہتے ہوئے اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے، تمام مخلوق جس کی خوشی اور ناخوشی سے عبادت کرتی ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے مانند ہے۔ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الۡاَرۡضِ﴾ (الأنعام: ٣/٦) یعنی اس کی الوہیت اور محبت آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ خود تمام مخلوق سے جدا اپنے عرش پر ہے، وہ اپنے جلال میں یکتا اور اپنے کمال کے ساتھ بزرگی کا مالک ہے ﴿وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ﴾ ''اور وہ حکمت والا ہے۔'' جس نے اپنی مخلوق کو نہایت محکم طور پر تخلیق کیا اور اپنی شریعت کو نہایت مہارت سے وضع کیا۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی کسی حکمت ہی کی بنا پر پیدا کی، اس کا حکم کونی وقدری، حکم شرعی اور حکم جزائی تمام تر حکمت پر مشتمل ہے۔ ﴿الۡعَلِيۡمُ﴾ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہ ہر بھید اور مخفی معاملے کو جانتا ہے عالم علوی اور عالم سفلی میں چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر چیز بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔

﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا﴾ ''اور بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں، زمین اور جو ان کے درمیان موجود ہے، سب پر حکومت ہے۔'' (تبارک) کا معنی ہے کہ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے، اس کی بھلائیاں بے شمار، اس کی صفات لامحدود اور اس کی سلطنت بہت عظیم ہے، بنابریں فرمایا کہ اس کا

اقتدار آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز پر حاوی ہے، اس کا علم بہت وسیع ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے حتی کہ تمام امور غیب کا وہ اکیلا ہی علم رکھتا ہے جن کا علم کوئی نبی مرسل، کوئی مقرب فرشتہ اور مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں رکھتی، اس لئے فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ یہاں افادۂ حصر کے لئے ظرف کو مقدم رکھا ہے، یعنی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ اس کا کامل اقتدار اور اس کی وسعت یہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ ''اور تم (آخرت میں) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور وہ تمہارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

یہ اس کا کامل اقتدار ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کا کوئی ہستی کوئی اختیار نہیں رکھتی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی کسی قسم کی سفارش نہیں کر سکے گا، پس فرمایا: ﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ ﴾ یعنی انبیاء، فرشتوں اور دیگر لوگوں میں سے ایسی تمام ہستیاں جنہیں اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتیں، وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گی اور صرف اسی کے حق میں سفارش کر سکیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

بنابریں فرمایا: ﴿ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ ﴾ یعنی جس نے دل سے حق کا اقرار کرتے ہوئے اور جس امر کی شہادت دی جا رہی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے زبان سے حق کی شہادت دی اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ شہادت حق کے ساتھ شہادت ہو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شہادت، اس کے رسولوں کے لئے ان کی نبوت و رسالت کی شہادت اور دین کے اصول و فروع، اس کے حقائق اور شرائع کی شہادت جنہیں لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ دے گی اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پائیں گے اور اس کا ثواب حاصل کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾ یعنی اگر آپ مشرکین سے توحید ربوبیت کے بارے میں پوچھیں کہ اس کائنات کا خالق کون ہے تو وہ اقرار کریں گے کہ اللہ واحد جس کا کوئی شریک نہیں، اس کائنات کا خالق ہے۔ ﴿ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴾ یعنی تب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس اکیلے کے لئے اخلاص سے کہاں منہ موڑے جا رہے ہیں۔ پس ان کا توحید ربوبیت کا اقرار، ان پر توحید الوہیت کے اقرار کو لازم ٹھہراتا ہے اور یہ شرک کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

﴿ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾ ''اور پیغمبر کا یہ کہنا کہ اے میرے رب! یقیناً یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ ''اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے۔'' پر معطوف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کی تکذیب کے

وقت، اپنے رب کے پاس شکوہ کرتے ہوئے، نہایت حزن وغم اور اپنی قوم کے عدم ایمان پر نہایت حسرت کے ساتھ دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس حال کا علم رکھتا ہے اور ان کو فوراً سزا دینے پر قادر ہے مگر وہ نہایت بردبار ہے وہ اپنے بندوں کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ﴾ ان کی طرف سے آپ کو جو قولی اور فعلی اذیت پہنچتی ہے اس پر ان سے درگزر کیجئے اور ان کو معاف کر دیجئے۔ آپ کی طرف سے ان کے لئے سلام ہی ہونا چاہیے جس کے ذریعے سے عقل مند اور اہل بصیرت جاہلوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ﴾ (الفرقان: ٦٣/٢٥) ''جب ان سے جہلاء مخاطب ہوتے ہیں۔'' یعنی ایسا خطاب جو ان کی جہالت کے تقاضے پر مبنی ہوتا ہے ﴿قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (الفرقان: ٦٣/٢٥) ''تو ان کو کہہ دیتے ہیں ''تمہیں سلام ہو۔''

پس رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کی قوم نے آپ کو جو اذیتیں دیں ان کا عفو و درگزر کے ساتھ سامنا کیا اور آپ ان کے ساتھ صرف حسن سلوک اور حسن کلام سے پیش آئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اس مقدس ہستی پر جسے اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے مختص فرمایا اور اس کے ذریعے سے زمین و آسمان کے رہنے والوں کو فضیلت بخشی اور آپ اس خلق عظیم کے ذریعے سے ستاروں سے زیادہ بلندیوں پر پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ تو عنقریب انہیں اپنے گناہوں اور جرائم کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر سورۃ الدخان

سورۃ الدخان (۴۴) مکیۃ (۶۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتھا ۵۹ رکوعاتھا ۳

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۞ ۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ ۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞ ۳

حٰمٓ ○ قسم ہے کتاب واضح کی ○ بلاشبہ نازل کیا ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں، بے شک ہم ہیں ڈرانے والے ○

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۞ ۴ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۞ ۵ رَحْمَةً

اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر معاملے حکمت والے کا ○ بطور حکم ہماری طرف سے بیشک ہم ہیں (رسول) بھیجنے والے ○ رحمت

مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ ۶ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

(مہربانی) سے آپ کے رب کی طرف سے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور (اُنکا) جو

بَيْنَهُمَا ۘ إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝٧ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ

انکے درمیان میں ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے ○ نہیں کوئی معبود برحق مگر وہی وہ زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے رب ہے تمہارا اور رب ہے

آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝٨ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝٩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ

تمہارے پہلے باپ دادا کا ○ بلکہ وہ شک میں کھیل رہے ہیں ○ پس انتظار کیجیے! اس دن کا کہ لائے آسمان

بِدُخَانٍ مُبِينٍ ۝١٠ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١١ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا

دھواں ظاہر ○ ڈھانپ لے گا وہ لوگوں کو، یہ ہے عذاب دردناک ○ اے ہمارے رب! دور کر دے ہم سے

الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝١٢ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ ۝١٣

یہ عذاب، بلاشبہ ہم ایمان لانے والے ہیں ○ کیوں کر ہوگی ان کیلئے نصیحت؟ جب کہ آ چکا انکے پاس ایک رسول بیان کرنیوالا ○

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ ۝١٤ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا

پھر منہ موڑ لیا انہوں نے اس سے اور کہا، وہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے ○ بے شک ہم دور کرنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی دیر کیلئے،

إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝١٥ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝١٦

بلاشبہ تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو ○ جس دن ہم پکڑیں گے پکڑنا بڑا (سخت) بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں ○

وقف لازم

وقف لازم

وقف لازم

یہ قرآن پر قرآن ہی کی قسم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی جو ہر اس چیز کے لیے ہے جس کے بیان کی حاجت ہے۔ بے شک وہ اتاری گئی ہے ﴿فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ﴾ یعنی خیر کثیر اور برکت والی رات میں، اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہترین کلام کو سب راتوں اور دنوں سے افضل رات میں مخلوق میں سے افضل ہستی پر معززین اہل عرب کی زبان میں نازل فرمایا تاکہ اس کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرائے جنہیں جہالت نے اندھا کر رکھا ہے اور بدبختی ان پر غالب آ چکی ہے۔ پس وہ اس کے نور سے روشنی حاصل کریں، اس کی ہدایت کو اختیار کریں اور اس کے پیچھے چلیں، اس طرح انہیں دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہوگی۔ اس لئے فرمایا: ﴿إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ فِيهَا﴾ ''بے شک ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس (فضیلت والی) رات میں۔'' جس میں قرآن نازل ہوا ﴿يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ ''ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' یعنی ہر حکم کا فیصلہ کیا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے، ہر کونی وقدری اور شرعی حکم کو جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ کتابت اور تفریق و امتیاز جو لیلۃ القدر کو ہوتی ہے، ان کتابات (لکھائیوں) میں سے ایک ہے جسے لکھا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے۔ وہ اولین کتاب کے مطابق ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تقدیر، ان کا وقت مقرر، ان کا رزق، ان کے اعمال اور ان کے اموال وغیرہ درج کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیے ہیں کہ جو بندے پر گزرے گا وہ لکھ دیتے ہیں اور جب بندہ ماں

کے پیٹ سے باہر دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کراماً کاتبین مقرر کر دیتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو سال بھر میں پیش آنے والے واقعات کو مقدر کر دیتا ہے۔ یہ سب اس کے کمال علم، کمال حکمت، اس کی بہترین حفاظت اور اپنی مخلوق کے ساتھ کامل اعتنا کی بنا پر ہے۔ ﴿ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ﴾ یعنی حکمت سے لبریز یہ حکم، ہماری طرف سے صادر ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴾ ہم رسول بھیجتے ہیں اور کتابیں نازل کرتے ہیں۔ یہ رسول، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے اور اس کی تقدیر سے باخبر کرتے ہیں۔ ﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ یعنی رسول بھیجنا اور کتابیں نازل کرنا آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہے۔ ان کتابوں میں افضل ترین کتاب قرآن کریم ہے جو بندوں کے رب کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر اس سے بڑھ کر کوئی اور رحمت نہیں کہ وہ کتابوں اور رسولوں کے ذریعے سے انہیں ہدایت سے نوازتا ہے۔ دنیا و آخرت کی جس بھلائی سے بھی وہ بہرہ مند ہیں اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے ﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ یعنی وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی امور کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بندوں کو اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ پس اس نے ان پر رحم کرتے ہوئے احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی حمد و ستائش اور احسان کا مالک ہے۔

﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ﴾ ”جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔“ یعنی وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے، ان کی تدبیر کرنے اور اپنی مشیت کے مطابق ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴾ اگر تم اس کے بارے میں ایسا علم رکھتے ہو جو یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ پس جان لو کہ مخلوقات کا رب ہی ان کا معبود برحق ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ﴾ وہ اکیلا ہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں اکٹھا کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا ہوگی اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری جزا ہوگی۔ ﴿ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ یعنی وہ اولین و آخرین کا رب، نعمتوں کے ذریعے سے ان کی تربیت کرنے والا اور ان سے سختیوں کو دور کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور الوہیت کا اثبات کرنے کے بعد جو کہ علم کامل کا موجب ہے اور شک کو دور کرتا ہے، فرمایا کہ کفار اس توضیح و تبیین کے باوجود ﴿ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴾ یعنی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے انہیں تخلیق کیا گیا ہے اور لہو و لعب میں مشغول ہیں جو انہیں نقصان کے سوا کچھ نہیں دیتے۔ ﴿ فَارْتَقِبْ ﴾ یعنی ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کیجئے، یہ عذاب بہت قریب ہے اور اس کا

وقت آن پہنچا ہے ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○ يَغْشَى النَّاسَ﴾ ”جس دن آسمان صریح دھواں لائے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“ یہ دھواں سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ یہ بہت دردناک عذاب ہے۔

اہل تفسیر میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس دھوئیں سے کیا مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ دھواں ہے کہ جب مجرم جہنم کی آگ کے قریب پہنچیں گے تو یہ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ان کو اندھا کر دے گا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کے روز جہنم کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ اس دن کا انتظار کریں۔ اس تفسیر کی اس بات سے تائید ہوتی ہے کہ قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے روز کے بارے میں کفار کو وعید سناتا ہے اور اس روز کے عذاب سے انہیں ڈراتا ہے۔ رسول ﷺ اور مومنین کو تسلی دیتے ہوئے ان کو تکلیفیں پہنچانے والے کفار کے بارے میں انتظار کا حکم دیتا ہے، نیز اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ﴾ ”اس وقت ان کو نصیحت کہاں مفید ہوگی جب کہ ان کے پاس واضح رسول پہنچ چکے۔“ یہ ارشاد کفار کو قیامت کے روز اس وقت سنایا جائے گا، جب وہ دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے لہٰذا ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں لوٹ جانے کا وقت گزر چکا ہے۔

اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جو کفار قریش پر اس وقت نازل ہوا جب انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور حق کے مقابلے میں تکبر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے بددعا فرمائی ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ)) ”اے اللہ! ان پر قحط سالی فرما جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے“[1] پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت بڑا قحط بھیجا یہاں تک کہ وہ مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اور ان کی یہ حالت ہو گئی کہ انہیں آسمان اور زمین کے درمیان دھواں سا نظر آتا تھا، حالانکہ دھواں نہیں تھا۔ یہ کیفیت بھوک کی شدت کی وجہ سے تھی۔

تب اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو وہ مشاہدہ کریں گے وہ ان کی بصارت کی نسبت سے ہوگا وہ حقیقت میں دھواں نہیں ہوگا۔ ان پر یہی حالت طاری رہی یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے رحم کی بھیک مانگتے ہوئے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سے اس قحط کو دور کر دے پس اللہ تعالیٰ نے اس قحط کو ہٹا دیا۔

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب تسمية الوليد، حديث: ٦٢٠٠ وصحيح مسلم، صفات المنافقين، باب الدخان، حديث: ٢٧٩٨.

تب اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴾ ''ہم تھوڑے دنوں کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں مگر تم پھر (کفر کی طرف) لوٹ آتے ہو۔'' میں اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم سے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور یہ ان کے تکبر اور تکذیب کے رویہ کو دوبارہ اختیار کرنے پر سخت وعید ہے، نیز اس عذاب کے وقوع کی پیش گوئی ہے۔ پس یہ عذاب واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب انہیں ایک زبردست عذاب کی گرفت میں لے گا اور (بعض) اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد جنگ بدر ہے۔ یہ قول بظاہر محل نظر ہے۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ آخری زمانے میں ایک دھواں لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور وہ سانس نہیں لے سکیں گے مگر اہل ایمان کو دھواں بس عام دھوئیں کی طرح تکلیف دے گا۔

پہلا قول صحیح تفسیر ہے۔

آیات کریمہ ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴾ میں اس امر کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے روز واقع ہوگا۔

اور رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: ﴿ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝ ﴾ تو یہ ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جو قریش کو پیش آئے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

جب ان آیات کریمہ کو ان دونوں معنی پر محمول کیا جائے تو آپ آیات کے الفاظ میں کوئی ایسی چیز نہیں پائیں گے جو اس سے مانع ہو بلکہ آپ ان کے الفاظ کو ان معانی کے پوری طرح مطابق پائیں گے، میرے نزدیک یہی معنی ظاہر اور راجح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ أَدُّوا

اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو اور آیا (تھا) انکے پاس رسول معزز ۝ (اس نے فرعون سے کہا) یہ کہ حوالے کر دو

إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَن لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي

میرے اللہ کے بندوں کو، بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار ۝ اور یہ کہ نہ سرکشی کرو تم مقابل اللہ کے، بلاشبہ میں

آتِيكُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾

لاتا ہوں تمہارے پاس دلیل واضح ۝ اور بیشک پناہ لی ہے میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم سنگسار کر دو مجھے ۝

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور اگر نہیں ایمان لاتے تم میری بات پر تو الگ ہو جاؤ تم مجھ سے ○ پس پکارا اس نے اپنے رب کو کہ بلاشبہ یہ لوگ تو مجرم ہیں ○

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ

(حکم ہوا) پس لے چل میرے بندوں کو رات کے وقت، بیشک تم پیچھا کیے جاؤ گے ○ اور چھوڑ دے سمندر کو تھما ہوا، بلاشبہ وہ لشکر ہیں

مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾

کہ غرق کیے جائیں گے وہ (اس میں) ○ کتنے ہی چھوڑ گئے وہ باغات اور چشمے ○ اور کھیتیاں اور محل عمدہ ○

وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾

اور سامان راحت کہ تھے وہ ان میں عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والے ○ اسی طرح ہوا اور وارث کر دیا ہم نے انکا ایک دوسری قوم کو ○

فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّیْنَا

پس نہ روئے ان پر آسمان اور زمین اور نہ تھے وہ مہلت دیے گئے ○ اور البتہ تحقیق نجات دی ہم نے

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا

بنی اسرائیل کو عذاب رسوا کن سے ○ (یعنی) فرعون سے، بلاشبہ تھا وہ ایک سرکش

مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۲﴾

حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ○ اور تحقیق پسند کیا ہم نے ان کو اپنے علم پر اوپر جہانوں کے ○

وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿۳۳﴾

اور دی (تھیں) ہم نے ان کو نشانیاں وہ کہ ان میں تھی آزمائش صریح ○

رسول مصطفیٰ محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ گزشتہ زمانوں میں بھی جھٹلانے والے موجود تھے اور ان کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ذکر فرمایا، نیز اس عذاب کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا تاکہ جھٹلانے والے اپنے اس رویے سے باز آجائیں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾ یعنی ہم نے اپنے رسول کریم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث کر کے انھیں آزمایا جن میں بھلائی اور مکارمِ اخلاق بدرجۂ اتم موجود تھے جو کسی اور میں موجود نہ تھے۔

﴿اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں سے کہا ''اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔'' اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد بنی اسرائیل تھے، یعنی بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو اور اپنے بدترین عذاب سے انہیں رہائی دے دو، کیونکہ بنی اسرائیل میرا قبیلہ ہے اور اپنے زمانے میں یہ افضل ترین لوگ ہیں۔ تم نے ان کو ناحق غلام بنا کر ان پر ظلم روا رکھا ہوا ہے۔ ان کو آزادی دے دو تاکہ یہ اپنے

رب کی عبادت کریں۔ ﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ میں رب کائنات کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جو پیغام میرے ذریعے سے بھیجا گیا ہے میں اس پر امین ہوں، میں اس میں سے تم سے کچھ نہیں چھپاتا، میں اس میں کچھ اضافہ کرتا ہوں نہ اس میں کمی کرتا ہوں اور یہ چیز کامل اطاعت کی موجب ہے۔ ﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔'' تکبر و استکبار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اپنے آپ کو بلند نہ سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آؤ۔ ﴿اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''بے شک میں تمہارے پاس ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں۔'' اس سے مراد وہ بڑے بڑے معجزات اور وہ زبردست اور ناقابل تردید دلائل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر تشریف لائے۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہوئے کہا: ﴿اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾ یعنی میں اس بات سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم بدترین طریقے، یعنی رجم کے ذریعے سے مجھے قتل کرو۔ ﴿وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ﴾ ''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ رہو۔'' یعنی تمہارے لئے تین راستے ہیں:

(۱) مجھ پر ایمان لے آؤ اور یہی تم سے میرا مطلوب و مقصود ہے۔

(۲) اگر مجھے تم سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تم میری مخالفت کرو نہ میری تائید کرو مجھ سے اپنے شر کو دور رکھو۔

(۳) پس ان کفار سے پہلا اور دوسرا مقصد حاصل نہ ہوا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں سرکشی ہی کرتے رہے اور اس کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جنگ نہ چھوڑی اور نہ ان کی قوم بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ روانہ کیا۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ﴾ ''انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔'' انہوں نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو فوری سزا کا موجب ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قوم کا حال بیان کیا اور زبان حال کے ذریعے سے یہ دعا کی جو کہ زبانِ مقال سے زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ خود اپنے لیے (زبان مقال سے) یہ دعا کی تھی: ﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ (القصص: ۲۸/ ۲٤) ''اے میرے رب! جو بھلائی تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں اور یہ بھی بتا دیا کہ فرعون اور اس کی قوم ان کا پیچھا کرے گی۔

﴿ وَ اتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ﴾ ''سمندر کو اس کے حال پر کھلا (ساکن) چھوڑ دے۔'' یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکل پڑے اور فرعون نے ان کا تعاقب کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سمندر پر اپنا عصا ماریں، انہوں نے سمندر پر اپنا عصا مارا تو سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور سمندر کا پانی ان راستوں کے مابین پہاڑوں کے مانند کھڑا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سمندر میں سے گزر گئی۔ جب بنی اسرائیل سمندر سے باہر نکل آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سمندر کو اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دیں، تاکہ فرعون اور اس کے لشکران راستوں میں داخل ہو جائیں۔ ﴿ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴾ ''یقیناً وہ ایسا لشکر ہے جو غرق کر دیا جائے گا۔''

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر نکل آئی اور فرعون کے لشکر سب کے سب سمندر میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ اپنی موجوں کے ذریعے سے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ وہ آخری آدمی تک سب غرق ہو گئے اور دنیاوی مال و متاع چھوڑ گئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کا وارث بنا دیا جو ان کے غلام بن کر رہ رہے تھے۔

بنا بریں فرمایا: ﴿ كَمۡ تَرَكُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوۡنٍ ۝ وَّ زُرُوۡعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيۡمٍ ۝ وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ ۝ كَذٰلِكَ وَ اَوۡرَثۡنٰهَا ﴾ ''وہ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور عمدہ ونفیس مکان اور آرائش کے سامان جن میں وہ مزے سے رہتے تھے، یہ بات اسی طرح ہے اور ہم نے اس کا وارث بنایا'' یعنی اس مذکورہ نعمت کا ﴿ قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ﴾ ''دوسرے لوگوں کو۔'' ایک دوسری آیت کریمہ میں آتا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ وَاَوۡرَثۡنٰهَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴾ (الشعراء: ٢٦/٥٩) ''اسی طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔''

﴿ فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا تو ان پر آسمان رویا نہ زمین، یعنی ان کے لئے کسی نے حزن و غم کا اظہار کیا نہ ان کی جدائی پر کسی کو افسوس ہوا بلکہ ان کی ہلاکت اور بربادی پر سب خوش ہوئے حتی کہ زمین و آسمان نے بھی مسرت کا اظہار کیا کیونکہ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے کرتوت چھوڑے ہیں جو ان کے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں اور ان پر لعنت اور لوگوں کی ناراضی کا موجب ہیں۔ ﴿ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ﴾ یعنی عذاب کو ٹال کر ان کو مہلت نہ دی گئی بلکہ اسی وقت ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی۔'' جس میں وہ مبتلا تھے۔ ﴿ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ﴾ ''فرعون سے۔'' جبکہ فرعون ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا ﴾ بلاشبہ وہ زمین میں ناحق تکبر کرتا تھا۔ ﴿ مِّنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز

کرنے والوں اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کرنے والوں میں سے تھا۔ ﴿ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ ﴾ اور ہم نے انہیں پاک صاف کر کے چن لیا۔ ﴿ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ان کے متعلق اپنے علم کی بنا پر اور اس فضیلت کے لئے ان کے استحقاق کی بنا پر ﴿ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اپنے زمانے، اپنے سے پہلے اور بعد کے زمانے کے تمام لوگوں پر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو لے آیا اور اس کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، اسے بہترین امت قرار دیا جو تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے کھڑی کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ احسانات کئے جو دوسروں پر نہ کئے۔

﴿ وَاٰتَيْنٰهُمْ ﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عطا کئے ﴿ مِّنَ الْاٰيٰتِ ﴾ بڑے واضح معجزات اور ظاہری نشانیاں ﴿ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴾ ''جن میں صاف اور صریح آزمائش تھی۔'' یہ ہماری طرف سے ان پر بہت بڑا احسان اور ان کے نبی موسیٰ علیہ السلام جو کچھ ان کے پاس لے کر آئے ہیں اس پر ایک دلیل ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾

بلاشبہ یہ لوگ البتہ کہتے ہیں ○ نہیں ہے یہ مگر مرنا ہمارا پہلا ہی اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٦﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ

پس لے آؤ تم ہمارے باپ دادوں کو اگر ہو تم سچے ○ کیا وہ بہتر ہیں یا قوم تبع

وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٣٧﴾

اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے؟ ہلاک کر دیا ہم نے ان کو بلاشبہ تھے وہ مجرم لوگ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ بے شک یہ جھٹلانے والے لوگ، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴾ ''یہ ہماری بس پہلی بار کی موت ہے اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔'' یعنی یہ ہماری صرف دنیا ہی کی زندگی ہے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا نہ جنت اور جہنم کا کوئی وجود ہے۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے اور اسے عاجز سمجھتے ہوئے کہا: ﴿ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ۔'' یہ عناد پسند جہلاء کا مطالبہ تھا جو بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔ بھلا! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ان جہلاء کے آباء و اجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لانے میں کون سا تلازم ہے؟ آپ کی دعوت کی صداقت پر آیات و دلائل ہر لحاظ سے نہایت تواتر سے دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَهُمْ خَيْرٌ ﴾ ''کیا یہ بہتر ہیں؟'' یعنی یہ مخاطبین ﴿ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ ''یا قوم تبع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو چکے۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بے شک وہ مجرم تھے۔'' پس یہ لوگ قوم تبع وغیرہ سے بہتر نہیں، یہ بھی جرم کے ارتکاب میں ان کے شریک ہیں۔ پس یہ بھی اس ہلاکت کی توقع رکھیں جو ان کے جرم شریک بھائیوں پر واقع ہوئی تھی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو انکے درمیان میں ہے، کھیلتے ہوئے ○ نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق (ایک مقصد) کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ

اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ○ بلاشبہ دن فیصلے کا، ٹھہرایا ہوا وقت ہے انکا سب کا ○ اس دن

لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا

نہیں کام آئے گا کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے ○ مگر

مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع

جس پر رحم کیا اللہ نے، بلاشبہ وہ بڑا زبردست، بہت رحم کرنے والا ہے ○

ع ۱۵

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ تامہ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو کھیل تماشے کے طور پر، عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا، ان کا پیدا کرنا ہی حق ہے اور ان کی پیدائش حق ہی پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے وجود بخشا ہے تاکہ وہ اللہ واحد کی عبادت کریں تاکہ وہ اپنے بندوں کو حکم دے اور منع کرے، ان کو ثواب عطا کرے اور سزا دے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ”لیکن ان سب میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ اس لئے انہوں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں کبھی غور و فکر نہیں کیا۔ ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ﴾ ”بے شک فیصلے کا دن۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جب اللہ اولین و آخرین اور اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرے گا ﴿مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ یعنی تمام خلائق کے لئے ایک وقت مقرر ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا، ان کو اور ان کے اعمال کو اپنے سامنے حاضر کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔

اس دن کوئی رشتہ دار اپنے کسی رشتہ دار کے کام آئے گا نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام آئے گا ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ”اور نہ انہیں کہیں سے کوئی مدد ملے گی۔“ نہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچایا جا سکے گا کیونکہ مخلوق میں سے کوئی ہستی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی۔ ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ”مگر جس پر اللہ مہربانی کرے، وہ تو غالب، مہربان ہے۔“ پس یہی لوگ ہوں گے جو فائدہ اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بلند مراتب پر فائز ہوں گے جس کو انہوں نے دنیا کے اندر مراتب کے حصول کا سبب بنایا اور اس کے لئے پوری کوشش کی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾

بلاشبہ درخت تھوہر کا ○ کھانا ہے گناہ گار کا ○ مانند پگھلے ہوئے تانبے کے، کھولے گا وہ پیٹوں میں ○

كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ

مانند کھولتے تیز گرم پانی کے ○ پکڑو اسے اور دھکیل کر لے جاؤ اسے عین درمیان جہنم کے ○ پھر انڈیلو اوپر

رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾

اس کے سر کے عذاب تیز گرم پانی کا ○ (کہا جائے گا:) چکھ! بے شک تو (اپنے خیال میں) بڑا معزز مکرم تھا ○

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

بلاشبہ یہ (عذاب) وہ ہے کہ تھے تم اس کی بابت شک کرتے ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کا ذکر فرمایا، نیز یہ بھی واضح فرمایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو اس کے بعد فرمایا کہ بندے دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ان میں سے ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنم میں اور جہنم میں جانے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کیا اور ﴿ اِنَّ ﴾ "بے شک۔" ان کا کھانا ﴿ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴾ "زقوم کا درخت ہوگا" جو بدترین اور سب سے گندا درخت ہے۔ اس درخت کا ذائقہ ﴿ كَالْمُهْلِ ﴾ بدبودار پیپ کے مانند ہے جس کی بو اور ذائقہ انتہائی گندا اور وہ سخت گرم ہوگا۔ وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش کھائے گا ﴿ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ "جس طرح کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔"

عذاب میں گرفتار مجرم سے کہا جائے گا: ﴿ ذُقْ ﴾ اس دردناک عذاب اور بدترین سزا کا مزا چکھ ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ "تو اپنے آپ کو بڑا معزز اور شریف سمجھتا تھا۔" یعنی تو اپنے زعم کے مطابق بہت زبردست اور طاقتور تھا اور سمجھتا تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھتے ہوئے خیال کرتا تھا کہ وہ تجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ آج تجھ پر واضح ہو گیا کہ تو انتہائی ذلیل ورسوا ہے۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ بے شک یہ عذاب عظیم وہ ہے ﴿ مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے، اب تمھیں اس کے بارے میں حق الیقین حاصل ہو گیا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ

بے شک متقین امن چین کی جگہ میں ہوں گے ○ باغات میں اور چشموں میں ○ پہنیں گے وہ

سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٥٤﴾

باریک ریشم اور گاڑھا ریشم آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ○ اسی طرح ہوگا اور بیویاں بنا دیں گے ہم ان کی موٹی آنکھوں والی حوروں کو ○

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا

طلب کریں گے وہ اس میں ہر قسم کا پھل اطمینان سے ○ نہیں چکھیں گے وہ اس میں موت (کی تلخی)، سوائے

الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ

پہلی موت (کی تلخی) کے اور بچایا اس (اللہ) نے انکو عذاب دوزخ سے ○ فضل کی وجہ سے آپکے رب کی طرف سے

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

یہی ہے کامیابی بڑی ○ پس بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں، تا کہ وہ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

نصیحت پکڑیں ○ پس آپ انتظار کیجئے! بلاشبہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ○

یہ تقویٰ شعار لوگوں کی جزا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈر کر گناہوں کو ترک کیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ جب ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کی نفی ہوگئی تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ثابت ہوگئی، نیز ثواب عظیم کے طور پر انہیں بے شمار درختوں کے گھنے سائے، پھل اور چشمے عطا ہوں گے، ان درختوں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن کو اہل ایمان نعمتوں بھری جنت میں اپنے لئے نکال لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کی اضافت نعمتوں کی طرف کی ہے کیونکہ وہ جنت جن چیزوں پر مشتمل ہے وہ سب نعمتیں ہیں جو ہر لحاظ سے کامل ہیں اور کسی طرح بھی ان میں کوئی رکاوٹ اور کسی قسم کا کوئی تکدر نہ ہوگا۔ جنت کے اندر ان کے لئے سبز ریشم اور اطلس کے لباس ہوں گے، یعنی ان کے من پسند دبیز اور باریک ریشم کے لباس ہوں گے۔ ﴿مُتَقٰبِلِينَ﴾ یعنی مکمل راحت، اطمینان، محبت، حسن معاشرت اور بہترین آداب کے ساتھ، ان کے دل اور چہرے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔

﴿كَذٰلِكَ﴾ یہ نعمت تامہ اور سرور کامل اسی طرح ہوں گے۔ ﴿وَزَوَّجْنٰهُم بِحُورٍ عِينٍ﴾ اور حسین و جمیل عورتوں کے ساتھ ہم ان کا نکاح کریں گے، جن کے حسن کی وجہ سے نگاہیں حیرت زدہ، ان کے جمال کو دیکھ کر عقل مبہوت اور ان کے کمال کو دیکھ کر خرد فریفتہ ہو جائے گی۔ ﴿عِينٍ﴾ یعنی وہ بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ ﴿يَدْعُونَ فِيهَا﴾ ”وہ اس میں منگوائیں گے۔“ یعنی جنت کے اندر ﴿بِكُلِّ فَاكِهَةٍ﴾ ”ہر قسم کا پھل۔“ جن میں سے بعض کا تو دنیا میں نام ہے اور بعض کا دنیا میں نام ہے نہ نظیر ہے۔ وہ جب کبھی انواع و اقسام کے پھل اور میوے طلب کریں گے ان کے سامنے بغیر کسی مشقت اور تکلیف کے حاضر کر دیے جائیں گے۔ ﴿اٰمِنِينَ﴾ وہ ان پھلوں کے ختم ہونے اور ان کے کسی ضرر کے خوف سے مامون، ہر قسم کے تکدر سے پاک اور جنت سے نکالے جانے اور موت سے محفوظ ہوں گے۔

﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾ ”وہ وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔“ جنت میں بالکل موت نہیں آئے گی، اگر جنت میں کوئی موت اس آیت کریمہ سے مستثنیٰ ہوتی

تو اللہ تعالیٰ پہلی موت کو جو دنیا کی موت ہے، مستثنیٰ قرار نہ دیتا۔ پس جنت میں ان کے لئے ہر محبوب و مطلوب کی تکمیل ہوگی۔ ﴿ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ ’’اور اللہ انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لے گا، یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا۔‘‘ یعنی نعمتوں کا حاصل ہونا اور عذاب کا دور ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازا جن کی بنا پر وہ آخرت کی بھلائی سے سرفراز ہوئے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کچھ عطا کیا جو ان کے اعمال کی پہنچ سے باہر تھا۔ ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ’’یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت سے بہرہ مند ہونے اور اس کی ناراضی اور عذاب سے سلامت رہنے سے بڑھ کر کون سی کامیابی ہو سکتی ہے؟

﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ ﴾ ’’پس ہم نے اس (قرآن) کو آسان بنایا‘‘ ﴿ بِلِسَانِكَ ﴾ ’’آپ کی زبان میں۔‘‘ یعنی ہم نے اسے آپ کی زبان کے ذریعے سے سہل بنایا جو علی الاطلاق فصیح ترین اور جلیل ترین زبان ہے، اس کے الفاظ اور معانی نہایت آسان ہیں۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ’’شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔‘‘ کہ وہ ان فوائد پر غور کریں اور جس کام میں ان کا نفع ہے وہ کر لیں اور جس میں ضرر ہے وہ ترک کر دیں۔ ﴿ فَارْتَقِبْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جس بھلائی اور نصرت کا وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کیجیے۔ ﴿ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴾ وہ بھی اس عذاب کے منتظر ہیں جو ان پر نازل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے انتظار میں فرق کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا انتظار کرتے ہیں اور اس کے برعکس کفار دنیا و آخرت کے شر کا انتظار کرتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الجاثیۃ

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ (۴۵) مَكِّيَّةٌ (۶۵) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳۷ رُكُوْعَاتُهَا ۴

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۚ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

حٰمٓ ○ اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست نہایت حکمت والا ہے ○ بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۭ ③ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ

البتہ نشانیاں ہیں ایمان والوں کیلئے ○ اور تمہاری پیدائش میں اور (ان میں) جو وہ پھیلاتا ہے جانداروں سے نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے

يُّوْقِنُوْنَ ۙ ④ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

جو یقین رکھتے ہیں ○ اور بدل بدل کر آنے جانے میں رات اور دن کے اور (اس میں) جو نازل کیا اللہ نے آسمان سے

مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ
رزق (پانی) پس زندہ کیا اسکے ذریعے سے زمین کو بعد اسکے مردہ ہو جانے کے اور پھیرنے میں ہواؤں کے نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے
يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ
جو عقل رکھتے ہیں ○ یہ آیتیں ہیں اللہ کی' تلاوت کرتے ہیں ہم ان کی آپ پر ساتھ حق کے' پس کس بات پر'
بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝٧ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اللہ (کی بات) اور اسکی آیات کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ ○ ہلاکت ہے واسطے ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے ○ سنتا ہے وہ آیتیں اللہ کی
تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٨
جو تلاوت کی جاتی ہیں اس پر' پھر وہ اڑتا ہے تکبر کرتا ہوا گویا کہ نہیں سنا اس نے انہیں پس خوش خبری دے دیجئے اسے ساتھ عذاب دردناک کے ○
وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ؕ
اور جب جانا اس نے ہماری آیتوں سے کچھ تو بنا لیا اس نے اس کو مذاق' یہی لوگ ہیں ان کے لیے ہے عذاب رسوا کن ○
مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا
ان کے آگے جہنم ہے اور نہیں کام آئے گا ان کے (وہ) جو کمایا انہوں نے کچھ بھی اور نہ (وہ) جن کو بنایا انہوں نے'
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ
سوائے اللہ کے' کارساز اور ان کے لیے عذاب ہے بہت بڑا ○ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے اور وہ لوگ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١ع
جنہوں نے کفر کیا ساتھ آیتوں کے اپنے رب کی' ان کے لیے عذاب ہے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ایسی خبر دیتا ہے جو قرآن کی تعظیم اور اس کے اہتمام کو متضمن ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب ﴿تَنْزِيْلُ﴾ "نازل کی گئی ہے۔" ﴿مِنَ اللّٰهِ﴾ "اللہ کی طرف سے۔" جو معبود ہے کیونکہ وہ صفات کمال سے متصف ہے صرف وہی ہے جو نعمتیں عطا کرتا ہے جو غلبۂ کامل اور حکمتِ تامہ کا مالک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیات افقیہ و نفسیہ کا ذکر کر کے اس کی تائید فرمائی۔ یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا، نیز زمین کے اندر جو چوپائے پھیلائے، آسمان اور زمین میں جو منفعتیں ودیعت کیں، آسمان سے جو پانی نازل کیا جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین اور اپنے بندوں کو زندگی بخشتا ہے، تائید کے لئے ان کا ذکر فرمایا۔ یہ سب اس قرآن عظیم کی صداقت اور ان حکمتوں اور احکام کی صحت کی کھلی نشانیاں اور ان پر واضح دلائل ہیں، نیز یہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کمال کا مالک ہے، نیز یہ قیامت اور حشر و نشر پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی آیات سے انتفاع اور عدم انتفاع کی نسبت سے لوگوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو ان آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر کامل ایمان رکھتے ہیں جس نے ان کو درجۂ یقین پر پہنچا دیا ہے۔ اس ایمان نے ان کی عقلوں کو پاک کر دیا ہے اور یوں ان کے معارف، ان کی خرد اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہو جاتی ہے، پھر وہ تکبر اور استکبار کرتے ہیں اور ان آیات سے منہ پھیر لیتے ہیں، گویا کہ انہوں نے ان آیات کو سنا ہی نہیں کیونکہ ان آیات نے ان کے قلب کا تزکیہ کیا ہے نہ ان کو پاک کیا ہے بلکہ ان آیات کے بارے میں ان کے تکبر کے باعث ان کی سرکشی میں اضافہ ہوا ہے۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے تو ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاکت کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ ”ہر جھوٹے، گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی وہ جو اپنے قول میں سخت جھوٹا اور اپنے فعل میں سخت گناہ گار ہے۔

نیز آگاہ فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور یہ کہ ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ ”ان کے پیچھے جہنم ہے۔“ جو ان کو سخت عذاب دینے کے لئے کافی ہے ﴿وَ﴾ ”اور“ بے شک وہ ﴿لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا﴾ مال جو وہ کماتے ہیں ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ﴿وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ اور نہ وہ کام آئیں گے، اللہ کے سوا جن کو انہوں نے کارساز بنا رکھا تھا جن سے یہ لوگ مدد طلب کرتے تھے۔ پس یہ کارساز ان کو چھوڑ دیں گے، اگر وہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہوتے تو وہ خود سب سے زیادہ اس کے محتاج تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قرآنی اور کھلی آیات بیان کر دیں اور یہ بھی بیان کر دیا کہ لوگوں کی اس بارے میں دو قسمیں ہیں تو اس کے بعد خبر دی کہ یہ قرآن جو ان مطالب عالیہ پر مشتمل ہے، وہی ہدایت ہے، فرمایا: ﴿هٰذَا هُدًى﴾ ”یہ (قرآن) ہدایت ہے۔“ اور یہ سارے قرآن کا عمومی وصف ہے کہ وہ اپنی صفاتِ مقدسہ اور افعالِ حمیدہ کے ساتھ اللہ کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے رسولوں، اس کے اولیاء اور اعداء اور ان کے اوصاف کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ قرآن نیک اعمال کی معرفت عطا کرتا ہے اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، برے اعمال کو بیان کرتا ہے اور ان سے روکتا ہے۔ قرآن اعمال کی جزا و سزا کو بیان کرتا ہے، جزائے دنیوی اور جزائے اخروی کو واضح کرتا ہے۔ پس ہدایت کے متلاشی لوگوں نے قرآن کے ذریعے سے ہدایت پائی اور یوں وہ فلاح اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ”اور جو اپنے رب کی آیات کے منکر ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی واضح اور قطعی آیات کا انکار کرتے ہیں جن کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو سخت ظالم ہوں اور ان کی سرکشی کئی گنا ہو تو ﴿لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ”ان کے لئے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے۔“

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا
اللہ وہ ہے جس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے سمندر کو تاکہ چلیں کشتیاں اس میں اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو تم
مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا
اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ○ اور مسخر کر دیا اس نے تمہارے لیے جو آسمانوں اور جو
فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
زمین میں ہے سب اپنی طرف سے بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے فضل و احسان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے حکم سے آسانی پیدا کر کے جہازوں اور کشتیوں کو چلانے کے لئے سمندر کو مسخر کیا۔ ﴿ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ تاکہ تم مختلف قسم کی تجارتوں اور مکاسب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر سکو۔ ﴿ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔'' اور جب تم اس کا شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کرے گا اور تمہاری شکر گزاری پر بہت بڑے اجر سے نوازے گا۔ ﴿ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ﴾ ''اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔'' یعنی اپنے فضل و احسان سے۔ یہ آیت کریمہ آسمانوں اور زمین کے تمام اجسام اور ہر اس چیز کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ودیعت کی ہے، مثلاً: سورج، چاند، کواکب، ستارے، سیارے، حیوانات کی مختلف انواع، درختوں اور پھلوں کی مختلف اصناف، معدنیات کی اقسام اور دیگر چیزیں جن کے اندر بنی آدم کے مصالح اور ان کی ضروریات ہیں۔

یہ چیز اس بات کو واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں پوری کوشش کریں اور اپنے فکر کو اس کی آیات اور حکمتوں میں تدبیر کرنے میں صرف کریں۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' ان آیات میں سے اس کائنات کی تخلیق، اس کی تدبیر اور اس کی تسخیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نفوذ اور اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ اس کائنات میں پائی جانے والی مضبوطی، مہارت، انوکھی صنعت اور حسن تخلیق اس کی حکمت کاملہ اور اس کے علم کی دلیل ہے۔ اس کائنات کی وسعتیں اور اس کی عظمت و کثرت اللہ کے وسیع اقتدار و سلطنت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کائنات میں تخصیصات اور متضاد اشیاء کا وجود، اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس کائنات میں موجود دینی اور دنیاوی منافع و مصالح اس کی بے پایاں رحمت، لامحدود فضل و احسان اور اس کے گوناگوں لطف و کرم پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر چیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یکتا ہے اور

وہی ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی اس چیز کا مستحق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے، اس سے محبت کی جائے اور اس کے سامنے تذلل کا اظہار کیا جائے، نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول جو کچھ لے کر آئے ہیں، سب صداقت پر مبنی ہے۔ یہ واضح عقلی دلائل ہیں جو کسی قسم کے شک و ریب کا شائبہ قبول نہیں کرتے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ

کہہ دیجیے: ان لوگوں سے جو ایمان لائے، درگزر کریں وہ ان لوگوں سے جو نہیں امید رکھتے اللہ کے دنوں کی (جن میں وہ گرفت کرتا ہے) تاکہ بدلہ دے وہ

قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ

کچھ لوگوں کو ساتھ اس کے جو تھے وہ کماتے ○ جس نے عمل کیا نیک تو (اس کا فائدہ) اسی کے لیے ہے

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور جس نے کیا برا کام تو اسی پر (اس کا وبال) ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ حسن اخلاق سے کام لیں اور ان مشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کریں جو ایام الٰہی کی امید نہیں رکھتے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے ثواب کے امیدوار ہیں نہ گناہ گاروں کے بارے میں سنت الٰہی سے خائف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دیتا ہے، پس اے مومنوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان، تمہارے درگزر اور تمہارے صبر کی جزا کے طور پر تمہیں ثواب جزیل سے بہرہ مند کرے گا۔

اگر کفار و مشرکین اپنی تکذیب پر جمے رہے تو تم پر وہ رسوا کن سخت عذاب نازل نہیں ہوگا جو ان پر نازل ہوگا۔ بنابریں فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ”جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے تو وہی اس کا خمیازہ بھگتے گا، پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت اور رزق دیا ہم نے ان کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ

پاکیزہ چیزوں سے اور فضیلت دی ہم نے ان کو اوپر جہانوں کے ○ اور دیں ہم نے ان کو واضح دلیلیں دین کی بابت،

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے مگر بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس علم، محض ضد سے آپس کی، بلاشبہ آپ کا رب

يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

فیصلہ کرے گا ان کے درمیان دن قیامت کے ان چیزوں میں کہ تھے وہ ان میں اختلاف کرتے ○

ہم نے بنی اسرائیل کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جو دوسروں کو حاصل نہ تھیں۔ ہم نے انہیں ﴿ الْكِتٰبَ ﴾ یعنی تورات وانجیل سے سرفراز کیا اور ﴿ الْحُكْمَ ﴾ ہم نے انہیں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت اور ﴿ النُّبُوَّةَ ﴾ ''نبوت۔'' عطا کی۔ نبوت کی وجہ سے وہ دنیا میں ممتاز ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ بنی اسرائیل کے گھرانے میں نبوت رہی۔

﴿ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ﴾ اور ہم نے انہیں ماکولات، مشروبات اور ملبوسات میں سے پاکیزہ چیزوں سے نوازا اور ان پر من وسلویٰ نازل کیا۔ ﴿ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اور ان نعمتوں کے ذریعے سے ہم نے انہیں تمام خلائق پر فضیلت دی۔ اس عموم لفظی سے امت محمدیہ خارج ہے کیونکہ امت محمدیہ بہترین امت ہے جو لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ آیت کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس سے امت مسلمہ کے سوا دیگر امتوں پر فضیلت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل پر احسان کیا اور انہیں دیگر قوموں سے ممیز کیا۔

نیز وہ فضائل جن کی بنا پر بنی اسرائیل کو فوقیت حاصل تھی، مثلاً: کتاب کا عطا کیا جانا، حکومت اور نبوت وغیرہ جیسے دیگر اوصاف تو وہ اس امت کو بھی حاصل ہیں اس کے علاوہ اس امت کے بہت سے فضائل ان پر مستزاد ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کی شریعت امت محمدیہ کی شریعت کا ایک جز ہے، یہ کتاب عظیم گزشتہ تمام کتابوں پر نگہبان ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ﴿ وَاٰتَيْنٰهُمْ ﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عطا کیے ﴿ بَيِّنٰتٍ ﴾ ''دلائل۔'' جو حق کو باطل سے واضح کرتے ہیں ﴿ مِّنَ الْاَمْرِ ﴾ یعنی امر قدری سے جو اللہ تعالیٰ نے ان تک پہنچایا ہے۔ یہ آیات وہ معجزات ہیں جن کا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے مشاہدہ کیا، یہ ان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ بہترین طریقے سے ان کو قائم رکھیں، حق پر مجتمع رہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے واضح کیا ہے مگر انہوں نے اس کے برعکس حق کے ساتھ اس سے متضاد معاملہ کیا جو ان پر واجب تھا۔ پس جس معاملے میں ان کو مجتمع رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ﴾ ''پس انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آ جانے کے بعد (آپس کی ضد سے) کیا۔'' یعنی وہ علم جو عدم اختلاف کا موجب تھا صرف ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی نے انہیں اس اختلاف پر آمادہ کیا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ''جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے دن آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔'' پس وہ حق شعاروں کو ان لوگوں سے علیحدہ کر دے گا جنہوں نے باطل کو اختیار کیا اور جن کو خواہش نفس نے اختلاف پر آمادہ کیا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ

پھر کر دیا ہم نے آپکو اوپر ایک طریقے کے دین کے پس آپ پیروی کریں اسکی اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جو

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

نہیں علم رکھتے ○ بلاشبہ وہ ہرگز نہیں کام آئیں گے آپ کے اللہ سے کچھ بھی' اور بے شک ظالم لوگ'

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾

بعض ان کے دوست ہیں بعض کے' اور اللہ دوست ہے متقیوں کا ○

یعنی ہم نے آپ کے لئے ایک شریعت کامل کو مشروع کیا جو ہمارے حکم شرعی سے، ہر بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ ﴿فَاتَّبِعْهَا﴾ ''پس اس کی اتباع کرو۔'' کیونکہ اس کی اتباع میں ابدی سعادت، صلاح اور فلاح ہے۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔'' یعنی وہ لوگ جن کی خواہشات علم کے تابع ہیں نہ علم کی پیروی کرتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس کی خواہش اور ارادہ شریعتِ رسول کے خلاف ہے تو اس کی خواہشات ان لوگوں کی خواہشات کے زمرے میں آتی ہیں جو علم سے بے بہرہ ہیں۔

﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ یعنی اگر تو ان کی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے کہ تجھے کوئی بھلائی حاصل ہو یا تجھ سے کوئی برائی دور ہو۔ تیرے لئے درست نہیں کہ تو ان کی موافقت کرے اور ان سے موالات رکھے کیونکہ آپ اور وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔'' اللہ تعالیٰ متقین کو ان کے تقویٰ اور نیک عمل کے سبب سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ (قرآن' اس میں) بصیرت افروز دلائل ہیں لوگوں کیلئے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ○

﴿هٰذَا﴾ یعنی یہ قرآن کریم اور ذکر حکیم ﴿بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ﴾ ''بصیرتیں ہیں لوگوں کے لیے۔'' یعنی اس کے ذریعے سے لوگوں کو تمام امور میں بصیرت حاصل ہوتی ہے اور اہل ایمان اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے ﴿لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''یقین رکھنے والوں کے لیے۔'' پس وہ اس کے ذریعے سے دین کے اصول و فروع میں صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل کرتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں بھلائی، مسرت اور سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور یہ رحمت ہے، پس اس سے ان کے نفس پاک ہوتے ہیں، اس سے ان کی

عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ان کا ایمان و یقین بڑھتا ہے اور اس پر حجت قائم ہوتی ہے، جو گمراہی پر اصرار کرتا اور عناد سے کام لیتا ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا

کیا گمان کر لیا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے ارتکاب کیا برائیوں کا' یہ کہ کر دیں گے ہم ان کو مانند ان لوگوں کے جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾

اور عمل کیے انہوں نے نیک برابر ہے جینا ان کا اور مرنا ان کا' برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ○

کیا کثرت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے گناہ گار لوگ اور اپنے رب کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے سمجھتے ہیں ﴿أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ''کہ ہم ان کو ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔'' یعنی انہوں نے اپنے رب کے حقوق قائم کیے، اسے ناراض کرنے سے اجتناب کیا اور ہمیشہ اس کی رضا کو اپنی خواہشات نفس پر ترجیح دیتے ہیں، یعنی کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ﴿سَوَاءً﴾ وہ دنیا و آخرت میں مساوی ہوں گے؟ ان کا اندازہ اور ان کا یہ گمان بہت برا ہے۔ اور بہت برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو احکم الحاکمین، سب سے بڑھ کر عادل ہستی کی حکمت کے خلاف، عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے متناقض اور ان اصولوں کے متضاد ہے جنہیں لے کر کتابیں نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے آگاہ کیا۔

فی الواقع قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اہل ایمان جو نیک عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کی نیکی کے مطابق نصرت، فلاح، سعادت اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی، رسوائی، عذاب اور بدبختی ہے۔

وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو ساتھ اس کے جو

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

اس نے کمایا اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ تخلیق فرمایا تاکہ اسی اکیلے کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا محاسبہ کرے گا جن کو اس نے اپنی عبادت کا حکم دیا اور انہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں یا کفر کا رویہ اختیار کر کے کفار کی سزا کے مستحق بنتے ہیں؟

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى

کیا پس دیکھا آپ نے اس کو جس نے بنا لیا اپنا معبود اپنی خواہش کو اور گمراہ کر دیا اس کو اللہ نے علم پر اور مہر لگا دی اس کے

سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ

کان اور اس کے دل پر اور کر دیا اس کی آنکھ پر پردہ؟ پس کون ہے جو ہدایت دے اسے بعد اللہ کے؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا

کیا پس نہیں تم نصیحت پکڑتے؟ ○ اور کہا انہوں نے: نہیں ہے یہ (زندگی) سوائے ہماری زندگانی دنیا کے، ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں اور نہیں

يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

ہلاک کرتا ہمیں مگر زمانہ ہی، اور نہیں ہے ان کے لیے اس کا کوئی علم، نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے ○

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں اس حال میں کہ وہ واضح ہیں تو نہیں ہوتی دلیل ان کی مگر یہی کہ انہوں نے کہا، لے آؤ

بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

ہمارے باپ دادوں کو اگر ہو تم سچے ○ کہہ دیجیے! اللہ ہی زندہ کرتا ہے تم کو پھر مارتا ہے تم کو پھر

يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

وہی جمع کرے گا تمہیں روز قیامت میں، کہ نہیں ہے کوئی شک اس میں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتَ ﴾ کیا آپ نے اس گمراہ شخص کو دیکھا؟ ﴿ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ ”جس نے اپنی خواہشِ نفس کو معبود بنا لیا۔“ جس راستے پر چاہا چلتا رہا، خواہ اس راستے پر چلنے کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے یا اس کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ ﴿ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے اسے گمراہی میں پھینک دیا کہ وہ ہدایت کے لائق نہیں اور نہ ہدایت کے ذریعے سے وہ پاک ہی ہو سکتا ہے ﴿ وَ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ ﴾ ”اور اس کے کانوں پر مہر لگا دی۔“ اس لئے وہ کوئی ایسی چیز نہیں سن سکتا جو اس کے لئے فائدہ مند ہو ﴿ وَ قَلْبِهٖ ﴾ ”اور اس کے دل پر۔“ پس وہ بھلائی کو یاد نہیں رکھ سکتا ﴿ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ﴾ ”اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔“ جو اسے حق دیکھنے سے روکتا ہے ﴿ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ﴾ ”پس کون ہے جو اس کو اللہ کے بعد ہدایت دے؟“ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ہدایت کے دروازے بند کر دیے اور گمراہی کے دروازے کھول دیے، کوئی شخص اس کو ہدایت سے بہرہ مند نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا، اس نے ایسے اسباب اختیار کئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مانع تھے۔ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ”کیا تم (اس چیز سے) نصیحت نہیں پکڑتے۔“ جو تمہیں فائدہ دے اور تم اسے اختیار کرتے اور جو چیز تمہیں نقصان دے تم اس سے اجتناب کرتے۔

﴿وَ قَالُوْا﴾ یعنی منکرین آخرت کہتے ہیں: ﴿مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ یہ تو سب صرف عادات ہیں اور گردش لیل ونہار کے ساتھ جاری ہیں کچھ لوگ مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ جنم لیتے ہیں جو کوئی مر جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر نہیں جاتا اور نہ اس کو اس کے عمل کی جزا و سزا ہی دی جائے گی۔ ان کا یہ قول بغیر کسی علم کے صادر ہوا ہے۔ ﴿اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ﴾ پس انہوں نے معاد کا انکار کیا اور کسی دلیل و برہان کے بغیر سچے رسولوں کی تکذیب کی۔ یہ محض وہم و گمان اور ایسے استبعادات ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ ”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو اس کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ وہ کہہ دیتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباؤ اجداد کو اٹھا لاؤ۔“ یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا اور اس زعم باطل میں مبتلا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی صداقت اس بات پر موقوف ہے کہ ان کے آباء و اجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لایا جائے۔ انبیاء و رسل ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں وہ ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ رسول ان کا وہ مطالبہ پورا نہیں کرتے جو انہوں نے پیش کیا ہے۔

وہ اپنے قول میں سخت جھوٹے ہیں ان کا مقصد بیانِ حق نہیں بلکہ صرف رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ”کہہ دیجیے: اللہ ہی تم کو زندہ کرتا، پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اگر یوم آخرت کا علم ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچا ہوتا تو وہ ضرور اس کے لئے تیاری کرتے اور نیک عمل کرتے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّخْسَرُ
اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جس دن قائم ہوگی قیامت، اس دن خسارے میں رہیں گے
الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤی اِلٰی كِتٰبِهَا ؕ
باطل پرست ○ اور دیکھیں گے آپ ہر امت کو گھٹنوں کے بل (گری ہوئی) ہر امت بلائی جائے گی اپنے نامۂ اعمال کی طرف،
اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ
آج تم بدلہ دیے جاؤ گے (اس کا) جو تھے تم عمل کرتے ○ یہ ہماری کتاب ہے، یہ بولتی ہے تمہاری بابت
بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
سچ سچ، بلاشبہ ہم لکھواتے تھے جو تھے تم عمل کرتے ○ پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝۳۰

اور عمل کیے انہوں نے نیک، پس داخل کرے گا ان کو رب ان کا اپنی رحمت میں، یہی ہے کامیابی واضح ○

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ

اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائیگا) کیا پس نہیں تھیں آیتیں میری تلاوت کی جاتیں تم پر؟ پس تم نے تکبر کیا اور تھے تم

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۱ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ

لوگ مجرم ○ اور جب کہا گیا (تم سے) کہ بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے اور قیامت نہیں ہے کوئی شک اس (کے آنے) میں، تو تم نے کہا:

مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝۳۲

نہیں جانتے ہم کیا ہے قیامت؟ نہیں خیال کرتے ہم مگر ایک گمان ہی اور نہیں ہم (اس کا) یقین کرنے والے ○

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۳

اور ظاہر ہو جائیں گی ان کے سامنے برائیاں ان چیزوں کی جو انہوں نے کیں اور گھیر لے گا ان کو وہ (عذاب) کہ تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے ○

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا

اور کہا جائیگا: آج ہم بھول جائینگے تمہیں جیسے بھول گئے تھے تم ملاقات کو اپنے اس دن کی اور ٹھکانا تمہارا آگ ہے اور نہیں ہے

لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۴ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ

تمہارے لیے کوئی مددگار ○ یہ بہ سبب اس کے کہ بے شک تم نے بنایا اللہ کی آیتوں کو ہنسی مذاق، اور دھوکے میں ڈال دیا تم کو

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۳۵ فَلِلّٰهِ

زندگانی دنیا نے، پس آج نہ نکالے جائینگے وہ اس (آگ) سے اور نہ ان سے توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائیگا ○ پس اللہ ہی کیلیے ہیں

الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۶ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ

سب تعریفیں، جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا، رب ہے سارے جہانوں کا ○ اور اسی کے لیے بڑائی ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳۷ ع

آسمانوں اور زمین میں اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○

منزل ٦

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بادشاہی کی وسعت اور تمام اوقات میں تصرف اور تدبیر میں اپنے اکیلے ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، نیز خبر دیتا ہے: ﴿ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ﴾ ''جس روز قیامت برپا ہوگی۔'' اور تمام مخلوق قیامت کے میدان میں جمع ہوگی تو باطل پرستوں کو جنہوں نے حق کو نیچا دکھانے کے لئے باطل کو اختیار کیا، خسارہ حاصل ہوگا ان کے اعمال ضائع ہوں گے کیونکہ وہ باطل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن جب تمام حقائق عیاں ہوں گے تو اس دن ان کے اعمال باطل اور مضمحل ہو جائیں گے، ان کا اجر وثواب ختم ہو جائے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکی کا ذکر فرمایا تاکہ لوگوں کو اس سے ڈرائے اور لوگ اس کے لئے تیاری کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَتَرٰى﴾ اے اس دن کو دیکھنے والے! تو دیکھے گا کہ ﴿كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ ہر امت خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل گری ہوئی مالک رحمان کے فیصلے کی منتظر ہے۔ ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ ”ہر گروہ کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔“ یعنی ہر امت کو اس کے نبی کی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جسے لے کر وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوا تھا کہ آیا انہوں نے اس شریعت کو قائم کیا تھا کہ ان کو ثواب اور نجات حاصل ہو یا انہوں نے اسے ضائع کر دیا، تب ان کو خسارہ حاصل ہو؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت عیسیٰ اور محمد ﷺ کی امت کو شریعت محمدی کی طرف بلایا جائے گا۔ اسی طرح دیگر تمام امتوں کو ان کی اپنی اپنی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جس کے وہ مکلف تھے۔ آیت کریمہ سے ایک تو اسی معنی کا احتمال ہے اور یہ معنی فی نفسہ صحیح ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک اور معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ کے ارشاد: ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ سے مراد یہ ہو کہ ہر امت کو اس کے نامۂ اعمال اور خیر و شر کی طرف جو ان کے نامۂ اعمال میں درج کیا گیا تھا، بلایا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ (الجاثية: ٤٥/ ١٥) ”جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی لئے کرے گا اور جو کوئی برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔“ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ آیت کریمہ سے دونوں معنی مراد ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلیل ہے: ﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”یہ ہماری تحریر ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دے رہی ہے۔“ یعنی ہماری یہ کتاب جو آپ پر نازل کی ہے وہ تمہارے درمیان حق اور انصاف سے فیصلہ کرتی ہے۔ ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”بے شک جو کچھ تم کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔“ اس سے مراد نامۂ اعمال ہے۔

اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ دونوں گروہوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا لہٰذا فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ جو لوگ صحیح طور پر ایمان لائے اور اعمال صالح، یعنی واجبات اور مستحبات پر عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی ﴿فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ”پس ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔“ جس کا مقام جنت ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور تکدر سے پاک زندگی ہے۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ یہی واضح کامیابی، نجات، نفع اور فلاح ہے جو بندے کو جب حاصل ہو تو اسے ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس سے ہر برائی دور ہو جاتی ہے۔

﴿وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو انہیں زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿اَفَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ﴾ ''کیا تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟'' ان آیات نے ان امور کی طرف راہنمائی کی جن میں تمہاری بھلائی تھی اور ان امور سے روکا جن میں تمہارے لئے ضرر تھا، یہ سب سے بڑی نعمت تھی جو تم تک پہنچی اگر تم نے ان کی موافقت کی ہوتی لیکن تم نے تکبر کے ساتھ ان سے روگردانی کی اور ان کا انکار کیا، پس اس طرح تم نے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا، لہٰذا آج تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی۔

نیز انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ بھی کہا جائے گا: ﴿وَ اِذَا قِیۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ السَّاعَۃُ لَا رَیۡبَ فِیۡہَا قُلۡتُمۡ﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے۔'' اس کا انکار کرتے ہوئے ﴿مَّا نَدۡرِیۡ مَا السَّاعَۃُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ﴾ ''ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کی گھڑی کیا ہوتی ہے، بس ہمیں تو صرف ایک گمان سا ہے اور ہمیں اس پر یقین نہیں ہے۔'' یہ تو تھا ان کا دنیا میں حال اور قیامت کے احوال کے وہ منکر تھے اور جو حیات بعد الموت کی خبر لایا انہوں نے اس کے قول کو ٹھکرا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ بَدَا لَہُمۡ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا﴾ یعنی قیامت کے دن ان کے سامنے ان کے اعمال کی سزا ظاہر ہوگی۔ ﴿وَ حَاقَ بِہِمۡ﴾ اور نازل ہوگا ان پر ﴿مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ﴾ ''جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔'' یعنی ان پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کے واقع ہونے اور اس کے وقوع کی خبر دینے والے کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ ﴿وَ قِیۡلَ الۡیَوۡمَ نَنۡسٰىکُمۡ﴾ ''اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔'' یعنی ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ ﴿کَمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ﴾ ''جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔'' کیونکہ جزا عمل کی جنس میں سے ہوتی ہے۔ ﴿وَ مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ﴾ یعنی جہنم تمہارا ٹھکانا اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ﴿وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ﴾ ''اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے اور تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا سکے۔

﴿ذٰلِکُمۡ﴾ یہ عذاب جس میں تم مبتلا ہو اس سبب سے ہے کہ ﴿اتَّخَذۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ ہُزُوًا﴾ ''تم نے آیات الٰہی کا تمسخر اڑایا'' حالانکہ یہ جد و جہد کی موجب تھیں، نیز اس امر کی موجب تھیں کہ ان کو مسرت، خوش دلی اور فرحت سے قبول کیا جاتا۔ ﴿وَّ غَرَّتۡکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا﴾ اور دنیا نے اپنی چکا چوند اور اپنی لذات و شہوات کے ذریعے سے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا، پس تم اس سے مطمئن ہو گئے، اس کے لئے عمل کرتے رہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کے لئے عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ ﴿فَالۡیَوۡمَ لَا یُخۡرَجُوۡنَ مِنۡہَا وَ لَا ہُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ﴾ ''پس آج وہ اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔'' یعنی انہیں مہلت دی جائے گی نہ انہیں دنیا کی طرف لوٹایا جائے گا کہ وہ نیک عمل کر لیں۔

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ ''پس اللہ ہی کے لیے ہر قسم کی حمد ہے۔'' جیسی کہ اس کے جلال اور اس کی عظمتِ سلطان کے لائق ہے۔ ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور سارے جہانوں کا رب ہے۔'' یعنی تمام مخلوقات کی ربوبیت کے بارے میں وہ لائقِ حمد وثنا ہے کہ اس نے ان کو تخلیق کیا ان کی تربیت کی اور انہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ ﴿وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے۔'' یعنی وہی جلال، عظمت اور مجد کا مالک ہے۔

پس حمد میں صفاتِ کمال کے ذریعے سے اللہ کی ثنا، اس کی محبت اور اس کا اکرام ہے اور کبریائی میں اس کی عظمت اور اس کا جلال ہے۔ عبادت دو ارکان پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے سامنے اظہار تذلل اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کے جلال اور اس کی کبریائی کے علم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ﴿وَ هُوَ الْعَزِیْزُ﴾ اور وہ ہر چیز پر غالب ہے ﴿الْحَكِیْمُ﴾ ''حکمت والا ہے۔'' جس نے تمام اشیاء کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔ اس نے جو چیز بھی مشروع کی وہ حکمت کے تحت مشروع کی ہے اور جو چیز بھی پیدا کی وہ فائدے اور منفعت کے لئے پیدا کی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدي (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

DARUSSALAM

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاهور

لندن • هیوسٹن • نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الرياض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون : 7220419 فیکس : 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر چھبیس 26

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر چھبیس 26

تفسیر سورۃ الاحقاف

سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ (۴۶) مَکِّیَّۃٌ (۶۶) — اٰیَاتُهَا ۳۵ — رُکُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

حٰمٓ ○ نازل کرنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے' جو بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے' مگر ساتھ حق اور وقت مقرر کے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

ان چیزوں سے (جن سے) وہ ڈرائے گئے' منہ موڑنے والے ہیں ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب عزیز کی ثنا اور تعظیم ہے اور اس ضمن میں بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ اس کتاب کی روشنی سے راہ نمائی حاصل کریں' اس کی آیات میں تدبر کریں اور اس کے خزانوں کا استخراج کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل کرنے کے بارے میں فرمایا' جو امر و نہی کو متضمن ہے' تو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا بھی ذکر فرمایا' اس نے خلق و امر کو جمع کر دیا۔ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الأعراف: ۷/۵۴) ''یاد رکھو! اسی نے تخلیق کیا ہے تو حکم بھی اسی کا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ (الطلاق: ۶۵/۱۲) ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی' اس کا حکم ان کے درمیان اترتا رہتا ہے۔'' اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ (النحل: ۱۶/۲'۳) ''اللہ ہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو (اس بات سے) آگاہ کر دو کہ بلاشبہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں' لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔'' تو اللہ تعالیٰ ہی نے مکلفین کو پیدا کیا' ان کے مساکن بنائے' ان کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کر دیا' پھر ان کی طرف رسول بھیجے' ان پر اپنی کتابیں نازل کیں' انہیں نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا' انہیں خبردار کیا کہ یہ دنیا عمل کا گھر اور اہل عمل کے لئے گزرگاہ ہے' یہ دنیا اقامت کی جگہ نہیں کہ اس کے رہنے والے یہاں سے کوچ نہیں کریں گے' وہ عنقریب یہاں سے جائے قرار اور ہمیشہ رہنے والے دائمی ٹھکانے اور اقامت گاہ میں منتقل ہوں گے۔ وہ اس گھر میں اپنے اعمال کی' جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں' کامل اور وافر جزا پائیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس

گھر کے اثبات کے لئے دلائل قائم کیے اور نمونے کے طور پر اسی دنیا میں بندوں کو ثواب وعقاب کا مزا چکھایا تاکہ امر محبوب کی طلب اور جس امر سے ڈرایا گیا ہے اس سے دور بھاگنے کا داعیہ زیادہ شدت سے پیدا ہو بنابریں فرمایا: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، برحق پیدا کیا ہے“ یعنی ہم نے آسمانوں اور زمین کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندے ان کے خالق کی عظمت کو پہچانیں اور اس کے کمال پر ان سے استدلال کریں اور تاکہ بندے جان لیں کہ وہ ہستی جس نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ بندوں کو جزا و سزا کے لیے ان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، نیز آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور ان کی بقا کا وقت ﴿اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”ایک مدتِ مقررہ تک“ معین ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے آگاہ فرمایا...... اور وہ سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہے...... اس پر دلائل قائم کیے اور راہِ حق کو روشن کر دیا، تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ مخلوق میں سے ایک گروہ نے حق سے روگردانی کی اور انبیاء و رسل کی دعوت کو ٹھکرایا۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ ”اور کافروں کو جس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے، وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔“ اور رہے اہلِ ایمان، تو انہیں جب حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے رب کی نصیحتوں کو قبول کر کے ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اطاعت و تعظیم کے ساتھ ان کا سامنا کیا، لہٰذا وہ ہر بھلائی حاصل کرنے اور ہر برائی کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ

کہہ دیجیے: بھلا بتلاؤ تو! جن چیزوں کو تم پکارتے (پوجتے) ہو سوائے اللہ کے دکھاؤ مجھے کیا چیز پیدا کی ہے انہوں نے زمین میں سے؟ یا ہے

لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ

ان کا کوئی حصہ آسمانوں میں؟ لاؤ تم میرے پاس کوئی کتاب پہلے سے (نازل شدہ) اس (قرآن) سے یا بقیہ علم سے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ

اگر ہو تم سچے ○ اور کون شخص زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پکارتا ہے سوائے اللہ کے اس کو کہ

لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا

نہیں جواب دے سکتا وہ اسے روز قیامت تک؟ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں ○ اور جب

حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶

اکٹھے کیے جائیں گے لوگ، تو ہوں گے وہ ان کے دشمن، اور ہوں گے وہ ان کی عبادت سے کفر (انکار) کرنے والے ○

﴿قُلْ﴾ یعنی ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا، جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، جن کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے

اٹھانے کی قدرت ہی رکھتے ہیں۔ ان کے معبودوں کی بے بسی بیان کرتے ہوئے' نیز یہ کہ وہ عبادت کے ذرہ بھر بھی مستحق نہیں' ان سے کہہ دیجیے: ﴿ اَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ﴾ ''مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے؟'' کیا انہوں نے اجرام فلکی میں کچھ پیدا کیا' انہوں نے پہاڑ پیدا کیے یا دریا جاری کیے؟ کیا انہوں نے روئے زمین پر حیوانات پھیلائے یا درخت اگائے؟ اور کیا انہوں نے تمام چیزوں کی تخلیق میں معاونت کی ہے؟ دوسروں کی تخلیق تو کجا' خود اپنے اقرار کے مطابق وہ اپنے بارے میں بھی کسی چیز پر قادر نہیں ہیں' پس یہ اس حقیقت پر قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس نقلی دلیل کے عدم وجود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ ﴾ ''اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔'' یعنی کوئی ایسی کتاب جو شرک کی دعوت دیتی ہو۔ ﴿ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ ﴾ یا رسولوں کی طرف سے کوئی موروث علم ہو جو ان عقائد کا حکم دیتا ہو...... اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ انبیاء و رسل سے منقول کوئی دلیل لانے سے عاجز ہیں بلکہ ہم جزم و یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین نے اپنے رب کی توحید کی دعوت دی ہے اور اس کے ساتھ شرک کرنے سے روکا ہے اور یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جو ان کے علم میں سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل: ۳۶/۱۶) ''اور بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا' جو ان کو حکم دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔'' ہر رسول نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ (الأعراف: ۵۹/۷) ''اللہ کی عبادت کرو' تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ شرک کے بارے میں مشرکین کی بحث و جدال کسی برہان اور دلیل پر مبنی نہیں' ان کا اعتماد جھوٹے نظریات' گھٹیا آراء اور فاسد عقل پر ہے۔ ان کے احوال کا استقراء اور ان کے علوم و اعمال کا تتبع ان نظریات کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہے' نیز ان لوگوں کے احوال پر غور کرنے سے بھی ان کا بطلان ثابت ہوتا ہے جنہوں نے طاغوت کی عبادت میں اپنی عمریں گنوا دیں۔ کیا طاغوت نے دنیا یا آخرت میں انہیں کوئی فائدہ دیا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی ایسی ذات کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے۔'' یعنی جتنی مدت اس کا دنیا میں قیام ہے وہ اس سے ذرہ بھر فائدہ نہیں اٹھا سکتا ﴿ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ ''اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔'' وہ ان کی کوئی دعا سن سکتے ہیں نہ ان کی کسی پکار کا جواب دے سکتے ہیں۔ یہ ان کا دنیا میں حال ہے اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کریں

گے۔ ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً﴾ ''اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے۔'' وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے ﴿وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ کٰفِرِيْنَ﴾ ''اور وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح' تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر (انکار) کیا حق (قرآن) کا جب آیا وہ انکے پاس

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ

یہ جادو ہے ظاہر ○ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ (خود) گھڑا ہے اس نے اسکو؟ کہہ دیجیے: اگر (خود) گھڑا ہے میں نے اسکو تو نہیں اختیار رکھتے تم

لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ

میرے لیے اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو کہ گفتگو کرتے ہو تم اس (قرآن) کے بارے میں کافی ہے وہ (اللہ) گواہ میرے درمیان

وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٨ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ

اور تمہارے درمیان اور وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہے ○ کہہ دیجیے: نہیں ہوں میں انوکھا رسولوں میں سے اور نہیں جانتا میں

مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٩

کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور نہ تمہارے ساتھ نہیں پیروی کرتا میں مگر اسی کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف اور نہیں میں مگر ڈرانے والا ظاہر ○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

کہہ دیجیے: بھلا بتلاؤ تو! اگر ہو وہ (قرآن) اللہ کی طرف سے اور کفر کیا تم نے اس کے ساتھ اور گواہی دی ایک گواہ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

نے بنی اسرائیل میں سے اس جیسی (کتاب) پر پھر ایمان لایا وہ اور تکبر کیا تم نے بے شک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ ع

نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو ○

اور جب ان جھٹلانے والوں کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں ﴿اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''ہماری واضح آیات'' اور وہ اس طرح واقع ہوتی ہیں کہ ان کے واقع ہونے اور حق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا' یہ آیات انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں بلکہ ان کے ذریعے سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے۔

وہ اپنی بہتان طرازی اور افترا پردازی کی بنا پر کہتے ہیں ﴿لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''حق کے بارے میں جب حق ان کے پاس آیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے'' یعنی ظاہر جادو ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ان کا یہ قول قلبِ حقائق کے زمرے میں آتا ہے' جو ضعیف العقل لوگوں میں رواج پا سکتا ہے ورنہ حق' جسے محمد

مصطفیٰ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں' اور جادو کے مابین بہت بڑا تفاوت اور منافات ہے جو زمین و آسمان کے تفاوت سے بڑھ کر ہے۔ وہ حق جو غالب ہے اور افلاک کی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے' جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہے' جس کی حقانیت پر دلائلِ آفاق اور دلائلِ نفس دلالت کرتے ہیں' جس کے سامنے اصحابِ بصیرت اور خرد مند لوگ سرنگوں ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں، اسے باطل پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ جو جادو ہے' جو ظالم' گمراہ' خبیث النفس اور خبیث العمل شخص کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ پس جادو ایسے ہی شخص کے لئے مناسب اور اس کے موافق حال ہوتا ہے۔ کیا یہ باطل کے سوا کچھ اور ہے؟

﴿ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ﴾ یعنی کیا وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ ان سے کہہ دیجئے: ﴿ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ ﴾ ''اگر میں نے اسے بنایا ہے۔'' تو اللہ مجھ پر قدرت رکھتا ہے اور جس کام میں تم مشغول ہو اسے بھی خوب جانتا ہے۔ اس نے مجھے اس افترا پردازی کی سزا کیوں کر نہ دی جس کو تم میری طرف منسوب کرتے ہو؟ پس کیا ﴿ تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ﴾ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی ضرر میں مبتلا کرنے یا رحمت سے نوازنے کا ارادہ کرے تو تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں میرے لیے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتے ہو؟ ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ﴾ ''وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارے میں کرتے ہو' وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے۔'' پس اگر میں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہوتا تو مجھے اپنی گرفت میں لے کر ایسی سزا دیتا جسے ہر کوئی دیکھتا' کیونکہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہوتا تو یہ سب سے بڑی افترا پردازی ہوتی۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو حق کے بارے میں ان کے عناد اور مخاصمت کے باوجود توبہ کی طرف بلایا اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ ''اور وہ بخشنے والا مہربان ہے'' یعنی توبہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ' اپنے گناہوں کو چھوڑ دو' اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا' تم پر رحم فرمائے گا' تمہیں بھلائی کی توفیق سے نوازے گا اور تمہیں بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ یعنی میں کوئی پہلا رسول نہیں جو تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم میری رسالت کو عجیب و غریب پاؤ اور میری دعوت کا انکار کرو' مجھ سے پہلے بھی انبیاء و رسل آ چکے ہیں' میری دعوت اور ان کی دعوت میں موافقت ہے پھر تم کس بنا پر میری رسالت کا انکار کر رہے ہو۔ ﴿ وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ ﴾ ''اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟'' یعنی میں تو صرف ایک بشر ہوں' میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں' میرے اور تمہارے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی تصرف کرتا ہے' مجھ پر اور تم پر وہی اپنے فیصلے نافذ کرتا ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ پیش نہیں کرتا ﴿ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴾ ''اور میں تو

صرف علی الاعلان ڈرانے والا ہوں۔'' لہٰذا اگر تم میری رسالت کو مانتے ہوئے میری دعوت کو قبول کرلو تو یہ دنیا اور آخرت میں تمہاری خوش نصیبی اور تمہارا بہرہ وافر ہے اور اگر تم اس دعوت کو ٹھکرا دو تو تمہارا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے' میں نے تو تمہیں برے انجام سے خبردار کر دیا ہے اور جس نے خبردار کر دیا وہ بری الذمہ ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾ یعنی مجھے بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور اہل کتاب میں سے ان توفیق یافتہ لوگوں نے بھی اس کی صحت کی شہادت دی ہو' جن کے پاس حق ہے اور وہ پہچانتے ہیں کہ یہ بھی حق ہے' پس وہ اس پر ایمان لے آئے اور ہدایت یافتہ ہوئے' تو انبیائے کرام ﷩ کی خبر اور ان کے متبعین کی خبر میں مطابقت ہوگئی۔ اے جاہل اور کم عقل لوگو! تم نے تکبر سے کام لیا۔ کیا یہ (تمہارا رویہ) سب سے بڑے ظلم اور شدید ترین کفر کے سوا کچھ اور ہے؟ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' اور یہ ظلم ہے کہ حق قبول کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود تکبر سے اسے ٹھکرا دیا جائے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ ؕ وَاِذْ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' ان لوگوں سے جو ایمان لائے' اگر ہوتا وہ (دین) بہتر نہ پہل کرتے وہ ہم سے اس کی طرف' اور جب

لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا

نہ ہدایت پائی انہوں نے اس (قرآن) کے ذریعے سے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے قدیم○ اور اس (قرآن) سے پہلے کتاب تھی موسیٰ کی پیشوا

وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ

اور رحمت' اور یہ (قرآن) کتاب ہے تصدیق کرنے والی عربی زبان میں' تاکہ وہ ڈرائے ان لوگوں کو

ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲﴾

جنہوں نے ظلم کیا' اور خوش خبری نیکی کرنے والوں کے لیے○

حق کا انکار کرنے والے' اس سے عناد رکھنے والے اور اس کی دعوت کو ٹھکرانے والے کفار کہتے ہیں: ﴿لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ﴾ ''اگر یہ بہتر ہوتا تو یہ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔'' یعنی مومنین ہم پر سبقت نہ لے جا سکتے' ہم اس بھلائی کی طرف سب سے پہلے آگے بڑھنے والے اور اس کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے ہوتے۔ ان کا یہ قول ایک لحاظ سے باطل ہے...... کون سی دلیل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حق کی علامت یہ ہے کہ اہل تکذیب اہل ایمان پر سبقت لے جائیں؟ کیا وہ زیادہ پاک نفس اور عقل و خرد میں زیادہ کامل ہیں؟ کیا ہدایت ان کے ہاتھ میں ہے؟ مگر یہ کلام جو ان سے صادر ہوا' جسے وہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اس شخص کے کلام کی مانند ہے جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ اس چیز کی مذمت کرنا شروع کر

دے۔اسی لیے فرمایا:﴿ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴾ ''اور جب وہ اس سے ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب کہتے ہیں کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔'' یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر انہوں نے اس قرآن سے راہ نمائی حاصل نہ کی اور یوں وہ عظیم ترین نوازشات اور جلیل ترین عطیات سے محروم ہو گئے۔اسے جھوٹ کہہ کر اس میں جرح وقدح کی' حالانکہ یہ حق ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

یہ قرآن ان کتب سماویہ کی موافقت بھی کرتا ہے جو اس سے قبل نازل ہو چکی ہیں' خاص طور پر تورات کی جو قرآن کریم کے بعد افضل ترین کتاب ہے۔﴿ إِمَامًا وَرَحْمَةً ﴾ ''جو راہنما اور رحمت ہے۔'' یعنی بنی اسرائیل اس کتاب کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں اور انہیں دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔

﴿ وَهَٰذَا ﴾ یعنی یہ قرآن ﴿ كِتَابٌ مُصَدِّقٌ ﴾ گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے' ان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور ان کی موافقت کر کے ان کی تصدیق کرتا ہے ﴿ لِسَانًا عَرَبِيًّا ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں اتارا تاکہ اس کو اخذ کرنا سہل اور اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہو ﴿ لِيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ﴾ تاکہ یہ ان لوگوں کو برے انجام سے خبردار کرے جنہوں نے کفر' فسق اور نافرمانی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگر وہ اپنے ظلم پر جمے رہیں تو ان کو دردناک عذاب سے ڈرائے اور اپنے خالق کی عبادت میں احسان کرنے اور مخلوق کو نفع پہنچانے والوں کے لئے' دنیا وآخرت میں ثوابِ جزیل کی خوشخبری دے اور ان اعمال کا ذکر کرے جن سے ڈرایا گیا ہے اور ان اعمال کا ذکر کرے جن پر خوشخبری دی گئی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ قائم رہے (اس پر)' پس نہیں کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

یہ لوگ ہیں جنتی' ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں' جزا ہے اس کی جو تھے وہ عمل کرتے ○

یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کا اقرار کرتے ہیں' اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں' اس کی اطاعت کا التزام کرتے ہیں' اس پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور ﴿ اسْتَقَامُوا ﴾ عمر بھر استقامت سے کام لیتے ہیں ﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ تو آنے والے کسی شر سے ان کے لئے خوف نہیں ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ اور نہ انہیں اس چیز پر حزن وغم ہے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔﴿ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ﴾ یعنی وہ اہلِ جنت اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جہاں سے وہ منتقل ہونا چاہیں گے نہ اس کو بدلنا چاہیں گے ﴿ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ''ہمیشہ اس میں رہیں گے' یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان جو ان اعمالِ صالحہ کا مقتضی تھا جن پر یہ ہمیشہ قائم رہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ

اور وصیت کی ہم نے انسان کو اپنے والدین کیساتھ حسن سلوک کی اٹھایا اسکو اسکی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس نے اسے تکلیف سے

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ

اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے حتیٰ کہ جب پہنچا وہ اپنی جوانی (کی قوتوں) کو اور پہنچا چالیس

سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ

برس کو کہا اس نے اے میرے رب! توفیق دے تو مجھے یہ کہ شکر کروں میں تیری (اس) نعمت کا وہ جو تو نے کی مجھ پر اور میرے والدین پر

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ

اور یہ کہ عمل کروں میں نیک کہ تو پسند کرے اسکو اور اصلاح کر تو میرے لیے میری اولاد میں بلاشبہ میں نے توبہ کی تیری طرف اور بلاشبہ میں

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ

مسلمانوں میں سے ہوں ۝ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم قبول کرتے ہیں ان سے اچھے عمل جو کیے انہوں نے اور ہم درگزر کرتے ہیں

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ⑯

ان کی برائیوں سے، (وہ ہوں گے) جنتیوں میں، وعدہ ہے سچا جو تھے وہ وعدہ دیے جاتے ۝

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور والدین کی قدر و توقیر ہے کہ اس نے اولاد کو حکم دیا اور ان کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ نرم و ملائم بات، مال و نفقہ اور دیگر طریقوں سے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں، پھر اس کے سبب موجب کی طرف اشارہ کیا، پھر اس مرحلے کا ذکر فرمایا جس میں ماں اپنے بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے، اس حمل کے دوران میں تکالیف برداشت کرتی ہے، پھر ولادت کے وقت بہت بڑی مشقت کا سامنا کرتی ہے، پھر رضاعت اور پرورش کی تکلیف اٹھاتی ہے۔ مذکورہ مشقت تھوڑی سی مدت، گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ وہ طویل مدت ہے جس کا عرصہ ﴿ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ”تیس مہینے ہے۔“ جن میں سے غالب طور پر نو ماہ کے لگ بھگ حمل اور باقی مہینے رضاعت کے لئے ہیں۔ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۳۳) ”اور مائیں اپنی اولاد کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔“ کے ساتھ ملا کر استدلال کیا جاتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ رضاعت کی مدت کو، جو کہ دو سال ہے، تیس مہینوں میں سے نکال دیا جائے تو حمل کی مدت چھ ماہ بچتی ہے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾ یعنی جب وہ اپنی قوت و شباب کی انتہا اور اپنی عقل کے کمال کو پہنچ جاتا ہے ﴿وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ﴾ ”اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے توفیق دے۔“ یعنی اے میرے رب مجھے الہام کر اور مجھے توفیق عطا کر ﴿اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

﴿ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ ﴾ ”کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں ان کا شکر گزار رہوں۔“ یعنی دین اور دنیا کی نعمتیں اور اس کا شکر کرنا یہ ہے کہ ان نعمتوں کو منعم کی اطاعت میں صرف کیا جائے اور اس کے مقابلے میں ان نعمتوں کی شکر گزاری سے عجز کے اعتراف اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں کوشاں رہا جائے۔

والدین کو نعمتوں سے نوازا جانا' ان کی اولاد کو ان نعمتوں سے نوازا جانا ہے کیونکہ ان نعمتوں اور ان کے اسباب وآثار کا اولاد تک پہنچنا لازمی امر ہے، خاص طور پر دین کی نعمت' کیونکہ علم وعمل کے ذریعے سے والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔

﴿ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ ﴾ ”اور ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو“ وہ اس طرح کہ وہ ان اعمال کا جامع ہو جو اسے نیک بناتے ہیں اور ان اعمال سے پاک ہو جو اسے خراب کرتے ہیں' یہی وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ان پر ثواب عطا کرتا ہے۔ ﴿ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ﴾ ”اور تو میری اولاد کو بھی صالح بنا“ جب اس نے اپنے لئے نیکی کی دعا کی تو اس نے اپنی اولاد کے لیے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے احوال کو درست فرما دے۔ نیز ذکر فرمایا کہ اولاد کی نیکی کا فائدہ والدین کی طرف لوٹتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ ﴾ ”اور میرے لیے اصلاح کر دے۔“

﴿ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ ﴾ میں گناہ اور معاصی سے تیرے پاس توبہ کرتا ہوں اور تیری اطاعت کی طرف لوٹتا ہوں ﴿ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾ ”اور بے شک میں تیرے مطیع بندوں میں سے ہوں۔“

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ وہ لوگ جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں ﴿ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا ﴾ ”یہی وہ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے۔“ اس سے مراد نیکیاں ہیں کیونکہ وہ اس کے علاوہ بھی نیک عمل کرتے ہیں۔ ﴿ وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِهِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ ﴾ ”اور ان کے گناہوں سے تجاوز فرمائیں گے (یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔“ یعنی جملہ اہل جنت کے ساتھ' سو ان کو بھلائی اور مطلوب ومحبوب حاصل ہو گا' شر اور ناپسندیدہ امور زائل ہو جائیں گے ﴿ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴾ یعنی یہ وعدہ جو ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا' سب سے زیادہ سچی ہستی کا وعدہ ہے' جو کبھی وعدے کے خلاف نہیں کرتی۔

وَالَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَقَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ

اور وہ جس نے کہا اپنے والدین سے اف ہے تم دونوں پر' کیا تم دونوں وعدہ دیتے ہو مجھے یہ کہ نکالا جاؤں گا میں (قبر سے) حالانکہ گزر چکی ہیں (بہت سی) امتیں

مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَهُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰهَ وَیۡلَكَ اٰمِنۡ ۖ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ

مجھ سے پہلے' جب کہ وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے: ہلاک ہو جائے تو! ایمان لے آ' بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے' پس وہ کہتا ہے:

مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ

نہیں ہے یہ مگر (قصے) کہانیاں پہلے لوگوں کی ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ ثابت ہو گئی ان پر بات (عذاب کی)' ان امتوں میں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ

جو گزر چکیں پہلے ان سے جنوں اور انسانوں میں سے بے شک وہ تھے خسارہ پانے والے ○ اور ہر ایک کے لیے

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

درجے ہیں (مطابق) اسکے جو عمل کیے انہوں نے اور تاکہ پورا دے انکو (اللہ بدلہ) انکے اعمال کا اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس صالح شخص کا حال بیان کرنے کے بعد جو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے' اس شخص کا حال بیان کیا ہے جو اپنے والدین کا نافرمان ہے' نیز ذکر فرمایا کہ یہ بدترین حال ہے۔ لہٰذا فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ ﴾ ''اور جس نے اپنے والدین سے کہا۔'' یعنی جب انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اسے بداعمالیوں کی سزا سے ڈرایا اور یہ عظیم ترین احسان ہے جو والدین کی طرف سے اپنی اولاد کے لئے صادر ہوتا ہے کہ وہ انہیں ایسے امور کی طرف دعوت دیتے ہیں جن میں ابدی سعادت اور سرمدی فلاح ہے مگر وہ بدترین طریقے سے اپنے والدین کے ساتھ پیش آیا' اس نے کہا: ﴿ اُفٍّ لَّكُمَاۤ ﴾ یعنی ہلاکت ہو تمہارے لئے اور اس دعوت کے لئے جسے تم پیش کرتے ہو' پھر اس نے اپنے انکار اور اس امر کا ذکر کیا جسے وہ محال سمجھتا تھا اور کہا: ﴿ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ ﴾ کیا تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ قیامت کے روز مجھے میری قبر سے نکالا جائے گا ﴿ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ﴾ ''حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں'' جو تکذیب اور کفر کی راہ پر گامزن تھے' جو ہر کافر' جاہل اور معاند حق کے راہ نما اور مقتدی تھے۔

﴿ وَهُمَا ﴾ یعنی اس کے والدین ﴿ یَسْتَغِیْثٰنِ ﴾ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتے تھے: ﴿ وَیْلَكَ اٰمِنْ ﴾ ''تیرا برا ہو! ایمان لے آ'' یعنی وہ اس کی ہدایت کے لئے انتہائی جدوجہد اور پوری کوشش کر رہے تھے حتی کہ، اس کے ایمان کی سخت حرص کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مدد مانگ رہے تھے جیسے ڈوبتا ہوا شخص مدد کے لئے پکارتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے تھے جیسے کوئی اچھو لگا ہوا شخص سوال کرتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ملامت کرتے تھے' اس کے لئے سخت درمند تھے اور اس کے سامنے حق بیان کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: ﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ''بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' پھر اس پر دلائل قائم کر رہے تھے' مگر ان کا بیٹا تھا کہ اس میں سرکشی' نفرت اور حق کے بارے میں تکبر اور جرح وقدح میں اضافہ ہی ہو رہا تھا ﴿ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴾ یعنی وہ جواب میں کہتا تھا یہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ گزشتہ کتابوں میں سے نقل کردہ کہانیاں ہیں' یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ان کو وحی کیا ہے' حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اُمی ہیں جو لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ آپ نے کسی سے تعلیم حاصل کی ہے' آپ تعلیم حاصل کرتے بھی کہاں سے؟ اور مخلوق اس جیسا قرآن کہاں سے لاتی' خواہ سب

لوگ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوتے؟

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ﴾ یعنی اس مذموم حالت کے حاملین ﴿ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ان پر کلمۂ عذاب واجب ہو گیا ﴿ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ ''وہ ان جنات اور انسانوں کے گروہ کے ساتھ شامل ہوں گے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں'' یعنی ان جملہ قوموں میں جو کفر اور تکذیب پر جمی رہیں عنقریب وہ اپنے کرتوتوں کے سمندر میں غرق ہوں گے۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ ''یقیناً وہ نقصان پانے والے تھے۔'' اور خسران انسان کے رأس المال کے ضائع ہونے کا نام ہے۔ جب رأس المال ہی مفقود ہو تو منافع سے محرومی تو بدرجہ اولیٰ ہے۔ پس وہ ایمان سے محروم ہو گئے ہیں انہیں کوئی نعمت حاصل ہوئی نہ وہ جہنم کے عذاب سے بچ سکے۔ ﴿ وَلِكُلٍّ ﴾ یعنی اہل خیر اور اہل شر میں سے ہر ایک ﴿ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ﴾ خیر اور شر کے مطابق اپنے اپنے مرتبہ پر اور اپنے اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق آخرت میں اپنے اپنے درجہ پر ہو گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ''اور ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' یعنی ان کی برائیوں میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ ان کی نیکیوں میں کوئی کمی کی جائے گی۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آگ پر (کہا جائے گا) لے لیا تم نے (پورا حصہ) اپنی لذتوں کا اپنی زندگانی دنیا میں،

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور فائدہ اٹھا لیا تم نے ان سے، پس آج بدلہ دیے جاؤ گے تم عذاب ذلت کا بہ سبب اس کے کہ تھے تم تکبر کرتے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ ع

زمین میں ناحق اور بہ سبب اس کے کہ تھے تم نافرمانی کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کا حال بیان کرتا ہے، جب ان کو جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا: ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ﴾ ''تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے۔'' کیونکہ تم دنیا پر مطمئن ہو گئے، اس کی لذتوں کے دھوکے میں مبتلا ہو گئے، اس کی شہوات کو پسند کر لیا اور اس کی طیبات نے تمہیں آخرت کی کوششوں سے غافل کر دیا ﴿ وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ﴾ ''اور ان سے متمتع ہو چکے۔'' جیسے چراگاہ میں چرنے کے لیے چھوڑے ہوئے مویشی فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہی تمہاری آخرت میں سے تمہارا حصہ ہے ﴿ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ یعنی آج تمہیں سخت عذاب دیا جائے گا جو تمہیں رسوا کر کے رکھ دے گا اور یہ اس سبب سے ہے جو تم اللہ پر ناحق بات کہا کرتے تھے، یعنی گمراہی کی طرف لے جانے والے جس راستے پر تم گامزن تھے تم اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم کی طرف منسوب کرتے تھے، حالانکہ تم اس بارے میں جھوٹے تھے۔

﴿ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴾ یعنی تم تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے نکل گئے تھے۔ پس انہوں نے قول باطل، عمل باطل، اللہ تعالیٰ پر اس کی رضا کے بارے میں جھوٹ، حق کے بارے میں قدح اور حق کے بارے میں تکبر کو جمع کیا، اس لئے ان کو سخت سزا دی گئی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور یاد کریں عاد کے بھائی (ہود) کو جب اس نے ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں اور تحقیق گزر چکے کئی ڈرانے والے اس (ہود) سے پہلے

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

اور اسکے بعد اس (بات) سے کہ نہ عبادت کرو تم (کسی کی) سوائے اللہ کے، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک عظیم دن کے ○

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

انہوں نے کہا: کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ پھیر دے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے؟ پس لے آ تو ہمارے پاس وہ جس کا وعدہ دیتا ہے ہمیں اگر ہے تو

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ

سچوں میں سے ○ ہود نے کہا یقیناً (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں پہنچاتا ہوں تم کو وہ چیز کہ بھیجا گیا ہوں میں اسکے ساتھ اور لیکن

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا

میں دیکھتا ہوں تمہیں ایسے لوگ کہ تم جہالت کرتے ہو ○ پس جب انہوں نے دیکھا اس کو ایک بادل سامنے چلا آرہا ہے ان کی وادیوں کے تو کہا یہ

عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾

بادل ہے ہم پر بارش برسانے والا (بادل نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے کہ جلدی طلب کرتے تھے تم اسکو (وہ) ہوا ہے اس میں نہایت دردناک عذاب ہے ○

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي

وہ تباہ کردے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے، پس وہ (ایسے) ہوگئے کہ نہ دکھائی دیتا تھا (کچھ بھی) سوائے انکے گھروں کے اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا

مجرم لوگوں کو ○ اور البتہ تحقیق قدرت دی تھی ہم نے انکو اس چیز کی کہ نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں اسکی اور دیئے تھے ہم نے انکو کان

وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ٘ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ

اور آنکھیں اور دل، پس نہ فائدہ دیا ان کو ان کے کانوں نے اور نہ ان کی آنکھوں نے اور نہ ان کے دلوں نے

مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

کچھ بھی جب کہ تھے وہ انکار کرتے اللہ کی آیتوں کا اور گھیر لیا ان کو اس (عذاب) نے کہ تھے وہ جس کا ٹھٹھا کرتے ○

﴿ وَاذْكُرْ ﴾ یعنی ثنائے جمیل کے ساتھ ذکر کر ﴿ اَخَا عَادٍ ﴾ ''قوم عاد کے بھائی کا'' اس سے مراد ہود علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کا شمار ان مرسلین کرام میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی طرف دعوت اور اس کی طرف مخلوق

کی راہ نمائی کی وجہ سے فضیلت دی ﴿ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ ﴾ ”جب انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا۔“ اور وہ تھے قوم عاد ﴿ بِالْاَحْقَافِ ﴾ یعنی ان کے وہ گھر جو وادی احقاف میں معروف ہیں۔ (احقاف) سے مراد ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ہیں جو ارض یمن میں واقع ہیں۔ ﴿ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ ”اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی“ یعنی حضرت ہود علیہ السلام ان میں سے کوئی انوکھے نبی نہ تھے اور نہ گزشتہ انبیاء کی مخالفت کرنے والے تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے ہدایت کرنے والے گزرے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو یہ کہتے ہوئے ڈرایا: ﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ یعنی ان کو اللہ کی عبادت حکم کا دیا جو راست گوئی اور قابل ستائش عمل کی جامع ہے، انہیں شرک اور خدا سازی سے منع کیا اور انہیں اس بات سے ڈرایا کہ اگر انہوں نے ان کی اطاعت نہ کی تو ان پر سخت عذاب نازل ہوگا، مگر اس دعوت نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ ﴿ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ﴾ یعنی تیرے سامنے کوئی مقصد ہے نہ تیرے پاس حق ہے، سوائے اس کے کہ تو ہمارے معبودوں کے ساتھ حسد رکھتا ہے اور تو ہمیں، ہمارے معبودوں سے پھیرنا چاہتا ہے ﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ”پس اگر تم سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لے آؤ۔“ یہ جہالت اور عناد کی انتہا ہے۔

﴿ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ”انہوں نے کہا، اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔“ پس وہی ہے جس کے ہاتھ میں تمام امور کی زمامِ اختیار اور جس کے قبضہ قدرت میں تمام معاملات کی کنجیاں ہیں اور اگر وہ چاہے تو وہی تم پر عذاب بھیج سکتا ہے ﴿ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ ﴾ ”اور میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں“ یعنی واضح طور پر پہنچا دینے کے سوا مجھ پر کوئی اور ذمہ داری نہیں ﴿ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴾ ”لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔“ اسی وجہ سے تمہاری طرف سے اس جرأت کا ارتکاب ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ وہ عذاب ایک ایسی ہوا کی شکل میں تھا جس نے ان کو ہلاک اور تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ ﴾ جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا جو ﴿ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ﴾ بادل کی طرح پھیلتے ہوئے ان کی وادیوں کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سیلاب کا پانی بہتا تھا، جہاں سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے اور ان وادیوں کے کنوؤں اور تالابوں سے پانی پیتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ (تو) انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ﴾ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم نے خود اپنے لئے چنا ہے کہ تم نے کہا تھا: ﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ”ہمارے پاس وہ عذاب لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے، اگر تو سچا ہے۔“ ﴿ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ ﴾ ”یہ ایک ایسی ہوا ہے جس کے اندر دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔“ یعنی یہ ہوا جس چیز پر سے گزرتی اپنی شدت اور

نحوست کی وجہ سے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط رکھا ﴿ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ (الحاقۃ:۶۹/۷) ''لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن (آپ وہاں ہوتے) تو اس ہوا میں لوگوں کو پچھاڑے اور مرے ہوئے دیکھتے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوتے ہیں'' ﴿ بِاَمْرِ رَبِّهَا ﴾ یعنی اپنے رب کے حکم اور اس کی مشیت سے ﴿ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ﴾ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانات کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔'' اس ہوا نے ان کے مویشیوں' ان کے مال و متاع اور خود ان کو نیست و نابود کر دیا۔ ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' ان کے جرم اور ظلم کے سبب سے۔ اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا' انہوں نے اس کا شکر ادا کیا نہ اس کا ذکر' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ ﴾ ''اور ہم نے ان کو ایسی قدرت سے نوازا جو کہ تمہیں نہیں عطا کی۔'' یعنی ہم نے انہیں زمین میں اقتدار و اختیار عطا کیا' وہ زمین کی نعمتیں استعمال کرتے اور اس کی شہوات سے متمتع ہوتے تھے' ہم نے انہیں ایک عمر تک آباد رکھا اس عرصے کے دوران نصیحت حاصل کرنے والے نے نصیحت حاصل کی اور ہدایت یافتہ نے ہدایت پائی۔

اے مخاطبین! ہم نے قوم عاد کو بھی اسی طرح اقتدار و اختیار عطا کیا تھا جیسے تمہیں عطا کیا ہے' اس لئے یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تم کو جو اقتدار عطا کیا ہے وہ صرف تمہارے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اقتدار تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر دے گا۔ بلکہ دوسروں کو تم سے بڑھ کر اقتدار حاصل تھا' مگر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے مال' اولاد اور لشکر کسی کام نہ آئے۔ ﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ﴾ ''اور ہم نے انہیں کان' آنکھیں اور دل دیے۔'' یعنی ان کی سماعت' ان کی بصارت اور ان کے اذہان میں کسی قسم کی کمی نہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ انہوں نے کم علمی اور علم پر قدرت نہ رکھنے اور عقل میں کسی خلل کی وجہ سے حق کو ترک کیا...... مگر توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ ''پس ان کے کان' ان کی آنکھیں اور ان کے دل کچھ کام نہ آئے۔'' یعنی تھوڑا یا بہت' کسی کام نہ آئے کیونکہ ﴿ يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے'' جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اکیلے عبادت کا مستحق ہونے پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ یعنی ان پر وہ عذاب نازل ہوا' جس کے وقوع کا وہ انکار اور انبیاء و مرسلین کے ساتھ استہزا کیا کرتے تھے جو ان کو اس عذاب سے ڈراتے تھے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور البتہ تحقیق ہلاک (تباہ) کر دیں ہم نے جو تمہارے آس پاس ہیں بستیاں اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیں آیتیں تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں ○

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا

پس کیوں نہ مدد کی انکی ان لوگوں نے جنہیں ٹھہرایا تھا انہوں نے سوائے اللہ کے قرب حاصل کرنے کیلئے معبود بلکہ گم ہو گئے وہ (معبود)

عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

ان سے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو کچھ کہ تھے وہ افتراء باندھتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ عرب کے مشرکین اور دیگر مشرکین کو ڈراتا ہے کہ اس نے انبیاء کی تکذیب کرنے والی ان قوموں کو تباہ و برباد کر دیا جو ان مشرکین کے ارد گرد آباد تھیں بلکہ ان میں سے بہت سی قومیں تو جزیرۃ العرب میں آباد تھیں' مثلاً عاد اور ثمود وغیرہ' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں یعنی انہیں ہر نوع کی نشانیاں پیش کیں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ شاید کہ وہ اپنے کفر اور تکذیب کے رویے سے باز آ جائیں۔ جب وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح پکڑا جس طرح زبردست اور قدرت رکھنے والی ہستی پکڑتی ہے' ان کے ان خداؤں نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا جن کو وہ اللہ کے بغیر پکارا کرتے تھے۔ اس لئے یہاں فرمایا: ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً﴾ "لہٰذا ان لوگوں نے جن کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا تقرب کا ذریعہ بنایا تھا ان کی مدد کیوں نہ کی۔" یعنی ان کی جو ان کا تقرب حاصل کرتے اور ان سے فائدے کی امید پر ان کی عبادت کرتے تھے ﴿بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ﴾ بلکہ ان کے معبودوں نے ان کی پکار کا کوئی جواب دیا نہ عذاب کو ان سے دور کر سکے۔ ﴿وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ یعنی وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے' جس کی بنا پر وہ سمجھتے تھے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کے اعمال ان کو فائدہ دیں گے' مگر وہ اعمال بے کار اور باطل ہو گئے۔

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا

اور (یاد کریں) جب ہم نے پھیر دی آپ کی طرف ایک جماعت جنوں کی وہ سنتے تھے قرآن پس جب وہ حاضر ہوئے اس (کی تلاوت) کو تو انہوں نے کہا:

اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا

خاموش رہو پس جب ختم کی گئی (تلاوت) تو لوٹے وہ (جن) اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے (بن کر) ○ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بیشک

سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ

ہم نے سنی ہے ایک کتاب جو نازل کی گئی ہے بعد موسیٰ کے وہ تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے ہیں وہ رہنمائی کرتی ہے

اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ

حق کی طرف اور راہ مستقیم کی طرف ○ اے ہماری قوم! قبول کر لو اللہ کے داعی (کی بات) کو اور ایمان لے آؤ اس پر

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ

وہ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور بچائے گا وہ تمہیں نہایت دردناک عذاب سے ○ اور جو کوئی نہیں قبول کرے گا

دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُوْنِهٖٓ

اللہ کے داعی (کی بات) کو تو نہیں ہے وہ عاجز کرنے والا (اللہ کو) زمین میں اور نہیں ہوگا اس کا' سوائے اس (اللہ) کے

اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

کوئی حمایتی ہی (بلکہ) یہ لوگ ہیں کھلی گمراہی میں ۝

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام مخلوق یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے' اس لئے تمام مخلوق کو نبوت و رسالت کی تبلیغ ضروری ہے۔ انسانوں کو دعوت دینا اور ان کو برے انجام سے ڈرانا تو آپ کے لئے ممکن ہے۔ رہے جنات تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو آپ کی طرف پھیر دیا' اللہ تعالیٰ نے بھیجی ﴿نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا﴾ آپ کی طرف ''جنات کی ایک جماعت تاکہ وہ قرآن سنیں جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے خاموش ہو جاؤ'' یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔ ﴿فَلَمَّا قُضِيَ﴾ ''جب قرآن پڑھا جا چکا'' اور انہوں نے اس کو یاد کر لیا اور قرآن نے ان پر اثر کیا ﴿وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ تو اپنی قوم کی خیر خواہی کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ان کے پاس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی مدد کرنے اور جنات میں آپ کی دعوت کو پھیلانے کے لئے جنات کو مقرر فرمایا۔

﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ ''انہوں نے کہا: اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے' جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔'' یہاں انجیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کے لئے اصل اور بنی اسرائیل کے لئے احکام شریعت کی بنیاد ہے۔ انجیل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی تکمیل اور بعض احکام میں ترمیم کرتی ہے۔ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ﴾ ''اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور راہنمائی کرتی ہے۔'' یعنی یہ کتاب جو ہم نے سنی ہے ﴿اِلَى الْحَقِّ﴾ ''حق کی طرف'' حق سے مراد ہے' ہر مطلوب اور ہر خبر میں راہ صواب۔ ﴿وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور سیدھے راستے کی طرف'' راہ نمائی کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم' نیز اس کے احکام دینی اور احکام جزا کا علم۔

جب وہ قرآن کی مدح و توصیف اور اس کا مقام و مرتبہ بیان کر چکے تو انہوں نے اپنی قوم کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی' انہوں نے کہا: ﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ﴾ ''اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات قبول کرو۔'' یعنی جو صرف اپنے رب کی طرف دعوت دیتا ہے وہ اپنی کسی غرض اور کسی لالچ کے لئے تمہیں دعوت نہیں دیتا وہ تو تمہیں صرف تمہارے رب کی طرف بلاتا ہے تاکہ تمہارا رب تمہیں ثواب عطا کرے اور

تم سے ہر برائی اور شر کو دور کر دے‘ اس لئے انہوں نے کہا: ﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ”اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔“ جب اس نے انہیں دردناک عذاب سے نجات دے دی تو اس کے بعد نعمتوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں اور یہ اس شخص کے لئے جزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہتا ہے۔

﴿ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ ﴾ ”اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے‘ کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ سکتا ہے نہ کوئی مقابلہ کرنے والا اس پر غالب آ سکتا ہے۔ ﴿ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ”اور نہ اللہ کے سوا اور اس کے مددگار ہوں گے۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“ اس شخص کی گمراہی سے بڑھ کر کون سی گمراہی ہو سکتی ہے‘ جسے انبیاء و رسل علیہم السلام نے دعوت دی‘ جس کے پاس وہ برے انجام سے ڈرانے والے واضح دلائل اور متواتر براہین لے کر پہنچے مگر اس نے روگردانی اور تکبر کا مظاہرہ کیا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

کیا نہیں دیکھا (جانا) انہوں نے یہ کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور نہ تھکا وہ ان کے پیدا کرنے سے

بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

(بے شک وہ) قادر ہے اس پر کہ زندہ کرے مُردوں کو‘ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرنے کے بعد اعادۂ حیات پر ایسے امر کے ذریعے سے استدلال ہے جو اس سے زیادہ بلیغ ہے‘ یعنی وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین کی عظمت ان کی وسعت اور ان کی تخلیق میں مہارت کے باوصف‘ کسی مشقت کے بغیر ان کو تخلیق کیا اور ان کو تخلیق کرتے ہوئے وہ تھکی نہیں‘ تو تمہارے مرنے کے بعد تمہاری زندگی کا اعادہ اسے کیسے عاجز کر سکتا ہے‘ حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے؟

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى

اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا‘ آگ پر‘ (تو کہا جائے گا) کیا نہیں ہے یہ حق؟ وہ کہیں گے‘ کیوں نہیں‘

وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ

قسم ہمارے رب کی (یہ حق ہے)! اللہ فرمائے گا پس چکھو تم (یہ) عذاب بوجہ اس کے کہ تھے تم کفر کرتے○ پس آپ صبر کریں جس طرح صبر کیا

اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا

عزم و ہمت والے رسولوں نے اور نہ جلدی طلب کریں (عذاب) ان کیلئے گویا کہ وہ (کافر) جس دن دیکھیں گے اس (عذاب) کو جس کا

يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ

وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں (تو سمجھیں گے کہ) نہیں ٹھہرے وہ (دنیا میں) مگر ایک گھڑی ہی دن کی (یہ تو) پہنچا دینا ہے‘

فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ ع

سو نہیں ہلاک کیا جائے گا (کوئی اور) سوائے نافرمان لوگوں کے ○

جہنم کے سامنے پیش کیے جانے پر' جس کو وہ جھٹلایا کرتے تھے' کفار کی جو حالت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز یہ کہ ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ﴿أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ﴾ ''کیا یہ حق نہیں ہے؟'' جبکہ تم اس جہنم میں پہنچ چکے ہو اور اس کا واضح مشاہدہ بھی کر چکے ہو ﴿قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا﴾ ''تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں ہمارے رب!'' پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے اور ان کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

﴿قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اللہ فرمائے گا: اب اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو' یعنی ہمیشہ چمٹے رہنے والے عذاب کا مزا چکھو' جس طرح کفر تمہاری دائمی اور لازمی صفت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو جھٹلانے والوں اور آپ سے عداوت رکھنے والوں کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہیں نیز یہ کہ وہ اولوالعزم انبیاء و رسل کی پیروی کریں جو تمام مخلوق کے سردار' عزائم کے مالک اور بلند ہمت تھے' جن کا صبر بہت عظیم اور جن کا یقین کامل تھا۔ پس تمام مخلوق میں وہی سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو نمونہ بنایا جائے ان کے آثار کی پیروی کی جائے اور ان کی روشنی سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

چنانچہ رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا صبر کیا کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے ایسا صبر نہیں کیا۔ آپ کے تمام دشمنوں نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے' ان سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا راستہ روکا' محاربت اور عداوت میں ان سے جو کچھ ممکن تھا انہوں نے کیا...... مگر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بیان کرتے رہے' اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور جو اذیتیں آپ کو پہنچتیں ان پر صبر کرتے رہے...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمین پر اقتدار سے سرفراز فرمایا' اس نے آپ کے دین کو تمام ادیان پر اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر غالب کر دیا...... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا.

﴿وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ یعنی عذاب کے لئے جلدی مچانے والے اہل تکذیب کے لئے جلدی نہ کیجیے یہ سب ان کی جہالت اور حماقت کے سبب سے ہے' وہ اپنی جہالت کی بنا پر آپ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھیں۔ ان کا جلدی مچانا آپ کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں' کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔

﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا﴾ ''جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے) گویا وہ نہیں رہے۔'' یعنی دنیا کے اندر ﴿إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ﴾ ''مگر گھڑی بھر دن کی'' نہایت قلیل مدت کے لئے ان کا متمتع ہونا آپ کو غم زدہ نہ کرے۔ بالآخر انہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا ہے۔

﴿بَلٰغٌ﴾ یہ دنیا' اس کی متاع اور اس کی لذات و شہوات' تھوڑے وقت کے لئے ہیں اور ختم ہونے والی ہیں۔ اور یہ

قرآن عظیم جو ہم نے پوری طرح تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے' تمہارے لئے کافی اور آخرت کے لئے زادراہ ہے' کتنا اچھا ہے یہ زادراہ! یہ ایسا زادِراہ ہے جو نعمتوں بھری جنت تک پہنچاتا اور دردناک عذاب سے بچاتا ہے' یہ افضل ترین زادراہ ہے جسے مخلوق اپنے ساتھ لیتی ہے اور یہ جلیل ترین نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے۔

﴿فَهَلْ يُهْلَكُ﴾ ''وہی ہلاک ہوں گے۔'' یعنی عقوبات کے ذریعے سے ﴿إِلَّا الْقَوْمُ الْفَسِقُونَ﴾ جن کے اندر کوئی بھلائی نہیں' وہ اپنے رب کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے اور انہوں نے اس حق کو قبول نہ کیا جو ان کے پاس رسول ﷺ لے کر آئے تھے' ان کی کوتاہی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول کیا' ان کو برے انجام سے ڈرایا' مگر وہ اپنے کفر اور تکذیب پر جمے رہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس رویے سے بچائے۔

تفسیر سورۂ محمد

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ (۱۸) مَدَنِيَّةٌ (۹۵) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳۸ رُكُوْعَاتُهَا ۴

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے ضائع کر دیئے اللہ نے ان کے عمل ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ

اور عمل کیے انہوں نے نیک' اور وہ ایمان لائے اس (قرآن) پر بھی جو نازل کیا گیا محمد پر اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے' اللہ نے دور کر دیں

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ

ان سے ان کی برائیاں اور اصلاح کر دی ان کے حال کی ○ یہ اس لئے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' انہوں نے پیروی کی باطل کی' اور بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے پیروی کی حق کی اپنے رب کی طرف سے' اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ لوگوں کے لیے مثالیں ان کی ○

یہ آیات کریمہ اہل ایمان کے ثواب' نافرمانوں کے عذاب' اس کے سبب اور مخلوق کو اس سے عبرت حاصل کرنے کے ذکر پر مشتمل ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہ رؤسائے کفر اور ائمہ ضلالت ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی انبیاء و رسل اور ان کی دعوت سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو روک رکھا ہے۔ ﴿اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے باطل کر دیا اور اس سبب سے ان کو بدبختی میں مبتلا کر دیا۔ یہ ان کے اعمال کو شامل ہے جو یہ لوگ اس لئے کرتے تھے تاکہ حق اور اولیاء اللہ کے خلاف سازشیں کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب اور سازشوں کو ان کے سینوں ہی میں دبا دیا اور وہ اپنے مقصد کو نہ پا سکے اور ان کے وہ اعمال جن پر وہ ثواب کی امید رکھتے تھے

اللہ تعالیٰ ان کو اکارت کر دے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور اس سے مراد ہر وہ غایت مطلوب ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو مثلاً: بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت۔ چونکہ باطل کی مدد کے لئے کیے گئے تمام اعمال باطل ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے کیے گئے تمام اعمال اکارت ہیں۔

﴿ وَ ﴾ "اور" لیکن ﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ وہ لوگ جو اس چیز پر ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل پر عموماً نازل کی اور جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر خصوصاً نازل کی۔ ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ و مستحبہ کو ادا کرتے ہوئے نیک اعمال کیے ﴿ كَفَّرَ ﴾ "مٹا دے گا" اللہ تعالیٰ ﴿ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ﴾ ان کے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو۔ جب ان کے گناہ مٹا دیئے گئے تو انہوں نے دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پائی۔ ﴿ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان کے دین و دنیا، ان کے قلوب اور ان کے اعمال کی اصلاح کرے گا، ان کے ثواب کو نشوونما دے کر اس کی اصلاح کرے گا، نیز اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کی اصلاح کرے گا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿ اتَّبَعُوا الْحَقَّ ﴾ "انہوں نے حق کی اتباع کی" جو صدق و یقین ہے اور جس پر یہ قرآن عظیم مشتمل ہے ﴿ مِنْ رَّبِّهِمْ ﴾ جو ان کے رب کی طرف سے صادر ہوا ہے، جس نے اپنی نعمتوں سے ان کی تربیت کی اور اپنے لطف و کرم سے ان کی تدبیر کی، پس اللہ تعالیٰ نے حق کے ذریعے سے ان کی تربیت کی، انہوں نے حق کی اتباع کی، تب ان کے تمام امور درست ہو گئے۔

چونکہ ان کا منتہائے مقصود حق سے متعلق ہے، جو ہمیشہ باقی رہنے والے اللہ کی طرف منسوب اور حق مبین ہے، اس لئے یہ وسیلہ درست اور باقی رہنے والا اور اس کا ثواب بھی باقی رہنے والا ہے۔ ﴿ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے اہل خیر اور اہل شر کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کے اوصاف بیان کر دیئے جن کے ذریعے سے ان کو پہچانا جاتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان میں امتیاز کیا جاتا ہے ﴿ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الأنفال:٨/٤٢) "تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔"

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

پس جب ملو تم (جہاد میں) ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو (مارو) مارنا گردنیں (انکی) یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تم انکو تو مضبوطی سے باندھ دو

الْوَثَاقَ ڎ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڛ ذٰلِكَ ڔ

(قیدیوں کو) بیڑیوں میں پھر یا تو (ان پر) احسان کرنا ہے اسکے بعد اور یا فدیہ (تاوان) لینا ہے یہاں تک کہ رکھ (ڈال) دے لڑائی اپنے ہتھیار (حکم) یہی ہے

وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ڏ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ

اور اگر چاہتا اللہ (تو خود ہی) البتہ بدلہ لے لیتا ان سے اور لیکن (تمہیں حکم دیا ہے) تاکہ آزمائے وہ تمہارے بعض کو ساتھ بعض کے اور وہ لوگ

قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤

جو قتل (شہید) کیے گئے اللہ کی راہ میں، پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا وہ اعمال ان کے○ عنقریب وہ رہنمائی کرے گا ان کی اور اصلاح کرے گا ان کے حال کی○

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥

اور وہ داخل کرے گا انہیں (اس) جنت میں کہ خوب پہچان کروا چکا ہے وہ اس کی ان کو○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی ان امور کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے، جن میں ان کی بھلائی اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں نصرت ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ جب جنگ اور قتال میں تمہارا کفار سے سامنا ہو تو ان کے خلاف بہادری سے لڑو اور ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ ان کو اچھی طرح کچل دو اور جب تم ان کی طاقت کو توڑ چکو اور تم سمجھو کہ ان کو قیدی بنانا زیادہ بہتر ہے ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو۔ یہ ان کو قیدی بنانے کے لئے احتیاط ہے تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ جب ان کو مضبوطی سے باندھ دیا جائے گا تو مسلمان ان کی طرف سے جنگ اور ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔

جب وہ تمہاری قید میں آ جائیں، تو تمہیں اختیار ہے کہ تم ان پر احسان کرتے ہوئے مال اور فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو یا ان سے فدیے لے لو یعنی تم ان کو اس وقت تک آزاد نہ کرو جب تک کہ وہ اپنا فدیہ ادا نہ کریں یا ان کے ساتھی فدیہ میں کچھ مال ادا نہ کریں یا اس کے بدلے میں کسی مسلمان قیدی کو، جو ان کی قید میں ہو، آزاد نہ کریں۔ یہ حکم دائمی ہے ﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ حتیٰ کہ جنگ باقی نہ رہے اور تمہارے درمیان صلح اور امن قائم ہو جائے کیونکہ ہر مقام کے لئے ایک قول اور ہر صورتِ حال کے لئے ایک حکم ہے۔ گزشتہ صورت حال اس وقت تھی جب جنگ اور قتال کی حالت تھی۔ جب کسی وقت، کسی سبب کی بنا پر جنگ اور قتال نہ ہو تو قتل اور قیدی بنانے کا فعل بھی نہ ہوگا۔

﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ حکم مذکور کفار کے ذریعے سے اہل ایمان کی آزمائش، ان کے درمیان گردش ایام اور ایک دوسرے کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بارے میں ہے ﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ کسی ایک ہی موقع پر کفار سے انتقام نہ لے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی اصل ہی ختم نہ ہو جائے۔ ﴿وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''لیکن اس نے چاہا کہ ایک دوسرے کے ذریعے سے تمہاری آزمائش کرے'' تاکہ جہاد کا بازار گرم رہے اور بندوں کے احوال کھلتے رہیں، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہوتا رہے، جو کوئی ایمان لائے وہ علی وجہ البصیرت ایمان لائے، وہ مسلمانوں کے غلبے سے مطیع ہو کر ایمان نہ لائے، کیونکہ یہ تو بہت ہی کمزور ایمان ہے اور ایسا ایمان رکھنے والا شخص امتحان اور آزمائش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے'' ان کے لئے ثواب جزیل اور اجر

جمیل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے خلاف لڑتے ہیں جن کے خلاف ان کو لڑنے کا حکم دیا گیا ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو باطل اور ضائع نہیں کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال قبول فرما کر ان کو بڑھائے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ ﴿ سَيَهْدِيْهِمْ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کو اس راستے کی طرف چلنے کی توفیق عطا کرے گا جو جنت کی طرف جاتا ہے۔ ﴿ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کے احوال اور معاملات کی اصلاح کرے گا' ان کا ثواب درست اور کامل ہوگا' جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی تنگی ہو گی نہ تکدر۔ ﴿ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴾ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس سے انھیں شناسا کر دیا ہے۔'' یعنی اولاً ان کے سامنے جنت کے اوصاف اور اس جنت تک پہنچنے کے اعمال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اس کا شوق پیدا کر کے اس سے متعارف اور واقف کرایا اور ان جملہ اعمال میں اللہ کے راستے میں شہادت بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو بجا لانے کی توفیق عطا کی اور ان میں رغبت پیدا کی۔ پھر جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی منازل' ان کے اندر موجود نعمتوں اور ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی سے متعارف کرائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم مدد کرو گے اللہ (کے دین) کی تو وہ مدد کرے گا تمہاری اور ثابت رکھے گا قدم تمہارے ○ اور وہ لوگ

كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ

جنہوں نے کفر کیا پس ہلاکت ہے ان کیلئے اور ضائع کر دے گا وہ (اللہ) اعمال انکے ○ یہ اس لئے کہ بلاشبہ انہوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جو

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

نازل کی اللہ نے' پس برباد کر دیے اس نے اعمال ان کے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لئے حکم ہے کہ وہ اقامتِ دین' اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کے ذریعے سے اس کی مدد کریں اور ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ جب وہ یہ تمام کام کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور ان کو ثابت قدمی عطا کرے گا' یعنی اللہ تعالیٰ طمانینت اور ثبات کے ذریعے سے ان کے دلوں کو مضبوط کرے گا' ان کے اجساد کو ان امور کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔

یہ ایک کریم اور وعدے کی سچی ہستی کا وعدہ ہے کہ جو کوئی اپنے قول و فعل سے اس کی مدد کرے گا تو وہ بھی اپنے دوست کی مدد کرے گا اور اسے فتح و نصرت کے اسباب یعنی ثابت قدمی وغیرہ عطا کرے گا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور باطل کی مدد کی تو ان کے لئے ہلاکت ہے' کیونکہ وہ الٹے پاؤں رسوائی کی راہ پر چل

رہے ہیں۔ ﴿وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال کو باطل کر دے گا جن کے ذریعے سے وہ حق کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ ان کا مکروفریب انہی پر الٹ جائے گا' اور ان کے اعمال باطل ہو جائیں گے جن کے بارے میں انہیں زعم تھا کہ یہ اعمال انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیے ہیں۔

کفار کو گمراہ کرنے اور ان کے لئے ہلاکت کے مقدر ہونے کا سبب یہ ہے کہ ﴿كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کہ انہیں قرآن سخت ناپسند تھا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا' جسے اللہ تعالیٰ نے بندوں کی بھلائی اور ان کی فلاح کے لئے نازل فرمایا' مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا' بلکہ اسے ناپسند کیا اور اس کے ساتھ بغض رکھا ﴿فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔''

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ

کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں' پھر دیکھتے وہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے؟ تباہی ڈال دی

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ نے ان پر' اور کافروں کے لیے اس جیسی سزائیں ہیں ○ یہ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے'

وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾

اور بے شک کافر لوگ' نہیں کوئی مددگار ان کا ○

رسول مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے کیوں نہیں؟ ﴿فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟'' پس وہ ان کے انجام کو بدترین انجام پائیں گے اور وہ اپنے دائیں بائیں جدھر بھی دیکھیں گے وہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو پائیں گے کہ وہ ہلاک ہو گئے' ان کے کفر اور تکذیب انبیاء نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی' ان کا نام و نشان مٹ گیا' اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کے اموال اور گھر بار کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ ان کے اعمال اور ان کی سازشوں کا تار و پود بکھیر دیا۔ ہر زمان و مکان میں کافروں کا اسی قسم کا برا انجام ہوتا ہے اور انہیں بری سزائیں ملتی ہیں۔ رہے اہل ایمان' تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب سے نجات دیتا ہے اور انہیں بے پایاں ثواب عطا کرتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا والی و مددگار ہے۔'' اس نے اپنی رحمت سے ان کی سرپرستی کی' انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا اور ان کی جزا اور فتح و نصرت کی ذمہ داری لی۔ ﴿وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی سرپرستی کے تعلق کو قطع کر دیا اور اپنے آپ پر اس کی رحمت کے دروازے بند کر لیے۔ ﴿لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ ان کا کوئی والی و مددگار نہیں ہے جو سلامتی کے راستوں کی طرف ان کی راہ نمائی کرے' انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا سے بچائے

بلکہ ان کے سرپرست تو طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے آتے ہیں۔ یہی لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بلاشبہ اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، باغات میں، چلتی ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ

نہریں، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ فائدہ اٹھاتے ہیں (دنیا ہی کا)، اور وہ کھاتے ہیں جس طرح کھاتے ہیں

الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾

چوپائے اور آگ ہی ٹھکانا ہے ان کا○

اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا سرپرست ہے یہ بھی بیان فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا، جہاں نہریں بہتی ہوں گی جو خوبصورت باغات، ہر قسم کے ترو تازہ پھل اور میوے دار درختوں کو سیراب کریں گی۔ چونکہ کفار کے بارے میں ذکر فرمایا کہ ان کا کوئی والی و مددگار نہیں، اس لئے فرمایا کہ ان کو ان کے نفس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ بنابریں وہ مروت کی صفات سے متصف ہو سکے نہ انسانی صفات سے بلکہ وہ نچلی سطح پر گر کر چوپایوں کی مانند ہو گئے ہیں جو عقل سے محروم ہوتے ہیں اور ان میں کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ ان کا سب سے بڑا مقصد صرف دنیا کی لذات و شہوات سے متمتع ہونا ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ ان کی ظاہری و باطنی حرکات انہی لذات و شہوات کے دائرہ میں ہوتی ہیں اور ان امور کے لئے نہیں ہوتیں جن میں خیر اور سعادت ہوتی ہے۔ بنابریں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، یعنی جہنم کے اندر ان کے لئے گھر تیار کیا گیا ہوگا۔ جہاں ان کے عذاب میں کبھی انقطاع واقع نہیں ہوگا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ

اور کتنی ہی بستیاں، وہ شدید تر تھیں قوت میں آپ کی (اس) بستی (مکہ) سے، جس نے نکالا ہے اس (کے رہنے والوں) نے آپ کو،

اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾

ہلاک کر دیا ہم نے ان کو پس نہیں تھا کوئی (بھی) مدد کرنے والا ان کی○

تکذیب کرنے والوں کی بستیوں میں سے کتنی ہیں جو اموال و اولاد، اعوان و انصار اور عمارات و آلات کے لحاظ سے آپ کی بستی سے زیادہ طاقتور تھیں ﴿ اَهْلَكْنٰهُمْ ﴾ جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا، ان کو وعظ و نصیحت نے کوئی فائدہ دیا نہ ہم نے ان کا کوئی مددگار پایا اور نہ ان کی قوت اور طاقت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کام آ سکی۔ تب آپ کی بستی والے ان کمزور لوگوں کا کیا حال ہے، جب انہوں نے آپ

کو آپ کے وطن سے نکال دیا' آپ کی تکذیب کی' آپ سے عداوت رکھی حالانکہ آپ افضل المرسلین اور خیر الاولین والآخرین ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رحمت اور ہر کافر اور منکرِ حق پر نرمی کرنے کے ساتھ مبعوث نہ کیا ہوتا' تو کیا یہ لوگ ہلاکت اور سزا کے دوسروں سے زیادہ مستحق نہیں؟

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

کیا پس جو شخص کہ وہ ہے اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے' مانند اس شخص کے ہے کہ مزین کر دی گئی اس کیلئے بدعملی اسکی

وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

اور پیروی کی انہوں نے اپنی خواہشات کی؟ ○

یعنی وہ شخص جو اپنے امور دین میں علم و عمل کے اعتبار سے بصیرت سے بہرہ ور ہے' علمِ حق سے سرفراز اور اس کی اتباع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل حق کے ساتھ جو وعدہ کر رکھا ہے' اس پر اسے پورا یقین ہے کیا ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو دل کا اندھا ہے' جس نے حق کو چھوڑ کر اسے گم کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی۔ بہ ایں ہمہ وہ اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ حق پر ہے؟ دونوں فریقوں کے درمیان کتنا فرق اور دونوں گروہوں' یعنی اہل حق اور اہل باطل کے درمیان کتنا تفاوت ہے؟

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

مثال اس جنت کی جس کا وعدہ کیے گئے متقی لوگ' (یہ ہے)' اس میں نہریں ہیں (ایسے) پانی کی کہ نہیں وہ بدلنے والا اور نہریں ہیں ایسے

لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ

دودھ کی کہ نہیں تبدیل ہوا (کبھی) ذائقہ اسکا اور نہریں ہیں ایسی شراب کی جو لذیذ ہے پینے والوں کیلئے اور نہریں ہیں شہد کی

مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ

جو صاف کیا ہوا ہے اور ان کیلئے اس میں ہر قسم کے پھل ہونگے اور مغفرت ہوگی انکے رب (کیطرف) سے' (کیا یہ لوگ) مانند ان لوگوں کے ہو سکتے ہیں

هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

کہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں آگ میں' اور وہ پلائے جائیں گے پانی سخت گرم کھولتا ہوا؟ پس وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا انکی آنتیں ○

یعنی جنت جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لئے تیار کیا جو اس کی ناراضی سے ڈر گئے اور اس کی رضا کی پیروی کی' اس کی مثال یعنی اس کی صفت اور اس کا وصف جمیل یہ ہے ﴿ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ﴾ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو کسی مضر صحت امر' بدبو' حرارت اور گدلے پن کی وجہ سے متغیر نہ ہوگا بلکہ وہ صاف ترین اور شیریں ترین پانی ہوگا' اس کی خوشبو بہترین اور پینے میں نہایت لذیذ ہوگا۔ ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ﴾ ''اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلتا'' یعنی خراب اور کھٹا ہو جانے کے باعث اس کا ذائقہ متغیر نہ

ہوا ہوگا۔ ﴿ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ ''اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے۔'' یعنی اس شراب سے بہت زیادہ لذت حاصل ہوگی' دنیا کی شراب کی مانند نہیں کہ جس کا ذائقہ نہایت ناخوشگوار ہوتا ہے' جو سر کو چکرا دیتی ہے اور عقل کو خراب کر دیتی ہے ﴿ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ ''اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہے۔'' یعنی یہ شہد موم اور دیگر ہر قسم کے میل کچیل سے پاک ہوگا۔

﴿ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ جنت میں کھجور' انگور' سیب' انار' لیموں' انجیر اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے پھل ہوں گے جن کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے' تو یہ تمام محبوب و مطلوب چیزیں انہیں حاصل ہوں گی۔ پھر فرمایا: ﴿ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ﴾ ''اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔'' جس سے وہ امور زائل ہو جائیں گے جو ڈرانے والے ہیں۔

پس یہ لوگ بہتر ہیں یا وہ شخص جو ہمیشہ آگ میں رہے گا جس کی حرارت نہایت شدید ہوگی اور اس کا عذاب کئی گنا ہوگا ﴿ وَ سُقُوْا ﴾ ''اور انہیں پلایا جائے گا۔'' یعنی جہنم میں ﴿ مَآءً حَمِيْمًا ﴾ سخت کھولتا ہوا پانی ﴿ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ ''جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔'' پس پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں گھروں یعنی جنت اور جہنم' دونوں قسم کی جزاؤں' دونوں قسم کے عمل کرنے والوں اور دونوں قسم کے اعمال میں تفاوت رکھا۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف' یہاں تک کہ جب وہ نکلتے ہیں آپ کے پاس سے' تو کہتے ہیں ان لوگوں سے کہ وہ دیے گئے

الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا قف اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا

علم' کیا کہا تھا اس (پیغمبر) نے ابھی؟ یہی وہ لوگ ہیں کہ مہر لگا دی ہے اللہ نے اوپر ان کے دلوں کے' اور پیروی کی انہوں نے

اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

اپنی خواہشات کی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی' اللہ نے زیادہ کیا ان کو ہدایت میں اور دیا انہیں تقویٰ ان کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین میں ایسے لوگ بھی ہیں ﴿ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ﴾ کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اسے سنتے ہیں' قبول کرنے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی غرض سے نہیں' بلکہ اس طرح سنتے ہیں کہ ان کے دل اس سے روگرداں ہوتے ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾ ''یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں' تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے' ان سے کہتے ہیں۔'' جو کچھ آپ نے کہا اور جو کچھ انہوں نے سنا جس میں انہیں کوئی رغبت نہ تھی' اس کے بارے میں استفہام کے انداز میں کہتے ہیں: ﴿ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا ﴾ یعنی ابھی ابھی آپ ﷺ نے کیا کہا؟ یہ ان کا انتہائی مذموم رویہ ہے' کیونکہ اگر وہ بھلائی کے خواہش مند ہوتے تو آپ کی بات غور سے سنتے' ان کے دل اس بات کو محفوظ کر لیتے'

ان کے جوارح اس کی اطاعت میں سرنگوں ہوتے، مگر ان کا حال تو اس کے برعکس تھا، اس لئے فرمایا: ﴿ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، ان کے لئے بھلائی کے تمام دروازے بند کر دیئے کیونکہ انہوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جن میں وہ محض باطل کی خواہش رکھتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ لوگوں کا حال بیان کیا۔ فرمایا: ﴿ وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا ﴾ وہ لوگ جنہوں نے ایمان، اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کے ذریعے سے ہدایت پائی ﴿ زَادَهُمْ هُدًى ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر اور توقیر کے لئے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا ﴿ وَءَاتَىٰهُمْ تَقْوَىٰهُمْ ﴾ ''اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی'' یعنی انہیں خیر کی توفیق بخشی اور شر سے ان کی حفاظت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دو قسم کی جزا کا ذکر کیا ہے یعنی علم نافع اور عمل صالح۔

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ

سو نہیں انتظار کرتے وہ مگر قیامت کا یہ کہ آئے وہ ان کے پاس اچانک، پس تحقیق آچکی ہیں نشانیاں اس کی،

فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرَىٰهُمْ ﴿١٨﴾

پس کہاں ہوگا ان کے لیے، جب آجائے گی ان کے پاس قیامت، نصیحت (حاصل کرنا) ان کا؟ ○

کیا یہ اہل تکذیب منتظر ہیں ﴿ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ﴾ کہ قیامت کی گھڑی اچانک ان کے پاس آئے، اور انہیں شعور بھی نہ ہو ﴿ فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ﴾ یعنی قیامت کی وہ علامات آچکی ہیں جو اس کے قریب آجانے پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرَىٰهُمْ ﴾ جب قیامت کی گھڑی آجائے گی، ان کی مدت مقررہ اختتام کو پہنچ جائے گی تو ان کا نصیحت پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونا کس کام آئے گا؟ یہ سب کچھ ان کے ہاتھ سے نکل گیا، نصیحت پکڑنے کا وقت گزر گیا، انہوں نے وہ عمر گزار لی جس کے اندر نصیحت پکڑی جا سکتی تھی حالانکہ ان کے پاس برے انجام سے ڈرانے والا بھی آیا۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی ترغیب ہے کہ موت کے اچانک آجانے سے پہلے پہلے اس کی تیاری کر لینی چاہئے، کیونکہ انسان کی موت ہی اس کے لئے قیامت کی گھڑی ہے۔

فَٱعْلَمْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ۗ

پس آپ جان لیجئے کہ بلاشبہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ ہی اور بخشش مانگئے اپنے گناہ کی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے بھی

وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَىٰكُمْ ﴿١٩﴾ ع

اور اللہ جانتا ہے چلنا پھرنا تمہارا اور ٹھکانا تمہارا ○

ع ۲

علم میں اقرارِ قلب اور اس معنی کی معرفت، جو علم اس سے طلب کرتا ہے، لازمی امر ہے اور علم کی تکمیل یہ ہے کہ

اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے اور یہ علم جس کے حصول کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم ہے اور ہر انسان پر فرض عین ہے اور کسی پر بھی' خواہ وہ کوئی بھی ہو' ساقط نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کے لئے اس کا حصول ضروری ہے۔ اس علم کے حصول کا طریق کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' چند امور پر مبنی ہے:

(۱) سب سے بڑا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال میں تدبر کیا جائے جو اس کے کمال اور اس کی عظمت وجلال پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اسماء وصفات میں تدبر عبادت میں کوشش صرف کرنے اور رب کامل کے لئے تعبد کا موجب ہوتا ہے جو ہر قسم کی حمد ومجد اور جلال وجمال کا مالک ہے۔

(۲) اس حقیقت کا علم کہ اللہ تعالیٰ تخلیق وتدبیر میں متفرد ہے' اس کے ذریعے سے اس بات کا علم حاصل ہوگا کہ وہ الوہیت میں بھی متفرد ہے۔

(۳) اس امر کا علم کہ ظاہری اور باطنی' دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کرنے میں وہ متفرد ہے۔ یہ علم دل کے اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے' اس سے محبت کرنے' اس اکیلے کی عبادت کرنے کا موجب بنتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

(۴) ہم یہ جو دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے' جو اس کی توحید کو قائم کرتے ہیں' فتح ونصرت اور دنیاوی نعمتیں ہیں اور اس کے دشمن مشرکین کے لئے سزا اور عذاب ہے...... یہ چیز اس علم کے حصول کی طرف دعوت دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام تر عبادت کا وہی مستحق ہے۔

(۵) ان بتوں اور خود ساختہ ہمسروں کے اوصاف کی معرفت' جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور انہیں معبود بنا لیا گیا ہے' کہ یہ ہر لحاظ سے ناقص اور بالذات محتاج ہیں' یہ خود اپنے لئے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے' ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ یہ دوبارہ زندگی ہی عطا کر سکتے ہیں' یہ ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جو ان کی عبادت کرتے ہیں' بھلائی عطا کرنے اور شر کو دور کرنے میں ان کے ذرہ بھر کام نہیں آسکتے کیونکہ ان اوصاف کا علم' اس حقیقت کے علم کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں' نیز یہ علم اللہ کے ماسوا کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہے۔

(۶) حقیقت توحید پر اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اتفاق کرتی ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ کے خاص بندے' جو اخلاق' عقل' رائے' صواب اور علم کے اعتبار سے اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ کامل ہیں' یعنی انبیاء ومرسلین اور علمائے ربانی' اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں۔

(۸) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو دلائل افقیہ اور نفسیہ قائم کیے ہیں' جو توحید الٰہی پر سب سے بڑی دلیل ہیں' اپنی زبان حال سے پکار پکار کر اس کی باریک کاریگری' اس کی عجیب وغریب حکمتوں اور اس کی انوکھی تخلیق کا

اعلان کرتے ہیں۔

یہ وہ طریقے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کثرت سے اس امر کی دعوت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' ان کو اپنی کتاب میں نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور بار بار ان کا اعادہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض پر غور و فکر کرنے سے بندے کو علم اور یقین حاصل ہونا ایک لازمی امر ہے' تب بندے کو کیوں کر علم اور یقین حاصل نہ ہوگا جب دلائل ہر جانب سے مجتمع اور متفق ہو کر توحید پر دلالت کرتے ہوں۔ یہاں بندۂ مومن کے دل میں توحید پر ایمان اور اس کا علم راسخ ہو کر پہاڑوں کی مانند بن جاتے ہیں' شبہات و خیالات انہیں متزلزل نہیں کر سکتے اور باطل اور شبہات کے بار بار وارد ہونے سے ان کی نشوونما اور ان کے کمال میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

اگر آپ اس عظیم دلیل اور بہت بڑے معاملے کو دیکھیں...... اور وہ ہے قرآن عظیم میں تدبر اور اس کی آیات میں غور و فکر...... تو یہ علم توحید تک پہنچنے کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے' اس کے ذریعے سے توحید کی وہ تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش طلب کیجیے' یعنی توبہ' مغفرت کی دعا' گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیوں اور گناہوں اور جرائم کو ترک کر کے مغفرت کے اسباب پر عمل کیجیے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح بخشش طلب کیجیے ﴿لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔'' کیونکہ وہ اپنے ایمان کے سبب سے ہر مسلمان مرد اور عورت پر حق رکھتے ہیں اور ان کے جملہ حقوق میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ ان کے لئے دعا کی جائے اور ان کے گناہوں کی بخشش مانگی جائے۔

جب آپ ان کے لئے استغفار پر مامور ہیں' جو ان سے گناہوں اور ان کی سزا کے ازالے کو متضمن ہے' تب اس کے لوازم میں سے ہے کہ ان کی خیر خواہی کی جائے' ان کے لئے بھلائی کو پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں' ان کے لئے برائی کو ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں' انہیں ان کاموں کا حکم دیں جن میں ان کے لئے بھلائی ہے اور ان کاموں سے روکیں جن سے ان کو ضرر پہنچتا ہے' ان کی کوتاہیوں اور عیبوں کو معاف کر دیں' ان کے ساتھ اس طرح اکٹھے رہنے کی خواہش رکھیں جس سے ان کے دل اکٹھے رہیں اور ان کے درمیان کینہ اور بغض زائل ہو جو عداوت اور ایسی مخالفت کا سبب بنتا ہے جس سے ان کے گناہ اور معاصی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ حرکات و تصرفات اور تمہاری آمد و رفت کو خوب جانتا ہے۔ ﴿وَمَثْوٰىكُمْ﴾ اور تمہاری رہائش کی جگہ کو بھی جانتا ہے۔ جہاں تم ٹھہرتے ہو۔ وہ تمہاری حرکات و سکنات کو جانتا ہے وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے' کیوں نہیں نازل کی گئی کوئی سورت؟ پھر جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت محکم

وَ ذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

اور ذکر کیا جاتا ہے اس میں قتال (جہاد) کا تو دیکھتے ہیں آپ ان لوگوں کو جنکے دلوں میں روگ ہے دیکھ رہے ہوتے ہیں وہ آپ کی طرف

نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۟

مانند دیکھنے اس شخص کے کہ غشی طاری ہوگئی ہو اس پر بہ سبب موت کے پس ہلاکت ہے ان کیلئے ○ اطاعت کرنا اور بھلی بات کہنا (بہتر ہے)

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

پس جب پختہ ہو جائے حکم (جہاد کا) پس اگر وہ سچے رہیں اللہ سے تو ہوگا (یہ سچ) بہتر ان کے لیے ○ پس تحقیق تو قع ہے تم (سے)

اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اگر حکمران بن جاؤ تم یہ کہ فساد کرو تم زمین میں اور کاٹ ڈالو تم اپنی رشتے داریاں ○ یہی وہ لوگ ہیں کہ

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

لعنت کی ان پر اللہ نے، پس اس نے بہرا کر دیا ان کو اور اندھی کر دیں آنکھیں ان کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے مشکل کاموں کے لئے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ﴾ ''کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی''، یعنی جس میں قتال کا حکم دیا گیا ہو ﴿ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ ﴾ ''پس جب کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے۔'' یعنی اس کے عمل کو لازم ٹھہرایا گیا ہو ﴿ وَّ ذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ﴾ ''اور اس میں جہاد کا ذکر ہو۔'' جو کہ نفس پر سب سے زیادہ گراں ہوتا ہے۔ تو جن کا ایمان کمزور تھا وہ اس پر ثابت قدم نہ رہے' اس لئے فرمایا: ﴿ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ﴾ ''جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے' تم نے ان کو دیکھا کہ وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں' جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو رہی ہو۔'' ان کے قتال کو ناپسند کرنے اور اس کی شدت کے باعث۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ (النساء: ۴/۷۷) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا' جن سے کہا گیا' اپنے ہاتھوں کو روک لو' نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' پس جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں سے اس طرح ڈر رہے ہیں' جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہئے یا اس سے بھی زیادہ۔'' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس چیز کی طرف بلایا جو ان کے حال کے زیادہ لائق ہے۔

﴿ فَاَوْلٰى لَهُمْ ○ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ﴾ یعنی ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ موجودہ حکم ہی کی تعمیل کریں جو ان پر واجب کیا گیا ہے' اسی پر اپنے ارادوں کو جمع رکھیں اور یہ مطالبہ نہ کریں کہ ان کے لئے ایسا حکم مشروع کیا

جائے جس کی تعمیل ان پر شاق گزرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ عفو و عافیت پر خوش ہونا چاہیے۔

﴿فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ﴾ "پس جب بات پختہ ہوگئی۔" یعنی جب کوئی سخت اور واجب معاملہ آ گیا تو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے اور اس کی اطاعت میں پوری کوشش کے ذریعے سے' اس کے ساتھ صدق کا معاملہ رکھتے ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ تو یہ حال ان کے پہلے حال سے بہتر ہوتا' اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) بندہ ہر لحاظ سے ناقص و ناتمام ہے' اسے کوئی قدرت حاصل نہیں' سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے' لہٰذا وہ اس سے زیادہ طلب نہ کرے جس کے کنارے پر وہ کھڑا ہوا ہے۔

(۲) جب اس کا نفس مستقبل کی فکر میں لگ جاتا ہے' تو وہ حاضر اور مستقبل کے کام پر عمل کرنے میں کمزوری دکھاتا ہے۔ رہی موجودہ صورتِ حال' تو ارادہ اور ہمت' اس سے نکل کر دوسری طرف (مستقبل کی امیدوں میں) منتقل ہو جاتے ہیں اور عمل ارادے کے تابع ہوتا ہے اور رہا مستقبل تو اس کے آتے آتے ہمت جواب دے جاتی ہے تو اسے کسی کام کی توفیق اور مدد حاصل نہیں ہوتی۔ تب اس کے خلاف مدد نہیں کی جاتی۔

(۳) وہ بندہ جو وقت موجود میں' عمل کرنے میں اپنی سستی اور کاہلی کے باوجود مستقبل سے امیدیں وابستہ کرتا ہے' وہ اس سست اور کوتاہ اندیش آدمی کی طرح ہے جسے مستقبل میں پیش آنے والے امور پر قدرت رکھنے کا قطعی یقین ہے۔ اس کے لائق یہی ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو جائے اور جس امر کا ارادہ کیا ہے اور نفس کو اس پر آمادہ کر لیا ہے اسے نہ کرے۔ مناسب ہے کہ بندہ اپنے ارادے' اپنی فکر اور اپنی نشاط کو وقت موجود پر مجتمع کرے اور اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق اپنے وظیفے کو ادا کرے۔ پھر جب بھی کوئی وقت آئے تو نشاط اور مجتمع بلند ارادے کے ساتھ کسی تفرقہ کے بغیر اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے اس کا استقبال کرے۔ پس یہ شخص اپنے تمام امور میں توفیق اور درستی عطا کیے جانے کا مستحق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذکر فرماتا ہے جو اپنے رب کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے' خیر کی طرف آنے کی بجائے شر کی طرف بھاگتا ہے۔ لہٰذا فرمایا: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ "اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو" یعنی یہ دو امور ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر التزام اور اس کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا' پس وہاں بھلائی' ہدایت اور فلاح ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی اور اس سے اعراض کرنا' تب اس صورت حال میں فساد فی الارض' معصیت پر عمل اور قطع رحمی کے سوا کچھ نہیں۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ﴾ جنہوں نے زمین میں فساد پھیلایا اور قطع رحمی کی ﴿لَعَنَهُمُ اللَّهُ﴾ وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے قریب ہو گئے۔ ﴿فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال کر دیا کہ وہ ایسی بات سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں جو انہیں فائدہ دے۔ پس ان کے کان ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے۔ وہ آنکھیں رکھتے ہیں مگر وہ ان آنکھوں سے عبرتوں اور آیات کو دیکھتے ہیں نہ دلائل و براہین کی طرف التفات کرتے ہیں۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

کیا پس نہیں غور وفکر کرتے وہ لوگ قرآن میں یا دلوں پر تالے لگے ہیں ان کے؟ ○

کتاب اللہ سے روگردانی کرنے والے یہ لوگ کتاب اللہ میں تدبر اور غور و فکر کیوں نہیں کرتے، جیسا کہ غور و فکر کرنے کا حق ہے اگر انہوں نے اس میں اچھی طرح تدبر کیا ہوتا تو یہ ہر بھلائی کی طرف ان کی راہ نمائی کرتی، انہیں ہر برائی سے بچاتی، ان کے دلوں کو ایمان سے اور ان کی عقلوں کو ایقان سے لبریز کر دیتی، وہ انہیں بلند مقاصد اور انمول عطیات تک پہنچاتی، ان کے سامنے وہ راستہ روشن کر دیتی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے نیز اس جنت کی تکمیل کرنے والے امور پر اور اس کو فاسد کرنے والے امور پر دلالت کرتی، انہیں وہ راستہ بھی دکھاتی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی بتاتی کہ کس چیز کے ذریعے سے اس سے بچا جائے۔ وہ انہیں ان کے رب، اس کے اسماء و صفات اور اس کے احسان کی معرفت عطا کرتی، ان میں بے پایاں ثواب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتی اور انہیں دردناک عذاب سے ڈراتی۔ ﴿اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ "یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔" یعنی دلوں میں روگردانی، غفلت اور اعتراضات کوٹ کوٹ کر بھر دیے گئے پھر ان کو بند کر کے ان پر تالے لگا دیے پس ان میں بھلائی کبھی داخل نہیں ہوگی، فی الواقع ان کا یہی حال ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ

بلاشبہ وہ لوگ جو پھر گئے اپنی پیٹھوں پر بعد اس کے کہ واضح ہو گئی ان کے لیے ہدایت، شیطان نے

سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

مزین کر دیے ان کیلئے (عمل) اور ڈھیل دی انکو اللہ نے ○ یہ (پھرنا) بوجہ اسکے کہ بیشک انہوں نے کہا ان سے جنہوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جو نازل کی اللہ نے

سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ

عنقریب ہم اطاعت کریں گے تمہاری بعض کاموں میں اور اللہ جانتا ہے راز انکے ○ پس کیا حال ہوگا جب (روحیں) قبض کریں گے انکی

الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ

فرشتے، مارتے ہوں گے ان کے مونہوں کو اور انکی پیٹھوں کو؟ ○ یہ (مار) اس سبب سے کہ بیشک پیروی کی انہوں نے اس چیز کی

اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

کہ اس نے ناراض کر دیا اللہ کو اور ناپسند کی انہوں نے رضا مندی اس کی پس برباد کر دیے اللہ نے اعمال ان کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مرتدین کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو ہدایت اور ایمان کو چھوڑ کر الٹے پاؤں کفر اور گمراہی کی طرف لوٹ گئے' ان کا کفر کی طرف واپس لوٹنا کسی دلیل اور برہان کی بنا پر نہیں' بلکہ ان کے دشمن کے ان کو گمراہ کرنے' اس کی تزئین اور اس کی ترغیب کی بنا پر ہے ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا﴾ (النساء: ٤/ ١٢٠) ''شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امید دلاتا ہے مگر شیطان کے وعدے دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔'' اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے سامنے راہ ہدایت واضح ہو چکی ہے مگر انہوں نے اس سے منہ موڑ کر اسے چھوڑ دیا ﴿قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ﴾ ''انھوں نے ان لوگوں سے کہا جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا:'' جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت رکھتے ہیں۔ ﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ ''ہم بعض کاموں میں تمہاری اطاعت کریں گے۔'' یعنی جو ان کی خواہشات نفس کے موافق ہیں پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی کی پاداش میں اور ان کے ایسے رویے پر قائم رہنے' جو انہیں ابدی بدبختی اور سرمدی عذاب کی طرف لے جاتا ہے' کے سبب ان کو سزا دی۔ ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ ''اور اللہ ان کے راز جانتا ہے۔'' اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیحت کی اور اسے اپنے مومن بندوں کے سامنے بیان کیا' تاکہ وہ فریب میں مبتلا نہ رہیں۔

﴿فَكَيْفَ﴾ ''پس کیسا'' ان کا برا حال اور ان کا بدترین نظارہ آپ دیکھیں گے ﴿إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ﴾ ''جب فرشتے انہیں فوت کریں گے۔'' جو ان کی روح قبض کرنے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں ﴿يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَٰرَهُمْ﴾ ''وہ (سخت گرزوں سے) ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار رہے ہوں گے۔''

﴿ذَٰلِكَ﴾ یہ عذاب' جس کے وہ مستحق ٹھہرے اور اس میں انہیں ڈالا گیا اس سبب سے ہے ﴿بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ﴾ کہ انہوں نے ہر کفر وفسق اور گناہ کی پیروی کر کے اللہ کو ناراض کیا ﴿وَكَرِهُوا رِضْوَٰنَهُۥ﴾ ''اور اس کی رضامندی کو انہوں نے ناپسند کیا۔'' پس انہیں ایسے امور میں رغبت نہ تھی جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بنتے ہیں اور نہ ایسے اعمال میں رغبت تھی جو انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ ﴿فَأَحْبَطَ أَعْمَٰلَهُمْ﴾ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل اور اکارت کر دیا' یہ اس شخص کے معاملے کے برعکس ہے جو ان امور کی اتباع کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو ناپسند کرتا ہے' عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو مٹا دے گا اور اس کے لئے اپنے اجر و ثواب کو کئی گنا کر دے گا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَٰنَهُمْ ﴿٢٩﴾

کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جنکے دلوں میں روگ ہے یہ کہ ہرگز نہیں نکالے (ظاہر کرے) گا اللہ کینے ان کے؟O

وَلَوْ نَشَآءُ لَأَرَيْنَٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَٰهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ

اور اگر ہم چاہتے (تو) البتہ ہم دکھاتے آپکو وہ (منافق) پھر ضرور پہچان لیتے آپ انکو انکے چہروں کی علامات سے اور یقیناً آپ پہچان لیں گے انکو انداز گفتگو سے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ

اور اللہ جانتا ہے اعمال تمہارے ○ اور البتہ ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ معلوم کرلیں ہم مجاہدین کو تم میں سے

وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

اور صبر کرنے والوں کو اور جانچ لیں ہم حالات تمہارے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے انہوں نے خیال کیا ہے۔'' یعنی وہ جن کے دلوں میں کوئی ایسا شبہ یا خواہش ہے جو قلب کو صحت اور اعتدال کی حالت سے خارج کر دیتا ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے جو کینہ اور عداوت ہے اللہ اسے ظاہر نہیں کرے گا؟ یہ ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق نہیں اور یہ ضروری ہے کہ وہ جھوٹے میں سے سچے کو واضح کرے اور یہ چیز آزمائش اور امتحان سے ثابت ہوتی ہے۔ جو کوئی اس امتحان میں پورا اترا اور اس کا ایمان ثابت رہا وہی حقیقی مومن ہے اور جس کو اس امتحان وابتلاء نے الٹے پاؤں پھیر دیا اور اس نے اس پر صبر نہ کیا اور جب اس پر امتحان آیا تو اس نے جزع فزع کیا اور اس کا ایمان کمزور ہو گیا۔ اس کے دل میں جو بغض اور کینہ تھا ظاہر ہو گیا اور یوں اس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ یہ حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہے' اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔'' یعنی ان کی ان علامات کے ذریعے سے آپ ان کو پہچان لیں گے جو گویا ان کے چہروں پر مرقوم ہیں ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ ''اور یقیناً آپ انھیں ان کی بات کے انداز سے پہچان لیں گے۔'' یعنی یہ ایک لازمی امر ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر اور ان کی زبان کی لغزش سے واضح ہو کر رہے گا کیونکہ زبان دل کی نقیب ہوتی ہے جو خیر اور شر دل میں ہوتا ہے اسے زبان ظاہر کر دیتی ہے ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔'' پس وہ تمہیں اس کی جزا دے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑے امتحان کا ذکر فرمایا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ یعنی ہم تمہارے ایمان اور صبر کا امتحان لیں گے ﴿حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ﴾ ''تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں، ہم ان کو معلوم کر لیں۔'' پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے' اس کے دین کی مدد اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے' وہی حقیقی مومن ہے اور جو کوئی اس بارے میں سستی اور تن آسانی سے کام لیتا ہے' تو اس کے ایمان میں نقص ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا' اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے' اور مخالفت کی رسول (علیہ السلام) کی بعد اس کے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾

کہ واضح ہوگئی ان کیلئے ہدایت ہرگز نہیں بگاڑ سکیں گے وہ اللہ کا کچھ بھی اور عنقریب وہ (اللہ) برباد کرے گا اعمال ان کے ○

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لئے نہایت سخت وعید ہے جن میں ہر قسم کا شر جمع ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر' مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچانے کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ ﴿وَشَاۗقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى﴾ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عناد رکھا جہالت' گمراہی اور ضلالت کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھ کر عناد کی وجہ سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد آپ کی مخالفت کی ﴿لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔" پس اس سے اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

﴿وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو رائیگاں کر دے گا جو وہ باطل کی مدد کے لئے کر رہے ہیں' یعنی ان کو ناکامی اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور ان کے وہ اعمال جن پر انہیں ثواب کی امیدیں ہیں' قبولیت کی شرائط کے عدم وجود کی بنا پر قبول نہ کیے جائیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی' اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کو ایسی بات کا حکم دیتا ہے جس کے ذریعے سے انہیں دینی اور دنیاوی سعادت حاصل اور اس کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ ہے دین کے اصول و فروع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ اور اطاعت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اخلاص اور کامل متابعت کے ساتھ مامور بہ طریقے سے تعمیل کرنا اور نواہی سے اجتناب کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ "اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔" میں نہی عمل کو بجالانے کے بعد اس کو فاسد کرنے والے امور کے ذریعے سے اس کے باطل کرنے کو شامل ہے' مثلاً نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانا' تکبر' فخر اور شہرت کی خواہش کرنا وغیرہ' نیز ایسے گناہوں کا ارتکاب جو نیک اعمال کو مضمحل کر کے ان کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ نیز یہ نہی عمل کے وقوع کے وقت' اس کو فاسد کرنے کو بھی شامل ہے' مثلاً عمل کو مکمل کیے بغیر چھوڑ دینا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرنا جو اس عمل کی مفسدات میں شمار ہوتا ہے۔ پس نماز' روزہ اور حج کو باطل کرنے والے امور اسی زمرے میں آتے ہیں اور ان سے روکا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے فقہاء رحمہم اللہ بغیر کسی موجب کے فرض کو منقطع کرنے کی تحریم اور نفل کو منقطع کرنے کی کراہت پر استدلال کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اعمال کو باطل کرنے سے روکا ہے تو اس نے گویا اعمال کی اصلاح' اس کی تکمیل و اتمام اور ان کو اس طرح بجالانے کا حکم دیا ہے جو علم و عمل کے اعتبار سے درست ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ

بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے پھر وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر ہی تھے‘ تو ہر گز نہیں بخشے گا

اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللَّهُ

اللہ ان کو ○ سو نہ سستی کرو تم اور (نہ) بلاؤ تم صلح کی طرف جب کہ تم (ہی) بلند (غالب) ہو اور اللہ

مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

تمہارے ساتھ ہے اور ہر گز نہیں کم کرے گا تم سے (ثواب) تمہارے عملوں کا ○

یہ آیت کریمہ اور وہ جو سورۃ البقرہ میں وارد ہوئی ہے یعنی ﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۱۷) ”اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے‘ پس ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت جائیں گے۔“ یہ دونوں آیات ہر اس نصِ مطلق کو‘ جس میں کفر کی بنا پر اعمال کے اکارت جانے کا ذکر کیا گیا ہے‘ مقید کرتی ہیں۔ پس یہ حکم اس پر موت کے ساتھ مقید ہے۔ یہاں فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ‘ اس کے فرشتوں‘ اس کی کتابوں‘ اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کیا ﴿وَصَدُّوا﴾ اور مخلوق کو روکا ﴿عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اللہ کی راہ سے“ انہیں راہ حق سے دور کرنے‘ باطل کی طرف دعوت دینے اور باطل کو مزین کرنے کے ذریعے سے ﴿ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ”پھر کافر ہی مر گئے۔“ اور انہوں نے کفر سے توبہ نہ کی ﴿فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ تو اللہ تعالیٰ انہیں کسی سفارش وغیرہ کے ذریعے سے نہ بخشے گا۔ ان کے لئے عذاب واجب ہو چکا‘ وہ ثواب سے محروم ہو گئے اور جہنم میں ان کا ہمیشہ رہنا لازم ہو گیا ان پر رحیم و غفار کی رحمت کے تمام دروازے بند ہو گئے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ اپنی موت سے پہلے توبہ کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا‘ ان پر رحم کر کے جنت میں داخل کر دے گا خواہ انہوں نے اپنی عمریں کفر‘ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کیوں نہ گزاری ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے‘ اس نے کسی شخص پر‘ جب تک وہ زندہ ہے اور توبہ کرنے پر قادر ہے‘ اپنی رحمت کے دروازوں کو بند نہیں کیا...... اور پاک ہے وہ ذات جو نہایت حلم والی ہے‘ جو گناہ گاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتی‘ بلکہ ان کو معاف کرتی ہے اور انہیں رزق عطا کرتی ہے‘ گویا انہوں نے کبھی اس کی نافرمانی کی ہی نہیں‘ حالانکہ وہ ہستی ان پر پوری قدرت رکھتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَهِنُوا﴾ یعنی اپنے دشمن کے ساتھ قتال کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ اور تم پر خوف غالب نہ آئے‘ بلکہ صبر کرو اور ثابت قدم رہو اپنے رب کی رضا‘ اسلام کی خیر خواہی اور شیطان کو ناراض

کرنے کے لئے اپنے نفس کو قتال اور جانفشانی پر آمادہ کرو اور محض آرام حاصل کرنے کے لیے تم دشمن کو امن اور صلح کی دعوت نہ دو۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' حالانکہ ﴿ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ وَلَنۡ يَّتِرَكُمۡ ﴾ ''تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ کمی نہیں کرے گا'' ﴿ اَعۡمَالَكُمۡ ﴾ ''تمہارے اعمال میں۔''

یہ تین امور ان میں سے ہر ایک صبر اور عدم ضعف کا تقاضا کرتا ہے۔

(۱) ان کا غالب آنا' یعنی ان کے لئے فتح و نصرت کے وافر اسباب مہیا کر دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ انسان صرف اس وقت کمزور ہوتا ہے جب وہ مخالفین کی نسبت کمتر تعداد' ساز و سامان اور داخلی اور خارجی قوت کے اعتبار سے ان کی نسبت کمزور ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے' کیونکہ وہ مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور تائید کے ذریعے سے اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ یہ چیز ان کے دلوں کو طاقت اور قوت عطا کرنے اور دشمن کے خلاف اقدام کرنے کی موجب ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا بلکہ انہیں پورا پورا اجر عطا کرے گا اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ عطا کرے گا۔ خاص طور پر جہاد کی عبادت میں' کیونکہ جہاد میں خرچ کیے ہوئے مال کا اجر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ لَا يُصِيۡبُهُمۡ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخۡمَصَةٌ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوۡنَ مَوۡطِئًا يَّغِيۡظُ الۡكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوۡنَ مِنۡ عَدُوٍّ نَّيۡلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ○ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً وَّلَا يَقۡطَعُوۡنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴾ (التوبۃ: ۹/۱۲۰۔۱۲۱) ''یہ اس سبب سے ہے کہ انہیں اللہ کے راستے میں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے' پیاس' تھکاوٹ یا بھوک کی تکلیف' یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جس سے کفار کو غصہ آئے' یا دشمنوں سے کچھ حاصل کرتے ہیں تو اس کے بدلے ان کے لئے ایک نیک عمل لکھ لیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اور جو تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں' یا کوئی وادی طے کرتے ہیں تو سب کچھ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزا دے۔''

جب انسان کو اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل اور جہاد کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا تو یہ چیز اس کے لئے نشاط اور ان امور میں کوشش کرنے کی موجب بنتی ہے جن پر اجر و ثواب مترتب ہوتے ہیں۔ تب کیسی کیفیت ہو گی اگر یہ تینوں مذکورہ امور مجتمع ہوں؟ بلاشبہ یہ چیز نشاط کامل کی موجب ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے ترغیب اور ایسے امور کے لئے ان میں نشاط اور قوت پیدا کرنا ہے جن

میں ان کی بھلائی اور فلاح ہے۔

إِنَّمَا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ

یقیناً حیات دنیا (تو ایک) کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو (تو) وہ (اللہ) دے گا تمھیں اجر تمہارے

وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ

اور وہ نہیں مانگے گا تم سے مال تمہارے ○ اگر اللہ سوال کرے تم سے اس (تمام) مال کا پھر وہ خوب اصرار کرے تم سے تو تم بخیلی کرو گے اور وہ نکال باہر کرے گا

أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن

کینے تمہارے ○ سنو! تم (تو) وہ لوگ ہو کہ بلائے جاتے ہو تاکہ تم خرچ کرو اللہ کی راہ میں پھر بعض تم میں سے وہ ہیں جو

يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ

بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے تو یقیناً وہ بخل کرتا ہے اپنے آپ سے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿٣٨﴾ ع

اور اگر تم روگردانی کرو گے تو وہ (اللہ) بدل لائے گا (دوسرے) لوگ سوائے تمہارے پھر نہ ہوں گے وہ تم جیسے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو اس دنیا کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے، کہ دنیا محض لہو ولعب ہے یعنی بدن کے لئے لعب اور قلوب کے لئے لہو، اس میں زہد کی ترغیب ہے۔ پس بندہ اپنے مال و متاع، اولاد، اپنی زیب و زینت، اپنی بیویوں، ماکولات و مشروبات سے حصولِ لذت، اپنے مساکن و مجالس، مناظر اور ریاست میں مگن ہو کر غافل اور ہر بے فائدہ عمل میں کھیلتا رہتا ہے بلکہ وہ بے کاری، غفلت اور گناہوں کے دائرے میں گھرا رہتا ہے، یہاں تک کہ اپنی دنیا کی زندگی کو مکمل کر لیتا ہے اور اس کی اجل آ جاتی ہے۔

جب یہ تمام چیزیں منہ موڑ کر بندے سے جدا ہو جاتی ہیں اور بندے کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کا خسارہ اور محرومی واضح ہو جاتی ہے اور اس کا عذاب آ موجود ہوتا ہے تو یہ چیز خردمند شخص کے لئے، دنیا میں زہد، عدمِ رغبت اور اس کے معاملے میں اہتمام کی موجب ہے۔ وہ کام جو ہر چیز سے زیادہ اہتمام کے لائق ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا﴾ ''اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز آخرت پر ایمان لاؤ اور تقویٰ پر قائم رہو جو ایمان کے لوازم اور اس کے تقاضوں میں سے ہے اور تقویٰ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کرتے ہوئے، دائمی طور پر اس کی رضا کے مطابق عمل کرنا۔ تو یہ عمل بندے کو فائدہ دیتا ہے اور یہی وہ عمل ہے جو اس لائق ہے کہ اس میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رغبت کی جائے اور اس کی طلب میں اپنے عزم و ارادے اور اپنی جدوجہد کو صرف کیا جائے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے، ان پر رحمت اور لطف و کرم کی بنا پر مطلوب و

مقصود ہے' تا کہ انہیں بے پایاں ثواب عطا کرے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا یُؤۡتِکُمۡ اُجُوۡرَکُمۡ وَلَا یَسۡـَٔلۡکُمۡ اَمۡوَالَکُمۡ ﴾ ''اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہیں تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی ایسی تکلیف نہیں دینا چاہتا جو تمہارے لئے مشقت اور مشکل کا باعث ہو' مثلاً وہ تم سے مال لے کر تمہیں مال کے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتا یا تمہیں کسی ایسے نقصان سے دوچار نہیں کرنا چاہتا جس سے تمہیں ضرر پہنچے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡهَا فَیُحۡفِکُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَکُمۡ ﴾ یعنی جب وہ تم سے اس چیز کا مطالبہ کرے جس کو خرچ کرنا تم ناپسند کرتے ہو تو وہ دلوں میں چھپے ہوئے کینے اور بدنیتی کو ظاہر کر دے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اموال طلب کرے اور تمہارے تمام مال کا سوال کر کے تمہیں تنگ کرے تو تم اس کی تعمیل نہ کرو گے اور یہ کہ ﴿ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ تمہیں اس طریقے سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے' جس میں تمہاری دینی اور دنیاوی مصلحت ہے۔ ﴿ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ﴾ ''پس تم میں سے جو شخص بخل کرے۔'' تب تمہارا کیا حال ہو' اگر اللہ تعالیٰ تم سے' کسی ایسے معاملے میں خرچ کرنے کے لئے' تمہارے مال کا سوال کرے' جہاں خرچ کرنے میں تمہیں کوئی فوری فائدہ نظر نہ آتا ہو' تو تمہارا اس معاملے میں بخل سے باز رہنا زیادہ اولیٰ ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ﴾ ''اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔'' کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے محروم کر لیا اور اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا بے شک اللہ تعالیٰ ﴿ الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ﴾ بے نیاز ہے اور تم اپنے تمام اوقات اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔ ﴿ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا ﴾ یعنی اگر تم ایمان باللہ اور ان امور پر عمل کرنے سے منہ موڑ لو جن کا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے ﴿ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ ﴾ ''تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی میں تمہاری مانند نہیں ہوں گے' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِهٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّهُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَهٗۤ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۵۴) ''اے ایمان لانے والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جاتا ہے تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔''

تفسیر سورۃ الفتح

سورۃ الفتح (۴۸) مدنیۃ (۱۱۱) آیاتھا ۲۹ رکوعاتھا ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا

بلاشبہ ہم نے فتح دی آپ کو فتح مبین ○ تاکہ بخش دے آپ کے لیے اللہ جو پہلے ہوا کوئی گناہ آپ کا اور جو

تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ﴿۲﴾

پیچھے ہوا اور (تاکہ) پوری کرے اپنی نعمت آپ پر اور (تاکہ) ہدایت دے آپ کو صراط مستقیم کی ○

وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ﴿۳﴾

اور (تاکہ) مدد کرے آپ کی اللہ مدد نہایت زبردست ○

اس فتح مذکور سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو روکا جبکہ آپ عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے۔ یہ ایک طویل قصہ ہے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلیا' اس شرط پر کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے۔ جو کوئی قریش کے معاہدے میں داخل ہو کر حلیف بننا چاہے ایسا کرسکتا ہے اور جو کوئی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں داخل ہو کر آپ کا حلیف بننا چاہے وہ ایسا کرسکتا ہے۔

اس کا سبب یہ تھا کہ جب لوگ ایک دوسرے سے مامون ہوں گے تو دعوتِ دین کا دائرہ وسیع ہوگا' سرزمین کے طول وعرض میں مومن جہاں کہیں بھی ہوگا' وہ دین کی دعوت دے سکے گا جو شخص حقیقت اسلام سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے واقفیت حاصل کرنا ممکن ہو جائے گا۔ اس مدت کے دوران لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو ''فتح'' کے نام سے موسوم کر کے اس کو ''فتح مبین'' کی صفت سے موصوف کیا' یعنی واضح فتح۔ کیونکہ مشرکین کے شہروں کو فتح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کا اعزاز اور مسلمانوں کی نصرت ہے اور یہ مقصد اس فتح سے حاصل ہو گیا' اس فتح پر اللہ تعالیٰ نے متعدد امور مرتب فرمائے۔

﴿ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ ﴾ ''تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔'' و اللہ اعلم .... اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے باعث بہت سے نیکیاں حاصل ہوئیں' لوگ دین میں بہت کثرت سے داخل ہوئے' نیز اس بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ شرائط برداشت کیں جن پر اولوالعزم رسولوں کے سوا کوئی صبر نہیں کرسکتا۔ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے عظیم ترین مناقب اور کرامات میں شمار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے۔ ﴿ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ ﴾ اور تاکہ آپ کے دین کو اعزاز عطا کر کے' آپ کو

آپ کے دشمنوں کے خلاف فتح ونصرت سے بہرہ مند کر کے اور آپ کے کلمہ کو وسعت بخش کر آپ پر اپنی نعمت کا اتمام کرے۔ ﴿وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ ''اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے۔'' تا کہ آپ سعادت ابدی اور فلاح سرمدی حاصل کر سکیں۔

﴿وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾ ''اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔'' یعنی انتہائی قوی مدد جس میں اسلام کمزور نہ ہو بلکہ اسے مکمل فتح ونصرت حاصل ہو اللہ تعالیٰ کفار کا قلع قمع کرے ان کو ذلیل اور کمزور کر کے ان میں کمی کرے، مسلمانوں کو زیادہ کرے ان کی تعداد کو بڑھائے اور ان کے اموال میں اضافہ کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر مترتب ہونے والی اس فتح کے آثار کا ذکر فرمایا:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ

وہ وہ ذات ہے جس نے نازل کی تسکین دلوں میں مومنوں کے تاکہ زیادہ ہوں وہ ایمان میں ساتھ اپنے ایمان کے

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور ہے اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ○ (یہ سب اس لئے کیا) تاکہ وہ داخل کرے مومن مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ

اور مومن عورتوں کو باغات میں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں اور (تاکہ) دور کرے ان سے

سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

ان کی برائیاں اور ہے یہ اللہ کے ہاں کامیابی بہت بڑی ○ اور (تاکہ) وہ عذاب دے منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ

اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو وہ جو گمان کرنے والے ہیں ساتھ اللہ کے گمان برا انہیں پر ہے

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ

گردش بری اور غصے ہوا اللہ ان پر اور اس نے لعنت کی انہیں اور تیار کی ان کے لیے

جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶

جہنم اور بری جگہ ہے وہ لوٹنے کی ○

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس احسان سے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں سکینت نازل کی۔ سکینت سے مراد وہ سکون، اطمینان اور ثبات ہے جو مضطرب کر دینے والے مصائب ومحن اور ایسے مشکل امور کے وقت بندۂ مومن کو حاصل ہوتا ہے، جو دلوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں، عقل کو سوچنے سمجھنے کی قوت سے عاری اور نفس کو کمزور کر دیتے ہیں۔ پس اس صورت حال میں یہ اللہ کی طرف سے اپنے بندے کے لئے نعمت ہے کہ وہ اس کو

ثابت قدم رکھتا ہے‘ اس کے قلب کو مضبوط کرتا ہے تاکہ وہ ان مصائب کا سامنا کر سکے اور اس حال میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے کے لئے مستعد رہے‘ اس سے اس کے ایمان میں اضافہ اور اس کے ایقان کی تکمیل ہو۔

جب رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے مابین‘ صلح کی یہ شرائط طے ہوئیں‘ جو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے لئے بظاہر ذلت آمیز اور ان کے مرتبے سے فروتر تھیں‘ تو ان شرائط پر ان کے نفوس صبر کرنے کی قوت نہیں پا رہے تھے۔ جب انہوں نے ان شرائط کو صبر کے ساتھ قبول کر لیا اور اپنے نفوس کو ان کی قبولیت پر آمادہ کر لیا تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ یعنی زمین و آسمان کے تمام لشکر اس کی ملکیت اور اس کے دست تدبیر اور قہر کے تحت ہیں‘ اس لئے مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور نبی کی مدد نہیں کرے گا‘ مگر اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے‘ بنابریں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ لوگوں کے درمیان گردشِ ایام ہوتی رہے اور اہل ایمان کیلئے فتح و نصرت کسی دوسرے موقع تک مؤخر رہے۔ ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ﴾ ”تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں‘ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں‘ داخل کرے‘ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔“ یہ سب سے بڑی چیز ہے جو اہل ایمان کو حاصل ہوتی ہے یعنی دخول جنت کے ذریعے سے انہیں اپنا مطلوب و مقصود حاصل ہوتا ہے اور گناہوں کو مٹا دینے کے ذریعے سے وہ چیز زائل ہوتی ہے جس کا انہیں خوف تھا۔ ﴿ وَكَانَ ذٰلِكَ ﴾ یہ مذکورہ جزا جو مومنوں کو عطا ہوگی ﴿ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ”اللہ کے ہاں بڑی کامیابی ہے۔“ یہ ہے وہ فعل جو اللہ تعالیٰ اس فتح مبین میں اہل ایمان کے بارے میں سرانجام دے گا۔

رہے منافق مرد اور منافق عورتیں‘ مشرک مرد اور مشرک عورتیں‘ تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فتح مبین کے ذریعے سے عذاب دے گا‘ انہیں ایسے ایسے امور دکھائے گا جو ان کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوں گے‘ چونکہ مشرکین کا مقصد یہ تھا کہ مومنین بے یار و مددگار رہ جائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ برا گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد کرے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا اور اہل باطل کو اہل حق پر غلبہ عطا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان کو الٹ دیا اور دنیا ہی میں ان پر برا وقت آگیا۔ ﴿ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ اور ان کے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہے ﴿ وَلَعَنَهُمْ ﴾ ”اور ان پر لعنت کی“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ﴿ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ ”اور ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔“

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾

اور اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے‘ اور ہے اللہ نہایت زبردست‘ خوب حکمت والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتکرار آگاہ فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر موجود لشکر اسی کی ملکیت ہیں' تاکہ بندے اس حقیقت کو جان لیں کہ وہی عزت عطا کرنے والا اور وہی ذلت سے دوچار کرنے والا ہے۔ وہ عنقریب اپنے ان لشکروں کو فتح و نصرت سے ہم کنار کرے گا جو اس کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۷۳/۳۷) ''اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب آکر رہے گا۔'' ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا ﴾ اور اللہ تعالیٰ طاقت ور' زبردست اور ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ وہ اپنی قوت اور غلبہ کے باوجود' اپنی تخلیق و تدبیر میں حکمت والا ہے' وہ اپنی حکمت اور مہارت کے مطابق فعل سرانجام دیتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

بلاشبہ ہم نے بھیجا آپکو گواہی دینے والا' اور بشارت دینے والا' اور ڈرانے والا (بناکر)○ تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے'

وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾

اور (تاکہ) مدد کرو تم اس کی اور توقیر کرو اس کی اور (تاکہ) پاکی بیان کرو تم اس کی صبح اور شام ○

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ ﴾ اے رسول کریم! (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا ﴿ شَاهِدًا ﴾ گواہ بنا کر'' یعنی آپ کی امت جو نیکی یا بدی کرتی ہے' ہم نے آپ کو اس پر گواہ بنا کر بھیجا نیز تمام حق اور باطل مقالات اور مسائل پر' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ہر لحاظ سے اس کے اپنے کمال میں منفرد ہونے پر آپ کو گواہ بنا کر مبعوث کیا۔ ﴿ وَمُبَشِّرًا ﴾ جس کسی نے آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی' اس کے لئے دنیاوی' دینی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' اس کو دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا۔ تبشیر اور انذار یہ ہے کہ ان اعمال و اخلاق کو بیان کیا جائے جن پر خوشخبری دی جاتی ہے اور جن کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے' چنانچہ آپ خیر و شر' سعادت و شقاوت اور حق و باطل کو کھول کھول کر بیان کر دینے والے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا یہ ارشاد مرتب فرمایا: ﴿ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ رسول اللہ ﷺ کے تمہیں دعوت اور ان امور کی تعلیم دینے کے سبب سے ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا جن میں تمہارا فائدہ ہے' تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو تمام امور میں ان دونوں کی اطاعت کو مستلزم ہے۔ ﴿ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ﴾ تم رسول اللہ ﷺ کا ادب کرو' آپ کی توقیر و تعظیم کرو' آپ کو مرتبے میں بڑا تسلیم کرو اور آپ کے حقوق کو ادا کرو جیسا کہ تمہاری گردنوں پر آپ ﷺ کا بڑا احسان ہے۔ ﴿ وَتُسَبِّحُوْهُ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو ﴿ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ صبح و شام۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ حق بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان مشترک ہے' یعنی ان دونوں پر ایمان۔ ایک حق وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مختص ہے اور وہ ہے آپ کی تعظیم و توقیر اور ایک حق وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور وہ ہے نماز وغیرہ کے

ذریعے سے اس کی تسبیح و تقدیس۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن

بلاشبہ وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں آپ سے یقیناً وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے' اللہ کا ہاتھ ہے اوپر انکے ہاتھوں کے' پھر جس نے

نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ

عہد شکنی کی تو یقیناً وہ عہد شکنی کرے گا اپنی ہی ذات کے خلاف اور جس نے پورا کیا اس کو کہ عہد کیا تھا اس نے اس پر اللہ سے

فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾ ع

تو عنقریب وہ دے گا اس کو اجر بہت بڑا ○

یہ بیعت' جس کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے'' بیعت رضوان'' ہے' اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے۔ یہ ایک خاص معاہدہ ہے جس کے لوازم میں سے ہے کہ وہ آپ کو چھوڑ کر فرار نہ ہوں' خواہ بہت ہی تھوڑے لوگ کیوں نہ باقی رہ جائیں اور خواہ ایسی صورت حال میں ہوں جہاں فرار ہونا جائز ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں' حقیقت امر یہ ہے کہ وہ ﴿يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ کر رہے ہیں' حتیٰ کہ یہ اس کی شدت تاکید ہے کہ فرمایا: ﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ ''اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔'' گویا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کی ہے اور اس بیعت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ زیادہ تاکید' تقویت اور ان کو اس بیعت کے پورا کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے فرمایا' بنابریں فرمایا: ﴿فَمَن نَّكَثَ﴾ ''پس جو بیعت کو توڑے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا نہ کرے ﴿فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ ''تو بے شک عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے۔'' کیونکہ اس کا وبال اسی کی طرف لوٹے گا اور اس کی سزا اسی کو ملے گی۔ ﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ﴾ ''اور جو اس بات کو' جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے' پورا کرے۔'' یعنی اس معاہدے پر کامل طور پر عمل کرے ﴿فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ''تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔'' اس اجر کی عظمت اور قدر کو صرف وہی جان سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ یہ اجر عطا کرے گا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا

ضرور کہیں گے آپ سے وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے دیہاتیوں میں سے "مشغول کر دیا تھا ہمیں ہمارے مالوں اور ہمارے اہل (وعیال) نے

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن

پس آپ مغفرت طلب کریں ہمارے لیے وہ کہتے ہیں اپنی زبانوں سے وہ (بات) کہ نہیں ہے وہ انکے دلوں میں کہہ دیجیے: تو کون

يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ

اختیار رکھتا ہے تمہارے لیے اللہ سے کسی چیز کا اگر وہ ارادہ کرے تمہارے ساتھ نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ نفع کا؟ (کوئی بھی نہیں) بلکہ

كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ

ہے اللہ ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ○ بلکہ تم نے گمان کیا تھا یہ کہ ہرگز نہیں واپس لوٹیں گے رسول

وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ

اور مومن اپنے اہل وعیال کی طرف کبھی بھی اور مزین کر دی گئی تھی یہ بات تمہارے دلوں میں اور گمان کر لیا تھا تم نے گمان برا

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور تھے تم لوگ ہلاک ہونے والے ○ اور جو شخص نہیں ایمان لایا ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے

فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

تو بلاشبہ ہم نے تیار کی ہے (ایسے) کافروں کے لیے خوب بھڑکتی آگ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضعیف الایمان بدویوں کی مذمت بیان کی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھ رہے' ان کے دلوں میں مرض اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی تھی۔ نیز وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت کر لیں گے کہ ان کے مال اور اہل وعیال کی مصروفیات نے ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلنے سے روکے رکھا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کر لیں گے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی درخواست کرنا' ان کی ندامت اور اپنے گناہ کے اقرار پر دلالت کرتا ہے نیز اس امر کے اعتراف پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے جس کے لئے توبہ واستغفار کی ضرورت ہے۔

پس اگر ان کے دلوں میں یہی بات ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کا استغفار ان کے لئے فائدہ مند ہوتا کیونکہ انہوں نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہے مگر ان کے دلوں میں تو یہ مرض ہے کہ وہ جہاد چھوڑ کر اس لیے گھر بیٹھ رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں ﴿اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ ''کہ رسول اور مومن اپنے اہل وعیال میں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔'' یعنی ان کو قتل کر کے نیست ونابود کر دیا جائے گا اور یہ برا گمان ان کے دلوں میں پرورش پاتا رہا' وہ اس پر مطمئن رہے حتیٰ کہ ان کے دلوں میں یہ بدگمانی مستحکم ہو گئی' اور اس کا سبب دو امور ہیں:

(۱) وہ ﴿قَوْمًا بُوْرًا﴾ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں' ان میں کوئی بھلائی نہیں' اگر ان میں کسی قسم کی بھلائی ہوتی تو ان کے دلوں میں یہ بدگمانی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے وعدۂ دین کے لئے اس کی نصرت اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے بارے میں ان کا ایمان اور یقین کمزور ہے۔

(۲) دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کے وعدے اس کے اپنے دین کی مدد کرنے اور اپنے کلمے کو بلند کرنے پر ان کے ایمان اور یقین کا کمزور ہونا ہے اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے'' یعنی وہ کافر اور عذاب کا مستحق ہے ﴿ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴾ تو ہم نے کفار کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی وہ بخشتا ہے واسطے جس کے چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

اور ہے اللہ نہایت بخشنے والا بڑا مہربان ○

یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا ہی آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے وہ جیسے چاہتا ہے آسمانوں اور زمین میں اپنے احکام قدری احکام شرعی اور احکام جزائی نافذ کرتا ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم جزائی کا ذکر فرمایا جو احکام شرعی پر مترتب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''وہ جسے چاہے بخش دے'' اور یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کے حکم کی اطاعت کی۔ ﴿ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اور وہ جسے چاہے عذاب دے'' اور یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہیچ جانا۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''اور اللہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اس کا وصف لازم ہے جس کی بنا پر مغفرت اور رحمت کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے۔ وہ ہر وقت گناہ گاروں کے گناہ بخشتا ہے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس کی بے پایاں بھلائی رات دن نازل ہوتی رہتی ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے جب چلو گے تم غنیمتوں کیطرف تاکہ لو تم وہ چھوڑو ہمیں ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

وہ ارادہ کرتے ہیں یہ کہ بدل دیں کلام اللہ کا کہہ دیجیے: ہرگز نہیں چلو گے تم ہمارے ساتھ اسی طرح کہہ دیا ہے اللہ نے پہلے ہی سے

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

پھر یقیناً وہ کہیں گے بلکہ حسد کرتے ہو تم ہم سے (نہیں) بلکہ ہیں وہ لوگ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا ہی ○

جب اللہ تعالیٰ نے جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت کی تو یہ بھی ذکر فرمایا کہ ان کی دنیاوی سزا یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام ایسی غنیمتیں حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے جس میں جنگ نہیں ہوگی تو یہ لوگ ان سے صحبت اور مشارکت کی درخواست کریں گے۔ وہ

کہیں گے: ﴿ ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ ﴾ ''ہمیں بھی اجازت دیں کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں، وہ چاہتے ہیں'' اس سے ﴿ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ﴾ ''کہ وہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔'' کیونکہ اس نے ان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے اور ان غنائم کو شرعاً اور قدراً صحابۂ کرام یعنی اہل ایمان سے مختص کیا ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ ان سے کہہ دیجیے ﴿ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اسی طرح اللہ نے پہلے فرما دیا ہے۔'' تمھیں اس جرم کی پاداش میں جس کا ارتکاب تم نے اپنے آپ پر کیا، غنائم سے محروم کیا جاتا ہے، نیز اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے پہلی مرتبہ جہاد کو ترک کیا۔

﴿ فَسَيَقُوْلُوْنَ ﴾ تو وہ اس بات کا جواب دیتے ہوئے، جس کی بنا پر انھیں جنگ کے لیے نکلنے سے منع کیا گیا ہے، کہیں گے: ﴿ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ﴾ یعنی تم مال غنیمت کے بارے میں ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو۔ اس مقام پر یہ ان کا منتہائے علم ہے، اگر انھوں نے رشد و فہم سے کام لیا ہوتا تو انھیں معلوم ہوتا کہ ان کی محرومی کا سبب، ان کی نافرمانی ہے، گناہوں کی کچھ دنیاوی اور کچھ دینی سزا ہوتی ہے اسی لیے فرمایا: ﴿ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ ''بلکہ یہ بہت کم سمجھتے ہیں۔''

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

کہہ دیجیے پیچھے چھوڑے گئے دیہاتیوں سے، عنقریب تم بلائے جاؤ گے ایک قوم کی طرف جو لڑنے والی ہے سخت،

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ

تم لڑو گے ان سے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو دے گا تمھیں اللہ اجر نیک

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿16﴾

اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسا کہ روگردانی کی تم نے پہلے (اس) سے، تو وہ عذاب دے گا تمھیں عذاب نہایت دردناک ○

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ

نہیں (پیچھے رہنے میں) اندھے پر کوئی حرج (گناہ) اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ مریض پر کوئی حرج

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو داخل کرے گا اللہ اس کو باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿17﴾

اور جو کوئی روگردانی کرے گا تو وہ (اللہ) عذاب دے گا اسے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اعراب (عرب دیہاتیوں) میں سے پیچھے بیٹھ رہنے والے، جہاد سے جی چراتے ہیں اور کسی عذر کے بغیر معذرت پیش کرتے ہیں اور وہ صرف ان کے ساتھ جہاد پر نکلنے کی درخواست

کرتے ہیں' جب کہ جنگ اور قتال نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلٰى قَوْمٍ أُولِيْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ ﴾ یعنی عنقریب رسول اللہ ﷺ' آپ کے قائم مقام خلفائے راشدین اور دیگر ائمہ تمہیں جہاد کی طرف بلائیں گے اور وہ لوگ جن سے جہاد کے لئے تمہیں دعوت دی جائے گی' وہ اہل فارس' اہل روم اور ان جیسی بعض دیگر قومیں ہوں گی۔ ﴿ تُقَاتِلُوْنَهُمْ أَوْ يُسْلِمُوْنَ ﴾ یعنی تم ان کے خلاف جنگ کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

فی الواقع معاملہ یہی ہے کہ جب مسلمانوں کی ان قوموں کے ساتھ جنگ ہوئی' جنگ کے حالات میں جب تک ان میں شدت اور قوت رہی تو اس صورت میں انہوں نے جزیہ دینا قبول نہیں کیا' بلکہ یا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا یا وہ اپنے مذہب پر رہتے ہوئے جنگ کرتے رہے' جب مسلمانوں نے جنگ میں ان کو بے بس کر دیا اور وہ کمزور ہو کر مطیع ہو گئے اور ان کی قوت جاتی رہی تو ان کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ یا تو مسلمان ہو گئے یا جزیہ ادا کرنے لگے ﴿ فَإِنْ تُطِيْعُوْا ﴾ یعنی اگر ان لوگوں کے خلاف جہاد کی دعوت دینے والے کی اطاعت کرو۔ ﴿ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ أَجْرًا حَسَنًا ﴾ ''تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا۔'' یہ وہ اجر و ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کے راستے میں جہاد پر مرتب فرمایا ہے۔ ﴿ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ''اور اگر تم منہ پھیر لو جیسے پہلی مرتبہ پھیرا تھا۔'' یعنی ان لوگوں سے جہاد کرنے سے منہ موڑ لو جن کے خلاف جہاد کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے تمہیں دعوت دی ہے۔ ﴿ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴾ ''تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔'' اس آیت کریمہ میں خلفائے راشدین کی' جو طاقت ور قوموں کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دیتے رہے' فضیلت بیان ہوئی ہے نیز یہ کہ جہاد میں ان کی اطاعت واجب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان عذروں کا ذکر فرمایا جن کی بنا پر بندہ جہاد میں نکلنے سے معذور ہوتا ہے۔ لہٰذا فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ﴾ ''نہ تو اندھے پر گناہ ہے نہ لنگڑے پر گناہ ہے اور نہ مریض پر گناہ ہے۔'' یعنی اپنے عذر کی بنا پر' جو جہاد پر نکلنے سے مانع ہے' جہاد سے پیچھے رہ جائیں' تو ان پر کوئی حرج نہیں۔ ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔'' یعنی ان کے اوامر کی تعمیل کرنے اور ان کے نواہی سے اجتناب کرنے میں۔ ﴿ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ﴾ ''اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہو گی' نفس جس کی خواہش کریں گے اور آنکھوں کو جن سے لذت حاصل ہو گی۔

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑ لے ﴿ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴾ تو اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔ سعادت تمام تر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور شقاوت اس کی نافرمانی اور مخالفت میں ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا

البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے نیچے اس درخت کے پس اس نے جان لیا جو (خلوص)

فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ

ان کے دلوں میں تھا سو نازل کی اس نے سکینت ان پر اور بدلے میں دی انہیں فتح جلد ہی ○ اور (بھی) غنیمتیں

كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً

بہت کہ وہ حاصل کریں گے ان کو اور ہے اللہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ○ اور وعدہ کیا تم سے اللہ نے بہت سی غنیموں کا

تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ

کہ تم حاصل کرو گے ان کو پس اس نے جلد ہی دے دی تمہیں یہ اور اس نے روک دیے ہاتھ لوگوں کے تم سے اور تاکہ ہو یہ

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا

نشانی مومنوں کے لیے اور تاکہ وہ ہدایت دے تمہیں صراط مستقیم کی ○ اور (غنیمتیں) دوسری کہ نہیں قادر ہوئے تم (ابھی) ان پر

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

تحقیق گھیر لیا ہوا ہے اللہ نے ان کو اور ہے اللہ ہر چیز پر خوب قادر ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم، اپنی رحمت اور اہل ایمان پر اپنی رضا کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر ایسی بیعت کر رہے تھے جس نے ان کو سرخرو کر دیا اور وہ اس بیعت کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ بیعت جسے اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی وجہ سے ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے اور اسے ''بیعت اہل شجرہ'' بھی کہتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ حدیبیہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کے سلسلے میں آپ اور مشرکین مکہ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی، کہ آپ کسی کے ساتھ جنگ لڑنے نہیں آئے، بلکہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں مکہ مکرمہ بھیجا۔ آپ کے پاس ایک غیر مصدقہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے مومنین کو جمع کیا، جو تقریباً پندرہ سو افراد تھے، انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر مشرکین کے خلاف قتال کی بیعت کی کہ وہ مرتے دم تک فرار نہیں ہوں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ مومنوں سے راضی ہو گیا، در آں حالیکہ یہ بیعت سب سے بڑی نیکی اور جلیل ترین ذریعۂ تقرب ہے۔ ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ان کے دلوں میں جو ایمان ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے ﴿فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾ تو ان کے دلوں میں جو کچھ ہے، اس کی قدر دانی کے لئے ان پر سکینت نازل فرمائی

اوران کی ہدایت میں اضافہ کیا۔ان شرائط کی وجہ سے‘ جو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر صلح کے لئے عائد کی تھیں‘ مومنوں کے دلوں میں سخت غم اور بے چینی تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر سکینت نازل فرمائی جس نے ان کو ثبات اوراطمینان عطا کیا۔﴿ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾’’اورانہیں جلد فتح عنایت کی۔‘‘اس سے مراد فتح خیبر ہے جس میں اہل حدیبیہ کے سوااورکوئی شریک نہیں ہوا‘چنانچہ ان کے لئے جزااوراللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کی تعمیل کی قدرومنزلت کے طورپران کوفتح خیبراوراس کے اموال غنیمت سے مختص کیا گیا۔

﴿ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾’’اور بہت سے اموال غنیمت بھی وہ حاصل کریں گے‘اوراللہ غالب حکمت والا ہے۔‘‘یعنی طاقت اور قدرت کا وہی مالک ہے‘جس کی بناپروہ تمام اشیاء پرغالب ہے‘اگروہ چاہے تو ہراس معرکے میں‘جو کفاراور مسلمانوں کے درمیان برپا ہوتا ہے‘ کفار سے انتقام لے سکتا ہے‘ مگروہ حکمت والا ہے وہ ان کوایک دوسرے کے ذریعے سے آزماتا ہےاور مومن کا کافر کے ذریعے سے امتحان لیتا ہے۔

﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا ﴾’’اللہ نے تم سے اور بھی بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے کہ جنہیں تم حاصل کروگے۔‘‘یہ ان تمام غنائم کو شامل ہے جو قیامت کے روزتک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾’’اس نے اس غنیمت کی تمہارے لیے جلدی فرمائی‘‘یعنی غزوۂ خیبر کا مال غنیمت‘پس تم صرف اسے ہی غنیمت نہ سمجھو بلکہ اس کے علاوہ اور بھی اموالِ غنیمت ہوں گے جواس کے بعد تمہیں حاصل ہوں گے۔

﴿ وَ ﴾’’اور‘‘اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروجب ﴿ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ ﴾’’اس نے ان لوگوں کے ہاتھ روک دیے جوتمہارے ساتھ جنگ کرنے کی قدرت اوراس کی خواہش رکھتے تھے ﴿ عَنْكُمْ ﴾’’تم سے‘‘یہ ایک نعمت اور تمہارے لئے تخفیف ہے ﴿ وَلِتَكُوْنَ ﴾یعنی یہ مال غنیمت ﴿ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾’’اہل ایمان کے لئے نشانی ہے‘‘ جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی سچی بھلائی‘اس کے وعدۂ حق اوراہل ایمان کے لئے ثواب پراستدلال کرتے ہیں‘ جس نے اس غنیمت کو مقدر کیا ہے وہ اور بھی اموال غنیمت مقدر کرے گا۔﴿ وَيَهْدِيَكُمْ ﴾اوران اسباب کے ذریعے سے تمہاری راہ نمائی کرے گا جواس نے تمہارے لئے مقدر کیے ہیں ﴿ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴾علم‘ایمان اور عمل کے سیدھے راستوں میں سے۔

﴿ وَّ اُخْرٰى ﴾اوراللہ تعالیٰ نے دوسرے غنائم کا بھی تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے ﴿ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا ﴾ ’’جس پرتم ابھی قادر نہیں ہوئے‘‘یعنی اس خطاب کے وقت۔﴿ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ﴾’’بے شک اللہ ہی نے ان کو گھیررکھا ہے۔‘‘اللہ تعالیٰ ان غنائم پرقادر ہے‘وہ اس کے دستِ تدبیر کے تحت اوراس کی ملکیت میں ہیں‘اس نے تمہارے ساتھ غنائم کا وعدہ کیا ہے پس اس وعدے کا پورا ہونا لازمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل اقتدار کا مالک ہے۔ بنابریں فرمایا:﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾’’اوراللہ ہر چیز پرقادر ہے۔‘‘

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

اور اگر لڑتے تم سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تو یقیناً وہ پھیر جاتے (اپنی) پیٹھیں، پھر نہ پاتے وہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ

(مانند) طریقے اللہ کے وہ جو تحقیق گزر چکا ہے (اس سے) پہلے اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ

لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

طریقہ الٰہی میں کوئی تبدیلی ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے خوش خبری ہے کہ وہ ان کو ان کے دشمن کفار کے خلاف فتح و نصرت عطا کرے گا، اگر ان کفار نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی ﴿لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا﴾ ''تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر وہ کوئی دوست نہ پائیں گے۔'' جو ان کی سرپرستی کرے ﴿وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور نہ مددگار'' جو ان کی مدد کرے اور تمہارے خلاف لڑائی میں ان کی اعانت کرے بلکہ وہ اپنے حال پر تنہا اور مغلوب چھوڑ دیے جائیں گے۔ گزشتہ قوموں میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لشکر غالب آتے ہیں ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور آپ سنتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔''

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ

اور وہ، وہ ذات ہے جس نے روکے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بطن مکہ میں، اس کے

بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ

بعد کہ کامیابی دے دی تھی اس نے تمہیں ان پر اور ہے اللہ ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ○ وہ، وہ لوگ ہیں جنھوں نے

كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

کفر کیا اور روکا انھوں نے تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو اس حال میں کہ (جانور) روکے گئے اس سے کہ پہنچیں وہ اپنی قربان گاہ میں

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ

اور اگر نہ ہوتے (کچھ) مرد ایماندار اور (کچھ) عورتیں ایماندار (مکہ میں) کہ نہیں جانتے تم انکو (اگر نہ ہوتا خطرہ) یہ کہ تم روند (کچل) ڈالو گے انہیں،

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

پس پہنچے تمہیں بوجہ ان (کے قتل) کے تکلیف بغیر علم کے (تو ضرور اجازت دے دی جاتی تمہیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ داخل کرے اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

اگر جدا (الگ تھلگ) ہوتے وہ (مومن تو) ضرور عذاب دیتے ہم ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے ان کو کفار کے شر اور ان کے قتال سے عافیت

میں رکھا، فرماتا ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو روکا۔'' یعنی اہل مکہ کے ﴿ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے ان پر تمہیں فتح دینے کے بعد۔'' یعنی اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قدرت حاصل ہوگئی اور وہ کسی عہد اور معاہدے کے بغیر تمہاری ولایت اور سرپرستی میں آگئے اور وہ تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے، جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تاکہ بے خبری میں ان کو آلیں مگر انہوں نے مسلمانوں کو باخبر اور چاق چوبند پایا، مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں پر رحمت تھی کہ انہوں نے ان کو قتل نہ کیا۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ ''اور اللہ ہر چیز کو، جو تم عمل کرتے ہو، دیکھتا ہے۔'' پس وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اے مومنو! اللہ تعالیٰ اپنی بہترین تدبیر کے ذریعے سے تمہاری راہنمائی کرتا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا ہے جو مشرکین کے خلاف قتال کا باعث ہیں اور وہ ہیں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کا کفر کرنا، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل ایمان ساتھیوں کو بیت اللہ کی زیارت کرنے، اس کی تعظیم کرنے اور حج وعمرہ کے لئے آنے سے روکنا۔ انہی لوگوں نے ﴿ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا ﴾ قربانی کے جانوروں کو روکا ﴿ اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ﴾ ''کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ پہنچ جائیں۔'' اس سے مراد مکہ مکرمہ میں ذبح کی جگہ ہے، جہاں قربانیوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ پس انہوں نے ظلم اور تعدی کی بنا پر ان قربانیوں کو اس مقام پر پہنچنے سے روک دیا، یہ تمام امور ان کے خلاف قتال کے داعی اور موجب ہیں۔

لیکن وہاں ایک اور مانع بھی ہے اور وہ ہے مشرکین کے اندر اہل ایمان مرد اور عورتوں کا موجود ہونا، ان کی موجودگی کا محل ومقام ممیز نہ تھا جہاں ان کو نقصان پہنچ جانے کا امکان تھا۔ اگر یہ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں، جن کو مسلمان نہ جانتے تھے ﴿ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ ﴾ یعنی ان کو لاعلمی میں روند ڈالنے کا خدشہ نہ ہوتا ﴿ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ ''تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ سکتا تھا۔'' (اَلْمَعَرَّۃُ) سے مراد وہ تکلیف اور نقصان ہے، جو کفار کے ساتھ قتال کے دوران ان اہل ایمان کو بے خبری میں پہنچ سکتا تھا اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اللہ تعالیٰ ان کو کفر کے بعد ایمان سے اور گمراہی کے بعد ہدایت سے نوازتا ہے، پس اس سبب سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ قتال کرنے سے روکتا ہے۔ ﴿ لَوْ تَزَيَّلُوْا ﴾ اگر وہ کفار سے الگ ہو جاتے ﴿ لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ ''تو جو ان میں کافر تھے ہم انہیں دردناک عذاب دیتے۔'' وہ اس طرح کہ ہم تمہارے لئے ان سے جنگ کو مباح کر دیتے، تمہیں ان کے خلاف لڑنے کی اجازت دے دیتے اور تمہیں ان کے خلاف نصرت سے نوازتے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ

جب پیدا کر لی ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، اپنے دلوں میں حمیت، حمیت جاہلیت کی تو نازل کی

اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور لازم کر دی اس نے ان پر بات تقوے کی

وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾

اور تھے وہ زیادہ حق دار اس (تقوے کی بات) کے اور لائق اس کے اور ہے اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ ''جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی'' کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے معاہدے کی دستاویز سے (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کو نکال دیا' نیز انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو اس سال مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ مسلمان قریش پر غالب آ کر مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے تمام امور جاہلیت کے امور ہیں جو ان کے دلوں میں موجود تھے اور بے شمار گناہوں کے موجب بنے رہے۔

﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی۔'' اس لئے کفار کے برتاؤ کے مقابلہ میں' ان پر غضب و غصہ غالب نہ آیا' بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر انہوں نے صبر کیا اور ان شرائط کا التزام کیا' جن میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم تھی' خواہ وہ کچھ بھی تھیں اور انہوں نے باتیں بنانے والوں کی کوئی پروا کی نہ ملامت کرنے والوں کی ملامت کو خاطر میں لائے۔ ﴿ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ﴾ ''اور ان کو تقویٰ کی بات پر قائم رکھا۔'' اس سے مراد کلمہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور اس کے حقوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لازم ٹھہرایا کہ کلمہ اور اس کے حقوق کو ادا کریں۔ پس اہل ایمان نے ان حقوق کا التزام کر کے ان کو قائم کیا۔ ﴿ وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا ﴾ اور وہ اس چیز کے' دوسروں کی نسبت زیادہ مستحق تھے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' تھے وہ ﴿ اَهْلَهَا ﴾ ''اس کے اہل'' جو اپنے آپ کو اس کا اہل جانتے تھے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ تھا اور ان کے دلوں میں جو بھلائی تھی اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴾ ''اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ

البتہ تحقیق سچی خبر دی اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں ساتھ حق کے' کہ ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں' اگر چاہا

اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا

اللہ نے' امن سے' منڈاتے ہوئے سر اپنے اور بال کتراتے ہوئے' نہ ڈرتے ہو گے تم (کسی سے بھی) پس جان لی اللہ نے وہ بات جو

لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

نہیں جانی تم نے' سو کر دی اس نے پہلے اس سے ایک فتح جلد ہی ○ وہ' وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۲۸﴾

ساتھ ہدایت اور دین حق کے، تاکہ غالب کرے وہ اس کو اوپر سب دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہ O

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا۔'' اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا اور آپ نے اپنے اصحاب کرام کو اس خواب سے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ جب حدیبیہ کے دن ان کے درمیان صلح ہوئی اور اہل ایمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹے تو اس بارے میں ان سے بہت سی باتیں صادر ہوئیں حتیٰ کہ انہوں نے ان باتوں کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی اظہار کیا چنانچہ انہوں نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ کی زیارت اور طواف سے بہرہ مند ہوں گے؟'' انہوں نے جواب دیا ''نہیں'' تو آپ نے فرمایا: ''تم عنقریب بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔''[1]

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ یعنی اس خواب کا پورا اور سچا ہونا لازمی امر ہے اور اس تعبیر میں جرح و قدح نہیں کی جا سکتی ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ یعنی تم اس حال میں مسجد حرام میں داخل ہو گے جو اس محترم گھر کی تعظیم کا تقاضا کرتا ہے کہ تم سر منڈا کر یا بالوں کو ترشوا کر مناسک کو ادا کر رہے ہو گے اور ان کی تکمیل کر رہے ہو گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔

﴿فَعَلِمَ﴾ اسے تمام مصالح اور منافع معلوم ہیں ﴿مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾ ''جو تمہیں معلوم نہیں، پس اس نے کی اس سے پہلے'' یعنی ان اوصاف کے ساتھ داخل ہونے سے پہلے ﴿فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''نزدیک کی فتح'' چونکہ یہ ایسا واقعہ ہے جس سے بعض اہل ایمان کے دلوں میں تشویش پیدا ہوئی اور ان کی نظروں سے اس کی حکمت اوجھل ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت اور منفعت بیان فرمائی۔ یہی صورت تمام احکام شرعیہ کی ہے، تمام احکام شرعیہ ہدایت اور رحمت پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حکم عام کے ذریعے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى﴾ ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا'' جو کہ علم نافع ہے جو گمراہی میں راہ راست دکھاتا ہے اور خیر و شر کے تمام راستے واضح کر دیتا ہے ﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ اور ایسے دین کے ساتھ بھیجا جو حق سے موصوف ہے اور اس سے

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد و المصالحة ...... حديث: 2732,2731

مراد عدل، احسان اور رحمت ہے، نیز اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جو دلوں کو پاک، نفوس کی تطہیر، اخلاق کی تربیت اور اقدار کو بلند کرتا ہے ﴿ لِيُظْهِرَهٗ ﴾ تاکہ اس دین کو غالب کرے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے ﴿ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ ''تمام ادیان پر'' یعنی حجت و برہان کے ذریعے سے اور یہ دین تمام ادیان کو شمشیر و سناں کے ذریعے سے مطیع ہونے کی دعوت دے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد (ﷺ) رسول ہیں اللہ کے، اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں بہت سخت ہیں کافروں پر، نہایت مہربان ہیں آپس میں،

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

تو دیکھے گا انہیں رکوع سجود کرتے ہوئے، وہ تلاش کرتے ہیں فضل اللہ کا اور رضامندی (اس کی) علامت انکی، انکے چہروں میں

مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ

ہو گا نشان سجدوں کا، یہ صفت ان کی تورات میں ہے، اور صفت ان کی انجیل میں مانند کھیتی کے ہے

اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

جس نے نکالی اپنی سوئی، پھر اس نے مضبوط کیا اس (سوئی) کو، پھر وہ سخت ہوئی، پھر کھڑی ہو گئی اپنے تنے پر، خوش کرتی ہے کاشتکاروں کو

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(اللہ نے یہ کیا) تاکہ غصہ دلائے بوجہ ان (صحابہ کرام) کے کافروں کو۔ وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ان میں سے، مغفرت اور اجر عظیم کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ، جو مہاجرین و انصار میں سے ہیں، ان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کامل ترین صفات اور جلیل ترین احوال کے حامل ہیں اور وہ ﴿ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ﴾ کفار کے ساتھ بہت سخت ہیں، فتح و نصرت میں جدوجہد اور اس بارے میں پوری کوشش کرنے والے ہیں۔ وہ کفار کے ساتھ صرف درشتی اور سختی سے پیش آتے ہیں۔ اسی لئے ان کے دشمن ان کے سامنے ذلیل ہو گئے، ان کی طاقت ٹوٹ گئی اور مسلمان ان پر غالب آ گئے۔

﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ یعنی صحابہ آپس میں محبت کرنے والے، ایک دوسرے پر مہربانی کرنے والے اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت اور عاطفت کے ساتھ پیش آنے والے ہیں۔ وہ جسد واحد کی مانند ہیں ان میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ ہے ان کا مخلوق کے ساتھ معاملہ۔ رہا خالق کے ساتھ ان کا معاملہ، تو ﴿ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ﴾ ''تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے۔'' یعنی

ان کا وصف کثرتِ نماز ہے جس کے جلیل ترین ارکان رکوع اور سجود ہیں ﴿ يَبْتَغُوْنَ ﴾ وہ اس عبادت کے ذریعے سے طلب گار ہیں ﴿ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾ ''اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچنا اور اس کا ثواب حاصل کرنا ان کا مطلوب و مقصود ہے۔

﴿ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴾ حسن عبادت اور اس کی کثرت نے ان کے چہروں پر اثر کیا ہے حتی کہ وہ منور ہو گئے ہیں' چونکہ نماز کے نور سے ان کے باطن روشن ہیں' لہٰذا اجلال سے ان کے ظاہر منور ہیں ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ مذکورہ احوال ﴿ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ﴾ یعنی ان کا یہ وصف جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو موصوف کیا ہے' تورات کریم میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ انجیل میں ان کو ایک اور وصف سے موصوف کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کمال اور باہم تعاون میں ﴿ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ ﴾ ''گویا ایک کھیتی ہے جس نے اپنی سوئی نکالی' پھر اس کو مضبوط کیا۔'' یعنی اس نے اپنی جڑ سے شاخیں نکالیں پھر ان کو استواو ثبات میں مضبوط کیا۔ ﴿ فَاسْتَغْلَظَ ﴾ پس یہ کھیتی طاقت ور اور مضبوط ہو گئی۔ ﴿ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ ﴾ ''پھر قوت کے ساتھ کھڑی ہو گئی اپنے تنے پر'' (سُوْق) جمع ہے ساق کی' یعنی اپنی جڑوں پر کھڑی ہو گئی۔ مراد یہ ہے کہ یہ کھیتی مضبوط اور قوی ہو گئی اور اس کے تنے کھڑے ہو گئے۔

﴿ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ﴾ جو اپنے کامل طور پر سیدھا کھڑا ہونے اور اپنے حسن اعتدال کی بنا پر کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخلوق کو نفع پہنچانے اور لوگوں کا ان کی طرف ضرورت مند ہونے کی وجہ سے' کھیتی کی مانند ہیں۔ ان کی قوت ایمان اور قوت عمل پودے کی رگوں اور اس کے تنوں کی مانند ہے۔ وہ کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جن کا اسلام متاخر تھا' جنھوں نے بزرگ صحابہ کرام کی پیروی کی' ان کے ہاتھ مضبوط کیے' اقامت دین اور دعوت دین میں ان کی مثال اس کھیتی کی مانند ہے جس نے اپنی جڑوں سے سوئے نکالے پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہو گئی۔

بنابریں فرمایا: ﴿ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ﴾ ''تاکہ ان کی وجہ سے اللہ کافروں کو چڑائے'' جب کفار ان کے اجتماع اور دشمنان دین پر ان کی سختی کو دیکھتے ہیں نیز جب وہ دست بدست لڑائی اور جنگی معرکوں میں ان کی بہادری کو دیکھتے ہیں' تو یہ چیز ان کے دل کو جلاتی ہے۔ ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' جنھوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت' جس کا لازمہ دنیا و آخرت میں ہر قسم کے شر سے حفاظت ہے اور دنیا و آخرت کے اندر اجرِ عظیم کو جمع کیا۔

صلح حدیبیہ کے واقعات

ہم صلح حدیبیہ کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ امام شمس الدین ابن قیم رحمہ اللہ نے ''زاد المعاد'' ① میں بیان کیے ہیں کیونکہ ان واقعات سے اس سورۂ مبارکہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے ابن قیم رحمہ اللہ

① زاد المعاد: ۳/ ۲۸۶۔ ۲۹۶۔

نے اس سورۂ مبارکہ کے اسرار و معانی پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ذی قعد ۶ھ میں پیش آیا اور یہی صحیح ہے۔ امام زہری' قتادہ' موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ شوال میں پیش آیا مگر یہ وہم ہے رمضان میں تو مکہ فتح ہوا تھا۔ ابوالاسود عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ صلح حدیبیہ ذی قعد میں ہوئی تھی۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے' جو سب کے سب ذی قعد میں تھے۔ ان میں عمرہ حدیبیہ بھی ذکر کیا' آپ کے ساتھ پندرہ سو نفوس تھے۔ صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیحین ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ چودہ سو نفوس تھے۔ صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم تیرہ سو افراد تھے۔

قتادہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کتنے لوگوں کی جماعت تھی جو بیعت رضوان میں شریک ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا ''پندرہ سو افراد تھے'' میں نے عرض کیا ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چودہ سو افراد تھے'' سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ ان پر رحم فرمائے' انہیں وہم ہوا ہے' انہی نے مجھے بتایا ہے کہ وہ پندرہ سو افراد تھے۔''

میں (ابن قیم) کہتا ہوں: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے دونوں قول صحت کے ساتھ مروی ہیں اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ حدیبیہ والے سال ستر اونٹ قربان کیے' ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا گیا۔ ان سے پوچھا گیا ''آپ کتنے افراد تھے؟'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''سوار اور پیدل دونوں مل کر چودہ سو نفوس تھے'' یعنی ان کے سوار اور پیادے۔

میلان قلب بھی زیادہ اسی طرف ہے' براء بن عازب' معقل بن یسار اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم سے بھی صحیح تر روایت کے مطابق یہی تعداد ہے اور مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ شعبہ رحمہ اللہ' قتادہ رحمہ اللہ سے' قتادہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ درخت کے نیچے (بیعت کرنے والے) چودہ سو افراد تھے۔

جس نے یہ کہا کہ وہ کل سات سو افراد تھے اس نے واضح طور پر غلطی کی ہے۔ سات سو افراد کہنے والے حضرات کا عذر یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس روز ستر اونٹ ذبح کیے تھے اونٹ کی قربانی کے بارے میں آتا ہے کہ اونٹ کی قربانی سات یا دس افراد کی طرف سے کافی ہے۔ مگر یہ بھی اس قائل کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ

راوی نے تصریح کی ہے کہ اس غزوہ میں ایک اونٹ سات افراد کی طرف سے ذبح کیا گیا تھا۔ اگر قربانی کے ستر اونٹ سب کی طرف سے ہوتے تو کل چار سو نوے افراد ہوتے۔ راوی مکمل حدیث اسی طرح بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ کل چودہ سو نفوس تھے۔

فصل

جب رسول اللہ ﷺ ذی الحلیفہ پہنچے تو آپ نے قربانیوں کو ہار پہنائے اور علامتیں لگائیں اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنے آگے بنو خزاعہ میں سے ایک جاسوس بھیجا جو قریش کے حالات کے بارے میں آگاہ کرے۔ جب آپ عسفان کے قریب پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ”میں کعب بن لوی کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ انہوں نے آپ کے مقابلے کے لئے' مختلف قبیلوں سے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے وہ سب جمع ہو کر آپ سے ضرور لڑیں گے اور بیت اللہ کی زیارت سے آپ کو روکیں گے۔

رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ آیا ہم ان قبائل کے پسماندگان پر حملہ کر دیں جو قریش کی مدد کے لئے جمع ہوئے ہیں اور ان کو قیدی بنالیں' اگر وہ پھر بیٹھے رہے تو بدلہ لئے بغیر غم زدہ بیٹھے رہیں گے اور اگر وہ بچ نکلے تو وہ ایسی گردن ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کاٹ دیا ہے...... یا تمہارا خیال ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد جاری رکھیں' جو کوئی ہمیں روکنے کی کوشش کرے تو ہم اس سے جنگ کریں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں' ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں' ہم کسی کے خلاف لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ تاہم جو کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا ہم اس سے ضرور لڑیں گے۔“

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر کوچ کرو“! پس صحابہ کرام نے کوچ کیا' ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خالد بن ولید قریش کے گھڑ سواروں کے ساتھ غمیم کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے اس لئے پہلو بچا کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو' اللہ کی قسم! خالد بن ولید کو صحابہ کرام کے نکل جانے کا پتہ تک نہ چلا' یہاں تک مسلمانوں کے لشکر کی گرد ان تک پہنچی تو مسلمانوں کی آمد کا ان کو علم ہوا تو وہ فوراً قریش کو آگاہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس دوران میں نبی اکرم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی میں پہنچ گئے۔ جہاں سے ہو کر مکہ کی طرف اترتے ہیں' تو آپ کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ نے کہا: (حَلُ حَلُ) مگر اونٹنی بیٹھی رہی۔ صحابہ نے کہا: ”قصواء تھک کر بیٹھ گئی“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قصواء تھک کر نہیں بیٹھی اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اس ہستی نے روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا۔“ پھر فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قریش مجھ سے جس چیز کا سوال کریں' جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کی حرمت کا

لحاظ رکھا ہو میں ان کو وہ چیز ضرور عطا کر دوں گا۔'' پھر آپ نے اونٹنی کو جھڑ کا' وہ فوراً جست لگا کر اٹھ کھڑی ہوئی' پس رسول اللہ ﷺ اس گھاٹی سے ایک طرف سے ہٹ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حدیبیہ کے کنویں کے پاس اتر پڑے جس میں بہت ہی تھوڑا پانی تھا۔ لوگ تھوڑا تھوڑا پانی لیتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے پانی ختم کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور صحابہ سے کہا' کہ وہ اس تیر کو اس کنویں میں ڈال دیں۔ راوی کہتا ہے ''اللہ کی قسم! پورا لشکر اس کنویں سے سیراب ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے وہاں سے کوچ کیا۔ قریش آپ کی روانگی کا سن کر بہت گھبرائے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام میں سے کسی شخص کو ایلچی بنا کر بھیجنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو قریش کی طرف بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! (ﷺ) اگر مکہ میں مجھے کوئی تکلیف پہنچائی گئی تو بنو کعب بن لوی میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو میری خاطر ناراض ہو اس لئے آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجئے' وہاں ان کا بہت بڑا قبیلہ ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہ آپ کا پیغام پہنچا دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ قریش کو کہہ دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے' ہم تو عمرہ کے لئے آئے ہیں اور انہیں اسلام کی دعوت دو'' نیز آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ میں جو مومن مرد اور عورتیں ہیں وہ ان کے پاس بھی جائیں اور ان کو فتح کی خوشخبری دیں۔ نیز ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مکہ میں اپنے دین کو غالب کرے گا حتیٰ کہ یہاں ایمان کو چھپایا نہیں جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے' بَلْدَح کے مقام پر ان کا گزر قریش کے پاس سے ہوا۔ قریش نے پوچھا ''عثمان! کہاں کا ارادہ ہے؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور ہم تمہیں آگاہ کرتے ہیں کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔'' انہوں نے کہا ''تم نے جو کہا' ہم نے سن لیا' اب جاؤ اپنا کام کرو'' ابان بن سعید اٹھا' اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مرحبا کہا' اپنے گھوڑے پر زین رکھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار کرایا اور ان کو پناہ دی' ابان بن سعید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر مکہ آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واپس لوٹنے سے پہلے مسلمانوں نے کہا: ''عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے بیت اللہ پہنچ کر طواف کریں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے وہ اس حالت میں کہ ہم یہاں محصور ہیں' بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! وہ بیت اللہ پہنچ گئے ہیں' انہیں کون سی چیز بیت اللہ کے طواف سے روک سکتی ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''عثمان کے بارے میں میرا یہ گمان ہے کہ وہ کعبہ کا طواف اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ ان کے ساتھ

ہم نہ کریں۔''

مسلمان صلح کے معاملے میں مشرکین کے ساتھ گھل مل گئے۔فریقین میں سے کسی شخص نے دوسرے فریق کے کسی آدمی کو پتھر مارا' بس معرکہ برپا ہو گیا فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلانے اور پتھر پھینکنے شروع کر دیئے دونوں فریق چلائے اور ہر فریق اپنے اپنے آدمیوں کے فعل پر مجبور تھا۔رسول اللہ ﷺ تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ پہنچی تو آپ نے بیعت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات پر بیعت کی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پکڑا اور فرمایا:''یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت ہے۔''

جب بیعت مکمل ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی واپس آ گئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:
''آپ نے تو بیت اللہ کا طواف کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیا۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:''میرے بارے میں تم نے بہت ہی برا گمان رکھا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر سال بھر بھی میں مکہ مکرمہ میں رہوں اور رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر فروکش ہوں' تو میں اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں۔قریش نے مجھے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:''رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور ہم سے زیادہ اچھا گمان رکھتے ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخت کے نیچے بیعت کے لئے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک تھامے رکھا اور جد بن قیس کے سوا تمام مسلمانوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ آپ پر سے درخت کی ٹہنیاں اٹھائے رہے۔

ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی' ایک دفعہ ابتدا میں' پھر درمیان میں اور ایک دفعہ آخر میں۔

بیعت کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا کہ بدیل بن ورقاء خزاعی بنو خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' تہامہ کی پوری وادی میں صرف خزاعی آپ کے خیر خواہ تھے بدیل نے کہا:''میں بنو کعب بن لؤی اور عامر بن لوی کو اس حال میں چھوڑ کر آ رہا ہوں کہ وہ حدیبیہ کے چشموں پر اترے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی ہیں' وہ آپ ﷺ کے ساتھ لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہم کسی کے ساتھ لڑنے کے لئے نہیں آئے' ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے

آئے ہیں۔ جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے' اس صورت میں اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت کے لیے ان کے ساتھ صلح کر لوں گا' وہ میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں' اگر وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں' ورنہ آرام سے بیٹھیں اور اگر انہیں جنگ کے سوا کچھ منظور نہیں تو قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہے۔ میں اپنے اس دین پر ان سے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن تن سے جدا ہو جائے' یا اللہ تعالیٰ اپنے دین کو نافذ کر دے۔''

بدیل نے عرض کیا: ''میں آپ کی بات قریش تک پہنچا دوں گا۔'' بدیل چلا گیا حتیٰ کہ وہ قریش کے پاس پہنچا اور ان سے کہنے لگا: ''میں اس شخص کے پاس سے ہو کر آیا ہوں' میں نے اسے ایک بات کہتے سنا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں وہ بات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔''

قریش کے بیوقوف لوگوں نے کہا: ''ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ تم ہمیں کچھ سناؤ'' مگر ان میں سے اصحاب رائے نے کہا: ''ہاں بتاؤ تم نے اس سے کیا سنا ہے؟'' بدیل نے کہا: ''میں نے اس کو یہ کچھ کہتے سنا ہے۔''

عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: ''اس شخص نے تمہارے سامنے ایک اچھی بات پیش کی ہے' اس کو قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو'' قریش نے کہا: ''ہاں تم اس کے پاس جاؤ۔''

عروہ بن مسعود ثقفی آپ کے ساتھ مذاکرات کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے عروہ بن مسعود سے بھی وہی بات کہی جو بدیل سے کہی تھی۔ اس پر عروہ بن مسعود نے کہا ''اے محمد! (ﷺ) کیا تم اپنی قوم ہی کی جڑ کاٹو گے' کیا تم نے کسی عرب کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے تم سے پہلے اپنی قوم کو نیست و نابود کیا ہو؟ اگر کوئی دوسری بات ہوئی تو اللہ کی قسم! میں کچھ ایسے چہرے اور اس طرح کے لوگ دیکھ رہا ہوں جو تجھے چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''تو' لات کی شرم گاہ چوستا رہ' کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟'' عروہ بن مسعود نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں ابوبکر ہوں۔'' عروہ بن مسعود نے کہا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تیرا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک نہیں اتار سکا تو میں تجھے اس کا جواب دیتا۔''

اس نے رسول اللہ ﷺ سے بات چیت شروع کی۔ جب وہ بات کرتا تو آپ کی ریش مبارک کو چھوتا' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ کے سر پر کھڑے ہوئے تھے' ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خود پہن رکھا تھا۔ جب بھی عروہ بن مسعود اپنا ہاتھ آپ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا' تو مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کا نعل اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے: ''اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے دور رکھو۔''

عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں مغیرہ بن شعبہ ہوں۔'' عروہ بن مسعود نے کہا: ''اے بے وفا شخص! کیا میں تیری بے وفائی کے انتقام کی کوشش میں نہیں ہوں؟'' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایامِ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ مصاحبت رکھتے تھے' پس مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ان کا مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہارا اسلام لانا تو قبول کرتا ہوں' لیکن مال کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔''

پھر عروہ بن مسعود دیر تک اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا' اللہ کی قسم! جب کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک پھینکا تو کسی نہ کسی شخص نے اسے اپنے ہاتھ پر لیا اور اسے اپنے جسم اور چہرے پر مل لیا آپ کوئی حکم دیتے تو صحابہ اس کی تعمیل کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے' جب آپ وضو فرماتے تو صحابہ آپ کے وضو کے مستعمل پانی پر گویا لڑتے تھے' جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام آپ کے پاس اپنی آوازوں کو پست کر لیتے تھے' آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔

عروہ بن مسعود اپنے ساتھیوں میں واپس آیا اور ان سے کہنے لگا: ''اے لوگو! میں کسریٰ' قیصر اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں' میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کے مصاحبین اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی تھوک پھینکتے تو کوئی نہ کوئی شخص اپنے ہاتھ پر لے کر اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتا تھا۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی حکم دیتے تو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تعمیل کی کوشش کرتے' جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کرتے تو وضو کے مستعمل پانی کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گفتگو کرتے تو لوگ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کے طور پر ان کی طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بے شک انہوں نے ایک نہایت اچھی بات تمہارے سامنے پیش کی ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ تم اسے قبول کر لو۔''

بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا: ''مجھے اس کے پاس جانے دو۔'' قریش نے کہا ''تم اس کے پاس جاؤ۔'' جب یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ فلاں شخص ہے اور اس کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کا بہت احترام کرتے ہیں' تم قربانی کے جانور اس کے پاس لے کر آؤ' پس لوگ قربانی کے جانور اس کے پاس لے کر آئے اور تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ جب اس نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگا: ''سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا مناسب نہیں۔'' پھر وہ اپنے لوگوں کی طرف واپس آیا اور ان سے کہا: ''میں نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے کہ ان کو ہار پہنائے گئے ہیں اور ان کا اشعار کیا گیا ہے میری رائے ہے کہ ان کو بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔''

پھر مکرز بن حفص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ''مجھے اجازت دو کہ میں محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں'' جب مکرز ان کے پاس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مکرز بن حفص ہے اور یہ فاسق و فاجر شخص ہے۔'' مکرز بن حفص نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کی۔ ابھی وہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارا معاملہ آسان فرما دیا۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''آپ ہمارے اور اپنے درمیان صلح کا معاہدہ لکھ دیجئے'' رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلایا اور اس سے فرمایا: ''لکھو (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''رہا رحمٰن، تو اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا ہے؟ بلکہ لکھو (بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ) جیسا کہ تو لکھا کرتا تھا۔''

مسلمانوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم تو (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) ہی لکھیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ) ہی لکھ دو'' پھر فرمایا: ''لکھو' یہ وہ تحریر ہے' جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی۔'' اس پر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا ''اگر ہم اعتراف کرتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکتے نہ آپ کے خلاف جنگ کرتے۔ بلکہ ''محمد بن عبداللہ''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم نے میری تکذیب کی ہے' تاہم ''محمد بن عبداللہ۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس بات پر صلح ہے کہ تم بیت اللہ اور ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ گے اور ہم طواف کریں گے۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا' کہیں عرب یہ نہ کہیں کہ ہمیں مجبور کر دیا گیا' البتہ آپ آئندہ سال طواف کریں۔'' پس یہی لکھ دیا گیا۔

سہیل بن عمرو نے کہا: ''یہ اس بات پر صلح نامہ ہے کہ اگر ہمارا کوئی شخص (بھاگ کر) تمہارے پاس آ جائے تو تم اسے واپس کر دو گے خواہ وہ تمہارے دین ہی پر کیوں نہ ہو۔''

مسلمانوں نے کہا: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ! جو شخص مسلمان ہو کر آیا ہو اسے کیسے مشرکین کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا'' ابھی وہ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں میں بڑی مشکل سے چلتے ہوئے نشیب مکہ سے نکلے اور اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ڈال دیا' سہیل بن عمرو نے کہا: ''اے محمد! (ﷺ) یہ پہلی شرط ہے جس پر میں نے تمہارے ساتھ صلح کی ہے' ابوجندل کو واپس کر دو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ہم نے تحریر ختم نہیں کی۔'' سہیل بن عمرو نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ بات ہے تو میں تمہارے ساتھ کسی بات

پر کبھی بھی صلح نہیں کروں گا۔'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس کی اجازت دے دو۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''میں ہرگز اس کی اجازت نہیں دوں گا۔''

آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! اجازت دے دو۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''میں اجازت نہیں دوں گا۔''

مکرز نے کہا: ''میں اجازت دیتا ہوں۔''

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا درآں حالیکہ میں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں' کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مجھے کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے؟''...... حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اللہ کے راستے میں سخت عذاب سے دوچار کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے اسلام کی حقانیت پر' اس دن کے سوا' کبھی شک نہیں ہوا' میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!''

میں نے عرض کیا: ''کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔''

میں نے عرض کیا: ''تو پھر ہم اپنے دین میں کمزوری کیوں دکھائیں؟''

آپ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں' وہی میرا مددگار ہے' میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

میں نے عرض کیا: ''کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ تم اسی سال آ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے؟''

میں نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم ضرور بیت اللہ کی زیارت اور طواف کرو گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کچھ کہا جو رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور مزید کہا: ''مرتے دم تک ان کے امرونہی کی اطاعت کر' اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں'' حضرت عمر فرماتے ہیں: ''میں نے اس سوال جواب کی گستاخی کی تلافی کے لئے کفارے کے طور پر بہت اعمال کیے۔''

جب رسول اللہ ﷺ صلح نامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''اٹھو قربانی کرو اور اپنا سر منڈاؤ۔'' اللہ کی قسم! کوئی شخص نہ اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ کہا۔ جب ان میں سے کوئی آدمی نہ اٹھا تو آپ اٹھ کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں چلے گئے' جو کچھ لوگوں کی طرف سے پیش آیا تھا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہہ سنایا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ واقعی یہی چاہتے ہیں؟ اگر یہ بات ہے تو آپ باہر تشریف لے جائیے اور اس وقت تک کسی سے بات نہ کیجیے جب تک کہ آپ اپنی قربانی کو ذبح نہ کر لیں' پھر حجام کو بلائیے اور وہ آپ کا سر مونڈ دے۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور باہر نکل گئے' آپ نے کسی سے گفتگو نہ فرمائی' جب تک کہ یہ سب کچھ نہ کر لیا' آپ نے اپنے قربانی کے جانور ذبح کیے پھر حجام کو بلوایا' اس نے آپ کا سر مونڈا۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو وہ اٹھے اور انہوں نے بھی قربانی کے جانور ذبح کیے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ پھر ازدحام کی وجہ سے ایسے لگتا تھا کہ کہیں وہ ایک دوسرے کو قتل نہ کر دیں۔

پھر مومن خواتین آئیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَکُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِیۡمَانِهِنَّ ۚ فَاِنۡ عَلِمۡتُمُوۡهُنَّ مُؤۡمِنٰتٍ فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ اِلَی الۡکُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ وَ لَا هُمۡ یَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ تَنۡکِحُوۡهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمۡسِکُوۡا بِعِصَمِ الۡکَوَافِرِ ﴾ (الممتحنة: ۶۰/۱۰) ''اے ایمان والو: جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں تو ان کو آزما لیا کرو ان کے ایمان کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ وہ ان کفار کے لئے حلال نہ کفار ان کے لیے حلال ہیں اور انہوں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہے انہیں دے دو اور تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم ان کے ساتھ مہر مقرر کرنے کے بعد نکاح کر لو اور کافر عورتوں کو اپنے پاس نہ رکھو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روز اپنی دو بیویوں کو طلاق دی تھی جو شرک کی حالت میں ان کے پاس تھیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (اس وقت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے) اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ لوٹ آئے' واپسی پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ فتح نازل فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو' ہمارے لئے کیا حکم ہے؟'' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَةَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ (الفتح: 4/48)

تفسیر سورة الحجرات

سُوۡرَةُ الحُجُرٰتِ (۴۹) مَدَنِیَّةٌ (۱۰۶) | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیَاتُهَا ۱۸ رُکُوۡعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ آگے بڑھو تم اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرو تم اللہ سے' بلاشبہ اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

خوب سننے والا، جاننے والا ہے○ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ بلند کرو تم اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ

اور نہ اونچی آواز میں آپ سے بات کرو مانند اونچی آواز (سے بات) کرنے کے تمہارے ایک کا دوسرے سے، کہیں برباد (نہ) ہو جائیں تمہارے عمل

وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو○ بلاشبہ وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازیں رسول اللہ کے پاس، یہی وہ

الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

لوگ ہیں کہ پرکھ کر خالص کر دیے اللہ نے ان کے دل تقوے کے لیے، ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے○

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ادب، نیز آپ کی تعظیم، احترام اور اکرام و تکریم کو متضمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان امور کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے متقاضی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب۔ نیز یہ کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے اوامر کے مطابق چلیں اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں، اس وقت تک کوئی بات نہ کریں جب تک کہ اللہ کا رسول ﷺ بات نہ کرے، وہ کسی کام کا حکم نہ دیں جب تک کہ اللہ کا رسول ﷺ حکم نہ دے۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا یہی حقیقی ادب ہے جو فرض ہے۔ یہی ادب بندے کی سعادت اور فلاح کا عنوان ہے، چنانچہ اس کے حصول میں ناکامی سعادت ابدی اور نعیم سرمدی کے حصول میں ناکامی ہے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کسی اور کے قول کو مقدم رکھنے کی ممانعت ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ واضح ہو کر سامنے آ جائے تو اس کی اتباع کرنا اور اس کو کسی اور کے قول اور رائے پر، خواہ وہ کوئی بھی ہو، مقدم رکھنا واجب ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تقویٰ کا عمومی حکم دیا ہے۔ اور تقویٰ کا معنی طلق بن حبیب رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق، یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ثواب کے عطا ہونے کی امید رکھتے ہوئے اس کے نور کی روشنی میں اس کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کے نور کی روشنی میں اس کی معصیت کو ترک کر دیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام اوقات اور تمام مخفی مقامات و جہات میں تمام آوازوں کو سنتا ہے ﴿ عَلِيْمٌ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظواہر اور بواطن، گزرے ہوئے اور آنے والے امور، تمام واجبات مستحیلات اور ممکنات کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی ممانعت اور تقویٰ کا حکم دینے

کے بعد ان دو اسمائے کریمہ کا ذکر کرنے میں ان مذکورہ اوامر حسنہ اور آداب مستحسنہ کی تعمیل کی ترغیب اور ان کی عدم تعمیل کی صورت میں ترھیب ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَرْفَعُوٓاْ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُواْ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ﴾ یہ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے میں آپ کا ادب ہے یعنی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے والے کو چاہئے کہ وہ اپنی آواز کو آپ سے بلند کرے نہ اونچی آواز میں آپ سے گفتگو کرے بلکہ اپنے لہجے کو پست رکھے، آپ سے نہایت ادب و ملائمت، تعظیم و تکریم اور جلال و عظمت کے ساتھ بات کرے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی فرد جیسے نہیں ہیں، اس لئے آپ سے مخاطب ہونے میں آپ کے امتیاز کا خاص خیال رکھیں۔ جیسا کہ آپ اپنی امت پر اپنے حقوق، آپ پر ایمان اور آپ کے ساتھ محبت کے واجب ہونے میں امتیاز رکھتے ہیں، جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان آداب کا لحاظ نہ رکھنے سے ڈر ہے کہ کہیں بندے کا عمل اکارت نہ جائے اور اسے شعور تک نہ ہو، جس طرح آپ کا ادب کرنا حصول ثواب اور قبولیت اعمال کا سبب ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے چن لیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل تقویٰ کے لئے درست پائے، پھر اس نے ان کے ساتھ ان کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ کیا جو ہر قسم کے شر اور ناپسندیدہ امر کے زائل ہونے اور اجر عظیم کے حصول کو متضمن ہے، جس کے وصف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی میں ہر محبوب چیز کا حصول ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امر و نہی اور مصائب و محن کے ذریعے سے دلوں کو آزماتا ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اوامر کا التزام کرتا ہے، اس کی رضا کی اتباع کرتا ہے، اس کی تعمیل کے لئے جلدی سے آگے بڑھتا ہے، اسے اپنی خواہشاتِ نفس پر مقدم رکھتا ہے تو وہ تقویٰ کے لئے پاک صاف ہے اور اس کا قلب صحیح اور درست ہے اور جو کوئی ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ وہ تقویٰ کے قابل نہیں۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَلَوْ

بلاشبہ وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے، اکثر ان کے نہیں عقل رکھتے ○ اور اگر

أَنَّهُمْ صَبَرُواْ حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤

بیشک وہ صبر کرتے حتی کہ آپ (خود ہی) نکلتے انکی طرف تو ہوتا بہت بہتر ان کیلئے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہے ○

یہ آیت کریمہ اعراب (یعنی عرب دیہاتیوں) میں سے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جفا سے موصوف کیا ہے۔ وہ اس لائق ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود کو نہ جانیں جو اس نے اپنے

رسول پر نازل فرمائے ہیں۔ یہ عرب دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر آئے اور انہوں نے آپ کو اپنے گھر میں اپنی ازواج مطہرات کے پاس پایا تو انہوں نے ادب کو ملحوظ نہ رکھا اور آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار نہ کر سکے اور پکارنا شروع کر دیا ''اے محمد! اے محمد! (ﷺ) ہمارے پاس آؤ''...... پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی عدم عقل کی بنا پر مذمت کی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کے ساتھ ادب و احترام کو نہ سمجھ سکے۔ جیسا کہ ادب کا استعمال عقل مندی میں شمار ہوتا ہے، بندے کا باادب ہونا اس کی عقل کا عنوان ہے۔

اللہ بندے کی بھلائی چاہتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' یعنی بندوں سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں اور ان سے ادب میں جو خلل واقع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا ہے، وہ ان پر بہت مہربان ہے کہ وہ ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر لائے تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر تو تحقیق کر لیا کرو (اس کی اسیا نہ ہو) کہ تکلیف پہنچاؤ تم کسی قوم کو

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

نادانی سے پھر ہو جاؤ تم اس پر جو کیا تم نے نادم ○

یہ بھی ان آداب میں شامل ہے جن پر عقل مند لوگ عمل پیرا ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی فاسق شخص خبر لے کر آئے تو وہ اس کی خبر کی تحقیق کر لیا کریں اور تحقیق کے بغیر اس پر عمل نہ کریں، کیونکہ اس میں بہت بڑے خطرے اور گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، کیونکہ جب فاسق و فاجر شخص کی خبر کو صادق اور عادل شخص کی خبر کے طور پر لیا جائے اور اس کے موجب اور تقاضے کے مطابق حکم لگایا جائے تو اس خبر کے سبب سے ناحق جان و مال کا اتلاف ہوگا جو ندامت کا باعث ہوگا۔ فاسق و فاجر کی دی ہوئی خبر سننے کے بعد اس کی تحقیق و تبیین واجب ہے۔ اگر دلائل اور قرائن اس کی صداقت پر دلالت کرتے ہوں تو اس پر عمل کیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے اور اگر دلائل و قرائن اس کے کذب پر دلالت کریں تو اس کو جھوٹ سمجھا جائے اور اس پر عمل نہ کیا جائے۔

اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صادق و عادل کی خبر مقبول، کاذب کی خبر مردود اور فاسق کی خبر میں توقف ہے۔ بنا بریں سلف نے خوارج کی بہت سی روایات کو قبول کیا ہے، جو صداقت میں معروف تھے، اگرچہ وہ فاسق تھے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ

اور جان لو بلاشبہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر وہ تمہاری اطاعت کریں بہت سے معاملات میں (تو) یقیناً تم مشقت میں پڑ جاؤ اور لیکن

اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ

اللہ نے محبوب بنا دیا تمہاری طرف ایمان کو اور مزین کر دیا اس نے اسے تمہارے دلوں میں اور ناپسندیدہ بنا دیا تمہارے لیے کفر

وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ﴿۷﴾ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ

اور فسق اور نافرمانی کو اور یہی لوگ ہیں رشد و ہدایت والے ○ بطور فضل کے اللہ کی طرف سے

وَ نِعۡمَۃً ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۸﴾

اور احسان کے اور اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے ○

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اندر موجود ہیں وہ ایسے رسول ہیں' جو صاحب کرم' نیک طینت اور راہِ راست دکھانے والے ہیں' جو تمہاری بھلائی چاہتے ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں جبکہ تم اپنے لئے شر اور ضرر چاہتے ہو' جس پر رسول تمہاری موافقت نہیں کر سکتے۔ اگر رسول ﷺ بہت سے معاملات میں تمہاری اطاعت کرنے لگے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں' اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایمان کو محبوب بناتا ہے' اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں حق کی محبت اور اس کی ترجیح ودیعت کی ہے' اس نے حق پر جو شواہد اور دلائل قائم کیے ہیں' جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور قلوب اور فطرت اس کی قبولیت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ انابت کی جو توفیق عطا کرتا ہے...... وہ ان کے ذریعے سے تمہارے دلوں میں ایمان کو مزین کرتا ہے۔

اس نے تمہارے دلوں میں شر سے جو نفرت ودیعت کی ہے' تمہارے دلوں میں شر کی تعمیل کا جو ارادہ معدوم ہے' اس نے شر کے فساد اور اس کی مضرت پر جو شواہد اور دلائل قائم کیے ہیں' تمہارے دلوں اور فطرت کے اندر شر کی جو عدم قبولیت ودیعت کی ہے اور دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے شر کے لئے جو کراہت پیدا کی ہے...... وہ ان کے ذریعے سے تمہارے دلوں کے لئے کفر و فسق یعنی چھوٹے بڑے گناہ کو ناپسندیدہ بناتا ہے۔

﴿ اُولٰٓئِکَ ﴾ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان مزین کر دیا اور اسے ان کا محبوب بنا دیا' اور ان کو کفر' گناہ اور معصیت سے بیزار کر دیا ﴿ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ﴾ ''وہی راہ ہدایت پر ہیں۔'' یعنی جن کے علوم و اعمال درست ہو گئے اور وہ دینِ قویم اور صراطِ مستقیم پر کاربند ہو گئے۔

ان کے برعکس اور ان کی ضد وہ لوگ ہیں جن کے لئے کفر' فسق اور عصیان کو پسندیدہ اور ایمان کو ناپسندیدہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ گناہ ان کا اپنا گناہ ہے کیونکہ جب انہوں نے فسق کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور جب ﴿ زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ ﴾ (الصف: ۶۱/۵) ''وہ کج رو ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' چونکہ جب حق پہلی مرتبہ ان کے پاس آیا تو وہ اس پر ایمان نہ لائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے

دلوں کو پلٹ دیا۔

﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً﴾ یعنی یہ بھلائی جو انہیں حاصل ہے' ان پر اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و احسان ہے' اس میں ان کی اپنی قوت و اختیار کو کوئی دخل نہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر کرتا ہے۔ پس وہ اسے اس نعمت کی توفیق سے نواز دیتا ہے اور اس شخص کو بھی جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر نہیں کرتا اور یہ نعمت اس کے لائق نہیں ہوتی۔ پس وہ اپنے فضل و کرم کو اس مقام پر رکھتا ہے جہاں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

اور اگر دو گروہ مومنوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو تم صلح کرا دو ان کے درمیان پھر اگر زیادتی کرے

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

ایک (گروہ ان) دونوں میں سے دوسرے پر تو تم لڑو اس سے جو زیادتی کرتا ہے حتی کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف' پھر اگر

فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

وہ لوٹ آئے تو تم صلح کرا دو ان دونوں کے درمیان ساتھ عدل (حق) کے اور تم انصاف کرو' بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ ۝9 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

انصاف کرنے والوں کو ○ یقیناً مومن (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں' سو تم صلح کراؤ درمیان اپنے بھائیوں کے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝10 ع

اور ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم رحم کیے جاؤ○

یہ آیت کریمہ' اہل ایمان کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے اور ایک دوسرے سے لڑائی کرنے سے روکنے کو متضمن ہے' نیز یہ کہ جب اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دیگر اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ ان دو گروہوں کے درمیان پڑ کر' جس کے ذریعے سے ان کے مابین صلح ہو جائے اور ان کے درمیان اصلاح کے ذریعے سے' اس بہت بڑے شر کی تلافی کریں اور وہ ذرائع اختیار کریں جو صلح پر منتج ہوتے ہوں۔

اگر وہ دونوں گروہ باہم صلح کر لیں تو بہت اچھی بات ہے ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے۔'' یعنی اس حد کی طرف لوٹ آئیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے یعنی فعل خیر اور ترک شر اور سب سے بڑا شر آپس میں لڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ﴾ ''پس جب وہ رجوع کر لے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔'' صلح اور صلح میں عدل و انصاف کا حکم ہے' کیونکہ کبھی کبھار صلح تو ہوتی ہے مگر

عدل وانصاف پر نہیں بلکہ ظلم اور کسی ایک فریق پر زیادتی پر مبنی ہوتی ہے' اس لیے یہ وہ صلح نہیں جس کا حکم دیا گیا ہے' لہٰذا لازم ہے کہ فریقین میں سے کسی کی کسی قرابت یا وطن یا دیگر اغراض و مقاصد کے حوالے سے رعایت نہ رکھی جائے جو عدل و انصاف سے انحراف کے موجب بنتے ہیں۔ ﴿وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ ''اور عدل کرو بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' جو لوگوں کے درمیان اپنے فیصلوں اور ان تمام ذمہ داریوں میں' جن پر ان کو متعین کیا جاتا ہے' انصاف سے کام لیتے ہیں حتیٰ کہ اس میں وہ عدل و انصاف بھی داخل ہے جو انسان اپنے اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں کرتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر فائز ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں' اپنے اہل وعیال میں اور منصبی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔''①

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ ''بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان قائم کیا ہے' زمین کے مشرق یا مغرب میں کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مومنوں کا بھائی ہے۔ یہ ایسی اخوت ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ مومن اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں' اور وہ چیز اس کے لئے ناپسند کریں جسے وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ بنابریں رسول مصطفیٰ ﷺ نے اسی اخوت ایمان کی بنا پر حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''باہم حسد نہ کرو' مال کی خرید وفروخت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ دو' ایک دوسرے سے ناراض نہ ہو' ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو' تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ' مومن' مومن کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔''②

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ''مومن مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر دکھایا۔③

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ تمام مومنین ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے ایسا سلوک کریں جس سے باہمی الفت' محبت اور باہمی میل جول پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک دوسرے کے حقوق کی تائید ہے۔

---

① صحیح مسلم' الإمارة' باب فضیلة الأمیر العادل...... حدیث: ۱۸۲۷۔

② صحیح البخاري' النكاح' باب لا یخطب علی خطبة أخیه...... حدیث: ۱۵۴۳ مختصراً و صحیح مسلم' البر والصلة' باب تحریم ظلم المسلم ...... حدیث: ۲۵۶۴۔

③ صحیح البخاري' الأدب' باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً' حدیث: ۶۰۲۶ صحیح مسلم' البر والصلة' باب تراحم المؤمنین ...... حدیث ۲۵۸۵۔

اہل ایمان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب وہ آپس میں کسی ایسی لڑائی میں مبتلا ہو جائیں جو دلوں میں تفرقہ' باہم ناراضی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی موجب ہو تو اہل ایمان اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں تاکہ ان کی باہمی دشمنی ختم ہو جائے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عمومی تقویٰ کا حکم دیا اور قیام تقویٰ اور مومنوں کے حقوق کی ادائیگی پر رحمت کو مترتب فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ ''تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو جاتی ہے تو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کے حقوق کی عدم ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ان دو آیات کریمہ میں مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ بھی بعض فوائد ہیں:

(۱) اہل ایمان کا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا' اخوت ایمانی کے منافی ہے' اس لیے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۲) ایمان اور اخوت ایمانی' آپس کی لڑائی کے باوجود زائل نہیں ہوتے جیسے دوسرے کبیرہ گناہوں سے ایمان زائل نہیں ہوتا' جو شرک سے کم تر ہوں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

(۳) یہ آیاتِ کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ مومنوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرانا واجب ہے۔

(۴) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے خلاف لڑنا واجب ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف نہ لوٹ آئیں۔

(۵) نیز یہ آیات کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اگر باغی غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں یعنی وہ اس طرح رجوع کریں جس پر قائم رہنا اور اس کا التزام جائز نہ ہو' تو غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔

(۶) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے اموال معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بغاوت پر جمے رہنے کی بنا پر' ان کے اموال کی بجائے خاص طور پر ان کے خون کو مباح قرار دیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ ٹھٹھا کرے ایک قوم (دوسری) قوم سے' شاید کہ ہوں وہ (لوگ) بہتر

مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا

ان سے اور نہ عورتیں ہی (ٹھٹھا کریں دوسری) عورتوں سے' شاید کہ ہوں وہ (عورتیں) بہتر ان سے اور نہ عیب لگاؤ

اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ

تم آپس میں (ایک دوسرے پر) اور نہ پکارو تم ایک دوسرے کو برے لقبوں سے برا ہے نام فسق (سے ملقب کرنا) بعد ایمان کے

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

اور جس نے توبہ نہ کی' تو وہی (لوگ) ظالم ہیں ○

یہ بھی مومنوں کے باہمی حقوق میں شمار ہوتا ہے کہ ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾ ''کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔'' یعنی کسی قسم کی گفتگو اور قول وفعل کے ذریعے سے تمسخر نہ اڑائے جو مسلمان بھائی کی تحقیر پر دلالت کرتے ہوں۔ بے شک یہ تمسخر حرام ہے اور کسی طرح جائز نہیں' نیز یہ چیز تمسخر اڑانے والے کی خود پسندی پر دلیل ہے۔ ہوسکتا ہے جس کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے وہ تمسخر اڑانے والے سے بہتر ہو اور غالب طور پر یہی ہوتا ہے کیونکہ تمسخر صرف اسی شخص سے صادر ہوتا ہے جس کا قلب اخلاقِ بد سے لبریز ہو' جو ہر قسم کے اخلاق مذمومہ سے آراستہ اور اخلاق کریمہ سے بالکل خالی ہو۔ بنابریں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے۔'' ①

پھر فرمایا: ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ یعنی تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کرے۔ (اَلْلَّمْزُ) قول کے ذریعے سے عیب چینی کرنا (اَلْھَمْزُ) فعل کے ذریعے سے عیب چینی کرنا۔ یہ دونوں امور ممنوع اور حرام ہیں جن پر جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الھمزۃ: ۱/۱۰۴) ''ہلاکت ہے ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے عیب جو کے لئے۔'' مسلمان بھائی کو اپنے مسلمان بھائی کے لئے نفس سے موسوم کیا ہے کیونکہ تمام اہل ایمان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ جسد واحد کی مانند ہوں' نیز جب وہ کسی دوسرے کی عیب چینی کرے تو یہ چیز اس بات کی موجب ہوگی کہ دوسرا اس کی عیب چینی کرے' لہٰذا وہی اس عیب چینی کا سبب بنے گا۔

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ یعنی تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کسی ایسے لقب سے ملقب نہ کرے جس سے پکارا جانا وہ ناپسند کرتا ہے اور یہی (تَنَابُزْ) ''ایک دوسرے کو برا لقب دینا'' ہے۔ رہے غیر مذموم القاب' تو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ ''ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے۔'' یعنی کتنی بری ہے وہ چیز جو تم نے ایمان اور شریعت پر عمل کے بدلے حاصل کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی سے اعراض کے ذریعے سے فسق وعصیان کے نام کی مقتضی ہے جو کہ تنابز بالالقاب ہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔'' اور یہی چیز بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے مسلمان بھائی سے اس کے حق کو حلال کرائے' اس کے لئے استغفار کرے' اور اس کی جو مذمت کی گئی ہے اس کے مقابلے میں اس کی مدح وستائش کر کے اس کا حق ادا کرے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جس نے توبہ نہیں کی' تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' لوگوں کی دو اقسام ہیں: (۱) اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ شخص جو توبہ نہیں کرتا۔ (۲) توبہ کر کے فوز وفلاح سے بہرہ مند ہونے والا۔ ان دو

① صحیح مسلم' البر والصلۃ' باب تحریم ظلم المسلم ...... حدیث: ۲۵٦٤۔

اقسام کے سوا اور کوئی قسم نہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اجتناب کرو بہت سی بدگمانیوں سے' بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

اور نہ ایک دوسرے کی جاسوسی کرو اور نہ غیبت کرے تم میں سے کوئی دوسرے کی کیا پسند کرتا ہے (کوئی) ایک تم میں سے یہ کہ وہ کھائے گوشت

اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اپنے بھائی کا جب کہ ہو وہ (بھائی) مردہ؟ پس تم ناپسند کرتے ہو اسکو اور ڈرو اللہ سے' بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنیوالا بڑا رحم کرنیوالا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارے میں بدگمانی سے روکا ہے' اس لیے کہ ﴿ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾ ''بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔'' اس سے مراد وہ ظن و گمان ہے جو حقیقت اور قرینے سے خالی ہے مثلاً وہ بدگمانی جس کے ساتھ بہت سے اقوال بد اور افعال بد مقرون ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل کے اندر بدگمانی کے جڑ پکڑ لینے سے' بدگمانی کرنے والا شخص صرف بدگمانی پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے بارے میں باتیں اور ایسے کام کرتا رہتا ہے جس کا کرنا مناسب نہیں' نیز یہ چیز مسلمان کے بارے میں بدگمانی' اس کے ساتھ بغض و عداوت کو متضمن ہے جس کے برعکس معاملے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾ یعنی مسلمانوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ لگاؤ نہ ان کا پیچھا کرو۔ مسلمان کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس کی ان لغزشوں کو نظر انداز کر دو جن کی اگر تفتیش کی جائے تو نامناسب امور ظاہر ہوں۔ ﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ ''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔'' غیبت کا معنی یہ ہے' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے بھائی کی کسی ایسی خامی کا ذکر کرے جس کے ظاہر کرنے کو وہ ناپسند کرتا ہو...... خواہ وہ خامی اس کے اندر موجود ہو۔''①

پھر اللہ تعالیٰ نے غیبت سے نفرت دلانے کے لئے مثال دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ پس اس سے تم نفرت کرو گے۔'' اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے' جو نفوس انسانی کے لئے انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔ پس جس طرح تم اپنے بھائی' خاص طور پر بے جان اور مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند کرتے ہو اسی طرح تمہیں اس کی غیبت کرنا اور زندہ حالت میں اس کا گوشت کھانے کو ناپسند کرنا چاہئے۔

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' (تَـوَّاب) وہ ہستی ہے جو اپنے بندے کو توبہ کا حکم دے کر اسے توبہ کی توفیق سے نوازتی ہے'

① صحيح مسلم' البر والصلة' باب تحريم الغيبة ...... حديث: ٢٥٨٩۔

پھر اس کی توبہ قبول کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے' وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے کہ اس نے ان کو اس چیز کی طرف بلایا جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اس آیت کریمہ میں غیبت سے نہایت سختی سے ڈرایا گیا ہے' نیز یہ کہ غیبت کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ

اے لوگو! بلاشبہ ہم نے پیدا کیا تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے' اور بنائے ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو بلاشبہ زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے ہاں (وہ ہے جو) زیادہ پرہیزگار ہے تم میں سے بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا خوب خبردار ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے بنی آدم کو ایک ہی اصل اور ایک ہی جنس سے پیدا کیا ہے تمام بنی آدم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ تمام بنی آدم' حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی نسل میں سے بے شمار مردوں اور عورتوں کو پھیلایا' پھر ان کو قبیلوں اور گروہوں میں تقسیم کیا' یعنی چھوٹے بڑے قبیلوں میں تاکہ وہ ایک دوسرے کی پہچان رکھیں کیونکہ اگر ہر شخص اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھے تو وہ تعارف حاصل نہیں ہو سکتا جس پر ایک دوسرے کی مدد' باہمی تعاون' باہمی توارث اور عزیز و اقارب کے حقوق کا قیام مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قوموں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ وہ امور حاصل ہو سکیں جو باہمی تعارف اور الحاقِ نسب پر موقوف ہیں۔ مگر عزت کا معیار تقویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے اور یہ وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا اور گناہوں سے رکنے والا ہے۔ وہ شخص سب سے زیادہ عزت والا نہیں جس کا کنبہ قبیلہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ بلند حسب و نسب رکھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ جانتا ہے کہ ان میں کون ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ سے اپنے ظاہر میں ڈرتا ہے نہ باطن میں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایسی جزا دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسب و نسب کی معرفت مطلوب اور مشروع ہے کیونکہ اسی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قوم اور قبیلے بنائے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا

کہا دیہاتیوں نے ہم ایمان لائے' کہہ دیجئے! نہیں ایمان لائے تم اور لیکن تم کہو ہم اسلام لائے' اور ابھی تک نہیں

يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ

داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں اور اگر تم اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی (تو) نہیں کم کرے گا وہ

مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ

تمہارے اعمال (کی جزا) سے کچھ بھی' بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے ○ یقیناً (سچے) مومن (تو) وہ ہیں جو

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

ایمان لائے ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے پھر نہ شک کیا انھوں نے' اور جہاد کیا انھوں نے ساتھ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ

اللہ کی راہ میں' یہی لوگ سچے (مومن) ہیں ○ کہہ دیجیے: کیا تم خبر دیتے ہو اللہ کو اپنے دین کی؟

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ

وہ (دیہاتی) احسان جتاتے ہیں آپ پر یہ کہ وہ مسلمان ہوئے' کہہ دیجیے: نہ احسان جتاؤ تم مجھ پر اپنے اسلام (لانے) کا بلکہ اللہ احسان فرماتا ہے

عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تم پر یہ کہ اس نے ہدایت دی تمھیں ایمان کی اگر ہو تم سچے ○ بلاشبہ اللہ جانتا ہے

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۱۴

چھپی باتیں آسمانوں اور زمین کی' اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ بعض ان عرب دیہاتیوں کے قول کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی بصیرت کے بغیر اسلام میں داخل ہوئے اور ان امور کو قائم نہ کیا جن کا قیام واجب اور جن کے قیام کا تقاضا ایمان کرتا ہے اور اس کے باوجود انھوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ''ہم ایمان لائے''یعنی کامل ایمان جو تمام امور کو پورا کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو حکم دیا کہ وہ ان کے اس قول کی تردید کر دیں' چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴾ یعنی کہہ دیجیے: تم اپنے لئے ظاہری اور باطنی طور پر کامل مقام ایمان کا دعویٰ نہ کرو ﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ ''لیکن کہو ہم اسلام لائے۔''یعنی ہم اسلام میں داخل ہو گئے اور اسی پر اکتفا کرو۔ ﴿وَ﴾ ''اور''اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ تم نے تو محض کسی خوف یا کسی امید وغیرہ کی بنا پر اسلام قبول کیا ہے' جو تمہارے ایمان کا سبب ہے' اس لئے ایمان کی بشاشت ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ سے مراد ہے کہ جب تم سے یہ کلام صادر ہوا اس وقت تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا' اس آیت کریمہ میں ان کے بعد کے احوال کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی ایمان سے بہرہ مند اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت سے سرفراز فرمایا۔

﴿وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ اور اگر تم کسی فعلِ خیر اور اجتنابِ شر کے ذریعے سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہو ﴿لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا﴾ تو وہ تمہارے اعمال میں ذرہ بھر کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور تم اپنا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل غیر موجود نہیں پاؤ گے ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہ بخش دیتا ہے جو توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ اس پر نہایت مہربان ہے کہ اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ﴾ یعنی حقیقی مومن ﴿الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد کو یکجا کیا اور جس نے کفار کے ساتھ جہاد کیا تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں کامل ایمان ہے کیونکہ جو کوئی اسلام' ایمان اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے کے لئے دوسروں سے جہاد کرتا ہے تو اس کا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ جو کوئی جہاد کی قوت نہیں پاتا تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے عدم شک و ریب کی شرط عائد کی ہے کیونکہ ایمان نافع سے مراد ہے اس معاملے میں قطعی یقین سے بہرہ ور ہونا' جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھنے کا حکم دیا ہے' جس میں کسی لحاظ سے بھی شک و شبہ کا شائبہ نہ ہو۔

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ ''یہی لوگ سچے ہیں'' یعنی جنہوں نے اعمال جمیلہ کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی' کیونکہ ہر معاملے میں صدق ایک بڑا دعویٰ ہے' جس میں صاحبِ صدق کسی دلیل و برہان کا محتاج ہوتا ہے اور ایمان کا دعویٰ تو سب سے بڑا دعویٰ ہے۔ جس پر بندے کی سعادت' ابدی کامیابی اور سرمدی فلاح کا دارومدار ہے۔ پس جو کوئی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے واجبات و لوازم کو قائم کرتا ہے۔ وہی حقیقی اور سچا مومن ہے۔ اور جو کوئی ایسا نہیں تو وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں اور اس کے اس دعوائے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان دل کے اندر ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ایمان کا اثبات کرنا یا اس کی نفی کرنا' گویا دل میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور بدظنی ہے۔

﴿قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

''کہہ دیجیے: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دین داری سے آگاہ کر رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے' بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' یہ تمام اشیاء کو شامل ہے اور دل کے اندر جو ایمان اور کفر' نیکی اور بدی ہوتی ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ اس کی جزا دے گا۔ اگر اچھا عمل ہو گا تو اچھی جزا ہو گی اور برا عمل ہو گا تو بری جزا ہو گی۔ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس میں ایمان نہیں ہوتا۔ یہ دعویٰ یا تو اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرنے کے لئے ہے درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے

آگاہ ہے یا اس کلام کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر احسان کا اظہار ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں ان کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی کو اس کا دنیاوی فائدہ حاصل ہوا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسے معاملے سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے جس سے آراستہ نہیں ہوا جا سکتا اور ایسے معاملے پر فخر کرنا ہے جو قابل فخر نہیں، کیونکہ احسان اور نوازش کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو تخلیق کیا اور رزق عطا کیا، ان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ پس یہ اس کی عنایت اور احسان ہے کہ اس نے اسلام کی طرف ان کی راہ نمائی کی اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس ایمان سے ان کو سرفراز فرمایا جو ہر چیز سے افضل ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ''اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی، اگر تم راست گو ہو۔'' ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو جانتا ہے جو کائنات کے اندر چھپے ہوئے اور مخلوق سے مخفی ہیں، جو سمندروں کی موجوں میں، بیابانوں کی سختیوں میں، رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنیوں میں ہیں۔ وہ بارش کے قطروں، ریگزاروں کے ذروں، سینوں کے بھیدوں اور تمام چھپے ہوئے امور کو جانتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الأنعام: ٥٩/٦) ''اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے، زمین کی تاریکیوں میں پڑا ہوا ایک دانہ بھی اللہ کے علم میں ہے، خشک یا تر کوئی ایسی چیز نہیں جو ایک بیان کرنے والی کتاب کے اندر درج نہ ہو۔''

﴿وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ''اور اللہ ان اعمال کو دیکھتا ہے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔'' وہ تمہارے اعمال کو شمار کرتا ہے، وہ تمہیں پورے پورے لوٹائے گا اور اپنی بے پایاں رحمت اور حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کے مطابق تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا۔

تفسیر سورۂ قٓ

سُورَةُ قٓ (٥٠) مَكِّيَّةٌ (٣٤) — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — اٰيَاتُهَا ٤٥ رُكُوْعَاتُهَا ٣

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ

قٓ! قسم ہے قرآن مجید کی ○ بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہی میں سے تو کہا

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ

کافروں نے یہ ایک عجیب چیز ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے ہم مٹی (تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے؟) یہ واپسی تو

بَعِیْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ﴿۴﴾

بہت بعید ہے ○ تحقیق ہمیں علم ہے جو کچھ کم کرتی ہے زمین ان میں سے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے (ہر چیز کی) حفاظت کرنیوالی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید کی قسم کھاتا ہے' یعنی اس کے معانی بہت وسیع' عظیم اور اس کے پہلو بے شمار ہیں' اس کی برکات بے پایاں اور اس کی عنایات بہت زیادہ ہیں۔ (مَـجـد) کا معنی ہے اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت۔ (مَـجـد) سے موصوف ہونے کا سب سے زیادہ مستحق کلام اللہ یعنی قرآن ہے جو اولین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے' جس کی فصاحت کامل ترین' جس کے الفاظ عمدہ ترین اور جس کے معانی عام اور حسین ترین ہیں۔ یہ اوصاف اس کی کامل اتباع' اس کی فوری اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر شکر کے موجب ہیں۔

مگر اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے بنابریں فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا﴾ یعنی رسول مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے والے تعجب کرتے ہیں ﴿اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک متنبہ کرنے والا آیا'' جو انہیں ایسے امور کے بارے میں متنبہ کرتا ہے جو انہیں نقصان دیتے ہیں اور وہ انہیں ایسے امور کا حکم دیتا ہے جو انہیں فائدہ دیتے ہیں اور وہ خود ان کی جنس سے ہے جس سے علم حاصل کرنا' اس کے احوال اور اس کی صداقت کے بارے میں معرفت حاصل کرنا ممکن ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایک ایسے امر پر تعجب کیا جس پر تعجب کرنا ان کے لئے مناسب نہیں بلکہ اس پر تعجب کرنے والی عقل پر تعجب کرنا چاہئے۔

﴿فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''کافر کہنے لگے۔'' جس نے ان کو اس تعجب پر آمادہ کیا ہے وہ ان کی ذہانت اور عقل کی کمی نہیں بلکہ ان کا کفر اور تکذیب ہے۔ ﴿هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ﴾ یہ بڑی انوکھی چیز ہے۔ ان کا اس کو انوکھا اور نادر سمجھنا دو امور میں سے کسی ایک پر مبنی ہے۔

(۱) یا تو وہ اپنے تعجب اور اسے انوکھا سمجھنے میں سچے ہیں' تب یہ چیز ان کی جہالت اور کم عقلی پر دلالت کرتی ہے' اس پاگل اور مجنون شخص کی مانند' جو عقل مند شخص کے کلام پر تعجب کرتا ہے' اس بزدل شخص کی مانند جو شہسوار کے شہسواروں کے ساتھ بھڑ جانے پر تعجب کرتا ہے اور اس کنجوس کی مانند جو سخی لوگوں کی سخاوت پر تعجب کرتا ہے' جس کا یہ حال ہو' اس کے تعجب کرنے سے کون سا نقصان ہے؟ کیا اس کا تعجب اس کی بہت زیادہ جہالت اور اس کے ظلم کی دلیل نہیں؟

(۲) یا ان کا تعجب اس لحاظ سے ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی غلطی کو جانتے ہیں' تب یہ سب سے بڑا اور بدترین ظلم ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے تعجب کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ ''بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو کیا پھر زندہ ہوں گے) یہ زندہ ہونا بعید ہے۔'' انہوں نے اس ہستی کی قدرت کو جو ہر چیز پر قادر اور ہر لحاظ سے کامل ہے محتاج بندے کی قدرت پر قیاس کیا ہے جو ہر لحاظ سے عاجز ہے اور جاہل کو جسے کسی چیز کا علم نہیں اس ہستی پر قیاس کیا ہے جو ہر چیز کا علم رکھتی ہے اور برزخ میں قیام کی مدت کے دوران زمین ان کے اجساد میں جو کمی کرتی ہے وہ اسے بھی جانتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں درج کر رکھا ہے یعنی جو کچھ ان کی زندگی اور موت میں ان کے ساتھ وقوع پذیر ہوگا اس کے بارے میں یہ کتاب ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کامل اور وسیع علم کے ذریعے سے جس کا اس کے سوا اور کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اس کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر استدلال ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝5

بلکہ انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ آیا ان کے پاس پس وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں ○

﴿بَلْ﴾ ''بلکہ'' ان کا وہ کلام جو ان سے صادر ہوا ہے محض اس حق کے ساتھ ان کا عناد اور تکذیب ہے جو صدق کی بلند ترین نوع ہے۔ ﴿لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾ ''جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ ایک الجھاؤ میں پڑ گئے۔'' یعنی وہ ایک مختلف اور مشتبہ معاملے میں پڑے ہوئے ہیں کسی چیز پر انہیں ثبات حاصل ہے نہ قرار۔ کبھی تو آپ کے بارے میں الزام تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''تو جادوگر ہے'' کبھی کہتے ہیں: ''تو پاگل ہے'' اور کبھی کہتے ہیں: ''تو شاعر ہے'' اسی طرح انہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہر کسی نے اپنی فاسد رائے کے تقاضے کے مطابق اس میں کلام کیا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جس نے حق کی تکذیب کی وہ مشتبہ معاملے میں پڑا ہوا ہے اسے کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ قرار آتا ہے اس لئے تو اس کے معاملات کو باہم متناقض اور افک و بہتان پر مبنی پائے گا۔ جو کوئی حق کی اتباع اور اس کی تصدیق کرتا ہے اس کا معاملہ درست اور اعتدال کی راہ پر ہوتا ہے اس کا فعل اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝6

کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے آسمان کی طرف اپنے اوپر (کہ) کیسا بنایا ہم نے اسکو اور ہم نے مزین کیا اسے اور نہیں اس میں کوئی شگاف ؟○

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ

اور زمین کو پھیلایا ہم نے اسے اور ڈال (گاڑ) دیے ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ اور ہم نے اگائی اس میں ہر ایک قسم

بَهِيْجٍ ۝7 تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝8 وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

خوشنما ○ بطور بصیرت اور نصیحت کے ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے ○ اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی

مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الۡحَصِيۡدِۙ ۝9 وَالنَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ

بابرکت' پھر ہم نے اگائے اس کے ذریعے سے باغات اوراناج (اور غلے) کاٹی جانیوالی (کھیتی) کے ○ اور کھجوریں بلندوبالا' نکلے شگوفے ہیں

نَّضِيۡدٌ ۝10 رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِۙ وَاَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ؕ كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ ۝11

تہ بہ تہ ○ روزی کیلئے بندوں کی اور ہم نے زندہ کیا اس (پانی) کے ذریعے سے ایک شہر مردہ (بنجر زمین) کو اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ تکذیب کا حال اور ان کے قابل مذمت افعال کا ذکر کرنے کے بعد انہیں آیات آفاقیہ میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ عبرت حاصل کریں اور ان امور پر استدلال کریں جن کے لئے ان کو دلیل بنایا ہے' فرمایا: ﴿ اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ ﴾ ''کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟'' یعنی غور وفکر کی یہ نظر کسی مشقت اور سامان سفر باندھنے کی محتاج نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ وہ دیکھیں ﴿ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا ﴾ کہ ہم نے اسے کیسے ایک گنبد بنایا' جو اپنے کناروں پر برابر اور مضبوط بنیاد رکھتا ہے' جسے ان ستاروں سے آراستہ کیا گیا ہے جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور چلتے چلتے غائب ہو جاتے ہیں' جو ایک افق سے دوسرے افق تک اپنے حسن اور ملاحت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے' تو اس میں کوئی سوراخ دیکھے گا نہ شگاف اور نہ تجھے اس میں کوئی خلل نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اہل زمین کے لئے چھت بنایا ہے اور اس کے اندر ان کے لئے ضروری مصالح ودیعت کیے ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' طرف ﴿ الۡاَرۡضَ ﴾ ''زمین کی'' دیکھیں کہ کیسے ﴿ مَدَدۡنٰهَا ﴾ ''ہم نے اسے کشادہ بنایا ہے؟'' حتیٰ کہ ہر حیوان کے لئے سکون وقرار اور اس کے تمام مصالح اور استعداد کو ممکن بنایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا کہ وہ نہ ہلے اور ٹھہری رہے ﴿ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ﴾ انسانوں اور جانوروں کی خوراک اور ان کے فائدے کے لئے نباتات کی اصناف میں سے ہر صنف اگائی' جو دیکھنے والوں کو بھلی لگتی اور خوش کرتی ہے اور اس کا نظارہ کرنے والے کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ان فوائد میں سے ان باغات کا خاص طور پر ذکر کیا جو لذیذ پھلوں پر مشتمل ہوتے ہیں' مثلاً انگور' انار' لیموں اور سیب وغیرہ اور دیگر پھلوں کی تمام اقسام' نیز کھجور کے لمبے لمبے درخت' جن کا فائدہ بھی بہت طویل اور دیرپا ہوتا ہے' جو آسمان میں اتنے بلند ہو جاتے کہ بہت سے درخت اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ تہ بہ تہ گابھے میں سے گچھوں کی صورت میں ایسا پھل نکالتے ہیں جو بندوں کے لئے رزق' خوراک' سالن اور میوہ ہے۔ جسے وہ کھاتے ہیں اور اپنے اور اپنے مویشیوں کے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس بارش اور ان عوامل کے ذریعے سے' جس کے نتیجے میں روئے زمین پر دریا بہتے ہیں اور اس کے نیچے ﴿ حَبَّ الۡحَصِيۡدِ ﴾ کھیتی کا اناج ہوتا ہے' یعنی وہ کھیتی جسے پکنے پر کاٹا جاتا ہے' مثلاً گیہوں' جو' مکئی' چاول اور باجرہ وغیرہ' کیونکہ ان اشیاء میں غور وفکر کرنے میں ﴿ تَبۡصِرَةً ﴾ ''ہدایت ہے'' جس کے ذریعے

سے بندہ جہالت کے اندھے پن میں بصیرت حاصل کرتا ہے ﴿وَذِكْرٰى﴾ ''اور یاددہانی ہے'' جس سے بندہ نصیحت حاصل کرتا ہے جو دین و دنیا میں اسے فائدہ دیتی ہے اور اس کے ذریعے سے وہ ان امور میں نصیحت حاصل کرتا ہے' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اور اس سے ہر شخص بہرہ مند نہیں ہوتا بلکہ ﴿لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾ صرف وہی بندہ بہرہ مند ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا' محبت اور خوف و رجا کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرنے والا اور اس کے داعی کی آواز پر لبیک کہنے والا ہے۔ رہا وہ شخص جو اس نصیحت کو جھٹلاتا اور اس سے روگردانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور تنبیہ کرنے والے اسے کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس زمین پر جو بڑی بڑی مخلوق' قوت' اور شدت کا وجود ملتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے اور اس میں جو حسن' مہارت' نادر صنعت کاری اور بے مثال تخلیق پائی جاتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس کے اندر بندوں کے لئے جو فوائد اور مصالح پنہاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے جو ہر چیز پر وسیع اور اس کے جود و کرم کی دلیل ہے' جو ہر زندہ کے لئے عام اور سب کو شامل ہے۔ اس کے اندر جو بڑی بڑی مخلوق اور بے مثال نظام ہے وہ اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد' یکتا اور بے نیاز ہے' جس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہی ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت تذلل' اور محبت کے لائق نہیں۔ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد جو اسے زندگی عطا ہوتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے' اس لئے فرمایا: ﴿وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ ''اور ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کیا بس اسی طرح (قیامت کے دن) نکل پڑنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کو سماوی اور ارضی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرنے کے بعد قوموں کو گرفت میں لینے والے عذاب سے ڈرایا کہ وہ تکذیب کے رویے پر جمے نہ رہیں' ورنہ ان پر بھی وہی عذاب ٹوٹ پڑے گا جو ان کے تکذیب کرنے والے بھائیوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ فرمایا:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور رس (کنویں) والوں نے اور ثمود نے ○ اور عاد اور فرعون اور برادران

لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا

لوط نے ○ اور ایکہ (بستی) والوں اور قوم تبع نے (ان) سب نے جھٹلایا رسولوں کو تو ثابت ہو گئی (ان پر) میری وعید ○ کیا پس ہم تھک گئے ہیں

ع ۱۵ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

پہلی بار پیدا کرکے؟ (نہیں) بلکہ وہ شک میں ہیں پیدا کرنے سے از سر نو ○

یعنی ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں نے بھی اپنے انبیائے عظام اور مرسلین کرام کو جھٹلایا' جیسے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا' ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی' عاد نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا' لوط کی قوم نے لوط علیہ السلام کو اور اصحاب ایکہ نے شعیب علیہ السلام کو جھوٹا سمجھا۔ زمانہ اسلام سے قبل یمن کے ہر بادشاہ کو (تُبَّع) کہا جاتا تھا' چنانچہ تبع کی قوم نے اپنے رسول کی تکذیب کی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث کیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ نہیں فرمایا کہ وہ رسول کون تھا اور اسے کس (تُبَّع) کے زمانے میں مبعوث کیا گیا؟ کیونکہ...... واللہ اعلم...... وہ رسول عربوں میں مشہور اور معروف تھا اور عرب میں پیش آنے والے واقعات ان سے چھپے ہوئے نہ تھے' خاص طور پر اس قسم کے عظیم حادثے سے وہ بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ پس ان تمام قوموں نے ان رسولوں کو جھٹلایا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث کیا تھا۔ پس اس پاداش میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی وعید اور اس کی سزا واجب ہوگئی۔

حضرت محمد ﷺ کو جھٹلانے والو! تم ان گزری ہوئی قوموں سے بہتر ہو نہ گزرے ہوئے رسول تمہارے رسول ﷺ سے بہتر ہیں' اس لئے ان کے جرم سے بچو ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان قوموں پر نازل ہوا تھا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تخلیقِ اول یعنی ابتدائی پیدائش کے ذریعے سے آخرت کی تخلیق پر استدلال کیا۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ ان کو عدم کے بعد وجود میں لایا اسی طرح وہ ان کے مرنے اور ان کے مٹی ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس لیے فرمایا: ﴿ اَفَعَيِيْنَا ﴾ کیا ہم بے بس ہو گئے اور ہماری قدرت کمزور پڑ گئی ﴿ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ﴾ ''پہلی بار پیدا کر کے۔'' معاملہ ایسا نہیں ہے' ہم ایسا کرنے سے عاجز ہیں نہ بے بس اور انہیں اس بارے میں کوئی شک بھی نہیں' وہ تو تخلیق جدید کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کا معاملہ ان پر ملتبس ہو کر رہ گیا ہے' حالانکہ یہ التباس کا مقام نہیں کیونکہ اعادہ ابتدا سے زیادہ سہل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ (الروم: ۳۰/۲۷) ''وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس کے لئے آسان تر ہے۔''

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اور ہم جانتے ہیں انکو جو باتیں کرتا ہے اس (انسان) سے اسکا دل اور ہم قریب تر ہیں اس سے

اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾

(اسکی) شہ رگ سے بھی ○ جب ضبط کرتے ہیں دو ضبط کرنے والے (ایک) دائیں پہلو میں (بیٹھا ہوا) اور (دوسرا) بائیں پہلو میں بیٹھا ہوا ○

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾

نہیں بولتا وہ (انسان) کوئی بات مگر اس کے پاس ہوتا ہے ایک نگران (فرشتہ) تیار (لکھنے کے لیے) ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ انسان کی جنس مرد اور عورت کو پیدا کرنے میں وہ تنہا ہے۔ وہ انسان کے

تمام احوال کو' جنہیں وہ چھپاتا ہے اور اس کا نفس اسے وسوسے میں مبتلا کرتا ہے' خوب جانتا ہے اور وہ ﴿ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾ ''اس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔'' جو انسان کے سب سے زیادہ قریب والی رگ ہے۔ اس سے مراد وہ رگ ہے جس نے سینے کے گڑھے کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ چیز انسان کو اپنے خالق کے مراقبے کی دعوت دیتی ہے' جو اس کے ضمیر اور اس کے باطن سے مطلع ہے اور اس کے تمام احوال میں اس کے قریب والی رگ ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ ایسے کام کے ارتکاب سے حیا کرے جس کام سے اللہ نے اس کو روکا ہے' اس لیے کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے' اور جس کام کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے ترک نہ کرے۔

اسی طرح اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں ''کراماً کاتبین'' کا لحاظ رکھے' ان کی عزت و توقیر کرے' وہ کسی ایسے قول و فعل سے بچے جو اس کی طرف سے لکھ لیا جائے جس سے رب کائنات راضی نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ ﴾ ''جب دو لکھنے والے لکھ لیتے ہیں۔'' یعنی بندے کے تمام اعمال درج کر رہے ہیں ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ ﴾ دائیں جانب کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ ﴿ عَنِ الشِّمَالِ ﴾ بائیں جانب سے برائیاں لکھتا ہے اور ان میں سے ہر ایک ﴿ قَعِيْدٌ ﴾ یہ کام کرنے کے لئے بیٹھا ہوا اور اپنے اس عمل کے لئے مستعد ہے' جس کے لئے اسے مقرر کیا گیا ہے یعنی اس کام میں لگا ہوا ہے۔

﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ ﴾ وہ خیر یا شر کا جو بھی لفظ بولتا ہے ﴿ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ تو ایک نگران موجود ہوتا ہے جو اس کے پاس ہر حال میں موجود رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الانفطار: ۸۲/۱۰-۱۲) ''اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں' بلند مرتبہ کاتب' جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں۔''

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ

اور (سامنے) لے آتی ہے سختی موت کی حق کو یہ وہ (موت) ہے کہ تھا تو اس سے بھاگتا ۝ اور پھونکا جائے گا صور میں'

ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ

یہ ہے دن وعید کا ۝ اور آئے گا ہر نفس' اس کے ساتھ ہوگا ایک ہانکنے والا اور ایک شہادت دینے والا ۝ البتہ تحقیق تھا تو

فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾

غفلت میں اس سے سو کھول (ہٹا) دیا ہم نے تجھ سے پردہ تیرا' پس تیری نگاہ آج بڑی تیز ہے ۝

﴿ وَجَآءَتْ ﴾ ''اور آئی'' یعنی اس غافل اور آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرنے والے کے پاس ﴿ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ﴾ ''موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ'' جس سے لوٹنا اور بچنا ممکن نہیں۔ ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴾ یہ وہی چیز ہے جس سے پیچھے ہٹتے اور اس سے دور بھاگتے تھے۔

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائیگا' یہی وعید کا دن ہے۔'' یہ وہ دن ہے جس دن ظالموں کو عذاب دیا جائے گا' جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور مومنوں کو ثواب عطا کیا جائے گا جس کا اس نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ ﴿ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ ﴾ ''اور ہر شخص آئے گا' ایک اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا'' جو اسے قیامت کے میدان کی طرف ہانک کر لے جائے گا یہ اس سے بچ کر پیچھے نہیں رہ سکے گا ﴿ وَشَهِيدٌ ﴾ ''اور ایک گواہ ہوگا'' جو اس کے اچھے برے اعمال کی گواہی دے گا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی طرف اعتناء اور اس کی طرف سے ان کے اعمال کی حفاظت اور نہایت عدل و انصاف سے اس کو جزا و سزا دینے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اس کا اہتمام کرے۔

مگر اکثر لوگ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں' اس لئے فرمایا: ﴿ لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا ﴾ ''اس سے تو غافل ہو رہا تھا۔'' یہ بات قیامت کے روز روگردانی کرنے والے اور انبیاء و رسل کو جھٹلانے والے کو زجر و توبیخ' ملامت اور عتاب کے طور پر کہی جائے گی' یعنی تو اس دن کو جھٹلایا کرتا تھا اور اس دن کے لئے عمل نہ کرتا تھا' پس اب ﴿ فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ ﴾ ''ہم نے تجھ سے پردہ ہٹا دیا'' جس نے تیرے دل کو ڈھانپ رکھا تھا جس کی بنا پر تو کثرت سے سوتا تھا اور اپنی روگردانی پر جما ہوا تھا۔ ﴿ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴾ ''پس آج تیری نگاہ تیز ہے۔'' وہ مختلف قسم کے عذاب اور سزاؤں کو دیکھے گا جو اسے ڈرا رہی ہونگی اور گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی ہونگی۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے سے خطاب ہے' کیونکہ دنیا میں وہ ان فرائض سے غافل تھا جن کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا تھا مگر قیامت کے روز وہ بیدار ہوگا' اس کی غفلت دور ہو جائے گی اور یہ سب ایسے وقت میں ہوگا جب کوتاہی کا تدارک اور ناکامی کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم دن کو اہل تکذیب کے ساتھ سلوک کے ذکر کے ذریعے سے بندوں کے لئے تخویف اور ترہیب ہے۔

وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ﴿٢٣﴾ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٢٤﴾

اور کہے گا اسکا ساتھی (فرشتہ) یہ ہے وہ (روزنامچہ) جو میرے پاس تیار ہے ○ (حکم ہوگا) ڈال دو تم دونوں جہنم میں ہر کافر سرکش کو ○

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ

بھلائی سے منع کرنیوالے کو حد سے نکلنے والے کو (دین میں) شک کرنیوالے کو ○ وہ جس نے بنایا تھا اللہ کیساتھ معبود دوسرا پس ڈال دو تم دونوں اسکو

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ

عذاب شدید میں ○ کہے گا اسکا ساتھی (شیطان) اے ہمارے رب! انہیں سرکش بنایا تھا میں نے اسکو اور لیکن تھا وہ (خود ہی) گمراہی میں

بَعِيدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿٢٨﴾

دور کی ○ وہ (اللہ) فرمائے گا' نہ جھگڑا کرو تم میرے پاس حالانکہ میں پہلے ہی بھیج چکا تھا تمہاری طرف وعید (وعدۂ عذاب) ○

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع

نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے ہاں' اور نہیں میں ظلم کرنے والا بندوں پر ○

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ اس جھٹلانے اور روگردانی کرنے والے کا فرشتوں میں سے وہ ساتھی' جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے اعمال کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہے' قیامت کے روز اس کے سامنے موجود ہوگا اور اس کے اعمال کو اس کے سامنے پیش کرے گا اور کہے گا: ﴿هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ "یہ (اعمال نامہ) میرے پاس حاضر ہے۔" یعنی میں نے وہ سب کچھ پیش کر دیا ہے جس کی حفاظت اور اس کے عمل کو محفوظ رکھنے پر مجھے مقرر کیا گیا تھا پس اب اس کے عمل کی جزا دی جائے گی۔ جو کوئی جہنم کا مستحق ہوگا اس سے کہا جائے گا: ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ "ہر ناشکرے' سرکش کو جہنم میں ڈال دو۔" یعنی جو بہت زیادہ کفر کرنے والا' آیات الٰہی سے عناد رکھنے والا' بہت کثرت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے محارم اور معاصی میں جسارت کرنے والا ہے۔

﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ "بھلائی سے روکنے والا۔" اس کے پاس جو بھلائی موجود ہے وہ اسے روکتا ہے' جس میں سے سب سے بڑی بھلائی اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے اور وہ اپنے مال اور بدن کے فائدے کو (لوگوں تک پہنچنے سے) روکتا ہے ﴿مُعْتَدٍ﴾ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتی کرنے والا اور اس کی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے ﴿مُّرِيْبٍ﴾ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید میں شک کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی ایمان ہے نہ احسان' بلکہ اس کا وصف کفر و عدوان' شک و ریب' بخل اور رحمٰن کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنا ہے' بنا بریں فرمایا: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کرتا ہے جو کسی نفع و نقصان' زندگی اور موت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ ﴿فَاَلْقِيٰهُ﴾ اس کے دونوں ساتھی فرشتو! اس کو ڈال دو ﴿فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ﴾ "سخت عذاب میں۔" جو سب سے بڑا' سب سے سخت اور سب سے برا عذاب ہے۔

﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ اس کا شیطان ساتھی اس سے بری الذمہ ہوتے ہوئے اور اس کے گناہ کا اسی کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہے گا: ﴿رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ﴾ "اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا" کیونکہ مجھے اس پر کوئی اختیار تھا نہ میرے پاس کوئی دلیل و برہان تھی بلکہ یہ خود ہی انتہائی گمراہی میں تھا' وہ خود ہی اپنے اختیار سے گمراہ ہو کر حق سے دور ہو گیا۔ جیسا کہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ﴾ (إبراهيم: ٢٢/١٤) "اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا اور میں نے جو وعدہ تمہارے ساتھ کیا میں

نے اس کی خلاف ورزی کی" میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں، میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی۔ پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی آپس کی خصومت کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ ﴾ "میرے پاس نہ جھگڑو" یعنی میرے پاس تمہارے آپس میں جھگڑنے کا فائدہ نہیں۔ ﴿ وَ ﴾ حالانکہ ﴿ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴾ "میں تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔" یعنی میرے رسول کھلی نشانیاں، واضح دلائل اور روشن براہین لے کر تمہارے پاس آئے، تم پر میری حجت قائم اور تمہاری حجت منقطع ہوگئی تم نے اپنے گزشتہ اعمال میرے سامنے پیش کیے جن کی جزا واجب ہے۔

﴿ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ ﴾ "میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی۔" یعنی یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا اور جو خبر دی ہے، اس کی خلاف ورزی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی ہستی اپنے قول اور اپنی بات میں سچی نہیں ﴿ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴾ "اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا" بلکہ وہ اچھا اور برا جو عمل کرتے ہیں اسی کی جزا و سزا دیتا ہوں، ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جاتی ہے۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

(یاد کرو!) جس دن ہم کہیں گے جہنم سے، کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟ ○ اور قریب کی جائے گی جنت

لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِیَ

متقی لوگوں کے، نہیں ہوگی وہ دور ○ یہ ہے وہ جسکا وعدہ دیا جاتا تھا تمہیں، ہر خوب رجوع کرنیوالے (امرالٰہی کی) حفاظت کرنیوالے کو ○ جو ڈر گیا

الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾

رحمٰن سے بن دیکھے اور وہ لایا دل رجوع کرنیوالا ○ (کہا جائے گا) تم داخل ہو جاؤ اس (جنت) میں سلامتی سے، یہی ہے دن ہمیشہ رہنے کا ○

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾

ان کے لیے ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں، اور ہمارے پاس مزید بھی ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ ﴾ "اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے، کیا تو بھر گئی ہے؟" اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد، جہنم میں ڈالے گئے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا ﴿ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴾ "وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟" یعنی جہنم اپنے رب کی خاطر ناراضی اور کفار پر غیظ و غضب کی وجہ سے اپنے اندر مجرموں کے اضافے کا مطالبہ کرتی رہے گی، جبکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو بھرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴾ (السجدۃ: ۱۳/۳۲)

''میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھروں گا۔'' حتیٰ کہ اللہ رب العزت اپنا قدم کریم' جو تشبیہ سے پاک ہے' جہنم میں رکھ دے گا۔ جہنم کی لپٹیں ایک دوسرے کی طرف سمٹ جائیں گی' جہنم پکار اٹھے گی' بس کافی ہے' میں بھر چکی ہوں۔

﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ ﴾ جنت کو قریب کر دیا جائے گا ﴿ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴾ ''پرہیزگاروں کے لیے' دور نہ ہوگی۔'' جہاں اس کا مشاہدہ کیا جا سکے گا' اس کی دائمی نعمتوں اور مسرتوں کو دیکھا جا سکے گا۔ جنت کو صرف ان لوگوں کے قریب کیا جائے گا جو اپنے رب سے ڈر کر شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر سے اجتناب کرتے ہیں نیز اپنے رب کے احکام کی تعمیل اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہیں مبارک بادی کے طور پر کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴾ ''یہی وہ چیز ہے' جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا' ہر رجوع کرنے والے اور حفاظت کرنے والے سے۔'' یعنی یہ جنت' اور اس میں جو کچھ موجود ہے' جس کی نفوس انسانی خواہش رکھتے ہیں' جس سے آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں' جس کا ہر اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر' اس کے ساتھ محبت' اس سے استعانت' اس سے دعا اور اس کے خوف اور اس سے امید کے ذریعے سے' اس کی طرف بہت کثرت سے رجوع کرتا ہے۔ ﴿ حَفِيْظٍ ﴾ اخلاص اور تکمیل کے ساتھ کامل ترین طریقے سے اللہ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے نیز اس کی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔

﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ ﴾ اپنے رب کی پوری معرفت اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہے' اپنی حالت غیب یعنی جب وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے' تو خشیت الٰہی کا التزام کرتا ہے اور یہی حقیقی خشیت ہے۔ رہی وہ خشیت جس کا اظہار لوگوں کی نظروں کے سامنے اور ان کی موجودگی میں کیا جائے تو اس میں کبھی کبھی ریا اور شہرت کی خواہش کا شائبہ آجاتا ہے۔ یہ حقیقی خشیت پر دلالت نہیں کرتی۔ فائدہ مند خشیت تو صرف وہی ہے جو کھلے اور چھپے ہر حال میں ہو۔ ﴿ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴾ ''اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔'' یعنی اس کا وصف اپنے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے تمام داعیے اپنے آقا کی رضا میں جذب ہو گئے ہوں۔ ان نیک اور پرہیزگار لوگوں سے کہا جائے گا: ﴿ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ﴾ اس طرح اس جنت میں داخل ہو جاؤ کہ یہ داخلہ ہر قسم کی آفات اور شر سے سلامتی سے مقرون اور تمام ناپسندیدہ امور سے مامون ہے۔ ان کو عطا کی گئی نعمتیں منقطع ہوں گی نہ ان میں کوئی بدمزگی آئے گی۔ ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴾ ''یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔'' جسے کبھی زوال آئے گا نہ موت اور نہ کسی قسم کا کوئی تکدر ہو گا۔

﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا ﴾ انہیں وہاں ہر وہ چیز حاصل ہو گی' جس سے ان کی چاہت وابستہ ہو گی۔ اس سے بڑھ کر ﴿ مَزِيْدٌ ﴾ ''اور بھی زیادہ ہے۔'' یعنی ثواب' جسے رحمٰن و رحیم ان کے لئے بڑھاتا رہے گا' جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی اس کا گزر ہوا ہے...... سب سے بڑا' سب سے

جلیل اور سب سے افضل ثواب اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کا دیدار' اس کے کلام کی سماعت اور اس کے قرب کی نعمت ہوگی۔ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انہی لوگوں میں شامل کر دے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ

اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے قومیں' وہ زیادہ سخت تھیں ان سے پکڑنے (قوت) میں' پس وہ چلے پھرے شہروں میں

هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ

کیا ہے کوئی جگہ بھاگنے کی؟ ○ بلاشبہ اس میں البتہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے کہ ہو اس کے لیے (صاف) دل

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿٣٧﴾

یا وہ لگائے کان جب کہ وہ حاضر ہو (دل و دماغ سے) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کو' جو رسول اکرم ﷺ کو جھٹلاتے ہیں' ڈراتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں۔'' یعنی بہت سی قوموں کو ہلاک کیا ﴿هُمْ اَشَدُّ﴾ ''وہ زیادہ تھے'' ان لوگوں سے ﴿بَطْشًا﴾ ''قوت میں۔'' یعنی زمین میں' قوت اور آثار میں ان سے بڑھ کر تھے' بنابریں فرمایا: ﴿فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ﴾ ''پس انہوں نے شہروں کا گشت کیا۔'' یعنی انہوں نے نہایت مضبوط قلعے اور بلند عمارتیں تعمیر کیں' باغات لگائے' نہریں نکالیں' کھیت اگائے' زمین کو آباد کیا اور ہلاک ہو گئے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دردناک سزا اور سخت عذاب کے ذریعے سے گرفت میں لے لیا ﴿هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے' اس وقت ان کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ ہوتی ہے نہ کوئی بچانے والا ہوتا ہے۔ پس ان کی قوت ان کا مال اور ان کی اولاد ان کے کسی کام نہ آسکی۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ ''بے شک جو شخص دل رکھتا ہے اس کے لیے اس میں نصیحت ہے۔'' یعنی ایک عظیم' زندہ' ذہین اور پاک دل' یہ دل' جب آیات الٰہی میں سے کوئی آیت اس پر گزرتی ہے' تو اس سے نصیحت حاصل کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور بلند مقام پر فائز ہوتا ہے اور اسی طرح جو کوئی کان لگا کر آیات الٰہی کو اس طرح غور سے سنتا ہے' جس سے رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اس کا قلب ﴿شَهِيْدٌ﴾ ''حاضر ہوتا ہے'' تو وہ بھی تذکر' نصیحت' شفاء اور ہدایت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ رہا روگردانی کرنے والا شخص جو آیات الٰہی کو غور سے نہیں سنتا تو اس شخص کو آیات الٰہی کوئی فائدہ نہیں دیتیں' کیونکہ اس کے پاس قبولیت کا مادہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس شخص کی ہدایت کا تقاضا نہیں کرتی جس کا یہ وصف ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا

اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے‘ چھ دن میں‘ اور نہیں چھوا ہمیں

مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

کسی قسم کی تھکاوٹ نے ○ پس آپ صبر کریں اس پر جو وہ کہتے ہیں‘ اور تسبیح کریں ساتھ حمد کے اپنے رب کی پہلے طلوع شمس سے

وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

اور پہلے اس کے غروب سے ○ اور کچھ حصہ رات میں‘ پس آپ تسبیح کریں اس کی اور سجود (نمازوں) کے بعد بھی ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنی قدرت عظیم اور مشیت نافذہ کے بارے میں خبر ہے‘ جن کے ذریعے سے اس نے سب سے بڑی مخلوق کو وجود بخشا۔ ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ”آسمانوں اور زمین اور جوان کے درمیان ہے‘ چھ دن میں (پیدا کیا)۔“ پہلا دن اتوار تھا اور آخری یعنی چھٹا دن جمعہ تھا‘ اس کو کسی مشقت کا سامنا کرنا پڑا نہ تھکن کا اور اسے کوئی لاغری لاحق ہوئی نہ لاچاری۔ پس وہ اللہ‘ جو زمین وآسمان کو ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود وجود میں لایا‘ اس کا مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونا زیادہ اولیٰ اور زیادہ لائق ہے۔ ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ”پس جو کچھ یہ کہتے ہیں‘ اس پر صبر کیجیے۔“ وہ آپ کی مذمت کرتے ہیں اور آپ جو کتاب لے کر آئے ہیں اس کی تکذیب کرتے ہیں‘ آپ ان کو نظر انداز کر کے اپنے رب کی اطاعت کیجیے اور صبح، شام اور رات کے اوقات میں اور نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیجیے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نفس کو تسلی دیتا‘ اس کو سکون عطا کرتا اور صبر کو آسان بناتا ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ

اور توجہ سے سنیے جس دن ندا دے گا منادی کرنے والا مکان قریب سے ○ جس دن وہ سنیں گے اس چیخ (نفخۂ ثانیہ) کو

بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾

حقیقتاً‘ یہی دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا ○ بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی (سب کی) واپسی ہے ○

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ

جس دن پھٹے گی زمین ان (پر) سے دراں حالیکہ وہ دوڑتے ہوں گے‘ یہ حشر ہے‘ ہم پر نہایت ہی آسان ○ ہم خوب جانتے ہیں

بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

اسکو جو وہ (مشرک) کہتے ہیں‘ اور نہیں ہیں آپ ان پر زبردستی کرنے والے‘ پس آپ نصیحت کرتے رہیں اس قرآن کے ذریعے سے‘

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع

اس شخص کو جو ڈرتا ہے میری وعید سے ○

﴿ وَاسْتَمِعْ ﴾ اپنے دل کے ساتھ پکارنے والے کی پکار کو غور سے سن اور اس سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں یعنی جب اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے ﴿ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴾ ''نزدیک کی جگہ سے۔'' یعنی کسی ایسی جگہ سے جو مخلوق کے قریب ہے۔ ﴿ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ ﴾ جس روز تمام خلائق ہولناک اور خوفناک چیخ کی آوازیں سنیں گے ﴿ بِالْحَقِّ ﴾ جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴾ وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ اس روز اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہوگا' اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ ﴾ ''بے شک ہم ہی تو زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ جس روز ان سے زمین پھٹ جائے گی'' یعنی مردوں سے ﴿ سِرَاعًا ﴾ وہ پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تیزی سے حشر کے میدان کی طرف آئیں گے۔ ﴿ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ ''یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے نہایت آسان ہے' جس میں کوئی تکان ہے نہ کلفت۔

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ہم جانتے ہیں جو وہ آپ کو تکلیف دہ باتیں کہتے ہیں' جن سے آپ غم زدہ ہوتے ہیں۔ جب ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں تب آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم آپ پر کیسی عنایت رکھتے ہیں' آپ کے معاملات کو کیسے آسان بناتے ہیں اور آپ کو آپ کے دشمنوں کے خلاف کیسے مدد سے نوازتے ہیں۔ پس آپ کے دل کو خوش اور آپ کے نفس کو مطمئن ہونا چاہئے اور تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس سے زیادہ رحمت و رافت رکھتے ہیں جو آپ خود اپنے آپ پر رکھتے ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے وعدے کے انتظار اور اولوالعزم رسولوں کی سیرت کے ذریعے سے تسلی حاصل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے۔

﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ﴾ آپ کو ان پر مسلط نہیں کیا گیا ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ (الرعد: ۷/۱۳) ''آپ تو صرف متنبہ کرنے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لئے ایک راہ نما ہوتا ہے۔'' بنابریں فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ یہاں تذکیر سے مراد وہ نصیحت ہے جو عقل و فطرت میں راسخ ہے یعنی نیکی سے محبت کرنا' اس کو ترجیح دینا اور اس پر عمل کرنا نیز بدی کو ناپسند کرنا اور اس سے دور رہنا اس تذکیر سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور رہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے خائف ہیں نہ اس پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو نصیحت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہوتی ہے' تاکہ وہ یہ نہ کہیں: ﴿ مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ﴾ (المائدۃ: ۱۹/۵) ''ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا آیا نہ متنبہ کرنے والا۔''

تفسیر سورۃ الذّٰریٰت

سورۃ الذّٰریٰت (۵۱) مکیۃ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتھا ۶۰ رکوعاتھا ۳

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾

قسم ہے ہواؤں کی جو (گرد) بکھیرنے والی ہیں اڑا کر ○ پھر بادلوں کی جو اٹھانے والے ہیں بوجھ (پانی کا) ○ پھر کشتیوں کی جو چلنے والی ہیں آسانی سے ○

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾

پھر (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو تقسیم کرنے والے ہیں کام کو ○ بلاشبہ جو وعدہ دیے جاتے ہو تم (وہ) البتہ سچا ہے ○

وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾

اور بلاشبہ جزا البتہ واقع ہونے والی ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے' جو اپنے قول میں سچا ہے' ان عظیم مخلوقات کی قسم ہے جن کے اندر اس نے بہت مصالح اور منافع مقرر کر رکھے ہیں' جن کو اس امر کی دلیل بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے' نیز یہ کہ قیامت کا دن' جزا و سزا اور اعمال کے محاسبے کا دن ہے' جو لا محالہ آنے والا ہے' جسے آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ پس جب ایک عظیم سچی ہستی اس کی خبر دے' اس پر قسم کھائے اور اس پر دلائل و براہین قائم کرے تو جھٹلانے والے اسے جھٹلا سکتے ہیں نہ عمل کرنے والے اس سے روگردانی کر سکتے ہیں۔ (اَلـذّٰرِيٰات) یہ وہ ہوائیں ہیں جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں ﴿ ذَرْوًا ﴾ اپنی نرمی' اپنے لطف' اپنی قوت اور زور سے چلتی ہیں۔

﴿ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴾ اس سے مراد بادل ہے جو بہت زیادہ پانی لئے ہوتا ہے' جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انسانوں اور زمین کو فائدہ عطا کرتا ہے۔ ﴿ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴾ وہ ستارے جو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں' جن سے آسمان مزین ہوتے ہیں' جن کی مدد سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راہ تلاش کی جاتی ہے اور ان کے ذریعے سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔ ﴿ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے اوامر و تدبیر کو نافذ کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی امر کی تدبیر پر مقرر کر رکھا ہے اس لئے جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں' وہ ان سے تجاوز کر سکتا ہے نہ ان میں کچھ کمی کر سکتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾

قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے ○ بلاشبہ تم (باہم) البتہ مختلف بات میں (پڑے) ہو ○

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾

پھیرا جاتا ہے اس (ایمان) سے جو شخص پھیرا گیا (بھلائی سے) ○

خوبصورت راستوں والے آسمان کی قسم! یہ راستے ریگزاروں کے راستوں اور چشموں کے پانی سے' جب ان کو نسیم سحر نے چھیڑا ہو' مشابہت رکھتے ہیں۔ ﴿ اِنَّكُمْ ﴾ محمد کریم ﷺ کو جھٹلانے والو! بے شک تم ﴿ لَفِيْ قَوْلٍ

﴿مُّخْتَلِفٍ﴾ ''مختلف قول میں ہو۔'' یعنی تم میں سے کوئی کہتا ہے کہ یہ جادوگر ہے' کوئی کہتا ہے کہ یہ کاہن ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ مجنون ہے اور دیگر مختلف قسم کے اقوال جو ان کی حیرت' شک اور اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کا موقف باطل ہے۔ ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴾ پس اس سے وہی پھرتا ہے جو ایمان سے پھرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یقینی دلائل و براہین سے منہ موڑتا ہے۔ ان کے قول میں اختلاف اس کے فاسد اور باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے جس طرح حق' جسے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ لے کر آئے ہیں' متفق علیہ ہے' اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے' اس میں کوئی تناقض ہے نہ کسی قسم کا اختلاف اور یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النسآء: ٤/٨٢) ''اور اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ

مارے گئے اٹکل پچو کرنے والے ○ وہ لوگ کہ وہ غفلت میں بھولے پڑے ہیں ○ وہ پوچھتے ہیں کب ہو گا دن

الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ

جزا کا؟ ○ جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے ○ (کہا جائے گا:) چکھو تم عذاب اپنا'

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

یہ وہ (عذاب) ہے کہ تھے تم اسے جلدی طلب کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا' اس کی آیات کا انکار کیا اور باطل میں مشغول ہوئے تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھائیں' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جس کا وہ علم نہیں رکھتے۔ ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ﴾ ''جو بے خبری میں ہیں۔'' یعنی وہ کفر' جہالت اور ضلالت کی موجوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ﴿سَاهُوْنَ﴾ ''اور بھولے ہوئے ہیں۔''

﴿يَسْـَٔلُوْنَ﴾ وہ شک اور تکذیب کے طور پر پوچھتے ہیں: ان کو کب دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ انہوں نے یہ سوال حیات بعد الموت کو بعید سمجھتے ہوئے کیا تھا۔ ان کے حال اور برے ٹھکانے کے بارے میں مت پوچھ ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾ ''ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے'' یعنی جس دن انہیں ان کے خبث باطن اور خبث ظاہر کے سبب سے عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ﴾ آگ اور عذاب کا مزا چکھو یہ اس فتنے کے اثرات ہیں جس میں وہ مبتلا ہوئے' جس نے انہیں کفر اور گمراہی میں دھکیل دیا تھا۔ ﴿هٰذَا﴾ یہ عذاب جس میں تم ڈال دیے گئے ہو ﴿الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''وہی ہے جس کے لیے تم

جلدی مچایا کرتے تھے۔" پس اب مختلف انواع کی عقوبتوں' سزاؤں' زنجیروں' بیڑیوں' اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا مزہ چکھو۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿15﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ

بلاشبہ متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے ○ لینے والے ہوں گے اس کو جو دے گا انہیں ان کا رب' بلاشبہ وہ تھے پہلے

ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿16﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿17﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

اس سے نیکوکار ○ تھے وہ بہت ہی تھوڑا رات کو سوتے ○ اور سحری کے وقت وہ

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿18﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿19﴾

مغفرت طلب کرتے ○ اور ان کے مالوں میں حق (ہوتا) تھا واسطے سائل اور محروم کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ متقین کے ثواب اور ان کے ان اعمال کا ذکر فرماتا ہے جن کے باعث انہیں یہ ثواب حاصل ہوا۔ ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی وہ لوگ جن کا شعار تقویٰ اور ان کا اوڑھنا بچھونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾ ان باغات میں ہوں گے جو مختلف انواع کے درختوں اور میووں پر مشتمل ہوں گے' جن کی نظیر اس دنیا میں ملتی ہے اور ایسے بھی ہوں گے جن کی نظیر اس دنیا میں نہیں ملتی۔ ان جیسا میوہ آنکھوں نے کبھی دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ بندوں کے تصور میں کبھی آیا ہوگا۔ ﴿وَّعُيُوْنٍ﴾ وہ بہتے ہوئے چشموں میں ہوں گے' ان چشموں سے ان باغات کو سیراب کیا جائے گا اور اللہ کے بندے ان چشموں سے پانی پئیں گے اور ان سے (چھوٹی چھوٹی) نہریں نکالیں گے۔

﴿اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ "ان کا رب انہیں جو کچھ دے گا وہ اسے لے لیں گے۔" اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اہل جنت کا آقا' ان کی نعمتوں کے بارے میں تمام آرزوئیں پوری کرے گا اور وہ اپنے آقا سے راضی ہو کر یہ نعمتیں قبول کریں گے' اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی' ان کے نفوس خوش ہوں گے' وہ ان کو بدلنا چاہیں گے نہ اس سے منتقل ہونے کی خواہش کریں گے۔ (جنت میں) ہر شخص کو اتنی نعمتیں عطا ہوں گی کہ وہ اس سے زیادہ طلب نہیں کرے گا۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ متقین کا یہ وصف دنیا کے اندر ہو یعنی اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر جو اوامر ونواہی ان کو عطا کرتا ہے وہ نہایت خوش دلی' انشراح صدر کے ساتھ' اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور بہترین طریقے سے ان پر عمل کرتے ہوئے انہیں قبول کرتے ہیں اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا ہے وہ اس سے پوری طرح رک جاتے ہیں۔ پس جن کو اللہ تعالیٰ نے اوامر ونواہی عطا کیے ہیں' یہ سب سے بڑا عطیہ ہے اور اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے' اطاعت کے جذبے کے ساتھ قبول کیا جائے۔ پہلا معنی سیاقِ کلام کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (آگے چل کر) ان الفاظ میں دنیا کے اندر ان کے

وصف اور ان کے اعمال کا ذکر کیا ہے۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی اس وقت سے پہلے' جب انہیں جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی ﴿ مُحْسِنِيْنَ ﴾ ''وہ نیکوکار تھے۔''

یہ ان کی اپنے رب کی عبادت میں ''احسان'' کو شامل ہے یعنی وہ اپنے رب کی عبادت اس طرح کرتے تھے کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں' اگر وہ اسے دیکھنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکتے تو یہ کیفیت لئے ہوئے ہوتے تھے کہ ان کا رب انہیں دیکھ رہا ہے۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بھی احسان کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنے مال' علم' جاہ' خیر خواہی' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' نیکی اور بھلائی کے مختلف طریقوں سے فائدہ پہنچانا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ حتیٰ کہ اس میں' نرم کلام' غلاموں' بہائم' مملوکہ اور غیر مملوکہ کے ساتھ حسن سلوک بھی داخل ہے۔

خالق کی عبادت میں احسان کی بہترین نوع' تہجد کی نماز ہے جو اخلاص اور قلب ولسان کی موافقت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ كَانُوْا ﴾ یعنی نیکوکار ﴿ قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴾ ان کی راتوں کی نیند بہت کم ہوتی تھی۔ رات کے اکثر حصے میں نماز' قراءت' دعا' اور آہ وزاری کے ذریعے سے اپنے رب کے حضور جھکے رہتے تھے۔ ﴿ وَبِالْاَسْحَارِ ﴾ طلوع فجر سے تھوڑا سا پہلے ﴿ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔ وہ اپنی نماز کو طلوع سحر کے وقت تک لمبا کرتے تھے۔ پھر قیام اللیل کے بعد بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے تھے۔ سحر کے وقت استغفار میں ایسی فضیلت اور خاصیت ہے جو کسی اور وقت استغفار کرنے میں نہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان واطاعت کے وصف میں فرمایا: ﴿ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴾ (آل عمران: ۱۷/۳) ''اور اوقاتِ سحر میں استغفار کرنے والے۔''

﴿ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ ﴾ ان کے اموال میں حق واجب اور حق مستحب ہے ﴿ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾ یعنی ان محتاجوں کے لئے جو لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور ان محتاجوں کے لئے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَآءِ

اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین کرنیوالوں کیلئے ○ اور (خود) تمہارے نفسوں میں بھی' کیا پس نہیں دیکھتے تم؟ ○ اور آسمان میں ہے

رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

تمہارا رزق اور وہ جو تم وعدہ دیے جاتے ہو ○ پس قسم ہے پروردگار کی آسمان اور زمین کے! بلاشبہ وہ (مذکورہ باتیں) البتہ حق ہیں

مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع ۱۸

مثل اس کے جو تم بولتے ہو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو تفکر و تدبر اور عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔'' یہ آیت کریمہ زمین اور اس

کی موجودات کو شامل ہے مثلاً پہاڑ' سمندر' دریا' درخت اور نباتات' جو غور و فکر کرنے والے اور اس کے معانی میں تدبر کرنے والے کو اپنے خالق کی عظمت' اس کی وسیع طاقت' اس کے احسان عام اور ظاہر و باطن پر اس کے علم کے محیط ہونے کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں۔ اسی طرح خود بندے کی ذات میں بے شمار عبرتیں' حکمتیں اور رحمتیں پنہاں ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک اور بے نیاز ہے' اس نے مخلوق کو بے کار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ ﴿وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ﴾ ''اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے۔'' یعنی تمہارے رزق کا مادہ مثلاً بارش' رزق دینی اور رزق دنیاوی کی مختلف مقدار ﴿وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا جو وعدہ کیا گیا ہے' یہ جزا و سزا دیگر تقدیروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی کو بیان کر کے ان پر اس طرح متنبہ فرمایا جس سے عقل مند اور ذہین شخص تنبہ حاصل کرتا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ اس کا وعدہ اور اس کی جزا و سزا حق ہیں۔ تب ظاہر اور واضح ترین چیز سے اس کو تشبیہ دی اور وہ نطق ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾ ''پس آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم! یہ اسی طرح حق ہے جس طرح تم باتیں کرتے ہو'' جس طرح تمہیں اپنے نطق لسان میں کوئی شک نہیں اسی طرح تمہیں قیامت اور جزا و سزا میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ

کیا آئی ہے آپکے پاس خبر ابراہیم کے مہمانوں کی جو معزز تھے؟○ جب وہ داخل ہوئے اس پر تو انہوں نے کہا سلام (کرتے ہیں ہم)'

قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ

ابراہیم نے کہا: سلام (تم پر) (یہ) لوگ تو اجنبی ہیں○ پھر چپکے سے گیا اپنے اہل کی طرف پس لے آیا (بھون کر) ایک بچھڑا موٹا تازہ○ پھر قریب کیا اسے

اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ

ان کی طرف' کہا: کیا نہیں کھاتے تم؟○ پس اس نے (دل میں) محسوس کیا ان سے خوف انہوں نے کہا نہ ڈر تو اور انہوں نے بشارت دی اسکو

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ

ایک لڑکے کی بڑے علم والے کی○ پس سامنے آئی عورت ابراہیم کی حیرت میں پس (تعجب سے) کہا تھ مارا اپنے منہ پر اور کہا: (میں) بڑھیا ہوں

عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

بانجھ (اولاد کیسے؟)○ انہوں نے کہا: اسی طرح کہا ہے تیرے رب نے' بلاشبہ وہی خوب حکمت والا' خوب علم والا ہے○

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾ کیا آپ کے پاس نہیں پہنچی ﴿حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ ''ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات۔'' اور ان کی عجیب و غریب خبر' یہ ان فرشتوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

پاس سے ہو کر جائیں چنانچہ وہ مہمانوں کی شکل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ ﴾ ”جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا تو انہوں نے کہا:“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿ سَلٰمٌ ﴾ یعنی تم پر بھی سلام ہو ﴿ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴾ تم اجنبی لوگ ہو میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنا تعارف کراؤ' آپ کو ان کا تعارف اس کے بعد ہی ہوا اسی لیے وہ چپکے چپکے جلدی سے گھر گئے تاکہ ان کی خدمت میں ضیافت کا سامان پیش کریں ﴿ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ○ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ ﴾ اور خوب موٹا (بھنا ہوا) بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے کھانے کے لئے پیش کیا ﴿ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم کیوں نہیں کھاتے؟ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ کو ان سے خوف محسوس ہوا۔ ﴿ قَالُوْا لَا تَخَفْ ﴾ ”انہوں نے کہا: خوف نہ کیجئے۔“ وہ جس مقصد کے لئے آئے تھے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سے آگاہ کیا ﴿ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴾ ”اور انہیں ایک دانش مند لڑکے کی خوش خبری دی۔“ اس سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (حضرت سارہ) نے یہ خوشخبری سنی ﴿ فَاَقْبَلَتِ ﴾ تو وہ فرحاں وشاداں (ان کی طرف) متوجہ ہوئیں ﴿ فِیْ صَرَّةٍ ﴾ چیخ مار کر ﴿ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا ﴾ ”اور انھوں نے (تعجب سے) اپنے چہرے پر ہاتھ مارا۔“ یہ اس نوع کی کیفیت ہے جو خوشی اور مسرت کے ایسے اقوال وافعال کے وقت طاری ہو جایا کرتی ہے جو طبیعت اور عادت کے خلاف ہوا کرتے ہیں ﴿ وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴾ اور کہا مجھے بیٹا کیوں کر ہو سکتا ہے' میں تو ایک بڑھیا ہوں اور ایسی عمر کو پہنچ گئی ہوں جس عمر میں عورتیں بچوں کو جنم نہیں دیتیں' مزید برآں میں تو بانجھ بھی ہوں اور میرا رحم بچوں کو جنم دینے کے قابل نہیں۔ پس یہاں دو اسباب ہیں' دونوں ہی بچے کی ولادت سے مانع ہیں۔ سورۂ ہود میں حضرت سارہ نے ایک تیسرے مانع کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴾ (ھود: ۷۲/۱۱) ”میرا یہ شوہر بھی بہت بوڑھا ہے' یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“

﴿ قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ﴾ ”فرشتوں نے کہا: (ہاں) تیرے پروردگار نے اسی طرح کہا ہے۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اس کو مقدر کر کے اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴾ ”بے شک وہ حکمت والا اور جاننے والا ہے“ یعنی وہ ہستی جو تمام اشیاء کو ان کے محل ومقام پر رکھتی ہے' وہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس لئے اس کی حکمت کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاهور
لندن • هیوسٹن • نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر ستاییس 27

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ
بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر ستائیس 27

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

اس (ابراہیم) نے کہا پس کیا مقصد ہے تمہارا اے بھیجے ہوئے (فرشتو)!○ انہوں نے کہا بلاشبہ بھیجے گئے ہیں ہم ایک مجرم قوم کی طرف ○

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾

تاکہ ہم بھیجیں (برسائیں) ان پر پتھر مٹی کے ○ نشان زدہ آپ کے رب کے ہاں، حد سے گزرنے والوں کے لیے ○

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ

پس نکال لیا ہم نے اس شخص کو کہ تھا وہ اس (بستی) میں مومنوں میں سے ○ سو نہ پایا ہم نے اس میں سوائے ایک گھر کے

مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

مسلمانوں میں سے ○ اور چھوڑی ہم نے اس میں ایک نشانی ان لوگوں کے لیے جو خوف کھاتے ہیں عذاب دردناک سے ○

﴿قَالَ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: ﴿فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ اے رسولو! تمھارا کیا معاملہ ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ کیونکہ حضرت ابراہیم سمجھ گئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی اہم معاملے کے لیے بھیجا ہے۔ ﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''انھوں نے کہا: ہمیں مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' اور اس سے مراد قوم لوط ہے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے جرم کا ارتکاب کیا تھا، اپنے رسول کو جھٹلایا اور ایسی بدکاری کا ارتکاب کیا جس کا ارتکاب دنیا میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ ﴿لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں جو حد سے بڑھنے والوں کے لیے آپ کے رب کے ہاں سے نشان زدہ ہیں۔'' یعنی ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس کو اس پتھر کا شکار ہونا تھا۔ کیونکہ وہ گناہ میں بڑھ گئے اور تمام حدود کو پھلانگ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے بارے میں ان سے جھگڑنے لگے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہٹا دے، چنانچہ ان سے کہا گیا: ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ (هود: ۷۶/۱۱) ''اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو، تیرے رب کا حکم آ گیا ہے اور ان پر وہ عذاب ٹوٹ پڑنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹل سکتا۔'' ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''پس وہاں جتنے مومن تھے، ہم نے انھیں نکال لیا اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔'' یہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھرانے کے لوگ تھے، سوائے ان کی بیوی کے، وہ ہلاک ہونے والوں میں شامل تھی۔ ﴿وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''اور ہم نے ان کے بارے میں ان لوگوں کے لیے نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔'' اس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے اور اس کے رسول سچے ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔

اس قصے سے حاصل شدہ بعض فوائد

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کے اپنے بندوں کے سامنے نیک اور بدلوگوں کے واقعات بیان کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بندے ان سے عبرت حاصل کریں اور تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے احوال نے انھیں کہاں پہنچا دیا۔

(۲) اس قصے میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قصے کی ابتدا کی جو اس قصے کی اہمیت کی دلیل ہے اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) یہ قصہ ضیافت کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو مدح وثنا کے سیاق میں بیان کیا ہے۔

(۴) اس واقعہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قول وفعل اور اکرام وتکریم کے مختلف طریقوں سے مہمان کی عزت وتکریم کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا یہ وصف بیان فرمایا کہ وہ قابل تکریم تھے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی عزت وتکریم کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قول وفعل سے کس طرح ان کی مہمان نوازی کی، نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ مہمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اکرام وتکریم سے بہرہ مند تھے۔

(۵) اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا گھر رات کے وقت آنے والے مسافروں اور مہمانوں کا ٹھکانا تھا کیونکہ وہ اجازت طلب کیے بغیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے اور سلام میں پہل کرنے میں ادب کا طریقہ استعمال کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کامل ترین سلام کے ساتھ ان کو جواب دیا کیونکہ جملہ اسمیہ اثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

(۶) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ انسان کے پاس جو کوئی آتا ہے یا اسے ملتا ہے تو اس سے تعارف حاصل کرنا مشروع ہے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

(۷) یہ واقعہ بات چیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آداب اور آپ کے لطف وکرم پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے (اپنے مہمانوں سے) فرمایا تھا: ﴿ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/۲۵) ''تم اجنبی لوگ ہو۔'' اور یہ نہیں فرمایا کہ أَنْكَرْتُكُمْ ''میں تمھیں نہیں پہچانتا'' اور دونوں جملوں میں جو فرق ہے وہ مخفی نہیں۔

(۸) یہ واقعہ مہمان نوازی میں جلدی کرنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بہترین نیکی وہ ہے جس پر جلدی سے عمل کیا جائے، اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سامنے ضیافت پیش کرنے میں عجلت کی۔

(۹) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ذبیحہ (یا کھانا) جو کسی اور کے لیے تیار کیا گیا ہوا سے مہمان کی خدمت

میں پیش کرنے میں‘ اس کی ذرہ بھر اہانت نہیں بلکہ اس کی عزت و تکریم ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے مکرم مہمان تھے۔

(۱۰) اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بکثرت رزق سے نواز رکھا تھا اور یہ رزق ان کے پاس گھر میں ہر وقت تیار اور موجود رہتا تھا‘ انھیں بازار سے لانے کی ضرورت ہوتی تھی نہ پڑوسیوں سے مانگنے کی۔

(۱۱) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنفسِ نفیس مہمانوں کی خدمت کی، حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور مہمان نوازوں کے سردار تھے۔

(۱۲) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو اسی جگہ ضیافت پیش کی جہاں وہ موجود تھے۔ کسی اور جگہ ضیافت کے لیے انھیں نہیں بلایا کہ آیئے تشریف لایئے، کیونکہ مہمان کو اس کی جگہ کھانا پیش کرنے میں مہمان کے لیے زیادہ آسانی اور بہتر ہے۔

(۱۳) اس واقعہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ مہمان کے ساتھ نرم کلامی اور ملاطفت سے پیش آنا چاہیے‘ خاص طور پر کھانا پیش کرتے وقت کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت نرمی سے اپنے مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا تھا اور کہا تھا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/ ۲۷) ’’آپ تناول کیوں نہیں کرتے؟‘‘ اور یہ نہیں کہا تھا: کُلُوْا ’’کھانا کھالو‘‘ بلکہ آپ نے اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے جن میں ’’درخواست اور التماس‘‘ کا مفہوم پایا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/ ۲۷) ’’آپ کھانا تناول کیوں نہیں کرتے؟‘‘ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ وہ بہترین الفاظ استعمال کرے جو مہمان کے لیے مناسب اور لائق حال ہوں‘ مثلاً: آپ کا مہمانوں سے کہنا: کیا آپ کھانا تناول نہیں کریں گے؟ ہمیں شرف بخشیے اور ہم پر عنایت کیجیے، اور اس قسم کے دیگر الفاظ۔

(۱۴) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص‘ کسی بھی سبب کی بنا پر کسی سے خوفزدہ ہو جائے تو خوفزدہ کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ اس کے خوف کو زائل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے سامنے ایسی باتوں کا ذکر کرے جس سے اس کا خوف دور ہو اور وہ پر سکون ہو جائے۔ جیسا کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا جب وہ ان سے خوفزدہ ہو گئے تھے: ﴿ لَا تَخَفْ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/ ۲۸) ’’ڈریے مت!‘‘ اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ خوش کن خبر سنائی۔

(۱۵) یہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کی بے انتہا مسرت و فرحت پر دلالت کرتا ہے حتی کہ انھوں نے خوشی میں چلا کر بے ساختگی سے اپنا چہرہ پیٹ ڈالا۔

(۱۶) اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ محترمہ کو ایک علم رکھنے والے بیٹے کی بشارت سے نوازا۔

وَ فِيْ مُوْسٰى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ

اور موسیٰ (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب بھیجا ہم نے اسکو فرعون کیطرف ساتھ دلیل (معجزے) ظاہر کے○ پس اس نے روگردانی کی بہ سبب اپنی قوت کے اور کہا:

سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

(موسیٰ) ساحر یا مجنون ہے○ پس گرفت کی ہم نے اسکی اور اسکے لشکروں کی اور پھینک دیا ہم نے انکو سمندر میں اس حال میں کہ وہ قابل ملامت تھا○

﴿ وَ فِيْ مُوْسٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو واضح آیات اور ظاہری معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا' اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح معجزہ لے کر آئے تو فرعون نے منہ موڑ لیا ﴿ بِرُكْنِهٖ ﴾ "اپنے لشکر کے ساتھ۔" یعنی انھوں نے حق سے روگردانی کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف التفات نہ کیا بلکہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں جرح و قدح کی اور کہنے لگے:

﴿ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ یعنی موسیٰ میں ان دو چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ہے۔ جو چیز موسیٰ پیش کر رہا ہے وہ جادو اور شعبدہ بازی ہے یہ حق نہیں ہے یا موسیٰ مجنون ہے، اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اسے اس کے فاتر العقل ہونے کی وجہ سے اخذ نہ کیا جائے۔ حالانکہ انھیں پوری طرح علم تھا خاص طور پر فرعون جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ﴾ (النمل: ۱۴/۲۷) "اور انھوں نے ظلم اور تکبر سے آیات الٰہی کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل تو ان کو تسلیم کر چکے تھے۔" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآئِرَ ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۰۲/۱۷) "تجھے علم ہو چکا ہے کہ ان بصیرت افروز نشانیوں کو آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نازل نہیں کیا۔" ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴾ "پس ہم نے اسے اور اس کے لاؤ لشکر کو پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ قابل ملامت (کام کرنے والا) تھا۔" یعنی وہ گناہ گار حد سے تجاوز کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں سرکشی کرنے والا تھا پس غالب اور مقتدر ہستی نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ

اور عاد (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا بانجھ (بے برکت)○ نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی چیز کو کہ آتی تھی وہ

عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾

اس پر مگر کر دیتی تھی اس کو مانند بوسیدہ ہڈی کے○

﴿ وَ فِيْ عَادٍ ﴾ "اور عاد میں بھی۔" نشان عبرت ہے جو ایک معروف قبیلہ تھا۔ ﴿ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴾ جب انھوں نے اپنے نبی ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان پر نامبارک ہوا بھیجی جو خیر سے خالی تھی۔ ﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴾ "وہ جس پر سے بھی گزرتی تو وہ اسے ریزہ ریزہ

کیے بغیر نہ چھوڑتی۔'' یعنی ریزہ ریزہ کی ہوئی بوسیدہ چیز کے مانند۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہستی جس نے قوم عاد کو ان کی قوت اور طاقت کے باوجود ہلاک کر ڈالا' کامل قوت واقتدار کی مالک ہے جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی' وہ نافرمانی کرنے والوں سے انتقام لے سکتی ہے۔

وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ

اور ثمود (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب کہا گیا ان سے تم فائدہ اٹھاؤ ایک وقت (تین دن) تکO پس انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے تو پکڑ لیا انکو

الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾

کڑک نے اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھےO پھر نہ استطاعت رکھی انہوں نے کھڑے ہونے کی اور نہ تھے وہ بدلہ لینے والے ہیO

﴿ وَفِیْ ثَمُوْدَ ﴾ ''اور ثمود میں بھی۔'' ایک عظیم نشان عبرت ہے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا تو انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے ساتھ عناد کا رویہ رکھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف واضح معجزے کے طور پر اونٹنی بھیجی' مگر ان کی سرکشی اور نفرت اور بڑھ گئی ﴿ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ O فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ ﴾ ''چنانچہ انھیں کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو تو انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو کڑک نے آ پکڑا۔'' یعنی ہلاک کر دینے والی ایک بہت بڑی کڑک نے آ لیا ﴿ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴾ اور وہ اپنی اس سزا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ ﴾ ''پس وہ اٹھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے''۔ جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات حاصل کرتے ﴿ وَمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴾ اور نہ وہ اپنے لیے کوئی مدد ہی حاصل کر سکے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾ ع

اور (ہلاک کیا ہم نے) قوم نوح کو (اس سے) پہلے بلاشبہ وہ تھے لوگ نافرمانO

یعنی اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے ساتھ بھی یہی کیا' جب انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان اور زمین سے بے پناہ سیلاب بھیجا جس نے ان کے آخری آدمی تک کو غرق کر دیا اور کافروں کا ایک بھی بستا ہوا گھر باقی نہ چھوڑا۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت ہے جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور آسمان بنایا ہم نے اسکو ساتھ قوت کے اور بلاشبہ ہم البتہ وسعت والے ہیںO اور زمین' بچھایا ہم نے اسکو پس اچھا بچھانے والے ہیں (ہم)O

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ

اور ہر چیز کو پیدا کیا ہم نے جوڑا (جوڑا) شاید کہ تم نصیحت پکڑوO پس دوڑو تم اللہ کی طرف بلاشبہ میں تمہیں

مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥١﴾

اس سے ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ اور نہ بناؤ تم اللہ کے ساتھ معبود دوسرا' بلاشبہ میں تمہیں اس سے ڈرانے والا ہوں ظاہر ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظیم قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا﴾ یعنی ہم نے آسمان کو تخلیق کیا اور نہایت مہارت سے بنایا اور اسے زمین اور اس کی موجودات کے لیے چھت بنایا۔ ﴿بِأَيْيدٍ﴾ ''قوت سے۔'' یعنی عظیم قدرت وقوت کے ساتھ۔ ﴿وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾ اور ہم اس کو اس کے کناروں اور گوشوں تک وسعت دیتے ہیں' نیز ہم اپنے بندوں کے لیے بھی رزق کو وسیع کرتے ہیں۔ بیابانوں کے چٹیل میدانوں میں' سمندروں کی سرکش موجوں میں اور عالم علوی اور عالم سفلی میں ان کے کناروں تک کوئی جاندار ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا رزق بہم نہ پہنچایا ہو جو اس کے لیے کافی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے احسان سے نہ نوازا ہو جو اسے بے نیاز کرتا ہو۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کا جود و کرم تمام مخلوقات کے لیے عام ہے اور نہایت بابرکت ہے وہ ہستی جس کی بے پایاں رحمت تمام جانداروں پر سایہ کناں ہے۔

﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا﴾ یعنی ہم نے زمین کو مخلوق کے لیے فرش بنایا ہے تاکہ وہ ان تمام امور پر متمکن ہوں جو ان کے مصالح سے تعلق رکھتے ہیں' مثلاً: گھر بنانا' باغات لگانا' کھیتی باڑی کرنا' بیٹھنا اور ان راستوں پر چلنا جو ان کو ان کے مقصد تک پہنچاتے ہیں اور چونکہ فرش کبھی تو ہر لحاظ سے انتفاع کے قابل ہوتا ہے اور کبھی کسی لحاظ سے قابل انتفاع نہیں ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے مکمل طور پر بہترین طریقے سے ہموار کیا ہے اور اس بنا پر اپنی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ﴾ ''پس کیا خوب بچھانے والے ہیں۔'' جس نے اپنی حکمت اور رحمت کے تقاضے کے مطابق زمین کو ہموار کیا۔

﴿وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ یعنی حیوانات کی ہر نوع میں نر اور مادہ دو اصناف پیدا کیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ شاید کہ تم ان نعمتوں کی بدولت جو اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے جوڑے بنا کر تم پر کیں غور وفکر کرو اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اس نے جوڑوں کی تخلیق کو تمام حیوانات کی انواع کی بقا کا سبب بنایا تاکہ تم ان کی افزائش' ان کی خدمت اور ان کی تربیت کا انتظام کرو جس سے مختلف منافع حاصل ہوتے ہیں۔ ﴿فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ﴾ ''لہٰذا تم اللہ کی طرف دوڑو۔'' چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی ان آیات میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے جو خشیت الٰہی اور انابت الی اللہ کی موجب ہیں' اس لیے اس چیز کا حکم دیا جو اس غور وفکر کی مقصود ومطلوب ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف فرار ہونا' یعنی جو چیز ظاہری اور باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے' اسے چھوڑ کر اس چیز کی طرف فرار ہونا جو ظاہری اور باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے' جہالت سے فرار ہو کر علم کی طرف آنا' کفر سے بھاگ کر ایمان کی طرف آنا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے فرار ہو کر اس کی اطاعت کی طرف آنا اور غفلت کو چھوڑ کر ذکر الٰہی کی طرف آنا۔

پس جس نے ان امور کو مکمل کر لیا' اس نے دین کی تکمیل کر لی' اس سے خوف زائل ہو گیا اور اسے اس کی منزل مراد اور مطلوب و مقصود حاصل ہو گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی طرف اس رجوع کو ''فرار'' کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ غیر اللہ کی طرف رجوع میں خوف اور ناپسندیدہ امور کی بہت سی انواع پنہاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں انواع واقسام کے پسندیدہ امور' امن' مسرت' سعادت اور فوز و فلاح پوشیدہ ہیں۔ پس بندہ اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر سے بھاگ کر اس کی قضاو قدر کی طرف آئے اور ہر وہ ہستی جس سے آپ ڈرتے ہیں اس سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں کیونکہ اس خوف کی مقدار کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی طرف فرار ہو گا۔ ﴿اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ یعنی میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ نہ بناؤ۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرار میں شمار ہوتا ہے، بلکہ یہی اس کی طرف حقیقی فرار ہے کہ بندہ غیر اللہ کو معبود بنانے کو یعنی بتوں' اللہ تعالیٰ کے خود ساختہ ہمسروں اور قبروں وغیرہ کو جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے' چھوڑ کر اپنے رب کے لیے اپنی عبادت' اپنے خوف و رجا' دعا اور انابت کو خالص کرے۔

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾

اسی طرح نہیں آیا تھا ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے کوئی رسول مگر انھوں نے کہا' (یہ) ساحر ہے یا مجنون ○

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

کیا (یہ) ایک دوسرے کو وصیت کرتے آئے ہیں اس (بات) کی؟ (نہیں) بلکہ وہ (سارے) لوگ ہی ہیں سرکش ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مشرکین کی تکذیب کے مقابلے میں تسلی دیتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتے ہیں' اس کے بارے میں مختلف بری باتیں کرتے ہیں جن سے وہ منزہ اور پاک ہے۔ ایسی باتیں کہنا ہمیشہ سے ان مجرموں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کی عادت رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا رسول مبعوث نہیں فرمایا جس پر اس کی قوم نے جادوگر اور مجنون ہونے کا بہتان نہ لگایا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اقوال جو ان کے اولین و آخرین سے صادر ہوئے ہیں کیا یہ ایسے اقوال نہیں جن کی انھوں نے ایک دوسرے کو وصیت اور ایک دوسرے کو تلقین کی ہے؟ پس اس سبب سے ان کا ان اقوال پر اتفاق کر لینا کچھ بعید نہیں۔ ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔'' ان کے دل اور اعمال' کفر اور سرکشی کے سبب سے باہم مشابہت رکھتے ہیں۔ پس ان کی سرکشی سے جنم لینے والے ان کے اقوال بھی باہم مشابہت رکھتے ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۱۸) ''اور وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے' کہتے ہیں

کہ اللہ ہم سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی' اسی طرح ان سے پہلے لوگ ان جیسی باتیں کیا کرتے تھے' ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔'' اور اسی طرح اہل ایمان کے دل' چونکہ اطاعت حق اور اس کی طلب اور کوشش میں باہم مشابہ ہیں' اس لیے وہ اپنے رسولوں پر ایمان' ان کی تعظیم و توقیر اور ان کے مرتبے کے لائق خطاب کے ذریعے سے مخاطب ہونے میں جلدی کرتے ہیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

سو آپ منہ پھیر لیں ان سے' پس نہیں ہیں آپ قابلِ ملامت ○ اور آپ نصیحت کرتے رہیں' پس بلاشبہ نصیحت نفع دیتی ہے مومنوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول کو اعراض کرنے اور جھٹلانے والوں سے روگردانی کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ یعنی آپ ان کی پروا کیجیے نہ ان کا کوئی مؤاخذہ کیجیے' اپنے معاملات پر توجہ مرکوز رکھیے۔ ﴿ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴾ ان کے گناہ پر آپ کو کوئی ملامت نہیں' آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے جو ذمہ داری آپ ﷺ کے سپرد کی گئی تھی وہ آپ نے پوری کر دی ہے اور جو پیغام دے کر آپ کو بھیجا گیا تھا وہ آپ نے پہنچا دیا ہے۔ ﴿ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور نصیحت کیجیے' بلاشبہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔''

اور تذکیر کی دو اقسام ہیں:

(۱) ایسے امور کے ذریعے سے تذکیر جن کی تفصیل کی معرفت حاصل نہیں' البتہ وہ فطرت اور عقل کے ذریعے سے مجمل طور پر معروف ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عقل میں خیر سے محبت اور خیر کو ترجیح دینا' شر کو ناپسند کرنا اور اس سے دور بھاگنا ودیعت کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اس کے موافق ہے۔ پس شریعت کا ہر امر و نہی' تذکیر ہے۔ تذکیر کامل یہ ہے کہ مامورات شریعت میں بھلائی' حسن اور انسانی مصالح پوشیدہ ہیں ان کا ذکر کیا جائے اور منہیات میں جو نقصانات پنہاں ہیں ان کا ذکر کیا جائے۔

(۲) تذکیر کی دوسری قسم ان امور کے ذریعے سے تذکیر ہے جو اہل ایمان کو معلوم ہیں۔ مگر غفلت اور مدہوشی نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے' ان کو ان امور کی یاددہانی کرائی جاتی ہے' ان کے سامنے ان باتوں کو مکرر بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ باتیں ان کے ذہن میں راسخ ہو جائیں' ان کو تنبیہ ہوتی رہے اور جن باتوں کی انھیں یاددہانی ہوئی ہے ان پر عمل پیرا ہوں' نیز یہ کہ ان میں نشاط اور ہمت پیدا ہو جو ان کے لیے فائدے اور بلندی کی موجب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ نصیحت اور تذکیر مومنوں کو فائدہ دیتی ہے کیونکہ ان کے پاس جو سرمایۂ ایمان' خشیتِ الٰہی' انابت الی اللہ اور اتباع رسول ہے' یہ تمام اوصاف اس بات کے موجب ہیں کہ تذکیر ان کو فائدہ دے اور نصیحت ان کے دل میں اتر جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ○ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ○ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴾ (الأعلیٰ: ۸۷/۹۔۱۱) ''(اے نبی!) آپ نصیحت

کرتے رہیے‘ اگر نصیحت نفع دے۔ جو خشیت سے بہرہ ور ہے‘ وہ ضرور نصیحت پکڑے گا اور بدبختی کا مارا ہوا اس سے پہلوتہی کرے گا۔‘‘ جس میں ایمان کی رمق ہے نہ نصیحت قبول کرنے کی استعداد‘ اس کو تذکیر اور نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی‘ وہ اس شورزدہ زمین کے مانند ہے جس کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا‘ اس قسم کے لوگوں کے پاس اگر تمام نشانیاں بھی آ جائیں تو وہ پھر بھی اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ

اور نہیں پیدا کیے میں نے جن اور انسان مگر (اس لیے) تاکہ وہ عبادت کریں میری ہی ○ نہیں چاہتا میں ان سے کوئی رزق

وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾

اور نہیں چاہتا میں یہ کہ وہ کھلائیں مجھے ○ بلاشبہ اللہ ہی ہے‘ رزاق‘ قوت والا نہایت قوی ○

وہ مقصد جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو تخلیق فرمایا‘ تمام انبیاء و رسل کو مبعوث کیا جو لوگوں کو اس مقصد کی طرف بلاتے رہے‘ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو اس کی معرفت‘ اس کی محبت‘ اس کی طرف انابت اور ماسوا سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف توجہ کرنے کو متضمن ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی معرفت سے وابستہ ہے بلکہ بندے میں اپنے رب کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی اس کی عبادت اتنی ہی کامل ہوگی۔ یہ وہ مقصد ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ اسے ان سے کوئی ضرورت تھی۔

﴿مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ﴾ ’’میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔‘‘ یعنی اللہ عزوجل اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی بھی لحاظ سے کسی کا محتاج ہو۔ تمام مخلوق اپنی حوائج و مطالب ضروریہ اور غیر ضروریہ میں اس کی محتاج ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رزق کثیر کا مالک ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو، وہ اس کا ٹھکانا بھی جانتا ہے اور اس جگہ کو بھی جانتا ہے جہاں اس کو سونپا جانا ہے۔ ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ یعنی وہ تمام قوت اور قدرت کا مالک ہے۔ جس نے اس قدرت کے ذریعے سے عالم علوی اور عالم سفلی کے بڑے بڑے اجسام کو وجود بخشا‘ اس قدرت کے ذریعے سے وہ ظاہر و باطن میں تصرف کرتا ہے اور اس کی مشیت تمام مخلوق پر نافذ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، کوئی بھاگنے والا اسے بے بس کر سکتا ہے نہ کوئی اس کے تسلط سے باہر نکل سکتا ہے۔ یہ اس کی قوت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام کائنات کو بہم رزق پہنچایا۔ یہ اس کی قدرت و قوت ہے کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا جبکہ بوسیدگی نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا ہوگا‘ ہوائیں ان (کے ذرات) کو اڑا کر بکھیر چکی ہوں گی‘ پرندے اور درندے انھیں نگل چکے ہوں گے اور وہ چٹیل بیابانوں اور سمندر میں بکھر چکے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ ان کے اجساد کو جو زمین کم کر

رہی ہے' وہ اسے خوب جانتا ہے' پاک ہے وہ ذات جو قوت والی اور طاقت ور ہے۔

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾

پس بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا ایک ڈول (حصہ عذاب) ہے مثل ڈول (حصے) انکے ساتھیوں کے پس نہ جلدی طلب کریں وہ مجھ سے (عذاب)○

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾ ع

پس ہلاکت ہے ان کے لیے جنہوں نے کفر کیا' ان کے اس دن (کے آنے) سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں○

وہ لوگ جنھوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کر کے ظلم کا ارتکاب کیا' ان کے لیے عذاب اور سزا ہے۔ ﴿ذَنُوبًا﴾ یعنی ان کے لیے بھی اسی طرح حصہ ہے جس طرح ان کے ساتھی اہل ظلم اور اہل تکذیب کے ساتھ کیا گیا۔ ﴿فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ﴾ اس لیے وہ عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں کیونکہ قوموں کے بارے میں سنت الٰہی ایک ہی ہے۔ چنانچہ ہر جھٹلانے والا شخص جو اپنی تکذیب پر جما ہوا ہے جو توبہ کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' اس پر عذاب ضرور واقع ہوگا' خواہ کچھ مدت کے لیے مؤخر ہو جائے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کی وعید سنائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ''پس کافروں کے لیے اس دن ہلاکت ہے جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں ان کو مختلف قسم کے عذاب' سزاؤں' بیڑیوں کی وعید سنائی گئی ہے' ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا ہوگا۔ ہم اس عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الطور

سُوْرَةُ الطُّوْرِ (٥٢) مَكِّيَّةٌ (٧٦) | بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ | اٰيَاتُهَا ٤٩ رُكُوْعَاتُهَا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالطُّورِ ﴿١﴾ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ﴿٢﴾ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ ﴿٣﴾ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ﴿٤﴾

قسم ہے طور (پہاڑ) کی○ اور ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے○ کاغذ میں جو کھلا ہوا ہے○ اور بیت المعمور کی○

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ﴿٦﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَّا لَهُ

اور چھت بلند کی ہوئی کی○ اور سمندر بھڑکائے ہوئے کی○ بلاشبہ عذاب آپکے رب کا ضرور واقع ہونیوالا ہے○ نہیں ہے اسے

مِن دَافِعٍ ﴿٨﴾ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ

کوئی دفع کرنیوالا○ (واقع ہوگا) جس دن تیزی سے حرکت کریگا آسمان تیزی سے حرکت کرنا○ اور چلیں گے پہاڑ چلنا○ پس ہلاکت ہے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّونَ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے○ وہ لوگ کہ وہ (تکذیب میں) مشغول ہیں کھیل رہے ہیں○ جس دن سختی سے دھکیلے جائینگے وہ

وقف لازم

اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ

آتش جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جانا ○ (کہا جائے گا:) یہی ہے وہ آگ وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے ○ کیا پس جادو ہے

هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ

یہ؟ یا تم نہیں دیکھتے؟ ○ داخل ہو جاؤ تم اس میں، پس صبر کرو یا نہ صبر کرو برابر ہے تم پر،

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

یقیناً جزا دیے جاؤ گے تم جو کچھ کہ تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ جلیل القدر حکمتوں پر مشتمل عظیم امور کے ساتھ حیات بعد الموت اور متقین اور مکذبین کی جزاوسزا پر قسم کھاتا ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوہ طور کی قسم کھائی، طور وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور اس نے ان کی طرف وحی بھیجی اور ان پر احکام شریعت نازل فرمائے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں اور اس کی نعمتیں ہیں، بندے جن کو شمار کر سکتے ہیں نہ ان کی قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ﴿وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ ''اور ایک کتاب کی (قسم) جو لکھی ہوئی ہے۔'' اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز لکھ رکھی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہو جو سب سے افضل کتاب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نازل کیا ہے کہ وہ اولین وآخرین کی خبروں اور سابقین ولاحقین کے علوم پر مشتمل ہے۔ ﴿فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾ یعنی اوراق میں لکھا گیا ہے جو بالکل ظاہر ہے، مخفی نہیں ہے اور اس کا حال ہر خردمند اور صاحب بصیرت سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

﴿وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ ''اور بیت معمور کی (قسم)۔'' یہ وہ گھر ہے جو ساتویں آسمان سے اوپر واقع ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے مکرم فرشتوں سے آباد رہتا ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں پھر قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی۔ کہا جاتا ہے کہ ''بیت المعمور'' سے مراد بیت اللہ ہے جو ہر وقت طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں، ذکر کرنے والوں اور حج وعمرہ کے لیے آنے والوں سے آباد رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں قسم کھائی ہے: ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾ (التین: ۹۵/۳) ''اور اس امن والے شہر کی قسم۔'' وہ گھر جو روئے زمین کے تمام گھروں سے افضل ہے، لوگ حج اور عمرہ کے لیے اس کا قصد کرتے ہیں جو اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کی ان عظیم بنیادوں میں سے ہے جن کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا، یہ وہ گھر ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ مقرر فرمایا، یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے اور اس کی عظمت کو بیان فرمائے جو اس گھر کے اور اس کی حرمت کے لائق ہے۔

﴿ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴾ ''اور اونچی چھت کی (قسم)۔'' یعنی آسمان کی جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لیے چھت اور زمین کے لیے آبادی کی بنیاد بنایا' زمین کی خوش نمائیاں آسمان سے مدد لیتی ہیں' آسمان کی علامات اور روشنیوں سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش' رحمت اور انواع واقسام کے رزق نازل کرتا ہے۔ ﴿ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴾ یعنی پانی سے لبریز سمندر کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اسے پانی سے لبریز کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اسے بہہ کر روئے زمین پر پھیل جانے سے روک دیا' حالانکہ پانی کی فطرت یہ ہے کہ وہ زمین کو ڈھانپ لیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ یہ پانی کو ادھر ادھر بہہ جانے سے روک دے تاکہ روئے زمین پر مختلف حیوانات زندہ رہ سکیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ﴿ الْمَسْجُوْرِ ﴾ سے مراد وہ سمندر ہے جس میں قیامت کے دن آگ بھڑکائی جائے گی' اس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور وہ اپنی کشادگی کے باوجود عذاب کی مختلف اصناف سے بھرا ہوا ہوگا۔

یہ اشیاء جن کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے دلالت کرتی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں' اس کی توحید کے دلائل اور اس کی قدرت اور حیات بعد الموت کے براہین ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴾ یعنی تیرے رب کے عذاب کا واقع ہونا لازمی ہے' اللہ تعالیٰ اپنے قول اور وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴾ ''اسے کوئی روکنے والا نہیں۔'' یعنی کوئی ایسی ہستی نہ ہوگی جو اسے دور ہٹا سکے اور نہ کوئی ایسا مانع ہوگا جو اسے روک سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے نہ کوئی بھاگ کر اس سے بچ سکتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دن کا وصف بیان فرمایا جس دن یہ عذاب واقع ہوگا' چنانچہ فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴾ ''جس دن آسمان تیز تیز حرکت کرنے لگے گا۔'' یعنی گھومے گا اور مضطرب ہوگا۔ بے قراری اور عدم سکون کی وجہ سے دائمی طور پر متحرک رہے گا۔ ﴿ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴾ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں سے ہل جائیں گے اور بادل کے مانند چلیں گے اور وہ ایسے رنگ برنگے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگی اون۔ اس کے بعد یہ پہاڑ بکھر جائیں گے یہاں تک کہ وہ غبار بن جائیں گے۔ یہ سب کچھ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگا۔ تب بے چارے کمزور آدمی کا کیا حال ہوگا؟

﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''پس اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔'' الـويـل ہر قسم کی عقوبت' حزن وغم' عذاب اور خوف کے لیے ایک جامع کلمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کا وصف بیان فرمایا جو اس ویـل کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴾ ''جو اپنی بے ہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں۔'' یعنی وہ باطل میں گھس کر اس سے کھیل رہے ہیں' پس ان کے تمام علوم اور ان کی تمام ضرر رساں علمی تحقیقات تکذیب حق اور تصدیق باطل کو متضمن ہیں' ان کے تمام اعمال' جہلاء' سفہاء اور لہو ولعب میں

مشغول لوگوں کے اعمال ہیں' بخلاف ان اعمال کے جن پر اہل تصدیق اور اہلِ ایمان کار بند ہیں' یعنی علوم نافعہ اور اعمالِ صالحہ۔ ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴾ یعنی جہنم کی آگ کی طرف دھکیلے جائیں گے اور نہایت درشتی سے انھیں ہانکا جائے گا' انھیں چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور زجر و توبیخ اور ملامت کے طور پر انھیں کہا جائے گا: ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''یہی وہ آگ ہے جسے تم جھوٹ سمجھتے تھے۔'' آج دائمی عذاب کا مزہ چکھو جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف بیان ہو سکتا ہے۔

﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ کیا پھر یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں یہ احتمال ہے کہ اشارہ جہنم اور عذاب کی طرف ہو جیسا کہ آیات کا سیاق دلالت کرتا ہے، یعنی جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے تو جھڑکنے کے انداز میں ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ جادو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور تم نے اسے دیکھ لیا ہے یا تم دنیا کے اندر دیکھ نہیں سکتے تھے، یعنی تمھارے اندر کوئی بصیرت تھی نہ تم علم رکھتے تھے بلکہ تم اس معاملے میں بالکل جاہل تھے اور تم پر حجت قائم نہ ہوئی تھی؟ اور جواب دونوں امور کی نفی ہے۔

رہا اس کا جادو ہونا تو تم پر یہ حقیقت پوری طرح واضح تھی کہ یہ سب سے بڑا حق اور سب سے بڑی سچائی ہے جو ہر لحاظ سے جادو کے منافی ہے۔ رہا ان کا (دنیا کے اندر) بصیرت سے محروم ہونا تو معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی' انبیاء و مرسلین نے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی' ان پر دلائل و براہین قائم کیے جنھوں نے اسے سب سے بڑی' سب سے واضح، جلیل القدر اور ثابت شدہ حقیقت بنا دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ میں اشارہ اس حق مبین اور صراط مستقیم کی طرف ہو جسے لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔ کیا کوئی ایسا شخص جو عقل سے بہرہ مند ہے' اس کے بارے میں یہ کہنے کا تصور کر سکتا ہے کہ یہ جادو ہے' حالانکہ یہ عظیم ترین اور جلیل ترین حق ہے؟ مگر وہ بصیرت سے محروم ہونے کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

﴿ اِصْلَوْهَا ﴾ یعنی اس آگ میں اس طرح داخل ہو جاؤ کہ یہ تمھیں گھیر لے' تمھارے بدنوں کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لے اور تمھارے دلوں تک جا پہنچے۔ ﴿ فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ﴾ ''پس تم صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے۔'' یعنی جہنم کے اندر صبر تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا' تم ایک دوسرے کو تسلی دے سکو گے نہ تمھارے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ یہ عذاب ان امور میں سے نہیں جن پر بندہ صبر کرتا ہے تو ان کی مشقت کم اور ان کی شدت زائل ہو جاتی ہے۔ ان کے ساتھ یہ سب کچھ ان کے گندے اعمال اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہوگا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''بے شک تمھیں اسی چیز کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کرتے رہے۔''

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿۱۷﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ

بلاشبہ متقی لوگ باغات اور نعمتوں میں ہونگے ○ لطف اندوز ہور ہے ہونگے ان چیزوں سے جو دیگا انکو انکا رب اور بچالیا انہیں انکے رب نے

عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِئِينَ

عذاب جہنم سے ○ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے بدلے اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○ تکیہ لگائے ہوں گے

عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿۲۰﴾

ایسے تختوں پر جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں گے اور ہم نکاح کردیں گے ان کا بڑی آنکھوں والی حوروں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل تکذیب کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد' اہل تقویٰ کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تاکہ ترغیب و ترہیب کو اکٹھا کردے اور دل خوف و رجا کے درمیان رہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ ﴾ جنھوں نے اپنے رب کے لیے تقوے کو اپنا شعار بنایا جو اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کی نواہی سے کنارہ کشی کر کے اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچتے رہے۔ ﴿ فِي جَنَّاتٍ ﴾ وہ باغات میں ہوں گے' ان باغات کی روشوں کو گھنے درختوں نے ڈھانپ رکھا ہوگا' ان میں اچھلتی کودتی ندیاں ہوں گی' چار دیواری سے گھرے ہوئے محل اور آراستہ کیے ہوئے گھر ہوں گے ﴿ وَنَعِيمٍ ﴾ ''اور نعمتوں میں ہوں گے۔'' یہ قلب کی نعمت اور روح و بدن کی نعمت کو شامل ہے۔ ﴿ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ﴾ یعنی ان کا رب ان کو جس نعمت سے نوازے گا اس سے خوش ہوتے ہوئے' نہایت فرحت و سرور کے ساتھ اس سے متمتع ہوتے ہوئے اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ ایسی نعمت جس کا وصف ممکن نہیں اور نہ کوئی نفس یہ جانتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ پس ان کو ان کی پسندیدہ چیزیں عطا کرے گا اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچائے گا کیونکہ انھوں نے وہ کام کیے جو ان کے رب کو پسند تھے اور ان کاموں سے اجتناب کیا جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ ﴿ كُلُوا وَاشْرَبُوا ﴾ یعنی ہر قسم کے لذیذ کھانے اور مشروبات جو تمھارا دل چاہتا ہے کھاؤ پیو ﴿ هَنِيئًا ﴾ یعنی مزے سے' بہجت و سرور اور فرحت و مسرت کے ساتھ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ یعنی تمھیں جو کچھ حاصل ہوا ہے' تمھارے نیک اعمال اور اچھے اقوال کے باعث حاصل ہوا ہے۔ ﴿ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ﴾ ''وہ برابر بچھے ہوئے (شاندار) تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔'' اَلِاتِّکَاء سے مراد ہے راحت اور قرار کے ساتھ جم کر بیٹھنا۔ اَلسُّرُر سے مراد وہ تخت ہیں جو قیمتی پارچہ جات اور خوبصورت بچھونوں سے آراستہ کیے گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا تختوں کا وصف بیان کرنا کہ وہ صف در صف بچھائے گئے ہوں گے' ان کی کثرت' حسن تنظیم' اہل جنت کے اجتماع' ان کی مسرت' ان کے حسن معاشرت اور باہم ملاطفت پر دلالت کرتا ہے۔ جب ان کے لیے قلب اور بدن و روح کی ایسی ایسی نعمتیں یکجا ہو جائیں گی' یعنی لذیذ ماکولات' مشروبات اور حسین اور دلکش مجالس جن کا گزر کبھی تصور و خیال میں بھی نہ ہوا ہوگا تو عورتوں کے ساتھ تمتع کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا جن کے بغیر مسرت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان کے

لیے ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے اوصاف، تخلیق اور اخلاق کے اعتبار سے کامل ترین عورتیں ہوں گی۔ اس لیے فرمایا: ﴿ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ ''اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا عقد کریں گے۔'' اس سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن میں ظاہری حسن و جمال اور اخلاق فاضلہ جمع ہیں جو اپنے حسن و جمال سے دیکھنے والوں کو متحیر کر دیتی ہیں اور لوگوں کی عقل سلب کر لیتی ہیں اور دل وصال کی چاہت میں ان کی طرف اڑ کر جاتے ہیں۔ اَلْعِيْنُ سے مراد ملیح اور خوبصورت آنکھوں والی عورتیں جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی نہایت صاف اور واضح ہو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پیروی کی انکی انکی اولاد نے ساتھ ایمان کے تو ہم ملا دینگے انکے ساتھ انکی اولاد کو (جنت میں) اور نہیں

اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿٢١﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ

کم کریں گے ہم ان کیلئے ان کے عمل سے کچھ بھی ہر شخص ساتھ اس کے جو اس نے کمایا گروی ہے ○ اور ہم خوب دیں گے ان کو

بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا

لذیذ میوے اور گوشت اس سے جو وہ چاہیں گے ○ ایک دوسرے سے جھپٹیں گے ایسا جام شراب کہ نہ لغو (بکواس) ہو گی اس میں اور نہ

تَاْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٢٤﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کوئی گناہ ○ اور پھر رہے ہونگے ان پر نوعمر لڑکے ان (کی خدمت) کیلئے گویا کہ وہ موتی ہیں پردے میں چھپائے ہوئے ○ اور متوجہ ہونگے بعض انکے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ

بعض پر ایک دوسرے سے (حال) پوچھتے ہوئے ○ وہ کہیں گے بلاشبہ تھے ہم پہلے (اس سے) اپنے اہل (دنیا) میں ڈرنے والے ○ پس احسان کیا اللہ نے

عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ

ہم پر اور اس نے بچایا ہمیں لو (گرم ہوا) کے عذاب سے ○ بلاشبہ تھے ہم پہلے ہی اس (اللہ) کو پکارتے

اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿٢٨﴾

بے شک وہی ہے خوب احسان کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ○

یہ اہل جنت کی نعمتوں کی تکمیل ہے کہ اللہ تعالیٰ، اہل جنت کے ساتھ ان کی اس اولاد کو بھی لے جائے گا جنھوں نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی، یعنی وہ اس ایمان کی بنا پر ان کے ساتھ جا ملیں گے جو ان کے آباؤ اجداد سے صادر ہوا اور اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی۔ اگر اولاد نے اپنے ایمان کے ساتھ جو خود ان سے صادر ہوا، اپنے آباؤ اجداد کی اتباع کی تو ان کے اپنے آباء کے ساتھ لاحق ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ان مذکورہ بالا لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ ان کے مقامات میں ملائے گا اگرچہ وہ ان مقامات پر نہ جا سکیں گے، یہ الحاق ان کے آباؤ اجداد کے لیے جزا اور ان کے ثواب میں اضافے کے طور پر ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ آباؤ اجداد کے اعمال میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گا۔

چونکہ کسی کو یہ توہم لاحق ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جہنم کے ساتھ بھی یہی کرے گا' ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائے گا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جنت اور جہنم کے احکام ایک جیسے نہیں ہیں۔ جہنم دار عدل ہے اور اللہ تعالیٰ کا عدل یہ ہے کہ وہ کسی کو گناہ کے بغیر سزا نہیں دیتا' اس لیے فرمایا: ﴿كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ یعنی ہر شخص اپنے عمل ہی کا گروی ہے' کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ اٹھائے گی نہ کسی پر کسی دوسرے کا گناہ ڈالا جائے گا۔ ﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ﴾ یعنی ہم اپنے بے پایاں فضل و کرم سے اہل جنت کو اور زیادہ نعمتیں عطا کریں گے اور رزق عام سے بہرہ مند کریں گے۔ ﴿بِفَاكِهَةٍ﴾ یعنی انگور' انار' سیب اور نہایت لذیذ پھلوں کی مختلف اصناف سے نوازیں گے جو اس پر مستزاد ہوں گے جسے وہ عام خوراک کے طور پر استعمال کریں گے۔ ﴿وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ اور پرندوں وغیرہ کے ہر قسم کے گوشت جو وہ طلب کریں گے اور جو ان کا دل چاہے گا۔

﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا﴾ رحیق اور شراب کے جاموں کا دور چلے گا' وہ آپس میں ایک دوسرے سے جام لے رہے ہوں گے اور ہمیشہ رہنے والے لڑکے پیالے اور صراحیاں لیے ان کے درمیان (خدمت کے لیے) گھوم رہے ہوں گے۔ ﴿لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ یعنی جنت میں کوئی لغو بات نہ ہوگی' وہ بات جس میں کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس میں کوئی گناہ کی بات ہوگی۔ اور اس سے مراد وہ بات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی پہلو ہو۔ جب کلام لغو اور کلام معصیت دونوں کی نفی ہوگئی تو اس سے تیسری چیز کا اثبات ہوگیا، یعنی ان کا کلام (لغو امور سے) سلامت اور طیب و طاہر ہوگا جو نفوس کو مسرت اور دلوں کو فرحت بخشے گا' وہ بہترین طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کی دوستی پاکیزہ ترین دوستی ہوگی' انھیں اپنے رب کی طرف سے صرف وہی باتیں سننے کو ملیں گی جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں گی اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ان پر راضی ہونے اور ان سے محبت کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ﴾ یعنی نوجوان خدام ان کے آس پاس پھریں گے۔ ﴿كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ اپنے حسن اور خوب صورتی کی بنا پر، گویا وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔ وہ ان کی خدمت اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ان کے پاس آجا رہے ہوں گے۔ یہ چیز ان کے لیے بے پایاں نعمتوں اور کامل راحت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔'' یعنی دنیا کے معاملات اور اس کے احوال کے بارے میں ﴿قَالُوْٓا﴾ یعنی وہ اس چیز کا ذکر کرتے ہوئے جس نے انھیں خوشی اور مسرت کے احوال تک پہنچایا ہے' کہیں گے۔ ﴿اِنَّا كُنَّا قَبْلُ﴾ ''بلاشبہ اس سے پہلے ہم ۔'' یعنی دنیا کے گھر میں ﴿فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾ ''اپنے اہل و عیال میں (اللہ سے) ڈرا کرتے تھے۔'' یعنی ہم

نے اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دیا اور اس بنا پر عیوب کو درست کر لیا۔ ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور توفیق کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ ﴿وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ اور کرم عذاب سے جس کی حرارت بہت سخت ہو گی' ہمیں بچایا۔ ﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ﴾ "بے شک اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔" کہ وہ ہمیں عذاب سموم سے بچائے اور نعمتوں بھری جنت میں پہنچائے۔ یہ جملہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔ یعنی ہم مختلف عبادات کے ذریعے سے اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور تمام اوقات میں اس کو پکارتے تھے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ پس ہم پر اس کا احسان اور رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اپنی رضا اور جنت سے بہرہ ور کیا اور اپنی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے بچایا۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

سو آپ نصیحت کریں، پس نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے کاہن اور نہ دیوانے ○ کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ (وہ پیغمبر) شاعر ہے ہم انتظار کرتے ہیں

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ

اسکی بابت حوادث زمانہ (موت) کا ○ آپ کہہ دیجیے: تم انتظار کرو پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں سے ہوں ○ کیا حکم دیتی ہیں انکو

اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾

انکی عقلیں اسی (بات) کا یا وہ لوگ ہی سرکش ہیں؟ ○ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی گھڑا ہے اس (قرآن) کو؟ بلکہ نہیں وہ ایمان لاتے ○

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ

پس چاہیے کہ وہ لے آئیں ایک بات مثل اس (قرآن) کے اگر ہیں وہ سچے ○ کیا پیدا کیے گئے ہیں وہ بغیر کسی چیز (خالق) کے یا

هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ

وہی ہیں (خود) پیدا کرنے والے؟ ○ کیا انہوں نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ بلکہ نہیں وہ یقین رکھتے ○ کیا انکے پاس

خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ

خزانے ہیں آپکے رب کے؟ یا وہ (انکے) داروغے ہیں؟ ○ کیا ان کیلئے کوئی سیڑھی ہے کہ وہ سن لیتے ہیں اس پر (چڑھ کر)؟ پس چاہیے کہ لے آئے

مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا

انکا سننے والا کوئی دلیل واضح ○ کیا اس (اللہ) کیلئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟ ○ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے کوئی معاوضہ

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ

پس وہ (اس کے) تاوان سے بوجھل ہیں؟ ○ یا ان کے پاس (علم) غیب ہے پس وہ لکھتے ہیں؟ ○ کیا

يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ

وہ ارادہ کرتے ہیں کسی فریب کا؟ پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہی ہیں فریب خوردہ ○ کیا ان کے لیے کوئی اور معبود ہے

غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

سوائے اللہ کے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو' مسلمانوں اور کفار کو نصیحت کریں تاکہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے اور توفیق یافتہ لوگ آپ کی تذکیر کے ذریعے سے راہ راست پالیں' نیز یہ کہ آپ مشرکین اہل تکذیب کی باتوں اور ان کی ایذا رسانی کو خاطر میں نہ لائیں اور ان کی ان باتوں کی پروا نہ کریں جن کے ذریعے سے وہ لوگوں کو آپ کی اتباع سے روکتے ہیں' حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ ان باتوں سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور ہیں' بنابریں اللہ تعالیٰ نے ہر اس نقص کی نفی کر دی جسے وہ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس لیے فرمایا: ﴿فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ﴾ یعنی نہیں ہیں آپ اپنے رب کے لطف و کرم سے ﴿بِكَاهِنٍ﴾ ''کاہن۔'' جس کے پاس جنوں کا سردار آتا ہے اور اس کے پاس غیب کی خبر لاتا ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ خود اپنی طرف سے شامل کر دیتا ہے۔ ﴿وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ اور نہ آپ فاتر العقل ہیں بلکہ آپ عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ کامل' شیاطین سے سب سے زیادہ دور' صداقت میں سب سے بڑے' تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور سب سے زیادہ کامل ہیں۔

اور کبھی کبھی ﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ وہ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ﴿شَاعِرٌ﴾ ''شاعر ہے۔'' شعر کہتا ہے اور اس کے پاس جو چیز آتی ہے وہ شاعری ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ (یٰس: ۶۹/۳۶) ''ہم نے اسے شاعری سکھائی ہے نہ شاعری اس کے لائق ہے۔'' ﴿نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ﴾ یعنی ہم اس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں پس اس کا معاملہ ختم ہو جائے گا اور ہم اس سے نجات حاصل کر کے راحت پالیں گے۔ ﴿قُلْ﴾ آپ اس حماقت آمیز بات کے جواب میں ان سے کہہ دیجیے: ﴿تَرَبَّصُوْا﴾ یعنی تم میرے مرنے کا انتظار کرو ﴿فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ﴾ ''پس میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔'' ہم تمھارے بارے میں اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں تمھیں عذاب میں مبتلا کرے۔

﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾ ''کیا ان کی عقلیں انھیں یہی سکھاتی ہیں یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں؟'' یعنی کیا ان کا آپ کو یہ جھٹلانا اور ان کی یہ باتیں جو وہ (آپ کے بارے میں) کرتے ہیں' ان کی عقل و خرد سے صادر ہوئی ہیں؟ کتنی بری ہے ان کی عقل و خرد جس کے یہ نتائج اور یہ ثمرات ہیں کیونکہ ان کی عقلوں ہی نے تو مخلوق میں سے زیادہ کامل العقل کو مجنون اور سب سے بڑی صداقت اور سب سے بڑے حق کو جھوٹ اور باطل قرار دیا' ایسی (فاسد) عقلوں سے تو مجانین بھی منزہ ہیں۔ یا اس پر جس چیز نے ان کو آمادہ کیا ہے وہ ان کا ظلم اور سرکشی ہے؟ اور فی الواقع ظلم اور

سرکشی ہی اس کا سبب ہے۔ پس سرکشی ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی حد نہیں جہاں آکر وہ رک جائے۔ ایک سرکش اور حدود سے تجاوز کرنے والے شخص سے کسی بھی قول و فعل کا صدور ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے خود ہی یہ (قرآن) گھڑ لیا ہے اور اسے خود اپنی طرف سے کہا ہے؟ ﴿ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔'' پس اگر وہ ایمان لائے ہوتے تو وہ اس طرح کی باتیں نہ کہتے جو انھوں نے کہی ہیں۔ ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ اسے محمد (ﷺ) نے تصنیف کیا ہے تو تم نہایت فصیح عرب اور بڑے بلیغ لوگ ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں مقابلے کی دعوت بھی دی ہوئی ہے کہ تم اس جیسا کلام بنا لاؤ تاکہ تمھاری مخالفت کی صداقت ثابت ہو ورنہ تم قرآن کی صداقت کو تسلیم کر لو اور اگر تم تمام انسان اور جنات اکٹھے ہو جاؤ، تب بھی تم اس کا معارضہ کر سکتے ہو نہ اس جیسا کلام بنا کر لا سکتے ہو۔ تب اس وقت تمھارا معاملہ دو امور میں سے ایک ہے۔ یا تو اس کو تسلیم کرتے ہو اور اس کی ہدایت کی پیروی کرتے ہو یا تم عناد رکھتے ہوئے باطل کی اتباع کرتے ہو۔

﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴾ ''کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟'' یہ ان کے سامنے ایک ایسی چیز کے ذریعے سے استدلال ہے جس میں حق کو تسلیم کیے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں یا اس سے ان کا عقل و دین کی موجبات سے نکلنا ثابت ہو جائے گا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء و رسل کو جھٹلاتے ہیں اور یہ اس حقیقت کے انکار کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ شریعت کے ساتھ ساتھ عقل میں بھی یہ چیز متحقق ہے کہ ان کی تخلیق تین امور میں سے کسی ایک سے خالی نہیں:

(۱) ان کو کسی چیز کے بغیر پیدا کیا گیا ہے، یعنی ان کا کوئی خالق نہیں جس نے ان کو تخلیق کیا ہو بلکہ وہ کسی ایجاد اور موجد کے بغیر وجود میں آئے ہیں اور یہ عین محال ہے۔

(۲) انھوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا ہے اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی اپنے آپ کو بذات خود وجود بخشے۔

(۳) جب مذکورہ بالا دونوں امور باطل ہو گئے اور ان کا محال ہونا ثابت ہو گیا تو تیسری بات متعین ہو گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان کو تخلیق کیا۔ جب یہ بات متعین ہو گئی تو معلوم ہوا کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے جس کے سوا کسی اور ہستی کی عبادت مناسب ہے نہ درست۔

﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ''یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟'' یہ ایسا استفہام ہے جو نفی کے اثبات پر دلالت کرتا ہے، یعنی انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا نہیں کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک بن

جائیں، یہ حقیقت بالکل واضح ہے لیکن تکذیب کرنے والے ﴿لَّا يُوقِنُونَ﴾ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔ یعنی یہ جھٹلانے والے علم کامل سے محروم ہیں جو ان کے لیے دلائل شرعی و عقلی سے استفادے کا موجب ہوتا ہے۔

﴿أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾ یعنی کیا ان جھٹلانے والوں کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم کر دیں؟ اس لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کو، اپنے بندے اور رسول، محمد ﷺ کو نبوت سے سرفراز کرنے سے روک دیا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ان کے سپرد کر دیے گئے ہیں، حالانکہ وہ اس سے حقیر اور ذلیل تر ہیں کہ یہ کام ان کے سپرد کیا جائے۔ ان کے ہاتھ میں تو خود اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان، زندگی اور موت اور مرنے کے بعد زندہ ہونا نہیں ہے۔ ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (الزخرف: ۳۲/۴۳) ''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ دنیاوی زندگی میں ہم ہی نے ان کے درمیان ان کی روزی کو تقسیم کیا ہے۔'' ﴿أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے اقتدار پر قہر اور غلبہ سے مسلط ہیں؟ مگر معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو عاجز اور محتاج ہیں۔

﴿أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ﴾ ''کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن آتے ہیں۔'' یعنی کیا انھیں غیب کا علم ہے اور وہ ملاً اعلیٰ کی باتیں سنتے ہیں اور ایسے امور کے بارے میں خبریں دیتے ہیں جنھیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم﴾ ''پھر چاہیے کہ ان کا سننے والا لائے۔'' یعنی ملاً اعلیٰ کی باتیں سننے کا دعوے دار ﴿بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ﴾ ''کوئی صریح دلیل۔'' اور یہ دلیل اس کے پاس کہاں سے آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی غیب اور موجود کا علم رکھتا ہے، وہ کسی پر غیب کو ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جس پر وہ غیب کو ظاہر کرنے پر راضی ہو، وہ اپنے علم میں سے جو چاہتا ہے اس کے بارے میں اس رسول کو آگاہ کرتا ہے۔ جبکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رسولوں میں سے سب سے افضل، سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان کے امام ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے وعدے اور وعید وغیرہ کے بارے میں سچی خبریں دینے والے ہیں اور آپ کی تکذیب کرنے والے جہالت، ضلالت، گمراہی اور عناد میں مبتلا ہیں، تب دونوں خبر دینے والوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے کہ اس کی خبر قبول کی جائے، خاص طور پر جب کہ رسول اللہ ﷺ نے جن امور کی خبر دی ہے ان پر دلائل و براہین قائم ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ یہ عین الیقین، حقیقت اور کامل ترین صداقت ہے۔ ان کا اپنے دعوے (انبیاء کے جھوٹے ہونے) پر دلیل قائم کرنا تو کجا، وہ اس میں کوئی شبہ تک نہیں پیدا کر سکتے۔

﴿أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ﴾ ''کیا اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں ہیں؟'' جیسا کہ تم سمجھتے ہو ﴿وَلَكُمُ الْبَنُونَ﴾ ''اور تمھارے لیے بیٹے۔'' پس تم قابل احتراز امور کو جمع کر رہے ہو، یعنی تمھارا اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا اور ناقص

ترین صنف کو اس کی طرف منسوب کرنا' رب کائنات کی اس تنقیص کے بعد بھی کوئی غایت وانتہا ہے؟ ﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ ﴾ اے رسول! کیا آپ ان سے مانگتے ہیں ﴿ اَجْرًا ﴾ تبلیغ رسالت پر اجر ﴿ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴾ ''کہ وہ اس کے تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں؟'' مگر معاملہ ایسا نہیں' آپ تو ان کو کسی معاوضے کے بغیر علم سکھانے کے خواہش مند ہیں، آپ تو اپنی رسالت قبول کرنے' آپ کے حکم اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے پر بہت زیادہ مال خرچ کرتے ہیں آپ زکوٰۃ میں سے تالیف قلب کے لیے مال عطا کرتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں علم وایمان جاگزیں ہو جائے۔

﴿ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ یا غیب میں سے جو کچھ انھیں معلوم ہوتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں' انھیں ان امور کی اطلاع ہوتی ہے جن کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو نہیں ہوتی' پس وہ اپنے علم غیب کے ذریعے سے آپ کا مقابلہ کرتے ہیں اور آپ سے عناد رکھتے ہیں؟ حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ ان پڑھ' جاہل اور گمراہ لوگ ہیں اور رسول مصطفیٰ ﷺ ایسی ہستی ہیں جن کے پاس دوسروں کی نسبت سب سے زیادہ علم ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنا آپ کو غیب کے علم سے آگاہ فرمایا اتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیا۔ یہ سب ان کے قول کے فاسد ہونے پر عقلی اور نقلی طریقے سے الزامی دلیل ہے' نیز نہایت احسن' نہایت واضح اور اعتراض سے محفوظ طریقے سے اس قول کے بطلان کی تصویر پیش کرتا ہے۔

﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ ﴾ کیا وہ آپ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب میں جرح وقدح کرکے ﴿ كَيْدًا ﴾ کوئی سازش کرنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے سے وہ آپ کے دین اور آپ کے کام کو فاسد کرنا چاہتے ہیں؟ ﴿ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہی فریب خوردہ ہیں۔'' یعنی ان کی سازش ان کے سینوں ہی میں رہے گی اور اس کا نقصان انھی کی طرف لوٹے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ وللّٰہ الحمد.
کوئی ایسی چال جو کفار کی قدرت واختیار میں تھی' انھوں نے باقی نہ رکھی جس پر عمل نہ کیا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں اپنے نبی ﷺ کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا' اپنے دین کو غالب فرمایا' ان کو بے یار ومددگار تنہا چھوڑا اور ان سے انتقام لیا۔ ﴿ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ﴾ یعنی کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے جسے پکارا جائے اس سے کسی نفع کی امید رکھی جائے اور اس کے ضرر سے ڈرا جائے؟ ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''اللہ پاک ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' اقتدار میں اس کا کوئی شریک ہے نہ وحدانیت اور عبودیت میں۔ یہی وہ مقصد ہے جس کی خاطر یہ کلام لایا گیا اور وہ ہے قطعی دلائل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ہستی کی عبادت کا بطلان اور اس کے فاسد ہونے کا بیان۔ جس موقف پر مشرکین قائم ہیں وہ باطل ہے۔ وہ ہستی جس کی عبادت کی جانی چاہیے جس کے لیے نماز پڑھنی چاہیے جس کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے۔ دعا، یعنی دعائے عبادت اور

دعائے مسئلہ کو اسی کے لیے خالص کرنا چاہیے‘ وہ اللہ تعالیٰ معبودِ حقیقی کی ہستی ہے جو اسماء و صفات میں کامل‘ بے شمار نعوتِ حسنہ اور افعالِ جمیلہ کا مالک‘ صاحبِ جلال و اکرام‘ قوت و غلبے کا مالک جس کو مغلوب کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا جا سکتا جو اکیلا‘ یکتا‘ متفرد‘ بے نیاز‘ بہت بڑا‘ قابلِ حمد و ثنا اور مالکِ مجد و جلال ہے۔

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ

اور اگر وہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان سے گرتا ہوا تو وہ کہیں گے‘ (یہ) بادل ہے تہ بہ تہ ○ پس آپ چھوڑ دیجیے ان کو یہاں تک کہ

يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ

وہ ملیں اپنے اس دن سے کہ جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے ○ اس دن نہیں فائدہ دے گا انھیں ان کا فریب

شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٦﴾

کچھ بھی اور نہ وہ مدد ہی کیے جائیں گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرماتا ہے کہ مشرکین جو واضح حق کو جھٹلا رہے ہیں‘ انھوں نے حق کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی اور باطل پر نہایت سختی سے جم گئے ہیں‘ نیز بیان فرمایا کہ اگر حق کے اثبات کے لیے ہر قسم کی دلیل قائم کر دی جائے تو پھر بھی وہ اس کی اتباع نہیں کریں گے بلکہ اس کی مخالفت کرتے رہیں گے اور اس سے عناد رکھیں گے ﴿وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا﴾ یعنی اگر وہ بہت بڑی نشانیوں میں سے آسمان کا ٹکڑا عذاب بن کر گرتا دیکھیں ﴿يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ﴾ تو کہیں گے کہ یہ تو عام عادت کے مطابق گہرا بادل ہے یعنی وہ جن آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کریں گے‘ ان کی پروا کریں گے نہ ان سے عبرت حاصل کریں گے۔ عذاب اور سخت سزا کے سوا ان لوگوں کا کوئی علاج نہیں۔ اس لیے فرمایا: ﴿فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ﴾ ”پس ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ دن جس میں وہ بے ہوش کر دیے جائیں گے، سامنے آجائے۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں ان پر عذاب نازل ہوگا جس کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے۔ ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ ”جس دن ان کی چالیں (کم یا زیادہ) کچھ کام نہ آئیں گی۔“ اگرچہ دنیا کے اندر انھوں نے سازشیں کیں اور ان کے ذریعے سے قلیل سے زمانے تک زندگی گزاری‘ قیامت کے دن ان کی سازشوں کا تار و پود بکھر جائے گا‘ ان کی دوڑ دھوپ رائیگاں جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے ﴿وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾ ”اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی۔“

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ

اور بلاشبہ ان لوگوں کیلئے جنھوں نے ظلم کیا ایک عذاب ہے (دنیا میں) علاوہ اس (عذابِ آخرت) کے اور لیکن اکثر انکے نہیں جانتے ○ اور آپ صبر کیجیے

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾

حکم آنے تک اپنے رب کا‘ پس بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور تسبیح کیجیے ساتھ حمد کے اپنے رب کی جس وقت آپ کھڑے ہوں ○

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

اور (کچھ حصہ) رات میں بھی، پس تسبیح کیجیے اس کی اور پیچھے (غروب ہونے) ستاروں کے بھی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ قیامت کے روز ظالموں کے لیے عذاب ہے، آگاہ فرمایا کہ قیامت کے روز عذاب سے پہلے بھی ان کے لیے عذاب ہے اور یہ عذاب قتل کیے جانے، قیدی بنائے جانے، اپنے گھروں سے نکالے جانے، قبر اور برزخ کے عذاب کو شامل ہے ﴿ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ "لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔" یعنی اسی لیے ایسے کاموں پر جمے ہوئے ہیں جو عذاب اور سخت سزا کے موجب ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اہل تکذیب کے اقوال کے بطلان پر دلائل و براہین بیان کر دیے تو اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان مشرکین کی کچھ بھی پروا نہ کریں اور اپنے رب کے حکم قدری و شرعی کا استقامت کے ساتھ التزام کرتے ہوئے اس پر صبر کریں، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ وہ آپ کے لیے کافی ہے۔ فرمایا: ﴿ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾ یعنی آپ ہمارے سامنے، ہماری حفاظت میں ہیں اور آپ کا معاملہ ہمارے زیر عنایت ہے اور آپ کو حکم دیا کہ صبر، ذکر الٰہی اور عبادت سے مدد لیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴾ "اور (اے نبی!) جب آپ کھڑے ہوں، تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیجیے۔" اس آیت کریمہ میں رات کے قیام کا حکم ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ نماز پنجگانہ کے لیے کھڑے ہوں، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴾ "اور (کچھ حصہ) رات میں بھی، پس آپ اس کی تسبیح کیجیے، اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی۔" یعنی رات کے آخری حصے میں اور اس میں فجر کی نماز بھی داخل ہے۔

تفسیر سورۃ النجم

سُورَةُ النَّجْمِ (۵۳) مَكِّيَّةٌ (۲۳) — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — آیاتہا ۶۲ رکوعاتہا ۳

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے ○ نہیں بہکا تمہارا ساتھی اور نہ وہ بھٹکا ○ اور نہیں بولتا وہ (اپنی) خواہش سے ○

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ﴿٦﴾ وَهُوَ

نہیں ہے وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے (اس کی طرف) ○ سکھایا اسکو مضبوط قوتوں والے (جبریل) نے ○ جو نہایت طاقتور ہے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ○ اور وہ

بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴿٩﴾ فَأَوْحَىٰ

(آسمان کے) بلند کنارے پر تھا ○ پھر وہ قریب ہوا پس اتر آیا ○ تو ہو گیا وہ بقدر دو کمانوں کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ○ پھر اس نے وحی پہنچائی

إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ﴿١١﴾ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ﴿١٢﴾

اللہ کے بندے کو جو وحی پہنچائی ○ نہیں جھوٹ بولا دل نے جو کچھ اس نے دیکھا ○ کیا پس تم جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو اس نے دیکھا؟ ○

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾

اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے دیکھا اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی ○ نزدیک سدرۃ المنتہی کے ○ نزدیک ہی ہے اسکے جنت الماویٰ ○

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى

جب ڈھانپ رہا تھا سدرہ کو جو کچھ ڈھانپ رہا تھا ○ نہ بہکی نگاہ اور نہ وہ حد سے بڑھی ○ یقیناً اس (رسول) نے دیکھیں

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

بعض نشانیاں اپنے رب کی بڑی (بڑی) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ستارے کے ٹوٹنے کی، یعنی رات کے آخری حصے میں، جب رات کے جانے اور دن کے آنے کا وقت ہوتا ہے، اس وقت افق میں ستارے کے گرنے کی قسم کھاتا ہے کیونکہ اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس امر کی موجب ہیں کہ اس کی قسم کھائی جائے۔ اور صحیح یہ ہے کہ ''النجم'' ستارہ اسم جنس ہے جو تمام ستاروں کو شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ جو وحی الٰہی لے کر آئے ہیں، اس کی صحت پر اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کھائی ہے کیونکہ وحی الٰہی اور ستاروں کے مابین ایک عجیب مناسبت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت بنایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وحی اور اس کے آثار کو زمین کے لیے زینت بنایا، پس اگر انبیائے کرام ؊ کی طرف سے موروث علم نہ ہوتا تو لوگ (گمراہی کے) تیرہ و تار اندھیروں میں بھٹک رہے ہوتے جو شب تاریک کے اندھیروں سے بھی گہرے ہوتے ہیں۔

جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا اپنے علم میں ضلالت اور اپنے قصد میں گمراہی سے منزہ اور پاک ہونا اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ اپنے علم میں راست رو، راہ راست کی طرف رہنمائی کرنے والے، حسن قصد رکھنے والے اور مخلوق کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اس کے برعکس فساد علم اور سوء قصد کا راستہ وہ ہے جس پر گمراہ لوگ گامزن ہیں۔

اور فرمایا: ﴿صَاحِبُكُمْ﴾ ''تمہارا ساتھی۔'' تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے ساتھی کے ان اوصاف کی طرف اشارہ کرے جن کا وہ آپ کے اندر موجود ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، مثلاً: صدق اور ہدایت، نیز یہ کہ آپ کا معاملہ ان پر مخفی نہیں ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ یعنی آپ کا کلام، خواہش نفس سے صادر نہیں ہوتا۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ یعنی آپ صرف اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، یعنی ہدایت اور اپنے اور دیگر لوگوں کے بارے میں تقویٰ۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ سنت بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجی ہوئی وحی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳/٤) ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب

اور حکمت نازل کی۔'' نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کے بارے میں خبر دینے میں معصوم ہیں کیونکہ آپ کا کلام کسی خواہش نفس سے صادر نہیں ہوتا یہ تو وحی الٰہی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے معلم کا ذکر فرمایا اور وہ ہیں جبریل علیہ السلام' جو مکرم فرشتوں میں سب سے افضل' سب سے قوی اور سب سے کامل ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ یعنی جبریل علیہ السلام جو نہایت طاقتور ظاہری اور باطنی قویٰ کے مالک ہیں' اس وحی کو لے کر رسول مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اس حکم کو نافذ کرنے میں جس کو نافذ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا' بہت طاقتور ہیں۔ اس وحی کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے، اس کو شیاطین کے اچک لینے سے بچانے اور اس کے اندر ان کی دخل اندازی سے حفاظت کرنے میں یہ قوی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی وحی کی حفاظت ہے کہ اس نے اس وحی کو ایسے پیغامبر فرشتے کے ساتھ بھیجا جو نہایت طاقتور اور امانت دار ہے۔

﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ یعنی وہ قوت' خلق حسن' ظاہری اور باطنی جمال کا حامل ہے۔ ﴿فَاسْتَوٰى﴾ ''پھر وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھے کھڑے ہو گئے۔'' یعنی جبریل علیہ السلام ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ ''جبکہ وہ اونچے کنارے پر تھے۔'' یعنی آسمان کے افق پر جو زمین سے بلند تر ہوتا ہے' اس کا شمار ان ارواح علویہ میں ہوتا ہے جنھیں شیاطین حاصل کر سکتے ہیں نہ ان تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ﴿ثُمَّ دَنَا﴾ پھر جبریل علیہ السلام وحی پہنچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوئے ﴿فَتَدَلّٰى﴾ ''اور اتر آئے'' افق اعلیٰ سے آپ کے قریب۔ ﴿فَكَانَ﴾ ہو گیا جبریل علیہ السلام کا آپ سے قرب ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ دو کمانوں کے فاصلے پر ﴿اَوْ اَدْنٰى﴾ یا دو کمانوں کے فاصلے سے بھی قریب تر۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام پیغام لے کر کامل طور پر رسول اللہ ﷺ سے بالمشافہ ملے' نیز اس پر بھی دلیل ہے کہ آپ کے اور جبریل علیہ السلام کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ ﴿فَاَوْحٰى﴾ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے توسط سے وحی کی ﴿اِلٰى عَبْدِهٖ﴾ اپنے بندے حضرت محمد ﷺ کی طرف ﴿مَآ اَوْحٰى﴾ ''جو وحی کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف عظیم شریعت اور درست خبریں وحی کیں۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ ''اس (رسول) نے جو کچھ دیکھا، اس کے دل نے (اس کے متعلق) جھوٹ نہیں بولا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی بھیجی' اس پر آپ کا قلب مبارک' آپ کی رویت' آپ کی سماعت اور آپ کی بصارت متفق تھے۔ یہ اس وحی کے کامل ہونے کی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی' نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے وحی کو اس طرح حاصل کیا کہ اس میں کوئی شک شبہ نہ تھا۔ آپ کی آنکھ مبارک نے جو کچھ دیکھا' آپ کے قلب مقدس نے اس کو نہیں جھٹلایا اور نہ اس میں کوئی شک ہی کیا۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ بڑی بڑی آیات الٰہی ہوں جو اس رات آپ کو دکھائی گئیں جس رات آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا' آپ کو

اپنے قلب مبارک اور رؤیت کے ساتھ اس کے حق ہونے کا یقین تھا' آیت کریمہ کی یہی تفسیر صحیح ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کا دیدار اور اس کے ساتھ ہم کلام ہونا ہے۔ اسے بہت سے علمائے کرام نے اختیار کیا ہے' پھر وہ اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ آیات کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے۔ نیز یہ اس امر کی بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ آسمان دنیا کے نیچے افق اعلیٰ میں جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے اور دوسری دفعہ ساتویں آسمان کے اوپر جس رات آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ یعنی رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری دفعہ اپنی طرف اترتے ہوئے دیکھا ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ ''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔'' سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کا بہت بڑا درخت ہے اور اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمین سے جو چیز اوپر کی طرف عروج کرتی ہے' اس کے پاس آ کر رک جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی وغیرہ نازل ہوتی ہے یہاں آ کر ٹھہر جاتی ہے۔ یا اس بنا پر اسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے کہ یہ مخلوقات کے علم کی انتہائی حد ہے' نیز اس نام سے موسوم کیے جانے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ آسمانوں اور زمین کے اوپر واقع ہے اور سدرۃ المنتہیٰ اس کی بلندی کی انتہا ہے' اس کے علاوہ بھی کوئی سبب ہو سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

چنانچہ اس مقام پر جو پاک' خوبصورت اور بلند مرتبہ ارواح کا مقام ہے' جہاں شیطان اور دیگر ارواح خبیثہ نہیں ٹھہر سکتیں' حضرت محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ ﴿عِنْدَهَا﴾ یعنی اس درخت کے پاس ہی ﴿جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ ''جنت الماویٰ ہے۔'' یعنی وہ جنت جس میں ہر نعمت جمع ہے۔ یہ ایسا مقام ہے جو منتہائے آرزو ہے جس کی طرف ارادے راغب رہتے ہیں' جہاں جا ہتیں جا کر ٹھہرتی ہیں اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جنت بلند ترین مقام ہے اور ساتویں آسمان پر واقع ہے۔ ﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ ''اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا۔'' یعنی امر الٰہی سے ایک عظیم چیز نے اسے ڈھانپ رکھا تھا جس کا وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ﴾ یعنی نگاہ اپنے مقصود سے ہٹ کر دائیں بائیں نہیں ہوئی۔ ﴿وَمَا طَغٰى﴾ اور نہ نگاہ نے اپنے مقصود سے تجاوز ہی کیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ادب ہے کہ آپ اس مقام پر کھڑے رہے' جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا' آپ اس مقام سے پیچھے ہٹے نہ اس سے تجاوز کیا اور نہ ادھر ادھر انحراف ہی کیا۔ یہ کامل ترین ادب ہے جس میں آپ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک پر عمل کرنے سے کمال ادب میں خلل واقع ہوتا ہے:

✲ بندہ ان امور پر قائم نہ رہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے ✲ اس میں کوتاہی کرے ✲ اس میں افراط سے کام

لے ✲ اس پر قائم رہتے ہوئے دائیں بائیں التفات کرے۔

مذکورہ تمام امور میں سے ایک بھی نبی اکرم ﷺ کے اندر موجود نہ تھا۔

﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴾ ''انھوں نے اپنے رب کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' یعنی جنت، جہنم اور دیگر آیات الٰہی جن کا آپ نے معراج کی رات مشاہدہ کیا۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾

خبر دو تم مجھے لات اور عزیٰ کی ○ اور منات تیسرے کی جو گھٹیا ہے ○ کیا تمہارے لیے لڑکے ہیں اور اس (اللہ) کیلئے لڑکیاں؟ ○

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ

یہ تو اس وقت تقسیم ہے ظالمانہ ○ نہیں ہیں یہ (بت کچھ بھی) مگر چند نام ہی کہ نام رکھے ہیں وہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے، نہیں

اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ

نازل کی اللہ نے انکی کوئی دلیل، نہیں پیروی کرتے وہ (لوگ) مگر گمان کی اور اس چیز کی جو چاہتے ہیں (انکے) نفس (دل)، حالانکہ یقیناً

جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ ع ۵

آچکی ہے انکے پاس انکے رب کی طرف سے ہدایت ○ کیا (میسر) ہے انسان کیلئے جو وہ تمنا کرے؟ ○ پس اللہ ہی کیلئے ہے پچھلا جہان اور پہلا جہان ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ہدایت اور دین حق جس کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے، نیز عبادت الٰہی اور توحید الٰہی کا ذکر کرنے کے بعد اس مسلک کے بطلان کا ذکر فرمایا جس پر مشرکین گامزن تھے، یعنی ایسی ہستیوں کی عبادت جو اوصاف کمال سے محروم ہیں جو کوئی نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ یہ معانی سے خالی محض نام ہیں جن کو مشرکین اور ان کے جاہل اور گمراہ آباؤ اجداد نے گھڑ لیا ہے، انھوں نے ان کے لیے اسمائے باطلہ ایجاد کیے جن کی وہ مستحق نہ تھیں، پس انھوں نے خود اپنے آپ کو اور دیگر گمراہ لوگوں کو فریب میں مبتلا کیا۔

جن معبودوں کا یہ حال ہو، وہ عبادت کا ذرہ بھر استحقاق نہیں رکھتے۔ یہ خودساختہ ہمسر جن کو انھوں نے ان ناموں سے موسوم کیا ہے اور اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ یہ نام ان اوصاف سے مشتق ہیں جن سے یہ متصف ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد اور شرک کی جسارت کرتے ہوئے لات کو الٰہ سے مشتق کر کے موسوم کیا جو عبادت کا مستحق ہے، عزیز سے عزّیٰ اور منان سے منات کو مشتق کیا۔ یہ تمام نام معانی سے خالی ہیں، چنانچہ ہر وہ شخص جو ادنیٰ سی عقل سے بہرہ مند ہے وہ ان نام نہاد معبودوں کے اندر ان اوصاف کے بطلان کا علم رکھتا ہے۔

﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴾ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کے لیے بزعم خود بیٹیاں قرار دیتے ہو اور اپنے لیے بیٹے؟

﴿ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ تب تو یہ بہت ہی ظالمانہ تقسیم ہے۔ اس تقسیم سے بڑھ کر کون سا ظلم ہو سکتا ہے جو خالق پر بندہ مخلوق کی فضیلت کو مقتضی ہو، اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند ہے۔

﴿اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''یہ تو صرف چند نام ہی ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں' اللہ نے تو ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔'' یعنی تمھارے مذہب کے صحیح ہونے پر تمھارے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں۔ ہر وہ امر جس پر اللہ تعالیٰ نے دلیل نازل نہ کی ہو' باطل اور فاسد ہوتا ہے' اسے دین نہیں بنایا جا سکتا۔ درحقیقت وہ کسی دلیل و برہان کی پیروی نہیں کرتے کہ انھیں اپنے مذہب کے صحیح ہونے کا یقین ہو۔ محض گمان فاسد' جہالت' خواہشات نفس پر مبنی مشرکانہ عقائد اور خواہشات نفس کے موافق بدعات ان کے نظریات کی دلیل ہیں' حالانکہ علم و ہدایت کے فقدان کی وجہ سے' وہم و گمان کے سوا کوئی ایسا موجب نہیں جو اس کا تقاضا کرتا ہو۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ''اور البتہ یقیناً ان کے رب کی طرف سے' ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' جو توحید و نبوت اور ان تمام امور میں ان کی رہنمائی کرتی ہے' بندے جن کے محتاج ہیں' پس ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ نے کامل ترین' واضح ترین اور مضبوط ترین دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس پر دلائل و براہین قائم کیے ہیں جو ان کے لیے اور دیگر لوگوں کے لیے اتباع کے موجب ہیں۔ اس بیان و برہان کے بعد کسی کے لیے کوئی حجت اور عذر باقی نہیں رہا۔

جب ان کے مذہب کی غرض و غایت محض ظن و گمان کی پیروی' اس کی انتہا شقاوت ابدی اور عذاب سرمدی ہے' تو (ان کا) اس حال پر باقی رہنا سب سے بڑی سفاہت اور سب سے بڑا ظلم ہے۔ بایں ہمہ وہ اپنی آرزوؤں میں گم اور خود فریبی میں مبتلا ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی بات کا انکار کیا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کی آرزوئیں پوری ہوں گی، حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى﴾ ''کیا انسان جس چیز کی آرزو کرتا ہے' وہ اسے ضرور ملتی ہے؟ چنانچہ آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔'' پس وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے' لہٰذا امرِ الٰہی ان کی آرزوؤں کے تابع ہے نہ ان کی خواہشات کے موافق۔

وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ نہیں فائدہ دے گی ان کی سفارش کچھ بھی مگر بعد اس کے

اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴿۲۶﴾

کہ اجازت دے گا اللہ جس کے لیے وہ چاہے گا اور پسند کرے گا ○

جو لوگ فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں اور اس زعم میں مبتلا ہیں کہ یہ ہستیاں قیامت کے روز ان کی شفاعت کریں گی' اللہ تعالیٰ ان پر نکیر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ یعنی آسمانوں میں کتنے ہی اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مکرم فرشتے ہیں ﴿لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا﴾ ''جن کی شفاعت

کچھ کام نہ آئے گی۔'' یعنی جو کوئی اس شفاعت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس سے امید وابستہ کرتا ہے یہ شفاعت اس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ ﴿ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ ''مگر بعد ازاں کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔'' شفاعت کے لیے دو شرائط کا مجتمع ہونا ضروری ہے:

(۱) شفاعت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کا ہونا۔

(۲) جس کی شفاعت کی جاری رہی ہو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ہونا۔

یہ امر متحقق ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور صاحب شریعت (علیہ الصلاۃ والسلام) کے طریقے کے موافق ہو۔ چنانچہ مشرکین شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے بہرہ مند نہیں ہو سکیں گے کیونکہ انھوں نے خود ہی اپنے اوپر سب سے رحیم ہستی کی رحمت کے دروازے بند کر لیے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ

بلاشبہ وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر، البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے نام زنانے ○ حالانکہ نہیں ہے ان کو

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾

اس کا کوئی علم، نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی، اور بلاشبہ گمان نہیں فائدہ دیتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی ○

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ

پس آپ اعراض کریں اس سے جو روگردانی کرے ہمارے ذکر سے، اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر صرف حیات دنیا کا ○ یہی

مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ

انتہا ہے ان کی علم (کے لحاظ) سے بلاشبہ آپ کا رب، وہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ ربع

اور وہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جس نے ہدایت پائی ○

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے، انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والے جو اللہ تعالیٰ پر عدم ایمان کے سبب سے آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ایسے اقوال و افعال کی جسارت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دشمنی پر مبنی ہیں، مثلاً: وہ کہتے ہیں: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس انھوں نے اللہ تعالیٰ کو ولادت سے منزہ قرار دیا نہ انھوں نے فرشتوں کا اکرام کیا اور نہ انھوں نے ان کو مؤنث سے بالاتر سمجھا، حالانکہ انھیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حاصل ہے نہ اس کے رسول کی طرف سے اور نہ عقل اور فطرت ہی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ علم تو ان کے قول کے تناقض پر دلالت کرتا ہے، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور بیوی سے منزہ ہے کیونکہ وہ اکیلا اور یکتا، متفرد اور بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ وہ جنم دیا گیا ہے اور نہ کوئی اس کا ہم سر ہی ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مکرم بندے ہیں جو اس کی خدمت پر قائم ہیں ﴿ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ (التحریم: ٦/٦٦) ”اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔“ مشرکین اس بارے میں بدترین قول کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ ہے محض ظن و گمان جو حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ حق کے لیے ایسے یقین کا وجود ضروری ہے جو نہایت روشن دلائل و براہین سے مستفاد ہو۔ چونکہ ان مشرکین کی عادت یہ ہے کہ انھیں اتباعِ حق سے کوئی غرض نہیں، ان کی غرض و غایت اور ان کا مقصد تو خواہشات نفس کی پیروی کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس شخص سے منہ موڑ لیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر، جو کہ حکمت سے لبریز ہے، اور قرآن عظیم سے اعراض کرتا ہے، پس اس نے گویا علوم نافعہ سے منہ موڑا۔ وہ دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ پس یہ اس کے ارادے کی انتہا ہے۔ یہ چیز معلوم اور متحقق ہے کہ بندہ صرف اسی چیز کے لیے عمل کرتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ پس ان لوگوں کی کوشش اور دوڑ دھوپ دنیا اور اس کی لذات و شہوات تک محدود ہے۔ یہ لذات و شہوات جیسے بھی حاصل ہوتی ہیں یہ انھیں حاصل کرتے ہیں اور جس راستے سے بھی ان کا حصول آسان ہو یہ اس کی طرف لپکتے ہیں۔

﴿ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ﴾ ان کے علم کی یہی غایت اور انتہا ہے۔ رہے آخرت پر ایمان رکھنے اور اس کی تصدیق کرنے والے عقل مند اور خرد مند لوگ تو ان کی ہمت اور ارادہ آخرت پر مرتکز رہتا ہے۔ ان کے علوم سب سے افضل اور سب سے جلیل القدر علوم ہیں، یہ علوم کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے ماخوذ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے، پس وہ اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور کون ہدایت کا مستحق نہیں ہے، اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے اور اس سے الگ ہو جاتا ہے، پس وہ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴾ ”بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی اس شخص سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا۔“ چنانچہ وہ اپنے فضل و کرم کو اس محل و مقام پر رکھتا ہے جو اس کے لائق ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا

اور اللہ ہی کیلیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ وہ سزا دے ان لوگوں کو جنھوں نے برائیاں کیں بہ سبب اسکے جو انھوں نے عمل کیے

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

اور جزا دے ان لوگوں کو جنھوں نے اچھائیاں کیں بدلے اچھائی کے ○ وہ لوگ جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

سوائے صغیرہ گناہوں کے، بلاشبہ آپکا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے، وہ خوب جانتا ہے تمھیں جب اس نے پیدا کیا تمھیں زمین (مٹی) سے

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ

سے' اور جب تم بچے تھے پیٹوں میں اپنی ماؤں کے، سو نہ پاکیزگی بیان کرو تم اپنے آپ کی

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٣٢﴾

وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے پرہیزگاری اختیار کی ○

ع

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اقتدار کا مالک ہے، دنیا وآخرت اسی اکیلے کی ملکیت ہے، دنیا وآخرت میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، وہ ان میں اس طرح تصرف کرتا ہے جیسے عظیم بادشاہ اپنے غلاموں میں تصرف کرتا ہے، وہ ان پر اپنی قضاوقدر نافذ کرتا ہے، ان پر شرعی احکام جاری کرتا ہے، انھیں حکم دیتا ہے، انھیں منع کرتا ہے، اپنے اوامر ونواہی پر انھیں جزا وسزا دیتا ہے۔ پس اطاعت گزار کو ثواب عطا کرتا ہے اور نافرمان کو عذاب دیتا ہے۔

﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا ﴾ تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے کفر اور اس سے کم تر گناہوں اور اعمال شر کا ارتکاب کیا، انھیں جزا کے طور پر بدترین سزا دے۔ ﴿ وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا ﴾ اور ان کو جزا سے سرفراز فرمائے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو مختلف فوائد پہنچا کر اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ﴿ بِالْحُسْنٰى ﴾ اچھائی کے ساتھ، یعنی ان کو دنیا وآخرت میں اچھی جزا سے سرفراز فرمائے۔ سب سے بڑی اور سب سے جلیل القدر جزا ان کے رب کی رضا، جنت اور اس کی نعمتوں سے فوز یابی ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان محسنین کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ﴾ ''جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔'' یعنی وہ ان واجبات پر عمل کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے جن کا ترک کرنا کبائر میں شمار ہوتا ہے اور وہ بڑے بڑے محرمات کو ترک کرتے ہیں، مثلاً: زنا، شراب نوشی، سود خوری، قتل ناحق اور دیگر بڑے بڑے گناہ۔ ﴿ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ ''الا یہ کہ کوئی صغیرہ گناہ (سرزد) ہو۔'' اس سے مراد ایسے چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں جن پر بندہ مصر نہیں ہوتا یا بار بار ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا، ان صغیرہ گناہوں کا مجرد ارتکاب بندے کو محسنین کے زمرے سے نہیں نکالتا۔ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ، واجبات پر عمل کرنے اور محرمات کو چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے تحت داخل ہو جاتے ہیں جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ ''بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔'' پس اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہوتی تو تمام شہر اور بندے تباہ ہو جاتے، اگر اس کا عفو وحلم نہ ہوتا تو آسمان زمین پر آ گرتا اور روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا۔ بنا بریں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک، ان کے درمیان ہونے والے تمام (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہیں، اگر

کبائر سے اجتناب کیا جائے۔“①

﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ ”وہ تمھیں (اس وقت سے) بخوبی جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے احوال اور تمھاری جبلتوں کو جو اس نے پیدا کی ہیں، خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو حکم دیا ہے ان میں سے بہت سے احکام کی تعمیل میں تمھاری کمزوری اور سستی کو، محرمات کے ارتکاب پر آمادہ کرنے والے دواعی کی کثرت کو، ان محرمات کی طرف راغب کرنے والے جذبات کو اور محرمات کے ارتکاب کی راہ میں حائل ہونے والے موانع کے عدم وجود کو زیادہ جانتا ہے۔

تمھارے اندر کمزوری موجود ہے جس کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین سے نکالا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے اور یہ کمزوری تمھارے اندر ہمیشہ موجود رہی۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک چیز کا حکم دیا اگرچہ اس کی تعمیل کے لیے اس نے تمھارے اندر قوت رکھی مگر پھر بھی کمزوری تمھارے اندر موجود رہی۔

پس اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ان احوال کا علم رکھتا ہے، حکمت الٰہی اور جود ربانی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنی رحمت و مغفرت، اپنے عفو و درگزر اور اپنے احسان سے ڈھانپ لے اور تم سے تمام جرائم اور گناہوں کو دور کر دے۔ خاص طور پر جب کہ ہر وقت بندے کا مقصد اپنے رب کی رضا کا حصول ہو، ہر آن ایسے اعمال کی کوشش کرنا ہو جو اس کے قریب کرتے ہیں اور ایسے گناہوں سے فرار ہونا ہو جو اس کے آقا کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں، پھر اس سے لغزش صادر ہو جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا کریم اور سب سے بڑا جواد ہے وہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی مغفرت کے قریب رہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال میں اس کی دعائیں قبول کرے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ”لہٰذا تم اپنے آپ کی پاکیزگی بیان نہ کرو۔“ یعنی مدح کے حصول کی خواہش کی بنا پر لوگوں کو اپنے نفس کی طہارت کی خبر نہ دیتے پھرو ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾ ”وہ اسے (بھی) خوب جانتا ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا۔“ تقوے کا مقام دل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مطلع ہے۔ دل کے اندر جو نیکی، بدی یا تقویٰ موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔ رہے لوگ تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھارے کسی کام نہیں آ سکتے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿٣٣﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿٣٤﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾

بھلا آپ نے دیکھا اسے جس نے روگردانی کی؟○ اور اس نے دیا قلیل (مال) اور (پھر دینا) بند کر دیا○ کیا اسکے پاس علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟○

① صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ......، حديث: ٢٣٣

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ

کیا نہیں خبر دیا گیا وہ اس چیز کی جو ہے صحیفوں میں موسیٰ کے؟○ اور ابراہیم کے وہ جس نے پورا کیا (عہد اپنا)؟○ یہ کہ نہیں بوجھ اٹھائے گی کوئی (جان) بوجھ اٹھانے والی بوجھ

أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ

کسی دوسری (جان) کا○ اور یہ کہ نہیں ہے کسی انسان کیلئے مگر وہی جو اس نے کوشش کی○ اور بلاشبہ کوشش اسکی عنقریب دیکھی جائیگی○ پھر

يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ

بدلہ دیا جائے گا اس کو بدلہ پورا (پورا)○ اور بے شک آپ کے رب ہی کی طرف انتہا (پہنچنا) ہے○ اور بلاشبہ وہی ہنساتا

وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾

اور وہی رلاتا ہے○ اور بے شک وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا ہے○ اور بلاشبہ اسی نے پیدا کیا جوڑا (یعنی) نر اور مادہ○

مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾

نطفے سے جب وہ ڈالا جاتا ہے (رحم میں)○ اور بلاشبہ اسی کے ذمہ ہے پیدائش دوسری بار بھی○ اور بیشک وہی غنی (بے نیاز) کرتا اور سرمایہ دار بناتا ہے○

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾

اور یقیناً وہی ہے رب شعریٰ (ستارے) کا○ اور بلاشبہ اسی نے ہلاک کیا عاد اولیٰ کو○ اور ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا (کسی کو)○

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾

اور قوم نوح کو بھی پہلے (ان سے) بلاشبہ وہ تھے، بہت زیادہ ظالم اور بڑے سرکش○ اور الٹ جانے والی بستی کو اس نے زمین پر دے مارا○

فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ

پھر ڈھانپ لیا اسکو اس (تباہی و بربادی) نے جس نے ڈھانپا○ پس کون سی نعمتوں میں اپنے رب کی (اے انسان!) تو شک کریگا؟○ یہ (رسول) تو ڈرانیوالا ہے

الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾

پہلے ڈرانے والوں میں سے○ قریب آ گئی قریب آنے والی (قیامت)○ نہیں ہے اس قیامت (کی ہولناکیوں) کو سوائے اللہ کے کوئی بھی ٹالنے والا○

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾

کیا پس اس بات (قرآن) سے تم تعجب کرتے ہو؟○ اور تم ہنستے ہو اور نہیں روتے○

وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ﴿٦٢﴾ السجدة ۱۲

اور تم کھیل کود میں مست ہو○ پس (باز آ جاؤ اور) سجدہ کرو اللہ کو اور عبادت کرو (اسی کی)○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَفَرَءَيْتَ﴾ کیا آپ نے اس شخص کا حال دیکھا ہے جسے اپنے رب کی عبادت اور توحید کا حکم دیا گیا تھا مگر اس نے اس سے منہ موڑا اور اعراض کیا۔ اگر اس کا نفس قلیل سے عمل پر آمادہ ہوا بھی تو اس پر قائم نہ رہا بلکہ اس نے بخل سے کام لیا اور اپنے ہاتھ کو روک لیا کیونکہ احسان اس کی عادت اور فطرت نہیں، اس

کی فطرت تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی اور نیکی پر عدم ثبات ہے۔ بایں ہمہ وہ اپنے نفس کو پاک گردانتا ہے اور اسے وہ منزلت عطا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی۔

﴿ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى ﴾ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے غیب کو اور اس کے بارے میں خبر دیتا ہے؟ یا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتا ہے یا وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے کی جسارت کرتا ہے' یعنی برائی اور طہارت نفس کے دعوے کو اور فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کے پاس غیب کا کچھ بھی علم نہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسے غیب دانی کا دعویٰ ہے تو علم غیب کے متعلق قطعی اور یقینی خبریں جو نبی معصوم کی طرف سے دی گئی ہیں' اس کے قول کے تناقض پر دلالت کرتی ہیں اور یہ اس کے قول کے بطلان کی دلیل ہے۔

﴿ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ ﴾ کیا اس مدعی کو وہ خبریں نہیں پہنچیں ﴿ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ○ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ﴾ ''جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم (علیہما السلام) کے صحیفوں میں ہیں؟'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان تمام آزمائشوں میں پورے اترے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمایا اور جن احکام شریعت اور دین کے جن اصول و فروع کا آپ کو حکم دیا' آپ نے اس کی تعمیل کی۔

ان صحیفوں میں بہت سے احکام درج تھے جن میں سے سب سے اہم وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ○ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ﴾ یعنی ہر عمل کرنے والے کا اچھا برا عمل اسی کے لیے ہے۔ کسی دوسرے کے عمل اور کوشش میں سے اس کے لیے کچھ بھی نہیں اور نہ کوئی کسی اور کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔ ﴿ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى ﴾ یعنی آخرت میں اسے اس کی کوشش دکھائی جائے گی اور وہ اپنی نیکی اور برائی میں تمیز کر سکے گا۔ ﴿ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى ﴾ ''پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔'' یعنی تمام اعمال کی کامل جزا۔ خالص نیک عمل کے لیے اچھی جزا ہوگی' خالص برے عمل کے لیے بری جزا ہوگی اور ملے جلے اعمال کی جزا ان کے مطابق ہوگی۔ یہ ایسی جزا ہوگی کہ تمام مخلوق اس کے عدل و احسان کا اقرار اور اس پر اس کی حمد و ثنا بیان کرے گی حتیٰ کہ جہنمی جہنم میں داخل ہو رہے ہوں گے مگر ان کے دل اپنے رب کی حمد و ثنا' اس کی کامل حکمت کے اقرار اور اپنے آپ پر سخت ناراضی سے لبریز ہوں گے' نیز وہ اس بات پر ناراض ہوں گے کہ انھوں نے اپنے آپ کو بدترین جگہ پر وارد کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ﴾ سے استدلال کیا گیا ہے کہ کسی شخص کا زندوں اور مردوں کے لیے ہدیہ کرنا' ان کے لیے کوئی مفید نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ﴾ ''اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے سعی کی۔'' چنانچہ کسی شخص کی سعی اور اس کے عمل کا کسی اور کو پہنچنا اس آیت کے منافی ہے۔ مگر یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ آیت کریمہ تو صرف یہ دلالت

کرتی ہے کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کے لیے اس نے خود کوشش کی اور یہ حق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس بات پر بھی دلالت کرتی ہو کہ وہ غیر کی سعی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب کہ غیر نے اپنی سعی اور عمل کو اسے ہدیہ کے طور پر پیش کیا ہو۔ جیسے انسان صرف اسی مال کا مالک ہے جو اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی ایسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا جو غیر نے اپنے مال میں سے جس کا وہ مالک ہے اسے ہبہ کی ہو۔

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ یعنی تمام معاملات کو تیرے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ تمام اشیاء اور تمام مخلوقات دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹیں گی۔ ہر حال میں منتہیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ علم کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے، حکم، رحمت اور تمام کمالات کی انتہا اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى﴾ یعنی وہی ہے جو ہنسنے اور رونے کے اسباب وجود میں لاتا ہے، یہ اسباب خیر، شر، فرحت، مسرت اور حزن وغم پر مشتمل ہیں اور ہنسانے اور رلانے کے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پوشیدہ ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾ یعنی وہ وجود میں لانے اور معدوم کرنے میں متفرد اور یکتا ہے جس نے مخلوق کو وجود بخشا، ان کو اوامر ونواہی عطا کیے، وہی ان کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور دنیا کے اندر انھوں نے جو عمل کیے ہوں گے وہ انھیں ان اعمال کی جزا دے گا۔

﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ﴾ ''اور بلاشبہ اسی نے جوڑے بنائے۔'' پھر ان جوڑوں کی تفسیر بیان فرمائی ﴿الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''نر اور مادہ۔'' یہ اسم جنس ہے جو تمام حیوانات، ناطق اور غیر ناطق جانوروں سب کو شامل ہے، وہ ان کو پیدا کرنے میں منفرد ہے۔ ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى﴾ ''نطفے سے جبکہ وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔'' یہ اس کی قدرت کاملہ اور اس کے عظیم غلبہ میں متفرد ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس نے تمام چھوٹے بڑے حیوانات کو حقیر پانی کے نہایت کمزور قطرے سے وجود بخشا، پھر ان کو نشوونما دے کر مکمل کیا حتی کہ وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ ان حیوانات میں سے آدمی یا تو بلند ترین مقام پر اعلیٰ علیین میں پہنچ جاتا ہے یا وہ ادنیٰ ترین احوال، پست ترین مقامات کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے وجود کے ذریعے سے اعادۂ وجود پر استدلال کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾ ''اور بلاشبہ اسی کے ذمے دوبارہ پیدا کرنا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کی قبروں میں سے دوبارہ زندہ کرے گا، ان کو یوم موعود میں اکٹھا کرے گا اور ان کو ان کی نیکیوں اور برائیوں کی جزا دے گا۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى﴾ ''اور بے شک وہی غنی کرتا ہے اور وہی دولت دیتا ہے۔'' وہ بندوں کو ان کے معاشی معاملات، یعنی تجارت اور صنعت وحرفت کے مختلف پیشوں میں آسانی پیدا کر کے مال دار بناتا ہے۔

﴿ وَاَقْنٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کو مال کی تمام انواع عطا کرتا ہے جس سے وہ مال دار بن کر بہت سے اموال کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور یہ چیز بندوں پر واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور اسی اکیلے کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴾ ''اور یقیناً وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔'' اور وہ مشہور ستارہ ''شعریٰ عبور'' ہے جو ''مرزم'' کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے تاہم شعریٰ کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا ہے کیونکہ جاہلیت کے زمانہ میں اس کی عبادت کی جاتی تھی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ اشیاء، جن کی مشرکین عبادت کرتے ہیں مربوب، مدبَّر اور مخلوق ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو کیسے معبود قرار دیا جا سکتا ہے۔

﴿ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴾ ''اور بلاشبہ اسی نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا۔'' اس سے مراد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے، جب انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت تیز اور سرکش طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا۔ ﴿ وَثَمُوْدَا ﴾ ''اور ثمود کو (ہلاک کیا۔)'' یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کی طرف مبعوث کیا مگر انھوں نے آپ کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے معجزے کے طور پر ان کی طرف اونٹنی بھیجی مگر انھوں نے اس کو ہلاک کر ڈالا اور حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، پس (اس کی پاداش میں) اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ ﴿ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴾ اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ رکھا بلکہ ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر دیا۔

﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴾ ''اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی، کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ نہایت ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔'' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان قوموں سے زیادہ ظالم اور سرکش تھی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق کر کے ہلاک کر ڈالا۔ ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ ﴾ ''اور الٹی ہوئی بستی کو (بھی۔)'' اس سے مراد اس میں آباد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے۔ ﴿ اَهْوٰى ﴾ ''اس نے دے پٹکا۔'' یعنی ان پر اللہ تعالیٰ نے ایسا عذاب بھیجا جو دنیا میں کسی پر نہیں بھیجا، اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بنابریں فرمایا: ﴿ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴾ ان پر انتہائی دردناک اور بدترین عذاب چھا گیا، یعنی عذاب ایک بڑی چیز تھی جس کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴾ ''پھر اے انسان! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بالکل ظاہر ہیں جو کسی بھی لحاظ سے شک کے قابل نہیں۔ پس بندوں کو جو بھی نعمت عطا ہوئی وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس کے سوا کوئی مصائب کو دور نہیں کر سکتا۔

﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴾ ''یہ (رسول) تو پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔'' یعنی یہ قریشی، ہاشمی رسول محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی رسول گزرے

ہیں جنھوں نے اسی چیز کی طرف دعوت دی تھی جس کی طرف آپ نے دعوت دی ہے' تب آپ کی رسالت کا کس وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے اور کون سی دلیل ہے جس کی بنیاد پر آپ کی رسالت کو باطل ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ کیا آپ کے اخلاق تمام انبیاء و مرسلین کرام کے اخلاق سے اعلیٰ و ارفع نہیں ہیں؟ کیا آپ ہر بھلائی کی طرف دعوت نہیں دیتے اور ہر برائی سے نہیں روکتے؟ کیا آپ قرآن کریم لے کر تشریف نہیں لائے جس کے آگے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے، جو حکمت والی قابل حمد و ستائش ہستی کی طرف سے اتارا ہوا ہے؟ آپ سے پہلے جن لوگوں نے انبیائے کرام کو جھٹلایا' کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک نہیں کیا؟ تب سید المرسلین' امام المتقین اور قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِين حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والوں پر عذاب نازل ہونے سے کیا چیز مانع ہے؟

﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴾ یعنی قیامت قریب آ گئی' اس کا وقت آن پہنچا اور اس کی علامات واضح ہو گئیں ﴿ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴾ یعنی جب قیامت آ جائے گی اور ان پر عذاب موعود ٹوٹ پڑے گا تو اسے اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والوں اور قرآن کو جھٹلانے والوں کو وعید سنائی' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴾ یعنی کیا تم اس کلام پر جو بہترین اور افضل و اشرف کلام ہے' تعجب کرتے ہو اور اسے امور عادیہ اور حقائق معروفہ کے خلاف قرار دیتے ہو؟ یہ ان کی جہالت' گمراہی اور عناد ہے، ورنہ یہ تو ایسا کلام ہے کہ جب وہ بیان کیا جاتا ہے تو سراسر صدق ہے' جب وہ بات کہتا ہے تو وہ حق کو باطل سے جدا کرنے والا قول ہے' بے ہودہ بات نہیں ہے' یہ قرآن عظیم ہے جسے اگر کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو آپ دیکھتے کہ وہ خوف اور ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ جو اصلاح کی طلب رکھنے والوں کی رائے' عقل' راست بازی' ثابت قدمی اور ایمان و ایقان میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب تو اس شخص کی عقل' سفاہت اور گمراہی پر ہونا چاہیے جو اس قرآن پر تعجب کرتا ہے۔

﴿ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴾ ''اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں۔'' یعنی تم اس کی تضحیک کرنے اور تمسخر اڑانے میں جلدی کر رہے ہو' حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے اوامر و نواہی کو سن کر اس کے وعد و وعید پر توجہ دے کر اور اس کی سچی اور اچھی خبروں کی طرف التفات کر کے نفوس اس سے متاثر ہوتے' دل نرم پڑتے اور آنکھیں رو پڑتیں۔

﴿ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴾ ''اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو۔'' یعنی تم اس سے اور اس پر تدبر کرنے سے غافل ہو' یہ غفلت تمھاری قلت عقل اور تمھارے دین کی کھوٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوتی اور اپنے تمام احوال میں اس کی رضا کے طلب گار رہے ہوتے تو تمھیں یہ بدلہ نہ ملتا جسے عقل مند لوگ ناپسند کرتے ہیں۔

﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴾ ''اب تم اللہ کے حضور سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔'' اللہ تعالیٰ کے لیے

خاص طور پر سجدے کا حکم دینا اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے‘ نیز یہ کہ سجدہ عبادت کا سرنہاں اور اس کا لب لباب ہے‘ اس کی روح خشوع وخضوع ہے۔ حالت سجدہ بندے کا وہ عظیم ترین حال ہے جس میں بندے پر خضوع طاری ہوتا ہے‘ بندے کا قلب وبدن دونوں خضوع کی حالت میں ہوتے ہیں‘ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا بلند ترین عضو اس حقیر زمین پر رکھ دیتا ہے جو قدموں کے روندنے کا مقام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر عبادت کا حکم دیا جو ان تمام اعمال اور اقوال ظاہرہ وباطنہ کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا اور ان سے راضی ہوتا ہے۔

تفسیر سورۃ القمر

سُوْرَةُ الْقَمَرِ (۵۴) مَكِّيَّةٌ (۳۷) — اٰيَاتُهَا ۵۵ — رُكُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ

قریب آ گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند ○ اور اگر وہ (مشرک) دیکھیں کوئی نشانی (معجزہ) تو اعراض کریں اور کہیں کہ (یہ تو) جادو ہے

مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

بڑا مضبوط (ہمیشہ سے چلا آتا) ○ اور انھوں نے جھٹلایا اور پیروی کی اپنی خواہشوں کی اور ہر کام ٹھہرا ہوا ہے (اس کیلئے وقت مقرر ہے) ○ اور یقیناً آ چکی ہیں ان کے پاس

مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤

خبریں وہ جن میں تنبیہ ونصیحت ہے ○ (اور) دانائی کی بات مکمل‘ پس نہیں فائدہ دیتیں تنبیہات ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ گھڑی‘ یعنی قیامت قریب آ گئی‘ اس کی آمد کا وقت ہو گیا‘ بایں ہمہ اس کو جھٹلانے والے جھٹلاتے چلے جا رہے ہیں اور اس کے نزول کے لیے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بڑی بڑی نشانیاں دکھاتا ہے جو اس کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں‘ ان جیسی نشانیاں لانا انسان کے بس میں نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو کچھ لے کر مبعوث ہوئے ہیں‘ اس کی صداقت پر دلالت کرنے والا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ جب آپ کی تکذیب کرنے والوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ کوئی ایسا خارق عادت معجزہ دکھائیں جو قرآن کی صحت اور آپ کی صداقت پر دلالت کرے تو آپ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا‘ چنانچہ چاند اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ٹکڑے ہو گیا‘ ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر اور دوسرا ٹکڑا جبل قعیقعان پر چلا گیا۔ مشرکین اور دیگر لوگ اس عظیم معجزے کا مشاہدہ کر رہے تھے جو عالم علوی میں وقوع پذیر ہوا۔ جس میں مخلوق ملمع سازی کی قدرت رکھتی ہے نہ تخیل کی شعبدہ بازی کر سکتی ہے‘ چنانچہ انھوں نے ایک ایسے معجزے کا مشاہدہ کیا جو اس سے قبل انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا بلکہ انھوں نے کبھی سنا بھی نہیں تھا کہ آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء ومرسلین کے ہاتھوں پر اس جیسا معجزہ ظاہر ہوا ہو۔ وہ اس معجزے کو دیکھ کر مغلوب ہو گئے مگر ایمان ان کے دلوں میں داخل ہوا نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بھلائی چاہی۔

انھوں نے اپنی بہتان طرازی اور سرکشی میں پناہ لی اور کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا، مگر اس کی علامت یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص سے پوچھو جو سفر پر سے تمھارے پاس آیا ہے اگر حضرت محمد ﷺ تم پر جادو کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو وہ اس شخص پر جادو نہیں کر سکتے جس نے تمھاری طرح (چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا) مشاہدہ نہیں کیا، چنانچہ انھوں نے ہر اس شخص سے شق قمر کے بارے میں پوچھا جو سفر پر سے آئے تھے۔ انھوں نے بھی شق قمر کے وقوع کے بارے میں خبر دی۔ اس پر انھوں نے کہا: ﴿سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ ''یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔'' محمد (ﷺ) نے ہم پر بھی جادو کر دیا اور دوسروں پر بھی۔

یہ ایسا بہتان ہے جو صرف انہی لوگوں میں رواج پا سکتا ہے جو مخلوق میں سب سے زیادہ بے وقوف، ہدایت اور عقل کے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے صرف اسی ایک معجزے کا انکار نہیں بلکہ ان کے پاس جو بھی معجزہ آتا ہے تو یہ اس کی تکذیب کرنے اور اس کو ٹھکرانے کے لیے تیار رہتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا﴾ ''اور اگر وہ (مشرک) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ موڑ لیتے ہیں۔'' یہاں ضمیر کو شق قمر کی طرف نہیں لوٹایا اور یوں نہیں کہا: وان یروھا ''اور اگر وہ اسے دیکھتے ہیں۔'' بلکہ کہا: ﴿وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا﴾ پس حق اور ہدایت کی اتباع کرنا ان کا مقصد نہیں' ان کا مقصد تو خواہشات نفس کی پیروی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ﴾ ''اور انھوں نے (اسے) جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی اتباع کی۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (القصص: ۵۰/۲۸) ''پھر اگر وہ آپ کی بات کو قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ تو صرف اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔'' اگر ان کا مقصد ہدایت کی پیروی کرنا ہوتا تو وہ ضرور ایمان لے آتے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر انھیں براہین و بینات اور قطعی دلائل کا مشاہدہ کرایا ہے جو تمام مطالب الٰہیہ اور مقاصد شرعیہ پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔'' یعنی اب تک معاملہ اپنی غایت و منتہیٰ تک نہیں پہنچا' عنقریب معاملہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔ تب تصدیق کرنے والے نعمتوں بھری جنتوں' اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے سائے میں چلیں پھریں گے اور جھٹلانے والے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا مقصد صحیح ہے نہ اتباع ہدایت۔ ﴿وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِّنَ الْأَنْبَاءِ﴾ ''اور یقیناً ان کے پاس ایسی خبریں پہنچ چکی ہیں۔'' یعنی سابقہ اور موجودہ خبریں اور معجزات ظاہرہ ﴿مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ﴾ ''جن میں تنبیہ و نصیحت ہے۔'' یعنی ایک ایسا امر ہے جو ان کی گمراہی پر زجر و توبیخ کرتا ہے۔ ﴿حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے تاکہ تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے اور

رسولوں کے مبعوث کیے جانے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

﴿فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ ''پھر محض ڈرانا فائدہ مند نہیں ہوا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ (یونس: ۱۰/ ۹۶، ۹۷) ''وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر قسم کی نشانی آجائے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔''

وقف لازم

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ

سواعراض کیجیے ان سے (یاد کریں!) جس دن بلائے گا بلانے والا نہایت ہولناک چیز کی طرف ○ جھکی ہونگی انکی نگاہیں، وہ نکلیں گے

مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ

قبروں سے (ایسے) گویا کہ وہ ٹڈی دل ہے منتشر ○ دوڑ رہے ہوں گے وہ بلانے والے کی طرف

يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝

کہیں گے کافر، یہ دن ہے نہایت سخت ○

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل تکذیب کی ہدایت کا اب کوئی حیلہ نہیں، ان کے اندر روگردانی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا، تو فرمایا: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾ ''چنانچہ (اے نبی!) آپ بھی ان سے اعراض کریں۔'' آپ ان کے لیے ایک بہت بڑے دن اور ایک بہت بڑی گھبراہٹ اور خوف کا انتظار کیجیے۔ یہ وہ دن ہوگا جب ﴿يَدْعُ الدَّاعِ﴾ ''پکارنے والا پکارے گا۔'' یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام ﴿اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ﴾ یعنی ایک بہت ہی برے معاملے کی طرف، طبیعت جس کا انکار کرے گی۔ تو نے اس سے برا اور اس سے بڑھ کر دردناک منظر نہیں دیکھا ہوگا، پس اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر قیامت (کے میدان) میں کھڑے ہوں گے۔

﴿خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی۔'' یعنی اس دہشت اور گھبراہٹ کے باعث جو ان کے دلوں میں پہنچ کر ان کو عاجز اور کمزور کردے گی اور اس بنا پر ان کی نگاہیں پست ہو جائیں گی۔ ﴿يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ﴾ وہ قبروں سے یوں نکلیں گے ﴿كَاَنَّهُمْ﴾ ''جیسے کہ وہ۔'' اپنی کثرت اور بے ترتیب ہونے کی وجہ سے ﴿جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ﴾ ''منتشر ٹڈی دل ہوں۔'' یعنی وہ زمین میں پھیلے ہوئے اور بہت زیادہ ہوں گے۔

﴿مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ﴾ ''درآں حالیکہ وہ بلانے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔'' یعنی پکارنے والے کی پکار کا جلدی سے جواب دیتے ہوئے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ پکارنے والا انھیں پکارے گا اور قیامت کے میدان میں حاضر ہونے کا حکم دے گا، وہ اس کی پکار پر لبیک کہیں گے اور جلدی سے تعمیل کریں گے۔ ﴿يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ یعنی وہ کفار جن کے سامنے ان کا عذاب موجود ہوگا، کہیں گے: ﴿هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾

''یہ بڑا سخت دن ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾ (المدثر: ۷۴/ ۱۰) ''کافروں پر (وہ دن) آسان نہ ہوگا۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دن مومنوں پر بہت آسان ہوگا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا

جھٹلایا تھا ان سے پہلے قوم نوح نے پس انھوں نے تکذیب کی ہمارے بندے کی اور کہا (یہ) دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا ○ تو پکارا اس نے

رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّ فَجَّرْنَا

اپنے رب کو کہ بیشک میں بے بس ہوں پس تو انتقام لے ○ سو کھول دیے ہم نے دروازے آسمان کے ساتھ پانی زوردار برسنے والے کے ○ اور جاری کر دیے ہم نے

الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ

زمین سے چشمے، سو مل گیا (آسمان وزمین کا) پانی ایک امر پر جو مقدر کیا گیا تھا ○ اور سوار کیا ہم نے اس (نوح) کو اوپر (کشتی) تختوں

وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً

اور میخوں والی کے ○ وہ چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے بدلہ لینے کیلیے اس شخص کا جس کا انکار کیا گیا تھا ○ اور تحقیق (بنا) چھوڑا ہم نے اس (کشتی) کو ایک نشانی

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا

پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○ پس (بتاؤ) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ ○ اور یقیناً آسان کیا ہے ہم نے

الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

قرآن کو نصیحت کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جنھوں نے اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا، نیز یہ بھی ذکر فرمایا کہ معجزات ان کو کوئی فائدہ دیں گے نہ ان کے کسی کام آئیں گے تو انھیں متنبہ کیا اور گزری ہوئی قوموں کی سزاؤں سے ڈرایا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو ہلاک کیا اور ان پر عذاب نازل کیا' چنانچہ قوم نوح کا ذکر کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو بتوں کی عبادت کرتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی اکیلے کی عبادت کا حکم دیا مگر انھوں نے شرک کو ترک نہ کیا اور کہنے لگے: ﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۲۳/۷۱) ''تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ چھوڑو تم ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو۔''

حضرت نوح علیہ السلام انھیں شب و روز اور کھلے چھپے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر ان میں عناد، سرکشی اور اپنے نبی میں جرح وقدح کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ ہوا۔ بنابریں یہاں فرمایا: ﴿فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ﴾ ''چنانچہ انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا (یہ تو) دیوانہ ہے۔'' ان کے زعم باطل کے مطابق ان کے آباؤ اجداد جس شرک اور گمراہی کے راستے پر گامزن تھے اسی پر عقل دلالت کرتی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ جہالت اور گمراہی ہے جو پاگلوں ہی سے صادر ہو سکتی ہے۔ انھوں نے اس ضمن میں جھوٹ بولا اور ان حقائق کو

بدل ڈالا جو عقلاً اور شرعاً ثابت شدہ تھے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے وہ ثابت شدہ حق تھا جو راست رو اور روشن عقل کی رشد و ہدایت اور روشنی کی طرف راہ نمائی کرتا تھا اور ان کا موقف محض جہالت اور واضح گمراہی تھا۔ فرمایا: ﴿ وَازْدُجِرَ ﴾ یعنی ان کی قوم نے ان کو زجر و توبیخ کی اور برا بھلا کہا کیونکہ آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تھی۔ آپ کی قوم نے۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔ آپ پر ایمان نہ لانے اور آپ کی تکذیب کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے مقدور بھر آپ کو اذیتیں بھی دیں۔ تمام انبیاء و مرسلین کے دشمنوں کا اپنے نبیوں کے ساتھ یہی وتیرہ رہا ہے۔

تب اس موقع پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: ﴿ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ ﴾ ''بے شک میں کمزور ہوں۔'' ان سے انتقام لینے کی مجھ میں قدرت نہیں کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے بہت تھوڑے اور چند لوگ ایمان لائے تھے جن میں اپنی قوم کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ ﴿ فَانْتَصِرْ ﴾ اے اللہ! میری طرف سے بدلہ لے۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی: ﴿ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ (نوح: ٢٦/٧١) ''اے میرے رب! کسی کافر کو زمین پر آباد نہ رہنے دے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے ان کی قوم سے بدلہ لیا۔ فرمایا: ﴿ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴾ چنانچہ ہم نے زور سے برسنے والے پانی کے ساتھ آسمان کے دہانے کھول دیے ﴿ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا ﴾ ''اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے۔'' پس آسمان نے اتنا پانی برسایا جو خارق عادت تھا' تمام روئے زمین پر پانی کے چشمے پھوٹ پڑے حتی کہ تنور سے بھی چشمہ پھوٹ پڑا' جہاں عادتاً چشمے کا ہونا تو کجا' پانی بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ تنور آگ کی جگہ ہے ﴿ فَالْتَقَى الْمَآءُ ﴾ تو (آسمان اور زمین کا) پانی مل گیا۔ ﴿ عَلٰۤى اَمْرٍ ﴾ ایک ایسے امر پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿ قَدْ قُدِرَ ﴾ ''بے شک طے تھا۔'' یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے ازل میں لکھ رکھا تھا اور ان سرکش ظالموں کو سزا دینے کے لیے مقدر کر رکھا تھا۔

﴿ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴾ یعنی ہم نے اپنے بندے نوح کو کشتی پر سوار کرا کر (اس طوفان سے) نجات دی جو لکڑی کے تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی' یعنی میخوں کے ذریعے سے تختوں کو جوڑا اور تسموں سے باندھا گیا تھا۔ ﴿ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ﴾ یعنی یہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو آپ پر ایمان لائے تھے اور دیگر مخلوقات کی ان اصناف کے ساتھ (پانی پر) چل رہی تھی جن کو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ اس میں سوار کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی' ڈوبنے سے اس کی حفاظت اور اس کی خاص دیکھ بھال کے تحت پانی پر رواں دواں تھی اور وہ بہت اچھا حفاظت کرنے والا اور بہت اچھا کارساز ہے۔ ﴿ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾ یعنی

ہم نے نوح علیہ السلام کو غرق عام سے بچایا' اس جزا کے طور پر کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کا انکار کیا مگر آپ ان کو دعوت دینے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے پر ڈٹے رہے' کوئی آپ کو اپنے مقصد سے ہٹا سکا نہ آپ کا راستہ روک سکا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (ھود: ۴۸/۱۱) ''کہا گیا: اے نوح! اتر تو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور ان قوموں پر (نازل کی گئی) ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں' اور کچھ دوسری قومیں ہیں جن کو ہم (دنیا میں) کچھ فائدہ دیں گے، پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔''

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے نوح کی قوم کو ہلاک کیا اور ہم نے ان کو عذاب اور رسوائی میں ڈالا' ان کے کفر اور عناد کی جزا کے طور پر۔ یہ معنی اس شخص کی قراءت پر مبنی ہے جس نے کَفَرَ کے کاف کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ یعنی ہم نے قوم نوح کے ساتھ نوح علیہ السلام کے قصے کو ایک نشانی کے طور پر چھوڑا جس سے نصیحت حاصل کرنے والے اس بات کی نصیحت حاصل کرتے ہیں کہ جو کوئی رسولوں کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کے ساتھ عناد رکھتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے ایک عام اور سخت عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ یا ﴿تَّرَكْنٰهَآ﴾ کی ضمیر کشتی اور اس کی جنس کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ کشتی کی صنعت کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو دی' پھر اس کی صنعت اور اس کی جنس کو لوگوں میں باقی رکھا تا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر رحمت اور عنایت' اس کی کامل قدرت اور انوکھی صنعت پر دلالت کرے۔ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا اور اپنے فکر و ذہن کو ان کے سامنے ڈال دینے والا ہے، بے شک یہ نشانیاں نہایت واضح اور بہت آسان ہیں۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ پس اے مخاطب! تو نے اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب اور اس کی اس تنبیہ کو کیسا دیکھا جو کسی کے لیے کوئی حجت نہیں چھوڑتی؟ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ہم نے اس قرآن کے الفاظ کو یاد کرنے' ان کو ادا کرنے اور اس کے معانی کو علم و فہم کی خاطر نہایت آسان اور سہل بنایا کیونکہ قرآن لفظ کے اعتبار سے اچھا' معنیٰ کے اعتبار سے سب سے سچا اور تفسیر کے اعتبار سے سب سے واضح کلام ہے جو کوئی قرآن کریم پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے مطلوب و مقصود کو حد درجہ آسان اور سہل کر دیتا ہے۔

اَلـذِّكْـر حلال و حرام کے احکام' امر و نہی' جزا و سزا کے احکام' مواعظ' عبرت انگیز واقعات' عقائد نافعہ اور اخبار صادقہ کو شامل ہے۔ بنا بریں قرآن کریم کا علم، حفظ اور تفسیر کے اعتبار سے بہت آسان اور علی الاطلاق جلیل

علم ہے۔ قرآن کا علم بہت نفع مند علم ہے۔ بندۂ مومن جب اسے طلب کرتا ہے تو اس کی مدد کی جاتی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سلف میں سے کسی کا قول ہے: کیا کوئی علم کا طالب ایسا ہے جس کی اس بارے میں مدد کی جائے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی طرف توجہ مبذول کرنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔''

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝١٨ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

تکذیب کی (قوم) عاد نے پس (دیکھو) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ ○ بلاشبہ ہم نے بھیجی ان پر شاں شاں کرتی یخ ہوا

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝١٩ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝٢٠ فَكَيْفَ كَانَ

ایک دن دائمی نحوست والے میں ○ وہ اکھاڑ پھینکتی تھی لوگوں کو گویا کہ وہ تنے ہیں جڑ سے اکھڑی ہوئی کھجور کے ○ تو کیسا تھا

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٢١ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٢٢ ع

میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ ○ اور یقیناً آسان کیا ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○

عاد یمن کا ایک معروف قبیلہ ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو انھیں توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے مگر انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ﴿رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ سخت طوفانی ہوا بھیجی ﴿فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ﴾ ''منحوس دن میں۔'' جس کا عذاب بہت سخت اور ان کے لیے بہت بدبختی والا تھا۔ ﴿مُّسْتَمِرٍّ﴾ جو ان پر مسلسل سات رات اور آٹھ دنوں تک انھیں فنا کرنے کے لیے چلتی رہی۔ ﴿تَنْزِعُ النَّاسَ﴾ وہ اپنی شدت کی وجہ سے لوگوں کی بیخ کنی کر رہی تھی، انھیں آسمان کی طرف اٹھا کر زمین پر دے مارتی تھی اور یوں انھیں ہلاک کر ڈالتی تھی اور ان کی یہ حالت ہوگئی تھی ﴿كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ﴾ ''گویا کہ وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔'' یعنی ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشیں ایسے دکھائی دے رہی تھیں جیسے گری ہوئی کھجور کے تنے، جنھیں سخت ہوا نے جڑ سے اکھاڑ دیا ہو اور وہ زمین پر گری پڑی ہوں، جب مخلوق اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتی ہے تو وہ اس کے ہاں کتنی حقیر ہو جاتی ہے۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''پھر میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟'' اللہ کی قسم! دردناک عذاب اور تنبیہ تھی جس نے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہنے دی۔ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور یقیناً ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت اور عنایت کی بنا پر اس فقرے کو بتکرار بیان کیا اور انھیں اس امر کی طرف بلایا ہے جو ان کی دنیا اور آخرت کی اصلاح کرتا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ

جھٹلایا (قوم) ثمود نے ڈرانے والوں کو○ پس انھوں نے کہا: کیا ایسے آدمی کی جو ہم میں سے ہے تنہا پیروی کریں ہم اس کی؟ بلاشبہ ہم تو اس وقت ہوں گے گمراہی

وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ

اور دیوانگی میں○ کیا القا کی گئی ہے وحی اسی پر ہم سب کے درمیان میں سے؟ (نہیں) بلکہ وہ سخت جھوٹا خود پسند ہے○ عنقریب وہ جان لیں گے

غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾

کل، کون ہے کذاب خود پسند؟○ بلاشبہ ہم بھیجنے (چٹان سے نکالنے) والے ہیں اونٹنی آزمائش کیلئے انکی سو انتظار کر انکا اور صبر کر○

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

اور خبر دے انکو کہ بیشک پانی تقسیم شدہ ہے انکے درمیان، ہر ایک پانی کی باری حاضر کی گئی ہے○ پس انھوں نے پکارا اپنے ساتھی کو تو اس نے پکڑا

فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

پھر اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں○ تو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟○ بلاشبہ ہم نے بھیجی ان پر چیخ ایک ہی، تو ہو گئے وہ

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

(ایسے) جیسے روندی ہوئی باڑ، باڑ لگانے والے کی○ اور یقیناً ہم نے آسان کیا ہے قرآن کو نصیحت کیلئے تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا؟○

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ﴾ ''ثمود نے جھٹلایا۔'' اس آیت میں ثمود سے مراد معروف قبیلہ ہے جو حِجر کے علاقے میں آباد تھا جب ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا جس کا کوئی شریک نہیں اور مخالفت کی صورت میں انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور استکبار کا مظاہرہ کیا اور تکبر سے ڈینگیں مارتے ہوئے کہا: ﴿ اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ﴾ ''بھلا ایک ایسا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے، ہم اس کی پیروی کریں؟'' یعنی ہم ایک بشر کی اتباع کیسے کر سکتے ہیں جو فرشتہ نہیں جو ہم میں سے ہے جو ہمارے علاوہ ان لوگوں میں سے بھی نہیں جو لوگوں کے نزدیک ہم سے افضل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اکیلا ہی تو ہے ﴿ اِنَّآ اِذًا ﴾ یعنی اگر ہم نے اس حالت میں اس کی اتباع کی ﴿ لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴾ تو تب ہم گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ یہ کلام ان کی گمراہی اور بدبختی کے سبب سے صادر ہوا کیونکہ انھوں نے محض تکبر کی بنا پر ایک ایسے رسول کی اتباع سے تو انکار کر دیا جو ان کی جنس میں سے تھا مگر انھیں شجر و حجر اور بتوں کے پجاری بنتے ہوئے غیرت نہ آئی۔

﴿ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ ''کیا ہمارے سب کے درمیان سے صرف اسی پر وحی اتاری گئی ہے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ ہم میں سے اس کو کس بنا پر خصوصیت عطا کرتا ہے اور اس پر ذکر نازل کرتا ہے؟ اس میں کون سی ایسی خوبی ہے جس کی بنا پر ہم میں سے صرف اسے ہی یہ خصوصیت عطا کی ہے؟ یہ وہ اعتراض ہے جو

اہل تکذیب ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ پر کرتے چلے آئے ہیں' اسی کی بنیاد پر انبیاء ومرسلین کی دعوت پر حملہ آور ہوتے رہے اور اس کورد کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا جواب رسولوں کے اس قول کے ذریعے سے دیا جو انھوں نے امتوں سے کہا تھا: ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (ابراھیم: ١٤/ ١١) ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا: واقعی ہم محض تم جیسے بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر احسان کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ایسے اوصاف' اخلاق اور کمالات سے نوازا ہوتا ہے جن کی بنا پر وہ اپنے رب کی رسالت اور اس کی وحی کے اختصاص کی صلاحیت رکھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے کہ رسول نوع بشری میں سے ہیں۔ اگر رسول فرشتوں میں سے ہوتے تو انسانوں کا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اگر فرشتوں کو رسول بنایا ہوتا تو جھٹلانے والوں پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔

قوم ثمود سے اپنے نبی کے بارے میں صادر ہونے والے اس کلام کا مقصد صرف حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانا تھا' اس لیے انھوں نے آپ پر یہ ظالمانہ حکم لگایا، چنانچہ انھوں نے کہا: ﴿ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴾ ''بلکہ وہ تو سخت جھوٹا اور شر کا حامل ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے' ان کی آرزوئیں کس قدر بے وقوفی پر مبنی ہیں اور وہ سچے خیر خواہوں کے مقابلے میں ان کو برے خطابات سے مخاطب کرنے میں کتنے ظالم اور کتنے سخت ہیں؟ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی بھیجی جو ان کے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت تھی جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی، وہ اس کا دودھ دوہتے تھے جو ان سب کے لیے کافی ہوتا تھا۔ ﴿ فِتْنَةً لَّهُمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یہ اونٹنی) ان کی آزمائش اور امتحان کے طور پر تھی۔ ﴿ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴾ پس ان کو دعوت دینے پر ڈٹے رہیے اور منتظر رہیے کہ ان پر کیا عذاب نازل ہوتا ہے یا اس بات کے منتظر رہیے کہ آیا وہ ایمان لاتے ہیں یا کفر ہی پر ڈٹے رہتے ہیں؟

﴿ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ﴾ یعنی ان کو آگاہ کر دیجیے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا' یعنی ان کا پانی پینے کا چشمہ اب ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا۔ ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن ان کے پانی پینے کے لیے ہے۔ ﴿ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴾ ''ہر ایک (اپنی) باری پر حاضر ہوگا۔'' یعنی اس روز صرف وہی پانی پر آئے گا جس کی باری ہوگی اور جس کی باری نہ ہوگی اس کے لیے پانی پر آنے کی ممانعت ہوگی۔ ﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ ﴾ ''پھر انھوں نے اپنے (ایک) ساتھی کو بلایا۔'' جو اونٹنی کو ہلاک کرنے میں براہ راست ملوث تھا' جو اپنے قبیلے کا سب سے بدبخت شخص تھا۔ ﴿ فَتَعَاطٰى ﴾ تو قوم ثمود نے اس کو اونٹنی ہلاک کرنے کا جو حکم دیا تھا اس

نے اس کی اتباع کی ﴿ فَعَقَرَ ﴾ ''چنانچہ اس نے اونٹنی کو قتل کر ڈالا۔'' ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴾ ''پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟'' یعنی یہ سخت ترین عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت چنگھاڑ اور زلزلہ بھیجا جس نے ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان لوگوں کو بچا لیا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ

جھٹلایا قوم لوط نے ڈرانے والوں کو ○ بلاشبہ ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی ہوا سوائے آل لوط کے ہم نے نجات دی انھیں

بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم

بوقتِ سحر ○ فضل کرتے ہوئے اپنے پاس سے اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں اس کو جو شکر کرتا ہے ○ اور البتہ تحقیق (لوط نے) ڈرایا تھا انھیں

بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا

ہماری پکڑ سے تو انھوں نے شک کیا ڈراوے میں ○ اور یقیناً انھوں نے مطالبہ کیا لوط سے اسکے مہمانوں کا تو مٹا دیں ہم نے انکی آنکھیں پس چکھو تم

عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي

میرا عذاب اور میرا ڈرانا ○ اور البتہ تحقیق ہلاک کر دیا ان کو صبح کے وقت عذاب دائمی نے ○ پس چکھو تم میرا عذاب

وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ ع ۱۸

اور میرا ڈرانا ○ اور یقیناً آسان کیا ہے ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ ﴾ جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور انھیں شرک اور فحش کام سے روکا جو دنیا میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، تو انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ پس انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور اپنے شرک اور فواحش پر جمے رہے حتی کہ وہ فرشتے جو خوبصورت مہمانوں کی شکل میں آئے تھے ان کی آمد کے بارے میں جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے سنا تو جلدی سے آئے اور وہ ان مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کا برا کرے۔ وہ ان مہمانوں کے بارے میں آپ کو فریب دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا' انھوں نے ان کو اندھا کر ڈالا' ان کے نبی نے ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور سزا سے ڈرایا ﴿ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴾ ''تو انھوں نے ڈراوے میں شک کیا۔''

﴿ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴾ ''اور یقیناً صبح سویرے ہی اٹل عذاب نے انھیں ہلاک کر دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کر کے نچلے کو الٹ کر اوپر کر دیا اس کے بعد ان پر لگاتار کھنگر کے پتھر برسائے جو تیرے رب کے ہاں' حد سے گزرنے والوں کے لیے نشان زدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو' ان کی اپنے رب کی شکر گزاری اور اسی اکیلے کی عبادت کرنے کی جزا کے طور پر بہت بڑی

مصیبت سے نجات دی۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ

اور البتہ تحقیق آئے تھے فرعونیوں کے پاس (بھی) ڈرانیوالے ○ انہوں نے تکذیب کی ہماری نشانیوں کی سبکی تو ہم نے پکڑا ان کو پکڑنا (مانند) ایک زبردست

مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

قدرت والے کے○ کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان (کافروں) سے یا تمہارے لیے کوئی نجات (لکھی ہوئی) ہے (سابقہ) صحیفوں میں؟○ کیا وہ (مشرکین) کہتے ہیں

نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

کہ ہم ایک جماعت ہیں غالب آنیوالی؟○ عنقریب شکست دی جائیگی وہ جماعت اور بھاگیں گے وہ پیٹھ پھیر کر○ بلکہ قیامت وعدے کا وقت ہے انکا

وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ

اور قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے○ بلاشبہ مجرمین گمراہی اور دیوانگی میں (پڑے ہوئے) ہیں○ جس دن گھسیٹے جائینگے وہ

فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾

آگ میں اپنے چہروں کے بل (کہا جائیگا) چکھو تم تکلیف (عذاب) جہنم کی○ بلاشبہ ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ہم نے اسے ساتھ ایک اندازے کے○

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ

اور نہیں (ہوتا) ہمارا حکم مگر ایک (کلمہ) ہی جیسے جھپکنا آنکھ کا○ اور تحقیق ہلاک کر چکے ہیں ہم (پہلے) تم جیسوں کو تو کیا ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ

نصیحت پکڑنے والا؟○ اور ہر چیز کہ کی ہے انہوں نے وہ (لکھی ہوئی) ہے صحیفوں میں○ اور ہر چھوٹا بڑا (عمل) لکھا ہوا ہے○ بلاشبہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

متقی لوگ باغات اور نہروں میں ہونگے○ مقامِ عزت میں نزدیک بادشاہ قدرت والے کے○

وقف لازم

﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾ اور بلاشبہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس (بھی) ڈرانے والے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس واضح دلائل اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا' آپ کی تائید کی' ان کو بڑے بڑے عبرت ناک واقعات کا مشاہدہ کرایا جن کا مشاہدہ ان کے سوا کسی اور کو نہیں کرایا۔ مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام نشانیوں کو جھٹلا دیا' تب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی کے مانند عذاب کی گرفت میں لے لیا' پس فرعون اور اس کے لشکروں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ ان واقعات کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو ڈرایا جائے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ﴾ ''(اے اہل عرب!) کیا تمھارے کافر ان (کافروں) سے بہتر ہیں؟'' یعنی کیا یہ لوگ جنھوں نے افضل المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے' ان جھٹلانے والوں سے بہتر

ہیں جن کی ہلاکت اور ان پر گزرنے والے حالات کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے؟ اگر یہ لوگ ان لوگوں سے بہتر ہیں تو ممکن ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں اور ان پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو ان شریر لوگوں پر نازل ہوا تھا مگر معاملہ یوں نہیں کیونکہ اگر یہ لوگ ان لوگوں سے بڑھ کر شر پسند نہیں تو ان سے اچھے بھی نہیں۔

﴿ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴾ ''یا تمھارے لیے (سابقہ) صحیفوں میں کوئی نجات لکھی ہوئی ہے؟'' یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں تمھارے ساتھ کوئی عہد اور میثاق کر رکھا ہے جو گزشتہ انبیاء پر نازل ہوئی ہیں جن کی بنا پر تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس خبر کی وجہ سے عذاب سے بچ جاؤ گے؟ مگر یہ غیر واقع چیز ہے بلکہ یہ عقلاً اور شرعاً غیر ممکن امر ہے کہ ان کتب الٰہیہ میں ان کی براءت لکھ دی گئی ہو جو عدل و حکمت کو متضمن ہیں۔

یہ حکمت کے منافی ہے کہ ان جیسے معاندین حق کو نجات حاصل ہو جنھوں نے افضل الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر صاحب تکریم ہیں، کو جھٹلایا۔ پس اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کے پاس کوئی قوت ہو جس سے وہ مدد حاصل کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴾ ''ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کو بیان کرتے ہوئے اور اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہ وہ ہزیمت اٹھائیں گے، فرماتا ہے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴾ ''عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔'' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ پس اس نے ان کی بہت بڑی جماعت کو غزوۂ بدر کے روز زبردست ہزیمت سے دوچار کیا، ان کے بڑے بڑے بہادر اور ان کے سرکردہ سردار قتل ہو کر ذلیل و خوار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنے نبی اور اہل ایمان پر مشتمل اپنے گروہ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

بایں ہمہ ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے، جب اللہ تعالیٰ ان کے اولین و آخرین، جو دنیا میں مصائب میں مبتلا رہے اور جن کو دنیا کی لذتوں سے بہرہ ور کیا گیا، سب کو اکٹھا کرے گا، اس لیے فرمایا: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ ﴾ ''بلکہ ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے۔'' اس وقت ان کو جزا دی جائے گی اور نہایت عدل و انصاف کے ساتھ ان سے حق لیا جائے گا۔ ﴿ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴾ ''اور قیامت کی گھڑی بہت بڑی آفت اور تلخ چیز ہے۔'' یعنی بہت بڑی آفت، زیادہ مشقت آمیز اور ہر اس چیز سے بڑھ کر ہے جس کا گمان کیا جا سکتا ہے یا وہ تصور میں آسکتی ہے۔

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ جنھوں نے نہایت کثرت سے جرائم کا ارتکاب کیا۔ اس سے مراد بڑے بڑے گناہ، یعنی شرک اور معاصی وغیرہ ہیں۔ ﴿ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴾ ''وہ گمراہی اور دیوانگی میں پڑے ہیں۔'' یعنی وہ دنیا میں گمراہ تھے، وہ علم کی گمراہی اور عمل کی گمراہی میں مبتلا تھے۔ وہ قیامت کے روز دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے، ان پر آگ بھڑکائی جائے گی، آگ ان کے جسموں میں شعلہ زن ہوگی یہاں تک کہ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔ ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ﴾ ''جس دن انھیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا

جائے گا۔" چہرہ جو تمام اعضا میں سب سے زیادہ شرف کا حامل ہے۔ اس کا درد دیگر تمام اعضا سے بڑھ کر ہے۔ پس انھیں اس عذاب کے ذریعے سے ذلیل و رسوا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ "تم جہنم (کے عذاب) کی تکلیف چکھو۔" یعنی آگ اس کے غم اس کے غیظ و غضب اور اس کے شعلوں (کے عذاب) کو چکھو۔

﴿ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ "بے شک ہم نے ہر چیز کو مقرر اندازے کے مطابق پیدا کیا۔" یہ آیت کریمہ تمام مخلوقات تمام علوی اور سفلی کائنات کو شامل ہے تمام کائنات کو اکیلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا خالق نہیں اور نہ اس کی تخلیق میں کسی کی کوئی شراکت ہی ہے۔ اس نے اس کائنات کو ایسی قضاوقدر کے ساتھ پیدا کیا جس کے بارے میں اس کا علم سبقت کر گیا اس کی مقدار وقت اور اس کے تمام اوصاف کو اس کے قلم نے درج کر لیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان تھے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴾ "اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک بات ہی ہوتی ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے: ہو جا تو وہ چیز آنکھ جھپکنے کے مانند بغیر کسی رکاوٹ اور بغیر کسی صعوبت کے اسی طرح ہو جاتی ہے جیسا اس نے ارادہ کیا تھا۔

﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْيَاعَكُمْ ﴾ "اور یقیناً ہم تم سے پہلے تمھارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔" یعنی گزشتہ قوموں میں سے جنھوں نے ویسے ہی عمل کیے تھے جیسے تم نے کیے ہیں انھوں نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی جیسے تم نے تکذیب کی۔ ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ یعنی ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا جو یہ جانتا ہو کہ اولین و آخرین میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہی سنت رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ان شر پسند لوگوں کی ہلاکت ضروری تھی کیونکہ یہ شر پسند لوگ بھی انھی کے مانند ہیں دونوں فریقوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴾ یعنی وہ جو بھی کوئی نیکی اور بدی کا فعل سرانجام دیتے ہیں وہ ان کے صحیفہ تقدیر میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ﴿ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴾ یعنی ہر چھوٹا بڑا عمل لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور قضاوقدر کی حقیقت یہ ہے کہ تمام اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس نے اپنے پاس ہر چیز کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا انسان کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت نہیں پہنچی ہوتی وہ پہنچ نہیں سکتی۔

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ یعنی تعمیل اوامر اور ترک نواہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہ لوگ جو شرک کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴾ وہ نعمتوں بھری جنتوں میں ہوں گے جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی آدمی کے حاشیہ خیال ہی میں ان کا گزر ہوا ہے۔ یعنی ان جنتوں میں پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے درخت بہتی ہوئی نہریں بلند و بالا محلات

خوبصورت آرام گاہیں، نہایت لذیذ ماکولات و مشروبات، حسین و جمیل حوریں، خوبصورت باغات، جزا و سزا سے نوازنے والے بادشاہ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول میں کامیابی، یہ سب کچھ ہو گا۔

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ ''حقیقی عزت کی جگہ ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔'' اس کے بعد مت پوچھیے کہ ان کا رب اپنی طرف سے کیسی کیسی عزت و تکریم اور جود و کرم سے نوازے گا اور ان پر اپنے بے پایاں احسانات اور نوازشات میں اضافہ کرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے، ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کی بنا پر ہمیں ان بھلائیوں سے محروم نہ کرے جو اس کے سایۂ رحمت میں ہیں۔ (آمین)

تفسیر سورۃ الرحمٰن

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ (۵۵) مَدَنِيَّةٌ (۹۷) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۷۸ رُكُوْعَاتُهَا ۳

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رحمٰن ○ سکھایا اس نے قرآن ○ پیدا کیا اس نے انسان کو ○ سکھایا اس کو بولنا ○ سورج اور چاند

بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷

(چلتے ہیں) ایک حساب سے ○ اور بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں ○ اور آسمان، اسی (رحمٰن) نے بلند کیا اسکو اور اسی نے رکھی ترازو ○

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ

تاکہ نہ تجاوز کرو تم تولنے میں ○ اور قائم کرو تم وزن کو انصاف سے اور نہ کمی کرو تم تولی جانے والی چیز میں ○ اور زمین،

وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ

اسی نے رکھا (بچھایا) اس کو مخلوق کیلیے ○ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت (جنکے شگوفے اور پھل ہوتے ہیں) غلافوں والے ○ اور دانے

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳

(اناج اور غلے) ہیں بھوسے والے اور پھول خوشبودار ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں (اے جن و انس!) جھٹلاؤ گے؟ ○

اس سورۂ کریمہ کا افتتاح اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ سے ہوا ہے جو اس کی بے پایاں رحمت، عمومی احسان، بے شمار بھلائیوں اور وسیع فضل و کرم پر دلالت کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو اس کی رحمت اور اس کے آثار، یعنی دینی، دنیاوی اور اخروی نعمتوں پر دلالت کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں تک پہنچایا۔ اپنی ان نعمتوں کی ہر جنس اور نوع کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں یعنی جن و انس کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا: ﴿ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴾ یعنی اس نے اپنے بندوں کو قرآن کے الفاظ و معانی کی تعلیم دی اور اس کے الفاظ کو بندوں پر آسان کر دیا۔ یہ اس کی سب سے بڑی عنایت اور رحمت ہے جو بندوں پر سایہ کناں ہے کہ اس نے ان پر بہترین الفاظ میں اور واضح ترین معانی کے ساتھ عربی زبان میں قرآن نازل کیا جو ہر بھلائی پر مشتمل اور ہر برائی سے روکتا ہے۔ ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴾ انسان کو بہترین صورت میں، کامل اعضا اور پورے اجزا کے ساتھ نہایت محکم بنیاد پر تخلیق فرمایا، باری تعالیٰ نے انسان کو پوری مہارت کے ساتھ بنایا اور اسے تمام حیوانات پر امتیاز بخشا۔ ﴿ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾ یعنی اسے مافی الضمیر کو بیان کرنا سکھایا اور یہ تعلیم نطقی اور تعلیم خطی دونوں کو شامل ہے، مافی الضمیر کا بیان جس کی بنا پر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات پر امتیاز بخشا، اس کا شمار اللہ کی سب سے بڑی اور جلیل ترین نعمتوں میں ہوتا ہے۔

﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ ''سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا کیا، ان کو مسخر کیا جو بندوں پر رحمت اور ان کے ساتھ عنایت کے طور پر ایک متعین حساب اور مقرر اندازے سے چل رہے ہیں، نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے بندوں کے مصالح کا انتظام کرتا ہے تاکہ بندے ماہ و سال کی گنتی اور حساب کی معرفت حاصل کر لیں۔ ﴿ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴾ آسمان کے ستارے اور زمین کے درخت سب اپنے رب کو پہچانتے ہیں، اس کو سجدہ کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصالح اور منافع کے لیے ان کو مسخر کر رکھا ہے۔

﴿ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا ﴾ یعنی ارضی مخلوقات کے لیے آسمان کی چھت کو بلند کیا۔ ﴿ وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ترازو وضع کیا، یعنی بندوں کے درمیان اقوال و افعال میں عدل جاری کیا۔ اس سے مراد صرف معروف میزان ہی نہیں بلکہ وہ، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، معروف میزان، ناپ تول جس کے ذریعے سے اشیاء اور دیگر مقداروں کو ناپا جاتا ہے، دیگر پیمانے جن کے ذریعے سے مجہولات کو منضبط کیا جاتا ہے اور اس میں وہ حقائق بھی داخل ہیں جن کے ذریعے سے مخلوقات میں فرق کیا جاتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان کے درمیان عدل قائم کیا جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے میزان نازل فرمائی تاکہ تم حقوق اور دیگر معاملات میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اگر معاملہ تمھاری عقل اور آراء کی طرف لوٹتا تو ایسا خلل واقع ہوتا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آسمان، زمین اور ان کے رہنے والے فساد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ﴿ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ ﴾ ''اور تم وزن انصاف سے کرو۔'' یعنی جہاں تک تمھاری قدرت، طاقت اور تمھارے امکان میں ہے، وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو۔ ﴿ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ یعنی اسے کم نہ کرو کہ اس کی ضد پر عمل کرنے لگو، اس سے

مراد ظلم و جور اور سرکشی ہے۔

﴿ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی کثافتوں‘ اس کے استقرار اور اس کے اوصاف و احوال سمیت بنایا۔ ﴿ لِلْاَنَامِ ﴾ مخلوق کے لیے تاکہ وہ زمین کو ٹھکانا بنائے‘ زمین ان کے لیے ہموار فرش کا کام دے‘ یہ اس پر عمارتیں تعمیر کریں‘ زمین پر کھیتی باڑی کریں‘ باغات لگائیں‘ کنویں کھودیں‘ اس کے راستوں پر چلیں‘ اس کی معدنیات اور ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھائیں جن کی انھیں حاجت اور ضرورت ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خوراک کی ضروری اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ﴾ ”اس میں لذیذ پھل ہیں۔“ اس سے مراد وہ تمام درخت ہیں جو پھل پیدا کرتے ہیں جنھیں بندے مزے سے کھاتے ہیں‘ مثلاً: انگور‘ انجیر‘ انار اور سیب وغیرہ۔ ﴿ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴾ ”اور کھجور کے درخت ہیں جن کے شگوفے غلافوں میں لپٹے ہوتے ہیں۔“ یعنی غلاف والی کھجوریں جو گچھے سے پھوٹتی ہیں جو تھوڑی تھوڑی کر کے نکلتی ہیں یہاں تک کہ مکمل ہو جاتی ہیں‘ تب وہ خوراک بن جاتی ہیں جس کو کھایا جاتا ہے‘ اس کو ذخیرہ کیا جاتا ہے‘ مقیم اور مسافر اس کو توشہ بناتے ہیں۔ کھجور بہترین پھلوں میں سے نہایت لذیذ پھل ہے۔ ﴿ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ﴾ ”اور بھوسے والے دانے (اناج)۔“ یعنی نال دار اناج جسے گاہا جاتا ہے، پھر مویشیوں وغیرہ کے لیے اس کے بھوسے سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اس میں گیہوں‘ جو‘ مکئی‘ چاول اور چنا وغیرہ داخل ہیں ﴿ وَالرَّيْحَانُ ﴾ ”اور خوشبودار پھول ہیں۔“ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے رزق کی تمام اقسام مراد ہوں جس کو آدمی کھاتے ہیں۔ تب یہ خاص پر عطف عام کے باب میں شمار ہوگا اور اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی اور خصوصی خوراک اور رزق سے نوازا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد معروف ریحان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع کی خوش کن اور فاخرہ خوشبوؤں کو زمین میں سے مہیا کر کے‘ ان سے اپنے بندوں کو نوازا ہے جو روح کو مسرت عطا کرتی ہیں اور ان سے نفوس میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کا آنکھوں اور بصیرت کے ذریعے سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور خطاب دونوں گروہوں، یعنی جنات اور انسانوں کے لیے ہے‘ اس لیے اپنی نعمتوں کو متحقق کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ یعنی (اے جن وانس!) پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی دینی اور دنیاوی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ جنات کے سامنے تلاوت فرمائی تو ان کا کیا ہی خوبصورت جواب تھا۔ جب بھی آپ: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ پڑھتے تو وہ جواب میں کہتے: لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ ”اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے‘ چنانچہ تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔“[1] اسی طرح بندۂ مومن کو چاہیے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس

[1] جامع الترمذي‘ تفسير القرآن‘ باب ومن سورة الرحمٰن‘ حديث: ٣٢٩١.

کے احسانات کی آیات تلاوت کی جائیں تو وہ ان کا اقرار کرے' ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کی حمد وثنا بیان کرے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾

اس نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکری ○ اور اس نے پیدا کیا جن کو شعلۂ آتش سے ○

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمت ہے کہ اس نے انھیں اپنی قدرت اور کاریگری کے آثار دکھائے کہ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ انسان کے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کو گیلی مٹی سے پیدا کیا' جس کے نم کو مہارت کے ساتھ محکم کیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک ہو گئی اور اس میں آگ پر پکائے گئے ٹھیکرے کی آواز کے مانند کھنکھنانے کی آواز پیدا ہو گئی۔ ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ﴾ اور جنات کے باپ ابلیس لعین کو پیدا کیا ﴿مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ آگ کے صاف شعلے سے یا اس سے مراد وہ شعلہ ہے جس کے ساتھ دھواں ملا ہوا ہو۔ یہ آیت کریمہ انسان کے عنصر کے شرف پر دلالت کرتی ہے جسے گارے اور مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جو وقار' ثقل اور منافع کا محل ہے' بخلاف جنات کے عنصر' یعنی آگ کے جو خفت' طیش' شر اور فساد کا محل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی تخلیق اور ان کا مادۂ تخلیق بیان فرمایا' یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا' تو ارشاد فرمایا: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ ''(اے جن وانس!) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾

(وہی) رب ہے دونوں مشرقوں کا اور رب ہے دونوں مغربوں کا ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا رب ہے جس پر سورج' چاند اور روشن ستارے طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور وہ سب کچھ جس کے اندر چاند سورج ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرق اور مغرب کو سورج کے گرمیوں اور سردیوں کے مقامات طلوع وغروب کے مختلف ہونے کے اعتبار سے تثنیہ ذکر کیا ہے۔ واللہ أعلم.

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾

اس (رحمٰن) نے جاری کیے دو سمندر جو باہم ملتے ہیں ○ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے' نہیں تجاوز کرتے وہ دونوں ○

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم جھٹلاؤ گے؟ ○ نکلتے ہیں ان دونوں (سمندروں) سے موتی اور مونگے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟○

یہاں بحرین سے مراد ہے: میٹھے پانی کا سمندر اور نمکین پانی کا سمندر ہے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔ (دریا کا) میٹھا پانی نمکین سمندر میں گرتا ہے، پھر دونوں قسم کے پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کو ایک رکاوٹ بنا رکھا ہے' ایک پانی دوسرے پانی پر سرکشی نہیں کرتا اور یوں دونوں پانیوں کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ لوگ میٹھے پانی کو خود پیتے ہیں اور اس سے اپنے باغات اور کھیتی باڑی کو سیراب کرتے ہیں' کھاری پانی فضا کو پاک صاف کرتا ہے' اس میں وہیل' مچھلیاں' موتی اور گھونگے پیدا ہوتے ہیں اور یہ کشتیوں اور دیگر بحری سواریوں کے لیے مستقر اور مسخر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع

النصف = ۵۵/ع

اور اسی کی ہیں (کشتیاں) چلنے والی' جو بلند کی ہوئی ہیں سمندر میں پہاڑوں کے مانند○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟○

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو مسخر کیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کے سینے کو چیرتی چلی جاتی ہیں جن کو آدمیوں نے بنایا ہے جو اپنی عظمت کی وجہ سے بڑے بڑے پہاڑوں کے مانند دکھائی دیتی ہیں۔ لوگ ان کشتیوں پر سواری کرتے ہیں اور ان پر اپنا سامان' مال تجارت اور دیگر اشیاء لادتے ہیں جن کی وہ ضرورت اور حاجت محسوس کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی حفاظت کرنے والی ہستی ان کشتیوں کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''(اے جن وانس!) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

سب (کے سب) جو اس (زمین) پر ہیں فنا ہو جانے والے ہیں○ اور باقی رہے گا چہرہ آپ کے رب صاحب جلال واکرام کا○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟○

یعنی زمین کی ہر چیز انسان' جنات' جانور اور تمام مخلوقات فنا اور ہلاک ہو جائیں گے اور وہ زندہ ہستی باقی رہ جائے گی جو کبھی نہیں مرے گی ﴿ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ جو عظمت اور کبریائی کی مالک ہے جو مجد اور بزرگی کی مالک ہے جس کی بنا پر اس کی تعظیم اور عزت کی جاتی ہے اور اس کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا ہے اَلْاِكْرَام سے مراد بے پایاں فضل اور جود ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء وخواص کو مختلف انواع کے اکرام کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے جس کی بنا پر اس کے اولیاء وخواص اس کی تکریم کرتے' اس کے جلال کا اقرار کرتے

ہیں‘اس کی تعظیم کرتے ہیں‘اس سے محبت کرتے ہیں‘اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ ’’پھر (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ﴿۲۹﴾

اسی سے مانگتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ ہر روز (وقت) وہ ایک (نئی) شان میں ہے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اللہ تعالیٰ بذاتہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے وہ بے پایاں جود و کرم کا مالک ہے۔ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے‘وہ اس سے اپنی تمام حوائج کے متعلق اپنے حال و قال کے ذریعے سے سوال کرتے ہیں۔ وہ لمحہ بھر بلکہ اس سے بھی کم وقت کے لیے اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتے اور اللہ تعالیٰ ﴿ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴾ ’’ہر روز (ہر وقت) ایک (نئی) شان میں ہوتا ہے۔‘‘ یعنی وہ محتاج کو غنی کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے‘کسی قوم کو عطا کرتا ہے‘ کسی کو محروم کرتا ہے‘وہ موت دیتا اور زندگی عطا کرتا ہے‘وہی کسی کو جھکاتا اور کسی کو بلند کرتا ہے۔ کوئی کام اسے کسی دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا‘ مسائل اسے کسی غلطی میں مبتلا نہیں کر سکتے‘ مانگنے والوں کا اصرار کے ساتھ مانگنا اور سوال کرنے والوں کا لمبا چوڑا سوال اسے زچ نہیں کر سکتا۔

پاک ہے وہ ذات جو فضل و کرم کی مالک اور بے حد و حساب عطا کرنے والی ہے جس کی نوازشیں زمین اور آسمان والوں‘ سب کے لیے عام ہیں۔ اس کا لطف و کرم ہر آن اور ہر لحظہ تمام مخلوق پر سایہ فگن ہے۔ نہایت بلند ہے وہ ہستی جس کو گناہ گاروں کا گناہ اور اس سے اور اس کے کرم سے ناواقف فقرا کا استغنا، عطا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ یہ تمام معاملات جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر روز کام میں ہوتا ہے‘ وہ تقادیر اور تدابیر ہیں جن کو اس نے ازل میں مقدر کر دیا تھا‘ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ان اوقات میں جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے‘ نافذ کرتا رہتا ہے‘ یہ اس کے احکام دینی ہیں جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں اور یہ اس کے احکام کونی و قدری ہیں جن کو وہ اپنے بندوں پر اس وقت تک جاری کرتا رہے گا جب تک کہ ان کا قیام اس دنیا میں ہے۔

جب یہ مخلوقات تمام ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ سب کو فنا کر دے گا اور وہ چاہے گا کہ ان پر اپنے احکام جزائی نافذ کرے‘ انھیں اپنے عدل و فضل اور بے پایاں احسانات کا مشاہدہ کرائے جن کے ذریعے سے وہ اسے پہچانتے ہیں‘اس کی توحید بیان کرتے ہیں‘ وہ مکلفین کو امتحان و ابتلا کے گھر سے ہمیشہ کی زندگی والے گھر میں منتقل کرے گا‘ تب وہ ان احکام کو نافذ کرنے کے لیے فارغ ہو گا جن کی تنفیذ کا وقت آ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد اسی بات پر دلالت کرتا ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

عنقریب ہم فارغ ہوں گے تمھارے لیے اے جن وانس! ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی ہم تمھارے حساب کتاب اور تم نے جو اعمال دنیا میں کیے ہیں ان کی جزا و سزا دینے کے لیے فارغ ہوں گے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

اے گروہ جن و انس! اگر طاقت رکھتے ہو تم یہ کہ نکل جاؤ تم کناروں سے آسمانوں

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

اور زمین کے تو نکل جاؤ، نہیں نکل سکتے تم مگر غلبے ہی سے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے روز جمع کرے گا تو انھیں ان کی کمزوری و بے بسی اور اپنی کامل طاقت، اپنی مشیت اور قدرت کی تنفیذ سے آگاہ کرے گا اور ان کی بے بسی کو ظاہر کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تمھیں کوئی راستہ اور کوئی سوراخ ملتا ہے جہاں سے تم اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اس کی سلطنت سے نکل بھاگو ﴿فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ تو تم نکل بھاگو لیکن تم قوت، طاقت اور کامل قدرت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ قوت انھیں کہاں سے حاصل ہو، حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں نہ زندگی اور موت کا اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کلام نہیں کر سکے گا اور مدھم سی آوازوں کے سوا تم کچھ نہیں سن سکو گے، اس مقام پر بادشاہ اور غلام، سردار اور رعایا، غنی اور محتاج سب برابر ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جو اس دن ان کے لیے تیار کی گئی ہوں گی، چنانچہ فرمایا:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

چھوڑا جائے گا تم پر دونوں شعلۂ آتش اور دھواں پس نہیں بچ سکو گے تم دونوں (عذاب سے) ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی تم پر آگ کے صاف شعلے چھوڑے جائیں گے ﴿وَّنُحَاسٌ﴾ ''اور دھواں۔'' اور یہ ایسے شعلے ہوں گے کہ ان میں دھواں ملا ہوا ہو گا۔ معنی یہ ہے کہ یہ دونوں قبیح چیزیں تم پر چھوڑی جائیں گی جو تمھیں گھیر لیں گی، پس تم خود مدد کر سکو گے نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور تمھاری مدد کر سکے گا۔ چونکہ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تخویف، اس کی طرف سے ان کے لیے ایک نعمت اور ایک کوڑا ہے جو انھیں بلند ترین مقاصد اور بہترین مواہب کے حصول

کے لیے رواں دواں رکھتا ہے۔ اس لیے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''پھر (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾

پس جب پھٹ جائے گا آسمان تو ہو جائے گا وہ سرخ جیسے سرخ چمڑا ○

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ﴾ یعنی جب قیامت کے روز ہولناکیوں' شدت غم اور خوف کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا' سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے ﴿فَكَانَتْ﴾ ''تو وہ ہو جائے گا'' شدت خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ﴿وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''سرخ چمڑے کی طرح سرخی مائل۔'' یعنی تانبے اور پگھلے ہوئے سیسے وغیرہ کی طرح ہو جائے گا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ پس اس دن نہ پوچھا جائیگا اپنے گناہ کی بابت کوئی انسان اور نہ کوئی جن ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی جو کچھ ان کے ساتھ واقع ہوا' اس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے ان سے سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب اور شاہد' ماضی اور مستقبل' ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندوں کے احوال کے بارے میں اپنے علم کے مطابق ان کو جزا دے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز اہل خیر اور اہل شر کی کچھ علامات مقرر کر رکھی ہیں جن کے ذریعے سے وہ پہچانے جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ (آل عمران: ۱۰۶/۳) ''اس روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

پہچان لیے جائیں گے مجرم اپنے چہرے کی علامت ہی سے پس پکڑے جائیں گے وہ پیشانی کے بالوں اور قدموں سے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی مجرموں کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور ان کے پاؤں سے پکڑ کر جہنم کے اندر پھینک دیا جائے گا اور جہنم کی طرف انھیں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے محض زجر و توبیخ اور جو کچھ ان کے ساتھ واقع ہوا' اس کے تحقق کے لیے سوال کرے گا' حالانکہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے بارے میں وہ ان سے بہتر جانتا

ہے، مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مخلوق پر اس کی حجت بالغہ اور حکمت جلیلہ ظاہر ہو جائے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

(انہیں کہا جائیگا) یہی ہے جہنم وہ جو جھٹلاتے تھے اس کو مجرم لوگ ○ وہ چکر لگائیں گے درمیان اس (جہنم) کے اور درمیان سخت گرم کھولتے پانی کے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

جنھوں نے وعدو وعید کو جھٹلایا، جب ان پر جہنم کی آگ بھڑکے گی تو ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''یہی وہ جہنم ہے جسے گناہ گار جھٹلاتے تھے۔'' پس ان کی تکذیب ان کو رسوا کرے گی اور اب وہ اس کے عذاب، اس کی سزا، اس کی بھڑکتی ہوئی آگ اور اس کی بیڑیوں کا مزا چکھیں، یہ ان کے لیے ان کی تکذیب کی جزا ہے۔ ﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا﴾ ''وہ جہنم کے درمیان گھومیں گے۔'' یعنی جہنم اور اس کے شعلوں کے طبقوں میں گھومتے پھریں گے۔ ﴿وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ﴾ اور وہ سخت کھولتے ہوئے پانی کے درمیان بھی گھومیں گے، جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی اور زمہریر جس کی ٹھنڈک بہت شدید ہوگی۔ ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''پھر (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ وہ مجرموں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تقویٰ شعار لوگوں کی جزا کا بھی ذکر فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ

اور اس کیلئے جو ڈر گیا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے سامنے دو باغ ہیں ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ دونوں خوب شاخوں والے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان دونوں میں دو چشمے جاری ہونگے ○ پس (کون) کونسی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان دونوں (جنتوں) میں ہر پھل کی دو (دو) قسمیں ہوں گی ○ پس (کون) کونسی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر جنکے استر دبیز ریشم کے ہونگے اور پھل ان دونوں باغوں کے قریب ہی ہونگے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان میں (حوریں) ہونگی جھکی نظروں والی نہیں ہاتھ لگایا انہیں

إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ

کسی انسان نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ گویا کہ وہ ہیرے

وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا

اور موتی ہیں ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ نہیں جزا احسان کی مگر

الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦١﴾ وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴿٦٢﴾ فَبِأَيِّ

احسان ہی ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ اور ان دونوں سے کم درجہ دو باغ (اور) ہیں ○ پس (کون) کونسی

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٥﴾

نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ گہرے سبز سیاہی مائل ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے رب اور اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا' اس نے نواہی کو ترک کر دیا اور جس کام کا اسے حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی' دو جنتیں ہیں جن کے برتن' زیورات' عمارتیں اور ان میں موجود تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔ ایک جنت ان کو اس امر کی جزا کے طور پر عطا کی جائے گی کہ انھوں نے منہیات کو ترک کیا اور دوسری جنت نیکیوں کی جزا ہوگی۔ ان دونوں جنتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ ﴿ذَوَاتَآ أَفْنَانٍ﴾ ''ان دونوں میں بہت سی شاخیں ہیں۔'' ① یعنی ان جنتوں میں انواع واقسام کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی کے خیال میں آئی ہیں۔ ان جنتوں میں بے شمار خوبصورت درخت ہوں گے جن کی نرم ونازک ڈالیوں پر بے شمار پکے ہوئے لذیذ پھل ہوں گے۔

ان جنتوں کے اندر ﴿عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ﴾ ''دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔'' وہ ان چشموں سے جہاں چاہیں گے اور ارادہ کریں گے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ ﴿فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ﴾ ان میں پھلوں کی تمام اصناف میں سے ﴿زَوْجَانِ﴾ دو دو انواع ہوں گی' ہر ایک کی اپنی اپنی لذت اور اپنا اپنا رنگ ہوگا جو دوسری نوع میں نہ ہوگا۔ ﴿مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ﴾ ''وہ ایسی مسندوں پر تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔'' یہ اہل جنت کے بچھونوں اور ان بچھونوں پر ان کے بیٹھنے کا وصف ہے' نیز یہ کہ وہ تکیے لے کر ان بچھونوں پر بیٹھیں گے' یعنی ان کا بیٹھنا تمکنت' قرار اور راحت کا بیٹھنا ہوگا' جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھتے ہیں ان بچھونوں کا وصف اور حسن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتی کہ ان کے نیچے والے حصے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں' استبرق کے ہوں گے جو ریشم کی خوبصورت ترین اور اعلیٰ ترین قسم ہے تب ان بچھونوں کے ظاہری حصے جن پر بیٹھا جاتا ہے ان کی خوبصورتی کیسی ہوگی؟

① ﴿أَفْنَانٍ﴾ فَنَنٌ کی جمع ہے بمعنی شاخ وٹہنی یا فَنٌّ کی جمع ہے بمعنی نعمتیں۔

﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ ”اور ان دونوں جنتوں کے پھل قریب ہی ہوں گے۔“ اَلْجَنٰى سے مراد ہے پوری طرح پکا ہوا پھل، یعنی ان دو جنتوں کے پھل، تناول کے لیے بہت قریب ہوں گے، کھڑا ہوا، بیٹھا ہوا حتیٰ کہ لیٹا ہوا شخص اسے آسانی سے حاصل کر سکے گا۔ ﴿ فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ ”ان میں نیچی نگاہوں والی (حوریں) ہوں گی۔“ یعنی ان کی نگاہیں، اپنے حسن و جمال اور اپنے شوہروں کے ساتھ کامل محبت کی بنا پر صرف انہی پر لگی ہوئی ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہروں کی نگاہیں بھی ان کے حسن و جمال، ان کے وصل کی لذت اور ان کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر صرف انہی پر جمی ہوئی ہوں گی۔ ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ یعنی ان سے پہلے انھیں جن وانس میں سے کسی نے حاصل نہ کیا ہو گا۔ بلکہ شوہر کی پیاری دوشیزائیں ہوں گی جو حسن اطاعت، حسن و جمال اور ناز و ادا کی وجہ سے اپنے شوہروں کو بہت محبوب ہوں گی۔ ﴿ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴾ ”گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔“ یہ ان کی صفائی ان کے حسن و جمال اور ان کی خوبصورتی کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ ”احسان کی جزا احسان ہی ہے۔“ یعنی کیا اس شخص کی جزا جس نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اور اس کے بندوں کو فائدہ پہنچایا، اس کے سوا کچھ اور ہو سکتی ہے کہ ثواب جزیل، فوز کبیر، نعمتیں، اور تکدُّر سے سلامت زندگی عطا کر کے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے؟ پس یہ دو بلند مرتبہ جنتیں مقربین کے لیے ہیں۔ ﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴾ ”اور ان دو کے علاوہ دو اور جنتیں ہیں۔“ یہ جنتیں چاندی سے تعمیر کی گئی ہوں گی، ان کے برتن، زیورات اور ان کے اندر موجود دیگر چیزیں چاندی سے بنی ہوں گی اور یہ سب کچھ اصحاب یمین کے لیے ہو گا۔ یہ جنتیں ﴿ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴾ گہری سبز ہونے اور اپنی سیرابی کی وجہ سے سیاہ نظر آئیں گی۔

فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيهِمَا

ان دونوں میں دو چشمے ہیں جوش مارتے ہوئے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان دونوں میں

فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيهِنَّ

پھل ہوں گے اور کھجوریں اور انار بھی ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان میں

خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

خوب سیرت خوب صورت (عورتیں) ہیں ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

﴿ فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴾ ”ان میں دو اُبلنے والے چشمے ہیں۔“ یعنی فوارے۔ ﴿ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴾ ان جنتوں میں تمام اقسام کے پھل ہوں گے، خاص طور پر کھجور اور انار جن کے اندر بے شمار فوائد ہیں۔ ﴿ فِيهِنَّ ﴾ یعنی جنت کے ان تمام باغات میں ﴿ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴾ بہترین اخلاق اور خوبصورت

چہروں والی عورتیں ہوں گی' پس وہ ظاہری اور باطنی جمال' حسن خلقت اور حسن اخلاق کی جامع ہوں گی۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾

حوریں محفوظ ہوں گی' خیموں میں ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی وہ حوریں موتیوں کے خیموں میں مستور ہوں گی جنھوں نے اپنے آپ کو اپنے شوہروں کے لیے تیار کر رکھا ہوگا۔ ان کا خیموں میں مستور ہونا' ان کے جنت کے باغات میں نکلنے کے منافی نہیں' جیسا کہ باپردہ شہزادیوں کی عادت ہے۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾

نہیں ہاتھ لگایا انہیں کسی انسان نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ تکیہ لگائے ہوئے قالینوں پر جو سبز اور نادر نہایت نفیس ہوں گے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

ان دونوں جنتوں کے اصحاب کا تکیہ سبز ریشم پر لگا ہوا ہوگا' یہ وہ بچھونے ہیں جو بیٹھنے کی بلند جگہوں کے نیچے ہوں گے جو ان بیٹھنے کی جگہوں سے زائد ہوں گے' ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پیچھے' اس کی خوبصورتی اور خوبصورت منظر میں اضافے کے لیے پردے لٹک رہے ہوں گے۔ ﴿وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ اَلْعَبْقَرِی ہر اس بنے ہوئے کپڑے وغیرہ کو کہتے ہیں جسے نہایت خوبصورت طریقے سے بنایا گیا ہو' بنابریں ایک ایسے حسن کے ذریعے سے اس کا وصف بیان کیا گیا ہے جو حسن صنعت اور حسن منظر اور ملائمت لمس کو شامل ہے۔ یہ دونوں جنتیں ان پہلی جنتوں سے کم تر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے منصوص فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾ (الرحمن: ٦٢/٥٥) ''اور ان سے کمتر درجے کی دو جنتیں ہونگی۔'' اور پہلی دو جنتوں کو متعدد اوصاف سے موصوف کیا ہے اور دوسری جنتوں کو ان اوصاف سے موصوف نہیں کیا۔ پہلی دو جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ﴾ (الرحمن: ٥٠/٥٥) ''ان میں دو چشمے جاری ہیں۔'' اور آخری دو جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ﴾ (الرحمن: ٦٦/٥٥) ''ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں۔'' اور یہ ایک معلوم امر ہے کہ جاری چشموں اور ابلنے والے چشموں کے درمیان فرق ہے۔ پہلی جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾ (الرحمن: ٤٨/٥٥) ''دونوں جنتیں شاخوں والی ہیں۔'' اور آخر الذکر جنتوں کے بارے میں یہ الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ اول الذکر جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ (الرحمن: ٥٢/٥٥) ''ان جنتوں میں ہر قسم کے پھلوں کی دو دو قسمیں ہونگی۔'' اور آخر الذکر

کے بارے میں فرمایا: ﴿ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٦٨) ان دونوں میں پھل، کھجور اور انار ہوں گے۔'' ان دونوں بیان کردہ اوصاف کے درمیان جو تفاوت ہے وہ معلوم ہے۔

اول الذکر جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ (الرحمن: ٥٥/ ٥٤) ''جنتی ایسی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں جنتوں کے پھل بالکل قریب ہی ہوں گے۔'' اور آخر الذکر کے بارے میں یہ الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ فرمایا: ﴿ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴾ ''(ان جنتوں میں) سبز قالینوں اور عمدہ بچھونوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔'' اول الذکر جنتوں کی عورتوں کے اوصاف کے بارے میں فرمایا: ﴿ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٥٦) ''وہاں نیچی نگاہ والی (حوریں) ہیں جنھیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا۔'' اور آخر الذکر کے بارے میں فرمایا: ﴿ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴾ (الرحمن: ٥٥/ ٧٢) ''حوریں جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔'' ان دونوں کے درمیان جو تفاوت ہے وہ بھی معلوم ہے۔

اول الذکر جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾ (الرحمن: ٥٥/ ٦٠) ''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے؟'' یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ جنتیں محسنین کی جزا ہیں۔ آخر الذکر جنتوں کے بارے میں یہ نہیں کہا' نیز اول الذکر جنتوں کی مجرد تقدیم ہی ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر اول الذکر جنتوں کی آخر الذکر جنتوں پر فضیلت کی معرفت حاصل ہوتی ہے' نیز معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر جنتیں مقربین، یعنی انبیاء' صدیقین اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے خواص کے لیے تیار کی گئی ہیں اور آخر الذکر جنتیں تمام اہل ایمان کے لیے تیار کی گئی ہیں۔

ان مذکورہ تمام جنتوں میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا تصور آیا ہے۔ ان جنتوں میں ایسی نعمتیں ہوں گی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ ان جنتوں کے رہنے والے انتہائی راحت' رضا' طمانیت اور بہترین مقام میں رہیں گے حتی کہ ہر شخص دوسرے کو اس سے بہتر حال اور ان نعمتوں سے اعلیٰ نعمتوں میں نہیں سمجھے گا جن میں وہ خود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل واحسان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾ ع

بابرکت ہے نام آپ کے رب صاحب جلال واکرام کا O

یعنی اس کی بھلائی بہت بڑی اور بہت زیادہ ہے وہ بہت بڑے جلال' کامل بزرگی اور اپنے اولیاء کے لیے

اکرام وتکریم کا مالک ہے۔

تفسیر سورۃ الواقعۃ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ (٥٦) مَكِّيَّةٌ (٤٦) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٩٦ رُكُوْعَاتُهَا ٣

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ اِذَا
جب واقع ہوگی واقع ہونے والی (قیامت)○ نہیں ہوگا اسکے واقع ہونے کے وقت کوئی بھی جھٹلانے والا○ پست کرنے والی بلند کرنیوالی○ جب
رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾
ہلائی جائیگی زمین (سخت) ہلایا جانا○ اور ریزہ ریزہ کردیے جائینگے پہاڑ ریزہ ریزہ کردیا جانا○ پس ہوجائینگے وہ ذرات بکھرے ہوئے○
وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾
اور ہو جاؤ گے تم قسمیں تین○ سو دائیں (ہاتھ) والے کیا (خوب) ہیں دائیں (ہاتھ) والے؟○
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾
اور بائیں (ہاتھ) والے کیا (حقیر) ہیں بائیں (ہاتھ) والے؟○ اور سبقت لینے والے تو سبقت ہی لینے والے ہیں○
اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾
یہی لوگ مقرب ہیں○ نعمت والے باغات میں○

اللہ تبارک وتعالیٰ اس واقعہ کے حال کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جس کا واقع ہونا لازمی ہے اس واقعہ سے مراد قیامت ہے ﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ ''اس کے واقع ہونے کے وقت کوئی بھی جھٹلانے والا نہ ہوگا۔'' یعنی اس میں شک نہیں کیونکہ بکثرت عقلی وسمعی دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور حکمت الٰہی اس پر دلالت کرتی ہے۔

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾ ''وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔'' یعنی یہ واقعہ کچھ لوگوں کو اسفل السافلین کی پستیوں تک گرانے والا ہے اور کچھ کو اعلیٰ علیین کی بلندیوں پر پہنچائے گا یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی آواز دھیمی ہوگی کہ قریب کے لوگوں ہی کو سنائی دے گی اور اس کی آواز اتنی بلند ہوگی کہ دور دور تک سنائی دے گی۔

﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ یعنی جب زمین کو حرکت دی جائے گی اور وہ لرزنے لگے گی۔ ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ ''پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہو جائیں گے۔'' زمین کی حالت یہ ہو جائے گی کہ اس پر کوئی پہاڑ رہے گا نہ کوئی اونچی جگہ، بس ہموار اور چٹیل میدان ہوگا اور اس میں کوئی نشیب وفراز نظر نہیں آئے گا۔

﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ ''اور (اے مخلوقات!) تم تین جماعتیں ہو جاؤ گے۔'' یعنی تم اپنے اچھے برے

وقف لازم

اعمال کے مطابق تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تین گروہوں کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ''پس دائیں (ہاتھ) والے' کیا (خوب) ہیں دائیں (ہاتھ) والے!'' یہ آیت ان کی شان کی عظمت اور ان کے احوال کی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ﴾ ''اور بائیں (ہاتھ) والے'' یعنی بائیں جانب کا گروہ ﴿مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ﴾ ''کیا (حقیر) ہیں بائیں (ہاتھ) والے؟'' یہ آیت کریمہ اس گروہ کے احوال کی ہولناکیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں۔ یہی لوگ مقرب ہیں۔'' یعنی جو دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کرتے تھے' وہی آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے لیے جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کے اندر اعلیٰ علیین میں بلند منازل پر مقربین کے وصف سے موصوف ہوں گے' اس سے بلند تر کوئی منزل نہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿13﴾

بہت بڑی جماعت پہلوں میں سے ○

یہ مذکورہ لوگ ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ اس امت اور دیگر امتوں کے متقدمین میں سے بہت سے لوگوں کی جماعت ہوگی۔

وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿14﴾

اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے ○

یہ آیت کریمہ فی الجملہ اس امت کے اولین کی آخرین پر فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آخرین کی نسبت اولین میں مقربین زیادہ ہیں۔

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿15﴾

(بیٹھے ہوں گے) تختوں پر زر و جواہر سے جڑے ہوئے ○

اور مقربین اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے خاص لوگ ہیں جو ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾ ''سونے کے تاروں سے بُنی ہوئی چارپائیوں پر ہونگے۔'' جو سونے' چاندی' موتیوں' جواہرات اور دیگر زیورات اور سامان آرائش سے آراستہ ہوں گی۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿16﴾

تکیہ لگائے ہوئے ان پر آمنے سامنے ○

﴿ مُتَّكِـِٔيْنَ عَلَيْهَا ﴾ یعنی وہ ان تختوں پر نہایت تمکنت، اطمینان، راحت اور سکون کے ساتھ بیٹھیں گے ﴿ مُتَقٰبِلِيْنَ ﴾ ''آمنے سامنے۔'' ان کے دلوں کی صفائی، حسن ادب اور باہمی محبت کی بنا پر ان میں سے ہر ایک کا چہرہ اپنے ساتھی کی طرف ہوگا۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ

آتے جاتے ہوں گے ان پر لڑکے سدا لڑکے ہی رہنے والے ○ آبخورے اور آفتابے لیے ہوئے

وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾

اور لبریز جام شراب کے جاری چشمے سے ○

﴿ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴾ یعنی اہل جنت کی خدمت اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کم عمر لڑکے گھوم پھر رہے ہوں گے جو حسن و جمال میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں گے۔ ﴿ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ (الطور: ٢٤/٥٢) ''گویا کہ وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں۔'' ان تک کوئی ایسی چیز نہیں پہنچ سکتی جو ان کو متغیر کر دے۔ وہ ہمیشہ باقی رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، وہ بوڑھے ہوں گے نہ بدلیں گے اور نہ ان کی عمر ہی بڑھے گی۔ وہ ان کے مشروبات کے برتن لے کر ان میں گھومیں پھریں گے۔ ﴿ بِاَكْوَابٍ ﴾ یعنی ایسے پیالوں کے ساتھ جن کے دستے نہیں ہوتے ﴿ وَّ اَبَارِيْقَ ﴾ اور ایسی صراحیوں کے ساتھ جن کے دستے ہوتے ہیں ﴿ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴾ اور شراب کے چھلکتے جام لیے ہوئے جو پینے میں نہایت لذیذ ہوگی مگر اس میں نشے کی آفت نہیں ہوگی۔

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾

نہ وہ مبتلائے سر درد ہوں گے اس سے اور نہ (مستی سے) مدہوش ○

﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا ﴾ یہ شراب ان کو سر درد میں مبتلا نہیں کرے گی جس طرح دنیا کی شراب پینے والے کو سر درد میں مبتلا کرتی ہے۔ ﴿ وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴾ یہ شراب پینے سے ان کی عقل زائل ہوگی نہ ہوش و حواس ساتھ چھوڑیں گے جیسا کہ دنیا کی شراب سے ہوتا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جنت کے اندر جو جو نعمتیں مہیا ہوں گی ان کی جنس دنیا میں موجود ہے، البتہ جنت کے اندر کوئی خرابی پیدا کرنے والی چیز نہ ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ (محمد: ١٥/٤٧) ''اس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (کبھی) تبدیل نہ ہوا ہوگا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کو لذت دے گی اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہاں شراب جنت کا ذکر کیا ہے، پھر اس سے ہر خرابی کی نفی کر دی جو دنیا کی شراب میں پائی جاتی ہے۔

وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾

اور پھل (لیے ہوئے) اس قسم سے جو وہ پسند کریں گے ○

یعنی جو لذیذ اور خوش ذائقہ میوے وہ منتخب کریں گے یا ان کی آنکھوں کو بھلے لگیں گے اور ان کے دل ان کو کھانا چاہیں گے وہ کامل ترین اور بہترین صورت میں ان کو حاصل ہوں گے۔

وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾

اور گوشت پرندوں کا اس قسم سے جو وہ چاہیں گے ○

یعنی پرندوں کی تمام اصناف کا گوشت جو وہ چاہیں گے اور جس قسم کا گوشت وہ چاہیں گے انھیں مہیا ہوگا۔ اگر وہ بھنا ہوا گوشت چاہیں گے تو وہ ملے گا' اگر وہ پکا ہوا گوشت یا اس کے علاوہ کسی اور قسم کا گوشت چاہیں گے تو وہ بھی مہیا ہوگا۔

وَ حُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور (ان کیلئے ہوں گی) حوریں فراخ چشم ○ جیسے موتی غلاف میں رکھے ہوئے ○ بدلے میں اس کے جو تھے وہ عمل کرتے ○

یعنی ان کے لیے بڑی بڑی آنکھوں والی گوری چٹی عورتیں ہوں گی۔ اَلْحَوْرَاءُ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں سرمگیں ہوں اور ان میں ملاحت اور حسن و جمال ہو۔ اَلْعِیْن بڑی بڑی حسین آنکھوں والی عورتوں کو کہا جاتا ہے۔ عورت کی آنکھوں کا حسن' اس کے حسن و جمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾ گویا کہ وہ تازہ' صاف اور خوبصورت موتی ہوں جو آنکھوں' ہوا اور سورج سے چھپا ہوا ہو' جس کا رنگ بہترین رنگ ہوتا ہے' اس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی عیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی' جن میں کسی بھی لحاظ سے کوئی عیب نہ ہوگا بلکہ وہ کامل اوصاف اور بہترین صفات کی مالک ہوں گی۔ آپ ان اوصاف میں جتنا بھی غور کریں گے' آپ ایسی چیز پائیں گے جو دل کو خوش کرے گی اور دیکھنے والے کو اچھی لگے گی۔ یہ نعمتیں جو ان کے لیے تیار کی گئی ہیں ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' جس طرح ان سے اچھے اعمال صادر ہوئے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو اچھی جزا عطا کرے گا' ان کو فوز عظیم اور بے شمار نعمتوں سے سرفراز کرے گا۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾

نہیں سنیں گے وہ اس میں کوئی لغو اور نہ گناہ کی بات ○

یعنی ان نعمتوں بھری جنتوں میں کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے جو لغو ہو جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور نہ کوئی ایسی بات سنیں گے جس کو کہنے والے گناہ گار ہوں۔

إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾

مگر بول سلام سلام کا ○

یعنی سوائے اچھی بات کے کوئی بات نہیں سنیں گے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہوگا' اس میں صرف پاک چیزیں ہوں گی۔ یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اہل جنت ایک دوسرے سے مخاطب ہونے میں حسن ادب سے کام لیں گے' ان کا کلام بہترین کلام اور دلوں کو خوش کرنے والا ہوگا' ہر قسم کی لغویات اور گناہ سے پاک ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اہل جنت میں شامل کرے۔

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾

اور دائیں (ہاتھ) والے' کیا (خوب) ہیں دائیں (ہاتھ) والے؟ ○

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے اصحاب یمین کے لیے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴾ ''اور داہنے (ہاتھ) والے کیا (ہی اچھے) ہیں داہنے (ہاتھ) والے۔'' یعنی وہ عظیم الشان لوگ اور بڑے احوال کے مالک ہیں۔

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾

(ہوں گے) بے خار بیریوں میں ○

یعنی بیری کے کانٹے اور ردی قسم کی ضرر رساں شاخیں تراش دی گئی ہوں گی اور ان کی جگہ نہایت لذیذ پھل لگا دیے جائیں گے۔ گہرا سایہ اور راحتِ جسم' بیری کے درخت کے خواص میں شمار ہوتے ہیں۔

وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾

اور تہ بہ تہ کیلوں میں ○ اور پھیلائی ہوئی چھاؤں میں ○

﴿ طَلْحٍ ﴾ معروف درخت ہے' یہ بہت بڑا درخت ہوتا ہے جو صحراؤں میں اگتا ہے' اس کی شاخیں لذیذ اور مزیدار پھل سے لدی ہوئی ہوتی ہیں۔

وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾

اور پانی بہتے ہوئے (آبشاروں) میں ○

یعنی بہت سے چشموں اور بہتی ہوئی ندیوں کا بہتا اور اچھلتا ہوا پانی ہے۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾

اور ایسے بہ کثرت پھلوں میں ○ جو نہ مقطوع (ختم) ہوں گے اور نہ ممنوع ○

یعنی یہ پھل دنیا کے پھلوں کے مانند نہیں ہوں گے جو کسی وقت ختم ہو جاتے ہیں اور ان کو تلاش کرنے والوں کے لیے ان کا حصول مشکل ہو جاتا ہے بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے موجود رہیں گے' ان کو بہت قریب سے چنا جا سکے گا' بندۂ مومن ہر حال میں ان کو حاصل کر سکے گا۔

وَ فُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿۳۴﴾

اور ایسے تختوں پر جو اونچے ہوں گے ○

یعنی ان بچھونوں کو بہت بلند تختوں سے بھی بلند کیا گیا ہوگا۔ یہ بچھونے ریشم' سونے' موتیوں اور ایسی ایسی چیزوں سے بنے ہوئے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿۳۵﴾

بلاشبہ ہم پیدا کریں گے ان (بیویوں) کو نئے سرے سے ○

یعنی ہم نے اہل جنت کی عورتوں کو ایسی تخلیق پر پیدا کیا ہے جو دنیا کی تخلیق سے مختلف ہے۔ یہ ایک ایسی کامل تخلیق ہے جس کو فنا نہیں۔

فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿۳۷﴾

پس بنادیں گے ہم انھیں کنواریاں ○ دلربا' ہم عمر

ہم جنت کی تمام چھوٹی بڑی عورتوں کو دوشیزائیں بنادیں گے۔ اس کا عموم خوبصورت آنکھوں والی حوروں اور دنیا کی عورتوں کو شامل ہے اور یہ وصف' یعنی دوشیزگی' تمام احوال میں ان کا وصف لازم ہے جس طرح ان کا ﴿عُرُبًا أَتْرَابًا﴾ ''محبت والیاں اور ہم عمر ہونا۔'' ہر حال میں وصف لازم ہے۔ اَلْعُرُوب اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے حسن ہیئت' اپنی ناز و ادا' اپنے جمال اور اپنی محبت کی وجہ سے شوہر کو بہت محبوب ہو' یہی وہ عورت ہے کہ جب وہ بات کرتی ہے تو عقلوں کو غلام بنالیتی ہے اور سننے والا چاہتا ہے کہ اس کی بات کبھی ختم نہ ہو' خاص طور پر جب کہ وہ اس نرم اور مترنم آوازوں میں طربیہ نغمے گا رہی ہوں گی جب اس کا شوہر اس کے ادب' اس کی ہیئت اور اس کے ناز و ادا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا دل فرحت و سرور سے لبریز ہو جاتا ہے' جب وہ اس جگہ سے کسی اور جگہ منتقل ہو جاتی ہے تو وہ جگہ اس کی خوشبو اور نور سے لبریز ہو جاتی ہے' اس میں جماع کے وقت ناز و ادا بھی داخل ہے۔ اور اَلْاَتْرَاب ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی عمر میں ہوں' یعنی تینتیس سال کی عمر میں ہوں گی جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تمنا کی جاتی ہے اور یہ جوانی کی کامل ترین عمر کی انتہا ہے۔ پس ان کی بیویاں ان کو بہت محبوب' ہم عمر' اتفاق اور الفت کرنے والی' راضی رہنے والی ہوں گی اور ان کے شوہر ان پر راضی ہوں گے بلکہ وہ دلوں کی فرحت' آنکھوں کی ٹھنڈک اور نگاہوں کی روشنی ہوں گی۔

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾

اصحاب یمین کے لیے ○

یعنی (وہ بیویاں) اصحاب یمین کے لیے تیار اور ان کو مہیا کی جائیں گی۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾

کثیر جماعت پہلوں میں سے ○ اور کثیر جماعت پچھلوں میں سے ○

لوگوں کی یہ قسم، یعنی اصحاب یمین، اولین میں سے بہت سی تعداد اور آخرین میں سے بھی بہت سی تعداد پر مشتمل ہوگی۔

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّ ظِلٍّ

اور بائیں (ہاتھ) والے، کیا (حقیر) ہیں بائیں (ہاتھ) والے؟ ○ (ہونگے) سخت گرم ہوا اور گرم کھولتے پانی میں ○ اور سائے میں

مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾

سیاہ ترین دھوئیں کے ○ نہ (وہ) ٹھنڈا ہو گا اور نہ فرحت بخش ○ بلاشبہ وہ تھے پہلے اس سے خوش حال ○

وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا

اور تھے وہ اصرار کرتے اوپر بڑے گناہ (شرک) کے ○ اور تھے وہ کہتے، کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں ہم

تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾

مٹی اور ہڈیاں تو کیا بے شک ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ کیا (ہم) اور ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ ○

اصحاب شمال سے مراد اہل جہنم اور ان کے منحوس اعمال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب کا ذکر فرمایا ہے جس کے وہ مستحق ہوں گے، چنانچہ آگاہ فرمایا کہ وہ ﴿فِيْ سَمُوْمٍ﴾ "بادسموم میں ہوں گے۔" یعنی جہنم کی آگ کی حرارت سے گرم کی ہوئی ہوا جو ان کی سانسوں کو پکڑ لے گی اور سخت اضطراب میں مبتلا کر دے گی ﴿وَّ حَمِيْمٍ﴾ یعنی سخت کھولتے ہوئے پانی میں ہونگے جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ ﴿وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ﴾ "اور سیاہ ترین دھویں کے سائے میں ہوں گے۔" یعنی آگ کے شعلوں میں ہونگے جن کے ساتھ دھواں ملا ہوا ہوگا۔ ﴿لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ﴾ یعنی اس میں ٹھنڈک ہوگی نہ وہ خوشگوار ہوگا مقصد یہ ہے کہ وہاں ہم وغم اور حزن وشر ہوگا جس میں کوئی بھلائی نہ ہوگی کیونکہ ضد کی نفی سے اس کی ضد کا اثبات ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا ذکر فرمایا جنھوں نے ان کو اس انجام تک پہنچایا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾ یعنی وہ ایسے لوگ تھے کہ ان کی دنیا نے ان کو غافل کر دیا، انھوں نے دنیا کے لیے کام کیا، دنیا کی آسائشوں میں مگن رہے، دنیا سے فائدہ اٹھاتے رہے اور دنیا کی مہلت ہی نے ان کو اپنے عمل درست کرنے سے

غافل رکھا۔ پس یہی وہ خوش حالی ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے۔ ﴿وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ یعنی وہ بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور ان سے توبہ کرتے تھے نہ انھیں ان گناہوں پر ندامت ہی ہوتی تھی بلکہ وہ ایسے کاموں پر مصر رہتے تھے جن سے ان کا آقا ناراض تھا۔ پس انھوں نے اپنے آقا کے سامنے بڑے بڑے گناہ پیش کیے جن کی بخشش نہ تھی۔ وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور اس کے وقوع کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہتے تھے: ﴿اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟'' اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب اور ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵

کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے بھی اور پچھلے بھی ○ یقیناً جمع کیے جائیں گے

اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾

مقرر وقت پر ایک معلوم دن کے ○

یعنی گزری ہوئی اور آئندہ آنے والی تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور انھیں ایک مقرر دن میں اکٹھا کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے ختم ہو جانے پر ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دینے کے ارادے سے جو انھوں نے دنیا میں کیے تھے ان کو اکٹھا کرنے کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾

پھر یقیناً تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! ○ البتہ کھانے والے ہو گے تھوہر کے درخت سے ○

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾

پس (تم) بھرنے والے ہو گے اس سے پیٹ ○ پھر پینے والے ہو گے اس پر گرم کھولتا پانی ○

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾

پھر پینے والے (مانند) پینے پیاسے اونٹوں کے ○

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ﴾ پھر بے شک تم ہدایت کے راستے سے بھٹک کر ہلاکت کے راستے پر چلنے والو! ﴿الْمُكَذِّبُوْنَ﴾ رسول اکرم ﷺ اور اس حق کو جو آپ لے کر آئے ہیں اور وعدہ و وعید کو جھٹلانے والو! ﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ﴾ ''تم تھوہر کے درخت سے ضرور کھاؤ گے۔'' یہ قبیح ترین اور خسیس ترین درخت ہے جس کی بدبو انتہائی گندی اور اس کا منظر انتہائی برا ہے۔ ﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ ''اس

سے تم اپنے پیٹوں کو بھرو گے۔'' وہ چیز جو انھیں اس درخت کو کھانے پر مجبور کرے گی، حالانکہ یہ بہت ہی گند اور خت ہوگا، بے انتہا بھوک ہوگی جو ان کے کلیجوں کو جلائے جا رہی ہوگی' قریب ہوگا کہ اس بھوک سے ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ یہ وہ کھانا ہے جس سے وہ اپنی بھوک کو مٹائیں گے جو ان کو موٹا کرے گا نہ ان کی بھوک مٹا سکے گا۔ ﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۞ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ رہا ان کا مشروب تو وہ بدترین مشروب ہے' وہ اس (تھوہر کے) کھانے کے بعد کھولتا ہوا پانی پئیں گے جو ان کے پیٹوں میں جوش مارے گا' وہ اسے پیاسے اونٹ کی طرح پئیں گے جس کی پیاس انتہائی شدید ہو۔ ﴿الْهِيْمِ﴾ سے مراد ایک بیماری ہے جو اونٹوں کو لاحق ہوتی ہے' اس بیماری کی وجہ سے پانی پینے سے اونٹ کی پیاس نہیں بجھتی۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۵۶ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۵۷

یہ ہوگی مہمانی ان کی روز قیامت ○ ہم ہی نے پیدا کیا تمھیں' پھر کیوں نہیں تصدیق کرتے تم (بعثت کی)؟○

﴿هٰذَا﴾ یعنی یہ کھانا اور پینا ﴿نُزُلُهُمْ﴾ ان کی ضیافت ہوگی ﴿يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''قیامت کے دن۔'' اور یہ وہ ضیافت ہے جسے انھوں نے اپنے لیے آگے بھیجا تھا اور جسے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس ضیافت پر ترجیح دی جو اس نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کر رکھی تھی۔ فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا﴾ (الکہف: ۱۸/۱۰۷، ۱۰۸) ''بے شک جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے' مہمانی کے طور پر ان کے لیے جنت الفردوس ہے' اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے' وہاں سے وہ نقل مکانی کرنا نہیں چاہیں گے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت پر عقلی دلیل دیتے ہوئے فرمایا: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''ہم ہی نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم (دوبارہ جی اٹھنے کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے۔'' یعنی ہم نے کسی عاجزی اور تھکاوٹ کے بغیر تمھیں وجود بخشا' اس کے بعد کہ تم کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے' کیا اس کام پر قدرت رکھنے والا' مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بنا بریں ان کے حیات بعد الموت کی تصدیق نہ کرنے پر' ان کو زجر و توبیخ کی ہے' حالانکہ وہ ایسے ایسے امور کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اس سے زیادہ بڑے اور زیادہ بلیغ ہیں۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۵۸ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۵۹ نَحْنُ قَدَّرْنَا

بھلا بتاؤ تو جو منی تم ٹپکاتے ہو ○ کیا تم پیدا کرتے ہو اس کو یا ہم ہیں (اس کے) خالق؟○ ہم ہی نے مقدر کر دی ہے

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۶۰ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ

تمھارے درمیان موت اور نہیں ہم عاجز (بلکہ قادر ہیں)○ اس بات پر کہ بدل کر لے آئیں (اور مخلوق) تم جیسی اور نئے سرے سے پیدا کریں

فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۶۱ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۶۲

تمھیں ایسی (صورت) میں جو نہیں جانتے تم ○ اور یقیناً تم نے جان لیا ہے پہلی پیدائش کو' پھر کیوں نہیں تم نصیحت پکڑتے؟○

یعنی کیا تم نے منی کے ذریعے سے اپنی تخلیق کی ابتدا پر غور کیا جو تم (اپنی بیویوں کے رحموں میں) ٹپکاتے ہو؟ کیا اس منی اور اس سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس کے خالق تم ہو یا اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم میں، یعنی مرد اور عورت میں شہوت پیدا کی ہے اور اس کے لیے دونوں میں سے ہر ایک کی راہ نمائی فرمائی۔ میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کی، ان کے درمیان مودت اور رحمت کا تعلق قائم کیا جو تناسل کا سبب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخلیق اول کے ذریعے سے تخلیق ثانی پر استدلال کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور تمھیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش معلوم ہی ہے، پھر کیوں تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟'' بے شک تمھاری تخلیق کی ابتدا پر قدرت رکھنے والی ہستی، تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ

بھلا بتلاؤ تو جو تم بوتے ہو ○ کیا تم اگاتے ہو اسے یا ہم ہیں اگانے والے؟ ○ اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

تو البتہ کر دیں اس کو ریزہ ریزہ پھر ہو جاؤ تم پشیمان ہونے والے ○ کہ بلاشبہ ہم البتہ چٹی ڈال دیے گئے ○

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾

بلکہ ہم محروم ہی رہ گئے ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر احسان ہے جس کے ذریعے سے وہ انھیں اپنی توحید، اپنی عبادت اور اپنی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے کہ اس نے ان کے لیے کھیتی باڑی اور باغات کو میسر کر کے انھیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کھیتی باڑی اور باغات سے خوراک، رزق اور پھل مہیا ہوتے ہیں جو ان کی ضرورت، حاجات اور ان کے مصالح میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا اور ان کا حق ادا کرنا تو کجا، وہ ان نعمتوں کو شمار تک نہیں کر سکتے۔ پس فرمایا: ﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ یعنی کیا تم نے اس کو اگا کر زمین سے نکالا ہے؟ کیا تم نے اس کو نشوونما دی ہے؟ کیا تم ہو جنھوں نے اس کے خوشوں اور اس کے پھل کو نکالا، یہاں تک کہ وہ تیار شکل میں اناج اور پکا ہوا پھل بن گیا؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے جو یہ سب کچھ سرانجام دینے میں متفرد ہے اور اسی نے تمھیں ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تمھارے فعل کی غایت اور انتہا تو بس یہ ہے کہ تم زمین میں ہل چلاتے اور اسے پھاڑ دیتے ہو اور پھر اس میں بیج ڈال دیتے ہو، تمھیں کوئی علم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اور اس سے زیادہ پر تمھیں کوئی قدرت و اختیار نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ کھیتی خطرات کی زد میں رہتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کر کے، تمھاری گزران اور ایک مدت مقررہ تک استعمال کے لیے اسے باقی نہ رکھتا (تو یہ کھیتی کبھی محفوظ نہ رہتی۔)

﴿ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو اسے کر دیتے۔'' یعنی یہ کاشت کی گئی کھیتی اور اس کے اندر موجود پھل کو ﴿ حُطَامًا ﴾ ریزہ ریزہ کیا گیا چورا، جس میں کسی قسم کا کوئی فائدہ ہے نہ یہ رزق کا کام دیتا ہے ﴿ فَظَلْتُمْ ﴾ یعنی اس کے چورا اور بھس بنائے جانے کے سبب سے اس کے بعد کہ تم نے اس میں بہت مشقت اٹھائی اور بہت زیادہ اخراجات برداشت کیے پھر تم ہو جاتے ﴿ تَفَكَّهُوْنَ ﴾ ندامت اٹھانے والے اور اس مصیبت پر حسرت زدہ ہونے والے جو تم پر نازل ہوئی، تمھاری ساری فرحت، مسرت اور لذت زائل ہو جاتی اور تم کہہ اٹھتے: ﴿ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴾ ''کہ بلاشبہ ہم پر چٹی ڈال دی گئی۔'' یعنی ہم نے نقصان اٹھایا، ہم پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے ہمیں ہلاک کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد تمھیں معلوم ہوتا کہ یہ مصیبت تم پر کہاں سے آئی اور کس سبب سے یہ آفت تم پر آن پڑی؟ پھر تم کہتے: ﴿ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ ''بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم رہ گئے۔'' پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کرو کہ اس نے تمھارے لیے کھیتی اگائی، اسے باقی رکھا۔ اسے تمھارے لیے پایۂ تکمیل کو پہنچایا، اس پر کوئی آفت نہ بھیجی جس کی وجہ سے تم اس کے فائدے اور اس کی بھلائی سے محروم ہو جاتے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿68﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ

بھلا بتلاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو ○ کیا تم نے نازل کیا ہے اسے بادلوں سے یا ہم ہیں

الْمُنْزِلُوْنَ ﴿69﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿70﴾

نازل کرنے والے؟ ○ اگر ہم چاہیں تو کر دیں ہم اسے کھارا تو کیوں نہیں تم شکر کرتے؟ ○

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کو طعام کی نعمت سے نوازا ہے تو اس نے اس خوشگوار شیریں پانی کی نعمت کا بھی ذکر فرمایا جسے وہ پیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنا آسان اور سہل نہ بنایا ہوتا تو اس کے حصول کا تمھارے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ وہی ہے جس نے بادل میں سے اس کو نازل کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بارش نازل کرتا ہے۔ پھر روئے زمین پر اور زمین کے نیچے اس پانی سے بہتے ہوئے دریا اور ابلتے ہوئے چشمے بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے اسے خوشگوار شیریں بنایا جسے لوگ مزے سے پیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے کھاری اور کڑوا بنا دیتا جس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا۔ ﴿ فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾ پس تم ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جو اس نے تمھیں عطا کی ہیں؟

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿71﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ

بھلا بتلاؤ تو وہ آگ جو تم جلاتے ہو ○ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت یا ہم ہیں

الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿72﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿73﴾

پیدا کرنے والے؟ ○ ہم ہی نے بنایا ہے اسے یاد دہانی کا ذریعہ اور فائدہ مسافروں کے لیے ○

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

سو تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو نہایت عظمت والا ہے O

یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ضروریات زندگی میں داخل ہے جس سے مخلوق مستغنی نہیں رہ سکتی کیونکہ لوگ اپنے بہت سے امور اور حوائج میں اس کے محتاج ہیں' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے آگ کی نعمت کو متحقق کیا ہے جس کو اس نے درختوں کے اندر وجود بخشا' مخلوق میں یہ قدرت نہ تھی کہ وہ اس کے درخت کو پیدا کرتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا' تب یکا یک یہ بندوں کی ضرورت کے مطابق جل اٹھتی ہے' جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اسے بجھا دیتے ہیں۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً﴾ یعنی ہم نے اس کو بندوں کے لیے ان کے رب کی نعمت اور جہنم کی آگ کی یاد دہانی بنایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نافرمان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے' یہ (یاد دہانی) ایک کوڑا ہے جو اس کے بندوں کو نعمتوں بھری جنت کی طرف ہانکتا ہے۔ ﴿وَ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ یعنی فائدہ اٹھانے والوں یا مسافروں کے لیے کچھ سامان زیست بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسافروں کو اس لیے مخصوص فرمایا کیونکہ مسافر کے لیے اس کا فائدہ دوسروں کی نسبت زیادہ ہے اور شاید اس کا سبب یہ بھی ہو کہ دنیا تمام تر مسافر خانہ ہے۔ پس اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مسافروں کے لیے سامان زیست اور آخرت کے دائمی گھر کی یاد دہانی بنایا ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو بیان فرمایا جو بندوں کی طرف سے اس کی حمد وثنا' اس کے شکر اور اس کی عبادت کی موجب ہیں تو اس نے اپنی تسبیح وتحمید کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ یعنی اپنے رب عظیم کی تنزیہ بیان کیجیے جو اسماء وصفات میں کامل اور بے پایاں احسانات اور بھلائیوں کا مالک ہے۔ اپنے دل' زبان اور جوارح کے ساتھ اس کی حمد وستائش بیان کیجیے کیونکہ وہ اس کا اہل اور اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے' اس کی ناشکری نہ کی جائے' اس کو یاد رکھا جائے اس کو فراموش نہ کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے' نافرمانی نہ کی جائے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی O اور بلاشبہ یہ البتہ قسم ہے' اگر تمھیں علم ہو' بہت بڑی O کہ بلاشبہ یہ قرآن ہے

كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ

نہایت معزز O کتاب محفوظ میں O نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاک (فرشتے) ہی O نازل کردہ ہے

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ

رب العالمین کی طرف سے O کیا پس اس حدیث (قرآن) سے تم بے اعتنائی کرتے ہو؟ O اور کرتے ہو تم اپنا حصہ

أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْ لَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَأَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾

یہ کہ تم تکذیب کرتے ہو ○ پس کیوں نہیں، جب پہنچتی ہے (روح) حلق تک ○ اور تم اس وقت دیکھتے ہو ○

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْ لَآ إِنْ كُنْتُمْ

اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس سے تمہاری نسبت اور لیکن نہیں دیکھتے ہو تم ○ پس کیوں نہیں، اگر ہو تم

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

نہیں بدلہ دیئے جاؤ گے ○ پھیر لاتے تم اس (روح) کو اگر ہو تم سچے؟○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کی اور ان کی منازل، یعنی ان کے غروب کے مقامات اور ان کے سقوط کی جگہ کی قسم کھائی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کی قسم کھائی ہے جو ان اوقات میں واقع ہوتے ہیں جو اس کی عظمت، اس کی کبریائی اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی قسم کھائی ہے، اس کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾ اور یہ قسم صرف اس لیے عظمت کی حامل ہے کہ ستاروں، ان کی رفتار اور ان کے غروب کے مقامات میں ان کے سقوط کی جگہوں میں بہت سی نشانیاں اور عبرتیں ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے قرآن کا اثبات، نیز یہ کہ قرآن حق ہے جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ۔ یہ کریم ہے، یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہت زیادہ علم والا ہے، ہر بھلائی اور ہر علم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے۔ ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ ''کتاب محفوظ میں ہے۔'' یعنی مخلوق کی آنکھوں سے مستور ہے۔ یہ کتاب مکنون لوح محفوظ ہے، یعنی یہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اور ملأ اعلیٰ میں فرشتوں کے ہاں قابل عظمت ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ کتاب ہو جو ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی وحی اور رسالت کے لیے نازل کرتا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کتاب شیاطین سے مستور ہے شیاطین کو اس میں تغیر و تبدل، کمی بیشی اور چوری کرنے کی قدرت حاصل نہیں۔

﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ ''اسے صرف پاک (فرشتے) ہی چھوتے ہیں۔'' یعنی قرآن کریم کو صرف ملائکہ کرام ہی چھوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام آفات، گناہوں اور عیوب سے پاک کیا ہے۔ جب قرآن کو پاک ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور ناپاک اور شیاطین اس کو چھو نہیں سکتے تو آیت کریمہ تنبیہاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پاک شخص کے سوا کسی کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ قرآن جو ان صفاتِ جلیلہ سے موصوف ہے، رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو دینی اور دنیاوی نعمتوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کرتا ہے، وہ جلیل ترین چیز جس کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کی تربیت کی، اس قرآن کو نازل کرنا ہے جو دونوں جہانوں کے مصالح پر مشتمل ہے،

جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسا رحم فرمایا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ ان پر واجب ہے کہ وہ اس قرآن کو قائم کریں، برسرعام اس کا اعلان کریں، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور اس کو کھلم کھلا بیان کریں۔ بنابریں فرمایا: ﴿ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴾ ''پھر تم اس کلام (قرآن) سے بے پروائی کرتے ہو؟ یعنی کیا تم اس کتاب عظیم اور ذکر حکیم کو مخلوق کے خوف، ان کی عار اور ان کی زبانوں کے ڈر سے چھپاتے ہو؟ ایسا کرنا مناسب ہے نہ لائق شان ہے۔ لائق شان اور مناسب تو یہ ہے کہ اس بات میں مداہنت کی جائے جس کے بارے میں انسان کو وثوق حاصل نہ ہو۔ رہا قرآن کریم تو یہ ایسا حق ہے کہ جب بھی کوئی مقابلہ کرنے والا اس قرآن کے ذریعے سے مقابلہ کرتا ہے تو یہی غالب آتا ہے اور کوئی بھی حملہ آور اگر اس قرآن کے ساتھ حملہ کرتا ہے تو یہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔ قرآن ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں مداہنت کی جائے نہ اسے چھپایا جائے بلکہ برسرعام اس کا اعلان کیا جائے۔

﴿ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴾ ''اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ تم جھٹلاتے پھرو۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے احسان و عنایت کا مقابلہ وظیفہ تکذیب اور اس کی نعمت کی ناسپاسی کے ذریعے سے کرتے ہو اور کہتے ہو: فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی، اور تم نعمت کو ان ہستیوں کی طرف منسوب کرتے ہو جنھوں نے یہ نعمتیں عطا نہیں کیں۔ پس تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں ادا نہ کیا کہ اسی نے تم پر یہ بارش برسائی ہے تاکہ وہ تمھیں اور زیادہ اپنے فضل و کرم سے سرفراز کرے کیونکہ کفر و تکذیب نعمتوں کو اٹھا لینے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے نازل ہونے کے اسباب ہیں۔

﴿ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ○ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ○ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴾ یعنی جب روح حلق تک پہنچتی ہے اور تم اس حالت میں موت کے آنے کا منظر دیکھ رہے ہوتے ہو، حالانکہ ہم اپنے علم اور اپنے فرشتوں کے ذریعے سے، مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔ ﴿ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ○ تَرْجِعُونَهَا ﴾ ''پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں، تو کیوں نہیں اس روح کو پھیر لیتے۔'' یعنی بھلا جب تم اس زعم باطل میں مبتلا ہو کہ تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا نہ تمھارا حساب کتاب کر کے تمھیں جزا و سزا دی جائے گی تو تم روح کو بدن میں واپس کیوں نہیں لے آتے ﴿ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ ''اگر تم سچے ہو؟'' حالانکہ تم اقرار کرتے ہو کہ تم اس روح کو بدن میں واپس لانے سے عاجز ہو، تب تمھیں یا تو اس حق کا اقرار کرنا ہوگا جو محمد کریم ﷺ لے کر آئے ہیں یا تم عناد رکھو گے، پس تمھارا حال اور تمھارا برا انجام معلوم ہے۔

فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۥ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأَمَّا إِن

پس لیکن اگر ہے وہ (مردہ) مقربین میں سے ○ تو ہے (اس کیلئے) راحت اور خوشبو اور نعمتوں والا باغ ○ اور لیکن اگر

كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَ اَمَّاۤ اِنْ

ہے وہ اصحاب الیمین میں سے ○ تو (کہا جائے گا:) سلامتی ہے تیرے لیے (تو) اصحاب الیمین میں سے ہے ○ اور لیکن اگر

كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِيَةُ

ہے وہ تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ○ تو مہمانی ہوگی (اس کی) گرم کھولتے پانی سے ○ اور داخل کرنا ہے

جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

جہنم میں ○ بلاشبہ یہ (خبر) یہی یقینی حق ہے ○ پس تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو عظیم ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کے اوائل میں، قیامت کے دن تین گروہوں، یعنی مقربین، اصحاب یمین اور مکذبین کے احوال کا ذکر فرمایا، پھر اس کے آخر میں ان کے ان احوال کا ذکر فرمایا جب موت کا وقت آپہنچے گا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ اگر مرنے والا اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو واجبات و مستحبات کی ادائیگی اور محرمات و مکروہات اور بے فائدہ مباحات سے اجتناب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول میں کوشاں رہے ہوں گے۔ ﴿فَرَوْحٌ﴾ تب ان کے لیے راحت و اطمینان، فرحت و سرور اور قلب و روح کی نعمتیں ہوں گی ﴿وَّ رَيْحَانٌ﴾ یہ ایسی لذت بدنی کے لیے ایک جامع لفظ ہے جو مختلف انواع کے ماکولات و مشروبات پر مشتمل ہو۔ کہا جاتا ہے ریحان سے مراد معروف خوشبو ہے، تب یہ کسی چیز کی نوع کے ذریعے سے اس کی جنس عام کی تعبیر کے باب میں سے ہے۔ ﴿وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ ''اور نعمتوں والی جنت ہے۔'' جو دونوں امور کی جامع ہوگی، اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے تصور میں ان کا گزر ہوا ہے۔ مقربین کی موت کے قرب کے وقت، ان کو ان نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے جس کی بنا پر فرحت اور سرور سے ان کی ارواح اڑنے لگتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾ (حٰم السجدة: ۴۱/ ۳۰۔۳۲) ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم ڈرو نہ غم کھاؤ، اور جنت کی خوشخبری سے خوش ہو جاؤ جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمھارے دوست تھے اور آخرت (کی زندگی) میں بھی (ہم تمھارے دوست ہوں گے) اس جنت میں تمھارے لیے ہر وہ چیز ہوگی، جس کی تمھارے دل خواہش کریں گے اور اس میں تمھیں ہر وہ چیز ملے گی جو تم طلب کرو گے۔ یہ سب کچھ رب غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہوگا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ (یونس: ٦٤/١٠) ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔'' کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ مذکورہ بشارت' دنیا کی زندگی کی بشارت ہے۔

﴿وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے۔'' یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے واجبات کو ادا کیا اور محرمات کو ترک کیا' اگرچہ ان سے بعض ایسے حقوق کے بارے میں کوتاہی سرزد ہوئی جن سے ان کے ایمان اور توحید میں خلل واقع نہیں ہوا ﴿فَ﴾ تو ان میں سے ہر کسی سے کہا جائے گا: ﴿سَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ تمھارے اصحاب یمین بھائیوں کی طرف سے تمھیں سلامتی حاصل ہے۔ یعنی جب وہ ان کے پاس پہنچے گا اور ان سے ملاقات کرے گا تو وہ اسے سلام اور خوش آمدید کہیں گے۔ یا اس سے کہا جائے گا کہ دنیا کی آفات' مصائب اور عذاب سے تم سلامت ہو کیونکہ تم اصحاب یمین میں سے ہو جو ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچتے رہے ہیں۔

﴿وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''اور لیکن اگر وہ تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ہوا۔'' یعنی وہ لوگ جنھوں نے حق کو جھٹلایا اور ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے ﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾ تو جس روز وہ اپنے رب کی خدمت میں حاضر ہوں گے' اس روز ان کی ضیافت یہ ہوگی کہ ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا جو ان کو گھیرے گی اور ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی اور جب وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگیں گے ﴿يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکھف: ٢٩/١٨) ''تو انھیں ایسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کے مانند گرم ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا' ان کا مشروب کتنا برا اور ان کی آرام گاہ کتنی بری ہوگی۔''

﴿اِنَّ هٰذَا﴾ یہ سب کچھ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' مثلاً: بندوں کے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا' اور اس کی تفاصیل ﴿لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ ''بلاشبہ یہی (مذکور) حق الیقین ہے۔'' یعنی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ بلکہ یہ ثابت شدہ حق ہے جس کا وقوع لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے اس پر قطعی دلائل پیش کیے ہیں اور اس کی حیثیت خردمندوں کے نزدیک ایسے ہے گویا کہ وہ اس کا ذائقہ چکھ رہے ہوں اور اس کی حقیقت کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ پس انھوں نے اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی کہ اس نے ان کو اس عظیم نعمت اور اتنی بڑی عنایت سے مختص کیا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''لہذا تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر۔'' پس پاک ہے ہمارا رب عظیم' منزہ اور بہت بلند و برتر ان باتوں سے جو منکرین حق (اس کے بارے میں) کرتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الحدید

سورۃ الحدید (۵۷) مدنیۃ (۹۴) — آیاتھا ۲۹ — رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

تسبیح کرتی ہے اللہ کی جو چیز بھی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست ہے' حکمت والا ○ اسی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

اور زمین کی وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہی اول اور آخر

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور ظاہر اور باطن ہے اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں

وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ

اور زمین کو چھ دنوں میں' پھر مستوی ہو گیا عرش پر وہ جانتا ہے جو چیز داخل ہوتی ہے زمین میں

وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ

اور جو نکلتی ہے اس سے اور جو چیز اترتی ہے آسمان سے اور جو اوپر چڑھتی ہے اس میں اور وہ تمہارے ساتھ ہے

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

جہاں کہیں ہو تم اور اللہ اس کو' جو تم عمل کرتے ہو' دیکھنے والا ہے ○ اس کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی'

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ

اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تمام امور ○ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں

وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

اور وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت وجلال اور اپنی لامحدود قوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات' حیوانات ناطقہ اور جمادات وغیرہ' اپنے رب کی حمد وستائش کے ساتھ' اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور ان اوصاف سے اسے منزہ قرار دے رہے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں' نیز یہ کہ تمام موجودات اپنے رب کی مطیع اور اس کے غلبے کے سامنے سرنگوں ہے۔ ان موجودات میں اس کی حکمت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ زبردست باحکمت ہے۔'' اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوقات اپنے تمام احوال میں ہر لحاظ سے اپنے رب کی محتاج ہیں' اس کے لامحدود غلبہ وقہر نے تمام اشیاء کو مغلوب ومقہور کر رکھا ہے اور اس کی حکمت عامہ اس کے

خلق وامر میں جاری وساری ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے لامحدود اقتدار کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے' وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق' رازق اور اپنی قدرت کے ساتھ ان کی تدبیر کرنے والا ہے۔ ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔'' ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ جس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی ﴿وَالْاٰخِرُ﴾ جس کے بعد کوئی چیز نہ ہوگی۔ ﴿وَالظَّاهِرُ﴾ جس کے اوپر کوئی چیز نہیں ﴿وَالْبَاطِنُ﴾ جس سے پرے کوئی چیز نہیں ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ اس کے علم نے تمام ظواہر و بواطن' تمام بھیدوں' مخفی چیزوں اور تمام متقدم اور متاخر امور کا احاطہ کر رکھا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔'' پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر عرش پر مستوی ہوا۔'' تمام مخلوقات کے اوپر' وہ استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾ اناج کا دانہ' حیوان اور بارش وغیرہ جو کچھ بھی زمین میں داخل ہوتا ہے' وہ اسے جانتا ہے۔ ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ نباتات' درخت اور حیوانات میں سے جو اس سے نکلتے ہیں' وہ انھیں جانتا ہے ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ آسمان سے جو فرشتے' تقدیریں اور رزق نازل ہوتے ہیں ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ فرشتے' ارواح' دعائیں اور اعمال وغیرہ میں سے جو آسمان کی طرف چڑھتے ہیں' سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم میں ہے۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ''اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ (المجادلۃ:۵۸/۷) ''تین آدمی کوئی سرگوشی کرتے ہیں تو چوتھا وہ ہوتا ہے' پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو چھٹا وہ ہوتا ہے' نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے' جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔'' اور یہ معیت' علم اور اطلاع کی معیت ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اعمال کی جزا و سزا کا وعدہ کیا ہے' فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال کو دیکھتا ہے جو تم سے صادر ہوتے ہیں اور یہ اچھے برے اعمال جو اس کی طرف لوٹتے ہیں' وہ تمھیں ان کی جزا دے گا اور ان کو تمھارے لیے محفوظ رکھے گا۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ملکیت' تخلیق اور عبدیت کے اعتبار سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی ہے' وہ اپنے اوامر کونی وقدری اور اوامر شرعی جو حکمت ربانی کے مطابق جاری وساری ہیں' کے ذریعے سے ان میں جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ تمام اعمال اور عمل کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی کی

طرف لوٹائے جائیں گے۔ بندے اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے، پس وہ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کر دے گا، وہ نیکوکار کو اس کی نیکی کا اور بدکار کو اس کی بدی کا بدلہ دے گا۔

﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ یعنی رات دن پر چھا جاتی ہے اور اپنی تاریکی کے ساتھ اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور انسان آرام کرتے ہیں۔ پھر دن رات پر چھا جاتا ہے، تب زمین پر چھائی ہوئی تمام تاریکی زائل ہو جاتی ہے، تمام کون و مکان روشن ہو جاتے ہیں۔ تب بندے بھی متحرک ہو جاتے ہیں اور اپنے مصالح اور معاش کے انتظامات میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا رہتا ہے، ان دونوں کے درمیان، اضافے اور کمی، طول اور قصر کو ادل بدل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے موسم جنم لیتے ہیں اور زمانوں کا حساب درست رہتا ہے اور بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں، بہت بابرکت ہے اللہ جو تمام کائنات کا رب ہے جو بہت بلند، فضل و کرم کا مالک اور جواد ہے جس نے اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ ﴿وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ یعنی جو کچھ تمام کائنات (والوں) کے سینوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ ہدایت کا اہل ہے، اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ ہدایت کا اہل نہیں، اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ
ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے اور خرچ کرو اس میں سے کہ بنایا ہے اس (اللہ) نے تمہیں جانشین اس میں پس وہ لوگ
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞7 وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ
جو ایمان لائے تم میں سے اور انہوں نے خرچ کیا، ان کیلئے اجر ہے بہت بڑا ○ اور کیا ہے تمہیں کہ نہیں ایمان لاتے تم ساتھ اللہ کے، جبکہ رسول
يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞8 هُوَ
بلاتا ہے تمہیں تاکہ تم ایمان لاؤ ساتھ اپنے رب کے، اور تحقیق وہ لے چکا ہے پختہ وعدہ تم سے؟ اگر ہو تم ایمان لانے والے ○ وہی ہے
الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ
جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر آیتیں واضح تاکہ وہ نکالے تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف،
وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞9 وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ
اور بلاشبہ اللہ تم پر نہایت شفیق بڑا رحم کرنے والا ہے ○ اور کیا ہے تمہیں یہ کہ نہ خرچ کرو تم اللہ کی راہ میں؟ اور اللہ ہی کے لئے ہے
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
میراث آسمانوں اور زمین کی، نہیں برابر تم میں سے وہ جس نے خرچ کیا پہلے فتح (مکہ) سے
وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا
اور لڑائی کی یہ لوگ زیادہ عظیم ہیں درجے میں ان لوگوں سے جنہوں نے خرچ کیا اس کے بعد اور لڑائی کی اور ہر ایک سے

وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ ع مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ

وعدہ کیا ہے اللہ نے نیک جزا کا اور اللہ ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ہے ○ کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾

قرض حسنہ؟ پھر وہ (اللہ) بڑھا دے اس کو اس کے لیے؟ اور اس کے لیے ہے اجر عمدہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اللہ اور اس کے رسول پر اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے اور اللہ کے راستے میں وہ مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے جو اس نے ان کے اختیار میں دیا ہے اور اس پر ان کو خلیفہ بنایا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں' پھر جب اس نے یہ حکم دیا تو اس نے ان کے سامنے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کے ثواب کا ذکر کر کے ان کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دی اور اس پر آمادہ کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا ﴾ یعنی جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کو جمع کیا ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ ''ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔'' اس میں سے عظیم ترین اور جلیل ترین اجر اپنے رب کی رضا' اللہ تعالیٰ کا اکرام وتکریم والا گھر اور اس کے اندر ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مومنین اور مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا جو انھیں ایمان کی دعوت دیتا ہے اور عدم مانع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی وہ کون سی چیز ہے جو تمھیں ایمان لانے سے روکتی ہے، حالانکہ رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو سب سے افضل رسول اور سب سے اچھے داعی ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنے اور حق کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے جلدی سے آگے بڑھا جائے جسے محمد ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم سے ایمان لانے کا عہد اور میثاق لے چکا ہے' اگر تم مومن ہو تو تمھیں یہ کام کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا تم پر لطف وکرم اور اس کی عنایت ہے کہ اس نے صرف رسول کی دعوت پر اکتفا نہیں کیا جو تمام کائنات میں سب سے زیادہ شرف کے حامل ہیں بلکہ معجزات کے ذریعے سے اس رسول کی تائید کی اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے' اس کی صداقت پر تمھارے سامنے واضح دلائل پیش کیے۔ اس لیے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ﴾ ''وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے۔'' یعنی ایسی ظاہری نشانیاں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں' اس کی صداقت پر عقل مندوں کی راہ نمائی کرتی ہیں' نیز یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہی حق الیقین ہے۔

﴿ لِيُخْرِجَكُمْ ﴾ ''تاکہ وہ تمھیں نکالے۔'' تمھاری طرف رسول مبعوث کر کے اور اس کتاب وحکمت کے

ذریعے سے جو اس نے اس رسول کے ہاتھ پر اتاری۔ ﴿ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ﴾ ''اندھیروں سے اجالے کی طرف۔'' یعنی تمھیں جہالت اور کفر کی تاریکیوں سے نکال کر علم و ایمان کی روشنی میں لائے۔ یہ تم پر اس کی رحمت و رأفت ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنے بچے پر رحیم ہے ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تم پر بہت شفقت کرنے والا (اور) نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ یعنی وہ کون سی چیز ہے جس نے تمھیں انفاق فی سبیل اللہ سے روکا ہے' اور (سَبِيْلِ اللّٰهِ) سے مراد تمام تر بھلائی کے راستے ہیں، اور تم پر واجب کیا ہے کہ تم بخل کرو۔ ﴿ وَ ﴾ حالانکہ کوئی چیز تمھاری ملکیت میں نہیں ہے بلکہ ﴿ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ ہی کی میراث ہیں۔'' پس تمام اموال تمھارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے یا تم انھیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے' پھر یہ ملکیت اس کے حقیقی مالک' اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گی۔ پس جب تک یہ اموال تمھارے ہاتھ میں ہیں' اللہ کے راستے میں خرچ کر کے فائدہ اٹھاؤ اور فرصت کو غنیمت سمجھو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے احوال اور حکمت الٰہیہ کے مطابق' اعمال کی ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور قتال کیا وہ برابر نہیں بلکہ ان کے درجے ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیا۔'' یہاں فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے' جب رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوا جو درحقیقت سب سے بڑی فتح تھی' اس صلح کے دوران میں اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی' مسلمانوں اور کفار کے درمیان میل جول ہوا اور کسی مخالفت کے بغیر دین کی دعوت دی گئی۔ اس عرصے میں لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے اور اسلام کو عزت و غلبہ حاصل ہوا۔ اس فتح سے قبل مسلمان دین کی دعوت نہیں دے سکتے تھے سوائے ان علاقوں کے' جہاں کے رہنے والوں نے اسلام قبول کر لیا تھا' جیسے مدینہ منورہ اور اس کے تابع علاقے۔

اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا انھیں ایذائیں برداشت کرنا پڑتی تھیں اور انھیں سخت خوف کا سامنا تھا' یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے فتح سے قبل اسلام قبول کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' اس کا اجر و ثواب اور درجہ اس شخص کے درجے سے زیادہ بڑا ہے جس نے فتح کے بعد اسلام قبول کر کے جہاد کیا اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقین اولین اور فضلائے صحابہ کی غالب اکثریت نے فتح سے قبل اسلام قبول کیا۔ چونکہ بعض معاملات کے درمیان فضیلت دینے سے کبھی کبھی مفضول میں نقص اور قدح متوہم ہوتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَكُلًّا

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ یعنی وہ لوگ جو فتح سے پہلے اور اس کے بعد اسلام لائے' جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا' اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ''اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔'' چنانچہ وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ جہاد کا تمام تر دارومدار انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد کی تیاری میں مال خرچ کرنے پر ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔'' اس سے مراد پاک اور طیب مال ہے جسے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے' اس کی رضا کے مطابق' حلال اور طیب مال میں سے نہایت خوش دلی کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس انفاق کو ''قرض'' کے نام سے موسوم کیا ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مال اسی کا مال اور یہ بندے اسی کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو کئی گنا کر دینے کا وعدہ کیا ہے وہ فضل و کرم کا مالک اور بہت زیادہ داد و دہش والا ہے۔ اس انفاق کے کئی گنا ہونے کا محل و مقام روز قیامت ہے' اس روز ہر انسان پر اپنا فقر و احتیاج واضح ہو جائے گا' اس روز وہ قلیل ترین جزائے حسن کا بھی محتاج ہو گا' اس لیے فرمایا:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

اس دن آپ دیکھیں گے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو کہ دوڑتا ہو گا نور ان کا آگے ان کے اور دائیں ان کے

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ

خوش خبری ہے تمہیں آج ایسے باغات کی کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں' ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں' یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا

کامیابی بڑی ○ اس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے' تم انتظار کرو ہمارا

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ

کہ ہم بھی کچھ روشنی حاصل کر لیں تمہارے نور سے (ان سے) کہا جائے گا تم لوٹ جاؤ اپنے پیچھے پھر تلاش کرو نور' پس حائل کر دی جائے گی انکے درمیان

بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾

ایک دیوار اس کا ایک دروازہ ہو گا' اندر اس کے اس میں رحمت ہو گی اور باہر اس کے اس کی طرف عذاب ہو گا ○

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ

وہ پکاریں گے ان (مومنوں) کو کیا نہ تھے ہم تمہارے ساتھ (دنیا میں)؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! اور لیکن تم نے فتنے میں ڈالا تھا خود کو اور انتظار کیا تم نے

وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾

اور شک کیا تم نے اور فریب دیا تمہیں خواہشوں نے یہاں تک کہ آ پہنچا حکم اللہ کا اور دھوکا دیا تمہیں اللہ کی بابت دھوکے باز نے ○

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ

پس آج نہ لیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا' تمہارا ٹھکانا آگ ہے'

هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

وہی تمہارے زیادہ لائق ہے اور بری جگہ ہے لوٹ جانے کی (وہ آگ) ○

اللہ تعالیٰ ایمان کی فضیلت اور قیامت کے روز اہل ایمان کی فرحت و مسرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ ''اس دن آپ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا۔'' یعنی جب قیامت کا دن ہوگا سورج کو لپیٹ دیا جائے گا' چاند کو بے نور کر دیا جائے گا' تمام لوگ اندھیرے میں ہوں گے اور جہنم کے اوپر پل صراط نصب کر دیا جائے گا' تب تو مومنین اور مومنات کو دیکھے گا کہ ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں چل رہی ہوگی اور وہ اس نہایت مشکل اور ہولناک مقام پر' اپنے ایمان اور روشنی کے ساتھ جا رہے ہوں گے' ہر شخص کو اپنے اپنے ایمان کی مقدار کے مطابق روشنی حاصل ہوگی۔

اس مقام پر ان کو سب سے بڑی خوشخبری دی جائے گی' پس ان سے کہا جائے گا: ﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''تم کو بشارت ہو کہ آج تمھارے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اللہ اللہ! یہ خوشخبری ان کے دلوں کے لیے کتنی شیریں اور ان کے نفوس کے لیے کتنی لذیذ ہوگی' جہاں انھیں ہر مطلوب و محبوب چیز حاصل ہوگی اور وہ ہر شر اور ڈرانے والے امر سے نجات پائیں گے۔

جب منافقین دیکھیں گے کہ اہل ایمان روشنی میں چلے جا رہے ہیں اور خود ان کی روشنی بجھ گئی ہے اور وہ اندھیروں میں حیران و پریشان باقی رہ گئے ہیں تو وہ اہل ایمان سے کہیں گے: ﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾ یعنی ٹھہرو! تاکہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی لے کر اس کے اندر چل سکیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں' تو ﴿قِيْلَ﴾ ان سے کہا جائے گا: ﴿ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا﴾ ''پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔'' یعنی اگر ایسا کرنا ممکن ہے' حالانکہ یہ ممکن نہ ہوگا بلکہ یہ بالکل محال ہوگا۔ ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تب حائل کر دی جائے گی ان کے درمیان۔'' یعنی مومنین اور منافقین کے درمیان ﴿بِسُوْرٍ﴾ ناقابل عبور دیوار اور ایک محفوظ رکاوٹ بنا دی جائے گی۔ ﴿لَهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ﴾ ''جس کا ایک دروازہ ہوگا جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے۔'' اور یہ وہ حصہ ہے جو مومنین کی طرف ہوگا ﴿وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ ''اور جو اس کی بیرونی جانب ہے اس طرف عذاب ہے۔'' اور یہ وہ حصہ ہے جو منافقین کی طرف ہوگا۔

منافقین اہل ایمان کو پکاریں گے اور رحم کی درخواست کرتے ہوئے نہایت عاجزی سے کہیں گے: ﴿ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ﴾ کیا دنیا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے میں ہم تمھارے ساتھ نہ تھے' ہم بھی نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے' جہاد کرتے تھے اور تمھارے جیسے عمل کرتے تھے؟ ﴿ قَالُوْا بَلٰى ﴾ مومنین جواب دیں گے: کیوں نہیں! تم دنیا میں ہمارے ساتھ تھے اور ظاہر میں ہمارے جیسے اعمال بھی بجالاتے تھے مگر تمھارے اعمال ایمان' سچی اور صالح نیت سے خالی تھے بلکہ ﴿ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ ﴾ ''تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا تھا' اور تم نے (اہل ایمان کی بابت گردش زمانہ کا) انتظار کیا اور شک کرتے رہے۔'' یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر میں شک کیا جو شک کو قبول نہیں کرتی۔ ﴿ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ﴾ یعنی جھوٹی تمناؤں نے تمھیں دھوکے میں رکھا' تم تمنا کرتے تھے کہ تم بھی مومنین کے مقام پر پہنچ جاؤ گے اور حال تمھارا یہ تھا کہ تم دولت یقین سے تہی دامن تھے۔ ﴿ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ ﴾ حتی کہ موت نے تمھیں آلیا اور تمھاری وہی مذموم حالت تھی۔ ﴿ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ ''تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکے ہی میں رکھا۔'' اس سے مراد شیطان ہے جس نے کفر اور شک کو تمھارے سامنے آراستہ کر دیا' تم اس پر بڑے مطمئن تھے' تم نے اس کے وعدے پر بھروسا کیا اور اس کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کی۔

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''لہٰذا آج تم سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کافروں سے۔'' اگرچہ تم زمین بھر سونا' نیز اتنا ہی مزید اپنے فدیے میں ادا کرو تو تم سے یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا ﴿ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ﴾ یعنی جہنم تمھارا ٹھکانا ہے۔ ﴿ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ﴾ یہ جہنم تمھارا والی ہوگا اور تمھیں اپنے پاس رکھے گا۔ ﴿ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ (القارعة: ۱۰۱/ ۸-۱۱) ''اور جن کے اعمال کے وزن ہلکے نکلیں گے تو ان کا ٹھکانا ہاویہ ہے' اور آپ کیا جانیں کہ یہ ہاویہ کیا ہے' یہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔''

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

کیا نہیں وقت آیا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے یہ کہ جھک جائیں انکے دل واسطے ذکر الٰہی کے اور (واسطے اسکے) جو نازل ہوا

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ

حق سے اور نہ ہوں وہ مانند ان لوگوں کے جو دیئے گئے کتاب اس سے پہلے؟ پس لمبی ہوگئی اوپر ان کے

الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۱۶ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ

مدت تو سخت ہوگئے ان کے دل اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں ۝ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷

زمین کو بعد اس کی موت کے' تحقیق بیان کیں ہم نے تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم عقل پکڑو ۝

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ آخرت میں مومنین اور مومنات' منافقین اور منافقات کا کیا حال ہوگا' یہ چیز دلوں کو اپنے رب کے خوف و خشوع اور اس کی عظمت کے سامنے عجز و انکسار کی دعوت دیتی ہے، تب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر ان کے دلوں میں خشوع اور انکسار نہ ہونے کی بنا پر عتاب فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ یعنی کیا ابھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل نرم ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ڈر جائیں۔ اس سے مراد قرآن ہے۔ اور اس کے اوامر و نواہی اور جو حق نازل ہوا ہے جسے محمد کریم ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں' اس سے ڈر جائیں اور اس کے سامنے سرخم کر دیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کتاب و حکمت کے لیے جو اس نے نازل فرمائی ہے' خشوع و خضوع کی ترغیب ہے' نیز اس امر کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اہل ایمان مواعظ الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے نصیحت حاصل کریں اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔ ﴿وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ﴾ یعنی ان لوگوں کے مانند نہ ہو جائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی جو خشوع قلب اور کامل اطاعت و تسلیم کی موجب تھی' پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے نہ دائمی طور پر اس پر قائم رہے بلکہ زمانے گزر گئے اور ان کی غفلت جڑ پکڑ گئی' ان کا ایمان کمزور اور ایقان زائل ہو گیا۔ ﴿فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''پس ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔'' پس دل ہر وقت اس امر کے محتاج ہیں کہ وہ اس کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور حکمت کی گفتگو کرتے رہیں' اس کتاب سے غفلت نہ برتی جائے کیونکہ یہ چیز دل کی سختی اور آنکھ کے جمود کا سبب بنتی ہے۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً ہم نے تو تمھارے لیے اپنی آیتیں بیان کر دیں تاکہ تم سمجھو۔'' کیونکہ آیات الٰہی مطالب الٰہیہ کی طرف عقل کی راہ نمائی کرتی ہیں۔ وہ ہستی جس نے زمین کے مرنے کے بعد اسے حیات نو بخشی' اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے اور پھر ان کو ان کے اعمال کی جزا دے۔ پس وہ ہستی جس نے زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد' بارش کے پانی کے ذریعے سے اسے دوبارہ زندہ کیا' وہ مردہ دلوں کو اس حق کے ذریعے سے زندگی بخشنے کی قدرت رکھتی ہے جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل کیا۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی آیات الٰہی سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے' وہ عقل سے بے بہرہ ہے۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ

بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنھوں نے قرض دیا اللہ کو قرض حسنہ تو وہ بڑھایا جائے گا واسطے انکے

وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ

اور ان کے لئے ہے اجر عمدہ ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں کے' یہی لوگ ہیں راست باز'

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور گواہی دینے والے نزدیک اپنے رب کے' ان کے لئے اجر ہے ان کا اور نور ہے ان کا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٩﴾ ع ۱۸/۲

اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو یہی ہیں جہنمی ○

﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ ﴾ یعنی وہ مرد اور عورتیں جو نہایت کثرت سے صدقہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ''اور اللہ کو اچھا قرض دیتے ہیں۔'' یعنی وہ بھلائی کے راستوں میں اپنا مال پیش کرتے ہیں جو ان کے رب کے ہاں ان کے لیے ذخیرہ بن جاتا ہے۔ ﴿ يُّضٰعَفُ لَهُمْ ﴾ ''ان کو دو چند اجر دیا جائے گا۔'' ایک نیکی کا اجر وثواب دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی کئی گنا بڑھ جاتا ہے ﴿ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''اور ان کے لیے اجر کریم ہے۔'' یہ وہ اجر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں تیار کر رکھا ہے جسے نفس نہیں جانتے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔'' اہل سنت کے نزدیک ایمان جس پر قرآن وسنت دلالت کرتے ہیں' وہ ہے قلب ولسان کا قول اور قلب ولسان اور جوارح کا عمل' تب یہ چیز دین کے تمام ظاہری وباطنی شرائع کو شامل ہے۔ پس جنھوں نے ان تمام امور کو جمع کر لیا وہ صدّیق ہیں جن کا مرتبہ عام مومنوں سے اوپر اور انبیاء سے نیچے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ﴾ ''اور شہید ہیں' ان کے رب کے ہاں ان کے لیے ان کا اجر ہوگا اور ان کی روشنی۔'' کا معنی وہی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے: ''جنت کے سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھا ہے۔''[1] اور یہ چیز ان کے انتہائی بلند مرتبہ' ان کی رفعت اور اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ ''اور جو لوگ کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔'' ان آیات کریمہ نے مخلوق کی تمام اصناف' یعنی صدقہ کرنے والوں' صدیقین' شہداء اور اہل جہنم کے تذکرے کو یکجا کر دیا ہے۔ پس صدقہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا بڑا حصہ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور ممکن حد تک ان کو فائدہ پہنچانے' خاص طور پر ان کو اللہ کے راستے میں مال کے ذریعے سے

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: ٢٧٩٠

فائدہ پہنچانے پر مشتمل ہے۔ صدِّیق وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان، عمل صالح، علم نافع اور یقین صادق کے مراتب کو مکمل کر لیا۔ شہید وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو غالب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، اپنے جان و مال کو خرچ کیا اور قتل ہو گئے۔ اہل جہنم وہ کفار ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ ایک قسم باقی رہ گئی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاطر میں کیا ہے اور وہ ہیں مقتصدین جنھوں نے واجبات کو ادا کیا، محرمات کو ترک کیا، البتہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں ان سے کچھ تقصیر واقع ہوئی۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو ان کے بعض افعال کے سبب سے سزا ملے گی، تاہم مآل کار وہ جنت میں جائیں گے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ

تم جان لو! یقیناً حیات دنیا کھیل ہے اور تماشہ ہے اور زینت ہے اور فخر کرنا ہے آپس میں اور

تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ

ایک دوسرے پر کثرت جتلانا ہے مالوں اور اولاد میں، مانند بارش کے کہ خوش لگتا ہے کسانوں کو سبزہ اس کا پھر

يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ

وہ خشک ہو جاتا ہے پس آپ دیکھتے ہیں اس کو زرد شدہ، پھر ہو جاتا ہے وہ چورا چورا اور آخرت میں عذاب ہے بہت سخت

وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

اور مغفرت ہے اللہ کی طرف سے اور رضا مندی اور نہیں زندگانیٔ دنیا مگر سامان دھوکے کا ○

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

دوڑو تم مغفرت کی طرف اپنے رب کی اور اس جنت کی (طرف) کہ اس کی چوڑائی ہے مانند چوڑائی آسمان

وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

اور زمین کے وہ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں کے، یہ ہے فضل اللہ کا،

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

وہ دیتا ہے یہ جسے چاہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا اور ان امور کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن پر دنیا کا دارومدار ہے، نیز دنیا اور دنیا والوں کی غایت و انتہا بیان فرماتا ہے۔ دنیا بس لہو و لعب ہے جس کے ساتھ بدن کھیلتے ہیں اور اس کی وجہ سے قلب غافل ہوتے ہیں۔ جو کچھ دنیا میں موجود ہے اور ابنائے دنیا سے جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اس کا مصداق ہے۔ آپ ابنائے دنیا کو پائیں گے کہ انھوں نے اپنی عمر کے اوقات کو غفلت قلب میں صرف کیا اور وہ ذکر الٰہی اور آئندہ پیش

آنے والے وعدووعید سے غافل رہے۔آپ اہل بیدار اور آخرت کے لیے عمل کرنے والوں کو ان کے برعکس دیکھیں گے کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر،اس کی معرفت اور اس کی محبت سے معمور ہیں۔وہ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ایسے اعمال میں صرف کرتے ہیں جن کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے اور دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَّ زِيْنَةٌ﴾ یعنی لباس، مشروبات، سواریوں، گھروں، محلات اور دنیاوی جاہ وغیرہ کے ذریعے سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے۔ ﴿وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ﴾ ''اور آپس میں فخر کرنا ہے۔''یعنی ان چیزوں کو رکھنے کے لیے ہر شخص دوسرے پر فخر کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان امور میں وہی غالب رہے اور ان احوال میں بس اسی کو شہرت حاصل رہے۔ ﴿وَّ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ﴾ یعنی ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ مال اور اولاد میں دوسروں سے بڑھ کر ہو۔دنیا سے محبت کرنے والے اور اس پر مطمئن رہنے والے اس کا مصداق ہیں۔ اس کے برعکس وہ شخص جو دنیا اور اس کی حقیقت کو جانتا ہے، وہ اسے مستقل ٹھکانا نہیں بناتا بلکہ اسے گزرگاہ خیال کرتا ہے، وہ ایسے اعمال میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور ایسے وسائل اختیار کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو اس کے ساتھ دنیا، مال ومتاع اور اولاد کی کثرت میں مقابلہ کرتا ہے تو یہ اعمال صالحہ میں اس کا مقابلہ کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دنیائے فانی کے لیے بارش کی مثال دی ہے، جو زمین پر برستی ہے اور اس کی نباتات کو سیراب کرتی ہے جس سے لوگ اور مویشی اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین پوری طرح لہلہانے لگتی ہے اور اس کی نباتات کفار کو بھلی لگتی ہیں جن کی نظر وہمت صرف دنیا ہی پر مرکوز ہوتی ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم آجاتا ہے جو انھیں ہلاک کر دیتا ہے۔یہ نباتات خشک ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتی ہیں، گویا کہ وہاں کبھی ہریالی اگی تھی نہ وہاں کبھی کوئی خوبصورت منظر ہی دیکھا گیا تھا۔یہی حال اس دنیا کا ہے۔یہ اپنے چاہنے والے کے لیے نہایت خوش نما اور خوبصورت ہوتی ہے وہ جب بھی اس دنیا سے اپنا مطلوب حاصل کرنا چاہتا ہے، حاصل کر لیتا ہے اور جب بھی وہ کسی دنیاوی معاملے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے دروازوں کو کھلا ہوا پاتا ہے۔جب تقدیر نے اس کو آلیا اور اس سے وہ سب کچھ چھین لیا جو اس کے ہاتھ میں تھا اور اس پر سے اس کے تسلط کو زائل کر دیا، یا اسے خوشنما دنیا سے دور کر دیا تو وہ اس دنیا سے خالی ہاتھ روانہ ہوا اور کفن کے سوا اس کے پاس کوئی زادراہ نہ تھا۔پس ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس کی آرزو کی انتہا یہ دنیا ہے اور اسی کے لیے اس کے اعمال اور اس کی بھاگ دوڑ تھی۔

رہا وہ عمل جو آخرت کے لیے کیا جاتا ہے تو یہ وہی عمل ہے جو فائدہ دیتا ہے اور عمل کرنے والے کے لیے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے اور ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتا ہے۔بنابریں فرمایا: ﴿وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ١ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ﴾

﴿مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ﴾ ''اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے۔'' یعنی آخرت کا حال ان دو امور سے خالی نہیں۔ اولاً: تو اس شخص کے لیے جہنم کی آگ میں سخت عذاب' جہنم کی بیڑیاں اور زنجیریں اور اس کی ہولناکیاں ہوں گی جس کی غایت مقصود اور منتہائے مطلوب محض دنیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جسارت کرتا ہے' آیات الٰہی کو جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناسپاسی کرتا ہے۔ ثانیاً: یا اس شخص کے لیے گناہوں کی بخشش' عقوبتوں کا ازالہ اور دار رضوان میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی' یہ سب اس شخص کے لیے ہے جس نے دنیا کی حقیقت کو پہچان لیا اور آخرت کے لیے بھرپور کوشش کی۔ یہ سب کچھ دنیا میں زہد اور آخرت میں رغبت کی دعوت دیتا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''اور دنیا کی زندگی تو محض متاع فریب ہے۔'' یعنی یہ صرف ایسی متاع ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس سے ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں' اس کی وجہ سے فریب میں صرف وہی لوگ مبتلا ہوتے اور اس پر مطمئن رہتے ہیں جو ضعیف العقل ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت' رضا اور جنت کی طرف مسابقت کا حکم دیا ہے اور یہ چیز مغفرت کے اسباب کے لیے کوشش کرنے' یعنی خالص توبہ اور نفع مند استغفار کرنے' گناہ اور گناہ کے اسباب سے دور رہنے ہی سے ممکن ہے' نیز عمل صالح کے ذریعے سے اللہ کی رضا کی طرف سبقت اور ان امور پر دوام کی حرص کرنے سے ممکن ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے، یعنی خالق کی عبادت میں احسان اور مخلوق کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعے ہی سے یہ چیز حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کا ذکر فرمایا جو اس کے موجب ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ''اور جنت جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔ جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں دین کے تمام اصول و فروع داخل ہیں۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ یعنی ہم نے تمھارے سامنے جو کچھ بیان کیا ہے اور جنت تک پہنچانے والے طریقوں اور جہنم میں گرانے والے جن راستوں کی نشاندہی کی ہے' وہ سب اللہ کا فضل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا اجر عظیم اور ثواب جمیل' اس کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا احسان اور فضل و کرم ہے ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' جس کی ثنا کوئی شمار نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے خود اپنی ثنا بیان کی۔ اس کے بندوں میں سے جو کوئی اس کی ثنا بیان کرتا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمھارے نفسوں میں مگر (وہ لکھی) ہے کتاب میں اس سے

قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا

پہلے کہ ہم پیدا کریں اس کو یقیناً یہ اللہ پر نہایت آسان ہے ○ تاکہ نہ غم کھاؤ تم اس پر جو

فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ ﴿۲۳﴾

فوت ہو جائے تم سے اور نہ اتراؤ تم اس پر جو وہ دے تمہیں اور اللہ نہیں پسند کرتا ہر اترانے والے فخر کرنے والے کو ○

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

وہ لوگ جو (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل (کرنے) کا، اور جو شخص منہ پھیرے

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

تو بلاشبہ اللہ ہی بے پروا قابل تعریف ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قضا و قدر کی عمومیت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ﴾ یہ آیت کریمہ خیر و شر پر مبنی ان تمام مصائب کو شامل ہے جو مخلوق پر نازل ہوتی ہیں۔ ہر چھوٹی بڑی تقدیر لوح محفوظ میں درج ہے۔ یہ ایک بہت بڑا معاملہ ہے، عقل جس کا احاطہ نہیں کر سکتی اور اس مقام پر بڑے بڑے خردمند تھکے تھکے رہ جاتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ﴾ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے تاکہ ان کے سامنے یہ قاعدہ متحقق ہو جائے اور ان پر جو خیر و شر نازل ہوتا ہے اس کی بنا اس قاعدہ پر رکھیں۔ پس جس چیز کو ان کے دل چاہتے تھے اور اس کا اشتیاق رکھتے تھے، اس کے فوت ہونے پر مایوس اور غمگین نہ ہوں گے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج تھا جس کا نافذ اور واقع ہونا ایک لازمی امر تھا اور اس نوشتے کے وقوع کو روکنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے وہ اس پر تکبر اور اتراہٹ کے ساتھ فرحت کا اظہار نہ کریں گے کیونکہ انھیں علم ہے کہ انھیں جو کچھ حاصل ہوا ہے انھیں اپنی قوت اور طاقت سے حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ سب کچھ تو انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے ذریعے سے حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ وہ اس ہستی کے شکر میں مشغول رہیں جس نے نعمتیں عطا کیں اور زحمتوں کو دور کیا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ درشت خو خود پسند اور متکبر کو پسند نہیں کرتا جو فخر کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور اسے یہ نعمتیں سرکشی اور غفلت میں مبتلا کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ (الزمر: ۴۹/۳۹) ''پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمتوں سے نواز دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم و دانش کی وجہ سے عطا کیا گیا ہے'' (ایسی بات

نہیں) بلکہ یہ تو ایک آزمائش ہے۔''

﴿ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ﴾ ''جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔'' یعنی دونوں مذموم کاموں کو اکٹھا کر لیتے ہیں جن میں سے ہر ایک شر کے لیے کافی ہے۔ ایک تو بخل ہے جس سے مراد حقوق واجبہ کی ادائیگی سے باز رہنا ہے اور دوسرا وہ لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ انھوں نے بخل ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے دیگر لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیا اور اپنے قول و فعل سے انھیں مذموم صفت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ اور یہ ان کا اپنے رب کی اطاعت سے اعراض کرنا اور منہ موڑنا ہے۔ ﴿ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے تو وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔'' جس کا غنا اس کی ذات کے لوازمات میں سے ہے جو آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے اور جس نے اپنے بندوں کو غنی اور مال دار بنایا۔ ﴿ الْحَمِيْدُ ﴾ وہ ہستی ہے جس کا ہر نام اچھا، ہر وصف کامل، اور ہر فعل خوبصورت ہے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی حمد و ثنا بیان کی جائے اور اس کی تعظیم کی جائے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ

البتہ تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول ساتھ واضح دلیلوں کے، اور نازل کی ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان تاکہ قائم رہیں

النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

لوگ انصاف پر، اور نازل کیا ہم نے لوہا اس میں لڑائی ہے بہت سخت اور فائدے ہیں لوگوں کے لئے

وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵ وَ لَقَدْ

اور تاکہ جان لے اللہ اسکو جو مدد کرتا ہے اسکی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے بلاشبہ اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ○ اور البتہ تحقیق

اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ

بھیجا ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو، اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب، پس کچھ ان میں سے ہدایت پانے والے ہیں

وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۲۶ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى

اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں ○ پھر لگاتار پیچھے بھیجا ہم نے اوپر انکے نقش قدم کے اپنے رسولوں کو اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً

ابن مریم کو اور دی ہم نے اس کو انجیل، اور رکھ دی ہم نے دلوں میں ان لوگوں کے جنھوں نے پیروی کی اس کی، شفقت

وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ِۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

اور مہربانی اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا اسے نہیں لکھا تھا ہم نے ان پر سوائے تلاش کرنے رضائے الٰہی کے

منزل ۷

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی جیسا حق تھا اس کی رعایت کا' پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان میں سے

اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

اجر ان کا اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں O

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا۔'' اس سے مراد وہ دلائل' شواہد اور علامات ہیں جو اس چیز کی صداقت اور حقیقت پر دلالت کرتی ہیں جسے انبیائے کرام لے کر آئے ہیں ﴿ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ ''اور ہم نے ان پر کتاب اتاری۔'' (اَلْكِتٰبَ) اسم جنس ہے جو ان تمام کتابوں کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت اور ان امور کی طرف راہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے جو ان کے دین و دنیا میں فائدہ مند ہیں۔ ﴿ وَ الْمِيْزَانَ ﴾ ''اور میزان۔'' اور وہ اقوال و افعال میں عدل کا نام ہے۔ وہ دین جو تمام رسول لے کر آئے وہ اوامر و نواہی اور مخلوق کے تمام معاملات' تمام جرائم' حدود' قصاص اور وراثت کے معاملات وغیرہ میں' سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ اور یہ اس لیے ﴿ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کر کے اور اپنے مصالح کے حصول کی خاطر جن کو شمار کرنا ممکن نہیں' عدل و انصاف پر قائم رہیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام انبیاء و رسل' شریعت کے قاعدے پر متفق ہیں اور وہ ہے عدل کو قائم کرنا اگرچہ زمان و احوال کے مطابق عدل کی صورتیں مختلف ہیں۔

﴿ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں سخت ہیبت و قوت ہے۔'' یعنی آلات حرب' مثلاً: ہر قسم کا اسلحہ اور زرہ بکتر وغیرہ۔ ﴿ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ ''اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔'' یہ وہ منافع ہیں جن کا مشاہدہ مختلف انواع کی صنعت و حرفت' مختلف اقسام کے برتنوں اور زرعی آلات میں کیا جا سکتا ہے' یہاں تک کہ کم ہی کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہوگی جو لوہے کی محتاج نہ ہو ﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ﴾ ''تاکہ اللہ اسے جان لے جو بن دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہا اس لیے نازل فرمایا کہ وہ اس کے ذریعے سے آزمائش کا بازار گرم کرے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون اس حالت غیب میں اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں جس میں وہ ایمان فائدہ دیتا ہے جو مشاہدہ سے قبل ہو' مشاہدہ کے اندر ایمان کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تب تو ایمان ضروری اور اضطراری ہوگا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔'' یعنی اسے کوئی عاجز کر سکتا ہے نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ کر کہیں جا سکتا ہے۔ یہ اس کی قوت اور غلبے کا نشان ہے کہ اس نے لوہا نازل کیا جس سے بڑے بڑے طاقتور آلات بنتے ہیں۔ یہ اس کی طاقت اور غلبہ ہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ اپنے

دشمنوں کے ذریعے سے اپنے اولیاء کو آزماتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ کون بن دیکھے اس کی مدد کرتا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہے کو اکٹھا بیان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کے ذریعے سے اپنے دین کو نصرت عطا کرتا ہے اور وہ اپنے کلمے کو کتاب کے ذریعے سے جس میں حجت و برہان ہے اور سیفِ ناصر کے ذریعے سے، اللہ کے حکم کے ساتھ بلند کرتا ہے۔ دونوں عدل وانصاف قائم کرتی ہیں جس کے ذریعے سے باری تعالیٰ کی حکمت، اس کے کمال اور اس کی شریعت کے کمال پر استدلال کیا جاتا ہے جس کو اس نے اپنے رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیائے کرام کی نبوت کا عمومی ذکر فرمایا تو ان میں سے دو خاص نبیوں، یعنی حضرت نوح اور ابراہیم ﷦ کا ذکر بھی فرمایا جن کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتاب کو جاری کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ ”بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب جاری رکھی۔“ یعنی تمام انبیائے متقدمین و متأخرین حضرت نوح اور ابراہیم ﷦ کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی طرح تمام کتابیں انہی دو انبیائے کرام کی اولاد پر نازل ہوئیں ﴿ فَمِنْهُمْ ﴾ یعنی ان لوگوں میں سے جن کی طرف ہم نے رسول مبعوث کیے، بعض لوگ ﴿ مُّهْتَدٍ ﴾ ان انبیاء کی دعوت کے ذریعے سے ہدایت یافتہ، ان کے احکام کی اطاعت کرنے والے اور ان کی ہدایت سے راہ نمائی حاصل کرنے والے ہوئے۔ ﴿ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے خارج ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یوسف: ۱۰۳/۱۲) ”اور اکثر لوگ، خواہ آپ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں۔“

﴿ ثُمَّ قَفَّيْنَا ﴾ پھر ہم نے بھیجے ﴿ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ﴾ ”ان کے پیچھے لگاتار اپنے رسول اور ہم نے ان سب کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ سیاق آیات نصاریٰ کے بارے میں ہے جو حضرت عیسیٰ ؑ کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ﴾ ”اور ہم نے ان کو انجیل دی۔“ جو اللہ تعالیٰ کی فضیلت والی کتابوں میں سے ہے ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ﴾ ”اور ڈال دی ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور مہربانی۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ (المائدة: ۵/۸۲) ”آپ پائیں گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور مودت و محبت کے اعتبار سے آپ مومنوں کے سب سے زیادہ

قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور راہب بھی اور (اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ) وہ تکبر نہیں کرتے۔'' اسی لیے جب نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر قائم تھے تو دوسروں کی نسبت زیادہ نرم دل تھے۔ ﴿وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا﴾ ''اور رہبانیت کو انھوں نے ازخود ایجاد کرلیا'' رہبانیت سے مراد عبادت ہے۔ پس انھوں نے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کرلی اور اپنے لیے اسے وظیفہ بنالیا اور انھوں نے مختلف لوازم کا التزام کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے خود اپنی طرف سے اپنے آپ پر لازم ٹھہرایا تھا اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا تھا۔ مگر بایں ہمہ ﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ یعنی وہ اس پر قائم رہ سکے نہ اس کے حقوق ہی ادا کرسکے' پس وہ دو اعتبار سے قصور کے مرتکب ہوئے۔ اول: اس عبادت کو ایجاد کرنے کے اعتبار سے۔ ثانی: اس اعتبار سے کہ انھوں نے اپنے آپ پر جس چیز کو فرض کیا تھا اس پر قائم نہ رہ سکے۔ یہ حال ان کے غالب احوال میں سے تھا اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت کے ساتھ قائم تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ﴾ یعنی وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کے ایمان کے مطابق اجر عطا کیا ہے ﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اور ایمان لاؤ اس کے رسول پر' وہ دے گا تمھیں دو حصے اپنی رحمت سے

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۚ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا

اور بنائے گا تمھارے لیے ایسا نور کہ تم چلو گے ساتھ اسکے اور وہ بخش دے گا تمھیں اور اللہ بہت معاف کرنیوالا' بڑا رحم کرنیوالا ہے ○ تاکہ

يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ

جان لیں اہل کتاب یہ کہ بلاشبہ وہ نہیں قدرت رکھتے اوپر کسی چیز کے اللہ کے فضل سے' اور یہ کہ بلاشبہ (تمام) فضل

بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

اللہ کے ہاتھ میں ہے' وہ دیتا ہے یہ (فضل) جس کو چاہتا ہے' اور اللہ عظیم فضل والا ہے ○

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ یہ خطاب ان اہل کتاب سے ہو جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے تقاضے پر عمل کریں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں' اس کی نافرمانی کو چھوڑ دیں اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اگر وہ یہ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں عطا کرے گا: ﴿كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ ''اپنی رحمت سے دوگنا اجر۔'' یعنی ان کے اجر کے دو حصے ہیں: ایک حصہ

ان کے سابق رسولوں پر ایمان لانے کے بدلے میں اور دوسرا حصہ محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بدلے میں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے اور اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب داخل ہیں اور یہی ظاہر ہے نیز اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان اور تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں دین کا تمام ظاہر و باطن اور اصول و فروع داخل ہے اور اگر وہ اس عظیم حکم کی تعمیل کریں گے ﴿ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انھیں دوگنا اجر عطا کرے گا جس کی مقدار اور وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سے مراد یا تو ایمان لانے پر اجر اور تقویٰ اختیار کرنے پر اجر ہے یا اوامر کی تعمیل پر اجر اور نواہی سے اجتناب کرنے پر اجر ہے یا تثنیہ سے مراد یکے بعد دیگرے عطائے ثواب میں تکرار ہے۔

﴿ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ﴾ یعنی وہ تمھیں علم، ہدایت اور روشنی عطا کرے گا جس کی مدد سے تم جہالت کی تاریکیوں میں چل پھر سکو گے اور وہ تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔ ﴿ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ اس ثواب کی یہ کثرت، فضل عظیم کے مالک کے فضل کے سامنے مستبعد نہیں جس کا فضل و کرم تمام آسمانوں اور زمین والوں پر سایہ کناں ہے، لحہ بھریا اس سے بھی کم وقت کے لیے مخلوق سے اس کا فضل و کرم جدا نہیں ہوتا۔

﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ یعنی ہم نے تمھارے سامنے بیان کر دیا ہے کہ اس شخص کو ہم اپنے فضل و احسان سے نوازتے ہیں جو عمومی ایمان سے بہرہ ور ہوتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لاتا ہے۔ یہ وضاحت ہم نے اس لیے کی ہے تاکہ اہل کتاب کو یہ علم ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ یعنی وہ اپنی خواہشات نفس اور عقول فاسدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اس کے فضل سے روک نہیں سکتے، وہ کہتے ہیں: ﴿ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾ (البقرۃ: ۱۱۱/۲) ”جنت میں داخل نہیں ہوگا سوائے یہودی اور نصرانی کے۔“ اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فاسد آرزوئیں رکھتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے علی الرغم ان کے لیے دوگنی رحمت، نور اور مغفرت ہے تاکہ انھیں معلوم ہو جائے ﴿ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ”کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔“ جس کے بارے میں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ اسے اپنا فضل عطا کرے۔ ﴿ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ وہ فضل عظیم کا مالک ہے جس کی مقدار کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دار السلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور

لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون : 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر اٹھا ییس 28

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارُالسّلام

کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رۃ نمبر اٹھا بیس 28

تفسیر سورۃ المجادلۃ

سورۃ المجادلۃ (۵۸) مدنیۃ (۱۰۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

آیاتہا ۲۲ رکوعاتہا ۳

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

تحقیق سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور وہ شکایت کر رہی تھی طرف اللہ کی جبکہ اللہ سن رہا تھا

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ

گفتگو تم دونوں کی بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے○ وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی بیویوں سے نہیں ہو جاتیں وہ

اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۤـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ

ان کی مائیں، نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہی جنہوں نے جنا ان کو اور بلاشبہ وہ البتہ کہتے ہیں نامعقول بات

وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

اور جھوٹ، اور بے شک اللہ البتہ بہت معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے○ اور وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے پھر وہ رجوع کر لیں

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

اس سے جو انہوں نے کہا تو آزاد کرنا ہے ایک گردن کا پہلے اس سے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ (حکم) نصیحت کیے جاتے ہو تم ساتھ اس کے، اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ

ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ہے○ پس جو شخص نہ پائے تو روزے رکھنے ہیں دو مہینے متواتر پہلے اس سے

اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا

کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پس جو شخص نہ استطاعت رکھے تو کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو، یہ (حکم) اس لیے ہے تاکہ تم ایمان لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے، اور یہ حدیں ہیں اللہ کی، اور کافروں کے لیے عذاب ہے بہت دردناک○

یہ آیات کریمہ انصار میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئیں، جب اس نے اپنی بیوی کو طویل مصاحبت اور اولاد ہونے کے بعد اپنے آپ پر حرام قرار دے لیا، تو اس کی بیوی نے اللہ تعالیٰ کے پاس شکایت کی اور اس کے خلاف مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اس خاتون نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے حال اور اس شخص کے حال کے بارے میں شکوہ کیا اور بار بار کیا اور جرأت کے ساتھ اس کا اعادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ ”(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال

کرتی اور اللہ سے شکایت کرتی تھی، اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی بات چیت کو سن رہا تھا۔‘‘ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام اوقات میں مخلوق کی مختلف حاجتوں کے باوجود تمام آوازوں کو سننے والا ہے ﴿ بَصِيْرٌ ﴾ جو اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر رینگتی ہوئی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل سمع و بصر کی خبر ہے، نیز تمام چھوٹے بڑے امور پر اس کے سمع و بصر کے احاطہ کی خبر ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی شکایت اور مصیبت کا ازالہ کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر اس عورت اور دیگر عورتوں کے بارے میں حکم بیان فرمایا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ﴾ ’’جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ’’ظِہار‘‘ کر لیتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا۔‘‘ بیوی کے ساتھ ظہار یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے: ’’تو میرے لئے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔‘‘ یا ماں کے علاوہ دیگر محارم کا ذکر کرے یا یہ کہے: ’’تو مجھ پر حرام ہے۔‘‘ عربوں کے ہاں اس موقع پر اَلظَّهْرُ ’’پیٹھ‘‘ کا لفظ بولا جاتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ’’ظہار‘‘ سے موسوم کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ﴾ یعنی وہ ایسی بات کیوں کر کہتے ہیں جس کے بارے میں انہیں معلوم ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ اپنی بیویوں کو ان ماؤں سے تشبیہ دیتے ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ظِہار کے معاملے کو بہت بڑا اور نہایت قبیح قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ﴾ یعنی وہ نہایت بری اور جھوٹی بات کہہ رہے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ یعنی اس سے جو کچھ مخالفت صادر ہوئی پھر اس نے خالص توبہ کے ذریعے سے اس کا تدارک کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنے اور بخش دینے والا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ﴾ ’’اور جو اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر انہوں نے جو کہا اس سے رجوع کر لیں۔‘‘ رجوع کرنے کے معنی میں اہل علم اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ بعض کہتے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عورت کے ساتھ ظہار کیا ہے اس کے ساتھ جماع کا عزم کیا جائے، مجرد عزم ہی سے ظہار کرنے والے پر مذکورہ کفارہ واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارے کے بارے میں ذکر فرمایا کہ یہ کفارہ (اس بیوی کو) چھونے سے قبل ہے اور یہ مجرد عزم ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی حقیقی جماع کے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ﴾ ’’پھر وہ اپنی بات سے رجوع کر لیں۔‘‘ اور جو بات انہوں نے کہی وہ جماع (کو حرام کرنا) ہے۔ اور دونوں قولوں میں سے ہر ایک کے مطابق جب بھی رجوع کیا جائے گا تو بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا کفارہ

ہوگا۔ ﴿ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ﴾ ’’تو ایک غلام آزاد کرنا ہے۔‘‘ لیکن وہ مومن ہو جیسا کہ دوسری آیت میں کہا گیا ہے۔ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ غلام یا لونڈی ان عیوب سے سلامت ہو جو کام کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ﴾ ’’پہلے اس کے کہ وہ دونوں ہم بستری کریں۔‘‘ یعنی شوہر پر لازم ہے کہ جب تک کہ وہ غلام آزاد کر کے کفارہ ادا نہ کرے اپنی اس بیوی سے جماع نہ کرے جس سے اس نے ظہار کیا ہے ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یعنی یہ حکم جو ہم نے تمہارے لیے بیان کیا ہے ﴿ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ﴾ ’’اس کے ذریعے سے تم نصیحت کیے جاتے ہو۔‘‘ یعنی وہ تمہارے سامنے ترہیب سے مقرون اپنا حکم بیان کرتا ہے کیونکہ وعظ کا معنی ترغیب و ترہیب کے ساتھ حکم کا ذکر کرنا ہے، پس جو شخص ظہار کا ارادہ کرتا ہے پھر جب اسے یاد آتا ہے کہ غلام آزاد کرنا پڑے گا تو اس سے رک جاتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ’’اور اللہ تمہارے عملوں سے پوری طرح باخبر ہے۔‘‘ لہٰذا وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا و سزا دے گا۔

﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ ﴾ پس جو آزاد کرنے کے لئے غلام نہ پائے یا اس کے پاس غلام کی قیمت موجود نہ ہو تو اس کے ذمے ﴿ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ ﴾ تو مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے ہیں اور جو روزے رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو ﴿ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ﴾ ’’تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔‘‘ یا تو وہ اپنے شہر میں مروّج خوراک میں سے انہیں کھانا کھلائے جو ان کے لئے کافی ہو جیسا کہ یہ بہت سے مفسرین کا قول ہے یا وہ ایک مسکین کو ایک مد گیہوں یا گیہوں کے علاوہ کسی دیگر جنس سے، جو صدقۂ فطر میں کفایت کرتی ہو، نصف صاع عطا کرے جیسا کہ مفسرین کے ایک دوسرے گروہ کی رائے ہے۔

یہ حکم جو ہم نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے اور اسے واضح کیا ہے ﴿ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ’’تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔‘‘ اور یہ ایمان اس کے حکم اور دیگر احکام کے التزام اور اس پر عمل کرنے ہی سے ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا التزام اور ان پر عمل کرنا ایمان ہے بلکہ یہ احکام اور ان پر عمل ہی درحقیقت مقصود و مطلوب ہیں، ان سے ایمان میں اضافہ اور اس کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ نشو و نما پاتا ہے۔ ﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ ’’اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔‘‘ جو ان میں واقع ہونے سے روکتی ہیں، اس لئے واجب ہے کہ ان حدود سے تجاوز کیا جائے نہ ان سے قاصر (پیچھے) رہا جائے ﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ’’اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔‘‘

ان آیات کریمہ میں متعدد احکام بیان کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور عنایت ہے کہ اس نے مصیبت زدہ عورت کی شکایت کا ذکر کر کے اس کی مصیبت کا ازالہ کیا بلکہ اس نے اپنے حکم عام کے ذریعے سے ہر اس شخص کی مصیبت کا ازالہ کیا جو اس قسم کی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا ہے۔

(۲) ظہار بیوی کو حرام ٹھہرا لینے کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ﴾ ''اپنی عورتوں سے۔'' اگر وہ اپنی لونڈی کو اپنے آپ پر حرام ٹھہراتا ہے تو یہ ظہار شمار نہ ہوگا بلکہ یہ طیبات کی تحریم کی جنس سے ہے، مثلاً: کھانے پینے کو حرام ٹھہرا لینا۔ اس میں صرف قسم کا کفارہ واجب ہے۔

(۳) کسی عورت سے نکاح کرنے سے پہلے اس سے ظہار درست نہیں کیونکہ ظہار کے وقت وہ اس کی بیویوں میں داخل نہیں ہے جیسا کہ نکاح سے قبل مرد کسی عورت کو خواہ طلاق دے دے یا اس کو معلق کر دے اس کو طلاق نہیں ہو سکتی۔

(۴) ظہار حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے منکر کہا ہے۔

(۵) ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ﴾ ''وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں۔''

(۶) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے محارم کے نام سے پکارے، مثلاً: اے میری ماں! اے میری بہن! وغیرہ کیونکہ یہ بات محرمات سے مشابہت رکھتی ہے۔

(۷) کفارہ مجرد ظہار سے واجب نہیں ہوتا بلکہ سابقہ دونوں اقوال کے اختلاف معنی کے مطابق، ظہار کرنے والے کے ''رجوع کرنے'' پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

(۸) کفارے میں چھوٹے یا بڑے غلام کو اور مرد یا عورت کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے کیونکہ آیت میں مطلق غلام کو آزاد کرنے کا حکم ہے۔

(۹) آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفارے میں غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا ہے تو جماع سے قبل کفارہ ادا کرنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقید ذکر کیا ہے، بخلاف مسکینوں کو کھانا کھلانے کے کیونکہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دوران میں جماع جائز ہے۔

(۱۰) جماع سے قبل کفارے کے واجب ہونے میں شاید حکمت یہ ہے کہ اس سے کفارے کی ادائیگی میں زیادہ ترغیب ملتی ہے کیونکہ جب ظہار کرنے والے میں جماع کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ کفارہ ادا کیے بغیر جماع ممکن نہیں تو کفارہ ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

(۱۱) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہے۔ ظہار کا ارتکاب کرنے والا اگر ساٹھ مسکینوں کا اکٹھا کھانا کسی ایک مسکین یا ایک سے زائد مسکینوں کو، جو تعداد میں ساٹھ سے کم ہوں، دے دے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا﴾ ''تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ

بلاشبہ وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کی وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسے ذلیل کیے گئے تھے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور تحقیق

اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۚ۝۵

نازل کیں ہم نے آیتیں واضح، اور کافروں کے لیے ہے عذاب رسوا کن ○

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی ان کے ساتھ دشمنی کے زمرے میں آتی ہے، خاص طور پر امور قبیحہ میں، مثلاً: اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر کے دشمنی کرنا اور اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا۔ فرمایا: ﴿كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ یعنی پوری پوری جزا کے طور پر ان کو ذلیل و رسوا کیا گیا جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو ذلیل و رسوا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہیں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ قائم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل اور براہین نازل فرمائے جو حقائق کو بیان اور مقاصد کو واضح کرتے ہیں، پس جس کسی نے ان کی اتباع کی اور ان پر عمل پیرا ہوا وہی ہدایت یافتہ اور فائز المرام ہے۔ ﴿وَ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ یعنی ان آیات و براہین کا انکار کرنے والوں کے لیے ﴿عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ایسا عذاب ہے جو انہیں ذلیل و رسوا کرے گا، چنانچہ جس طرح انہوں نے آیات الٰہی کے مقابلے میں تکبر کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل و رسوا کرے گا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى

جس دن اٹھائے گا انکو اللہ سب کو پھر وہ خبر دیگا انہیں انکی جو عمل کیے تھے انہوں نے شمار کر رکھا ہے اسکو اللہ نے جبکہ وہ بھول گئے تھے اسے، اور اللہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ ع

ہر چیز کے شاہد ہے ○ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، نہیں ہوتی

مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ

کوئی سرگوشی تین (آدمیوں) کی مگر وہ چوتھا ہوتا ہے ان میں، اور نہ پانچ (آدمیوں) کی مگر وہ چھٹا ہوتا ہے ان میں، اور نہ کم اس سے

وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اور نہ زیادہ مگر وہ ہوتا ہے ساتھ انکے جہاں کہیں بھی وہ ہوں، پھر وہ خبر دے گا انہیں اس کی جو انہوں نے عمل کیے تھے روز قیامت،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷

بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

یعنی جس روز اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا ﴿جَمِيْعًا﴾ ''سب کو'' تو وہ اپنی قبروں سے تیزی سے نکل کھڑے ہوں گے، پھر وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا ﴿فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ چنانچہ انہوں نے جو اچھے

برے اعمال کیے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا، کیونکہ اسے ان تمام اعمال کا علم ہے اور ﴿ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے اور حفاظت پر مامور ملائکہ کرام کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ ان اعمال کو درج کرتے رہیں۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' عمل کرنے والوں کی حالت یہ ہے کہ ﴿ نَسُوْهُ ﴾ انہوں نے اپنے اعمال کو فراموش کر دیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شمار کر رکھا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ اللہ تعالیٰ تمام ظاہری باتوں، تمام اسرار نہاں اور تمام چھپی ہوئی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

بنابریں اس نے اپنے لامحدود علم کے بارے میں خبر دی ہے، نیز آگاہ فرمایا کہ اس کا علم آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ ﴿ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ﴾ ''کسی بھی جگہ تین اشخاص کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر چوتھا وہ ہوتا ہے، نہ کہیں پانچ اشخاص کی سرگوشی ہوتی ہے مگر چھٹا وہ ہوتا ہے، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اشخاص سرگوشی کرتے ہیں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں'' اس معیت سے مراد معیت علم اور ان کی سرگوشیوں اور ان کے اسرار کا احاطہ ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جو روکے گئے تھے سرگوشی کرنے سے پھر وہ لوٹتے ہیں طرف اس چیز کی کہ روکے گئے تھے وہ اس سے اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ

گناہ کی اور زیادتی کی اور نافرمانی رسول کی اور جب وہ آتے ہیں آپ کے پاس تو وہ دعا دیتے (سلام کہتے) ہیں آپ کو ساتھ اس (کلمے) کے کہ نہیں دعا دی آپ کو ساتھ اس کے

اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ

اللہ نے اور وہ کہتے ہیں اپنے نفسوں میں، کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں اللہ بوجہ اسکے جو ہم کہتے ہیں؟ کافی ہے انکو جہنم داخل ہونگے وہ اس میں

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ

پس برا ہے وہ ٹھکانا ۝ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب سرگوشی کرو تم، تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ

اور زیادتی کی اور نافرمانی رسول کی اور سرگوشی کرو تم نیکی اور تقوے کی

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور ڈرو تم اللہ سے وہ کہ اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے تم ۝

(اَلنَّجْوٰى) دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنا ہے۔ کبھی سرگوشی بھلائی کے معاملے میں ہوتی

ہے اور کبھی برائی کے معاملے میں ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ نیکی کے معاملے میں سرگوشی کیا کریں۔(اَلْبِرُّ) نیکی اور اطاعت کے ہر کام اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے قیام کے لئے ایک جامع نام ہے۔(اَلتَّقْوٰى) تمام محارم اور گناہ کے کاموں کو ترک کر دینے کے لئے جامع نام ہے۔ پس بندۂ مومن اس حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے، اس لئے آپ اسے صرف اسی چیز کے بارے میں سرگوشی کرتے ہوئے پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے قریب اور اس کی ناراضی سے دور کرتی ہے۔(اَلْفَاجِرُ) اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہیچ اور حقیر سمجھتا ہے، جو گناہ، ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے لئے سرگوشی کرتا ہے جیسے منافقین جن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہی حال اور وتیرہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ﴾ ’’اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو اس کلمے سے سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔‘‘ یعنی آپ کو سلام کرنے میں سوء ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ یعنی وہ اپنے دل میں ایک قول کو چھپاتے ہیں جس کا ذکر غیب وشہادت کا علم رکھنے والی ہستی نے کیا ہے اور وہ ان کا یہ قول ہے: ﴿ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ﴾ ’’اللہ ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا۔‘‘ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ اس کو حقیر اور ہیچ سمجھتے ہیں اور ان پر جلدی عذاب نہ آنے سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں باطل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ (مجرموں کو) مہلت دیتا ہے، مہمل نہیں چھوڑتا۔ ﴿ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ یعنی ان کے لئے جہنم کافی ہے جس میں ان کے لئے ہر قسم کا عذاب اور بدبختی جمع ہے۔ جہنم ان کو گھیر لے گا اور جہنم میں ان کو عذاب دیا جائے گا۔ ﴿ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ ’’پس وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔‘‘ یہ لوگ جن کا (ان آیات کریمہ میں) ذکر کیا گیا ہے یا تو منافقین میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے اس خطاب کے ذریعے سے مخاطب ہوتے تھے جس سے وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ اس خطاب سے ان کا ارادہ بھلائی ہے، حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹے تھے، یا اہل کتاب میں سے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: (اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ !) اور وہ اس سے موت مراد لیتے تھے۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا

یقیناً (بری) سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے تا کہ وہ غم زدہ کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نہیں وہ ضرر دینے والا انہیں کچھ بھی

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩

مگر ساتھ حکم اللہ کے، اور اللہ ہی پر پس چاہیے کہ توکل کریں مومن ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّمَا النَّجْوٰى ﴾ یعنی مومنوں کے دشمن ان کے بارے میں سازش، دھوکے

اور بری خواہشات کی جو سرگوشیاں کرتے ہیں ﴿مِنَ الشَّیْطٰنِ﴾ یہ شیطان کی طرف سے ہیں جس کی چال بہت کمزور اور مکر غیر مفید ہے۔ ﴿لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''تاکہ وہ ایمان والوں کو غم زدہ کرے۔'' اور اس مکر وفریب سے اس کا مقصود بھی یہی ہے۔ ﴿وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کے حکم کے بغیر ان سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ کفایت اور دشمن کے خلاف فتح ونصرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ (فاطر: ۴۳/۳۵) ''اور بری چال کا وبال چال چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے دشمن جب کبھی (اہل ایمان کے خلاف) سازش کرتے ہیں تو اس کا ضرر انہی کی طرف لوٹتا ہے، اہل ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا سوائے کسی ایسے ضرر کے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی مومن اسی پر اعتماد کریں اور اس کے وعدے پر بھروسا کریں کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کی سازشوں کے مقابلے میں، نیز اس کے دین ودنیا کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب کہا جائے تم سے ' کشادگی کرو تم مجلسوں میں تو کشادگی کرو تم، کشادگی کرے گا اللہ

لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ

تمہارے لئے اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہوتم تو کھڑے ہو جایا کرو تم، بلند کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور ان لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

جو دیئے گئے علم، درجوں میں اور اللہ، ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبر دار ہے O

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے ادب کی تعلیم ہے کہ جب وہ کسی مجلس میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ یا آنے والے دیگر لوگ مجلس میں کشادگی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لہٰذا یہ آداب مجلس کا حصہ ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کی خاطر مجلس میں کشادگی پیدا کریں۔ یہ چیز کشادگی کرنے والے کو کوئی نقصان نہیں دیتی، لہٰذا اس کو ضرر لاحق ہوئے بغیر اس کے بھائی کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اور جزا عمل کی جنس میں سے ہوتی ہے، اس لئے جو کوئی اپنے بھائی کے لئے کشادگی پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کشادگی پیدا کر دیتا ہے، جو کوئی اپنے بھائی کے لئے وسعت پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے وسعت پیدا کرتا ہے۔ ﴿وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا﴾ جب کسی ضرورت کے تحت یہ کہا جائے کہ اٹھ جاؤ اور اپنی مجالس کو چھوڑ دو ﴿فَانْشُزُوْا﴾ تو اس مصلحت کے حصول کی خاطر فوراً اٹھ جایا کرو کیونکہ اس قسم کے معاملات کا لحاظ رکھنا علم اور ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل علم وایمان کے، ان کے علم وایمان کے مطابق، درجات بلند کرتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے جو

تم کرتے ہو خوب خبردار ہے۔'' پس وہ ہر عمل کرنے والے کو ان کے عمل کی جزا دے گا، اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں علم کی فضیلت کا اثبات ہے، نیز یہ کہ علم کی زینت اور اس کا ثمرہ، اس کے آداب کو اختیار کرنا اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب سرگوشی کرو تم رسول سے تو پیش کرو تم پہلے اپنی سرگوشی سے صدقہ

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ

یہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے اور زیادہ پاکیزہ پس اگر نہ پاؤ تم (صدقہ) تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○ کیا ڈر گئے تم

اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

اس بات سے کہ پیش کرو تم پہلے اپنی سرگوشی سے صدقے؟ سو جب نہ کیا تم نے (یہ) اور متوجہ ہوا اللہ تم پر

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

تو قائم کرو تم نماز اور دو زکوۃ اور اطاعت کرو تم اللہ اور اس کے رسول کی

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۲

اور اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کی تادیب و تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے ان کو حکم دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیا کریں کیونکہ یہ تعظیم اہل ایمان کے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے یعنی ایسا کرنے سے تمہاری بھلائی اور اجر میں اضافہ ہوگا، نیز ہر قسم کی گندگی سے طہارت حاصل ہوگی۔ بے فائدہ سرگوشی کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کو ترک کرنا بھی اسی گندگی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ کرنے کا حکم دیا تو یہ چیز اس شخص کی پرکھ کے لئے میزان بن گئی جو علم اور بھلائی کا خواہش مند ہے تو وہ صدقے کی پروا نہیں کرے گا۔ جسے بھلائی کی حرص ہے نہ رغبت کی، اس کا مقصد محض کثرت کلام ہے تو اس طرح وہ ایسے امر سے باز رہے گا جو رسول اللہ ﷺ پر شاق گزرتا ہے، نیز یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو صدقہ دے سکتا ہے۔

جس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں اس کو تنگی میں مبتلا نہیں کیا بلکہ اس کو معاف کر دیا اور اس سے نرمی سے کام لیا ہے اور اس شخص کے لئے صدقہ پیش کیے بغیر، جو اس کی قدرت میں نہیں، سرگوشی کرنا مباح ٹھہرا دیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے خوف اور ہر سرگوشی کے وقت ان پر صدقات کی مشقت کو ملاحظہ فرمایا تو ان پر معاملے کو آسان کر دیا اور سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ ترک کرنے پر مواخذہ نہیں فرمایا،

البتہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور آپ کا احترام باقی رکھا اس کو منسوخ نہیں فرمایا کیونکہ سرگوشی سے قبل صدقہ مشروع لغیرہ کے باب سے ہے فی نفسہ مقصود نہیں۔ اصل مقصد تو رسول اللہ ﷺ کا ادب اور اکرام ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ان بڑے بڑے احکام کی تعمیل کریں جو فی نفسہ مقصود ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا ﴾ ''چنانچہ جب تم نے یہ نہ کیا۔'' یعنی صدقہ پیش کرنا تمہارے لیے آسان نہیں تھا اور نہ یہ کافی ہی تھا کیونکہ کسی کام کا بندے پر آسان ہونا شرط نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے مقید فرمایا: ﴿ وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ﴾ یعنی اس نے صدقہ کرنا تم پر معاف کر دیا ﴿ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ پس تم نماز کو اس کے تمام ارکان و شرائط اور اس کی تمام حدود و لوازم کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ اور مستحق لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرو جو تمہارے مال میں سے تم پر فرض ہے۔ یہی دو عبادات بدنی اور مالی عبادات کی بنیاد ہیں۔ جو کوئی ان عبادات کو شرعی طریقے سے قائم کرتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو قائم کرتا ہے، بنابریں فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔'' یہ تمام امور کو شامل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر کے، ان کے نواہی سے اجتناب کر کے، ان کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کر کے اور شریعت کی حدود پر رک کر ان کی اطاعت کرنا سب اس میں داخل ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرنا اخلاص اور احسان پر مبنی ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ان کے اعمال کسی طرح بھی صادر ہوں اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے، پس انہوں نے جو کچھ اپنے سینوں میں چھپا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہوئے اپنے علم کے مطابق ان کو جزا دے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جنہوں نے دوستی کی اس قوم سے کہ غصے ہوا اللہ ان پر نہیں ہیں وہ تم میں سے اور نہ ان میں سے

وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ

اور وہ قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ پر حالانکہ وہ جانتے ہیں ○ تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لئے عذاب شدید بلاشبہ

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ

برا ہے وہ جو تھے وہ عمل کرتے ○ بنا لیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال پس روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے پس ان کے لئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ

عذاب ہے رسوا کن ○ ہرگز نہیں فائدہ دیں گے ان کو مال ان کے اور نہ اولاد ان کی اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی، یہی لوگ ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ

جہنمی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ جس دن دوبارہ اٹھائے گا ان کو اللہ سب کو تو وہ قسمیں کھائیں گے اس کے سامنے بھی

كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ

جیسے وہ قسمیں کھاتے ہیں تمہاری خاطر اور وہ گمان کریں گے کہ بیشک وہ کسی چیز (فائدے) پر ہیں آگاہ رہو! بلاشبہ وہی ہیں جھوٹے ○ غالب آ گیا ہے

عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ

ان پر شیطان پس اس نے بھلا دیا ان کو ذکر اللہ کا یہ لوگ لشکر ہیں شیطان کا‘

اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

آگاہ رہو! یقیناً لشکر شیطان کا‘ وہی ہیں خسارہ پانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کے احوال کی شناعت وقباحت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جو یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستی اور موالات رکھتے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ اہل ایمان میں سے ہیں نہ کفار میں سے بلکہ ﴿ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ﴾ (النسآء: ۴/ ۱۴۳) ’’وہ ایمان اور کفر کے درمیان تذبذب کی حالت میں ہیں، نہ پورے مومنین کی طرف ہیں نہ پورے کفار کی طرف۔‘‘ پس وہ ظاہر و باطن میں مومن نہیں ہیں کیونکہ ان کا باطن کفار کے ساتھ ہے اور نہ وہ ظاہر و باطن میں کفار ہی کے ساتھ ہیں کیونکہ ان کا ظاہر اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ یہ ہے ان کا وصف جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں: وہ قسم اٹھاتے ہیں کہ وہ مومن ہیں، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ ان جھوٹے، فاجر و خائن لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس قدر سخت عذاب تیار کر رکھا ہے جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بہت ہی برے ہیں وہ اعمال جو ان سے صادر ہوتے ہیں، وہ ایسے اعمال بجالاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور ان پر عذاب اور لعنت واجب ٹھہراتا ہے۔

﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ﴾ یعنی وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ملامت سے بچتے ہیں۔ اسی سبب سے ﴿ فَصَدُّوْا ﴾ وہ روکتے ہیں اپنے آپ کو اور دوسروں کو ﴿ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور یہ وہ راستہ ہے کہ جو کوئی اس پر گامزن ہوتا ہے تو یہ راستہ اسے جنت میں لے جاتا ہے اور جو کوئی اس راستے سے منہ موڑتا ہے تو اس کے لئے صرف وہ راستہ رہ جاتا ہے جو اسے جہنم میں گراتا ہے۔

﴿ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ ’’چنانچہ ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔‘‘ کیونکہ جب وہ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے اس کی آیات کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دائمی عذاب کے ذریعے سے ذلیل و رسوا کیا، جو گھڑی بھر کے لئے بھی ان سے علیحدہ ہوگا نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔

﴿ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ ’’ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاں ہرگز

کچھ کام نہ آئیں گی۔'' یعنی وہ ان سے عذاب کو ہٹا سکیں گے نہ ثواب کا کچھ حصہ ان کے لئے حاصل کر سکیں گے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴾ وہ آگ کے عذاب میں مبتلا رہنے والے ہیں جو کبھی عذاب سے باہر نہ نکلیں گے اور ﴿ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

جو کوئی جس چیز پر ساری زندگی بسر کرتا ہے، اسی پر مرتا ہے۔ جیسے منافقین دنیا کے اندر اہل ایمان کے ساتھ دھوکا کرتے ہیں اور قسمیں اٹھا اٹھا کر ان سے کہتے ہیں کہ وہ مومن ہیں تو جب قیامت قائم ہوگی اور اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر کے اُٹھائیں گے تو جس طرح مومنوں کے لیے قسمیں اٹھایا کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی قسمیں اُٹھائیں گے۔ وہ اپنے اس حلف کے بارے میں سمجھیں گے کہ وہ کسی چیز پر قائم ہیں کیونکہ ان کا کفر ونفاق اور ان کے باطل عقائد ان کے اذہان میں آہستہ آہستہ راسخ ہوتے رہے، یہاں تک کہ ان عقائد نے ان کو دھوکے میں مبتلا کر دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ وہ معتد بہ موقف پر ہیں جس پر ثواب کا دار و مدار ہے، حالانکہ وہ ایسا سمجھنے میں جھوٹے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ غائب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔

یہ ان پر شیطان کا غلبہ ہے جس نے ان پر قابو پا رکھا ہے، اس نے ان کے سامنے ان کے اعمال آراستہ کر دیے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرا دیا۔ وہ ان کا کھلا دشمن ہے اور ان کے ساتھ صرف برائی چاہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ (فاطر: ۶/۳۵) ''بس وہ تو اپنے گروہ کے لوگوں کو اپنی راہ پر اس لئے بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں میں شامل ہو جائیں۔'' ﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ ''یہ شیطان کی پارٹی ہے، سن لو! شیطان ہی کی پارٹی نقصان اٹھانے والی ہے۔'' یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین و دنیا، اپنے اہل وعیال اور گھر بار کے بارے میں خسارے میں پڑ گئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ

بلاشبہ وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور اسکے رسول کی یہ لوگ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں ○ لکھ رکھا ہے اللہ نے کہ ضرور غالب آؤں گا

اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱

میں اور میرے رسول بلاشبہ اللہ قوی ہے بڑا زبردست ○

یہ وعدہ اور وعید ہے۔ وعید اس شخص کے لئے جو کفر و معاصی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ دشمنی کرتا ہے کہ وہ بے یار و مددگار اور ذلیل و رسوا ہے، اس کا انجام اچھا ہے نہ اس کی مدد کی جائے گی۔ وعدہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے اور جو کچھ انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں ان کی اتباع کرتا ہے، پس وہ اللہ کے گروہ میں شامل ہو گیا جو فلاح یاب لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان کے لئے فتح و نصرت اور دنیا و آخرت میں غلبہ ہے۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی کی جائے گی نہ اس میں

تغیر وتبدل کیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی ہستی کا وعدہ ہے جو سچی، نہایت طاقت ور اور غالب ہستی ہے، وہ ہستی جو چاہتی ہے وہ چیز اسے عاجز اور بے بس نہیں کر سکتی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ

نہیں پائیں گے آپ کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ اور دن آخرت پر کہ وہ دوستی کریں ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کی اگرچہ

كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

ہوں وہ ان کے باپ، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا قبیلہ ہی یہ لوگ، لکھ دیا ہے (اللہ نے) ان کے دلوں میں ایمان

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

اور تائید کی انکی ساتھ ایک روح کے اپنی طرف سے اور داخل کریگا انہیں ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں انکے نیچے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

راضی ہو گیا اللہ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اس سے، یہ لوگ گروہ ہیں اللہ کا، آگاہ رہو! یقیناً گروہ اللہ کا، وہی ہیں فلاح پانے والے ○

اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔ یعنی یہ دونوں رویے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے تقاضوں اور اس کے لوازم پر عمل نہیں کرتا۔ ایمان کو قائم کرنے والے کے ساتھ محبت اور موالات رکھنا یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ بغض اور عداوت رکھی جائے جو ایمان کو قائم نہیں کرتا، خواہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

یہ ہے وہ حقیقی ایمان، جس کا پھل ملتا ہے اور جس سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اس وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے، یعنی اس کو راسخ اور ثابت کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں شجر ایمان کو اگا دیا ہے جو کبھی متزلزل ہو سکتا ہے نہ شکوک و شبہات اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح کے ذریعے سے طاقت ور بنایا ہے یعنی اپنی وحی، اپنی معرفت، مدد الٰہی اور اپنے احسان ربانی کے ذریعے سے تائید کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اس دنیا میں حیات طیبہ ہے اور آخرت میں ان کے لئے نعمتوں بھری جنتیں ہیں جہاں ہر وہ چیز ہو گی جو دل چاہیں گے، جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں گی اور اسے پسند کریں گی، ان کے لئے ایک سب سے بڑی اور افضل ترین نعمت ہو گی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضا نازل فرمائے گا اور ان سے کبھی ناراض نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو اکرام و تکریم کی مختلف انواع سے نوازے گا، ان کو جو وافر ثواب عطا کرے گا، جو بے پایاں عنایات سے بہرہ مند اور ان کے درجات بلند کرے گا، وہ اس پر اپنے رب سے راضی ہوں گے، وہ اس طرح کہ ان کے مولا نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہو گا، اس کی کوئی انتہا ان کو

نظر نہیں آئے گی۔

رہا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا زعم رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ مودت و موالات بھی رکھتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جنہوں نے ایمان کو پس پشت ڈال رکھا ہے، تو یہ ایمان کا محض خالی خولی دعویٰ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ہر دعوے کے لئے کسی دلیل کا ہونا لازمی ہے جو اس کی تصدیق کرے، پس مجرد دعویٰ کسی کام نہیں آتا اور ایسا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق نہیں کی جاتی۔

تفسیر سورۃ الحشر

سورۃ الحشر (مدنیۃ) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتھا ۲۴ رکوعاتھا ۳

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ

تسبیح کرتی ہے اللہ کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو چیز ہے زمین میں اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے○ وہ وہ ذات ہے جس نے نکالا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے انکے گھروں سے وقت پہلی جلاوطنی کے نہیں گمان کیا تھا تم نے (کبھی بھی) یہ کہ وہ نکلیں گے

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

اور انہوں نے سمجھا تھا کہ بیشک وہ بچالیں گے انکو انکے قلعے اللہ (کے عذاب) سے پس آیا ان پر اللہ (کا عذاب) جہاں سے نہیں گمان کیا تھا انہوں نے

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا

اور اس نے ڈال دیا انکے دلوں میں رعب اجاڑتے تھے وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی پس تم عبرت پکڑو

يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ

اے آنکھوں والو!○ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ نے ان پر جلاوطن ہونا تو وہ ضرور عذاب دیتا انکو دنیا ہی میں اور ان کیلئے

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ

آخرت میں عذاب ہے آگ کا○ یہ اس لیے کہ بیشک انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اسکے رسول کی اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ کی

فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا

تو بلاشبہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے○ جو کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت یا چھوڑ دیا تم نے اسے قائم اس کی جڑوں پر

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ

تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو○ اور جو لوٹایا اللہ نے اوپر اپنے رسول کے ان (کے مال) سے پس نہیں دوڑائے تم نے

عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

اس پر کوئی گھوڑے اور نہ اونٹ، اور لیکن اللہ غالب کرتا ہے اپنے رسولوں کو اوپر جس کے وہ چاہتا ہے اور اللہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

ہر چیز کے خوب قادر ہے ○ جو لوٹایا اللہ نے اوپر اپنے رسول کے بستیوں والوں (کے مال) سے تو (وہ) اللہ کیلئے اور رسول کیلئے

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ

اور (رسول کے) قرابت داروں کیلئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے تاکہ نہ ہو وہ (مال) گردش کرنیوالا درمیان

الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

دولت مندوں ہی کے تم میں سے، اور جو کچھ دے تمہیں رسول تو تم لے لو اس کو اور جو کچھ کہ وہ روک دے تمہیں اس سے

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

تو تم رک جاؤ اور ڈرو اللہ سے، بلاشبہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

اس سورۂ مبارکہ کو ''سورۂ بنی نضیر'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ بنونضیر یہودیوں کا ایک بڑا قبیلہ تھا جو نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت مدینہ کے مضافات میں آباد تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو انہوں نے جملہ یہود کے ساتھ آپ کی نبوت کا انکار کر دیا، نبی اکرم ﷺ نے یہود کے ان قبائل کے ساتھ معاہدہ کر لیا جو مدینہ منورہ میں آپ کے پڑوس میں آباد تھے۔ غزوۂ بدر کے تقریباً چھ ماہ بعد نبی اکرم ﷺ ان کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی کہ وہ (معاہدے کے مطابق) ان کلابیوں کی دیت کے بارے میں آپ کی مدد کریں جن کو عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا: ''اے ابوالقاسم! ہم آپ کی مدد کریں گے آپ یہاں بیٹھیں یہاں تک کہ ہم آپ کے لیے دیت اکٹھی کر دیں، چنانچہ وہ تنہائی میں ایک دوسرے سے ملے اور شیطان نے ان کے لئے اس بدبختی کو آسان بنا دیا جو ان کے لئے لکھ دی گئی تھی، چنانچہ انہوں نے آپ کے قتل کی سازش کی اور آپ کے بارے میں کہنے لگے: ''تم میں سے کون ہے جو اس چکی کو اٹھا کر چھت پر جائے اور اسے آپ کے سر پر دے مارے جس سے آپ کا سر کچلا جائے؟''

ان میں سے بدبخت ترین شخص عمرو بن جحاش نے کہا: ''یہ کام میں کروں گا۔'' سَلام بن مِشکم نے ان سے کہا: ''یہ کام نہ کرو، اللہ کی قسم! تمہارے ارادے سے اسے ضرور آگاہ کر دیا جائے گا اور یہ اس معاہدے کی بھی خلاف ورزی ہے جو ہمارے اور اس کے درمیان ہوا ہے۔''

انہوں نے جو سازش کی تھی اس کے بارے میں آپ پر فوراً وحی نازل ہوگئی آپ جلدی سے وہاں سے اٹھ گئے اور مدینہ کا رخ کیا اور آپ کے صحابہ بھی (جو ساتھ گئے تھے) آپ سے مل گئے اور عرض کیا: ''آپ وہاں سے

اٹھ آئے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔" آپ نے انہیں اس سازش کے بارے میں آگاہ فرمایا جو یہودیوں نے آپ کے خلاف کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو پیغام بھجوایا کہ "مدینہ سے نکل جاؤ اور اس میں مت رہو، میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں، اس کے بعد میں نے جس کسی کو مدینہ میں پایا، اس کی گردن مار دوں گا۔"

بنونضیر مدینہ منورہ میں کچھ دن ٹھہرے اور (وہاں سے نکلنے کی) تیاری کرتے رہے، عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول منافق نے ان کو پیغام بھجوایا: "اپنے گھروں سے مت نکلو، میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہوں گے اور تمہاری خاطر اپنی جان دیں گے اور بنوقریظہ اور بنوغطفان میں سے تمہارے حلیف بھی تمہاری مدد کریں گے۔"

بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب، عبداللہ بن اُبَیّ کے کہنے میں آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا: "ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے جو چاہو کر لو۔" رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور یہود کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ یہودی اپنے قلعوں میں مقیم ہو کر پتھر اور تیر پھینکنے لگے، بنوقریظہ ان سے الگ ہو گئے، عبداللہ بن اُبَیّ اور بنوغطفان میں سے ان کے حلیفوں نے بھی ان سے خیانت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا، ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ کر نذر آتش کر دیے۔ بنونضیر نے پیغام بھیجا کہ ہم مدینہ سے نکل جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ اپنی اولاد کو لے کر نکل جائیں اور اسلحہ کے سوا وہ سب کچھ لے جائیں جو ان کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال اور اسلحہ کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

بنونضیر کے اموال خالص رسول اللہ ﷺ کی مہمات اور مسلمانوں کے مصالح کے لئے تھے۔ آپ نے اس مال میں سے خمس نہیں نکالا تھا کیونکہ یہ مال اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلوایا تھا۔ مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ ان پر چڑھائی نہیں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا، ان میں ان کا سردار حُیَیّ ابن اخطب بھی شامل تھا اور ان کی اراضی اور گھروں پر قبضہ کر لیا، نیز ان کے اسلحہ کو بھی قبضہ میں لے لیا، اسلحہ میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں ہاتھ لگیں۔ یہ ہے بنونضیر کے قصے کا ماحصل جیسا کہ اہل سیرت نے اسے بیان کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس خبر کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ کا افتتاح کیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اپنے رب کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہی ہے اور اس وصف سے اس کو منزہ قرار دے رہی ہے جو اس کے جلال کے لائق نہیں۔ اور وہ اس کی عبادت کر رہی ہے اور اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہے کیونکہ وہ غلبے والا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ کوئی چیز اس سے بچ سکتی ہے نہ کوئی ہستی اس کی نافرمانی کر سکتی ہے۔ وہ اپنی تخلیق وامر

میں حکمت رکھنے والا ہے، وہ کوئی چیز عبث پیدا کرتا ہے نہ کوئی ایسا امر مشروع کرتا ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور نہ کوئی ایسا فعل سرانجام دیتا ہے جو اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق نہ ہو۔

یہ اس کی حکمت ہے کہ جب اہل کتاب میں سے بنونضیر نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بدعہدی کی تو اس نے ان کے مقابلے میں اپنے رسول ﷺ کی مدد کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گھروں اور وطن سے نکال دیا، جن سے وہ محبت کرتے تھے، ان کا اپنے گھروں اور وطن سے نکالا جانا اولین جلاوطنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں خیبر کی طرف مقدر ٹھہرائی۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اس جلاوطنی کے علاوہ بھی ان کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ وہ جلاوطنی ہے جو خیبر سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں واقع ہوئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) بقیہ تمام یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا ظَنَنْتُمْ﴾ اے مسلمانو! تمہارے خیال میں بھی نہ تھا ﴿اَنْ يَّخْرُجُوْا﴾ کہ وہ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے کیونکہ ان کے گھر محفوظ اور مصئون تھے اور وہ ان میں عزت اور غلبے کے ساتھ رہتے تھے ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ گمان کر رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔'' انہیں ان قلعوں پر بہت غرور تھا، ان قلعوں نے ان کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ان قلعوں کی وجہ سے ان تک پہنچا جاسکتا ہے نہ ان پر کوئی قابو پاسکتا ہے۔ اس کے ماوراء اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا امر مقدر کر دیا جس سے انہیں ان کی محفوظ پناہ گاہیں بچاسکیں نہ قلعے اور نہ قوت اور مدافعت ہی کام آسکی ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا﴾ ''پس اللہ نے انہیں وہاں سے آلیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہیں تھا۔'' یعنی اس طریقے اور اس راستے سے جس کے بارے میں انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں سے ان کو آلیا جائے گا۔ اور وہ یہ بات تھی ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اس سے مراد شدید خوف ہے جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی سپاہ ہے، جس کے سامنے تعداد اور سازوسامان کوئی فائدہ دیتا ہے نہ طاقت اور بہادری کوئی کام آتی ہے۔

وہ معاملہ جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ اگر کوئی خلل داخل ہوا تو اس راستے سے داخل ہوگا اور وہ ان کے قلعے تھے جہاں داخل ہو کر وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے اور ان قلعوں پر ان کے دل مطمئن تھے۔ جو کوئی غیر اللہ پر بھروسا کرتا ہے وہ بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو کوئی غیر اللہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال بن جاتا ہے، چنانچہ ان کے پاس ایک آسمانی معاملہ آیا اور ان کے دلوں میں نازل ہوا جو صبر و ثبات اور بزدلی و کمزوری کا محل و مقام ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کی قوت اور بہادری کو زائل کر دیا اور اس کی جگہ کمزوری اور بزدلی دے

دی جس کو دور کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی حیلہ نہ تھا اور یہ چیز ان کے خلاف (مسلمانوں کی) مددگار بن گئی۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ﴾ اور وہ یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر مصالحت کی کہ ان کے اونٹ جو کچھ اٹھائیں سب ان کا ہے۔ اس بنا پر انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کی چھتوں کو اکھاڑ ڈالا جو انہیں بہت اچھی لگتی تھیں اور اپنی سرکشی کی بنا پر اپنے گھروں کے برباد کرنے اور اپنے قلعوں کے منہدم کرنے پر مسلمانوں کو مسلط کر دیا تو یہ وہی ہیں جنہوں نے خود اپنے خلاف جرم کیا اور ان قلعوں اور گھروں کو برباد کرنے میں مددگار بنے۔

﴿ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ﴾ پس اے اہل بصیرت یعنی معاملات کی گہرائی میں اتر جانے والی بصیرت اور کامل عقل والو! عبرت حاصل کرو کیونکہ اس واقعے میں عبرت ہے، اس سے ان معاندین حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سلوک کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے چلتے ہیں، جن کی عزت نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ طاقت انہیں بچا سکی، جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب آ پہنچا، تو ان کے قلعے ان کی حفاظت نہ کر سکے، لہٰذا اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کے خصوص کا، چنانچہ یہ آیت کریمہ عبرت حاصل کرنے کے حکم پر دلالت کرتی ہے اور وہ ہے نظیر کے ذریعے سے اس کے نظیر سے عبرت حاصل کرنا اور کسی چیز کو اس چیز پر قیاس کرنا جو اس سے مشابہت رکھتی ہے، اسی عبرت سے عقل کی تکمیل اور بصیرت روشن ہوتی ہے، ایمان میں اضافہ اور حقیقی فہم حاصل ہوتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ ان یہودیوں کو وہ پوری سزا نہیں ملی جس کے وہ مستحق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں تخفیف کر دی ہے ﴿ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ ﴾ اور اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھی ہوتی، جس کا انہیں سامنا کرنا پڑا اور جس کا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایسی قضا و قدر کے ذریعے سے فیصلہ کیا جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، تو دنیا کے اندر ان کی سزا اور عذاب کا معاملہ اور ہوتا۔ اگرچہ وہ دنیا کے اندر سخت عذاب سے بچ گئے، تاہم آخرت میں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے، جس کی سختی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے ممکن نہیں، لہٰذا کبھی بھی ان کے خواب و خیال میں یہ بات نہ آئے کہ ان کی سزا پوری ہو گئی، انہوں نے بھگت لی اور اس سزا میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ پس وہ عذاب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں تیار کر رکھا ہے وہ زیادہ بڑا اور زیادہ مصیبت کا حامل ہے۔

﴿ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی، ان کے ساتھ دشمنی کی، ان کے خلاف جنگ کی اور ان کی نافرمانی میں بھاگ دوڑ کی۔ (ان کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے) یہ ان لوگوں کے بارے میں عادت اور سنت الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ ”اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“

جب بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو کھجوروں کے درخت اور دیگر درخت کاٹنے پر ملامت کی اور اس زعم کا اظہار کیا کہ یہ فساد ہے اور اس بنا پر انہوں نے مسلمانوں کو نشانۂ طعن بنایا، تب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے کھجور کے درخت کاٹے ہیں، تو ان کو کاٹنا اور اگر ان کو باقی رکھا ہے، تو ان کو باقی رکھنا ﴿ فَبِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے ہے ﴿ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ﴾ ”اور تاکہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔“ کیونکہ اسی نے ان کے کھجوروں کے باغات کاٹنے اور جلانے کا تمہیں اختیار دیا تاکہ یہ سب کچھ ان کے لئے سزا اور دنیا کے اندر ان کی ذلت ورسوائی کا باعث ہو جس سے ان کی پوری بے بسی ظاہر ہو، جس کی وجہ سے وہ کھجوروں کے باغات بھی نہ بچا سکے جو ان کی قوت اور طاقت کا سبب تھے۔ (اَللِّيْنَةُ) صحیح اور راجح ترین احتمال کے مطابق ہر قسم کے کھجور کے درختوں کو شامل ہے۔

یہ ہے بنو نضیر کا حال، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کے اندر کیسے سزا دی؟ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جن کی طرف بنو نضیر کا مال و متاع منتقل ہوا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ ﴾ ”اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلایا۔“ یعنی اس بستی کے لوگوں سے، اس سے مراد بنو نضیر کے لوگ ہیں۔ ﴿ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ ﴾ یعنی تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ لشکر اکٹھے کیے ہیں، یعنی تمہیں لشکر جمع کرنے کی مشقت نہیں اٹھانا پڑی اور نہ تمہارے مویشیوں ہی کو مشقت کا سامنا کرنا پڑا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان (یہودیوں) کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ تمہارے سامنے درگزر اور عفو کی درخواست کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ ”لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور اس کی قدرت کاملہ یہ ہے کہ کوئی بچنے والا اس سے بچ سکتا ہے نہ قوت والا اس کے مقابلے میں غالب آ سکتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں فَے سے مراد وہ مال ہے جو حق کے ساتھ کفار سے کسی جنگ کے بغیر حاصل کیا جائے، مثلاً: وہ مال جسے کفار مسلمانوں کے خوف کی بنا پر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس کو فَے اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ کفار کی طرف سے، جو اس مال کے مستحق نہ تھے، مسلمانوں کی طرف لوٹا ہے، جو اس پر زیادہ حق رکھتے تھے۔

مالِ فَے کا حکم: فَے کا حکم یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ﴾ ”جو مال اللہ نے بستی والوں سے اپنے رسول کو دلوایا ہے۔“ عمومی طور پر، خواہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہو یا آپ کے بعد آپ کی امت میں سے اس شخص کا زمانہ ہو جو امارت کے منصب پر فائز ہو ﴿ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ ”تو وہ اللہ کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے،

اور (رسول کے) رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔" یہ آیت کریمہ اس آیت کریمہ کی نظیر ہے جو سورۂ انفال میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ (الأنفال: ٨/ ٤١) "اور جان رکھو! جو چیز تم غنیمت کے طور پر کفار سے حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور (اس کے) قرابت داروں، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔"

فے کا مال پانچ اصناف میں تقسیم ہوتا ہے:

(۱) پانچ حصوں میں سے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے جو مسلمانوں کے مصالح عامہ میں صرف ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا حصہ ذوی القربیٰ (رسول اللہ ﷺ کے رشتے داروں) کے لئے ہے اور ذوی القربیٰ سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں، جہاں کہیں بھی ہوں، ان کے مردوں اور عورتوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ بنو عبد المطلب خمس وغیرہ کے پانچویں حصے میں بنو ہاشم کے ساتھ شریک ہوں گے بقیہ بنو عبد مناف شریک نہیں ہوں گے کیونکہ جب قریش نے بنو ہاشم سے مقاطعت اور عداوت کا معاہدہ کیا تو بنو عبد المطلب بنو ہاشم کے ساتھ شریک تھے اور دوسروں کے برعکس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے بنو عبد المطلب کے بارے میں فرمایا: "وہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی مجھ سے الگ نہیں ہوئے۔"①

(۳) تیسرا حصہ محتاج یتیموں کے لئے ہے۔ یتیم وہ ہے جس کے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہو اور وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

(۴) چوتھا حصہ مساکین کے لئے ہے۔

(۵) اور پانچواں (آخری) حصہ مسافروں کے لئے ہے۔ اس سے مراد وہ غریب الوطن لوگ ہیں جو اپنے وطن سے کٹ کر رہ گئے ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حصے اس لئے مقرر فرمائے اور فے کو صرف انہی معین لوگوں میں محصور کر دیا ﴿ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ﴾ "تاکہ وہ (مال) تم میں سے دولت مند لوگوں کے ہاتھوں ہی میں گردش نہ کرتا رہے۔" اور ان کے سوا عاجز اور بے بس لوگوں کو کچھ حاصل نہ ہو۔ اس میں اس قدر فساد ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

① مسند احمد: ٤/ ٨١ واصله في صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ومن الدليل على ان الخمس للإمام، حديث: ٣١٤٠

اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت کی اتباع میں اتنی زیادہ مصلحتیں ہیں جو شمار سے باہر ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ اور ایک عام اصول مقرر فرمایا: ﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ ''رسول تمہیں جو دے، وہ لے لو اور جس سے وہ تمہیں روک دے، اس سے رک جاؤ۔'' یہ آیت کریمہ، دین کے اصول وفروع اور اس کے ظاہر و باطن سب کو شامل ہے، نیز یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں، اس سے تمسک کرنا اور اس کی اتباع کرنا بندوں پر فرض ہے اور اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں، نیز اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز کے حکم پر رسول اللہ ﷺ کی نص، اللہ تعالیٰ کی نص کے مانند ہے اور اس کو ترک کرنے میں کسی کے لئے کوئی رخصت اور عذر نہیں اور کسی کے قول کو آپ کے قول پر مقدم رکھنا جائز نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تقوے کا حکم دیا جس سے دنیا و آخرت میں قلب وروح معمور ہوتی ہے، تقوے ہی میں دائمی سعادت اور فوز عظیم ہے، تقویٰ کو ضائع کرنے میں ابدی بدبختی اور سرمدی عذاب ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔'' جو کوئی تقوے کو ترک کر کے، خواہشات نفس کی پیروی کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

(مال فے) فقرا مہاجرین کیلئے ہے وہ جو نکالے گئے اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے اس حال میں کہ وہ تلاش کرتے ہیں فضل

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ

اللہ کا اور رضامندی، اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی لوگ تو سچے ہیں ○ اور (ان کے لیے ہے) جنہوں نے

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

بنا لیا تھا (مدینہ کو) گھر اور (قبول کر لیا تھا) ایمان ان (کی ہجرت) سے پہلے، وہ (انصار) محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کرے انکی طرف اور نہیں پاتے وہ

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ

اپنے سینوں میں کوئی حاجت (حسد) اس سے جو دیے جائیں وہ (مہاجرین) اور وہ ترجیح دیتے ہیں (انکو) اوپر اپنے نفسوں کے اگرچہ ہو

بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿۹﴾

خود ان کو سخت حاجت اور جو کوئی بچا لیا گیا بخیلی سے اپنے نفس کی پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فَے کے مال کو جن لوگوں کے لئے مقرر فرمایا، اس کے موجب اور اس میں حکمت کا ذکر فرمایا، نیز بیان فرمایا کہ یہی لوگ اعانت کے مستحق ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے لئے فے میں سے حصہ مقرر کیا جائے اور یہ ان مہاجرین کے مابین ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ میں رغبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی خاطر، اپنے محبوب و مالوف گھر بار، وطن، دوستوں اور احباب کو چھوڑ دیا۔ یہی لوگ سچے ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے

تقاضے کے مطابق عمل کیا، اعمال صالحہ اور مشقت آمیز عبادت کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی بخلاف ان لوگوں کے جنھوں نے ایمان کا دعویٰ کیا مگر ہجرت اور جہاد وغیرہ عبادات کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق نہ کی، نیز انصار، یعنی اوس اور خزرج کے مابین ہے، جو اپنی خوشی، محبت اور اختیار سے ایمان لائے۔ جب عرب کے تمام شہر دارالحرب، شرک اور شر کا گڑھ تھے تب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی، سرخ و سیاہ سے آپ کی حفاظت کی، دار ہجرت و ایمان میں اقامت کی یہاں تک کہ دار ہجرت ایک ایسا مرجع بن گیا جس کی طرف مومنین رخ کرتے تھے، جہاں مہاجرین پناہ لیتے اور اس کی چراگاہوں میں مسلمان سکونت اختیار کرتے۔

پس دین کی مدد کرنے والے انصار کے پاس پناہ لیتے رہے، یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا، اس نے طاقت پکڑ لی اور اس میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا گیا حتی کہ مسلمانوں نے علم و ایمان اور قرآن کے ذریعے سے دلوں کو اور شمشیر و سناں کے ذریعے سے شہروں کو فتح کر لیا جن کے جملہ اوصاف جمیلہ یہ ہیں: ﴿ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ ﴾ ”وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔“ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اس کے احباب سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ ﴿ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا ﴾ ”اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا جائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مہاجرین کو جو کچھ عطا کیا ہے اور ان کو جن فضائل و مناقب سے مختص کیا، جن کے وہ اہل ہیں، وہ ان پر حسد نہیں کرتے۔ یہ آیت کریمہ ان کے سینے کی سلامتی، ان میں بغض، کینہ اور حسد کے عدم وجود پر دلالت کرتی ہے، نیز یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مہاجرین، انصار سے افضل ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو مقدم رکھا ہے، نیز آگاہ فرمایا کہ مہاجرین کو جو کچھ عطا کیا گیا انصار اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی حسد محسوس نہیں کرتے۔ یہ آیت کریمہ یہ بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو وہ فضائل عطا کیے جو انصار اور دیگر لوگوں کو عطا نہیں کیے کیونکہ انھوں نے نصرتِ دین اور ہجرت کو جمع کیا۔

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ ”اور اپنی ذات پر (ان کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انھیں سخت ضرورت ہو۔“ یعنی انصار کے اوصاف میں سے ایک وصف ایثار ہے، جس کی بنا پر وہ دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور ان سے ممتاز ہیں اور یہ کامل ترین جود و سخا ہے اور نفس کے محبوب اموال وغیرہ میں ایثار کرنا اور ان اموال کے خود حاجت مند بلکہ ضرورت مند اور بھوکے ہونے کے باوجود دوسرے پر خرچ کرنا، یہ وصف اخلاق زکیہ، اللہ تعالیٰ سے محبت، پھر شہوات نفس اور اس کی لذات پر اللہ کی محبت کو مقدم رکھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

جملہ واقعات میں اس انصاری کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس کے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے

جب اس نے خود کھانے اور اپنے گھر والوں کو کھلانے پر اپنے مہمان کو ترجیح دی اور تمام گھر والوں اور بچوں نے رات بھوکے بسر کی۔

(اِیْثَارُ) ''ترجیح دینا'' (اَثَرَةٌ) ''خود غرضی'' کی ضد ہے ایثار قابل تعریف وصف ہے اور خود غرضی مذموم ہے کیونکہ یہ بخل اور حرص کے خصائل کے زمرے میں آتی ہے اور جسے ایثار عطا کیا گیا اسے نفس کے بخل و حرص سے بچا لیا گیا۔ ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح یاب ہیں۔'' اور نفس کے حرص سے بچنے میں ایسے تمام امور میں حرص سے بچنا شامل ہے جن کا حکم دیا گیا ہے، جب بندہ نفس کے حرص سے بچ گیا، تو اس کے نفس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام آسان لگتے ہیں وہ خوشی سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اِنشراحِ صدر کے ساتھ ان کی تعمیل کرتا ہے، اور نفس کے لئے ان تمام امور کو ترک کرنا سہل ہو جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، خواہ یہ نفس کے محبوب امور ہی کیوں نہ ہوں اور نفس اس کی طرف بلاتا اور ان کی طرف رغبت کیوں نہ دلاتا ہو۔ اس شخص کے نفس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اسی سے فوز و فلاح حاصل ہوتی ہے، برعکس اس شخص کے جو نفس کے بخل و حرص سے بچا ہوا نہیں بلکہ بھلائی کے بارے میں حرص کی بیماری میں مبتلا ہے اور یہ حرص شر کی جڑ اور اس کی بنیاد ہے۔

پس اہل ایمان کی یہ دو فضیلت والی پاک اصناف ہیں اور وہ صحابۂ کرام اور ائمۂ اعلام ہیں جنہوں نے سابقیت کے اوصاف، فضائل اور مناقب کو جمع کر لیا ان کے بعد کسی نے ان سے سبقت نہیں کی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھلائی میں پہلے لوگوں کو جا لیا اور اس طرح وہ مومنوں کے سربراہ، مسلمانوں کے سردار اور اہل تقویٰ کے قائد بن گئے۔ ان کے بعد آنے والوں کے لئے یہی فضیلت کافی ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے طریق کو راہ نما بنائیں، اس لئے بعد میں آنے والوں میں سے جو کوئی ان کو راہ نما بناتا ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور (ان کیلئے ہے) جو آئے انکے بعد وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے پہل کی ہم سے

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ایمان (لانے) میں اور نہ رکھ تو ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے

رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

اے ہمارے رب! بلاشبہ تو بہت شفقت کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ○

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ یعنی جو (اہل ایمان) مہاجرین و انصار کے بعد آئے ﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ وہ

اپنی اور تمام مومنین کی خیر خواہی کے لئے کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔'' یہ دعا تمام گزرے ہوئے اہل ایمان، صحابہ، ان سے پہلے اور ان کے بعد آنے والے تمام اہل ایمان کو شامل ہے۔

یہ ایمان کی فضیلت ہے کہ اہل ایمان ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایمان میں مشارکت کے سبب سے ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ایمان مومنین کے درمیان اخوت کا تقاضا کرتا ہے جس کی فروع میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں اور ایک دوسرے سے محبت کریں، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دعا میں قلب سے کینے کی نفی کا ذکر فرمایا جو قلیل وکثیر ہر قسم کے کینے کو شامل ہے۔ جب کینے کی نفی ہوگئی تو اس کی ضد ثابت ہوگئی اور وہ ہے اہل ایمان کے مابین محبت وموالات اور خیر خواہی وغیرہ جو اہل ایمان کے حقوق شمار ہوتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والوں کو ایمان کے وصف سے موصوف کیا ہے کیونکہ ان کا قول: ﴿سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ ایمان میں ان کی مشارکت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عقائد، ایمان اور اس کے اصول میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرنے والے ہیں اور وہ اہل سنت والجماعت ہیں کیونکہ یہ وصف تام صرف انہی پر صادق آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کے اقرار اور پھر ان گناہوں سے استغفار کے ساتھ موصوف کیا ہے، نیز یہ کہ وہ ایک دوسرے کے لئے استغفار کرتے ہیں اور مومن بھائیوں کے خلاف کینہ اور حسد کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ ان کا اس چیز کی دعا کرنا، ان امور کو مستلزم ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کے ایک دوسرے سے محبت کرنے کو مستلزم ہے اور اس امر کو بھی مستلزم ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں، اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی خیر خواہی کرے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ یہ سب کچھ اہل ایمان کے ایک دوسرے پر جملہ حقوق ہیں، پھر انہوں نے اپنی دعا کو اللہ تعالیٰ کے دو اسمائے کریمہ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کے کمال رحمت اور شدت رأفت واحسان پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جملہ احسانات میں سے بلکہ ان میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے حقوق اور اپنے بندوں کے حقوق قائم کرنے کی توفیق سے بہرہ ور کیا۔

یہ تین اصناف کے لوگ اسی امت کے لوگ ہیں جو فَے کے مستحق ہیں جس کا مصرف اسلام کے مصالح کی طرف راجع ہے اور وہی لوگ اس کی اہلیت رکھتے ہیں جو اس کے اہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی ان میں شامل کرے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جنھوں نے منافقت کی؟ وہ کہتے ہیں اپنے ان بھائیوں سے جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے

لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ

البتہ اگر نکالے گئے تم تو ہم ضرور نکلیں گے تمہارے ساتھ اور نہیں اطاعت کریں گے ہم تمہارے معاملے میں کسی کی کبھی بھی اور اگر لڑائی کیے گئے تم

لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ

تو ہم ضرور مدد کریں گے تمہاری اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں ○ البتہ اگر نکالے گئے وہ تو نہیں نکلیں گے یہ ان کے ساتھ

وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫

اور اگر لڑائی کیے گئے وہ تو نہیں مدد کریں گے وہ انکی اور البتہ اگر وہ مدد کریں گے بھی انکی تو ضرور پھیر جائیں گے وہ پیٹھیں پھر نہیں مدد کیے جائیں گے وہ ○

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬

البتہ تم (اے مسلمانو!) زیادہ ہو باعتبار ہیبت کے انکے دلوں میں بہ نسبت اللہ کے، یہ اس لیے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں سمجھتے ○

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین کے احوال پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے جنھوں نے اپنے اہل کتاب بھائیوں کو اپنی مدد اور اہل ایمان کے خلاف موالات کا لالچ دیا تھا، وہ ان سے کہہ رہے تھے: ﴿ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ﴾ ”اگر تم نکال دیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے۔“ یعنی تمہاری نصرت و مدد کے بارے میں جو کوئی ہمیں برا بھلا کہے گا یا ڈرائے گا، ہم تمہاری عدم نصرت میں اس کی اطاعت نہیں کریں گے ﴿ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ”اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو یقیناً ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ یعنی وہ اس وعدے میں جھوٹے ہیں جس کے ذریعے سے انھوں نے اپنے بھائیوں کو دھوکے میں مبتلا کیا۔ ان کے اس جھوٹے وعدے کو زیادہ اہمیت نہ دیں کیونکہ جھوٹ ان کا وصف، فریب اور دھوکہ ان کے ساتھی، نفاق اور بزدلی ان کے دوست ہیں۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے ان کی تکذیب کی ہے جس ارشاد کو ویسے ہی پایا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے اسکی خبر دی تھی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَئِنْ اُخْرِجُوْا ﴾ یعنی اگر ان کو جلاوطن کرنے کے لئے ان کے گھروں سے نکالا جائے ﴿ لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ﴾ تو اپنے وطن کی محبت، قتال پر ان کے عدم صبر اور اپنے وعدے کے عدمِ ایفا کی بنا پر وہ ان کے ساتھ ہرگز نہیں نکلیں گے۔ ﴿ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ﴾ ”اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے“ بلکہ ان پر بزدلی غالب آ جائے گی، کمزوری قبضہ کرے گی اور وہ اپنے بھائیوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے جو ان کے سب سے زیادہ محتاج ہوں گے۔ ﴿ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ ﴾ اور فرض کیا اگر انھوں نے ان کی مدد کی ﴿ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ تو وہ قتال اور ان کی مدد سے پیٹھ پھیر لیں

گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی مدد حاصل نہیں ہوگی۔

اے مومنو! وہ سبب جس نے ان کو اس امر پر آمادہ کیا ہے، یہ ہے کہ ﴿ اَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے بڑھ کر ہے۔'' اس لئے جتنا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس سے بڑھ کر وہ تم سے ڈرتے ہیں۔ پس انہوں نے مخلوق کے خوف کو، جو خود اپنے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی، خالق کے خوف پر مقدم رکھا ہے ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾ ''یہ اس لئے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔'' یعنی وہ امور کے مراتب کو نہیں سمجھتے۔ وہ اشیاء کے حقائق کی معرفت رکھتے ہیں نہ وہ انجام کا تصور کر سکتے ہیں۔ کامل ترین سمجھ اور تفقہ یہ ہے کہ خالق کے خوف، اس پر امید اور اس کی محبت کو غیر کے خوف، امید اور محبت پر مقدم رکھا جائے، غیر کا خوف، امید اور محبت خالق کے خوف، امید اور محبت کے تابع ہو۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

نہیں لڑیں گے وہ تم سے سب مل کر بھی مگر ایسی بستیوں میں جو قلعہ بند ہیں یا دیواروں کے پیچھے سے، انکی لڑائی (عداوت) آپس میں

شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۱۴﴾

بہت سخت ہے آپ گمان کرتے ہیں انکو اکٹھے جب کہ انکے دل جدا جدا ہیں، یہ بوجہ اسکے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں عقل رکھتے ○

﴿ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''وہ سب مل کر بھی تم سے نہیں لڑ سکیں گے۔'' یعنی اجتماعی حالت میں وہ تم سے قتال نہیں کریں گے۔ ﴿ اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ﴾ ''مگر ایسی بستیوں میں جو قلعہ بند ہیں یا دیواروں کی اوٹ سے۔'' یعنی وہ تمہارے خلاف لڑائی میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں نہ اس پر عزم کا مظاہرہ کر سکتے ہیں مگر صرف اس صورت میں جب وہ بستیوں میں قلعہ بند ہو کر لڑ رہے ہوں یا دیواروں اور فصیلوں کے پیچھے سے لڑ رہے ہوں، تب اس صورت میں ان کو اپنی شجاعت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے قلعوں اور فصیلوں کے سہارے بسا اوقات حفاظت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ سب سے بڑی مذمت ہے۔ ﴿ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ﴾ ''ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہوتی ہے۔'' ان کے بدن میں کوئی آفت ہے نہ ان کی قوت میں، آفت تو ان کے ضعف ایمان اور ان کے کلمہ کے عدم اجتماع میں ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا ﴾ جب آپ انہیں مجتمع اور ایک دوسرے کی مدد کرتے دیکھتے ہیں تو انہیں متحد سمجھتے ہیں ﴿ وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ﴾ مگر ان کے دل ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھنے والے، متفرق اور مُتَشَتَّت ہیں۔ ﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ بات'' جس نے انہیں مذکورہ صفات سے متصف کیا ہے ﴿ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴾ ''اس سبب سے ہے کہ وہ عقل و خرد نہیں رکھتے۔''

اگر وہ عقل سے بہرہ ور ہوتے تو فاضل کو مفضول پر ترجیح دیتے اور اپنے لئے ناقص ترین حصے پر راضی نہ ہوتے، ان میں اتحاد ہوتا اور ان کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے، اور یوں وہ ایک دوسرے کی مدد

کرتے، ایک دوسرے کو مضبوط کرتے اور اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں ایک دوسرے کے معاون بنتے۔ اس قسم کے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال پر چھوڑ دیا ہے اہل کتاب میں سے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خاطر انتقام لیا اور انہیں دنیا کی زندگی کی رسوائی کا مزا چکھایا۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

مانند صفت ان لوگوں کے جوان سے پہلے ہوئے قریب ہی، چکھ لیا انہوں نے وبال اپنے کام (کفر) کا اور ان کیلئے ہے عذاب دردناک ○

ان لوگوں کی مدد کا معدوم ہونا جنہوں نے ان کے ساتھ معاونت کا وعدہ کیا تھا ﴿كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا﴾ ”ان کا حال ان لوگ کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر ہوئے۔“ اس سے مراد قریش ہیں، جن کے اعمال کو شیطان نے مزین کیا اور کہا: ﴿لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ﴾ (الأنفال: ۸/۴۸) ”آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا، اور میں تمہارا ساتھی ہوں، جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہنے لگا: میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔“ چنانچہ انہوں نے خود اپنے آپ کو فریب دیا اور ان کو فریب دینے والوں نے بھی فریب دیا جو ان کے کام آ سکے نہ ان سے عذاب کو دور کر سکے حتیٰ کہ وہ بڑے فخر اور بڑے کر و فر سے ”بدر“ کے مقام پر پہنچ گئے، وہ سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو جالیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی مدد کی، چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیے گئے، ان میں کچھ کو قیدی بنا لیا گیا اور کچھ فرار ہو گئے۔ اس طرح ﴿ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ﴾ انہوں نے اپنے شرک اور بغاوت کے وبال کا مزا چکھ لیا۔ یہ سزا دنیا کے اندر ہے ﴿وَلَهُمْ﴾ اور آخرت میں ان کے لیے ﴿عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

(انکی مثال) مانند حالت شیطان کے ہے جب وہ کہتا ہے انسان کو کہ تو کفر کر پس جب وہ کفر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے بلاشبہ میں تو بری ہوں تجھ سے

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ رب العالمین سے ○

ان منافقین کی مثال، جنہوں نے اپنے اہل کتاب بھائیوں کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے ﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ﴾ ”شیطان کی سی ہے کہ وہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا۔“ یعنی شیطان نے انسان کے سامنے کفر کو مزین کر کے خوبصورت بنا دیا اور اسے کفر کی طرف دعوت دی۔ جب انسان نے دھوکے میں مبتلا ہو کر کفر کا ارتکاب کیا اور اسے بدبختی حاصل ہوئی، تو شیطان اس کے کسی کام نہ آیا جس نے اس کی سرپرستی کی تھی اور

کفر کی طرف دعوت دی تھی بلکہ شیطان نے اس سے براءت کا اظہار کیا اور ﴿قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''کہا کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔'' یعنی مجھے تجھ سے عذاب کو دور ہٹانے کی کوئی قدرت اور اختیار حاصل نہیں، میں ذرہ بھر بھلائی کے لئے تیرے کوئی کام نہیں آ سکتا۔

ع ٦ ٥ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ (١٧)

پھر ہوتا ہے ان دونوں کا انجام کہ بلاشبہ وہ دونوں ہی آگ میں ہونگے ہمیشہ رہیں گے اس میں اور یہی ہے جزا (سزا) ظالموں کی ○

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ﴾ ''پس ان دونوں کا انجام یہ ہوا۔'' یعنی داعی جو کہ شیطان ہے اور مدعو، جو کہ انسان ہے جبکہ وہ شیطان کی اطاعت کرے ﴿اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا﴾ ''دونوں جہنم میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾ (فاطر: ٦/٣٥) ''وہ تو اپنے گروہ کو اس لئے دعوت دیتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں میں شامل ہو جائیں۔'' ﴿وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور یہی ہے بدلہ ظالموں کا۔'' جنہوں نے ظلم اور کفر میں اشتراک کیا، اگرچہ ان کے لئے عذاب کی شدت مختلف ہوگی۔

شیطان کا اپنے تمام دوستوں کے ساتھ یہی رویہ ہے۔ وہ ان کو دعوت دیتا ہے اور فریب سے انہیں ایسے امور کے قریب لے آتا ہے جو ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب وہ جال میں پھنس جاتے ہیں اور ہلاکت کے اسباب انہیں آ گھیرتے ہیں تو ان سے بری الذمہ ہو کر ان سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی ملامت ہے اس شخص پر جو اس کی اطاعت کرتا ہے، حالانکہ اللہ نے اس سے بچنے کے لئے کہا ہے، اس سے ڈرایا ہے اور اس کے اغراض و مقاصد سے خبردار کیا ہے۔ لہٰذا اس کی اطاعت کرنے والا واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، اس کے پاس کوئی عذر نہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھے ہر نفس کیا آگے بھیجا ہے اس نے کل کیلئے؟ اور ڈرو تم اللہ سے بلاشبہ

اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (١٨) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ

اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو ○ اور نہ ہو تم مانند ان لوگوں کے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پس بھلوا دیے اللہ نے ان کو انکے نفس

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (١٩) لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یہی لوگ فاسق ہیں ○ نہیں برابر آگ والے (جہنمی) اور باغ والے (جنتی) جنتی

هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ (٢٠) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا

ہی کامیاب ہیں ○ اگر نازل کرتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو دیکھتا تو اس (پہاڑ) کو جھکنے والا پھٹنے والا

مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (٢١)

اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں ہیں، ہم بیان کرتے ہیں ان کو لوگوں کے لئے شاید کہ وہ غور و فکر کریں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان امور کا حکم دیتا ہے، جن کا ایمان موجب ہے اور کھلے چھپے تمام احوال میں التزام تقویٰ کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز یہ کہ وہ ان اوامر و حدود کی رعایت رکھیں جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا ہے اور اس بات پر غور کریں کہ ان کے فرائض کیا ہیں اور ان کے لئے عنایات کیا ہیں اور انہوں نے کون کون سے اعمال کئے جو انہیں قیامت کے روز نفع یا نقصان دیں گے؟ کیونکہ جب وہ آخرت کو اپنا نصب العین اور اپنے دلوں کا قبلہ بنا لیں گے اور آخرت میں قیام کا اہتمام کریں گے تو وہ کثرت اعمال کی کوشش کریں گے جو اس نصب العین تک پہنچاتے ہیں اور ایسے قواطع طریق سے اس کو پاک کرتے ہیں، جو انہیں سیر و سلوک سے روکتے ہیں یا انہیں باز رکھتے ہیں یا ان کا رخ بدل دیتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے، ان کے اعمال اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ان کے اعمال اس کے ہاں ضائع ہوتے ہیں نہ بیکار جاتے ہیں تو یہ چیز ان پر جدوجہد کو واجب کرتی ہے۔

یہ آیت کریمہ بندے کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی بنیاد ہے۔ وہ یہ کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کا معائنہ کرے۔ اگر وہ اپنے اندر کوئی لغزش دیکھے تو اس کو ختم کر کے خالص توبہ کے ذریعے سے ان امور سے منہ موڑ کر اس کا تدارک کرے جو اس لغزش کا باعث ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے بارے میں اپنے آپ میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اپنی پوری کوشش صرف کر دے، اس کی تکمیل و اتمام اور اس کی اچھی طرح تعمیل کے لئے اپنے رب سے مدد مانگے، اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات و احسانات اور اپنی تقصیر کے مابین موازنہ کرے، یہ چیز لامحالہ اس کے لئے حیاء کی موجب ہوگی۔

یہ ہر لحاظ سے حرماں نصیبی ہے کہ بندہ اس معاملے میں غافل رہے اور ان لوگوں کے مشابہ ہو جائے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اس کے ذکر سے اور اس کے حق کو ادا کرنے سے غافل ہو گئے۔ وہ اپنے حظوظ نفس اور اس کی شہوات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس وہ کامیاب ہوئے نہ کوئی فائدہ حاصل کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے مصالح کو فراموش کرا دیا اور ان کو ان مصالح کے منافع سے غافل کر دیا۔ ان کا معاملہ افراط و تفریط کا شکار ہو گیا، تب وہ دنیا و آخرت کے خسارے کی طرف لوٹ گئے اور ایسے نقصان میں پڑ گئے کہ جس کا تدارک ممکن ہے نہ اس کی اصلاح کیونکہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے رب کی اطاعت سے نکل کر اس کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔

پس وہ شخص جو تقویٰ کی حفاظت کرتا ہے اور اس چیز پر نظر رکھتا ہے جو اس نے کل کے لئے آگے بھیجی ہے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ نعمتوں بھری جنت اور تکدر سے پاک زندگی کا مستحق ہوا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوا، اس نے اس کے حقوق فراموش کر دیے پس وہ دنیا میں بدبخت ٹھہرا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوا، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

نہیں! یقیناً نہیں! پہلی قسم کے لوگ کامیاب ہیں اور دوسری قسم کے لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حقائق کو واضح کر دیا اور اس نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے بندوں کو اوامر و نواہی عطا کیے تو یہ چیز اس بات کی موجب تھی کہ وہ اس کی طرف سبقت کرنے میں جلدی کرتے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان کو دعوت اور ترغیب دی، خواہ وہ قساوت اور صلابت قلبی میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہی کیوں نہ ہوتے۔ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی نازل کر دیا جاتا تو آپ اسے خشیت الٰہی سے عاجز اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا پاتے۔ یعنی اس کا سبب دلوں میں اس کی کمال تاثیر ہے کیونکہ قرآن کے مواعظ علی الاطلاق سب سے بڑے مواعظ ہیں۔ اس کے اوامر و نواہی حکمتوں اور مصالح پر مشتمل ہیں، یہ نفوس کے لیے سب سے زیادہ سہل اور ابدان کے لیے سب سے زیادہ آسان ہیں، یہ ہر قسم کے تکلف سے خالی ہیں، ان میں کوئی تناقض ہے نہ اختلاف، ان پر عمل کرنے میں کوئی صعوبت ہے نہ بے راہ روی، یہ اوامر و نواہی ہر زمان و مکان کے لیے درست اور ہر شخص کے لائق ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنے بندوں کے سامنے حرام اور حلال واضح کرتا ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں تفکر و تدبر کریں، کیونکہ آیات الٰہی میں تفکر، بندے کے لیے علم کے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے، اس کے سامنے خیر اور شر کے راستوں کو واضح کر دیتا ہے اور اس کو مکارم اخلاق اور محاسن عادات کی ترغیب دیتا ہے اور برے اخلاق سے اسے روکتا ہے، لہٰذا بندے کے لیے قرآن میں تفکر اور اس کے معانی میں تدبر سے بڑھ کر کوئی چیز فائدہ مند نہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ

وہ اللہ وہ ذات ہے کہ نہیں کوئی معبود (برحق) سوائے اس کے، جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا، وہ رحمٰن ہے

الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

رحیم ہے ○ وہ اللہ وہ ذات ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سالم تمام عیبوں سے، امن دینے والا،

الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ

نگہبان، زبردست، زور آور، بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○ وہ ہے اللہ

الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

خالق، موجد، صورت گر، اسی کے لیے ہیں اسمائے حُسنیٰ، تسبیح کرتی ہے اسی کی جو چیز آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

اور زمین میں ہے اور وہ غالب خوب حکمت والا ہے ○

یہ آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسمائے حسنیٰ اور اوصاف عالیہ پر مشتمل اور عظمت شان اور بے مثال

براہان کی حامل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ وہ عظیم کمال، سب کو شامل احسان اور تدبیر عام کا مالک ہے، اس کے سوا ہر معبود باطل ہے اور عبادت کے ذرہ بھر کے مستحق نہیں کیونکہ وہ محتاج، عاجز اور ناقص ہیں، وہ اپنے لئے اور کسی دوسرے کے لئے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا وصف بیان کیا ہے کہ اس کا عمومِ علم ہر اس چیز کو شامل ہے جو مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہے اور جس کا وہ مشاہدہ کرتی ہے، اس کی رحمتِ عامہ ہر چیز پر سایہ کناں اور ہر زندہ ہستی تک پہنچتی ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عموم الوہیت اور اس میں متفرد ہونے کا بتکرار ذکر کیا، نیز یہ کہ وہ تمام ممالک کا مالک ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی اور ان میں رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک، محتاج اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔

﴿اَلْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ﴾ یعنی وہ مقدس، ہر عیب ونقص سے پاک، معظم اور بزرگی والا ہے کیونکہ صفت ﴿اَلْقُدُّوْسُ﴾ ہر عیب ونقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، اس کے اوصاف وجلال میں اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے ﴿اَلْمُؤْمِنُ﴾ یعنی وہ اپنے انبیاء ورسل کی اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں، اس کی براہین قاطعہ اور واضح دلائل کے ساتھ تصدیق کرتا ہے (اور انہیں اپنی حفاظت اور امان میں رکھتا ہے)۔ ﴿اَلْعَزِيْزُ﴾ جس پر غالب آیا جا سکتا ہے نہ اس کے سامنے رکاوٹ بنا جا سکتا ہے بلکہ وہ ہر چیز پر غالب اور ہر چیز اس کے سامنے فروتن وسرافگندہ ہے ﴿اَلْجَبَّارُ﴾ جو تمام بندوں پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے، جو ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا اور محتاج کو بے نیاز کرتا ہے۔ ﴿اَلْمُتَكَبِّرُ﴾ جو عظمت وکبریائی کا مالک، ظلم وجور اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ یہ تنزیہ عام ہے، ہر اس وصف سے جس سے شرک کرنے اور عناد رکھنے والے اس کو موصوف کرتے ہیں۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ﴾ جو تمام مخلوقات کا خالق ہے ﴿الْبَارِئُ﴾ جو تمام کائنات کو نیست سے ہست (عدم سے وجود) میں لاتا ہے ﴿الْمُصَوِّرُ﴾ وہ تمام صورت رکھنے والوں کی صورت گری کرتا ہے۔ یہ تمام اسمائے حسنیٰ تخلیق وتدبیر اور تقدیر سے متعلق ہیں۔ ان تمام اوصاف میں اللہ تبارک وتعالیٰ متفرد ہے اور کوئی اس میں شریک نہیں۔ ﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ یعنی اس کے بہت زیادہ نام ہیں جن کو کوئی معلوم کر سکتا ہے نہ شمار کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے تمام نام اچھے ہیں، یعنی اس کے تمام نام صفات کمال ہیں بلکہ یہ اسماء کامل ترین اور عظیم ترین صفات پر دلالت کرتے ہیں، جن میں کسی بھی لحاظ سے کوئی نقص نہیں۔ ان اسماء کا حسن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے اور وہ اس شخص کو بھی پسند کرتا ہے جو ان اسماء کو پسند کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو پکاریں اور ان ناموں کے واسطے سے اس سے سوال کریں۔

یہ اس کا کمال ہے کہ وہ اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کا مالک ہے، نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے

دائمی طور پر اس کے محتاج ہیں، اس کی حمد وثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس سے اپنی تمام حوائج کا سوال کرتے ہیں۔ وہ اپنے فضل وکرم سے انہیں وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جس کا تقاضا اس کی رحمت اور حکمت کرتی ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ یعنی وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی حکمت اور مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔

تفسیر سورۃ الممتحنۃ

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة (۶۰) مَدَنِيَّة (۹۱) — اٰيَاتُهَا ۱۳ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست، تم پیغام بھیجتے ہو ان کی طرف

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ

دوستی کا حالانکہ انہوں نے کفر کیا ہے ساتھ اس چیز کے جو آیا ہے تمہارے پاس حق، وہ نکالتے ہیں رسول کو اور خود تمہیں بھی

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ

اسلئے کہ تم ایمان لاتے ہو اللہ (یعنی) اپنے رب پر۔ (نہ دوست بناؤ) اگر ہو تم نکلتے جہاد کیلئے میرے راستے میں اور تلاش کرنے کیلئے میری رضامندی

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ

تم پوشیدہ پیغام بھیجتے ہو انکی طرف دوستی کا؟ اور میں خوب جانتا ہوں اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو اور اس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کوئی

يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً

کرے یہ کام تم میں سے تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا سیدھی راہ سے ○ اگر وہ پائیں تم کو تو ہو جائیں وہ واسطے تمہارے دشمن،

وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ

اور دراز کریں تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں ساتھ برائی کے اور وہ پسند کریں کاش کہ تم بھی کفر کرو ○ ہرگز نہیں نفع دیں گے تمہیں

اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚۛ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تمہارے رشتے ناتے اور نہ تمہاری اولاد دن قیامت کے وہ فیصلہ کریگا تمہارے درمیان (اس میں) اور اللہ ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو

بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا

خوب دیکھنے والا ہے ○ تحقیق ہے تمہارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اسکے ساتھ تھے، جب انہوں نے کہا تھا

لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا

اپنی قوم سے بلاشبہ ہم بری ہیں تم سے اور ان سے جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، کفر کیا ہم نے ساتھ تمہارے اور ظاہر ہوگئی

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ إِلَّا قَوْلَ

ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض ہمیشہ کے لیے یہاں تک کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اکیلے کے، مگر کہنا

إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا

ابراہیم کا اپنے باپ سے کہ ضرور مغفرت طلب کرونگا میں تیرے لیے اور نہیں اختیار رکھتا میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز کا بھی اے ہمارے رب!

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٤﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ

تجھی پر توکل کیا ہم نے اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہم نے اور تیری ہی طرف (ہمارا) لوٹنا ہے○ اے ہمارے رب! نہ بنا تو ہمیں فتنہ ان لوگوں کیلئے

كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٥﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ

جنہوں نے کفر کیا اور بخش دے ہمیں اے ہمارے رب! بلاشبہ تو ہی ہے بڑا زبردست' خوب حکمت والا○ البتہ تحقیق ہے تمہارے لیے ان میں نمونہ

حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ

بہترین اس شخص کیلئے جو ہو امید رکھتا اللہ (سے ملاقات) کی اور یوم آخرت کی اور جو کوئی روگردانی کرے تو بلاشبہ اللہ ہی ہے بے پروا

ع الْحَمِيدُ ﴿٦﴾ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً ۚ

قابل تعریف○ امید ہے کہ اللہ یہ کہ (پیدا) کردے وہ درمیان تمہارے اور درمیان ان لوگوں کے کہ عداوت رکھتے ہو تم ان سے دوستی

وَاللّٰهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٧﴾ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ

اور اللہ خوب قدرت والا ہے' اور اللہ غفور رحیم ہے○ نہیں روکتا تمہیں اللہ ان لوگوں سے جو نہیں لڑے تم سے

فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ

دین کی بابت اور نہیں نکالا انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے، اس بات سے کہ تم حسن سلوک کرو ان سے اور انصاف کرو تم انکے حق میں

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٨﴾ إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ

بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو○ یقیناً روکتا ہے تمہیں اللہ ان لوگوں سے جو لڑے تم سے دین کی بابت'

وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوا عَلٰٓى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

اور انہوں نے نکالا تمہیں تمہارے گھروں سے اور انہوں نے مدد کی تمہارے نکالنے میں' اس بات سے کہ تم دوستی کرو ان سے

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٩﴾

اور جو کوئی دوستی کرے ان سے تو وہی لوگ ظالم ہیں○

بہت سے مفسرین رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ان آیات کریمہ کا سبب نزول حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح مکہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مشرکین کو خط لکھا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع دے دی۔ یہ اطلاع شک اور نفاق کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مشرکین پر ایک احسان کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ خط ایک عورت کے ذریعے سے روانہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے

نبی اکرم ﷺ کو تمام معاملے سے آگاہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے مکہ پہنچنے سے پہلے پہلے اس کی طرف آدمیوں کو بھیجا اور اس سے وہ خط برآمد کرالیا۔ آپ نے حاطب رضی اللہ عنہ پر ناراضی کا اظہار فرمایا تو حاطب رضی اللہ عنہ نے ایسا عذر پیش کیا جسے نبی کریم ﷺ نے قبول فرمالیا۔

ان آیات کریمہ میں کفار و مشرکین وغیرہ سے موالات اور مودت رکھنے کی سخت ممانعت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ موالات و مودت ایمان اور ملت ابراہیم علیہ السلام کے منافی اور عقل کے خلاف ہے جو ایسے دشمن سے پوری طرح سے بچنے کو واجب قرار دیتی ہے جو اپنی دشمنی میں جہد و کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا اور اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ''اے ایمان والو!'' اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو، جو ایمان لائے اس کے ساتھ موالات و مودت رکھو، جو ایمان کے ساتھ عداوت رکھے تم اس کے ساتھ عداوت رکھو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اور اہل ایمان کا دشمن ہے، لہٰذا ﴿لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي﴾ نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے دشمن کو ﴿وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ﴾ ''اور اپنے دشمن کو دوست، تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔'' یعنی تم ان کی محبت و مودت اور اس کے اسباب کے حصول کی کوشش میں جلدی مچاتے ہو۔ جب مودت حاصل ہو جاتی ہے تو نصرت و موالات اس کے پیچھے آتی ہیں، تب بندہ ایمان کے دائرے سے نکل کر اہل کفران کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ کافر کو دوست بنانے والا یہ شخص مروت سے بھی محروم ہے، وہ اپنے سب سے بڑے دشمن سے کیوں کر موالات رکھتا ہے جو اس کے بارے میں صرف برائی کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے رب کی کیوں کر مخالفت کرتا ہے جو اس کے بارے میں صرف بھلائی چاہتا ہے، اسے بھلائی کا حکم دیتا ہے اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے؟

مومن کو کفار کے ساتھ عداوت رکھنے کی طرف یہ چیز بھی دعوت دیتی ہے کہ انہوں نے اس حق کو ماننے سے انکار کر دیا جو مومنوں کے پاس آیا تھا۔ اس مخالفت اور دشمنی سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں، انہوں نے تمہارے اصل دین کا انکار کیا ہے، ان کا گمان ہے کہ تم گمراہ ہو، ہدایت پر نہیں ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے حق کا انکار کیا جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور جو کوئی حق کو ٹھکراتا ہے تو یہ امر محال ہے کہ اس کے پاس کوئی دلیل یا حجت پائی جائے جو اس کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہو، بلکہ حق کا مجرد علم ہی اس شخص کے قول کے بطلان اور فساد پر دلالت کرتا ہے جو حق کو ٹھکراتا ہے۔ یہ ان کی انتہا کو پہنچتی ہوئی عداوت ہے کہ ﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ﴾ اے مومنو! وہ رسول کو اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں اور تمہیں جلاوطن کرتے ہیں۔

ان کے ہاں اس بارے میں تمہارا اس کے سوا کوئی گناہ نہیں کہ ﴿أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو جس کی عبودیت کو قائم کرنا تمام مخلوق پر فرض ہے کیونکہ اسی نے ان کی پرورش کی اور ان کو

ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ جب انہوں نے اس کام سے منہ موڑ لیا، جو سب سے بڑا فرض تھا اور تم نے اس کو قائم کیا، تو وہ تمہارے ساتھ دشمنی پر اتر آئے اور اس بنا پر انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا۔ تب کون سا دین، کون سی مروت اور کون سی عقل بندے کے پاس باقی رہ جاتی ہے اگر پھر بھی وہ کفار کے ساتھ موالات رکھے جن کا ہر زمان و مکان میں یہی وصف رہا ہے؟ ان کو خوف یا کسی طاقتور مانع کے سوا کسی چیز نے ایسا کرنے سے نہیں روکا۔

﴿ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ﴾ یعنی اگر تمہارا گھروں سے نکلنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور اس کی رضا کی طلب کے لئے جہاد فی سبیل اللہ ہے، تو اس کے تقاضے کے مطابق اولیاء اللہ سے موالات اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھو، یہ اس کے راستے میں سب سے بڑا جہاد اور سب سے بڑا وسیلہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے والے اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے سے اس کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ﴿ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ﴾ یعنی تم کفار کے ساتھ مودت کو کیسے چھپاتے ہو، حالانکہ تمہیں علم ہے کہ تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ تمہارا کفار کے ساتھ مودت و موالات رکھنا اگرچہ اہل ایمان پر چھپا ہوا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ عنقریب اپنے بندوں کو ان کے بارے میں اپنے علم کے مطابق نیکی اور بدی کی جزا و سزا دے گا۔ ﴿ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ ﴾ اور جو کوئی کفار سے موالات رکھے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔ ﴿ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴾ ’’تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا‘‘ کیونکہ وہ ایسے راستے پر چل پڑا جو شریعت، عقل اور مروت انسانی کے خلاف ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار کی عداوت پر برانگیختہ کرنے کے لئے کفار کی شدتِ عداوت کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ ﴾ یعنی اگر وہ تمہیں پائیں اور تمہیں اذیت پہنچانے کا ان کو موقع ملے ﴿ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً ﴾ تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں گے ﴿ وَّیَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ ﴾ اور قتل اور ضرب لگانے وغیرہ کے لئے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے۔ ﴿ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ ﴾ اور ایسی بات کہیں گے جو تکلیف دہ ہوگی، یعنی گالی وغیرہ۔ ﴿ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ ’’اور وہ خواہش کریں گے کہ کاش تم کفر کرتے۔‘‘ اور یہی وہ غرض و غایت ہے جو وہ تم سے چاہتے ہیں۔

اگر تم یہ دلیل دیتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم قرابت داری اور اموال کی خاطر کفار سے موالات رکھتے ہیں تو ﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ﴾ اللہ کے مقابلے میں تمہارے رشتے ناتے اور تمہاری اولاد کچھ کام نہیں آئے گی۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴾ ’’اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔‘‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے

تمہیں کفار کی موالات سے بچنے کے لئے کہا ہے جن کی موالات تمہیں نقصان دے گی۔

اے مومنوں کے گروہ! تمہارے لیے ﴿ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ اچھا نمونہ اور ایسی راہ نمائی ہے جو تمہیں فائدہ دے گی ﴿ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ ''ابرہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے (مومن) رفقاء میں ہے۔'' تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم یکسو ہو کر ملت ابراہیم کی اتباع کرو۔ ﴿ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں نے اپنی مشرک قوم اور ان کے معبودوں سے براءت کا اعلان کیا، جنہیں وہ (مشرک) اللہ کے سوا پوجتے تھے۔

پھر پوری صراحت سے ان کے ساتھ اپنی عداوت کی تصریح کی، چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا ﴾ ''ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ظاہر ہو گیا۔'' یعنی پوری طرح ظاہر اور واضح ہو گیا کہ ﴿ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ ﴾ ہمارے اور تمہارے درمیان دلوں کا بغض اور ابدان کی عداوت، دلوں میں سے مودّت زائل ہو گئی اور اس بغض اور عداوت کے لئے کوئی وقت اور حد مقرر نہیں بلکہ یہ عداوت ﴿ اَبَدًا ﴾ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ تم اپنے کفر پر قائم ہو ﴿ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ یعنی جب تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ گے تو عداوت اور بغض زائل ہو جائے گا، عداوت مودّت اور دوستی میں بدل جائے گی، چنانچہ اے مومنو! ایمان، توحید اور اس کے لوازم ومقتضیات کو قائم کرنے میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب میں تمہارے لیے نمونہ ہے۔ ہر چیز میں اسی کو نمونہ بنا کر اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ﴿ اِلَّا ﴾ سوائے ایک خصلت کے اور وہ ہے ﴿ قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ ﴾ حضرت ابراہیم کا اپنے مشرک، کافر اور معاندِ حق باپ آزر کے بارے میں قول، جب آپ نے اپنے باپ کو ایمان اور توحید کی دعوت دی اور اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس سے کہا تھا: ﴿ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ ﴾ میں تیرے لیے مغفرت طلب کروں گا اور حال یہ ہے کہ ﴿ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ ''میں اللہ کے سامنے تمہارے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔'' مگر میں اپنے رب سے دعا کرتا رہوں گا، ہو سکتا ہے کہ میں اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہ رہوں۔

اس حالت میں تم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اقتدا نہ کرو جس میں انہوں نے اپنے مشرک (باپ) کے لئے دعا کی تھی۔ تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم مشرکین کے لئے دعا کرو اور پھر کہو کہ ہم تو ملتِ ابراہیم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر ان الفاظ میں بیان فرما دیا ہے: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ (التوبۃ: ۹/۱۱۴) ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا، صرف ایک وعدے کے سبب سے تھا جو وہ اپنے باپ سے کر چکے تھے، پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس

سے براءت کا اظہار کر دیا۔ بلاشبہ ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھے۔''

تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب میں نمونہ اس وقت (کے طرز عمل میں) ہے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا، اس پر بھروسا کیا، اس کی طرف رجوع کیا اور اپنے عجز و تقصیر کا اعتراف کیا اور کہا: ﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا ﴾ ایسے امور کے حصول میں جو ہمیں فائدہ دیتے ہیں اور ایسے امور کو دور کرنے میں جو ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم تجھ ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔ ﴿ وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا ﴾ یعنی ہم تیری اطاعت، تیری رضا اور ان تمام امور کی طرف لوٹتے ہیں جو تیرا قرب عطا کرتے ہیں اور نیک اعمال کے ذریعے سے اس قرب کے حصول میں کوشاں ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم نے تیری طرف لوٹنا ہے، ہم تیری خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور وہ اعمال سرانجام دے رہے ہیں جو تیرے قریب کرتے ہیں۔

﴿ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کے سبب سے تو کفار کو ہم پر مسلط نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں فتنے میں مبتلا کر دیں اور ہمیں ان امور ایمان سے روک دیں جن پر عمل کرنے پر ہم قادر ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی فتنے میں مبتلا کریں گے کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ انہیں غلبہ حاصل ہے تو سمجھیں گے وہ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں اس طرح وہ کفر اور سرکشی میں اور زیادہ بڑھ جائیں گے۔ ﴿ وَاغْفِرْ لَنَا ﴾ ہم نے جن گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اور مامورات کی تعمیل میں ہم سے جو تقصیر سرزد ہوئی ہے، وہ ہمیں معاف کر دے۔ ﴿ رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ ﴾ ''اے ہمارے رب! بے شک تو (ہر چیز پر) غالب ہے۔'' ﴿ الْحَكِيْمُ ﴾ جو تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے، لہٰذا اپنی عزت و غلبے اور اپنی حکمت کے وسیلے سے ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما، ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے عیوب کی اصلاح کر۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی پیروی کی ترغیب دی اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ ''تحقیق تمہارے لیے انہی لوگوں میں ایک اچھا نمونہ ہے۔'' اور ہر شخص کے لئے اس نمونے کی پیروی کرنا آسان نہیں، یہ صرف اسی شخص کے لئے آسان ہے ﴿ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾ ''جو اللہ (سے ملنے) اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو۔'' کیونکہ ایمان اور اجر و ثواب کی امید، بندے کے لئے ہر مشکل کام کو آسان اور ہر کثیر کو اس کے سامنے قلیل کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور انبیاء و مرسلین کی اقتدا کی موجب بنتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کا بے انتہا محتاج اور ضرورت مند سمجھتا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور انبیاء و مرسلین کی اقتدا سے منہ موڑتا ہے، وہ خود اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں دیتا اور وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ ﴾ ''بے شک اللہ ہی بے پروا ہے۔'' جو ہر لحاظ سے غنائے مطلق کا مالک ہے اور کسی بھی پہلو سے وہ مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں۔ ﴿ الْحَمِيْدُ ﴾

وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں قابل ستائش ہے اور ان تمام امور میں اس کی ستائش کی جاتی ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ عداوت جس کے بارے میں اس نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کے ساتھ رکھیں، اور اہل ایمان کو اس وصف سے موصوف کیا کہ جب تک مشرکین اپنے شرک اور کفر پر قائم ہیں، وہ ان کی دشمنی پر قائم ہیں اور اگر مشرکین دائرۂ ایمان میں منتقل ہو جائیں گے تو حکم بھی اپنی علت کے مطابق ہو گا اور مودت ایمانی لوٹ آئے گی۔

پس اے مومنو! تم ان کے ایمان کی طرف لوٹنے سے مایوس نہ ہو جاؤ ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً﴾ ''عجب نہیں کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم عداوت کرتے ہو، دوستی پیدا کر دے۔'' اور اس کا سبب ان کا ایمان کی طرف لوٹنا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ دلوں کو ہدایت سے بہرہ ور کرنا اور ان کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنا اس کی قدرت کے تحت ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اس کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں کہ وہ اسے بخش نہ سکے اور کوئی عیب بڑا نہیں کہ وہ اسے ڈھانپ نہ سکے۔ ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الزمر: ۵۳/۳۹) ''(اے نبی!) ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بعض کفار کے اسلام لانے کی طرف اشارہ اور اس کی بشارت ہے جو اس وقت کافر اور اہل ایمان کے دشمن تھے۔ اور یہ بشارت پوری ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

جب یہ آیات کریمہ، جو کفار کے ساتھ عداوت پر ابھارتی تھیں، نازل ہوئیں تو اہل ایمان نے ان پر عمل کیا، انہوں نے ان آیات (کے تقاضوں) کو پوری طرح قائم کیا اور بعض مشرک قریبی رشتہ داروں سے تعلق کو گناہ تصور کیا اور سمجھا کہ یہ بھی اس ممانعت میں داخل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ صلہ رحمی اس موالات ومودت کے دائرے میں نہیں آتی جو حرام ٹھہرائی گئی ہے۔ ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے مشرک عزیز واقارب وغیرہ سے حسن سلوک، صلہ رحمی اور ان کو معروف طریقے سے انصاف کے ساتھ بدلہ دینے سے نہیں روکتا مگر اس صورت میں کہ انہوں نے دین کے معاملے میں تمہارے ساتھ جنگ کی ہو نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہو۔ اس لئے تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہو کیونکہ ان حالات میں صلہ رحمی ممنوع ہے نہ ایسا کرنے میں کوئی تاوان ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر والدین کے بارے میں، جبکہ

ان کا بیٹا مسلمان ہو، فرمایا: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ (لقمٰن: ۱۵/۳۱) ''اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر، البتہ دنیا میں معروف طریقے سے ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہ۔''

﴿اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ ''اللہ تو تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے ماننے والوں سے عداوت رکھتے ہوئے تمہارے دین کی وجہ سے ﴿وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا﴾ ''اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور انہوں نے دوسروں کی مدد کی۔'' ﴿عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ﴾ ''تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے میں۔'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں روک دیا ہے ﴿اَنْ تَوَلَّوْهُمْ﴾ اس بات سے کہ قول وفعل میں تم نصرت اور مودت کے ساتھ ان سے دوستی رکھو، رہا تمہارا (اپنے مشرک رشتے داروں کے ساتھ) نیک برتاؤ اور احسان، جو مشرکین کے ساتھ موالات کے زمرے میں نہ آتا ہو، تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نہیں روکا بلکہ یہ حکم اقارب وغیرہ انسانوں اور دیگر مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کے عمومی حکم کے تحت آتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ ان سے دوستی کریں گے تو وہ ظالم ہیں۔'' اور یہ ظلم موالات کے مطابق ہوگا۔ اگر کسی نے پوری پوری موالات اور دوستی رکھی ہے تو یہ کفر ہے جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ اس سے نیچے (دوستی کے) بہت سے مراتب ہیں جن میں بعض بہت سخت اور بعض نرم ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب آئیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے تو تم امتحان لو ان کا اللہ خوب جانتا ہے

بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ

ان کے ایمان کو، پس اگر جانو تم ان کو مومن تو نہ لوٹاؤ تم انہیں کفار کی طرف، نہیں وہ (عورتیں) حلال

لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ

ان کیلئے اور نہ وہ (کافر) حلال ہیں ان کیلئے اور تم دو ان (کفار) کو جو کچھ (مہر) انہوں نے خرچ کیا اور نہیں کوئی گناہ تم پر یہ کہ

تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ

تم نکاح کر لو ان سے جب تم دے دو انہیں حق مہر ان کے اور نہ روکے (قبضے میں) رکھو تم عصمتیں کافر عورتوں کی اور مانگ لو تم جو کچھ (مہر)

اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

خرچ کیا تم نے اور چاہیے کہ مانگیں وہ بھی جو کچھ (مہر) انہوں نے خرچ کیا یہ فیصلہ ہے اللہ کا وہ فیصلہ کرتا ہے تمہارے درمیان اور اللہ خوب جاننے والا

حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ

خوب حکمت والا ہے ○ اور اگر چلی جائیں تم سے کچھ بیویاں تمہاری کفار کی طرف تو بدلہ دو تم ان (خاوندوں) کو پس دو تم ان لوگوں کو

ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

کہ چلی گئی ہیں انکی بیویاں، مثل اس (مہر) کے جو انہوں نے خرچ کیا اور ڈرو تم اللہ سے وہ کہ تم اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہو ○

صلح حدیبیہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کیا کہ کفار میں سے جو کوئی مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو وہ مشرکین کو واپس کر دیا جائے گا۔ یہ عام اور مطلق لفظ تھا جس کے عموم میں مرد اور عورت سب شامل ہیں۔ مردوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ایفائے شرط اور معاہدۂ صلح کو پورا کرنے کے لئے کفار کی طرف واپس لوٹانے سے اپنے رسول کو منع نہیں کیا، جو سب سے بڑی مصلحت تھی۔

رہی عورتیں، تو چونکہ ان کے واپس لوٹانے میں بہت سے مفاسد تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ جب مومن عورتیں ہجرت کر کے ان کے پاس آئیں اور ان کو ان عورتوں کے ایمان کی صداقت میں شک ہو، تو سخت قسم وغیرہ کے ذریعے سے ان کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیا کریں، تاکہ ان کی صداقت ظاہر ہو جائے، کیونکہ اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ ان کے ایمان میں صداقت نہ ہو، بلکہ شوہر یا شہر وغیرہ دنیاوی مقاصد کے لئے ہجرت کی ہو، اگر ان میں یہ وصف پایا جائے، تو ایفائے شرط کے لئے کسی خرابی کے حصول کے بغیر ان کا واپس کیا جانا طے شدہ ہے۔ اگر اہل ایمان نے ان کو جانچ لیا اور ان کو سچا پایا ہو یا جانچ پڑتال کے بغیر ہی اہل ایمان کو ان کے مومن ہونے کا علم ہو، تو وہ ان عورتوں کو کفار کی طرف واپس نہ بھیجیں۔ ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ ''یہ (عورتیں) ان (کافروں) کے لیے حلال ہیں نہ وہ (کافر) ان کے لیے۔'' یہ بہت بڑی خرابی ہے، جس کی شارع نے رعایت رکھی ہے۔ شارع نے ایفائے شرط کی بھی رعایت رکھی کہ ان عورتوں کے عوض میں ان کے کفار شوہروں کو وہ مہر اور اس کے توابع وغیرہ واپس لوٹا دیے جائیں جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیے ہیں۔ تب مسلمانوں کے لئے ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں، خواہ دارالشرک میں ان کے (مشرک) شوہر موجود ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان عورتوں کو مہر اور نان ونفقہ ادا کریں۔

جس طرح مسلمان عورت کافر کے لئے حلال نہیں اسی طرح اہل کتاب کے سوا کافر عورت، جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہے، مسلمان مرد کے لئے حلال نہیں۔ اسی لئے فرمایا: ﴿وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ ''اور تم کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو۔'' جب اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں رکھنے سے منع کیا ہے، تب ان کے ساتھ نکاح کی ابتدا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے ﴿وَسْـَٔلُوا مَا أَنفَقْتُمْ﴾ اے مومنو! جب تمہاری مرتد بیویاں کفار کی طرف واپس لوٹیں تو ان سے اس مال کا مطالبہ کرو جو تم نے ان پر خرچ کیا ہے۔ جب کفار اپنی ان

عورتوں کو عطا کیا ہوا مہر وصول کر سکتے ہیں جو مسلمان ہو گئی ہوں، تو اس کے مقابلے میں مسلمان بھی اس مہر کو وصول کرنے کے مستحق ہیں جو ان کی (مرتد) بیویوں کے ساتھ کفار کے پاس گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی زوجیت سے نکلنا قیمت رکھتا ہے، اگر کوئی فاسد کرنے والا عورت کے نکاح کو، رضاعت یا کسی اور سبب کی بنا پر فاسد کر دے، تو اس کے مہر کی ضمان ہے، یعنی مہر کی ادائیگی ضروری ہے ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ﴾ یعنی یہ فیصلہ، جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو اس نے تمہارے سامنے بیان کر کے واضح کیا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' لہٰذا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون سے احکام تمہارے لئے درست ہیں، لہٰذا وہ اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق اپنے احکام مشروع کرتا ہے۔

﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے۔'' اس سبب سے کہ وہ مرتد ہو کر واپس چلی گئی ہو۔ ﴿فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا﴾ ''تو تم (مال غنیمت میں سے) ان کو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا۔'' جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے اس مہر کا بدل وصول کرتے تھے جو ان کی بیویوں کے پاس مسلمانوں کی طرف چلا جاتا تھا، تو مسلمانوں میں سے کسی کی بیوی کفار کے پاس چلی جائے اور وہ اس سے محروم ہو جائے، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ غنیمت میں سے اسے اس مال کا بدل عطا کریں جو مہر کی صورت میں اس نے اپنی بیوی پر خرچ کیا تھا۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور تم اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ پر تمہارا ایمان تم سے تقاضا کرتا ہے کہ تم دائمی طور پر تقوے کا التزام کرو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ

اے نبی! جب آئیں آپکے پاس مومن عورتیں، وہ بیعت کریں آپ سے اوپر اس بات کے کہ نہیں شریک ٹھہرائیں گی وہ اللہ کیساتھ کسی چیز کو اور

لَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

نہیں چوری کرینگی وہ اور نہیں زنا کرینگی وہ اور نہیں قتل کرینگی وہ اپنی اولاد کو اور نہیں لائینگی وہ کوئی ایسا بہتان کہ گھڑا ہو انہوں نے اسکو درمیان

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے اور نہیں نافرمانی کریں گی وہ آپ کی کسی نیک کام میں، تو آپ بیعت لے لیں ان سے

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲

اور مغفرت طلب کریں آپ ان کے لیے اللہ سے، بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○

اس آیت کریمہ میں مذکورہ شرائط ''عورتوں کی بیعت'' کے نام سے موسوم ہیں جو ان مشترکہ واجبات کی ادائیگی پر بیعت کرتی تھیں، جو تمام اوقات میں مردوں اور عورتوں پر واجب ہیں۔ رہے مرد، تو ان کے احوال و مراتب کے مطابق جو واجبات ان پر لازم آتے اور متعین ہوتے ہیں، ان میں تفاوت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیٔ اکرم ﷺ کو جو حکم دیتا تھا آپ اس کو بجالاتے تھے، جب عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کرتیں اور ان مذکورہ شرائط کا التزام کرتیں تو آپ ان سے بیعت لے لیا کرتے تھے۔ آپ ان کی دل جوئی کرتے اور ان امور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بخشش طلب کرتے جن میں ان سے کوتاہی واقع ہوتی اور انہیں جملہ مومنین میں ان شرائط کے ساتھ شامل کرتے کہ ﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی'' بلکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق سمجھیں گی ﴿وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔'' جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں جاہل عورتوں سے اپنی بیٹیوں کو ''زندہ درگور'' کرنا صادر ہوتا تھا۔ ﴿وَلَا يَزْنِيْنَ﴾ ''اور وہ زنا نہیں کریں گی۔'' جیسا کہ غیر مردوں سے یاری دوستی رکھنے والی عورتوں میں یہ فعل کثرت سے موجود تھا ﴿وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ﴾ ''اور کوئی ایسا بہتان نہ لگائیں گی جو خود اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑ لیں۔'' بہتان سے مراد غیر پر افترا پردازی ہے، یعنی وہ کسی بھی حالت میں افترا پردازی نہیں کریں گی، خواہ اس کا تعلق خود اپنے اور اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا شوہر کے علاوہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ ﴿وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ یعنی کسی بھی نیک کام میں، جس کا آپ حکم دیں، وہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی کیونکہ آپ کا حکم معروف کے مطابق (نیک) ہی ہوگا۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نوحہ کرنے، گریبان چاک کرنے، چہرہ نوچنے اور جاہلیت کی آواز نکالنے کی ممانعت میں آپ کی اطاعت کریں گی۔ ﴿فَبَايِعْهُنَّ﴾ جب وہ مذکورہ احکام کی تعمیل کا التزام کریں تو ان سے بیعت لیجیے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾ اور ان کی دل جمعی کے لئے، ان کی تقصیر کی اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجیے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ یعنی وہ نافرمانوں کو بہت کثرت سے بخشنے والا اور گناہ گار تائبین پر احسان کرنے والا ہے۔ ﴿رَّحِيْمٌ﴾ اس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں اور اس کا احسان تمام مخلوقات کو شامل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ دوستی کرو تم اس قوم سے کہ غصے ہوا اللہ ان پر، تحقیق وہ مایوس ہو گئے ہیں آخرت سے

كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

جیسے مایوس ہو گئے کفار اہل قبور سے ○

یعنی اے مومنو! اگر تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اس کی رضا کی اتباع کرتے ہو اور اس کی ناراضی سے دور

رہتے ہوتو ﴿لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ ناراض ہوا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ محض ان کے کفر کی وجہ سے ان پر ناراض ہے اور یہ کفر کی تمام اصناف کو شامل ہے۔ ﴿قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾ ''وہ آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں''یعنی انہیں آخرت کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا، اس لئے آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اس لئے تم ان کو دوست بنانے سے بچو ورنہ تم بھی ان کے شر اور شرک کی موافقت کرنے لگو گے اور اس طرح تم بھی آخرت کی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے جیسے وہ محروم ہو گئے۔

﴿كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾ ''جس طرح کافروں کو مردوں (کے جی اٹھنے) کی امید نہیں۔'' یعنی جب وہ آخرت کے گھر کو جائیں گے، وہاں حقیقتِ امر کا مشاہدہ کریں گے اور انہیں علم الیقین حاصل ہوگا کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

اس معنیٰ کا احتمال بھی ہے کہ وہ آخرت سے مایوس ہو گئے ہیں، یعنی انہوں نے آخرت کا انکار اور اس کے ساتھ کفر کیا ہے۔ تب ان سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کاموں اور اس کے عذاب کے موجبات کا اقدام کریں اور ان کا آخرت سے مایوس ہونا ایسے ہی ہے جیسے قیامت کا انکار کرنے والے کفار، دنیا میں اصحاب قبور کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے سے مایوس ہیں۔

تفسیر سورۃ الصّف

سُوْرَةُ الصَّفِّ (٦١) مَدَنِيَّةٌ (١٠٩) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١٤ رُكُوْعَاتُهَا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰاَيُّهَا

تسبیح کرتی ہے اللہ کے لیے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو چیز ہے زمین میں' اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو تم وہ جو نہیں کرتے تم؟ ○ بڑی ہے باعتبار ناراضی کے نزدیک اللہ کے

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

یہ (بات) کہ کہو تم وہ جو نہیں کرتے تم ○

یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے غلبے کا بیان ہے، نیز اس حقیقت کا بیان ہے کہ تمام اشیاء اس کے سامنے سرافگندہ ہیں اور آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس سے اپنی حوائج طلب کرتے ہیں۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہ غالب ہے۔'' یعنی اپنے غلبے اور تسلط کے ذریعے سے تمام اشیاء پر قاہر ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ وہ اپنے خلق و امر میں حکمت والا ہے۔ ﴿يٰاَيُّهَا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ اے ایمان والو! تم نیکی کی باتیں کیوں کرتے ہو اور کیوں لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہو، بسا اوقات اس پر تمہاری تعریف بھی کی جاتی ہے اور حال تمہارا یہ ہے کہ تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے؟ تم لوگوں کو بدی سے روکتے ہو اور بسا اوقات تم خود اپنے آپ کو اس سے پاک قرار دیتے ہو، حالانکہ تم اس بدی میں ملوث اور اس سے متصف ہو؟ کیا یہ مذموم حالت مومنوں کے لائق ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی ناراضی کی بات ہے کہ بندہ ایسی بات کہے جس پر خود عمل نہ کرتا ہو؟ اس لئے نیکی کا حکم دینے والے کے لئے مناسب یہی ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے اس نیکی کی طرف سبقت کرنے والا ہو اور بدی سے روکنے والا لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس بدی سے دور ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲/۴۴) ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم میں اتنی بھی سمجھ نہیں؟“ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ﴾ (ھود: ۱۱/۸۸) ”اور میں نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تمہیں منع کرتا ہوں، اسے خود کرنے لگوں۔“

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ' گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور اس بات کی تعلیم ہے کہ انہیں جہاد میں کیا کرنا چاہئے؟ ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جہاد میں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کھڑے ہو کر صف بندی کریں اور صفوں میں کوئی خلل واقع نہ ہو، صفیں ایک نظم اور ترتیب کے مطابق ہوں، جس سے مجاہدین کے مابین مساوات اور ایک دوسرے کے لئے قوت اور دشمن پر رعب طاری ہوتا ہو اور اس سے مجاہدین میں ایک دوسرے کے لئے نشاط پیدا ہوتا ہو بنا بریں جب لڑائی کا وقت آجاتا تو رسول اللہ ﷺ خود اپنے اصحابِ کرام کی صف بندی کرتے اور ان کو ان کی اپنی اپنی جگہوں پر اس طرح ترتیب دیتے جہاں وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کریں بلکہ ہر دستہ اپنے مرکز کے ساتھ رابطے کا اہتمام رکھے اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرے، اسی طریق کار سے کام پایۂ اتمام کو پہنچتا اور کمال حاصل ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے: اے میری قوم! کیوں ایذا دیتے ہو تم مجھے حالانکہ تم جانتے ہو کہ بلاشبہ میں رسول ہوں اللہ کا

اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

تمہاری طرف؟ پس جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو ٹیڑھے کر دیئے اللہ نے ان کے دل اور اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسق قوم کو ○

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ﴾ "اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔" یعنی ان کے کرتوت پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے اور انھیں آپ کو اللہ کا رسول سمجھنے کے باوجود اذیت پہنچانے سے باز رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ ﴾ اپنے اقوال و افعال کے ذریعے سے تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ ﴿ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ﴾ "اور تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔" رسول کا اکرام و تعظیم، اس کے احکامات کی تعمیل اور اس کے فیصلے کو قبول کرنا رسول کا حق ہے۔

رہا رسول کو اذیت پہنچانا جس کا مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان ہے، تو یہ سب سے بڑی بے شرمی، جسارت اور صراط مستقیم سے انحراف ہے جسے جان بوجھ کر انھوں نے ترک کر دیا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا ﴾ "پس جب انھوں نے کج روی کی۔" یعنی اپنے ارادے سے حق سے پھر گئے ﴿ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ "تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔" یعنی ان کی کج روی کی سزا کے طور پر جسے انھوں نے اپنے لئے خود چنا اور اس پر راضی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کی توفیق نہ دی اور وہ شر کے سوا کسی چیز کے قابل نہ تھے۔ ﴿ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾ "اور اللہ فاسق و نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" یعنی وہ لوگ کہ فسق جن کا وصف ہے اور وہ ہدایت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو گمراہ کرنا اس کا ظلم نہیں اور نہ بندوں کی اس پر کوئی حجت ہے، بلکہ اس گمراہی کا سبب وہ خود ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کو پہچان لینے کے بعد اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے خود بند کر لئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدلے کے طور پر سزا دیتے ہوئے اور اپنے عدل کی بنا پر ان کو گمراہی اور کجروی میں مبتلا کرتے ہوئے ان کے دلوں کو بدل ڈالتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۱۰/۶) "اور ہم ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو بدل ڈالتے ہیں جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں۔"

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا

اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے: اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف، تصدیق کرنے والا

لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ

اس کی جو مجھ سے پہلے ہے تورات، اور بشارت دینے والا ایک رسول کی، وہ آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۶ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی

پھر جب وہ (رسول) آیا ان کے پاس واضح دلیلوں کے ساتھ تو انھوں نے کہا یہ جادو ہے ظاہر ۝ اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو گھڑے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾

اللہ پر جھوٹ حالانکہ بلایا جاتا ہے وہ طرف اسلام کی؟ اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ○

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں نور اللہ کا اپنے مونہوں سے جب کہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنا نور اگرچہ ناپسند کریں کافر ○

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ

وہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت اور دین حق کے تاکہ وہ غالب کرے اس کو

عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾

اوپر تمام دینوں کے اگرچہ ناپسند کریں مشرک ○

اللہ تبارک وتعالیٰ متقدمین بنی اسرائیل کے عناد کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعوت دی اور فرمایا: ﴿ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بھلائی کی طرف بلاؤں اور برائی سے روکوں، اللہ تعالیٰ نے ظاہری دلائل وبراہین کے ذریعے سے میری تائید فرمائی ہے جو میری صداقت پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس بات پر دلالت کرتی ہیں ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ﴾ کہ میں اپنے سے پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں، یعنی میں وہی کچھ لے کر آیا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام تورات اور آسمانی شریعت میں سے لے کر آئے تھے۔ اگر میں نبوت کا ایسا مدعی ہوتا، جو اپنے دعوائے نبوت میں سچا نہ ہوتا، تو میں ایسی چیز لاتا جسے انبیاء ومرسلین لے کر نہیں آئے۔ میرا اپنے سے پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرنا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ تورات نے میری بعثت کی خبر اور میرے آنے کی خوشخبری دی ہے اور مجھے تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

﴿ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ﴾ ''اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہوگا۔'' اور وہ ہیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی (صلی اللہ علیہ وسلم) پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیائے کرام کی طرح سابق گزرے ہوئے نبی کی تصدیق اور بعد میں آنے والے نبی کی بشارت دیتے ہیں، بخلاف نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کے، جو انبیاء ومرسلین سے سخت منافقت رکھتے ہیں اور اوصاف واخلاق اور امر ونہی میں ان کے خلاف ہوتے ہیں۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ پھر جب ان کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر تشریف لے آئے جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی ﴿ بِالْبَیِّنٰتِ ﴾ واضح دلائل کے ساتھ، جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کی بشارت دی گئی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں ﴿ قَالُوْا ﴾ تو انہوں نے حق سے عناد رکھتے اور

اسے جھٹلاتے ہوئے کہا: ﴿ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یہ صریح جادو ہے۔'' یہ عجیب ترین بات ہے کہ وہ رسول جس نے اپنی رسالت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے اور وہ آفتاب نصف النہار سے زیادہ نمایاں ہوگئی ہے، تو اسے جادوگر قرار دیا جائے کہ جس کا جادو واضح ہے، تو اس سے بڑھ کر کوئی اور خذلان ہے؟ اور اس افترا پردازی سے زیادہ بلیغ کوئی اور افترا پردازی ہے؟ جس نے اس حقیقت کی نفی کر دی جو آپ کی رسالت سے معلوم ہے اور اس چیز کا اثبات کر دیا جس سے آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ دور ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾ ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔'' جو یہ بہتان طرازی یا اس کے علاوہ بہتان طرازی کرتا ہے، حالانکہ اس کے پاس کوئی عذر نہیں اور اس کی حجت منقطع ہوگئی کیونکہ ﴿ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ ﴾ ''وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔'' اور اس پر اسلام کے دلائل و براہین واضح ہوگئے ہیں ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' جو اپنے ظلم پر قائم ہیں، جنہیں کوئی نصیحت اپنے ظلم سے باز رکھ سکتی ہے نہ کوئی دلیل و برہان اس سے ہٹا سکتی ہے، خاص طور پر یہ ظالم لوگ جوحق کے مقابلے میں کھڑے ہوئے ہیں تاکہ اسے ٹھکرا دیں اور باطل کی مدد کریں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ ''وہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔'' یعنی ان کی ان فاسد باتوں کی، جو ان سے صادر ہوتی ہیں اور جس کے ذریعے سے وہ حق کو ٹھکرانے کی کوشش کرتے ہیں، کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ اس باطل کے بارے میں صاحب بصیرت کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہیں جن میں وہ سرگرداں ہیں ﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت، حق کی تکمیل جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول بھیجے اور تمام دنیا میں اپنے نور کو ظاہر کرنے کا ذمہ لیا ہے، خواہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور اس ناگواری کے سبب سے وہ اپنی پوری کوشش کر لیں جس پر وہ قدرت رکھتے ہوں اور جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا وسیلہ بنا سکتے ہوں، پس وہ مغلوب ہی ہوں گے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سورج کی روشنی کو بجھانے کے لیے اپنے منہ سے پھونکیں مارے، چنانچہ انہوں نے اپنی مراد پائی نہ ان کی عقل نقص اور جرح وقدح سے سلامت ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین اسلام کے حسی اور معنوی غلبے اور فتح و نصرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى ﴾ ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ بھیجا۔'' یعنی اس نے اپنا رسول علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ مبعوث کیا۔ علم سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تکریم والے گھر کی طرف راہنمائی کرتا ہے، جو بہترین اعمال و اخلاق سکھاتا ہے اور جو دنیا و آخرت کے تمام مصالح کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ ﴿ وَدِيْنِ الْحَقِّ ﴾

''اور دین حق کے ساتھ۔''یعنی وہ دین جسے اختیار کیا جاتا ہے، جس کے ذریعے سے رب کائنات کی بندگی کی جاتی ہے، جو سراسر حق اور صدق ہے، جس میں کوئی نقص ہے نہ اسے کوئی خلل لاحق ہے، جس کے اوامر قلب وروح کی غذا اور جسم کی راحت ہیں اور اس کے نواہی کو ترک کرنا شر اور فساد سے سلامتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو جس ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے وہ آپ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل اور برہان ہے اور جب تک دنیا باقی ہے یہ دلیل باقی رہے گی، خردمند جتنا زیادہ اس میں غور وفکر کرے گا اتنی ہی اسے فرحت وبصیرت حاصل ہوگی۔ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ تاکہ وہ اس دین کو حجت اور دلیل کے ذریعے سے تمام ادیان پر اور اہل دین کو، جو اس پر قائم ہیں، شمشیر وسناں کے ذریعے سے (باطل قوتوں پر) غالب کردے۔

رہا دین، تو یہ غلبہ ہر زمانے میں اس کا وصف لازم رہا ہے، چنانچہ کوئی غالب آنے کی کوشش کرنے والا اس پر غالب آسکتا ہے نہ جھگڑنے والا اس کو زیر کرسکتا ہے۔ دین ہمیشہ فتح مند ہی رہے گا، اسی کو فوقیت اور غلبہ حاصل رہے گا۔

رہے وہ لوگ جو دین اسلام سے انتساب رکھتے ہیں تو جب وہ اس دین کو قائم کریں، اس کے نور سے روشنی حاصل کریں، اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں اس کے لائحہ عمل کو راہ نما بنائیں، تو اس طرح کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور ان کا تمام اہل ادیان پر غالب آنا لازمی ہے اور اگر وہ اس دین کو ضائع کردیں اور اس کے ساتھ مجرد انتساب ہی کو کافی سمجھیں، تو دین ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ان کا دین کو چھوڑ دینا ان پر دشمن کے تسلط کا سبب بنے گا۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں اور متاخرین کے احوال کے استقراء اور ان میں غور وفکر کے ذریعے سے اس حقیقت کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں رہنمائی کروں تمہاری اوپر ایسی تجارت کے جو نجات دے تمہیں عذاب دردناک سے؟○ ایمان لاؤ تم

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے اور جہاد کرو تم اللہ کی راہ میں ساتھ اپنے مالوں اور اپنے نفسوں کے یہ بہت بہتر ہے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

تمہارے لیے اگر ہو تم جانتے○ وہ (اللہ) بخش دیگا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور داخل کریگا تمہیں ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى

انکے نیچے نہریں اور محلات پاکیزہ میں (جو) ہمیشہ رہنے والے باغات میں ہیں یہ ہے کامیابی بہت بڑی○ اور (تمہارے لیے نعمت ہے) ایک اور

تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کہ پسند کرتے ہو تم اس کو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح قریب اور بشارت دے دیجیے مومنوں کو ○ اے لوگو

اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ

جو ایمان لائے ہو! ہو جاؤ تم مددگار اللہ کے جیسے کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے' کون ہے مددگار میرا

اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ

اللہ کے لیے؟ کہا حواریوں نے ہم ہیں مددگار اللہ کے پس ایمان لایا ایک گروہ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بنی اسرائیل میں سے اور کفر کیا ایک گروہ نے، سو قوت دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے

عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

ان کے دشمنوں پر تو ہو گئے وہ غالب ○

یہ ارحم الراحمین ہستی کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے سب سے بڑی تجارت، جلیل ترین مطلوب اور بلند ترین مرغوب کی طرف راہ نمائی، دلالت اور وصیت ہے، جس کے ذریعے سے المناک عذاب سے نجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے حصول میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے پیش کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ بصارت والا ہر شخص اس میں رغبت رکھتا ہے اور ہر عقل مند اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ گویا کہا گیا ہے کہ وہ کون سی تجارت ہے جس کی یہ قدر ہے؟ پس فرمایا: ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ'' اور یہ چیز معلوم ہے کہ ایمان کامل ان امور کی تصدیق جازم کا نام ہے جن کی تصدیق کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، جو اعمالِ جوارح کو مستلزم ہے، جن میں سے جلیل ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔'' وہ اس طرح کہ تم اپنے نفوس اور جانوں کو دشمنان اسلام کے مقابلے میں خرچ کرو اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے کلمے کی سربلندی ہو، اس مطلوب و مقصود کے حصول میں جو مال تمھیں میسر ہے اسے خرچ کرو۔ اگرچہ یہ نفوس کے لیے ناگوار اور ان پر شاق گزرتا ہے مگر یہ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' کیونکہ اس میں دنیاوی بھلائی ہے، یعنی دشمنان اسلام پر فتح و نصرت ہے اور عزت ہے جو ذلت کے منافی ہے، وسیع رزق اور انشراح صدر اور اس کی کشادگی ہے۔

اس میں اخروی بھلائی بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ثواب کے حصول اور اس کی سزا سے نجات کے حصول میں کامیابی، چنانچہ فرمایا: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف فرما دے گا'' اور یہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جہاد تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں خواہ کبیرہ ہی کیوں نہ

ہوں۔ ﴿ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''اور وہ تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔'' یعنی اس کے مساکن، اس کے محلات، اس کے بالا خانوں اور اس کے درختوں کے نیچے ایسے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جس میں بو نہ ہوگی، ایسے دودھ کی نہریں جاری ہوں گی جس کا ذائقہ متغیر نہ ہو گا، ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کو لذت دے گی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی اور جنت کے اندر ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔

﴿ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ﴾ یعنی جنت میں ہر اچھی چیز جمع ہوگی، بلندی، ارتفاع، عمارتوں کی خوبصورتی اور سجاوٹ، حتی کہ اہل علیین کو دیگر اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے مشرقی یا مغربی افق میں چمک دار ستارہ دیکھا جاتا ہے حتی کہ جنت کی (عمارتوں کی) تعمیر کی کچھ اینٹیں سونے کی ہوں گی کچھ چاندی کی، اس کے خیموں میں موتی اور مرجان جڑے ہوئے ہوں گے، جنت کے بعض گھر زمرد اور بہترین رنگوں کے جواہرات کے بنے ہوئے ہوں گے، حتی کہ ان کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے ان کے اندر سے بیرونی اور باہر سے اندرونی حصہ صاف نظر آئے گا۔ جنت کے اندر خوشبو اور ایسا حسن ہوگا کہ وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کر سکتے ہیں نہ اس کا تصور دنیا میں کسی شخص کے دل میں آیا ہے۔ ان کے لئے ممکن نہیں کہ اسے پا سکیں جب تک کہ اسے دیکھ نہ لیں، وہ اس کے حسن سے متمتع ہوں گے اور اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔

اس حالت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو کامل زندگی عطا نہ کی ہوتی، جو موت کو قبول نہیں کرتی، تو ہو سکتا ہے کہ وہ خوشی سے مر جاتے، البتہ پاک ہے وہ ذات کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی اس کی ثنا بیان نہیں کر سکتی بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے، وہ اس حمد وثنا سے بہت بڑھ کر ہے جو اس کی مخلوق میں سے کوئی بیان کرتا ہے۔ بہت بابرکت ہے وہ جلیل وجمیل ہستی جس نے نعمتوں کے گھر جنت کو تخلیق فرمایا، اس کو ایسا جلال وجمال عطا کیا جو مخلوق کی عقلوں کو مبہوت اور ان کے دلوں کو جکڑ لیتا ہے۔ بالا و برتر ہے وہ ذات جو کامل حکمت کی مالک ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اگر بندے جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھ لیں، تو اس کو حاصل کرنے سے کوئی پیچھے نہ رہے اور انہیں اس دنیا کی ناخوشگوار اور مکدر زندگی کبھی اچھی نہ لگتی، جس کی نعمتوں میں درد والم اور جس کی فرحتوں میں رنج وغم کی ملاوٹ ہے۔

اس کو (جنت عدن) اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل جنت اس میں ہمیشہ مقیم رہیں گے اور اس سے کبھی نکلیں گے نہ اس سے منتقل ہونا چاہیں گے۔ یہ ثواب جزیل اور اجر جمیل ہی درحقیقت بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں یہ ہے اخروی ثواب۔ رہا اس تجارت کا دنیوی اجر وثواب، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ﴾ یعنی تمہیں ایک اور چیز حاصل ہوگی جسے تم پسند کرتے ہو اور وہ ہے

﴿ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ دشمن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فتح ونصرت جس سے عزت وفرحت حاصل ہوتی ہے ﴿ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ﴾ ''اور جلد فتح یابی'' جس سے اسلام کا دائرہ وسیع ہوگا اور وسیع رزق حاصل ہوگا، یہ مومن مجاہدوں کی جزا ہے۔

رہے وہ مومنین جو جہاد نہیں کر رہے۔ جب ان کے علاوہ دوسرے لوگ فریضۂ جہاد ادا کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شریک نہ ہونے والے مومنوں کو بھی اپنے فضل واحسان سے مایوس نہیں کیا بلکہ فرمایا: ﴿ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی مومنوں کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی بشارت دے دو، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتے تاہم ہر شخص کو اس کے ایمان کے مطابق ثواب ملے گا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ جنت میں سو درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے۔''[1]

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ ﴾ ''اے ایمان والو! تم اپنے (اقوال وافعال کے ذریعے سے) اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ'' اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جائے، دوسروں پر اس کے نفاذ کی خواہش رکھی جائے اور جو کوئی دین سے عناد رکھے اور اس کے خلاف جان ومال کے ذریعے سے جنگ کرے اور جو شخص باطل کی اس چیز کے ذریعے سے مدد کرے جس کو وہ اپنے زعم میں علم سمجھتا ہے، حق کی دلیل کا ابطال کرے، اس پر حجت قائم کر کے اور لوگوں کو اس سے ڈرا کر اس کو ٹھکرائے، تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی ترغیب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اللہ کے دین کی مدد کے زمرے میں آتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان نیک لوگوں کی پیروی کرنے پر ابھارا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، فرمایا: ﴿ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''کون ہے جو میری معاونت کرے، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لیے کون ہے جو میرا ساتھ دے، کون ہے وہ جو اس جگہ داخل ہو جہاں میں داخل ہوں اور کون ہے وہ جو اس جگہ سے نکلے جہاں سے میں نکلوں؟''

حواری آگے بڑھے اور کہنے لگے: ﴿ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ﴾ ''ہم اللہ کے مددگار ہیں۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھ جو حواری تھے، سب نصرت دین کی راہ پر چل پڑے ﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ چنانچہ حضرت عیسیٰ اور آپ کے حواریوں کی دعوت کے سبب سے بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا ﴿ وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ﴾ اور ان میں سے ایک گروہ نے انکار کر دیا اور ان کی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا، پس

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: ۲۷۹۰۔

اہل ایمان نے کفار کے ساتھ جہاد کیا۔ ﴿فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ﴾ یعنی ہم نے اہل ایمان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت بخشی، ان کو دشمنوں پر فتح و نصرت سے بہرہ مند کیا ﴿فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ﴾ تو وہ ان پر غالب آ گئے۔ لہٰذا اے امت محمد! تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار، اس کے دین کی دعوت دینے والے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کی مدد کی تھی اور تمہیں تمہارے دشمن پر غالب کرے گا۔

تفسیر سورۃ الجمعۃ

سُوْرَةُ الْجُمُعَة (٦٢) مَدَنِيَّة (١١٠) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰيَاتُهَا ١١ رُكُوْعَاتُهَا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ①

تسبیح کرتی ہے (اس) اللہ کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں (جو) بادشاہ ہے نہایت پاکیزہ، زبردست، خوب حکمت والا ○

یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں، اس کو معبود مانتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ کامل ہے جس کی عالم علوی اور عالم سفلی پر بادشاہی ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک اور اس کی تدبیر کے تحت ہے۔

﴿الْقُدُّوْسِ﴾ عظمت والا، ہر نقص اور ہر آفت سے پاک ہے ﴿الْعَزِیْزِ﴾ تمام اشیاء پر غالب ہے۔ ﴿الْحَكِیْمِ﴾ وہ اپنی تخلیق و امر میں حکمت والا ہے۔ یہ عظیم اوصاف اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ

وہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے وہ تلاوت کرتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور تزکیہ کرتا ہے ان کا

وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ② لا

اور تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب و حکمت کی اور بلاشبہ تھے وہ پہلے (اس سے) البتہ گمراہی ظاہر میں ○

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ③ ذٰلِكَ

اور (آپ کو بھیجا) دوسرے لوگوں میں بھی انہی میں سے کہ ابھی تک نہیں ملے وہ ساتھ ان کے اور وہ خوب غالب، خوب حکمت والا ہے ○ وہ

فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④

فضل ہے اللہ کا، وہ دیتا ہے یہ (فضل) جسے چاہتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے ○

(اُمِّیّٖنَ) سے مراد عرب وغیرہ کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے نہ رسالت کے آثار

اور وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسروں کی نسبت بہت بڑا احسان فرمایا کیونکہ وہ علم اور بھلائی سے بے بہرہ تھے، اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے، شجر و حجر اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، شکاری درندوں کے سے اخلاق رکھتے تھے، طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علوم سے بالکل جاہل تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جس کے نسب، اوصاف جمیلہ اور صداقت کو وہ خوب جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسول پر کتاب نازل کی ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات قاطعہ کی تلاوت کرتا تھا جو ایمان و یقین کی موجب ہیں ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ اور اخلاق فاضلہ کی تعلیم اور ان کی ترغیب کے ذریعے سے ان کو پاک کرتا تھا اور اخلاق رذیلہ سے ان کو روکتا تھا۔ ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ اور ان کو کتاب و سنت کا علم سکھاتا تھا جو اولین و آخرین کے علم پر مشتمل تھا، چنانچہ تعلیم و تزکیہ کے بعد وہ مخلوق میں سب سے زیادہ عالم بلکہ اہل علم و دین کے امام ہو گئے وہ سب سے زیادہ کامل اخلاق کے مالک اور لائحہ عمل کے اعتبار سے سب سے اچھے بن گئے۔ انہوں نے خود بھی راہ راست اختیار کی اور دوسروں کو بھی اس پر گامزن کیا، لہٰذا اس طرح وہ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام اور اہل تقویٰ کے قائد بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسول ﷺ کو ان میں مبعوث فرما کر ان کو کامل ترین نعمت اور جلیل ترین عطیے سے نوازا۔

﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ اہل کتاب میں سے دیگر لوگوں پر بھی احسان فرمایا جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، یعنی ان لوگوں میں جن تک رسول اللہ ﷺ کی دعوت پہنچی تھی۔ اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ وہ فضیلت میں ابھی ان تک نہیں پہنچ سکے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ ان کا زمانہ نہیں پا سکے، بہرحال دونوں احتمالات کے مطابق دونوں معنی صحیح ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث کیا، جنہوں نے اسے دیکھا اور اس کی دعوت کا ساتھ دیا، ان کو ایسے خصائص اور فضائل حاصل ہیں، کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ان خصائص اور فضائل میں ان تک پہنچ سکے۔

یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو مہمل اور بے کار نہیں چھوڑا، بلکہ ان میں رسول مبعوث فرمائے، ان کو امر و نہی کا مکلف بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے اس فضل سے بہرہ مند کرتا ہے، ان پر یہ نعمت بدنی عافیت اور رزق کی کشادگی جیسی دنیاوی نعمتوں سے افضل ہے۔ پس دین کی نعمت سے بڑی کوئی نعمت نہیں، دین کی نعمت فوز و فلاح اور ابدی سعادت کی روح ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ

مثال ان لوگوں کی کہ اٹھوائے گئے وہ تورات، پھر نہ اٹھایا انہوں نے اسکو، مانند مثال اس گدھے کے ہے جو اٹھاتا ہے کتابیں، بری

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ

مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیات کو، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ۝ کہہ دیجیے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

اے لوگو جو یہودی ہوئے! اگر دعویٰ کرو تم اس بات کا کہ بلاشبہ تم دوست ہو اللہ کے سوائے (دوسرے) لوگوں کے تو تم تمنا کرو

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

موت کی اگر ہو تم سچے ○ اور نہیں تمنا کریں گے وہ اس کی کبھی بھی بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ

اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ○ کہہ دیجیے: بلاشبہ موت' وہ کہ بھاگتے ہو تم اس سے' تو یقیناً وہ ملنے والی ہے تمہیں'

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ ع

پھر لوٹائے جاؤ گے تم طرف اسکی (جو) جانتا ہے غیب اور حاضر کو پس وہ خبر دیگا تمہیں ساتھ اس چیز کے کہ جو تھے تم عمل کرتے ○

جب اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا جن کے اندر اپنا نبی امی (ﷺ) مبعوث فرمایا۔ تو ان کے ایسے خصوصی مناقب کا ذکر کیا جن میں کوئی شخص ان تک نہیں پہنچ سکا، اس سے مراد نبی اُمی کی امت کے لوگ ہیں، جو اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے، حتیٰ کہ اہل کتاب پر بھی فوقیت لے گئے جو اپنے آپ کو علمائے ربانی اور احبار متقدمین سمجھتے تھے...... تو یہ بھی ذکر فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ جن پر تورات کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اور ان کو حکم تھا کہ وہ تورات کی تعلیم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں، انہوں نے اس ذمہ داری کو اٹھایا نہ پورا کیا تو ان کے لئے کوئی فضیلت نہیں اور ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس کی پیٹھ پر علمی کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ کیا یہ گدھا ان کتابوں سے مستفید ہو سکتا ہے جو اس کی پیٹھ پر لاد دی گئی ہیں؟ کیا اس سبب سے اسے کوئی فضیلت ہو سکتی ہے؟ یا اس کا نصیب تو بس ان کتابوں کو اٹھانا ہے؟ یہی مثال اہل کتاب کے ان علماء کی ہے جو تورات کے احکامات پر عمل نہیں کرتے، جن میں سے جلیل ترین اور عظیم ترین حکم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کا حکم، آپ کی بعثت کی بشارت اور آپ جو قرآن لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے کا حکم ہے، پس جس کا یہ وصف ہو وہ ناکامی اور خسارے اور اس کے خلاف حجت کے قائم ہونے کے سوا کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے؟ یہ مثال ان کے احوال کے عین مطابق ہے۔

﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''جو لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کی مثال بری ہے۔'' یعنی وہ آیات جو ہمارے رسول ﷺ کی صداقت اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس کی صحت پر دلالت کرتی ہیں ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ ظالموں کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔'' یعنی جب تک ظلم ان کا وصف اور عناد ان کی صفت ہے، تب تک اللہ تعالیٰ ان کی ان کے مصالح کی طرف راہ نمائی نہیں کرے گا۔ یہود کا ظلم اور عناد یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں مگر وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور تمام لوگوں میں

سے صرف وہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم اپنے زعم میں سچے ہو کہ تم حق پر ہو اور اللہ تعالیٰ کے دوست ہو ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ ''تو تم موت کی آرزو کرو'' اور یہ بڑا خفیف سا معاملہ ہے کیونکہ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ حق پر ہیں تو مقابلے کی اس دعوت (موت کی تمنا) پر توقف نہ کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کی دلیل اور موت کی تمنا نہ کرنے کو ان کے کذب کی دلیل قرار دیا ہے۔

اس اعلان کے باوجود جب (انہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور) ان سے موت کی تمنا واقع نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے موقف کے بطلان اور اس کے فساد کو جانتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور وہ اس موت کی کبھی آرزو نہ کریں گے بہ سبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔'' یعنی گناہ اور معاصی جن کی وجہ سے وہ موت سے خائف ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔'' لہٰذا ممکن نہیں کہ اس پر ان کے ظلم میں سے کچھ چھپ سکے۔ وہ اگرچہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے موت کی تمنا نہیں کرتے بلکہ موت سے بہت زیادہ بھاگتے ہیں مگر ان کا موت سے بھاگنا ان کو موت سے بچا نہیں سکے گا بلکہ موت ان سے ضرور ملاقات کرے گی جسے اللہ نے اپنے بندوں پر لکھ دیا ہے۔

پھر زندگی کی مدت پوری کرنے اور مرنے کے بعد قیامت کے روز تمام مخلوق کو غیب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ ان کو ان کے اچھے برے اور قلیل و کثیر اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب اذان دی جائے نماز کے لیے دن جمعہ کے، تو دوڑو تم طرف ذکر

اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ

اللہ کے اور چھوڑ دو خرید و فروخت کرنا' یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم جانتے ○ پھر جب ادا کر لی جائے نماز

فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

تو پھیل جاؤ تم زمین میں اور تلاش کرو فضل اللہ کا' اور یاد کرو اللہ کو خوب' شاید کہ تم

تُفْلِحُوْنَ ⑩ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ

فلاح پاؤ○ اور جب دیکھا انہوں نے (سامان) تجارت یا کوئی تماشہ تو وہ دوڑ پڑے اسکی طرف اور چھوڑ دیا انہوں نے آپکو کھڑا ہوا، کہہ دیجیے:

مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ ع ۲ ۱۴

جو اللہ کے پاس ہے (وہ) بہت بہتر ہے تماشے سے اور (سامان) تجارت سے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جمعہ کی نماز میں شریک ہونے اور اس کے لئے جب اذان دی جائے تو

اس کی طرف جلدی کرنے اور کوشاں ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہاں ''سعی'' سے مراد جلدی کرنا، اہتمام کرنا اور جمعہ کی نماز کو سب سے اہم کام قرار دینا ہے، اس سے مراد دوڑنا نہیں جس کو نماز کے لئے جاتے وقت ممنوع کیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَ ذَرُوا الْبَيْعَ﴾ یعنی جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دے دی جائے تو خرید وفروخت چھوڑ دو اور نماز کے لئے چل پڑو۔ ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ کیونکہ جمعہ کی نماز تمہارے خرید وفروخت میں مشغول ہونے سے اور تمہارے فرض نماز کو ضائع کرنے سے بہتر ہے، جو تمام فرائض سے زیادہ مؤکد ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ اگر تم اس حقیقت کو جانتے ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور جو کوئی دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہے وہ حقیقی خسارے میں پڑتا ہے جب کہ وہ سمجھتا یہ ہے کہ وہ نفع حاصل کر رہا ہے۔ خرید وفروخت کو چھوڑ دینے کا یہ حکم صرف جمعہ کی نماز کی مدت تک کے لئے ہے۔

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ۔'' کام کاج اور تجارت کے لئے، چونکہ تجارت میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونے کا مقام ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے تلافی ہو جائے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ یعنی اپنے کھڑے ہونے، بیٹھنے اور اپنے لیٹنے کے احوال میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ ﴿لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تاکہ تم فلاح پاؤ'' کیونکہ ذکر الٰہی کی کثرت فلاح کا سب سے بڑا سبب ہے۔

﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا﴾ جب وہ کوئی سودا بکتا یا لہو ولعب دیکھتے ہیں تو اس لہو ولعب یا تجارت کی حرص میں مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں اور بھلائی کو چھوڑ دیتے ہیں ﴿وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ اور آپ لوگوں کو کھڑے خطاب کرتے رہ جاتے ہیں۔ یہ واقعہ جمعہ کے روز پیش آیا، نبی اکرم ﷺ لوگوں کو (جمعہ کا) خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ منورہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا۔ جب لوگوں نے مسجد میں قافلے کی آمد کے بارے میں سنا تو وہ مسجد سے نکل گئے اور ایک ایسے معاملے میں عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے چھوڑ دیا، جس کے لئے عجلت میں ادب کو ترک کرنا مناسب نہ تھا۔ ﴿قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''کہہ دیجئے: جو اللہ کے پاس ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کے لئے، جو بھلائی کا التزام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر اپنے نفس کو صبر کا خوگر بناتا ہے، جو اجر وثواب ہے ﴿خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ﴾ وہ لہو ولعب اور اس تجارت سے بہتر ہے جس سے اگرچہ بعض مقاصد حاصل ہوتے ہیں تاہم وہ بہت قلیل، ختم ہونے والے رزق اور آخرت کی بھلائی کو فوت کر دینے والے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر رزق کو فوت نہیں کرتا کیونکہ اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، چنانچہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

ان آیات کریمہ سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) اہل ایمان پر جمعہ کی نماز فرض ہے، اس میں شرکت کے لیے جلدی کرنا، اس کے لیے کوشش کرنا اور اس کا اہتمام کرنا واجب ہے۔

(۲) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن دو خطبے فرض ہیں اور ان میں حاضر ہونا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کی تفسیر دو خطبوں سے کی ہے اور اس کی طرف کوشش کے ساتھ جانے کا حکم دیا ہے۔

(۳) اس سورۂ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت ممنوع اور حرام ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے تاکہ واجب سے غافل ہو کر خرید و فروخت میں مشغول ہونے سے واجب فوت نہ ہو جائے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو اصل میں مباح ہو مگر جب اس سے کسی واجب کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حال میں یہ کام جائز نہیں ہے۔

(۴) ان آیات کریمہ میں جمعہ کے دن دونوں خطبوں میں حاضر ہونے کا حکم ہے اور جو حاضر نہیں ہوتا اس کی مذمت مستفاد ہوتی ہے اور دونوں خطبوں میں خاموش رہنا اس کے لوازم میں شمار ہوتا ہے۔

(۵) وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ نفس کے لہو و لعب، تجارت اور شہوات میں حاضر ہونے کے دواعی نفس کو وہ بھلائیاں یاد کرائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس کی خواہشات پر ترجیح دیتی ہیں۔

تَفْسِيرُ سُوْرَةِ الْمُنَافِقُوْنَ

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ (۶۳) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۴) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ

جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق تو وہ کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ رسول ہیں اللہ کے اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ رسول ہیں اسکے

وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا

اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یقیناً منافق البتہ جھوٹے ہیں ○ انہوں نے بنایا ہے اپنی قسموں کو ڈھال، پس روکا انہوں نے (لوگوں کو)

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

اللہ کی راہ سے، بلاشبہ وہ برا ہے جو ہیں وہ عمل کرتے ○ یہ اس لیے کہ بلاشبہ وہ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا

فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ

تو مہر لگا دی گئی اوپر ان کے دلوں کے، پس وہ نہیں سمجھتے ○ اور جب دیکھتے ہیں آپ ان کو تو اچھے لگتے ہیں آپ کو ان کے جسم اور اگر

وقف لازم

يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ

وہ (کوئی بات) کہیں تو آپ کان لگائیں انکی بات پر گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئیں وہ گمان کرتے ہیں ہر بلند آواز کو اپنے خلاف ہی

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ز اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

وہ دشمن ہیں (پورے) پس آپ بچیں ان سے ہلاک کرے انکو اللہ کہاں پھیرے جاتے ہیں وہ؟ ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے آؤ

يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤

استغفار کریں تمہارے لیے رسول اللہ تو موڑ لیتے ہیں وہ اپنے سر اور آپ دیکھیں گے انہیں کہ وہ رکتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرتے ہیں ○

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

برابر ہے ان پر کیا آپ استغفار کریں ان کے لیے یا نہ استغفار کریں ان کے لیے، ہرگز نہیں بخشے گا اللہ

لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥

ان کو، بلاشبہ اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسق قوم کو ○

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہاں اسلام نہایت کثرت سے پھیل گیا اور اسے غلبہ حاصل ہوا تو اہل مدینہ، یعنی بنو اوس اور بنو خزرج میں سے کچھ لوگ اسلام ظاہر کرنے اور باطن میں کفر رکھنے لگے تاکہ ان کا جاہ باقی، ان کی جان محفوظ اور ان کا مال سلامت رہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعے سے وہ پہچانے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بچیں اور لوگوں کو ان کے بارے میں بصیرت حاصل ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا ﴾ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ منافقین کی یہ گواہی جھوٹ اور نفاق پر مبنی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی تائید کے لئے ان کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔“ وہ اپنے قول اور دعوے میں جھوٹے ہیں اور ان کے قول میں کوئی حقیقت نہیں۔

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ﴾ یعنی انہوں نے اپنی قسموں کو ایک ڈھال بنا رکھا ہے، جس کے ذریعے سے وہ اپنے آپ کو نفاق سے منسوب ہونے سے بچاتے ہیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ پس انہوں نے خود کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رکھا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتے ہیں جن پر ان کا حال مخفی ہے۔ ﴿ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ”کچھ شک نہیں یہ جو کام کرتے ہیں وہ برے ہیں۔“ انہوں نے ایمان ظاہر کیا اور کفر کو چھپایا، اپنے ایمان پر قسمیں کھائیں اور اپنی صداقت کا تاثر دیا۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ وہ چیز جس نے ان کے سامنے نفاق کو مزین کر دیا ﴿ بِاَنَّهُمْ ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم نہیں ہیں بلکہ ﴿ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ ''وہ ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی'' کہ بھلائی ان کے دلوں میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکے گی۔ ﴿ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ پس وہ سمجھتے نہیں کہ کون سی چیز انہیں فائدہ دیتی ہے اور وہ یاد نہیں رکھتے کہ کیا چیز ان کے مصالح کے لئے فائدہ مند ہے؟

﴿ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ﴾ ''اور جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوتے ہیں۔'' یعنی ان کی خوش نمائی اور ترو تازگی کی وجہ سے ﴿ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ﴾ یعنی آپ ان کے حسن کلام کی وجہ سے ان کی باتوں کو سن کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ پس ان کے اقوال اور اجسام بہت اچھے لگتے ہیں مگر ان کے پیچھے اخلاق فاضلہ ہیں نہ اچھا لائحہ عمل، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ﴾ ''گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگائی گئی ہیں۔'' جن میں کوئی منفعت نہیں ہوتی اور ان سے صرف نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ﴿ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ﴾ ''وہ ہر زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انھی پر (بلا آئی) ہے۔'' اور یہ ان کی بزدلی، خوف، دلی کمزوری اور دلوں میں شکوک وشبہات کے سبب سے ہے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ان باتوں کا پتہ نہ چل جائے۔ یہی لوگ ہیں ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ ﴾ جو حقیقی دشمن ہیں کیونکہ ظاہر اور پہچانا ہوا دشمن اس دشمن کی نسبت کم نقصان دہ ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو، وہ دھوکے باز اور چالاک ہو اور وہ یہ ظاہر کرتا ہو کہ وہ دوست ہے، حالانکہ وہ کھلا دشمن ہے۔ ﴿ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ ''پس آپ ان سے بچیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟'' دین اسلام کے دلائل واضح ہو جانے اور اس کے کارنامے نمایاں ہو جانے کے بعد بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف کیسے مائل ہو رہے ہیں جو انہیں خسارے اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں دیتا؟

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ ﴾ جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے ﴿ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ آؤ تاکہ رسول تمہارے ان گناہوں کے بارے میں تمہارے لئے استغفار کریں، جو تم سے صادر ہوئے ہیں تاکہ تمہارے احوال درست اور تمہارے اعمال قبول ہوں مگر وہ نہایت شدت سے ایسا کرنے سے رکے رہے۔ ﴿ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ﴾ ''تو اپنے سر ہلا دیتے ہیں۔'' رسول سے دعا طلب کرنے سے بچنے کے لیے۔ ﴿ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ ﴾ اور آپ انھیں دیکھتے کہ وہ حق کے ساتھ بغض کی وجہ سے حق کو قبول کرنے سے رک جاتے ہیں ﴿ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ اور وہ سرکشی، عناد اور تکبر کی بنا پر حق کی اتباع نہیں کرتے۔

جب رسول اللہ ﷺ سے مغفرت کی دعا کرانے کے لئے ان کو بلایا جاتا ہے تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے (جس کا ذکر گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔) اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ پر لطف و کرم ہے کہ وہ آپ سے

مغفرت کی دعا کروانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نافرمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلے ہوئے اور ایمان پر کفر کو ترجیح دینے والے لوگ ہیں، اس لئے رسول (ﷺ) کا استغفار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۸۰) ''آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت سے بہرہ مند نہیں کرتا۔''

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ

وہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ خرچ کرو تم ان پر جو پاس ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کیلیے ہیں

خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ

خزانے آسمانوں اور زمین کے اور لیکن منافق نہیں سمجھتے ○ وہ کہتے ہیں البتہ اگر لوٹ کر گئے

اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ

ہم مدینہ کی طرف تو ضرور نکال دینگے معزز ترین لوگ اس (مدینہ) سے ذلیل ترین لوگوں کو اور اللہ ہی کیلیے ہے عزت اور اسکے رسول کیلیے

وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ ع

اور مومنوں کے لیے اور لیکن منافق (اس حقیقت کو) نہیں جانتے ○

یہ ان کی نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ شدت عداوت ہے کہ جب انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتحاد، ان کی باہمی الفت اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کی طلب میں ان کی جلد بازی کو دیکھا تو اپنے زعم فاسد کے مطابق کہنے لگے: ﴿ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ﴾ ''تم ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ (خود بخود) بھاگ جائیں۔'' کیونکہ...... ان کے زعم باطل کے مطابق ......اگر منافقین کے اموال اور نفقات نہ ہوتے تو مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے اکٹھے نہ ہوتے۔ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ یہ منافقین، جو دین کی مدد چھوڑنے اور مسلمانوں کو اذیت دینے کی لوگوں میں سب سے زیادہ خواہش رکھتے ہیں، اس قسم کا دعویٰ کریں جس کو صرف وہی شخص قبول کر سکتا ہے جس کو حقائق کا علم نہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ ''اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔'' پس وہ جسے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے رزق سے محروم کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے اس کے لئے رزق کے ذرائع آسان بنا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے

رزق کے ذرائع بہت مشکل کر دیتا ہے ﴿ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ ''لیکن منافق نہیں سمجھتے۔'' اس لئے انہوں نے یہ بات کہی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رزق کے خزانے ان کے قبضۂ قدرت اور ان کی مشیت کے تحت ہیں۔

﴿ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ﴾ وہ کہتے تھے: ''البتہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو معزز ترین لوگ وہاں سے ذلیل ترین لوگوں کو نکال دیں گے۔'' یہ واقعہ غزوہ مُرَیسیع میں پیش آیا، جب کچھ مہاجرین اور انصار کے درمیان تلخ کلامی اور شکر رنجی پیدا ہوئی، اس وقت منافقین کا نفاق سامنے آ گیا اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا ظاہر ہوا۔ ان کے سردار عبداللہ بن اُبی ابن سلول نے کہا: ''ہماری اور ان کی، یعنی مہاجرین کی مثال تو بس ایسے ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے: ''اپنے کتے کو موٹا کرو تجھے ہی کھائے گا'' اور کہنے لگا: ﴿ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ﴾ ''اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔'' اس کے زعم باطل کے مطابق وہ اور اس کے بھائی دیگر منافقین باعزت لوگ ہیں، اور رسول مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی اتباع کرنے والے ذلیل ہیں، حالانکہ معاملہ اس منافق کے قول کے برعکس تھا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''حالانکہ عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے۔'' پس یہی عزت والے ہیں، منافقین اور ان کے بھائی ہی ذلیل ہیں۔ ﴿ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''مگر منافقین اس حقیقت کو نہیں جانتے۔'' اس لئے وہ اپنے باطل موقف کے فریب میں مبتلا ہو کر سمجھتے ہیں کہ وہی عزت والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ غافل کر دے تمہیں تمہارا مال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جو کوئی

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

کرے یہ کام تو وہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے ○ اور خرچ کرو تم اس میں سے جو رزق دیا ہے ہم نے تمہیں، پہلے اس سے

اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ

کہ آئے کسی ایک کو تم میں سے موت پھر وہ کہے اے میرے رب! کیوں نہیں ڈھیل (مہلت) دی تو نے مجھے ایک تھوڑی مدت تک

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ

کہ صدقہ کرتا میں اور ہو جاتا میں صالح لوگوں میں سے؟ ○ اور ہرگز نہیں ڈھیل (مہلت) دے گا اللہ کسی نفس کو جب آ جائیگی اجل اسکی؛

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۱۴

اور اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ اس میں نفع، فوز وفلاح اور بے شمار بھلائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال اور اولاد کی محبت میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونے سے روکا ہے کیونکہ مال اور اولاد کی محبت اکثر نفوس کی جبلت ہے، اسی لیے وہ مال اور اولاد کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس میں بہت بڑا خسارہ ہے، اس لئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ﴾ جسے اس کے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' ابدی سعادت اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے بارے میں خسارے میں رہنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی چیز پر فانی چیز کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (التغابن: ١٥/٦٤) ''بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو۔'' اس حکم میں تمام نفقات واجبہ، مثلاً: زکوٰۃ، کفارات، اہل وعیال اور غلاموں وغیرہ کا نان ونفقہ اور تمام نفقات مستحبہ، مثلاً: تمام مصالح میں مال خرچ کرنا شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسے نفقے کا مکلّف نہیں بنایا جو ان کے لئے نہایت مشکل ہو اور ان پر شاق گزرے بلکہ ان کو اس رزق میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکالنے کا حکم دیا ہے جو اسی نے ان کو عطا اور میسر کیا اور اس کے اسباب مہیا کیے۔

پس انہیں چاہیے کہ وہ اپنے نادار بھائیوں کی مالی مدد کر کے اس ہستی کا شکر ادا کریں جس نے ان کو رزق عطا کیا ہے اور موت سے پہلے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کر لیں۔ موت جب آ جائے گی تو بندے کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ وہ ذرہ بھر بھی بھلائی کر سکے۔ اس لئے فرمایا: ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور پھر وہ کہنے لگے۔'' یعنی اس کوتاہی پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے جو اس وقت واقع ہوئی جب اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ممکن تھا اور واپس لوٹائے جانے کی التجا کرتے ہوئے، حالانکہ یہ محال ہوگا (کہے گا:) ﴿رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ﴾ ''اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی؟'' تاکہ جو میں نے کوتاہی کی ہے اس کا تدارک کر سکوں۔ ﴿فَاَصَّدَّقَ﴾ پس اپنے مال میں سے صدقہ کروں جس کے ذریعے سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤں اور ثواب جزیل کا مستحق ٹھہروں ﴿وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ اور تمام مامورات کو ادا کر کے اور تمام منہیات سے اجتناب کر کے صالحین میں شامل ہو سکوں اور اس میں حج وغیرہ بھی شامل ہے۔

اس التجا اور تمنا کا وقت چلا گیا، جس کا تدارک ممکن نہیں، بنابریں فرمایا: ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا﴾ ''اور اللہ ہر گز مہلت نہیں دیتا کسی نفس کو جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے'' جس کا آنا حتمی ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی تم جو اچھے یا برے اعمال کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان کی خبر رکھتا ہے وہ تمہاری نیتوں اور اعمال کے بارے میں اپنے علم کے مطابق تمہیں تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا سزا دے گا۔

تفسیر سورۃ التغابن

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ (۱۰۸) مَدَنِيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۸ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى

تسبیح کرتی ہے اللہ کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں، اسی کیلئے بادشاہی ہے اور اسی کیلئے (ہر قسم کی) حمد اور وہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

ہر چیز کے خوب قادر ہے ○ وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں، پس کچھ تم میں سے کافر ہیں اور کچھ تم میں سے مومن ہیں اور اللہ ساتھ اسکے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ

جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے ○ اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے اور اس نے صورت بنائی تمہاری پس اچھی بنائیں تمہاری صورتیں،

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

اور اسی کی طرف واپسی ہے ○ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو تم

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

اور جو ظاہر کرتے ہو تم، اور اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

یہ آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کے عظیم اوصاف کے وسیع حصے پر مشتمل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل الوہیت، بے پایاں غنا اور تمام مخلوق کے اس کے سامنے محتاج ہونے کا ذکر فرمایا ہے، نیز ذکر فرمایا کہ زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اپنے رب کی حمد و ثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اقتدار تمام تر اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے اقتدار سے کوئی چیز باہر نہیں۔ حمد و ثنا کا صرف وہی مالک ہے اس کے لیے حمد ہے اس بنا پر کہ وہ صفات کمال کا مالک ہے، اس کے لیے حمد ہے اس بنا پر کہ اس نے تمام اشیا کو وجود بخشا، اس کے لیے حمد ہے اس بنا پر کہ اس نے احکام شریعت مشروع کیے اور مخلوق کو نعمتیں عطا کیں۔ اس کی قدرت سب کو شامل ہے، موجودات میں سے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس نے ذکر فرمایا کہ اس نے تمام بندوں کو تخلیق کیا، ان میں مومن اور کافر بنائے، پس ان کا ایمان اور کفر تمام اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے، یہی اس کی مشیت ہے، اس نے ان کو قدرت اور ارادہ عطا کیا

جس کی بنا پر وہ امر ونہی میں سے جس چیز کا ارادہ کریں، اس کا اختیار رکھتے ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی، جو مامورات ومنہیات کا مکلف ہے، تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد باقی مخلوقات کا ذکر فرمایا، چنانچہ فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ''اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو۔'' یعنی تمام اجرام ارضی وفلکی اور ان چیزوں کو خوب اچھی طرح تخلیق فرمایا جو ان کے اندر ہیں ﴿ بِالْحَقِّ ﴾ ''حق کے ساتھ۔'' یعنی حکمت کے ساتھ اور اس غرض وغایت کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو مقصود ومطلوب ہے۔ ﴿ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ﴾ ''اور اس نے تمہاری صورت گری کی اور تمہاری بہترین صورتیں بنائیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ (التین: ۹۵/۴) ''ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔'' پس انسان صورت کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سب سے خوبصورت اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔

﴿ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ یعنی قیامت کے دن اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ پس وہ تمہیں تمہارے ایمان اور کفر کی جزا وسزا دے گا، تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھے گا جو اس نے تمہیں عطا کیں کہ آیا تم نے ان نعمتوں پر شکر ادا کیا ہے یا نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عموم علم کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ یعنی وہ ظاہر اور باطن، غیب اور حاضر سب کا علم رکھتا ہے ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ یعنی جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اور جو تمہارے سینوں کے اندر اچھے بھید چھپے ہوئے ہیں یا گندے، نیک نیتیں مستور ہیں یا برے مقاصد، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے تو ایک عقل مند دیدہ ور شخص پر یہ بات متعین ٹھہری کہ وہ اپنے باطن کی اخلاق رذیلہ سے حفاظت کرے اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونے کا حریص ہو اور اس کی کوشش کرے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا (اس سے) پہلے، پس چکھا انہوں نے وبال اپنے کام کا؟ اور ان کیلئے ہے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا

عذاب بہت دردناک ○ یہ بوجہ اس کے ہے کہ بلاشبہ لاتے تھے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں تو وہ کہتے،

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

کیا بشر راہ دکھائیں گے ہمیں؟ پس انہوں نے کفر کیا اور روگردانی کی اور بے پروائی کی اللہ نے اور اللہ بے پروا خوب قابل تعریف ہے ○

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اور عظیم اوصاف کا ذکر فرمایا، جن کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل ہوتی

ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے، اس کی رضا کے حصول میں کوشش کی جاتی ہے اور اس کی ناراضی سے اجتناب کیا جاتا ہے، تب اس نے آگاہ فرمایا کہ اس نے گزشتہ قوموں اور گزرے ہوئے زمانوں کے ساتھ کیا کیا جن کی خبریں متاخرین بیان کرتے چلے آئے ہیں اور سچے لوگ ان سے آگاہ کرتے رہے ہیں کہ جب ان کے رسول ان کے پاس حق لے کر آئے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ عناد رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے اندر ان کے کرتوتوں کے وبال کا مزا چکھایا اور ان کو دنیا کے اندر رسوا کیا ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ اور آخرت میں ان کے لئے نہایت الم ناک عذاب ہے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس عقوبت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ سزا اور وبال جو ہم نے ان پر نازل کیا ہے اس سبب سے ہے ﴿ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ کہ ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے جو حق اور باطل پر دلالت کرتے تھے، مگر انہوں نے ناگواری سے منہ پھیر لیا اور اپنے رسولوں کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور کہنے لگے: ﴿ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ﴾ "کیا ایک بشر ہماری راہنمائی کرتا ہے؟" یعنی انہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، تب کس بنا پر اللہ نے ہمیں چھوڑ کر انہیں (نبوت کے لئے) مختص کیا؟ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (ابراھیم: ١١/١٤) "ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم بھی تمہاری مانند بشر ہی ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔" پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو انبیائے کرام علیہم السلام سے روک دیا کہ وہ مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہوں اور تکبر سے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس طرح وہ شجر و حجر کی عبادت میں مبتلا ہو گئے۔

﴿ فَكَفَرُوْا ﴾ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ﴿ وَتَوَلَّوْا ﴾ اور اس کی اطاعت سے منہ موڑ گئے ﴿ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے اور وہ ان کی پروا نہیں کرتا اور ان کی گمراہی اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ﴿ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ وہ ایسا غنی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل اور مطلق کا مالک ہے۔ وہ اپنے اقوال، افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ

دعویٰ کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا یہ کہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے وہ۔ کہہ دیجئے: کیوں نہیں! ہم ہے میرے رب کی! ضرور اٹھائے جاؤ گے تم

ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

پھر ضرور خبر دیئے جاؤ گے تم ساتھ اس چیز کے جو عمل کیا تم نے اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کے عناد، ان کے زعم باطل اور ان کے کسی علم، کسی ہدایت اور کسی روشن کتاب کے بغیر

قیامت کو جھٹلانے کے متعلق آگاہ کرتا ہے۔ پس اس نے اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو حکم دیا کہ وہ اس بات پر اپنے رب کی قسم کھائیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پھر ان کو ان کے اعمال بد اور ان کی تکذیب حق کی سزا دی جائے گی ﴿ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ ''اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔'' خواہ یہ مخلوق کی نسبت سے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہی ہو کیونکہ اگر تمام مخلوق کے قویٰ ایک مردہ چیز کو زندہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس کو زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ رہا اللہ تعالیٰ، تو وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے: ''ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ (الزمر: ۶۸/۳۹) ''اور جب صور پھونکا جائے گا، تو وہ تمام لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ (بے ہوش کرنا نہ) چاہے، پھر اسے دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا تو اسی لمحہ سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے۔''

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

پس ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے اور (ساتھ) اس نور کے وہ جو نازل کیا ہم نے اور اللہ ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ہے○

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کے انکار کا ذکر کیا ہے جو قیامت کا انکار کرتے ہیں، نیز یہ بھی ذکر کیا کہ ان کا یہ انکار اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے ساتھ ان کے کفر کو موجب ہے، اس لئے اس نے اس چیز کا حکم دیا جو ہلاکت اور بدبختی سے بچاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نور سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس کی ضد تاریکی ہے۔ جو احکام، قوانین اور اخبار اس کتاب میں ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، روشنی ہیں جس کے ذریعے سے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں راہ نمائی حاصل ہوتی ہے اور جس کے ذریعے سے رات کی سیاہ تاریکی میں چلا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کی راہ نمائی کے سوا تمام علوم ایسے ہیں جن کے نقصانات ان کے فوائد سے بڑھ کر اور جن کا شر ان کے خیر سے زیادہ ہے بلکہ اس میں کوئی خیر اور کوئی فائدہ ہی نہیں سوائے اس کے جو انبیاء و مرسلین کی لائی ہوئی تعلیمات کے موافق ہو۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان، عزم کامل ان (احکامات و قوانین) پر یقین صادق، اس تصدیق کے مقتضیٰ، یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتے ہیں۔ ﴿ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ''اور اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔'' پس وہ تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ

جس دن وہ جمع کرے گا تمہیں جمع کرنے کے دن یہی دن ہے نقصان کا اور جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور عمل کرے

صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

صالح تو اللہ دور کر دے گا اس سے اس کی برائیاں اور داخل کرے گا اس کو ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک' یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور تکذیب کی ہماری آیتوں کی'

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾ ع

یہ لوگ جہنمی میں' ہمیشہ رہیں گے اس میں' اور برا ہے وہ ٹھکانا ○

یعنی اکٹھا ہونے کے دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو اکٹھا کر کے ایک بہت ہولناک مقام پر کھڑا کرے گا، پھر وہ ان کو ان کے اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گا جو وہ کرتے رہے تھے، اس وقت خلائق کے درمیان امتیاز اور فرق ظاہر ہوگا، کچھ لوگ اعلیٰ علیین کے درجے پر فائز ہو کر عالی شان بالا خانوں اور بلند و بالا منازل میں ہوں گے، جو تمام اقسام کی لذات و شہوات پر مشتمل ہوں گی۔ کچھ لوگوں کو اسفل سافلین کے مقام پر گرا دیا جائے گا جو غم و ہموم اور سخت حزن و عذاب کا مقام ہوگا۔ یہ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور انہوں نے اپنی زندگی کے دوران میں ان کو پیش کیا تھا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ ''یہ نقصان اٹھانے کا دن ہے۔'' یعنی اس دن خلائق کے درمیان نقصان اور تفاوت ظاہر ہوگا۔ اس دن اہل ایمان فاسقوں کو نقصان دیں گے اور مجرم جان لیں گے کہ ان کے پلے تو کچھ بھی نہیں وہ تو محض خسارے میں ہیں۔

گویا کہ پوچھا گیا ہے کہ فلاح اور بدبختی، نعمتیں اور عذاب کس چیز سے حاصل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے، ایسا ایمان جو ان تمام امور کو شامل ہو جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿وَيَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ''اور وہ نیک اعمال کرتا ہے'' یعنی فرائض و نوافل، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتا ہے۔ ﴿يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اللہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔'' ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی نفس خواہش کریں گے، جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی، جس کو ارواح پسند کریں گی، جس کی دل آرزو کریں گے اور وہ ہر مرغوب کی انتہا ہوگی۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾ یعنی جنہوں نے ان آیات کا کسی شرعی یا عقلی دلیل کے بغیر انکار کیا، بلکہ ان کے پاس دلائل اور واضح نشانیاں آئیں، انہوں نے ان دلائل کو جھٹلایا اور جس چیز پر یہ دلالت کرتے تھے اس سے عناد رکھا۔ ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''وہی اہل دوزخ ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔'' کیونکہ اس میں ہر قسم کی مصیبت، سختی، بدبختی اور عذاب ہوگا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم ہی سے اور جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے وہ ہدایت دیتا ہے اس کے دل کو اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى

ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول کی' پس اگر روگردانی کرو تم تو بلاشبہ

رَسُولِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾

ہمارے رسول پر ہے پہنچا دینا ظاہر ○ اللہ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے اور اللہ ہی پر پس چاہیے توکل کریں مومن ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے۔'' یہ آیت کریمہ جان، مال، اولاد اور احباب کے مصائب وغیرہ سب کو شامل ہے، چنانچہ بندوں پر نازل ہونے والے تمام مصائب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے، اس پر اس کا قلم جاری ہو چکا، اس پر اس کی مشیت نافذ ہو چکی اور اس کی حکمت نے اس کا تقاضا کیا۔ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ آیا بندے نے اس ذمے داری کو پورا کیا جو اس مقام پر اس پر عائد تھی یا وہ اس کو پورا نہ کر سکا؟ اگر اس نے اس ذمے داری کو پورا کیا تو اس کے لئے دنیا وآخرت میں ثواب جزیل اور اجر جمیل ہے۔ پھر جب وہ اس حقیقت پر ایمان لے آیا کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تب اس پر راضی ہوا اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، تو اللہ اس کے قلب کو ہدایت سے بہرہ مند کر دیتا ہے، پس وہ مطمئن ہو جاتا ہے، تب وہ مصائب کے وقت گھبراتا نہیں جیسا کہ اس شخص کا وتیرہ ہے جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہیں کرتا مگر مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی اور موجبات صبر کو قائم کرنے کی توفیق سے نوازتا ہے، اس سے اس کو دنیاوی ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ، جزا وسزا کے دن کے لئے ثواب کو ذخیرہ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُونَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۱۰/۳۹) ''جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے حد وحساب اجر عطا کیا جائے گا۔''

اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو کوئی مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ محض اسباب کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے، تو اسے بے یار ومددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

جب بندہ نفس پر بھروسا کرتا ہے تو نفس کے پاس چیخ وپکار اور بے صبری کے سوا کچھ نہیں، یہ وہ فوری سزا ہے جو آخرت کی سزا سے پہلے بندے کو اس دنیا میں اس پاداش میں ملتی ہے کہ اس نے صبر میں کوتاہی کی جو اس پر واجب تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق ہے: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو مصائب کے خاص وقت میں بھی اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا کرتا ہے۔ رہی وہ چیز جو عموم لفظی کی حیثیت سے اس سے تعلق رکھتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جو ایمان لایا، یعنی ایسا ایمان جو مامور بہ ہے اور وہ ہے

اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا۔ پھر ایمان جن لوازم و واجبات کا تقاضا کرتا ہے، اس کے ایمان نے ان کی تصدیق کی۔ بلاشبہ یہی سبب جس کو بندے نے اختیار کیا، اس کے اقوال و افعال، اس کے تمام احوال اور اس کے علم و عمل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ہدایت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ بہترین جزا ہے جو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عطا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی سے بہرہ مند کرتا ہے۔

اصل ثابت قدمی دل کی ثابت قدمی، اس کا صبر اور ہر قسم کے فتنے کے وارد ہونے کے وقت اس کا یقین ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراھیم: ۱٤/۲۷) ''اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے مضبوط بات کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔'' پس اہل ایمان کے دل لوگوں میں سب سے زیادہ راہ ہدایت پر ہوتے ہیں اور وہ گھبراہٹ اور خوف کے موقعوں پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو۔'' یعنی ان دونوں کے اوامر کی تعمیل اور ان کے نواہی سے اجتناب میں ان کی اطاعت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سعادت کا مدار اور فلاح کا عنوان ہے ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کرو ﴿فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''تو ہمارے رسول پر تو صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ہمارے رسول پر تو وہی ہے جو اسے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور وہ سب کچھ نہایت واضح طور پر تمہیں پہنچا دیتا ہے، جس کے ذریعے سے تم پر حجت قائم ہوتی ہے۔ تمہاری ہدایت اس رسول کے قبضۂ قدرت میں ہے نہ تمہارا حساب اس کے اختیار میں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور عدم اطاعت کے بارے میں تمہارا محاسبہ وہ ہستی کرے گی جو غیب اور عیاں کا علم رکھنے والی ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔'' یعنی وہی عبادت اور الوہیت کا مستحق ہے اس کے سوا ہر معبود باطل ہے ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ پس اہل ایمان کو ہر معاملے میں جو بھی انہیں پیش آئے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا چاہیے کیونکہ کوئی معاملہ آسان نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بندے کا اعتماد اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک بندے کا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اور اس معاملے میں اس کے کافی ہونے کا وثوق نہ ہو جس پر وہ بھروسا کر رہا ہے اور بندے کے ایمان کے مطابق اس کے توکل میں قوت اور ضعف ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ بعض تمہاری بیویاں اور (بعض) تمہاری اولاد دشمن ہیں تمہارے، سو بچو تم ان سے

وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ

اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○ یقیناً تمہارے مال

وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾

اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ اس کے ہاں تو اجر عظیم ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ ان میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ دشمن وہ ہوتا ہے جو تمہارے خلاف برائی کا ارادہ رکھتا ہو اور تمہارا وظیفہ (ذمے داری) ایسے شخص سے بچنا ہے جس کی یہ صفت ہو۔ بیویوں اور اولاد کی محبت نفس کی جبلت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایسی محبت کے بارے میں نصیحت کی ہے جو ان کے لئے بیوی اور اولاد کے ایسے مطالبات کے سامنے جھکنے کا موجب بنتی ہے جس میں کوئی شرعی ممانعت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احکام کی تعمیل اور اس ثواب عظیم کے لئے اس کی رضا کو مقدم رکھنے کی ترغیب دی ہے جو بلند مطالب اور عالی قدر محبت پر مشتمل ہے اور اس امر کی ترغیب دی ہے کہ وہ آخرت کو ختم ہو جانے والی فانی دنیا پر ترجیح دیں۔

چونکہ ایسے امور میں بیویوں اور اولاد کی اطاعت سے روکا گیا ہے اور ان سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے جن میں بندے کے لئے ضرر ہے، اس سے بیوی اور اولاد کے بارے میں درشتی اور سختی متوہم ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے بچنے اور ان کے ساتھ عفو و درگزر کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں بہت سے مصالح ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ ''اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' کیونکہ عمل کی جزا اس کی جنس ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا جو کوئی معاف کر دے، اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرتا ہے، جو کوئی درگزر کرے اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کرتا ہے، جو کوئی ایسے امر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے جو اسے پسند ہے اور اس کے بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جسے وہ پسند کرتے ہیں اور وہ ان کے لئے فائدہ مند ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے بندوں کی محبت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس کے معاملے کی حفاظت کی جاتی ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ

پس ڈرو تم اللہ سے جتنی استطاعت رکھتے ہو، اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو تم (ہوگا یہ) بہتر تمہارے نفسوں کے لیے

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا

اور جو کوئی بچا لیا گیا حرص سے اپنے نفس کی تو یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○ اگر تم قرض دو اللہ کو قرض

حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿17﴾

حسنہ تو وہ بڑھائے گا اس کو تمہارے لیے اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بڑا قدر دان' خوب حوصلے والا ہے ○

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿18﴾ ع

جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا' زبردست' خوب حکمت والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ تقوے کا حکم دیتا ہے جو اس کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو استطاعت اور قدرت سے مقید رکھا ہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ واجب جس کو ادا کرنے سے بندہ عاجز ہو، اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ امور پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور کچھ پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ انہی امور پر عمل کرے گا جن پر عمل کرنے کی وہ قدرت رکھتا ہے اور جن پر عمل کرنے سے عاجز ہے وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] [1] ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں استطاعت ہے اس کے مطابق اس پر عمل کرو۔'' اس شرعی قاعدے میں اتنی زیادہ فروع داخل ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاسْمَعُوْا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جو تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اس نے جو احکام تمہارے لئے مشروع کیے ہیں ان کو سنو، ان کو جان لو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کر دو ﴿ وَاَطِيْعُوْا ﴾ اور اپنے تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو ﴿ وَاَنْفِقُوْا ﴾ اور شرعی نفقات واجبہ اور مستحبہ ادا کرو، تمہارا یہ فعل ﴿ خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ﴾ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہوگا کیونکہ بھلائی تمام تر اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرنے، اس کے نصائح کو قبول کرنے اور اس کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہے اور شر تمام تر اس کی مخالفت کرنے میں ہے۔ مگر وہاں ایک اور آفت بھی ہے جو بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مامور بہ نفقات سے روکتی ہے اور وہ ہے بخل، جو اکثر نفوس کی جبلت ہے۔ نفس مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، اس کی موجودگی کو پسند کرتے ہیں اور مال کے ہاتھ سے نکلنے کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔

﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ ﴾ جس شخص کو اللہ نے اس کے نفس کے بخل سے بچا لیا، یعنی اس کو مال خرچ کرنے کی توفیق عطا کر دی جو اس کے لئے فائدہ مند ہے ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ''تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' کیونکہ انہوں نے مطلوب کو پا لیا اور ڈرائے جانے والے امور سے نجات پائی۔ بلکہ شاید یہ ہر اس امر کو شامل ہے جس کا بندے کو حکم دیا گیا یا اس سے اس کو روکا گیا ہے کیونکہ اگر اس کا نفس بخیل ہے تو اس حکم کی

[1] صحيح البخاري' الاعتصام' باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ' ح: ٧٢٨٨ وصحيح مسلم' الحج' باب فرض الحج مرة في العمر' ح: ١٣٣٧ ومسند احمد: ٤٢٨/٢ واللفظ له۔

اطاعت نہیں کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور مامور بہ نفقات کو ہاتھ سے نہیں نکالے گا تو اس نے فلاح نہیں پائی بلکہ دنیا و آخرت میں خسارے میں رہا۔ اگر اس کا نفس سخی ہے، اللہ تعالیٰ کی شریعت پر انشراح کے ساتھ مطمئن اور اس کی رضا کا طلب گار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس فعل کے درمیان، جس کا وہ مکلف کیا گیا ہے، اس فعل کے علم، اللہ تعالیٰ کی رضا کی معرفت اور اس چیز کی بصیرت کے سوا کچھ بھی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر رہا ہے، اس طریقے سے فلاح پائے گا اور تمام تر کامیابی سے بہرہ مند ہوگا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے انفاق کی ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا﴾ ”اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو۔“ اپنی حلال کمائی میں سے ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا جبکہ اس خرچ کرنے سے بندے کا مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کو صحیح مقام پر خرچ کرنا قرض حسنہ ہے۔ ﴿يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ﴾ ”تو وہ اسے تمہارے لیے کئی گنا کر دے گا۔“ یعنی وہ تمہارے لئے اس کے ثواب کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ کئی گنا تک کر دے گا۔ ﴿وَ﴾ اور ثواب کو کئی گنا کرنے کے ساتھ ساتھ ﴿يَغۡفِرۡ لَكُمۡ﴾ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کرنے کے سبب سے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ گناہوں کو صدقات اور نیکیاں مٹاتی ہیں۔

﴿اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (ھود: ۱۱/ ۱۱۴) ”بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“

﴿وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ﴾ ”اور اللہ نہایت قدردان، بہت بردبار ہے۔“ جو کوئی اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اسے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے اسے مہمل نہیں چھوڑتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوۡا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰـكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (فاطر: ۳۵/ ۴۵) ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے سبب سے پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا مگر وہ انہیں ایک مقررہ مدت کے لئے مہلت دیتا ہے۔“

﴿وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تھوڑے سے عمل کو بھی قبول کرتا ہے اور اس پر انہیں بہت زیادہ اجر عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کا قدردان ہے جو اس کی خاطر مشقتیں، بوجھ اور مختلف انواع کی بھاری تکالیف برداشت کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔

﴿عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”وہ پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہے۔“ یعنی وہ ان لشکروں کا علم رکھتا ہے جو بندوں کی نظروں سے غائب ہیں اور وہ ان مخلوقات کا بھی علم رکھتا ہے جن کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں ﴿الۡعَزِيۡزُ﴾ جس کے مقابلے میں کوئی غالب آ سکتا ہے نہ رکاوٹ بن سکتا ہے اور وہ تمام اشیا پر غالب ہے ﴿الۡحَكِيۡمُ﴾ اپنے خلق و امر میں حکمت والا ہے، جو تمام اشیا کو ان کے اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔

تفسیر سورۃ الطلاق

سورۃ الطلاق (۶۵) مدنیۃ (۹۹) — آیاتہا ۱۲ — رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ

اے نبی! جب طلاق دو تم عورتوں (بیویوں) کو تو طلاق دو تم انہیں ان کی عدت (کے آغاز) میں اور شمار کرو تم عدت کو

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ

اور ڈرو تم اللہ (یعنی) اپنے رب سے' نہ نکالو تم انہیں ان کے گھروں سے اور نہ وہ (خود) نکلیں مگر یہ کہ کریں وہ کوئی

بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ

بے حیائی ظاہر اور یہ حدیں ہیں اللہ کی' اور جو کوئی تجاوز کرے حدود اللہ سے تو تحقیق

ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ﴿۱﴾ فَاِذَا

اس نے ظلم کیا اپنے نفس پر (طلاق دینے والے!) نہیں جانتا تو شاید کہ اللہ پیدا کر دے بعد اس (طلاق) کے کوئی (نئی) بات ○ پس جب

بَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّ اَشۡہِدُوۡا

پہنچیں وہ اپنی عدت (ختم ہونے) کو تو تم روک رکھو انہیں معروف طریقے سے یا جدا کر دو انہیں معروف طریقے سے اور گواہ بنا لو تم

ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡکُمۡ وَ اَقِیۡمُوا الشَّہَادَۃَ لِلّٰہِ ؕ ذٰلِکُمۡ یُوۡعَظُ بِہٖ مَنۡ کَانَ یُؤۡمِنُ

دو صاحب عدل آدمی اپنے میں سے' اور قائم کرو گواہی اللہ کیلئے' یہ (حکم ہے وہ کہ) نصیحت کی جاتی ہے اسکی اس شخص کو جو ایمان لاتا ہے

بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۬ؕ وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ﴿۲﴾ وَّ یَرۡزُقۡہُ

ساتھ اللہ اور دن قیامت کے' اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے تو وہ بنا دیتا ہے اس کیلئے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ ○ اور رزق دیتا ہے اسے

مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ ؕ

جہاں سے نہیں گمان کرتا وہ' اور جو کوئی توکل کرے گا اللہ پر تو وہ کافی ہے اسے' بلاشبہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنا کام

قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا ﴿۳﴾

تحقیق مقرر کیا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور اہل ایمان سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ ﴾ ''اے نبی! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو'' یعنی طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ ﴿ فَ ﴾ ''پس'' تم ان کو طلاق دینے کے لئے مشروع وجہ طلاق تلاش کرو، جب طلاق کا سبب مل جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی رعایت رکھے بغیر طلاق دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ ﴿ طَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ ﴾ ''انہیں ان کی عدت کے (آغاز) وقت

میں طلاق دو۔‘‘ یعنی ان کو ان کی عدت کے لئے طلاق دو، وہ اس طرح کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے طاہر ہونے کی حالت میں، نیز اس طہر میں اس سے مجامعت کیے بغیر طلاق دے، پس یہی وہ طلاق ہے جس میں عدت واضح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ اس حیض کو شمار نہیں کرے گی جس کے دوران طلاق واقع ہوئی ہے، تو اس سبب سے اس پر عدت کا عرصہ طویل ہو جائے گا۔

اس طرح اگر اس نے ایسے طہر میں طلاق دی ہو جس میں مجامعت کی گئی ہو تو اس طرح وہ حمل سے مامون نہ ہوگی، لہٰذا واضح نہ ہوگا کہ وہ کون سی عدت شمار کرے جبکہ اللہ تعالیٰ نے عدت شمار کرنے کا حکم دیا ہے ﴿وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ یعنی اسے حیض کے ذریعے سے شمار کیا جائے اگر بیوی کو حیض آتا ہے تو عدت کو حیض سے ضبط کرنا ہے اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو اور وہ حاملہ بھی نہ ہو تو اس کی عدت مہینوں کے ساتھ شمار کی جائے گی۔ عدت کے شمار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، طلاق دینے والے شوہر اور بعد میں نکاح کرنے والے شوہر کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے، نیز اس میں مطلقہ کے نان ونفقہ وغیرہ کے حق کی ادائیگی ہے۔ پس جب عدت کو ضبط میں لایا جائے گا تو اس (کے حمل یا حیض وغیرہ) کا حال واضح طور پر معلوم ہوگا اور اس عدت پر مرتب ہونے والے حقوق معلوم ہوں گے۔ عدت شمار کرنے کے اس حکم کا رخ شوہر اور بیوی کی طرف ہے اگر بیوی مکلف ہے ورنہ اس کے سرپرست کی طرف ہے۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ یعنی اپنے تمام امور میں تقویٰ اختیار کرو اور مطلقہ بیویوں کے حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ﴾ عدت کی مدت کے دوران ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو بلکہ مطلقہ اس گھر میں رہے جس گھر میں شوہر نے اس کو طلاق دی ہے ﴿وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ ’’اور نہ وہ خود نکلیں‘‘ یعنی مطلقہ بیویوں کے لئے ان گھروں سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

مطلقہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ بیوی کو گھر فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے تاکہ وہ اس گھر میں رہ کر عدت پوری کر سکے جو شوہر کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ اور مطلقہ بیوی کے خود گھر سے نکلنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس کا گھر سے نکلنا شوہر کے حق کو ضائع کرنا اور اس کی عدم حفاظت ہے۔ طلاق یافتہ عورتوں کا خود گھر سے نکلنے یا ان کو نکالے جانے کا حکم عدت کے پورا ہونے تک باقی رہے گا۔ ﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ’’مگر یہ کہ وہ صریح بے حیائی کریں۔‘‘ یعنی ان سے کوئی واضح طور پر قبیح فعل سرزد ہو جو ان کو گھر سے نکالنے کا موجب ہو اور مطلقہ کو گھر سے نہ نکالنے سے گھر والوں کو ضرر پہنچتا ہو، مثلاً: فحش اقوال وافعال کے ذریعے سے اذیت وغیرہ۔ اس صورت حال میں مطلقہ کو گھر سے نکال دینا گھر والوں کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ خود اپنے آپ کو گھر سے نکالنے کا سبب بنی ہے، حالانکہ گھر میں سکونت کی اجازت دینا مطلقہ کی دل جوئی اور اس کے ساتھ نرمی ہے اور اپنے آپ پر اس ضرر کا سبب وہ خود ہی بنی ہے۔ یہ حکم اس مطلقہ کے لئے ہے جو رجعی

طلاق کی عدت گزار رہی ہو۔ رہی وہ مطلقہ جس کی طلاق بائنہ ہو، اس کو سکونت فراہم کرنا واجب نہیں کیونکہ سکونت نان ونفقہ کے تابع ہے اور نان ونفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جسے رجعی طلاق دی گئی ہو اور جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو اس کے لئے نان ونفقہ نہیں ہے۔

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ ''یہ اللہ کی حدیں ہیں۔'' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کر کے مشروع کیا ہے اور ان حدود کا التزام کرنے اور ان پر ٹھہرنے کا ان کو حکم دیا ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے۔'' وہ اس طرح کہ وہ ان مقرر کردہ حدود پر نہ ٹھہرے بلکہ ان حدود سے تجاوز یا کوتاہی کرے ﴿ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ ''تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔'' یعنی اس نے اپنا حق کم کیا اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی اتباع میں سے، جن میں دنیا وآخرت کی اصلاح ہے، اپنے حصے کو ضائع کیا۔ ﴿ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾ ''تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی سبیل پیدا کردے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے عظیم حکمتوں کی بنا پر طلاق کو مشروع کر کے، اس کو عدت کے ذریعے سے محدود کیا ہے۔ ان حکمتوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) عدت کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے والے کے دل میں رحمت اور مودت پیدا کردے اور طلاق دینے والا اس سے رجوع کرلے اور نئے سرے سے اس کے ساتھ رہنا سہنا شروع کردے۔ یہ چیز (مطلقہ سے رجوع کرنا) عدت کی مدت کی معرفت ہی سے ممکن ہے۔

(۲) ہوسکتا ہے شوہر نے بیوی کی طرف سے کسی سبب کی بنا پر اس کو طلاق دی ہو اور عدت کی مدت میں وہ سبب دور ہوجائے تو وہ اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرلے کیونکہ طلاق کا سبب ختم ہوگیا ہے۔

(۳) ان حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ عدت کی مدت کے دوران میں اس خاوند کے حمل سے مطلقہ کے رحم کی براءت معلوم ہوجائے گی۔

﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ﴾ یعنی جب طلاق یافتہ عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں کیونکہ اگر انہوں نے عدت پوری کرلی تو شوہر کے پاس مطلقہ کو روک رکھنے یا جدا کردینے کا اختیار نہیں رہتا۔ ﴿ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ یعنی ضرر پہنچانے کے لئے یا برائی اور محض محبوس رکھنے کے ارادے سے نہیں بلکہ حسن معاشرت اور صحبت جمیلہ کے طور پر ان کو روک لو، کیونکہ برائی اور محبوس رکھنے کے ارادے سے مطلقہ کو روکے رکھنا جائز نہیں۔ ﴿ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ''یا دستور کے مطابق انھیں الگ کردو۔'' یعنی اس طرح سے جدا کرنا کہ اس میں کوئی محذور امر نہ ہو، باہم گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کے بغیر اور نہ مطلقہ کے مال میں سے کچھ لینے ہی کے لئے اس پر کوئی سختی ہو۔ ﴿ وَّ اَشْهِدُوْا ﴾ اور اس کی طلاق اور رجوع پر گواہ بنالو ﴿ ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ اپنے (مسلمانوں) میں سے

دو عادل مردوں کو کیونکہ مذکورہ گواہی میں مخاصمت کا اور ان دونوں کی طرف سے ایسے امور کے کتمان کا سد باب ہے جن کو بیان کرنا لازم ہے۔ ﴿وَ اَقِيْمُوا﴾ اے گواہو! ٹھیک ٹھیک ادا کرو ﴿الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ ”گواہی اللہ کے لیے“، یعنی کسی کمی بیشی کے بغیر گواہی کو اسی طرح ادا کرو جس طرح کہ وہ حقیقت میں ہے اور گواہی دینے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھو اور گواہی میں کسی رشتے دار کی، اس کی رشتے داری اور کسی دوست کی، اس کی محبت کی وجہ سے رعایت نہ رکھو۔ ﴿ذٰلِكُمْ﴾ ”یہ“ جو تمہارے سامنے احکام اور حدود بیان کی ہیں ﴿يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ”ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان صاحب ایمان پر واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرے اور جتنے بھی نیک اعمال ممکن ہیں اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجے۔ اس شخص کے برعکس جس کے دل سے ایمان کوچ کر گیا، پس اسے کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس نے کیا برائی آگے بھیجی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ کی تعظیم بھی نہیں کرتا کیونکہ اس کا موجب معدوم ہے۔

چونکہ طلاق کبھی کبھی تنگی، کرب اور غم میں مبتلا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تقوے کا حکم دیا ہے اور اس شخص کے ساتھ جو طلاق وغیرہ میں تقوے پر مبنی رویہ اختیار کرتا ہے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے لئے کشادگی اور (رنج و غم سے) نجات کی راہ نکالے گا، لہٰذا جو کوئی طلاق کا ارادہ کرے تو وہ شرعی طریقے سے طلاق دے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ہی طلاق دے اور وہ حیض میں نہ ہو، نہ ایسے طہر میں ہو جس میں اس نے مطلقہ کے ساتھ مجامعت کی ہو، تو اس کے لئے معاملہ تنگی کا حامل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراخی اور وسعت پیدا کرتا ہے، جب اسے طلاق پر ندامت ہوتی ہے تو نکاح کے لئے مطلقہ کی طرف رجوع کرنا ممکن ہوتا ہے۔

آیت کریمہ اگرچہ طلاق اور رجوع کے سیاق میں ہے مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے، پس ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنے احوال میں اس کی رضا کا التزام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے ثواب سے بہرہ مند کرتا ہے۔ منجملہ اس کا ثواب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی سختی اور مشقت میں سے اس کے لئے فراخی اور نجات کا راستہ پیدا کرتا ہے جیسا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے فراخی اور نجات کی راہ نکالتا ہے اور جو کوئی اس سے نہیں ڈرتا وہ بوجھ تلے اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا پڑا رہتا ہے جن سے گلوخلاصی اور ان کے ضرر سے نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

طلاق کے معاملے میں اس پر غور کیجئے کیونکہ جب بندہ طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا بلکہ حرام کردہ طریقے سے طلاق دیتا ہے، مثلاً: یک بارگی تینوں طلاقیں دے دینا وغیرہ، تو اسے ایسی پشیمانی ہوگی کہ جس کا تدارک کرنا اور اس سے نجات حاصل کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ اللہ تعالیٰ متقی شخص کے لئے ایسی جگہوں سے

رزق پہنچاتا ہے جہاں سے رزق کا آنا اس کے وہم وگمان میں ہوتا ہے نہ اسے اس کا شعور ہوتا ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ اور جو کوئی اپنے دین اور دنیا کے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، یعنی کسی چیز کے حصول میں جو اس کے لئے نفع مند ہو اور کسی چیز کو دور ہٹانے میں جو اس کے لئے ضرر رساں ہو اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس میں آسانی پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے ﴿ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ تو وہ اس معاملے میں اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، جس میں اس نے اس پر بھروسا کیا تھا۔ جب معاملہ غنی، قوی، غالب اور نہایت رحم والی ہستی کی کفالت میں ہے تو وہ ہستی بندے کے ہر چیز سے زیادہ قریب ہے۔ مگر بسا اوقات حکمت الٰہیہ مناسب وقت تک اس کی تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ﴾ ”بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔“ یعنی اس کی قضا وقدر کا نافذ ہونا لازمی امر ہے، لیکن ﴿ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ اس نے ایک وقت اور ایک مقدار مقرر کر رکھی ہے جس سے یہ چیز تجاوز کرتی ہے نہ کوتاہی کرتی ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ

اور وہ عورتیں جو مایوس ہو گئیں حیض سے تمہاری (مطلقہ) عورتوں میں سے اگر شک میں پڑو تم تو ان کی عدت ہے تین

اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ

مہینے اور (اسی طرح) ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا (ابھی) اور (جو) حمل والیاں ہیں ان کی عدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ

اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے تو وہ بنا دیتا ہے اس کے لیے اس کے کام میں آسانی ○ یہ حکم ہے اللہ کا

اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤

اس نے نازل کیا ہے اسے تمہاری طرف اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے تو وہ دور کر دیتا ہے اس سے اسکی برائیاں اور زیادہ دیتا ہے اسکو اجر ○

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ مامور بہ طلاق عورتوں کی عدت کے لئے ہے، اس لئے عدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ وہ عورتیں جنہیں حیض آتا تھا پھر بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا اور دوبارہ حیض آنے کی امید نہ رہی تو ان کی عدت ﴿ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ﴾ ”تین مہینے ہے۔“ ہر حیض کے مقابلے میں ایک مہینہ مقرر کیا ہے۔ ﴿ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ﴾ یعنی چھوٹی لڑکیاں جن کو ابھی حیض نہیں آیا یا وہ بالغ عورتیں جن کو بالکل حیض نہیں آیا، ان عورتوں کی مانند ہیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ رہی وہ عورتیں جن کو حیض آتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدت اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ (البقرۃ: ٢/ ٢٢٨) ”اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔“

﴿ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی مقررہ مدت'' یعنی ان کی عدت ﴿ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ ''وضع حمل تک ہے۔'' یعنی ان کے بطن میں جو ایک یا متعدد بچے ہیں، ان کو وہ جنم دے دیں، اس صورت میں مہینوں وغیرہ کا اعتبار نہ ہوگا۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴾ یعنی جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تمام امور کو آسان اور ہر مشکل کو سہل کر دیتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ'' حکم جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے ﴿ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ﴾ ''اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔'' تاکہ تم اس پر چلو، اسے اپنا راہ نما بناؤ اور اس کی تعظیم کرو ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ﴾ ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔'' یعنی محذور اس سے دور اور مطلوب اس کو حاصل ہوگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

تم رکھو انہیں جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی طاقت کے مطابق اور نہ تکلیف دو تم انہیں تاکہ تنگی کرو تم

عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ

ان پر اور اگر ہوں وہ (مطلقات) حمل والیاں تو تم خرچ کرو ان پر یہاں تک کہ جن لیں وہ اپنا حمل پھر اگر

اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ

وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہارے لیے تو دو تم انہیں انکی اجرت اور مشورہ کرو تم آپس میں دستور کے مطابق اور اگر تم آپس میں تنگی کرو

فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ ﴿۶﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ

تو دودھ پلائے گی اسے کوئی دوسری عورت ○ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور جو شخص کہ تنگ کیا گیا ہو اس پر رزق اسکا

فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ

تو چاہیے کہ وہ خرچ کرے اس میں سے جو دیا ہے اس کو اللہ نے نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو بھی مگر (اسی قدر) جو اس نے دیا ہے اس (نفس) کو

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۷﴾ ع

عنقریب کر دے گا اللہ بعد تنگی کے آسانی ○

پیچھے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق یافتہ عورتوں کو گھروں سے نکالنے سے روکا ہے اور اس مقام پر اس نے طلاق یافتہ عورتوں کو سکونت مہیا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو معروف طریقے سے سکونت مہیا کرنا مقرر فرمایا اور اس سے مراد ایسا گھر ہے، جس میں شوہر کی تونگری یا عسرت کے مطابق ان دونوں کے ہم مرتبہ لوگ رہتے ہیں۔ ﴿ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ﴾ یعنی ان کی سکونت کے دوران ان کو اپنے قول و فعل کے ذریعے سے، اس غرض سے تکلیف نہ پہنچاؤ کہ وہ عدت پوری ہونے سے پہلے تنگ آ کر گھروں سے نکل جائیں، اس صورت میں تم ان کو اپنے گھروں سے نکالنے والے شمار ہو گے۔

آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقات کو گھروں سے نکالنے سے روکا ہے اور مطلقات کو بھی گھروں سے نکلنے سے منع کیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح سکونت فراہم کرنے کا حکم دیا ہے کہ مطلقات کو کوئی ضرر اور مشقت لاحق نہ ہو اور یہ عرف عام کی طرف راجع ہے۔

﴿ وَاِنْ كُنَّ ﴾ ''اور اگر ہوں وہ'' یعنی مطلقات ﴿ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ ''حمل والیاں، تو وضع حمل تک ان پر خرچ کرو۔'' اگر طلاق بائنہ ہے تو یہ نان ونفقہ اس حمل کی وجہ سے ہے جو اس کے پیٹ میں ہے اور اگر طلاق رجعی ہے تو یہ نفقہ خود اس کے لئے اور اس کے حمل کے لئے ہے۔ نان ونفقے کی انتہا وضع حمل تک ہے۔ جب وضع حمل ہو جائے تو وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں گی یا نہیں پلائیں گی؟ ﴿ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ﴾ ''پس اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو۔'' یعنی طے شدہ اجرت اگر طے کی گئی ہو ورنہ وہ اجرت ادا کی جائے جو اس کے ہم مرتبہ لوگ ادا کرتے ہیں ﴿ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ یعنی میاں بیوی اور دیگر لوگ ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیں اور معروف سے مراد ہر وہ کام ہے جس میں دنیا و آخرت کی کوئی منفعت اور مصلحت ہو کیونکہ باہم ایک دوسرے کو معروف کی تلقین کرنے میں غفلت برتنے سے ضرر اور شر کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، نیز باہم معروف کا حکم دینے میں نیکی اور تقوے پر تعاون ہے۔

اس مقام پر اس بات کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اتمام عدت پر، مفارقت کے وقت شوہر اور بیوی کے درمیان، خاص طور پر جب ان دونوں کا مشترکہ بچہ ہو، غالب حالات میں بیوی اور بچے کے نفقے کے بارے میں جدائی کے ساتھ ساتھ تنازعہ اور جھگڑا واقع ہو جاتا ہے۔ جدائی عموماً بغض اور کینہ سے مقرون ہوتی ہے، جس سے بہت سی چیزیں متاثر ہوتی ہیں، لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک کو نیکی، حسن معاشرت، عدم مشقت اور عدم منازعت کا حکم دیا جائے اور ان امور میں خیر خواہی کی جائے۔

﴿ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ ﴾ ''اور اگر تم باہم ضد (اور نا اتفاقی) کرو۔'' یعنی اگر دونوں میاں بیوی اس امر پر متفق نہ ہوں کہ (مطلقہ) بیوی اپنے بچے کو دودھ پلائے ﴿ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ﴾ تو اس مطلقہ بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت بچے کو دودھ پلائے۔ فرمایا: ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (البقرۃ: ۲۳۳/۲) ''اگر تمہارا ارادہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کا ہو، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جب تم وہ اجرت معروف طریقے سے ادا کر دو جو تم نے طے کی تھی۔'' یہ اس صورت میں ہے جب بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ قبول کرتا ہو، اگر بچہ اپنی ماں کے سوا کسی عورت کا دودھ قبول نہ کرتا ہو، تو اس کی ماں رضاعت کے لئے متعین ہو گی اور ماں پر رضاعت واجب ہو گی اور اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر دونوں میں اجرت پر اتفاق نہ ہو سکے تو اس کے لئے ہم مرتبہ دودھ پلانے والی کی اجرت ہے۔

یہ حکم اس آیت کریمہ کے معنیٰ سے ماخوذ ہے کیونکہ بچہ جب حمل کی مدت کے دوران میں اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور وہ تو باہر نہیں آ سکتا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچے کے ولی پر نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے اور جب بچہ متولد ہو جاتا ہے اور وہ خوراک اپنی ماں سے یا ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے حاصل کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دونوں صورتیں مباح کر دی ہیں۔ چنانچہ بچہ اگر ایسی حالت میں ہو کہ وہ اپنی ماں کے سوا کہیں سے خوراک نہ لیتا ہو تو وہ بمنزلہ حمل کے ہے اور اس کی خوراک کے لئے اس کی ماں ہی کو مقرر کیا جائے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے شوہر کی حیثیت کے مطابق نفقہ مقرر فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ﴾ ''وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔'' یعنی دولت مند اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے وہ اس طرح خرچ نہ کرے جس طرح فقرا خرچ کرتے ہیں۔ ﴿ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ ﴾ ''اور جسے اس کا رزق نپا تلا ملے۔'' یعنی جو تنگ دستی کا شکار ہو ﴿ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ﴾ ''تو وہ اسی (رزق) میں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے۔'' ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ﴾ ''اللہ کسی پر اتنی ہی ذمے داری ڈالتا ہے جتنا اس نے اسے دیا۔'' اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت سے مناسبت رکھتی ہے کہ اس نے ہر ایک کو اس کے حسب حال مکلف کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو صرف اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو رزق عطا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی جان کو نفقے وغیرہ کے ضمن میں اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

﴿ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴾ یہ تنگ دست لوگوں کے لئے بشارت ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سے سختی کو دور کر دے گا اور مشقت کو اٹھا لے گا کیونکہ ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴾ (الم نشرح: ۹۴/ ۵، ۶) ''بلاشبہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بلاشبہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا

اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ سرکشی کی انہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے امر سے، تو ہم نے حساب لیا ان سے حساب

شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ

سخت اور عذاب دیا ہم نے انہیں عذاب ہولناک ○ پس چکھا (ان بستیوں نے) وبال اپنے کام کا اور تھا انجام

اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ

ان کے کام کا خسارہ ہی ○ تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لیے عذاب شدید پس ڈرو تم اللہ سے اے عقل مندو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ

وہ لوگ جو ایمان لائے، تحقیق نازل کیا ہے اللہ نے تمہاری طرف ذکر ○ (یعنی) رسول، وہ تلاوت کرتا ہے تم پر آیتیں

اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اللہ کی واضح تاکہ وہ نکالے ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک، اندھیروں سے

اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

نور کی طرف اور جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور عمل کرے نیک تو وہ داخل کرے گا اسے ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾

ان کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک، تحقیق اچھا دیا اللہ نے اس کو رزق ○

اللہ تبارک وتعالیٰ سرکش قوموں اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں آگاہ فرماتے ہیں کہ جب سخت حساب اور دردناک عذاب کا وقت آیا تو ان کی کثرت اور قوت ان کے کسی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کا مزہ چکھایا جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ تھا۔ دنیا کے عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''لہٰذا ڈرو اللہ سے اے عقل رکھنے والو!'' یعنی ایسی عقل رکھنے والو جو اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کی عبرتوں اور اس حقیقت کا ادراک رکھتی ہے کہ اسی ہستی نے گزرے ہوئے زمانے کے لوگوں کو ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کیا تو ان کے بعد آنے والے انہی کے مانند ہیں، دونوں گروہوں میں کوئی فرق نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا ذکر کیا جو اس کتاب پر ایمان لائے جو اس نے ان پر نازل کی، جو اس نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتاری تا کہ وہ مخلوق کو کفر، جہالت اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر علم وایمان اور اطاعت کی روشنی میں لائے، پس کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئے اور ان میں سے کچھ لوگ ایمان نہیں لائے۔ ﴿وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ''اور جو ایمان لائے اللہ پر اور نیک عمل کرے'' یعنی واجبات ومستحبات پر عمل کرے ﴿یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔'' ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والی ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی، جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا تصور آیا ہے۔ ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے انہیں خوب رزق دیا ہے۔'' یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ

اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور زمینیں بھی مثل ان (آسمانوں) کی، نازل ہوتا ہے (اس کا) حکم

بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ

ان کے درمیان تاکہ تم جان لو بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے اور بلاشبہ اللہ

قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع

نے تحقیق گھیر رکھا ہے ہر چیز کو باعتبار علم کے ○

ع ۱۸

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے تمام آسمانوں اور ان کے رہنے والوں، ساتوں زمینوں اور ان پر بسنے والوں اور ان تمام چیزوں کو پیدا کیا جو ان کے درمیان ہیں اور اس نے اپنا امر نازل فرمایا اور وہ ہیں شرائع اور دینی احکام، جن کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو وعظ ونصیحت کے لئے اپنے رسولوں پر وحی کیا۔ اسی طرح اس نے تکوینی اور قدری احکام نازل فرمائے، جن کے ذریعے سے وہ تمام مخلوق کی تدبیر کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ بندے اس کو پہچانیں اور جان لیں کہ اس کی قدرت تمام اشیا کا احاطہ کئے ہوئے اور اس کا علم تمام اشیا پر محیط ہے۔ جب وہ اس کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور اوصاف مقدسہ کے ذریعے سے پہچان لیں گے تو وہ اس کی عبادت کریں گے، اس سے محبت کریں گے اور اس کے حقوق کو ادا کریں گے۔ خلق وامر کا یہی مقصد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اس کی عبادت، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے، جن کو توفیق سے بہرہ مند کیا گیا ہے، وہ اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں جبکہ ظالم اور روگردانی کرنے والے لوگ اس سے روگرداں ہیں۔

تفسیر سورۃ التحریم

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ (٢٦) مَدَنِيَّةٌ (١٠٧)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ١٢ — رُكُوْعَاتُهَا ٢

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ

اے نبی! کیوں حرام کرتے ہیں آپ اس چیز کو جو حلال کی ہے اللہ نے آپ کیلئے؟ چاہتے ہیں آپ رضامندی اپنی بیویوں کی، اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ

خوب بخشنے والا، بڑا رحم کرنیوالا ہے○ تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے کھولنا (توڑنا) تمہاری قسموں کا اور اللہ کارساز ہے تمہارا اور وہ

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ

خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے○ اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی بعض بیویوں سے ایک بات، پس جب خبر دی اس (بیوی) نے اس (بات) کی

وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ

اور ظاہر کر دیا اسکو اللہ نے اس پر (نبی) تو اس (نبی) نے بتلا دی کچھ (بات) اس میں سے اور اعراض کیا کچھ سے، پس جب خبر دی نبی نے اس (بیوی) کو اسکی

قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ

تو اس نے کہا: کس نے خبر دی ہے آپکو اس (بات) کی؟ نبی نے فرمایا: خبر دی ہے مجھے (اللہ) علیم خبیر نے○ اگر توبہ کرو تم دونوں اللہ کی طرف (تو بہتر ہے)

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ

پس تحقیق ہٹ گئے ہیں تمہارے دل، اور اگر تم دونوں ایک دوسری کی مدد کرو گی آپکے مقابلے میں تو بلاشبہ اللہ وہی ہے مددگار آپکا اور جبریل

وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اور صالح ایمان دار، اور (تمام) فرشتے (بھی) بعد اسکے مددگار ہیں ○ امید ہے کہ اسکا رب، اگر وہ (نبی) طلاق دے دے تمہیں،

اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ

یہ کہ بدلے میں دے دے اس کو بیویاں افضل تم سے مسلمان، مومن، فرماں بردار، توبہ کرنے والیاں،

عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵

عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی محمد ﷺ پر عتاب ہے، (یہ عتاب اس وقت فرمایا) جب آپ نے اپنے آپ پر اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا یا شہد کو، ایک معروف واقعے کے مطابق، اپنی بعض ازواج مطہرات کی دل جوئی کے لئے حرام ٹھہرا لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ ﴾ اے وہ ہستی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت، رسالت اور وحی کی نعمت سے سرفراز فرمایا! ﴿ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ آپ ان پاک چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو نوازا ہے؟ ﴿ تَبْتَغِيْ ﴾ ''آپ چاہتے ہیں'' اس تحریم کے ذریعے سے ﴿ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اپنی بیویوں کی رضامندی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بخش دیا، آپ سے ملامت کو رفع کر دیا اور آپ پر رحم فرمایا اور آپ سے صادر ہونے والی یہ تحریم تمام امت کے لئے ایک عام حکم کی تشریع کا سبب بن گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام قسموں کے لیے عام حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ''اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسمیں کھولنا (توڑنا) فرض کر دیا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے وہ طریقہ مشروع اور مقرر کر دیا ہے، جس کے ذریعے سے قسم سے، اس کو توڑنے سے پہلے، نکلا جا سکے اور وہ کفارہ بتلا دیا جس کی ادائیگی قسم توڑنے کے بعد ضروری ہے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں آیا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ﴾ (المآئدۃ: 5/87-89)

''اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ، جن کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال پاکیزہ چیزیں

کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ تمہاری قسموں میں سے لغو قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا لیکن مؤاخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کر دو، تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔''

پس ہر وہ شخص جو کسی حلال طعام، مشروب یا لونڈی کو حرام ٹھہرائے یا کسی فعل یا ترک پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، پھر وہ قسم کو توڑ دے یا توڑنے کا ارادہ کرے تو اس پر یہ مذکورہ کفارے کی ادائیگی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کی سرپرستی کرنے والا ہے اور تمہارے دین و دنیا کے امور میں تمہاری بہترین طریقے سے تربیت کرنے والا ہے، جس کے سبب سے تم سے شر دور ہوتا ہے۔ بنابریں اس نے تمہاری قسمیں حلال کرنے کے لئے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر فرمایا تاکہ تم پر جو ذمے داری ہے وہ پوری ہو جائے۔ ﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ جس کے علم نے تمہارے ظواہر اور بواطن کا احاطہ کر رکھا ہے اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور اس نے حکم دیا ہے، وہ اس میں حکمت کو ملحوظ رکھنے والا ہے اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام مشروع کئے ہیں جن کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ وہ تمہارے مصالح کے موافق اور تمہارے احوال کے لئے مناسب ہیں۔

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ ''اور جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی۔'' (تو اس نے دوسری کو بتا دی۔) بہت سے مفسرین کا قول ہے کہ یہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات کہی اور ان سے کہا کہ وہ آگے کسی کو نہ بتائیں۔ انہوں نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی اور اللہ تعالیٰ نے اس خبر کے بارے میں جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے افشا کر دی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حلم اور کرم کی بنا پر اس بات میں سے جو انہوں نے افشا کی تھی کچھ بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی اور کچھ کے بارے میں اعراض کیا ﴿قَالَتْ﴾ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا: ﴿مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا﴾ یعنی اس خبر سے آپ کو کس نے آگاہ کیا جو ہم سے باہر نہیں نکلی؟ ﴿قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''آپ نے فرمایا: علیم و خبیر نے مجھے خبر دی ہے۔'' جس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ بھیدوں اور چھپی ہوئی چیزوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ خطاب کا رخ دونوں ازواج مطہرات، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی طرف ہے، جو اس بات کا سبب بنیں کہ آپ نے اپنے آپ پر اس چیز کو حرام ٹھہرایا جو آپ کو پسند تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بنا پر دونوں ازواج مطہرات پر عتاب فرمایا، ان کے سامنے توبہ پیش کی اور انہیں آگاہ فرمایا کہ ان کے دل اس چیز سے منحرف ہو گئے جو ان کے لائق تھی، یعنی ورع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، نیز یہ کہ وہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔ ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ اگر تم دونوں ایسے امر پر باہم تعاون

کروگی جو آپ پر شاق گزرتا ہے اور تمہاری طرف سے یہ رویہ دائم رہا ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾ ''تو اللہ اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مددگار ہیں۔'' یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اعوان و مددگار ہیں اور جس کے اعوان وانصار یہ لوگ ہوں وہ مدد یافتہ ہے اور دوسرے لوگ، جو آپ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں، تو یہ بے یار و مددگار چھوڑ ہوئے ہیں۔ یہ سید المرسلین رسول مصطفیٰ ﷺ کی سب سے بڑی فضیلت اور سب سے بڑا شرف ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنی ذات کریمہ اور اپنی مخلوق میں خاص لوگوں کو رسول کریم ﷺ کے اعوان وانصار مقرر فرمایا۔

ان آیات کریمہ میں دونوں ازواج مطہرات کے لئے تنبیہ ہے جو مخفی نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک ایسی حالت سے ڈرایا ہے جو عورتوں پر بے حد شاق گزرتی ہے اور وہ ہے طلاق، جو ان کے لئے سب سے گراں چیز ہوتی ہے، اس لئے فرمایا: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗٓ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ یعنی تم رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں برتری ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو معاملہ ان پر تنگ نہیں ہوگا اور نہ وہ تمہارے محتاج ہی ہوں گے کیونکہ آپ عنقریب دوسری بیویاں پائیں گے اور اللہ تعالیٰ (تمہارے بدلے میں) آپ کو ایسی بیویاں عطا کر دے گا جو دین اور حسن و جمال میں تم سے بہتر ہوں گی۔ یہ ایسی تعلیق کے باب میں سے ہے جس کا وجود نہیں اور نہ اس کا وجود لازم ہے کیونکہ آپ نے ان ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اور اگر آپ طلاق دے دیتے تو وہی ہوتا جو ان ازواج مطہرات کے بارے میں ذکر فرمایا ہے، وہ اسلام جو کہ ظاہری شریعت کو قائم کرنے کا نام ہے اور ایمان جو باطنی شریعت عقائد اور اعمال قلوب کو کرنے کا نام ہے، دونوں کی جامع ہوتیں۔ (قُنُوتٌ) سے مراد دائمی اطاعت اور اطاعت پر استمرار ہے۔

﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ وہ ان امور سے توبہ کرنے والی ہوں گی جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے امور کو قائم کرنے سے موصوف فرمایا جن کو وہ پسند کرتا ہے اور ان کو ایسے امور سے اجتناب کرنے سے موصوف فرمایا جو اسے ناپسند ہیں ﴿ثَيِّبٰتٍ وَّأَبْكَارًا﴾ یعنی ان میں بعض ثیبہ (بیوہ) ہوں گی اور بعض کنواری تاکہ آپ کو اپنی پسند کے مطابق تنوع حاصل ہو۔

چنانچہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے یہ تخویف اور تادیب سنی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی کے لئے جلدی سے آگے بڑھیں، لہٰذا یہ مذکور اوصاف ان پر منطبق ہوئے اور وہ مومن عورتوں میں سب سے افضل قرار پائیں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے مکمل احوال اور اعلیٰ امور کا انتخاب کرتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ خواتین کو اپنے رسول کے حرم کے لیے باقی رکھنا پسند کیا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ تمام عورتوں سے بہتر اور کامل ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ تم اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل (وعیال) کو اس آگ سے کہ ایندھن اس کا ہیں انسان

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ

اور پتھر، اس پر (مقرر) ہیں فرشتے نہایت سخت دل بڑے مضبوط، نہیں نافرمانی کرتے وہ اللہ کی

مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶

جس کا حکم دے وہ انہیں اور وہ (وہی) کرتے ہیں جو حکم دیئے جاتے ہیں وہ ○

یعنی اے وہ لوگو جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے نوازا ہے! ایمان کے لوازمات اور اس کی شرائط کا التزام کرو، اس لئے ﴿ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ ''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔'' جو ان برے اوصاف سے متصف ہے۔ نفس کو بچانا یہ ہے کہ اس سے اطاعت کا، اللہ تعالیٰ کے اوامر کا، اس کے نواہی سے اجتناب کا اور ایسے امور سے توبہ کا التزام کرایا جائے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جو عذاب کے موجب ہیں۔ اہل وعیال کو بچانا یہ ہے کہ ان کو ادب وعلم سکھایا جائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ پس بندہ صرف اسی وقت محفوظ ہوتا ہے جب وہ اپنے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں، جو اس کی سرپرستی میں اور اس کے تصرف میں ہوں، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ کے یہ اوصاف اس لیے بیان کئے ہیں تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھنے سے ڈریں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ ''جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴾ (الأنبياء: ٢١/٩٨) ''بے شک تم اور تمہارے وہ خود ساختہ معبود جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں، تمہیں جہنم میں وارد ہونا ہے۔'' ﴿ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ ﴾ ''جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔'' ان فرشتوں کے اخلاق بہت درشت اور ان کا انتقام بہت برا ہوگا، جہنمی ان کی آوازیں سن کر گھبرائیں گے اور ان کو دیکھ کر خوف کھائیں گے، یہ فرشتے اپنی طاقت وقوت سے جہنمیوں کو رسوا کریں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کریں گے جس نے ان کے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ کیا ہے اور سخت سزا ان پر واجب کی ہے۔

﴿ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ ''اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔'' اس میں بھی مکرم فرشتوں کی مدح، اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کے سر تسلیم خم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ ع

اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! نہ عذر پیش کرو تم آج، یقیناً بدلہ دیئے جاؤ گے تم جو کچھ تھے تم عمل کرتے ○

یعنی قیامت کے روز ان الفاظ میں جہنمیوں کو زجر و توبیخ کی جائے گی، پس ان سے کہا جائے گا: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ﴾ ''اے کافرو! آج عذر مت پیش کرو۔'' یعنی عذر پیش کرنے کا وقت چلا گیا اور اس کا فائدہ ختم ہو گیا، اب تو اعمال کی جزا و سزا کے سوا کچھ باقی نہیں اور تم نے اللہ تعالیٰ کے انکار، اس کی آیات کی تکذیب اور اس کے رسولوں اور اولیاء کے ساتھ جنگ کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! توبہ کرو تم اللہ کی طرف توبہ خالص، امید ہے تمہارا رب یہ کہ دور کر دے

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ

تم سے تمہاری برائیاں اور وہ داخل کرے تمہیں ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں اس دن کہ

لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ

نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ' ان کا نور دوڑتا ہو گا

اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

ان کے آگے اور ان کے دائیں' وہ کہیں گے' اے ہمارے رب! پورا فرما ہمارے لیے ہمارا نور

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

اور مغفرت فرما ہماری' بلاشبہ تو ہر چیز پر خوب قادر ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خالص توبہ کا حکم دیا ہے اور اس پر ان کی برائیاں مٹا دینے، جنتوں میں داخل کرنے اور فوز و فلاح کا وعدہ کیا ہے۔ جب قیامت کے دن اہل ایمان اپنے نور ایمان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں چل رہے ہوں گے، اس کی خوشبو اور راحت سے متمتع ہو رہے ہوں گے اور اس روشنی کے بجھ جانے پر ڈریں گے جو منافقین کو دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ وہ ان کے نور کو پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے پاس جو نور اور یقین ہوگا اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انہیں نعمتوں بھری جنتوں اور رب کریم کے جوار میں پہنچا دے گا۔ یہ سب خالص توبہ کے آثار ہیں۔ خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کیے ہیں، اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو، پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ

اے نبی! آپ جہاد کیجیے کفار و منافقین سے اور سختی کیجیے ان پر اور ٹھکانا ان کا

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨

جہنم ہے اور بری ہے وہ جگہ پھرنے کی ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کرنے اور اس بارے میں ان پر سختی کرنے کا حکم دیتا ہے۔اس میں ان کے ساتھ دلیل کے ذریعے سے جہاد کرنا، ان کو اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دینا، گمراہی کی مختلف اقسام پر مبنی ان کے موقف کا ابطال کرنا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرنے اور اس کے فیصلے کی اطاعت کرنے سے انکار کردے تو اس کے خلاف اسلحہ اور جنگ کے ذریعے سے جہاد کرنا، سب شامل ہے۔ پس ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کیا جائے اور ان پر سختی کی جائے۔ رہا جہاد کا پہلا مرتبہ، تو وہ اس ذریعے سے ہو جو بہترین ہے، پس کفار اور منافقین پر اور ان کے خلاف جہاد پر اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ اور آپ کی جماعت کو لگانا، دنیا کے اندر ان کے لئے عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہوگا جو بہت بری جگہ ہے جس کی طرف ہر بدبخت اور خائب و خاسر شخص لوٹے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ

بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا' نوح کی بیوی کی اور لوط کی بیوی کی' تھیں وہ دونوں زیر نکاح

عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ

دو بندوں کے ہمارے بندوں میں سے (جو) نیک تھے پس خیانت کی ان دونوں (عورتوں) نے انکی تو نہ فائدہ دیا ان دونوں نے انکو اللہ کے مقابلے میں

شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ

کچھ بھی اور کہہ دیا گیا' داخل ہو جاؤ تم دونوں (عورتیں) آگ میں ساتھ داخل ہونے والوں کے○ اور بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال ان لوگوں کیلئے

اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

جو ایمان لائے' فرعون کی بیوی کی' جب کہا اس نے' اے میرے رب! بنا میرے لیے اپنے ہاں ایک گھر جنت میں'

وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور نجات دے مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے ○

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

اور (مثال بیان فرمائی) مریم بنت عمران کی وہ جس نے حفاظت کی اپنی عصمت کی تو پھونکی ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح'

وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع

اور تصدیق کی اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی' اور تھی وہ فرماں برداروں میں سے ○

یہ دو مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لئے بیان کی ہیں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ کافر کا مومن کے ساتھ اتصال اور مومن کا قرب کافر کو کوئی فائدہ نہیں دے گا اور مومن کا کافر کے ساتھ اتصال، مومن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر مومن فرائض کو پورا کرتا ہے۔ گویا اس میں ازواج مطہرات کے لئے معصیت سے

بچنے کی تنبیہ ہے، نیز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتصال ان کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اگر انہوں نے برائی کی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا﴾ ”اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، یہ دونوں تھیں“ یعنی دونوں عورتیں ﴿تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ﴾ ”ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے گھر میں۔“ اور یہ تھے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ”پس انہوں نے دونوں کی خیانت کی۔“ یعنی دین میں (ان دونوں نے نبیوں کی خیانت کی) دونوں اپنے شوہروں کے دین کے سوا کسی اور دین پر تھیں۔ خیانت سے یہی معنیٰ مراد ہیں اور اس سے نسب اور بستر کی خیانت مراد نہیں، کیونکہ کسی نبی کی بیوی بدکاری کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی بدکار عورت کو انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بیوی ہی بنایا ہے۔

﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا﴾ ”پس نہ کام آئے وہ دونوں۔“ یعنی حضرت نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام نہ آئے ﴿مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ”اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی اور انہیں کہا گیا کہ وہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جائیں۔“

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ﴾ ”اور اللہ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی“ اور وہ تھیں آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا ﴿اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے نجات دے، اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا وصف بیان کیا کہ وہ ایمان رکھتی تھیں، اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتی تھیں، اللہ تعالیٰ سے مطالب جلیلہ کا سوال کرتی تھیں اور وہ ہے جنت میں دخول اور رب کریم کی مجاورت کا سوال، نیز وہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتی تھیں کہ وہ اسے فرعون کے فتنے، اس کے اعمال بد اور ہر ظالم کے فتنہ سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا قبول فرمائی: چنانچہ وہ ایمان کامل اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ زندہ رہیں اور تمام فتنوں سے بچی رہیں۔ بنابریں نبی مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”مردوں میں سے مرتبہ کمال کو پہنچنے والے لوگ تو بہت ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد کے سوا کوئی عورت مرتبہ کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔“ [1]

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وضرب الله مثلاً للذين آمنوا امرأت فرعون ......﴾ (التحريم: ٦٦/١١، ١٢) حديث: ٣٤١١ وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة أم المؤمنين رضي الله عنها، حديث: ٢٤٣١ والبداية والنهاية: ١٢٧/٣.

﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔'' یعنی انہوں نے اپنی کامل دیانت، عفت اور پاکیزگی کی بنا پر ہر فحش کام سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ ﴿ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ﴾ ''پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔'' جبریل علیہ السلام نے اس کے کُرتے کے گریبان میں پھونک ماری اور ان کی یہ پھونک حضرت مریم تک پہنچی، چنانچہ اس طرح حضرت مریم علیہا السلام سے رسول کریم اور سید عظیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے ﴿ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ ﴾ ''اور انہوں نے اپنے رب کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔'' یہ حضرت مریم علیہا السلام کو علم اور معرفت سے موصوف کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق اس کے کلمات دینی اور قدری کی تصدیق کو شامل ہے، اس کی کتابوں کی تصدیق ان امور کا تقاضا کرتی ہے جن کے ذریعے سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور یہ علم و عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، بنابریں فرمایا: ﴿ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴾ ''اور وہ فرماں برداروں میں سے تھیں۔'' یعنی وہ خشیت اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت کرنے والوں میں سے تھیں، یہ ان کے کمالِ عمل کا وصف ہے کیونکہ وہ صدیقہ تھیں اور صدیقیت کمالِ علم و عمل کا نام ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس:4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس:8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون:5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون :7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پارة نمبر اُنتیس 29

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ

بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر أنتيس 29

تفسیر سورۃ الملک

سورۃ الملک (۶۷) مکیۃ (۷۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیاتہا ۳۰ رکوعاتہا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ

بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات کہ اسکے ہاتھ میں ہے (تمام) بادشاہی اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہ جس نے پیدا کیا موت

وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْ خَلَقَ

اور حیات کو تا کہ وہ آزمائے تمھیں، کون تم میں سے اچھا ہے عمل میں؟ اور وہ بڑا زبردست، خوب بخشنے والا ہے ○ وہ جس نے پیدا کیے

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى

سات آسمان اوپر نیچے نہیں دیکھے گا تو رحمٰن کے پیدا کرنے میں کوئی فرق پس لوٹا تو نگاہ کو کیا تو دیکھتا ہے

مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ

کوئی شگاف؟ ○ پھر لوٹا تو نگاہ کو دوبارہ (باربار) لوٹ آئے گی تیری طرف نگاہ

خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾

ذلیل ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ماندی ہوگی ○

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ یعنی وہ ہستی بہت عظمت والی اور بہت بلند ہے، اس کی بھلائی بہت زیادہ اور اس کا احسان عام ہے۔ یہ اس کی عظمت ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کا اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے، وہ جیسے چاہتا ہے احکام دینی اور احکام قدری میں تصرف کرتا ہے جو اس کی حکمت کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی عظمت اور اس کی قدرت کا کمال ہے جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی قدرت کے ذریعے سے اس نے بڑی بڑی مخلوقات، مثلاً: آسمان اور زمین کو وجود بخشا اور ﴿ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ﴾ ''اس نے موت و حیات کو پیدا کیا''، یعنی اس نے اپنے بندوں کے مقدر کیا کہ وہ ان کو زندگی عطا کرے، پھر موت سے ہم کنار کرے ﴿ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ تا کہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے زیادہ صاحب اخلاص اور کون سب سے زیادہ راہِ صواب پر ہے۔ یہ آزمائش اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کر کے ان کو اس دنیا میں بھیجا، انھیں یہ بھی بتا دیا کہ انھیں عنقریب یہاں سے منتقل کیا جائے گا، ان کو اوامر و نواہی دیے اور اپنے ان اوامر کی معارض شہوات کے ذریعے سے ان کو آزمایا۔ پس جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں بہترین جزا دے گا اور جو کوئی شہوات نفس کی طرف مائل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کو دور پھینک دیا تو اس کے لیے بدترین سزا ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ ﴾ تمام غلبہ اسی کا ہے

جس کے ذریعے سے وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور مخلوقات اس کی مطیع ہے۔ ﴿اَلْغَفُوْرُ﴾ وہ بدکاروں، کوتاہی کرنے والوں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے، خاص طور پر جب وہ توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کریں، وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ آسمان کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہوں، وہ ان کے عیوب کو چھپاتا ہے، خواہ وہ زمین بھر ہوں۔

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ یعنی اس نے آسمانوں کو ایک ہی طبق نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک دوسرے کے اوپر بنایا، ان کو انتہائی خوبصورتی اور مضبوطی کے ساتھ پیدا کیا ﴿مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ ”تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ربطی نہیں دیکھو گے“، یعنی خلل اور نقص۔ جب نقص کی ہر لحاظ سے نفی ہوگئی تو وہ ہر لحاظ سے خوبصورت، کامل اور متناسب بن گئے، یعنی اپنے رنگ میں، اپنی ہیئت میں، اپنی بلندی میں، اپنے سورج، کواکب، ثوابت اور سیارات میں خوبصورت اور متناسب ہیں۔ چونکہ ان کا کمال معلوم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار دیکھنے اور ان کے کناروں میں غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ﴾ عبرت کی نظر سے دیکھنے کے لیے اس پر دوبارہ نگاہ ڈال ﴿هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ کیا تجھے کوئی نقص اور خلل نظر آتا ہے؟

﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ﴾ ”پھر لوٹا تو نگاہ کو دوبارہ بار بار“ اس سے مراد کثرت تکرار ہے ﴿یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ﴾ ”نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی“، یعنی کوئی خلل اور کوئی نقص دیکھنے سے عاجز آ کر واپس لوٹے گی اور خواہ وہ خلل دیکھنے کی بے انتہا خواہش رکھتی ہو، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت صراحت کے ساتھ آسمانوں کی خوبصورتی کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ

اور البتہ تحقیق زینت دی ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے اور بنایا ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ اور تیار کیا ہے ہم نے ان (شیطانوں) کیلئے

عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝۵ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۶

عذاب بھڑکتی آگ کا ○ اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا ساتھ اپنے رب کے عذاب جہنم ہے اور برا ٹھکانا ہے (وہ) ○

اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ

جب ڈالے جائیں گے وہ اس (جہنم) میں تو سنیں گے اسکا دھاڑنا جبکہ وہ جوش مار رہی ہوگی ○ قریب ہے کہ پھٹ پڑے گی غیظ (وغضب) سے جب بھی

اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا

ڈالا جائیگا اس میں کوئی گروہ تو پوچھیں گے ان سے اسکے محافظ کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا؟ ○ وہ کہیں گے ہاں یقیناً آیا تھا ہمارے پاس

نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ

ایک ڈرانے والا تو جھٹلایا تھا ہم نے اسے اور کہا تھا ہم نے، نہیں نازل کی اللہ نے کوئی چیز، نہیں ہو تم مگر گمراہی میں

كَبِيْرٍ ⑨ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩

بہت بڑی ○ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے اور سمجھتے ہوتے تو نہ ہوتے ہم دوزخیوں میں ○

یعنی ہم نے جمال بخشا ﴿ السَّمَآءَ الدُّنْيَا ﴾ ''دنیا کے آسمان کو'' جسے تم دیکھ رہے ہو اور جو تمھارے قریب اور متصل ہے۔ ﴿ بِمَصَابِيْحَ ﴾ ''چراغوں کے ساتھ'' اس سے مراد مختلف اقسام کی روشنیاں رکھنے والے ستارے ہیں کیونکہ اگر آسمان میں ستارے نہ ہوتے تو یہ ایک تاریک چھت ہوتی جس میں کوئی حسن و جمال نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو آسمان کی زینت، حسن و جمال اور راہ نما بنایا جن کے ذریعے سے بحر و بر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر کہ اس نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا، اس امر کے منافی نہیں کہ بہت سے ستارے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہوں کیونکہ آسمان شفاف ہوتے ہیں اور اگر آسمان دنیا پر ستارے نہ بھی ہوں تو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کے ذریعے سے آسمان دنیا کو زینت حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿ وَجَعَلْنٰهَا ﴾ اور بنایا ہم نے چراغوں کو ﴿ رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ﴾ ''شیطانوں کو مارنے کا آلہ'' جو آسمانوں سے خبر چوری کرنا چاہتے ہیں، پس یہ شہاب، جنھیں ستاروں سے شیاطین پر پھینکا جاتا ہے، انھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کے اندر شیاطین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ ﴾ اور آخرت میں ان کے لیے تیار کیا ہے ﴿ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴾ ''بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب'' کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی اور اس کے بندوں کو گمراہ کیا، اس لیے ان کی پیروی کرنے والے کفار انھی کی مانند ہیں، ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور برا ٹھکانا ہے۔'' وہ ایسا ٹھکانا ہے کہ وہاں کے لوگوں کو بے حد رسوا کیا جائے گا۔

﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا ﴾ جب ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان کو جہنم کے اندر پھینک دیا جائے گا ﴿ سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا ﴾ تو وہ جہنم کی بہت بلند اور انتہائی کریہہ آوازیں سنیں گے ﴿ وَّهِيَ تَفُوْرُ ﴾ اور حالت یہ ہوگی کہ جہنم جوش مار رہی ہوگی۔ ﴿ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ ''گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔'' یعنی مجتمع ہونے کے باوجود، یوں لگتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائے گی اور کفار پر مارے غیظ و غضب کے پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم ان کے ساتھ کیا کرے گی؟

جہنم کا داروغہ اہل جہنم کو جو زجر و توبیخ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴾ ''جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے

داروغے ان سے پوچھیں گے، کیا تمھارے پاس کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا تھا؟'' یعنی تمھارے اس حال اور تمھارے جہنم کے مستحق ہونے سے یوں لگتا ہے گویا کہ تمھیں اس کے بارے میں آگاہ ہی نہیں کیا گیا اور متنبہ کرنے والوں نے تمھیں کبھی اس سے متنبہ ہی نہیں کیا۔ ﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ ''وہ کہیں گے، کیوں نہیں! ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔'' پس انھوں نے نبی کی تکذیبِ خاص اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر چیز کی تکذیب عام کو جمع کر دیا اور انھوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے متنبہ کرنے والے رسولوں کو علی الاعلان گمراہ کہا، حالانکہ وہی تو راہ دکھانے والے اور سیدھی راہ پر ہیں پھر انھوں نے مجرد گمراہی کے فتوے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی ''گمراہی'' کو ''بہت بڑی گمراہی'' قرار دیا، تب کون سا عناد، تکبر اور ظلم اس کے مشابہ ہو سکتا ہے؟

﴿وَقَالُوْا﴾ رشد و ہدایت کے اہل نہ ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے، تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔'' پس وہ اپنی ذات سے ہدایت کے تمام راستوں کی نفی کریں گے اور وہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور رسول کی لائی ہوئی کتاب کو سننا اور عقل جو صاحب عقل کو فائدہ دیتی ہے، جو اسے حقائقِ اشیا، بھلائی کو ترجیح دینے اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنے پر ٹھہراتی ہے جس کا انجام قابل مذمت ہو۔ مگر ان کے پاس تو سماعت ہے نہ عقل۔ ان کا یہ رویہ اہل یقین و عرفان اور ارباب صدق و ایمان کے رویے کے برعکس ہے کیونکہ انھوں نے سمعی دلائل سے اپنے ایمان کی تائید کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور جو کچھ رسول ﷺ لے کر آئے انھوں نے اسے حصول علم، معرفت اور عمل کے لیے سنا، نیز انھوں نے عقلی دلائل کے ذریعے سے گمراہی میں سے ہدایت، قبیح میں سے حسین اور شر میں سے خیر کی معرفت حاصل کی، وہ اپنے ایمان میں منقول و معقول کی اقتدا کے مطابق تھے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ پاک ہے وہ ذات جو بندوں میں سے جسے چاہتی ہے اپنے فضل کے لیے مختص کرتی ہے اور جسے چاہتی ہے اپنے احسان سے بہرہ مند کرتی ہے اور جو بھلائی کے قابل نہیں ہوتا اسے تنہا چھوڑ دیتی ہے۔

جہنم میں داخل ہونے والوں اور اپنے ظلم و عناد کا اعتراف کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿11﴾

سو اعتراف کریں گے وہ اپنے گناہ (جرم) کا، پس دوری ہے واسطے دوزخیوں کے ○

یعنی ان کے لیے رحمت الٰہی سے دوری، خسارہ اور بدبختی ہے، وہ کتنے بدبخت اور کس قدر ہلاکت میں مبتلا ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ثواب کو کھو دیا اور جہنم کا ایندھن بنے، جو ان کے ابدان میں بھڑکتی رہے گی اور ان

کے دلوں سے لپٹتی رہے گی!

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾

بلاشبہ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر بہت بڑا ۝

اللہ تعالیٰ نے بدبخت فاجروں کا ذکر کیا تو سعادت مند نیک لوگوں کا وصف بھی بیان کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ بے شک وہ لوگ جو اپنے تمام احوال میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس وہ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہیں نہ اس کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرتے ہیں جو ان کو دیا گیا ہے ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ان کے لیے ان کے گناہوں کی بخشش ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا تو اس نے ان کو ان گناہوں کے شر سے اور جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ ﴿وَّ﴾ ''اور'' ان کے لیے ﴿اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ بڑا اجر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں تیار کر رکھا ہے، یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں، بہت بڑی بادشاہی، پیہم لذتیں، محلات، بالا خانے، خوبصورت حوریں، خدمت گار اور خدمت کرنے والے لڑکے۔ اس سے بھی عظیم تر اور بڑا اجر رحمٰن کی رضا ہے جو جنت کے رہنے والوں کو حاصل ہوگی۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ

اور تم چھپا کر کرو اپنی بات یا پکار کر کرو اس کو، بلاشبہ وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ۝ کیا (بھلا) نہیں جانے گا وہ

مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ ع

جس نے (سب کو) پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خبردار (بھی) ہے ۝

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے وسیع علم، بے پایاں لطف و کرم کے بارے میں خبر ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تم پوشیدہ کہو یا ظاہر'' یعنی اس کے لیے دونوں برابر ہیں، دونوں میں سے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، پس ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ وہ سینے میں چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے، وہ ان اقوال کو کیوں کر نہیں جانتا جن کو سنا جا سکتا ہے اور جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ یعنی وہ ہستی جس نے مخلوق کو نہایت مہارت سے اور بہترین طریقے سے پیدا کیا ہے وہ سینوں کے بھید کیونکر نہ جانتی ہو گی؟ ﴿وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ اس کے علم و خبر بہت لطیف ہیں حتیٰ کہ وہ سینے کے بھیدوں، ضمیر کے رازوں، تمام چھپی ہوئی چیزوں، خفیہ امور اور غیوب کو جانتا ہے، وہی ہے جو ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾ (طٰہٰ: ۷/۲۰) ''چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔''

(اَلــلَّطِيْفُ) کے معانی میں سے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندے اور دوست کے ساتھ نہایت لطف و کرم سے پیش آتا ہے، اس کے ساتھ احسان اور نیکی اس طرح کرتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے شر سے ایسے بچاتا ہے جس کا اسے وہم و گمان نہیں ہوتا، وہ اسے ایسے اسباب کے ذریعے سے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے جو بندے کے تصور میں بھی نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اسے ناگوار حالات کا مزا چکھاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے سے اسے جلیل القدر محبوبات اور اعلیٰ مطالب و مقاصد تک پہنچائے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا

وہ، وہ ذات ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو نرم (مسخر) سو چلو پھرو تم اس کے راستوں میں اور کھاؤ

مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

اس (اللہ) کے رزق میں سے اور اسی کی طرف ہے قبروں سے اٹھ کر جانا ○

یعنی وہی ہے جس نے زمین کو مسخر کر دیا اور اسے تمہارا مطیع کر دیا تاکہ تم اس میں سے ہر وہ چیز حاصل کر سکو جس سے تمہاری حاجات متعلق ہیں، مثلاً: باغات لگانا، عمارتیں تعمیر کرنا، کھیتیاں اگانا اور ایسی شاہراہیں بنانا جو تمھیں دور دراز ملکوں اور شہروں تک پہنچاتی ہیں ﴿فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا﴾ ''پس تم اس کی راہوں میں چلو پھرو'' یعنی طلب رزق و مکاسب کے لیے ﴿وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''اور اللہ کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف جی اٹھنے کے بعد جانا ہے۔'' یعنی اس گھر سے منتقل ہو کر جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے امتحان گاہ اور ایسا وسیلہ بنایا ہے جس کے ذریعے سے آخرت کے گھر تک پہنچا جاتا ہے، تمہارے مرنے کے بعد تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھا کیا جائے گا تاکہ وہ تمھیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا دے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ

کیا بے خوف ہو گئے ہو تم اس (اللہ) سے جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ دھنسا دے تمھیں زمین میں تو ناگہاں وہ (تیز) تیز حرکت کرنے لگے؟ ○ کیا بے خوف ہو گئے ہو تم

مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾

اس (اللہ) سے جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ بھیجے تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی پس عنقریب جان لو گے تم کیسا ہے میرا ڈرانا؟ ○

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾

اور تحقیق تکذیب کی تھی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس کیسا تھا میرا عذاب؟ ○

یہ اس شخص کے لیے تہدید و وعید ہے جو اپنی سرکشی، تعدی اور نافرمانی پر جما ہوا ہے جو سزا اور عذاب کے نزول کی موجب ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، نڈر ہو۔'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوق پر بلند ہے ﴿اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ﴾ ''کہ وہ تم کو زمین میں

دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے'' تمھیں لے کر کانپنے لگے اور تم ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاؤ۔

﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ﴾ ''کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو کہ وہ تم پر پتھر برسا دے۔'' یعنی آسمان سے عذاب نازل کرے، تم پر پتھر برسائے اور اللہ تعالیٰ تم سے انتقام لے ﴿ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴾ یعنی تمھیں عنقریب معلوم ہوگا کہ وہ عذاب تم پر کیسے آتا ہے جس کے بارے میں تمھیں رسولوں اور کتابوں نے ڈرایا تھا۔ پس تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین اور آسمان کے عذاب سے تمھارا محفوظ و مامون ہونا تمھیں کوئی فائدہ دے گا۔ تم عنقریب اپنے کرتوتوں کا انجام ضرور دیکھو گے، خواہ یہ مدت لمبی ہو یا چھوٹی کیونکہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی جھٹلایا جیسے تم نے جھٹلایا ہے تو دیکھ لو کیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس تکذیب سے روکا؟ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب سے پہلے انھیں دنیا میں عذاب کا مزا چکھایا، اس لیے ڈرو کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ

وقف لازم اختلاف

کیا نہیں دیکھا انھوں نے (اڑتے) پرندوں کی طرف اپنے اوپر، پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہوئے؟ نہیں تھامتا ان کو مگر (اللہ) رحمٰن ہی

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾

بلا شبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے ○

یہ عتاب ہے اور پرندوں کی حالت پر غور کرنے کی ترغیب ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کیا اور پھر ان کے لیے فضا اور ہوا کو مسخر کیا جس میں وہ پرواز کے لیے پر پھیلائے پھرتے ہیں، نیچے اترنے کے لیے اپنے پروں کو اکٹھا کرتے اور فضا میں اپنے ارادے اور ضرورت کے مطابق اِدھر اُدھر تیرتے پھرتے ہیں۔ ﴿ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ﴾ ''انھیں اللہ رحمٰن ہی تھامے ہوئے ہے۔'' پس رحمٰن ہی ہے جس نے ان کے لیے فضائے بسیط کو مسخر کیا اور ان کو ایسی حالت میں پیدا کیا جو پرواز کے لیے مناسب ہے۔ پس جو کوئی پرندوں کی حالت میں غور کر کے عبرت حاصل کرتا ہے تو ان کی یہ حالت اس کیلئے قدرت الٰہی اور عنایت ربانی پر دلالت کرتی ہے، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ﴿ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴾ ''بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔'' وہ اپنے بندوں کے لیے ان کے لائق احوال اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا

بھلا کون ہے جو وہ لشکر ہو تمھارا، کہ وہ مدد کرے تمھاری سوائے رحمٰن کے؟ نہیں ہیں کافر مگر

فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ

دھوکے ہی میں ○ بھلا کون ہے وہ جو رزق دے تمھیں اگر روک لے رحمٰن اپنا رزق؟

بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

بلکہ وہ اڑے ہوئے ہیں سرکشی اور (حق سے) گریز پر ○

اللہ تعالیٰ اپنے امر سے دور بھاگنے اور حق سے روگردانی کرنے والے سرکشوں سے فرماتا ہے: ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ﴾ یعنی جب رحمٰن تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو کون سا تمہارا لشکر اس برائی کو تم سے دور کر سکتا ہے؟ یعنی رحمٰن کے سوا تمہارے دشمنوں کے خلاف کون تمھاری مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا، عزت عطا کرنے والا اور ذلت سے ہم کنار کرنے والا ہے اور اس کے سوا تمام مخلوق کسی بندے کی مدد کے لیے اکٹھی ہو جائے تو کسی بھی دشمن کے خلاف اسے ذرہ بھر فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس کفار کا یہ جان لینے کے بعد کہ رحمٰن کے سوا کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا، اپنے کفر پر جمے رہنا فریب اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ﴾ یعنی رزق تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ تم سے رزق کو روک لے تو کون تمہارے لیے رزق بھیج سکتا ہے؟ کیونکہ مخلوق تو خود اپنے رزق پر قادر نہیں، دوسروں کو کیسے رزق دے سکتی ہے؟ بندوں کو جو نعمت عطا ہوتی ہے وہ صرف اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ پس رزق عطا کرنے والی اور نعمتوں سے بہرہ ور کرنے والی ہستی ہی اس بات کی مستحق ہے کہ اسی ایک کی عبادت کی جائے۔ مگر کفار ﴿ لَّجُّوْا ﴾ جمے ہوئے ہیں ﴿ فِیْ عُتُوٍّ ﴾ حق کے معاملے میں سختی اور درشتی میں ﴿ وَّ نُفُوْرٍ ﴾ ''اور نفرت میں۔'' یعنی حق سے دور بھاگتے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا

کیا پس جو شخص چلتا ہے اوندھا اپنے چہرے کے بل (وہ) زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ شخص جو چلتا ہے سیدھا

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

اوپر صراط مستقیم کے؟ ○

یعنی ان دو شخصوں میں سے کون زیادہ ہدایت کی راہ پر ہے؟ کیا وہ شخص جو گمراہی میں سرگشتہ پھرتا ہے، اپنے کفر میں غرق ہے اور اس کی سمجھ الٹ گئی ہے اس کے نزدیک حق باطل اور باطل حق بن چکا ہے یا وہ شخص جو حق کا علم رکھنے والا، حق کو ترجیح دینے والا، حق پر عمل کرنے والا اور اپنے اقوال و افعال اور تمام احوال میں صراط مستقیم پر گامزن ہے؟ ان دونوں اشخاص کے احوال پر مجرد ایک نظر ڈالنے سے ہدایت یافتہ اور گمراہ کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا۔ احوال، اقوال سے بڑے گواہ ہیں۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا

کہہ دیجیے: وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں اور اس نے بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل، بہت ہی کم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ

شکر کرتے ہو تم ○ کہہ دیجیے: وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے پھیلایا تمھیں زمین میں اور اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے تم ○ اور کہتے ہیں وہ (کافر)

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ

کب ہوگا یہ وعدہ (قیامت) اگر ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے! بلاشبہ اس کا علم تو صرف

عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾

اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں صریح ○

اللہ تعالیٰ یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے کہ وہی اکیلا معبود ہے، اپنے بندوں کو اپنے شکر کی طرف بلاتے ہوئے اور عبادت میں اپنے متفرد ہونے کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ﴾ یعنی وہی ہے جو کسی معاون اور مددگار کے بغیر تمھیں عدم سے وجود میں لایا، جب اس نے تمھیں پیدا کیا تو کانوں، آنکھوں اور دلوں کے ساتھ تمھارے وجود کی تکمیل کی جو بدن کے نافع ترین اور کامل ترین جسمانی اعضا ہیں۔ مگر ان نعمتوں کے باوجود ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تم کم ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو'' تم میں شکر گزار لوگ اور شکر گزاری بہت کم ہے۔

﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہہ دیجیے کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا۔'' یعنی اس نے تمھیں زمین کے چاروں سمت پھیلایا اور اس کے کناروں تک تمھیں آباد کیا، تمھیں امر و نہی کا مکلف کیا، تمھیں نعمتوں سے سرفراز فرمایا جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو، پھر اس کے بعد قیامت کے دن وہ تمھیں اکٹھا کرے گا۔ مگر یہ معاندین حق، جزا و سزا کے اس وعدے کا انکار کرتے ہیں ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ﴾ اور تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟'' انھوں نے انبیاء کی صداقت کی علامت یہ رکھی کہ انھیں قیامت کے دن کی آمد کے وقت کے بارے میں آگاہ کریں، جبکہ یہ ظلم اور عناد ہے۔ پس اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں اور نہ اس خبر اور اس کے وقوع کے وقت کی خبر میں کوئی تلازم ہی ہے کیونکہ صداقت اپنے دلائل سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صحت پر دلائل و براہین قائم کردیے ہیں، اس شخص کے لیے ادنیٰ سا شک نہیں رہتا جو توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ

پس جب وہ دیکھیں گے اس (عذاب قیامت) کو قریب ہی تو بگڑ جائیں گے چہرے ان لوگوں کے جنھوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ جو تھے تم

بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ

(دنیا میں) اس کو مانگتے ○ کہہ دیجیے: خبر دو تم مجھے اگر ہلاک کردے مجھے اللہ اور انکو بھی جو میرے ساتھ ہیں یا وہ رحم کرے ہم پر تو کون ہے

يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

وہ جو پناہ دے کافروں کو دردناک عذاب سے؟ ○ کہہ دیجیے: وہ (اللہ) نہایت مہربان ہے ہم ایمان لائے اس پر اور اسی پر توکل کیا ہم نے

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ

پس عنقریب تم جان لوگے کون ہے وہ جو صریح گمراہی میں ہے؟ ○ کہہ دیجیے: خبر دو تم مجھے اگر ہو جائے تمہارا پانی

غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

گہرا تو کون ہے وہ کہ لے آئے وہ تمہارے پاس پانی بہتا ہوا؟ ○

کفار کی تکذیب اور اس بنا پر ان کے فریب کا محل و مقام اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اس دنیا میں ہیں، جب جزا و سزا کا دن ہوگا اور وہ عذاب کو ﴿ زُلْفَةً ﴾ اپنے قریب دیکھیں گے تو یہ انھیں بہت برا لگے گا اور انھیں خوف زدہ کر دے گا، ان کے چہرے بدل جائیں گے، ان کی تکذیب پر انھیں زجر و توبیخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ''یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ آج تم نے اسے عیاں دیکھ لیا ہے اور تمام معاملہ تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا ہے، تمہارے تمام اسباب منقطع ہو گئے ہیں اور اب عذاب بھگتنے کے سوا کچھ باقی نہیں۔''

چونکہ رسول مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے والے جو آپ کی دعوت کو ٹھکراتے تھے، آپ کی ہلاکت اور آپ کے بارے میں گردش زمانہ کے منتظر تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہیں کہ اگر تمھاری آرزو پوری ہو بھی جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے تو یہ چیز تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے گی، کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور تم عذاب کے مستحق بن گئے۔ پس اب تمھیں دردناک عذاب سے کون بچا سکتا ہے جس کا تم پر واقع ہونا حتمی ہے؟ تب میری ہلاکت کے بارے میں تمھاری مشقت اور حرص غیر مفید ہے اور وہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گی۔

انھوں نے اپنے اس قول کا...... کہ وہ ہدایت پر ہیں اور رسول ﷺ گمراہی پر ہیں...... اعادہ کیا، اس کے اظہار میں جرأت دکھائی، اس پر جھگڑا اور لڑائی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنے حال اور آپ کی پیروی کرنے والوں کے حال سے آگاہ کر دیں جس سے ہر شخص پر ان کی ہدایت اور تقویٰ واضح ہو جائے اور وہ یہ کہنے کا حکم تھا: ﴿ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ ''ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس پر توکل کیا'' اور ایمان، باطنی تصدیق اور اعمال باطنہ و ظاہرہ کو شامل ہے۔

چونکہ تمام اعمال کا وجود اور ان کا کمال توکل پر موقوف ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام اعمال میں سے توکل کا خاص طور پر ذکر کیا ورنہ توکل، ایمان اور اس کے جملہ لوازم میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۲۳) ''اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔'' جب

رسول ﷺ اور ان لوگوں کا یہ حال ہے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں...... اور یہ ایسا حال ہے جو فلاح کے لیے متعین ہے اور جس پر سعادت موقوف ہے...... اور آپ کے دشمنوں کا حال اس کے متضاد ہے، پس ان کے پاس ایمان ہے نہ توکل تب اس سے معلوم ہو گیا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ وہ نعمتیں عطا کرنے میں اکیلا اور متفرد ہے، خاص طور پر پانی کی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا﴾ ''کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمھارا پانی خشک ہو جائے۔'' یعنی گہرا چلا جائے ﴿فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ''تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے'' جس کو تم خود پیتے ہو، اپنے مویشیوں کو پلاتے ہو اور اپنے باغات اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہو؟ یہ استفہام بمعنی نفی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس پر قادر نہیں۔

تفسیر سورۃ القلم

سُوْرَةُ الْقَلَمِ (۶۸) مَكِّيَّةٌ (۲) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا

نٓ، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں ○ نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے ○ اور بلاشبہ آپ کیلئے البتہ اجر ہے

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ

نہ ختم کیا جانے والا ○ اور بیشک آپ خلق عظیم پر (فائز) ہیں ○ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے ○ کہ کون تم میں سے

الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ

دیوانہ ہے؟ ○ بلاشبہ آپ کا رب، وہی خوب جانتا ہے اس کو جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ''قلم'' کی قسم کھاتا ہے۔ یہ اسم جنس ہے جو ان تمام اقلام کو شامل ہے جن کے ذریعے سے مختلف علوم کو لکھا جاتا ہے اور جن کے ذریعے سے منثور اور منظوم کلام کو احاطۂ تحریر میں لایا جاتا ہے اور یہ اس حقیقت پر قسم ہے کہ قلم اور جو اس کے ذریعے سے مختلف انواع کا کلام لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جو اس امر کی مستحق ہے کہ محمد ﷺ کی ان عیوب کے بارے میں براءت پر اس کی قسم کھائی جائے جو آپ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یعنی جنون وغیرہ۔ پس آپ کے رب کی نعمت اور احسان سے ان عیوب کی آپ سے نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل کامل، عمدہ رائے اور فصاحت و بلاغت سے لبریز

کلامِ فیصل سے سرفراز فرمایا ہے جو بہترین کلام ہے جسے قلم لکھتے ہیں اور مخلوقات اسے قلم بند کرتی ہیں اور دنیا کے اندر یہی سعادت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی اخروی سعادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا ﴾ ''آپ کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' جیسا کہ نکرہ سے مستفاد ہوتا ہے ﴿ غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴾ یعنی ایسا اجر جو کبھی منقطع نہیں ہوگا بلکہ دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس کا سبب وہ اعمال صالحہ، اخلاق کاملہ اور ہر بھلائی کی طرف وہ راہ نمائی وغیرہ ہے جو نبی اکرم ﷺ سے صادر ہوئی ہے۔ ﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ ''اور بے شک آپ بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں۔'' یعنی آپ اس اخلاق کی بنا پر بلند مرتبہ ہیں اور اپنے اس خلق عظیم کی بنا پر فوقیت رکھتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے۔ آپ کے خلق عظیم کا حاصل وہ ہے جس کی تفسیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے سامنے بیان فرمائی تھی جس نے آپ کے اخلاق کے بارے میں ان سے پوچھا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)[1] ''آپ کا خلق قرآن ہی ہے۔'' یہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح ہے: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ (الأعراف: ۱۹۹/۷) ''عفو کا رویہ اختیار کیجیے، نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔'' نیز فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾ (آل عمران: ۱۵۹/۳) ''اللہ کی مہربانی سے، آپ ان کے لیے نرم خو واقع ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (التوبة: ۱۲۸/۹) ''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمھاری تکلیف اس پر بہت گراں گزرتی ہے، تمھاری بھلائی کا وہ بہت خواہش مند ہے، اہل ایمان پر بہت شفقت کرنے والا اور ان پر نہایت مہربان ہے۔''

کتنا صحیح مصداق ہیں یہ آیات کریمہ جو آپ کے مکارم اخلاق سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ آیات کریمہ جو ہر قسم کے خلق جمیل کی ترغیب دیتی ہیں۔ وہ ان اوصاف میں کامل ترین اور جلیل ترین مقام پر فائز تھے اور ان خصائل میں سے ہر خصلت کی بلند چوٹی پر تھے۔ آپ بہت ہی نرم برتاؤ کرنے والے اور نرم خو تھے، لوگوں کے بہت قریب تھے، جو کوئی آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت قبول کرتے تھے، جو کوئی آپ سے کسی حاجت کا طلب گار ہوتا آپ اس کی حاجت پوری کرتے تھے بلکہ آپ اس کی دل جوئی کرتے تھے۔ اگر آپ کے اصحاب کو آپ سے کام ہوتا، آپ اس کام پر ان کی موافقت کرتے اور اس بارے میں ان کی بات مانتے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہو۔ اگر کسی امر کا عزم فرماتے تو ان کو نظر انداز کر کے ان پر

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ......، حديث: ٧٤٦ و مسند أحمد: ٩١/٦.

اپنی رائے نہیں تھوپتے تھے بلکہ ان کے ساتھ مشاورت کر کے ان کی رائے لیتے تھے، ان کے اچھے کام کو قبول کر لیتے اور برائی کرنے والے سے درگزر کرتے تھے، کسی ہم نشین کے ساتھ معاشرت کرتے تو کامل ترین اور بہترین طریقے سے معاشرت کرتے، آپ کبھی اپنی پیشانی پر بل ڈالتے نہ آپ کبھی کوئی سخت بات کہتے، نہ آپ اس سے منہ موڑتے، نہ آپ اس کی زبان کی لغزش پر گرفت کرتے اور نہ اس کی طرف سے کسی سخت رویے پر مؤاخذہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے اور اسے انتہائی حد تک برداشت کرتے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو بلند ترین مقام پر فائز فرمایا اور آپ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ آپ مجنون اور دیوانے ہیں تو فرمایا: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ○ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ ”پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔“ اور یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ، اپنے لیے اور دوسروں کے لیے سب سے زیادہ کامل ہیں، نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کے دشمن، لوگوں میں سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے زیادہ شرپسند ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے بندوں کو فتنے میں ڈالا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم کافی ہے، وہی محاسبہ کرنے والا اور جزا دینے والا ہے۔ اور ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ”وہ اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔“ اس میں گمراہ لوگوں کے لیے تہدید اور ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے وعدہ ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بیان ہے کہ وہ اس شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے جو ہدایت کے لائق ہوتا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

پس نہ اطاعت کریں آپ تکذیب کرنیوالوں کی ○ وہ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں ○ اور نہ اطاعت کریں آپ ہر قسمیں کھانیوالے

مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ

نہایت حقیر کی ○ جو بڑا ہی عیب جو چغلیاں چلتا پھرتا چغل خور ہے ○ بہت روکنے والا بھلائی سے حد سے گزرنے والا سخت گناہ گار ہے ○ اُجڈ علاوہ

ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿١٣﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٤﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

اس کے حرام زادہ ہے ○ یہ اس لئے کہ (وہ) مال اور بیٹوں والا ہے ○ جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیات

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٥﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾

تو کہتا ہے (یہ) افسانے ہیں پہلوں کے ○ عنقریب ہم داغ لگائیں گے اسے (اس کی) سونڈ (ناک) پر ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ جنہوں نے آپ کو جھٹلایا اور حق کے ساتھ عناد رکھا یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے کیونکہ یہ صرف اسی بات کا حکم دیتے ہیں جو ان کی

خواہشات نفس کے موافق ہوتی ہے اور یہ باطل کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ پس ان کی اطاعت کرنے والا اس چیز کی طرف بڑھتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ آیت کریمہ ہر جھٹلانے والے اور ہر اس اطاعت کے لیے عام ہے جو تکذیب سے جنم لیتی ہے اگرچہ اس کا سیاق ایک خاص معاملے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ان کے معبودوں اور ان کے دین کے بارے میں خاموش ہو جائیں، وہ بھی آپ کے بارے میں خاموش رہیں گے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَدُّوْا ﴾ یعنی مشرکین چاہتے ہیں ﴿ لَوْ تُدْهِنُ ﴾ کہ آپ ان کے موقف سے موافقت کریں قول کے ذریعے سے یا فعل کے ذریعے سے، یا جہاں کلام کرنا ضروری ٹھہرتا ہو وہاں خاموش رہیں ﴿ فَيُدْهِنُوْنَ ﴾ ''تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔'' مگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کو کھلم کھلا بیان کیا اور دین اسلام کا اظہار کیا کیونکہ اس کا کامل اظہار، اس کی ضد کے نقض اور اس کے متناقض نظریات کے عیب کا اظہار ہے۔

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کی بات نہ ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔'' کیونکہ اتنی زیادہ قسمیں کھانے والا جھوٹا ہی ہو سکتا ہے، اور آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا جب تک وہ ﴿ مَّهِيْنٍ ﴾ خسیس النفس اور دانائی سے تہی دست نہ ہو اور اسے بھلائی میں کوئی رغبت نہ ہو بلکہ اس کا ارادہ اس کے خسیس نفس کی شہوات پر مرتکز ہو۔ ﴿ هَمَّازٍ ﴾ یعنی جو لوگوں کی بہت زیادہ عیب چینی کرتا ہے اور غیبت واستہزا کے ذریعے سے طعنہ زنی کرتا ہے ﴿ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴾ یعنی لوگوں کے درمیان چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ چغل خوری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے اور عداوت اور بغض پیدا کرنے کی غرض سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے۔ ﴿ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ﴾ بھلائی، یعنی نفقات واجب، کفارہ اور زکوٰۃ وغیرہ، جس کا قیام اس پر لازم تھا، سے منع کرنے والا ہے۔ ﴿ مُعْتَدٍ ﴾ مخلوق پر زیادتی کرنے والا، لوگوں کی جان و مال اور ان کی ناموس پر ظلم کرنے والا ﴿ اَثِيْمٍ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ ﴿ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی درشت خو، بدخلق اور سخت طبیعت رکھنے والا جو حق کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ﴿ زَنِيْمٍ ﴾ ''بدذات ہے'' یعنی مجہول النسب جس کی کوئی اصل ہے نہ ایسا مادہ کہ جس سے کوئی بھلائی منتج ہوتی ہے بلکہ اس کے اخلاق بدترین اخلاق ہیں۔ اس سے فلاح کی امید نہیں اور اس میں شر کی علامت ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔

ان تمام آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کی اطاعت سے روکا ہے جو نہایت کثرت سے قسمیں کھانے والا، سخت جھوٹا، خسیس النفس، نہایت بداخلاق، خاص طور پر وہ ایسے بُرے اخلاق کا مالک ہے جو خود پسند، مخلوق اور حق کے مقابلے میں تکبر واستکبار، غیبت، چغلی اور طعنہ زنی کے ذریعے سے لوگوں سے حقارت کا رویہ رکھنے اور گناہوں کی کثرت کے متضمن ہیں۔

یہ آیات کریمہ...... اگرچہ بعض مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، مثلاً: ولید بن مغیرہ وغیرہ کیونکہ اس

کے بارے میں فرمایا: ﴿ اَنۡ کَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیۡنَ ۝ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴾ کیونکہ اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے اس نے سرکشی اختیار کی، حق کے مقابلے میں تکبر و استکبار کا مظاہرہ کیا، جب حق اس کے پاس آیا تو اس نے اسے ٹھکرا دیا اور اسے پہلوں کے قصے کہانیاں قرار دیا جن میں سچ اور جھوٹ دونوں ممکن ہیں...... لیکن یہ آیات کریمہ ہر اس شخص کے بارے میں عام ہیں جو اس وصف سے متصف ہو کیونکہ قرآن کریم تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اس میں امت کے اولین و آخرین سب داخل ہیں۔ بسا اوقات بعض آیات کسی خاص سبب یا کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہوتی ہیں تاکہ ان سے عام قاعدہ واضح ہو جائے اور عام قضیوں میں داخل جزئیات کی مثالوں کی معرفت حاصل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو وعید سنائی ہے جس سے یہ سب کچھ واقع ہوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب میں اس کی ناک پر داغ لگائے گا اور اسے ظاہری عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس کے چہرے پر داغ اور علامت لگی ہوگی جہاں داغ کا لگایا جانا سب سے زیادہ شاق گزرتا ہے۔

اِنَّا بَلَوۡنٰہُمۡ کَمَا بَلَوۡنَاۤ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ ۚ اِذۡ اَقۡسَمُوۡا لَیَصۡرِمُنَّہَا مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ

بلاشبہ ہم نے آزمایا ہے انکو جیسے آزمایا تھا ہم نے باغ والوں کو جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ ضرور کاٹ (توڑ) لیں گے (پھل) اسکا صبح ہوتے ہی ○ اور

لَا یَسۡتَثۡنُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَیۡہَا طَآئِفٌ مِّنۡ رَّبِّکَ وَ ہُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصۡبَحَتۡ

نہیں کہتے تھے وہ ان شاء اللہ ○ پس پھر گیا اس باغ پر ایک (عذاب) پھرنے والا آپکے رب کی طرف سے جب کہ وہ سو رہے تھے ○ تو ہو گیا وہ باغ

کَالصَّرِیۡمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغۡدُوۡا عَلٰی حَرۡثِکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ

مانند کٹی ہوئی کھیتی کے ○ پس ایک دوسرے کو پکارا انہوں نے صبح ہوتے ہی ○ یہ کہ سویرے (سویرے) چلو تم اپنی کھیتی پر اگر ہو تم

صٰرِمِیۡنَ ﴿۲۲﴾ فَانۡطَلَقُوۡا وَ ہُمۡ یَتَخَافَتُوۡنَ ﴿۲۳﴾ اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّہَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡکُمۡ

(پھل) توڑنے والے ○ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں کہہ رہے تھے ○ کہ (قطعاً) نہ داخل ہونے پائے باغ میں آج تم پر

مِّسۡکِیۡنٌ ﴿۲۴﴾ وَّ غَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوۡہَا قَالُوۡۤا اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ ﴿۲۶﴾

کوئی مسکین ○ اور وہ صبح سویرے نکلے (مسکین کو) روکنے پر قادر (سمجھتے ہوئے) ○ پس جب انہوں نے دیکھا اسکو تو کہا یقیناً ہم البتہ (راہ) بھول گئے ہیں ○

بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوۡسَطُہُمۡ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ لَوۡ لَا تُسَبِّحُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوۡا

(نہیں) بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ○ کہا ان میں سے بہتر نے کیا نہیں کہا تھا میں نے تمھیں کیوں نہیں تم تسبیح کرتے؟ ○ انہوں نے کہا:

سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقۡبَلَ بَعۡضُہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یَّتَلَاوَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوۡا

پاک ہے ہمارا رب، بلاشبہ ہم ہی تھے ظالم ○ پس متوجہ ہوا ایک ان کا دوسرے پر آپس میں ملامت کرتے ہوئے ○ انہوں نے کہا:

یٰوَیۡلَنَاۤ اِنَّا کُنَّا طٰغِیۡنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰی رَبُّنَاۤ اَنۡ یُّبۡدِلَنَا خَیۡرًا مِّنۡہَاۤ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا

ہائے افسوس ہم پر! بلاشبہ ہم ہی تھے سرکش ○ امید ہے ہمارا رب یہ کہ بدلے میں دے وہ ہمارے لیے بہتر اس سے، بیشک ہم اپنے رب کی طرف

رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

رغبت کرنیوالے ہیں ○ اسی طرح ہوتا ہے عذاب اور البتہ عذاب آخرت (اس سے) بہت بڑا ہے کاش کہ ہوتے وہ جانتے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ان جھٹلانے والوں کو بھلائی کے ساتھ آزمایا، ہم نے انھیں مہلت دی اور ہم نے انکی خواہشات نفس کے موافق مال و دولت اور لمبی عمر وغیرہ میں سے جس سے چاہا انھیں نوازا۔ اس کا سبب یہ نہ تھا کہ ہمارے نزدیک ان کی کرامت تھی بلکہ بسا اوقات یہ سب کچھ انھیں استدراج کے طور پر عطا کیا جاتا ہے جس کا انھیں علم تک نہیں ہوتا۔ پس ان کا ان نعمتوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہونا، اس باغ والوں کی فریب خوردگی کی مانند ہے جو باغ کی ملکیت میں شریک تھے۔ جب درختوں کے پھل لگ گئے اور پھلوں نے رنگ پکڑ لیا اور ان کی برداشت کا وقت آن پہنچا، انھیں یقین تھا کہ باغ کی فصل ان کے ہاتھ میں ہے اور کوئی ایسا مانع نہیں جو باغ کی فصل برداشت کرنے سے روکے، اس لیے ان تمام شرکا نے قسم کھائی اور کسی استثنا (اِنْ شَاءَ اللّٰه کہنے) کے بغیر حلف اٹھایا کہ وہ فصل کاٹیں گے، یعنی صبح کے وقت اس کے پھل چنیں گے۔ انھیں اس بات کا ہرگز علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہے اور عذاب ان کو پیچھے چھوڑ دے گا اور ان سے آگے بڑھ کر باغ کو جا لے گا۔

﴿ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ ''پس تمہارے رب کی طرف سے اس پر ایک آفت پڑ گئی'' یعنی ایک عذاب جو رات کے وقت اس باغ پر نازل ہوا ﴿ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴾ ''اور وہ محو خواب تھے۔'' پس اس عذاب نے اسے تباہ و برباد کر دیا ﴿ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴾ ''پس وہ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی'' یعنی اندھیری رات کی مانند، تمام درخت اور پھل ملیامیٹ ہو گئے مگر انھیں نازل ہونے والی اس مصیبت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا، اس لیے جب صبح ہوئی تو انھوں نے ایک دوسرے کو یہ کہتے ہوئے آواز دی: ﴿ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ○ فَانْطَلَقُوْا ﴾ ''اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو، پس وہ چل پڑے'' باغ کا قصد کر کے ﴿ وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴾ اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ آپس میں چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کے حق سے ایک دوسرے کو روکتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ﴿ لَا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴾ ''آج تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے۔'' یعنی لوگوں کے پھیلنے سے پہلے، صبح صبح گھروں سے نکل پڑو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ فقراء اور مساکین کو محروم کرنے کے لیے باہم تلقین کرتے جا رہے تھے۔

﴿ وَّغَدَوْا ﴾ انتہائی بری، قساوت اور بے رحمی کی حالت میں انھوں نے صبح کی ﴿ عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴾ یعنی گویا کہ وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو روکنے پر قادر ہیں اور انھیں پختہ یقین ہے کہ وہ اس باغ پر قدرت رکھتے ہیں۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهَا ﴾ جب انھوں نے باغ کو اس وصف پر دیکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی کی مانند تھا ﴿ قَالُوْٓا ﴾ تو انھوں نے حیرت اور بے قراری سے کہا: ﴿ اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴾ ہم باغ سے بھٹک

وقف لازم

گئے ہیں، شاید یہ کوئی اور باغ ہو۔ پس جب متحقق ہوگیا کہ یہ وہی باغ ہے اور ان کے عقل و حواس لوٹے تو کہنے لگے: ﴿ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ ہم اس باغ سے محروم ہیں۔ اس وقت وہ پہچان گئے کہ یہ سزا ہے۔ ﴿ قَالَ اَوْسَطُهُمْ ﴾ یعنی ان میں سے سب سے زیادہ انصاف پسند اور سب سے اچھا طریقہ رکھنے والے نے کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴾ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے منزہ کیوں قرار نہیں دیتے جو اس کے لائق نہیں؟ ان میں سے ایک یہ کہ تمھارا گمان ہے کہ تمھاری قدرت ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے، تم نے (اِنْ شَاءَ اللّٰہ) کہہ کر استثنا کیا ہوتا اور اپنی مشیت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع کیا ہوتا، تو تمھارے ساتھ وہ کچھ نہ ہوتا جو ہوا ہے۔

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴾ ''وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہم ہی قصوروار تھے۔'' اس کے بعد انھوں نے اپنی کوتاہی کا تدارک کیا مگر اس وقت جب ان کے باغ پر عذاب نازل ہو چکا تھا جو اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کی یہ تسبیح، اپنی جانوں پر ظلم کرنے کا اقرار، تخفیف گناہ میں کوئی فائدہ دے اور توبہ بن جائے، اس لیے وہ سخت نادم ہوئے۔ ﴿ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴾ جو کچھ ان سے صادر ہوا اور جو کچھ انھوں نے کیا اس بارے میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ﴿ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴾ ''کہنے لگے: ہائے شامت! ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔

﴿ عَسٰی رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴾ پس انھوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس سے بہتر عطا کرے گا اور انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور اس دنیا میں اس کے سامنے اصرار کے ساتھ التجائیں کرتے رہیں گے۔ پس اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے وہ کہتے تھے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے حال کو بدل دیا ہوگا کیونکہ جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ امید وابستہ کرتا ہے تو وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ اسے عطا کرتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ وقوع پذیر ہوا، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ﴾ یعنی اس شخص کے لیے اسی طرح دنیاوی عذاب ہے جو عذاب کے اسباب کو اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے وہ چیز سلب کر لے جس کی بنیاد پر اس نے سرکشی اور بغاوت کا رویہ اپنایا اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، نیز یہ کہ وہ اس سے وہ چیز زائل کر دے جس کا وہ سب سے زیادہ ضرورت مند ہے ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ﴾ دنیا کے عذاب سے آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے ﴿ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کاش انھیں سمجھ ہوتی۔'' کیونکہ جو کوئی اس حقیقت کو جانتا ہے تو یہ علم اسے ہر اس سبب سے باز رکھتا ہے جو عذاب کا موجب اور ثواب سے محروم رکھنے والا ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ

بلاشبہ متقی لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں نعمت کے ○ کیا پس ہم کر دیں گے مسلمانوں کو

كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾

مجرموں کی طرح؟ ○ کیا ہے تمہیں کیسے فیصلے کرتے ہو تم؟ ○ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے کہ اس میں تم پڑھتے ہو؟ ○

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کہ بلاشبہ تمہارے لیے اس میں البتہ وہ چیز ہے جو تم پسند کرتے ہو ○ کیا تمہارے لیے قسمیں ہیں ہمارے ذمے انتہائی پختہ یوم قیامت تک'

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ

کہ یقیناً تمہارے لیے البتہ وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے؟ ○ پوچھیے ان سے کون ان میں سے اس (بات) کا ضامن ہے؟ ○ کیا ان کیلئے (ہمارے) شریک ہیں؟

فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾

تو چاہیے کہ لے آئیں وہ اپنے شریکوں کو اگر ہیں وہ سچے ○

اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو اس نے کفر اور معاصی سے بچنے والوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں، یعنی مختلف انواع کی نعمتیں اور اکرم الاکرمین کے جوار میں ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی، نیز وہ آگاہ فرماتا ہے کہ اس کی حکمت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اہل تقویٰ، اپنے رب کے فرماں بردار بندوں، اس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں اور اس کی مرضی کی اتباع کرنے والوں کو مجرموں کے برابر قرار دے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر اور اس کے اولیاء کے ساتھ محاربت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو ثواب میں برابر قرار دے گا تو اس نے نہایت برا فیصلہ کیا ہے اس کا فیصلہ باطل اور اس کی رائے فاسد ہے۔

اور مجرم جب یہ دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے پاس کوئی سند ہے نہ کوئی ایسی کتاب ہے جسے یہ پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور انھیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جو وہ منتخب کریں گے اور طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت تک ان کے لیے اس بات کا کوئی عہد ہے نہ حلف کہ ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جس کا وہ فیصلہ کریں اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں، اس کے حصول میں ان کے کوئی شریک اور معاون بھی نہیں ہیں۔ اگر ان کے شرکا اور معاون و مددگار رہیں تو ان کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب کچھ بہت بعید ہے، ان کے پاس کوئی کتاب ہے نہ نجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی عہد ہے اور نہ ان کے شریک ہیں جو ان کی مدد کریں، پس معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ باطل اور فاسد ہے۔ ﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ یعنی ان سے پوچھو کہ اس دعویٰ کی کون ذمہ داری اٹھاتا ہے جس کا بطلان واضح ہے۔ کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اسے لے کر آگے بڑھے اور نہ وہ اس میں ضامن ہی بن سکتا ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً

جس دن کھولا جائے گا پنڈلی سے اور بلائے جائیں گے وہ سجدے کی طرف تو نہیں استطاعت رکھیں گے وہ ○ جھکی ہوں گی

اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ وَ قَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَ هُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾

ان کی نگاہیں، ڈھانپتی ہوگی انہیں ذلت اور تحقیق تھے وہ بلائے جاتے طرف سجدے (عبادت) کی جب کہ وہ صحیح سالم تھے ○

یعنی جب قیامت کا دن ہوگا اور ایسے ایسے زلزلے اور ہولنا کیاں ظاہر ہوں گی جو وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں، باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے اور ان کو جزا وسزا دینے کے لیے تشریف لائے گا۔ پس وہ اپنی مکرم پنڈلی کو ظاہر کرے گا جس سے کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی، لوگ اللہ تعالیٰ کا جلال اور عظمت دیکھیں گے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ یہی وہ وقت ہوگا جب ان کو سجدے کے لیے کہا جائے گا، مومن اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوجائیں گے جو (دنیا میں) اپنی مرضی اور اختیار سے سجدہ کیا کرتے تھے۔

منافق اور فاجر سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر وہ سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہوں گے، ان کی کمریں ایسی ہو جائیں گی جیسے گائے کے سینگ جو جھک نہ سکیں گی۔ یہ جزا ان کے عمل کی جنس میں سے ہے کیونکہ دنیا کے اندر انھیں سجدے کرنے، توحید اور عبادت کے لیے بلایا جاتا، درآں حالیکہ وہ صحیح سلامت ہوتے تھے اور ان میں کوئی بیماری نہ ہوتی تھی تو وہ تکبر واستکبار سے سجدے سے انکار کر دیتے تھے۔ اس دن ان کے حال اور برے انجام کے بارے میں مت پوچھ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوگا، کلمۂ عذاب ان پر حق ثابت ہوگا، ان کے تمام اسباب منقطع ہوجائیں گے اور قیامت کے روز ندامت اور اعتذار کوئی فائدہ نہ دیں گے۔ پس اس آیت میں ایسی چیزوں کا بیان ہے جو قلوب کو گناہوں پر قائم رہنے سے ڈراتی ہیں اور مدت امکان کے اندر تدارک کی موجب ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَذَرۡنِىۡ وَمَنۡ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴۴﴾

پس چھوڑ دیجیے مجھے اور اسکو جو جھٹلاتا ہے اس حدیث (قرآن) کو یقیناً ہم آہستہ آہستہ لے جائیں گے انکو (تباہی کی طرف) اس طرح کہ وہ نہیں جانیں گے ○

وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ ﴿۴۵﴾ اَمۡ تَسۡـَٔـلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ۚ﴿۴۶﴾

اور ڈھیل دیتا ہوں میں انکو بلاشبہ میری تدبیر نہایت مضبوط ہے ○ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے کوئی اجر، پس وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟ ○

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۷﴾ فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ

کیا انکے پاس (علم) غیب ہے پس وہ (اس سے) لکھتے ہیں؟ ○ پس آپ صبر کیجیے اپنے رب کے حکم کیلئے اور نہ ہوں آپ

كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ ؕ﴿۴۸﴾ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَكَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ وقف لازم

مانند (یونس) مچھلی والے کے جب اس نے پکارا (اللہ کو) جبکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا ○ اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پالیا اسکو احسان نے اسکے رب کے،

لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۵۰﴾

تو ضرور پھینکا جاتا وہ چٹیل میدان میں جبکہ وہ مذموم ہوتا ○ پس چن لیا اسکو اسکے رب نے اور (دوبارہ) کر دیا اس نے اسکو صالحین میں سے ○

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

اور تحقیق قریب ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ وہ پھسلا دیں آپکو اپنی تیز نظروں سے جب وہ سنتے ہیں ذکر (قرآن) اور وہ کہتے ہیں

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

بلاشبہ وہ ضرور دیوانہ ہے O اور نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہانوں کے لیے O

یعنی چھوڑ و مجھے! مجھے قرآن کو جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو، ان کی جزا میرے ذمے ہے، ان کے لیے جلدی نہ مچا، پس ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ”عنقریب ہم انھیں تدریج کیساتھ پکڑیں گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔“ ہم انھیں مال اور اولاد کی کثرت سے بہرہ مند کرتے ہیں، ہم ان کے رزق اور اعمال کو زیادہ کرتے ہیں تاکہ وہ فریب میں مبتلا رہیں اور ایسے کاموں پر جمے رہیں جو ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ یہ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال ہے اور اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال بہت مضبوط اور طاقت ور ہوتی ہے جو ان کو نقصان پہنچانے اور سزا دینے میں بہت کارگر ہے۔

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ان کے آپ سے دور بھاگنے اور آپ کی تصدیق نہ کرنے کا کوئی سبب نہیں جو اس کا موجب ہو کیونکہ آپ تو ان کے مال میں سے کوئی تاوان لیے بغیر، جو ان پر بوجھ ہو، محض ان کے مصالح کی خاطر ان کو تعلیم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ ان کے پاس غیب کا علم نہیں کہ وہ اس بات کو پا چکے ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب سے بہرہ ور ہوں گے۔ یہ معاملہ جیسا بھی ہے، ان کا حال تو ایک معاند اور ظالم کا سا ہے، پس اس کے سوا کچھ باقی نہیں کہ ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا جائے اور جو کچھ ان سے صادر ہو رہا ہے اس پر تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور ان کو بار بار دعوت دی جائے۔

اس لیے فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً جو فیصلہ کیا ہے اس پر صبر کیجیے۔ حکم قدری یہ ہے کہ ایذا پر صبر کیا جائے، ناراضی اور بے صبری کے ساتھ ان کا سامنا نہ کیا جائے، حکم شرعی کو قبول کیا جائے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے امر کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ”اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا“ اور وہ ہیں یونس بن متی علیہ السلام یعنی اس حال میں حضرت یونس علیہ السلام کی مشابہت اختیار نہ کیجیے جو حال مچھلی کے پیٹ میں ان کے محبوس ہونے کا باعث بنا اور وہ ہے اپنی قوم پر ان کا عدم صبر جو آپ سے مطلوب تھا اور اپنے رب سے ناراض ہو کر جانا حتیٰ کہ آپ کشتی میں سوار ہوئے، جب کشتی بوجھل ہو گئی تو کشتی والوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ کشتی کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ان میں سے کس کو سمندر کے اندر پھینکا جائے۔ پس حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ پڑا ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۴۲/۳۷)

’’پس ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والے تھے۔‘‘

﴿ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴾ یعنی انھوں نے پکارا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے اور ان پر دروازہ بند کر دیا گیا تھا یا یہ کہ انھوں نے پکارا اور وہ ہم و غم سے لبریز تھے، چنانچہ کہا: ﴿ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الأنبياء: ۲۱/۸۷) ’’تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ مچھلی نے انھیں، جب کہ وہ بیمار تھے، چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی بیل اگا دی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ ﴾ ’’اگر اسکے رب کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیے جاتے۔‘‘ یعنی انھیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا (اَلْعَرَاءِ) سے مراد (ہر قسم کی نباتات سے) خالی زمین ہے۔

﴿ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴾ ’’اور وہ برے حال میں ہوتے۔‘‘ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ دیا، ان کو اس حال میں پھینک دیا گیا کہ وہ ممدوح تھے اور ان کی یہ حالت پہلی حالت سے بہتر ہو گئی۔ ﴿ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا اور ان کو ہر کدورت سے پاک کر دیا ﴿ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ’’اور ان کو نیکو کاروں میں سے کر دیا۔‘‘ یعنی وہ لوگ جن کے اعمال و اقوال اور نیت و احوال درست ہیں۔

ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی، پس اپنے رب کے فیصلے پر ایسا صبر کیا کہ کائنات میں کوئی شخص صبر کے اس درجے کو نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انجام کار آپ کے لیے متعین کر دیا ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (الأعراف: ۷/۱۲۸) ’’اور بہتر انجام متقین کے لیے ہے۔‘‘ آپ کے دشمنوں کو اس میں اس چیز کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جو ان کو بری لگتی تھی حتیٰ کہ ان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ آپ کو غصے کی نظر سے گھور کر دیکھیں، حسد، کینہ اور غیظ و غضب کی بنا پر آپ کو نظر لگا دیں۔ یہ تھی اذیت فعلی میں ان کی انتہائے قدرت اور اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر تھا۔

رہی اذیت قولی تو جو جی میں آتا تھا اس کے مطابق مختلف باتیں کہتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ مجنون ہے کبھی کہتے تھے شاعر ہے اور کبھی کہتے تھے جادوگر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ یعنی یہ قرآن عظیم اور ذکر حکیم جہان والوں کے لیے نصیحت کے سوا کچھ نہیں جس کے ذریعے سے وہ اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں نصیحت حاصل کرتے ہیں...... اور ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

تفسیر سورۃ الحاقۃ

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ (۶۹) مَكِّيَّةٌ (۷۸) | آیاتھا ۵۲ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ۝1 مَا الْحَآقَّةُ ۝2 وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝3 كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ

ثابت ہونے والی ○ کیا ہے ثابت ہونے والی؟ ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے ثابت ہونے والی؟ ○ جھٹلایا تھا ثمود و عاد نے

بِالْقَارِعَةِ ۝4 فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝5 وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ

کھڑکھڑانے والی کو ○ پس لیکن ثمود تو ہلاک کیے گئے وہ حد سے گزر جانے والی (خوفناک آواز) سے ○ اور لیکن عاد، تو ہلاک کیے گئے وہ تیز ہوا

عَاتِيَةٍ ۝6 سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ

سرکش (آندھی) سے ○ مسلط کر دیا تھا اس (اللہ) نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جڑ کاٹ دینے (فنا کرنے) کیلئے پس تو دیکھتا اس قوم کو

فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝7 فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝8

اس میں پچھاڑے (ہلاک کیے) ہوئے گویا کہ وہ کھوکھلے تنے ہیں گری ہوئی کھجوروں کے ○ تو کیا تو دیکھتا ہے ان میں سے کوئی بھی باقی؟ ○

﴿ اَلْحَآقَّةُ ﴾ یہ قیامت کے ناموں میں سے ہے، کیونکہ یہ ثابت اور واجب ہے اور مخلوق پر نازل ہوگی، اس میں تمام امور کے حقائق اور سینوں کے بھید ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان: ﴿ اَلْحَآقَّةُ ○ مَا الْحَآقَّةُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴾ کے تکرار کے ذریعے سے اس کی عظمتِ شان اور تفخیم بیان فرمائی ہے۔ اس کی شان بہت عظیم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے احوال کے نمونے کا ذکر فرمایا جو دنیا میں موجود ہے جس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہ سخت عقوبتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سرکش قوموں پر نازل فرمائیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ﴾ ثمود ایک مشہور قبیلہ ہے جو حجر کے علاقے میں آباد تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا جو ان کو شرک سے روکتے تھے اور ان کو توحید کا حکم دیتے تھے، پس انھوں نے حضرت صالح کی دعوت کو ٹھکرا دیا، ان کو جھٹلایا اور قیامت کے روز کو جھٹلایا جس کے بارے میں حضرت صالح علیہ السلام نے خبر دی تھی اور وہ یہی کھڑکھڑانے والی ہے جو مخلوق کو اپنی ہولناکیوں سے ہلاک کر ڈالے گی۔

اسی طرح عاد اولیٰ کو ہلاک کر ڈالا جو حضرموت کے باشندے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول ہود علیہ السلام کو بھیجا جو انھیں اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے تو انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی اور قیامت کے متعلق حضرت ہود علیہ السلام نے جو خبر دی تھی اس کا انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فوری عذاب کے ذریعے سے دونوں قوموں کو ہلاک کر ڈالا ﴿ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴾ "پس ثمود تو کڑک سے ہلاک کر دیے گئے۔" اور وہ ایک زبردست اور انتہائی کرخت چنگھاڑ تھی جس نے ان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کی روحیں پرواز کر گئیں اور وہ مردہ پڑے رہ گئے کہ ان کی رہائش گاہوں اور ان کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ ﴾ "اور رہے عاد تو انھیں نہایت تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔" یعنی بہت طاقت ور اور طوفانی ہوا جس کی آواز، بادل کی کڑک سے زیادہ تھی ﴿ عَاتِيَةٍ ﴾ بہت سے مفسرین کے قول

کے مطابق یہ ہوا اپنے داروغوں کے سامنے سرکش تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قوم عاد پر نہایت سرکشی کے ساتھ چلتی رہی اور حد سے بڑھ گئی اور یہی قول صحیح ہے۔ ﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا ﴾ ''اس نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار ان پر چلائے رکھا۔'' یعنی یہ ایام نہایت منحوس، برے اور ان کے لیے انتہائی سخت تھے، اس ہوا نے ان کو تباہ و برباد کر کے ہلاک کر ڈالا ﴿ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ﴾ یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ ہلاک ہو کر مردہ پڑے ہیں ﴿ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ یعنی گویا کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں جن کے سروں کو کاٹ دیا گیا ہے اور وہ ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں۔ ﴿ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ ''پس کیا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے؟'' یہ استفہام نفی مستقر کے معنی میں ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ

اور ارتکاب کیا تھا فرعون نے اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی (بستیوں والوں) نے گناہوں کا ○ پس انھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسول کی

فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝١١

تو اس (رب) نے پکڑا ان کو پکڑنا نہایت سخت ○ بلاشبہ جب طغیانی کی پانی نے تو سوار کیا ہم نے تمھیں کشتی میں ○

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝١٢

تاکہ کریں ہم اس (فعل) کو تمھارے لیے نصیحت اور (تاکہ) یاد رکھیں اسے کان یاد رکھنے والے ○

اسی طرح ان دو سرکش قوموں، عاد و ثمود کے علاوہ بھی سرکش اور نافرمان لوگ آئے جیسے فرعون مصر جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مبعوث کیا اور انھیں واضح نشانیاں دکھائیں جن کی بنا پر انھیں حق کا یقین آ گیا مگر انھوں نے ظلم اور تکبر سے انکار کر دیا اور کفر کا رویہ اختیار کیا، اور اس سے پہلے بھی جھٹلانے والے آئے۔ ﴿ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ ﴾ ''اور الٹی ہوئی بستیوں والے۔'' یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں، سب گناہ کا کام کرتے تھے ﴿ بِالْخَاطِئَةِ ﴾ یعنی سرکشی کے افعال کرتے تھے، اس سے مراد کفر، تکذیب، ظلم اور عناد ہے، نیز فسق و معاصی کی دیگر اقسام بھی اس میں شامل ہیں۔ ﴿ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ ﴾ یہ اسم جنس ہے، یعنی ان تمام قوموں نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا جو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پکڑ لیا ﴿ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴾ یعنی حد اور مقدار سے بڑھ کر ان کی گرفت کی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

منجملہ ان قوموں کے، نوح علیہ السلام کی قوم بھی تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے سمندر (کے سیلاب) میں غرق کر ڈالا جب پانی سرکشی کر کے زمین پر پھیل گیا اور بلند مقامات سے بھی بلند ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کے غرق ہونے کے بعد جو مخلوق موجود تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ ان کو سوار کیا ﴿ فِي الْجَارِيَةِ ﴾ ''کشتی میں'' جب کہ یہ اپنے باپوں اور ماؤں کی صلب میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔ اس

لیے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو، اس کا شکر کرو جس نے تمھیں اس وقت نجات دی جب اس نے سرکش لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آیات سے عبرت حاصل کرو جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿ لِنَجْعَلَهَا ﴾ "تاکہ ہم اس کو بنا دیں"، یعنی کشتی کو اور اس سے مراد اسم جنس ہے، تمہارے لیے ﴿ تَذْكِرَةً ﴾ "یادگار" جو تمھیں اولین کشتی کی صنعت اور اس کے قصے کی یاد دلاتی ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اس کشتی پر سواران لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور اپنے رسول کی اتباع کی اور روئے زمین کے دیگر تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا، کیونکہ اشیا کی جنس اپنی اصل کی یاد دلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴾ "اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔" یعنی خردمند لوگ ہی اس کو یاد رکھتے ہیں اور اس سے مقصود کی معرفت اور اس کے ذریعے سے نشانی و معجزے کی وجہ معلوم کرتے ہیں اور اہل غفلت، کند ذہن اور ذہانت سے محروم لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتوں کو یاد نہ رکھنے اور اس کی آیات میں غور و فکر نہ کرنے کے سبب سے آیات الٰہی سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً

پس جب پھونکا جائے گا صور میں پھونکنا ایک بار ○ اور اٹھائی جائیں گی زمین اور پہاڑ پس کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے وہ دونوں (مکمل) ریزہ ریزہ کر دیا جانا

وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ

ایک ہی بار ○ پس اس دن واقع ہوگی واقع ہونے والی (قیامت) ○ اور پھٹ جائے گا آسمان پس وہ ہوگا اس دن

وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ

کمزور ○ اور فرشتے (ہوں گے) اسکے کناروں پر اور اٹھائیں گے عرش آپ کے رب کا اپنے اوپر اس دن

ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾

آٹھ (فرشتے) ○ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے (حساب کے لیے) نہیں چھپے گا تمہارے (رازوں) میں سے کوئی راز ○

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے ساتھ کیا کیا، انھیں کیسا بدلہ دیا، دنیا کے اندر ہی ان پر عذاب بھیج دیا اور اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کو بچا لیا۔ یہ قیامت کے روز اخروی جزا اور اعمال کے کامل بدلے کا مقدمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بہت ہولناک واقعات کا ذکر فرمایا ہے جو قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے ان میں سے اولین واقعہ یہ ہوگا کہ اسرافیل ﴿ فِي الصُّوْرِ ﴾ صور پھونکیں گے جب اجساد مکمل ہو جائیں گے ﴿ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴾ "ایک دفعہ پھونک ماری جائے گی۔" پس روحیں نکل آئیں گی اور ہر روح اپنے جسد میں داخل ہو جائے گی، تب تمام لوگ رب کائنات کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

﴿ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾ یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، وہ نیست و نابود

ہو کر رزق خاک ہو جائیں گے، یعنی ان کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا، چنانچہ تمام زمین ہموار میدان بن جائے گی، آپ اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں دیکھیں گے۔ یہ تو زمین اور اس پر رہنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ رہا وہ معاملہ جو آسمان کے ساتھ کیا جائے گا تو وہ یہ ہوگا کہ وہ متحرک اور متموج ہو کر پھٹ جائے گا، اس کا رنگ متغیر ہو جائے گا اور آسمان اپنی صلابت اور عظیم قوت کے بعد کمزور ہو جائیں گے، یہ سب کچھ ایک عظیم امر کی بنا پر ہوگا جو ان کو ہلا کر رکھ دے گا اور بہت بڑے تکلیف دہ اور ہولناک معاملے کے سبب سے ہوگا جو ان کو کمزور کر دے گا۔

﴿ وَّالْمَلَكُ ﴾ اور مکرم فرشتے ﴿ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ﴾ آسمان کی تمام جوانب اور کناروں پر اپنے رب کے سامنے سرافگندہ اور اس کی عظمت کے سامنے فروتن ہوں گے ﴿ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾ اور تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے جو انتہائی طاقت ور ہوں گے (یہ اس وقت ہوگا) جب رب تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان، اپنے عدل و انصاف اور اپنے فضل و کرم کے ساتھ، فیصلے کرنے کے لیے آئے گا، اس لیے فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ ﴾ اس روز تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ ﴿ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾ تمہارے اجساد اور ذوات چھپ سکیں گے نہ تمہارے اعمال اور اوصاف چھپ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب اور موجود سب کا علم رکھتا ہے تمام بندے ننگے پاؤں، ننگے جسم اور غیر مختون حالت میں، ایک ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے، پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ ان سب تک پہنچ سکے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کی جزا دے گا اس لیے جزا کی کیفیت کا ذکر کیا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ ﴿19﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ

پس لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا نامۂ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں تو وہ کہے گا: لو پڑھو تم میرا نامۂ اعمال ○ بلاشبہ مجھے یقین تھا

اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ ﴿20﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ ﴿21﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ ﴿22﴾ قُطُوْفُهَا

کہ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب سے ○ پس وہ ہوگا پسندیدہ زندگی میں ○ (یعنی) بہشت بریں میں ○ اس کے پھل

دَانِيَةٌ ﴿23﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿24﴾

قریب ہوں گے ○ (کہا جائے گا:) کھاؤ اور پیو خوش گوار بدلے ان (نیک اعمال) کے جو آگے بھیجے تم نے ایام گزشتہ میں ○

یہی لوگ اہل سعادت ہوں گے ان کو ان کے اعمال نامے، جن میں ان کے نیک اعمال درج ہوں گے، ان کے امتیاز، ان کی شان اور قدر بلند کرنے کے لیے، ان کے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ اس وقت ان میں سے کوئی فرحت و سرور اور اس خواہش کے ساتھ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر اکرام و تکریم سے سرفراز کیا ہے، تو پکار اٹھے گا: ﴿ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴾ یعنی یہ لو میری کتاب اور اسے پڑھو، یہ کتاب جنتوں، اکرام و تکریم، گناہوں کی مغفرت اور عیوب کو ڈھانپنے کی بشارت دیتی ہے اور جس چیز نے مجھے اس مقام پر پہنچایا وہ قیامت

اور حساب کتاب پر ایمان ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا اور ایسے اعمال کے ذریعے سے قیامت کے دن کے لیے تیاری کی توفیق دی، جو امکان اور استطاعت میں ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴾ ''مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب ضرور ملے گا۔'' یہاں (ظَنّ) یقین کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

﴿ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴾ ''پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔'' یعنی جوان تمام چیزوں پر مشتمل ہوگی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی، ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس زندگی سے راضی ہوں گے اور اس کے بدلے کسی اور چیز کو منتخب نہیں کریں گے۔ ﴿ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴾ بلند رہائش گاہوں اور بلند محلوں والی جنت میں ہوں گے۔ ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴾ اس کے پھل اور مختلف انواع کے میوے بہت قریب ہوں گے۔ اہل جنت کے لیے ان کا حاصل کرنا بہت آسان ہوگا۔ اہل جنت، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حالت میں ان کو حاصل کر سکیں گے۔ اکرام و تکریم کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا ﴾ ہر قسم کا لذیذ کھانا اور مزیدار مشروب کھاؤ اور پیو۔ ﴿ هَنِیْٓـًٔۢا ﴾ کسی تکدر اور ناگواری کے بغیر کامل طریقے سے کھاؤ اور پیو۔ یہ جزا تمھیں اس سبب سے حاصل ہوئی ہے ﴿ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴾ جو تم نے اعمال صالحہ، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک، اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی طرف انابت کی اور برے اعمال ترک کیے، پس اعمال کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کا سبب، اس کی نعمتوں کا مادہ اور اس کی سعادت کی بنیاد بنایا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ

اور لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا نامۂ اعمال اپنے بائیں ہاتھ میں تو وہ کہے گا: اے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نامۂ اعمال ○ اور نہ

اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ

جانتا میں کیا ہے میرا حساب؟ ○ اے کاش! ہوتی وہ (موت) فیصلہ کر دینے والی ○ نہیں فائدہ دیا مجھے میرے مال نے ○ فنا ہوگئی

عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ

مجھ سے میری سلطنت ○ (حکم ہوگا) پکڑو اس کو پس طوق ڈال دو اسے ○ پھر دہکتی (بھڑکتی) آگ میں جھونک دو اسکو ○ پھر ایک زنجیر میں

ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَ

کہ لمبائی اسکی ستر ہاتھ ہے، پس (اس میں) جکڑ (یا پرو) دو اسے ○ بلاشبہ وہ تھا نہیں ایمان لاتا تھا اللہ عظمت والے پر ○ اور

لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ

نہ وہ شوق دلاتا تھا کھانا کھلانے پر مسکین کو ○ پس نہیں ہے اس کے لیے آج یہاں کوئی غم خوار دوست ○ اور نہیں کوئی کھانا

اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾

(اس کے لیے) سوائے زخموں کے دھوون کے ○ نہیں کھائیں گے اس کو مگر گناہ گار ہی ○

یہی وہ لوگ ہیں جو بدبخت ہیں جن کو امتیاز، رسوائی، عار اور فضیحت کے طور پر ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے جن میں اعمال بد درج ہوں گے، پس ان میں سے کوئی حزن وغم سے کہے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴾ ''اے کاش مجھے کتاب نہ دی گئی ہوتی۔'' کیونکہ یہ کتاب جہنم میں داخلے اور ابدی خسارے کی ''خوش خبری'' سناتی ہے۔ ﴿ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴾ اور کاش میں بھولا بسرا ہو گیا ہوتا، مجھے دوبارہ زندہ کیا جاتا نہ مجھ سے حساب لیا جاتا، اس لیے وہ کہے گا: ﴿ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴾ کاش میری موت، ایسی موت ہوتی جس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔

پھر وہ اپنے مال اور سلطنت کی طرف التفات کرے گا تو وہ اس کے لیے وبال ہی وبال ہوں گے، اس نے اس میں سے کچھ بھی آگے روانہ نہ کیا، (اب) یہ مال، خواہ اسے فدیے میں دے دے، اسے عذاب سے نہیں بچا سکے گا، پس وہ کہے گا: ﴿ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴾ یعنی اس مال نے مجھے دنیا میں کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ میں نے اس میں سے کچھ بھی آگے نہیں بھیجا اور نہ یہ مال آخرت ہی میں میرے کام آیا کیونکہ اس کے نفع مند ہونے کا وقت گزر گیا۔ ﴿ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴾ یعنی سلطنت چلی گئی اور مٹ گئی، پس لشکروں نے کوئی فائدہ دیا نہ کثرت اور تعداد نے، ساز و سامان کوئی کام آیا نہ جاہ و جلال بلکہ سب کچھ رائیگاں گیا، اس کے سبب سے تمام منافع کھو گئے اور اس کے بدلے میں غم و ہموم اور محتاجی نے آ گھیرا۔

پس اس وقت اسے عذاب میں ڈال دینے کا حکم دیا جائے گا، انتہائی سخت اور نہایت درشت خو فرشتوں سے کہا جائے گا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴾ یعنی اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو جو اس کا گلا گھونٹ دے۔ ﴿ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴾ پھر جہنم کے انگاروں اور اس کے شعلوں پر اسے الٹ پلٹ کرو ﴿ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ﴾ ''پھر زنجیر سے، جس کی ناپ ستر گز ہے'' یعنی انتہائی حرارت میں، جہنم کی زنجیروں کے ساتھ ﴿ فَاسْلُكُوْهُ ﴾ ''اسے جکڑ دو'' یعنی ان زنجیروں میں پرو دو، وہ اس طرح کہ زنجیروں کو اس کی دبر میں داخل کر کے منہ کی طرف سے نکالا گیا ہو اور پھر ان زنجیروں میں لٹکا دیا گیا ہو، پس اسے ہمیشہ یہ انتہائی برا عذاب ملتا رہے گا۔ یہ بہت برا عذاب اور بہت بری سزا ہے، ہائے اس کے لیے حسرت ہے اس زجر و توبیخ اور عتاب پر۔ وہ سبب جس نے اسے اس مقام پر پہنچایا یہ ہے کہ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴾ وہ اپنے رب کا انکار کرنے والا اس کے رسولوں سے عناد رکھنے والا اور رسول جو حق لے کر آئے ہیں اس کو ٹھکرانے والا تھا ﴿ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴾ یعنی اس کے دل میں رحم نہیں تھا کہ اس بنا پر فقرا اور مساکین پر رحم کرتا۔ وہ اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاتا نہ دوسروں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ ان کو کھانا کھلائیں کیونکہ اس کا دل ملامت کرنے والے ضمیر سے خالی تھا۔ سعادت اور اس کے مادے کا دار و مدار دو امور پر ہے:

(۱): اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص جس کی بنیاد ایمان باللہ ہے (۲): احسان کی تمام اقسام کے ذریعے سے مخلوق پر احسان کرنا جن میں سے سب سے بڑا احسان محتاجوں کو کھانا کھلا کر ان کی ضرورت پوری کرنا ہے..... مگر ان لوگوں کے پاس اخلاص ہے نہ احسان، اس لیے وہ اسی چیز کے مستحق ہیں جس کا استحقاق انھوں نے ثابت کیا ہے۔

﴿فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا﴾ ''پس نہیں ہے آج یہاں اس کے لیے'' یعنی قیامت کے دن ﴿حَمِیْمٌ﴾ کوئی قریبی رشتہ دار یا کوئی دوست جو اس کی سفارش کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے یا اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ (سبا: ۲۳/۳٤) ''اللہ کے ہاں، کسی کے لیے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں خود سفارش کی اجازت دے۔'' نیز فرمایا: ﴿مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ﴾ (المؤمن: ۱۸/٤۰) ''ظالموں کا کوئی جگری دوست ہوگا نہ کوئی سفارش کرنے والا کہ اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ﴾ ''اور نہ غسلین کے سوا ان کا کوئی کھانا ہے۔'' یہ اہل جہنم کی پیپ ہے جو حرارت، کڑواہٹ، بدبو اور بدذائقہ ہونے میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ نہیں کھائیں گے یہ قابل مذمت کھانا ﴿اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ﴾ مگر خطاکار ہی جو سیدھے راستے سے ہٹ گئے اور ہر اس راستے پر چل پڑے جو انھیں جہنم تک پہنچاتا ہے، اس لیے وہ دردناک عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۴۰﴾

سو قسم کھاتا ہوں میں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو○ اور ان کی جو نہیں دیکھتے تم○ بلاشبہ یہ (قرآن) البتہ قول ہے رسول کریم کا○

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا

اور نہیں ہے یہ (قرآن) قول کسی شاعر کا بہت ہی کم ایمان لاتے ہو تم○ اور نہیں ہے (یہ) قول کسی کاہن کا، بہت ہی کم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ

نصیحت پکڑتے ہو تم○ (یہ تو) نازل شدہ ہے رب العالمین کی طرف سے○ اور اگر وہ (رسول) گھڑ کر لگا دیتا ہمارے ذمے بعض

الْاَقَاوِیْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿۴۶﴾

باتیں○ تو البتہ پکڑ لیتے ہم اس کا دایاں ہاتھ○ پھر البتہ ہم کاٹ دیتے اس کی رگ دل (شہ رگ)○

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا

پھر نہ ہوتا تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا○ اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ نصیحت ہے متقی لوگوں کیلئے○ اور یقیناً

لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ

البتہ ہم جانتے ہیں کہ بیشک کچھ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں○ اور یقیناً وہ (جھٹلانا) البتہ حسرت ہوگا کافروں پر○ اور بلاشبہ وہ

لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع

البتہ یقینی حق ہے O پس تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو عظمت والا ہے O

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے جنھیں مخلوق دیکھ سکتی ہے اور جنھیں نہیں دیکھ سکتی، ان میں تمام مخلوق داخل ہے بلکہ اس کا نفس مقدس بھی شامل ہے۔ یہ قسم رسول اللہ ﷺ اور اس قرآن کی صداقت پر کھائی ہے جسے آپ لے کر آئے ہیں، نیز اس بات پر کہ رسول کریم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کفار کی تمام بہتان طرازیوں سے ...... مثلاً یہ کہ آپ شاعر ہیں یا آپ جادوگر ہیں ...... منزہ قرار دیا ہے۔ ان بہتان طرازیوں پر جس چیز نے ان کو آمادہ کیا، وہ ہے ان کا عدم ایمان اور عدم تفکر، چنانچہ اگر وہ ایمان لائے ہوتے اور انھوں نے غور و فکر کیا ہوتا تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ کیا چیز انھیں فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز نقصان دیتی ہے، اس میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال میں غور کریں، آپ کے اوصاف اور اخلاق کو گہری نظر سے دیکھیں تاکہ ان کو ایسا معاملہ نظر آئے جو سورج کی مانند روشن ہے جو اس حقیقت کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے اور وہ بشر کا قول نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایسا کلام ہے جو کلام کرنے والے کی عظمت، اس کے اوصاف کی جلالت، بندوں کے لیے اس کے کمال تربیت اور بندوں پر اس کے بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ ان کی طرف سے ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی حکمت کے لائق نہیں۔

اگر اس رسول نے اللہ پر کوئی جھوٹ گھڑا ہوتا ﴿بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ اور بعض جھوٹی باتیں بنائی ہوتیں۔ ﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ ''تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور رگ گردن کاٹ دیتے۔'' (وَتِيْن) وہ رگ ہے جو دل کے قریب ہوتی ہے اگر وہ کٹ جائے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے ...... حاشا وکلا ...... کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو فوراً سزا دیتا اور آپ کو اس طرح پکڑتا جس طرح ایک غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی پکڑتی ہے کیونکہ وہ حکمت والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے بارے میں جھوٹ گھڑنے والے کو مہلت نہ دے جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خون اور اموال اس کے لیے مباح ٹھہرا دیے ہیں جو اس کی مخالفت کریں، نجات صرف اسی کے لیے اور اس کے پیروکاروں کے لیے ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور جو کچھ لے کر وہ مبعوث ہوا اس کی صداقت پر واضح نشانیوں کے ساتھ دلائل و براہین دیے، اس کے دشمنوں کے خلاف اسے فتح و نصرت

سے نوازا اور ان کی پیشانیاں اس کے قبضے میں دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رسالت پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ ﴿فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ہلاک کرنا چاہے تو آپ خود اس کی ہلاکت سے بچ سکتے ہیں نہ کوئی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

﴿وَإِنَّهُ﴾ بے شک یہ قرآن کریم ﴿لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ﴾ "پرہیز گاروں کے لیے نصیحت ہے۔" وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح کے بارے میں اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ پس وہ اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ان کو عقائد دینیہ، اخلاق حسنہ اور احکام شرعیہ کی یاد دہانی کراتا ہے۔ پس وہ علمائے ربانی، عباد عارفین اور ائمۂ مہدیین بن جاتے ہیں۔ ﴿وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ﴾ "اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اسے جھٹلاتے ہیں۔" اس میں رسول کو جھٹلانے والے اور تکذیب کرنے والوں کے لیے وعید اور تہدید ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو سخت عقوبت کے ذریعے سے سزا دے گا۔ ﴿وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ "اور یہ کافروں کے لیے حسرت ہے۔" چونکہ انھوں نے اس کا انکار کیا تھا اس نے ان کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ انھوں نے دیکھ لیا، اس لیے وہ حسرت کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اس سے رہنمائی حاصل نہ کی اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا، پس وہ ثواب سے محروم ہو کر شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے۔

﴿وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ﴾ "اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق ہے۔" یعنی علم کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے کیونکہ علم کا بلند ترین مرتبہ یقین ہے اور یقین، علم ثابت کو کہا جاتا ہے جو کبھی متزلزل ہوتا ہے نہ زائل ہوتا ہے۔ یقین کے تین مراتب ہیں ان میں سے ہر مرتبہ ماقبل مرتبے سے بلند تر ہے:

اول: علم الیقین وہ علم ہے جو خبر سے مستفاد ہوتا ہے۔

ثانی: عین الیقین وہ علم ہے جس کا ادراک حاسۂ بصر سے ہوتا ہے۔

ثالث: حق الیقین وہ علم جس کا ادراک حاسۂ ذوق و لمس سے ہوتا ہے۔

اس قرآن میں حق الیقین کا وصف پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں جو علوم مذکور ہیں قطعی دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس میں جو حقائق اور معارف ایمانی ہیں وہ اسے حاصل ہوتے ہیں جس نے حق الیقین کا ذائقہ چکھا ہے۔ ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ "پس تو اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کر۔" یعنی اسے ان اوصاف سے منزہ گردانیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں، اس کے اوصاف جلال و جمال اور اوصاف کمال کا ذکر کر کے اس کی تقدیس بیان کریں۔

تفسیر سورۃ المعارج

سورۃ المعارج (۷۰) مکیۃ (۷۹) — آیاتھا ۴۴ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ

سوال کیا ایک سوال کرنیوالے نے اس عذاب کا جو ہونیوالا ہے ○ کافروں پر، نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا ○ اس اللہ کی طرف سے

ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

جو سیڑھیوں والا ہے ○ چڑھیں گے فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف ایک ایسے دن میں کہ ہوگی مقدار اس کی پچاس

اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶

ہزار سال ○ پس آپ صبر کیجیے! صبر جمیل ○ بلاشبہ وہ (لوگ) تو دیکھتے ہیں اس کو بعید ○

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷

اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ معاندینِ حق کی جہالت کو اور استہزا کے طور پر ان کے عذاب الٰہی کو مشکل اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہوئے عذاب کے لیے جلدی مچانے کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ﴾ یعنی دعا کرنے والے نے دعا کی اور نصرت طلب کرنے والے نے نصرت طلب کی ﴿بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ○ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''عذاب کی جو واقع ہو کر رہے گا کافروں پر۔'' ان کے کفر و عناد کی بنا پر، عذاب کے مستحق ہونے کی وجہ سے ﴿لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ○ مِّنَ اللّٰهِ﴾ متکبر اور سرکش مشرکین میں سے جس کسی نے جلد عذاب کی خواہش کی ہے، کوئی اس عذاب کو اس کے نازل ہونے سے قبل روک سکتا ہے نہ اس کے نازل ہونے کے بعد اس کو اٹھا سکتا ہے۔

یہ آیات کریمہ اس وقت نازل ہوئیں جب نضر بن حارث قرشی وغیرہ اہل شرک نے دعا کرتے ہوئے کہا:

﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الأنفال: ۸/۳۲) ''اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر دردناک عذاب لے آ'' پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب ضرور واقع ہوگا، یا تو اس دنیا ہی میں جلد ان پر عذاب بھیج دیا جائے گا یا آخرت میں (مبتلا کرنے کے لیے) اس عذاب کو ان سے مؤخر کیا جائے گا۔

اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہوتی، اس کی عظمت، اس کی وسعت سلطنت اور اس کے اسماء اور صفات کو پہچانا ہوتا تو وہ کبھی جلدی نہ مچاتے بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور ادب اختیار کرتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا جو ان کے اقوال قبیحہ کی ضد ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ذِي الْمَعَارِجِ ○ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ

﴿وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ﴾ یعنی وہ بلندی، جلال اور عظمت کا مالک ہے، تمام مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے جس کی طرف اس چیز کے ساتھ فرشتے عروج کرتے ہیں جس کی تدبیر پر انھیں مقرر کیا ہے اور اس کی طرف روح بلند ہوتی ہے۔

یہ اسم جنس ہے جو تمام ارواح کو شامل ہے، خواہ نیک ہوں یا بد، اللہ تعالیٰ کی طرف ارواح کا بلند ہونا، وفات کے وقت ہے۔ نیک لوگوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتی ہیں انھیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف بلند ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ارواح اس آسمان پر پہنچ جاتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ان کا رب تشریف فرما ہے، یہ ارواح اللہ تعالیٰ کے حضور تحیہ وسلام پیش کرتی ہیں، اس کے قرب سے سرفراز ہوتی ہیں اور اس کے قرب سے خوشی اور سرور حاصل کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ثنا و اکرام، بھلائی اور بڑائی حاصل ہوتی ہے۔

رہیں فساق و فجار کی ارواح تو وہ عروج کرتی ہیں جب وہ آسمان پر پہنچتی ہیں تو آنے کی اجازت طلب کرتی ہیں مگر ان کو اجازت نہیں دی جاتی اور ان کو زمین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مسافت کا ذکر فرمایا جس کو طے کر کے فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ ان اسباب کے ذریعے سے ایک دن میں عروج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان کیے ہیں اور اوپر چڑھنے میں ان کی لطافت، خفت اور سرعت رفتار ان کی اعانت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، عام عادی رفتار کے مطابق، یہ مسافت ابتدائے عروج سے لے کر اس حد تک جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملأ اعلیٰ تک، پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔

یہ عظیم بادشاہی، یہ وسیع کائنات، علوی اور سفلی، اس کی تخلیق اور تدبیر کا انتظام وہی بلند و برتر کرتا ہے۔ پس وہ ان کے ظاہری و باطنی احوال کا علم رکھتا ہے، وہ ان کے ٹھکانے کو جانتا ہے اور اسے اس جگہ کا علم ہے جہاں ان کو سونپا جانا ہے، اس نے اپنی رحمت، احسان اور رزق ان تک پہنچایا جو ان سب پر عام اور سب کو شامل ہے۔ اس نے ان پر حکم قدری، حکم شرعی اور حکم جزائی کو جاری کیا۔ پس شدت ہے ان لوگوں کے لیے جو اس کی عظمت کے بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور انھوں نے اس کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق ہے، پس انھوں نے عجز ثابت کرنے اور امتحان کے طور پر عذاب کے لیے جلدی مچائی ...... پاک ہے حلم اور درگزر کرنے والی ہستی جس نے ان کو ڈھیل دیے رکھی مگر ان کو مہمل نہیں چھوڑا، انھوں نے اس کو اذیت پہنچائی مگر اس نے ان کے بارے میں صبر کیا، ان کو معاف کر دیا اور ان کو رزق عطا کیا۔

یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک احتمال ہے، پس یہ عروج اور چڑھنا اس دنیا میں ہے کیونکہ آیت کریمہ کا پہلا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں پر اپنی عظمت، جلال اور کبریائی ظاہر کرے گا جو اس کی معرفت کی سب سے بڑی دلیل ہے وہ فرشتوں اور

ارواح کو تدابیر الٰہیہ اور امور ربانیہ کے ساتھ چڑھتے اترتے مشاہدہ کریں گے یہ اس روز ہوگا جس کا اندازہ اسکی لمبائی اور شدت کی بنا پر پچاس ہزار سال ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ مومنوں پر تخفیف فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا﴾ اپنی قوم کو دعوت دینے پر صبر جمیل کیجیے اس میں کوئی تنگ دلی ہو نہ کوئی ملال بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہیے، اس کے بندوں کو اس کی توحید کی دعوت دیجیے، آپ ان میں عدم اطاعت اور عدم رغبت کا جو مشاہدہ کرتے ہیں، یہ چیز آپ کو انھیں دعوت دینے سے روک نہ دے کیونکہ اس پر صبر کرنے میں خیر کثیر پنہاں ہے۔ ﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾ ''وہ اس (قیامت) کو دور تصور کرتے ہیں اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔'' آیت میں مذکورہ ضمیر قیامت کے دن کی طرف لوٹتی ہے جس میں عذاب کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے عذاب ہوگا، یعنی ان کا حال اس شخص کا سا ہے جو قیامت کا منکر ہے جس پر بدبختی اور اندیشہ غالب ہو حتیٰ کہ اسے وہ چیز بھی دور نظر آئے جو اس کے سامنے ہے، یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ (دن) قریب نظر آتا ہے کیونکہ وہ بہت نرم اور بردبار ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا وہ جانتا ہے کہ جسے آنا ہے وہ آ کر رہے گا، پس وہ بہت قریب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہولناکیوں اور ان امور کا ذکر فرمایا جو اس میں واقع ہوں گے، چنانچہ فرمایا:

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩ وَلَا يَسْـَٔلُ

اس دن ہوگا آسمان جیسے پگھلا ہوا تانبا ○ اور ہوں گے پہاڑ جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون ○ اور نہیں پوچھے گا

حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ

کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو○ حالانکہ دکھلائے جائیں گے وہ انکو، پسند کریگا مجرم کاش کہ فدیے میں دے عذاب سے (بچنے کیلئے) اس دن کے

بِبَنِيهِ ۝١١ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝١٢ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُـْٔوِيهِ ۝١٣ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

اپنا بیٹا ○ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی ○ اور اپنا خاندان وہ جو جگہ (پناہ) دیتا ہے اسے ○ اور وہ جو زمین میں ہیں

جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝١٤ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝١٥ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝١٦ تَدْعُوا

سب، پھر وہ (فدیہ) نجات دلا دے اسکو○ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ آگ ہے بھڑکتی ہوئی○ ادھیڑ ڈالنے والی کھالوں کو○ پکارے گی وہ

مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝١٧ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝١٨

(ہر) اس شخص کو جس نے پیٹھ پھیری (حق سے) اور منہ موڑا○ اور جمع کیا (مال) اور سینت کر رکھا○

﴿يَوْمَ﴾ یعنی قیامت کے دن جس میں یہ بڑے بڑے واقعات وقوع میں آئیں گے ﴿تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ﴾ ''آسمان ہو جائے گا مہل کی طرح۔'' اور وہ پگھلا ہوا سیسہ ہے۔ آسمان کے پھٹ جانے اور بے انتہا ہولناکی کے باعث آسمان پگھلے ہوئے سیسے کی مانند ہو جائے گا۔ ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ ''اور پہاڑ

ہو جائیں گے روئی کی طرح۔'' اور وہ ہے دھنکی ہوئی اون، اس کے بعد اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔ جب ان بڑے بڑے اجرام پر یہ گھبراہٹ اور بے قراری طاری ہوگی تو اس کمزور بندے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کی کمر کو گناہوں کے بوجھ نے بوجھل کر رکھا ہوگا؟ کیا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا دل اکھڑ جائے اس کی عقل وخرد زائل ہو جائے اور وہ ہر ایک سے غافل ہو جائے؟ اس لیے فرمایا:

﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ﴾ (حَمِيْمٌ) سے مراد قریبی ہے، یعنی قریبی دوست، وہ اپنے دوست کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں اتنی گنجائش نہ ہوگی کہ وہ اس کا حال پوچھ سکے، نہ وہ ان امور کے بارے میں پوچھ سکے گا جو ان کی آپس کی معاشرت اور محبت کے متعلق ہوں گے، بس اسے اپنے آپ کا غم ہوگا۔ ﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ ﴾ جس پر عذاب کا استحقاق ثابت ہو چکا ہوگا، خواہش کرے گا ﴿ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ ﴾ ''کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنے بیٹے اور اپنی بیوی دے دے۔'' ﴿ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ ﴾ ''اور اپنا بھائی اور اپنا خاندان'' یعنی اپنی قرابت ﴿ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴾ ''جس میں وہ رہتا تھا'' یعنی دنیا کے اندر عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہیں۔ پس قیامت کے دن کوئی کسی کے کام آئے گا نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش ہی کر سکے گا بلکہ اگر عذاب کا مستحق، جو کچھ زمین میں ہے، سب فدیے میں دے کر عذاب سے بچنا چاہے، تب بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿ كَلَّا ﴾ یعنی اب ان کے لیے کوئی حیلہ ہے نہ مدد کا موقع، ان پر تیرے رب کا فیصلہ واجب ہو چکا، رشتے داروں اور دوستوں کا فائدہ بھی جا چکا۔ ﴿ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴾ ''وہ آگ ہوگی کھالوں کو ادھیڑ دینے والی'' یعنی ظاہری و باطنی اعضا کو اپنے سخت عذاب کی وجہ سے اکھاڑ دے گی۔ ﴿ تَدْعُوْا ﴾ اپنی طرف بلائے گی ﴿ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴾ اس کو جس نے اتباع حق سے پیٹھ پھیری، اس سے منہ موڑا اور حق سے کوئی غرض نہ رکھی، مال پہ مال جمع کرتا رہا اور اسے سینت سینت کر رکھتا رہا، اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ بھی خرچ نہ کیا جسے خرچ کر کے اپنے آپ سے جہنم کو دور کرتا۔ پس جہنم ان لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور ان پر شعلہ زن ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱

بلاشبہ انسان پیدا کیا گیا تھڑ دلا ○ جب پہنچتی ہے اسے برائی تو بہت جزع فزع کرتا ہے ○ اور جب پہنچتی ہے اسے بھلائی تو نہایت بخیل ہے ○

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝۲۲ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۝۲۳ وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

مگر وہ نمازی ○ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ ان کے مالوں میں حق ہے

مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۲۶

مقرر ○ سوالی اور محروم کے لیے ○ اور وہ لوگ جو تصدیق کرتے ہیں یوم جزا کی ○

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

اور وہ لوگ کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ○ بلاشبہ عذاب انکے رب کا (ایسا) ہے کہ نہ بے خوف ہوا جائے (اس سے) ○

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور وہ لوگ کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ مگر اپنی بیویوں سے اور جن کے مالک ہوئے انکے دائیں ہاتھ

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

تو بلاشبہ وہ نہیں ملامت زدہ ○ پس جو کوئی تلاش کرے علاوہ اس کے تو وہی لوگ ہیں حد سے گزرنے والے ○

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ

اور وہ لوگ کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اپنی شہادتوں پر

قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾

قائم رہنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ○

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

یہی لوگ باغوں میں معزز ہوں گے ○

یہ انسان کا وہ وصف ہے جیسا کہ وہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت بیان کی ہے کہ وہ انتہائی بے صبرا ہے، پھر ''بے صبرے'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾ پس اگر کبھی اس پر فقر یا کسی مرض کا حملہ ہوتا ہے یا مال و متاع، گھر والوں اور اولاد میں سے کوئی محبوب چلا جاتا ہے تو وہ انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، اس بارے میں صبر کو استعمال نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہی ہوتا ہے۔ ﴿وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ ''اور جب اسے آسائش پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا کیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پس وہ مصیبت اور سختی کے وقت بے صبری کرتا ہے اور فراخی اور خوشحالی کے وقت مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ ﴿اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ﴾ سوائے ان نمازیوں کے جو ان اوصاف سے موصوف ہیں کہ جب ان کو بھلائی حاصل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس کے راستے میں وہ مال خرچ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا ہے۔ جب انھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

ان کے وصف میں فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ یعنی نماز پر، اس کی تمام شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے دیگر امور کے ساتھ اس کے اوقات میں ہمیشگی کرتے ہیں۔ وہ اس شخص کی مانند نہیں ہیں جو نماز نہیں پڑھتا یا جو بے وقت پڑھتا ہے یا وہ نماز پڑھتا ہے مگر ناقص طریقے سے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ’’اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔‘‘ یعنی زکوٰۃ اور صدقات میں سے ﴿ لِّلسَّآئِلِ ﴾ ’’سائل کے لیے‘‘ جو سوال کرتا ہے ﴿ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾ ’’اور محروم کے لیے۔‘‘ یہ وہ مسکین ہے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتا کہ لوگ اسے عطا کریں اور نہ اس کے حاجت مند ہونے کا پتا چلتا ہے کہ لوگ اس پر صدقہ کریں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ یعنی جزا وسزا اور قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے جو خبر دی ہے، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور انھیں اس پر یقین ہے۔ پس وہ آخرت کے لیے تیاری کرتے ہیں اور اس کے لیے پوری طرح کوشش کرتے ہیں، قیامت کے دن کی تصدیق سے رسولوں اور ان کتابوں کی، جن کو لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں، تصدیق لازم آتی ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴾ یعنی اپنے رب کے عذاب سے خائف اور ڈرتے ہیں اس لیے وہ ہر اس کام کو چھوڑ دیتے ہیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے قریب کرتا ہے۔ ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴾ ’’بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے والی چیز نہیں ہے۔‘‘ یہ وہ عذاب ہے جس سے ڈرا جاتا اور بچا جاتا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴾ پس وہ اپنی شرم گاہوں کے ذریعے سے ایسی مجامعت نہیں کرتے جو حرام قرار دی گئی ہو، یعنی زنا، سدومیت (قوم لوط والا عمل)، بیوی کی دبر میں مجامعت اور حالت حیض وغیرہ میں مجامعت سے بچتے ہیں، نیز وہ اپنی شرم گاہوں کی ان لوگوں کے دیکھنے اور چھونے سے حفاظت کرتے ہیں جن کے لیے دیکھنا اور چھونا جائز نہیں۔ وہ ان تمام وسائل محرمہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو فحش کام کے ارتکاب کی دعوت دیتے ہیں ﴿ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ﴾ ’’مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے‘‘ یعنی ان کے پاس جانے میں ﴿ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴾ ’’ان پر کوئی ملامت نہیں۔‘‘ یعنی اس مقام میں جماع کرنے پر، جو کھیتی کا مقام ہے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔

﴿ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ ﴾ پس جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ تلاش کریں ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ ’’تو وہ حد سے نکل جانے والے ہیں‘‘ یعنی وہ لوگ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرائی ہے اس سے تجاوز کر کے اس میں پڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ آیت کریمہ نکاح متعہ (اور مروجہ حلالہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ زوجہ مقصود ہے نہ لونڈی۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ یعنی وہ امانتوں اور عہد کی رعایت رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہیں، امانتوں کو ادا کرنے اور عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان تمام امانتوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے وہ پوشیدہ امور جن کا انسان مکلف بنایا گیا ہے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امانتیں جو ان اموال اور اسرار کے بارے میں ہیں جو آپس میں بندوں کے مابین ہیں۔

اسی طرح یہ عہد اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے مخلوق سے کیا ہے کیونکہ عہد کے بارے میں بندے سے پوچھا جائے گا کہ آیا وہ اس عہد پر قائم رہا اور اسے پورا کیا یا اس نے اسے دور پھینک دیا، اس میں خیانت کی اور اس پر قائم نہ رہا؟

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴾ یعنی وہ کسی کمی بیشی اور کچھ چھپائے بغیر صرف اسی بات کی گواہی دیتے ہیں جسے وہ جانتے ہیں، وہ گواہی میں کسی رشتہ کی رعایت رکھتے ہیں نہ کسی دوست وغیرہ کی۔ ان کے نزدیک، اس گواہی کو قائم کرنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ (الطلاق: ۲/٦٥) ''اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی کو قائم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ﴾ (النساء: ۱۳٥/٤) ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے بن جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ یہ گواہی خود تمہارے خلاف، تمہارے والدین اور قریبی رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔'' ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ ''اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی بہترین طریقے سے اس پر مداومت کے ذریعے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی جو لوگ ان صفات سے موصوف ہیں وہ ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ ''جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے نوازے گا جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت و خیر کو اوصاف کاملہ، اخلاق فاضلہ سے موصوف کیا ہے، یعنی عبادات بدنیہ، مثلاً: نماز اور اس پر مداومت، اعمال قلبیہ، مثلاً: خشیت الٰہی جو ہر بھلائی کو دعوت دیتی ہے، عبادات مالیہ، عقائد نافعہ، اخلاق فاضلہ، اللہ تعالیٰ سے معاملہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بہترین معاملہ، یعنی ان کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق اور ان کی امانتوں کی حفاظت کرنا، ایسے افعال سے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے عفت کامل اختیار کرنا۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

پس کیا ہے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا کہ آپ کی طرف تیزی سے دوڑے آ رہے ہیں ○ دائیں سے اور بائیں سے گروہ در گروہ؟ ○

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا

کیا طمع رکھتا ہے ہر شخص ان میں سے یہ کہ داخل کیا جائے گا وہ نعمت والی جنت میں؟ ○ ہرگز نہیں! بلاشبہ

خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

ہم نے پیدا کیا ہے انھیں اس چیز سے کہ وہ (اس کو) جانتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی فریب خوردگی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴾ ''پس ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمھاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں'' یعنی بڑی سرعت سے ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴾ ''دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہوکر'' یعنی متفرق گروہوں اور مختلف جماعتوں میں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے۔

﴿ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴾ ''کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ نعمت کے باغ میں داخل کیا جائے گا'' یعنی کس سبب کی بنا پر وہ توقع رکھتے ہیں جبکہ ان سب کا حال یہ ہے کہ انھوں نے کفر اور رب کائنات کے انکار کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا؟ بنابریں فرمایا: ﴿ كَلَّا ﴾ یعنی معاملہ ان کی آرزوؤں کے مطابق ہوگا نہ وہ اپنی قوت کے ذریعے سے ہر وہ چیز حاصل کرسکیں جسے وہ چاہیں گے۔ ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔'' یعنی ہم نے انھیں اچھل کر گرنے والے پانی سے بنایا جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ پس وہ بہت کمزور ہیں، وہ خود اپنے کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، وہ موت پر قادر ہیں نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا

پس قسم کھاتا ہوں میں رب کی مشرقوں اور مغربوں کے یقیناً ہم البتہ قادر ہیں ○ اس بات پر کہ ہم بدلے میں لے آئیں بہتر ان

مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۴۱ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى

سے اور نہیں ہیں ہم عاجز و مغلوب ○ پس آپ چھوڑ دیجیے انھیں کہ وہ مشغول رہیں (باطل میں) اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۴۲ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا

ملاقات کریں وہ اپنے اس دن سے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں وہ ○ جس دن وہ نکلیں گے قبروں سے دوڑتے ہوئے

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝۴۳ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ

گویا کہ وہ تھانوں (بتوں) کی طرف دوڑ رہے ہیں ○ جھکی ہوں گی ان کی نگاہیں ڈھانپتی ہوگی ان کو ذلت

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۴۴

یہی ہے وہ دن جس کا تھے وہ وعدہ دیے جاتے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشارق و مغارب، سورج، چاند اور ستاروں کی قسم ہے کیونکہ ان میں قیامت پر اور ان کی مانند ایسے لوگ لے آنے میں اس کی قدرت پر بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو عین انھی کی طرح ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الواقعۃ: ۵۶/۶۱) ''اور ہم تمھیں ایسے جہان میں پیدا کریں جس کو تم نہیں جانتے۔'' ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴾ یعنی اگر ہم کسی کو دوبارہ زندہ کریں تو وہ ہم پر

سبقت لے جا سکتا ہے نہ ہم سے آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہمیں عاجز کر سکتا ہے۔

جب حیات بعد الممات اور جزا و سزا متحقق ہوگئی اور وہ اپنی تکذیب اور عدم اطاعت پر جم گئے ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا﴾ ”تو آپ ان کو باطل میں پڑے رہنے اور کھیلنے میں چھوڑ دیں“ یعنی باطل اقوال اور فاسد عقائد میں مشغول اپنے دین سے کھیلتے رہیں، کھاتے پیتے اور مزے اڑاتے رہیں ﴿حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ”حتی کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس سے ملاقات کر لیں۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عبرت ناک سزا اور وبال تیار کر رکھا ہے جو ان کے باطل اقوال و عقائد میں مشغول رہنے کا انجام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حال کا ذکر فرمایا جب وہ اس دن کا سامنا کریں گے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾ ”اس دن یہ قبروں سے نکلیں گے۔“ ﴿سِرَاعًا﴾ ”دوڑتے ہوئے۔“ پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بڑی سرعت سے اس پکار کی طرف لپکیں گے ﴿كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ﴾ ”جیسے وہ معین نشان کی طرف دوڑ رہے ہوں۔“ یعنی گویا کہ وہ ایک نشان کا قصد رکھتے ہیں، وہ اس داعی کی آواز کی نافرمانی کر سکیں گے نہ پکارنے والے کی پکار سے ادھر ادھر التفات کریں گے بلکہ ذلیل و مقہور ہو کر رب کائنات کے سامنے پیش ہوں گے۔

﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ وہ اس طرح کہ ذلت اور اضطراب ان کے دلوں اور عقلوں پر غالب آجائیں گے، ان کی نگاہیں جھک جائیں گی، تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جائیں گی، پس یہ حال اور یہ انجام اس دن ہوگا ﴿الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ ”جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا“ اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کا پورا ہونا لازمی امر ہے۔

تفسیر سورۂ نوح

سُورَةُ نُوحٍ (٧١) مَكِّيَّةٌ (٧١) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ — آيَاتُهَا ٢٨ رُكُوعَاتُهَا ٢

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ①

بلاشبہ ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف یہ کہ ڈرا تو اپنی قوم کو پہلے اس سے کہ آئے ان کے پاس عذاب بہت دردناک ○

قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ② أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ③

نوح نے کہا اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ یہ کہ تم عبادت کرو اللہ کی اور ڈرو اس سے اور اطاعت کرو میری ○

يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى ط إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ إِذَا جَاءَ

وہ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور مہلت دے گا تمہیں ایک وقت مقرر تک بلاشبہ اللہ کا (مقرر) وقت جب آتا ہے تو

وقف لازم

لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ﴿٥﴾ فَلَمْ
نہیں موخر کیا جاتا وہ کاش کہ ہوتے تم جانتے ○ نوح نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے دعوت دی اپنی قوم کو رات اور دن ○ سو نہ
يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ
زیادہ کیا انہیں میری دعوت نے مگر (حق سے) بھاگنے ہی میں ○ اور میں نے جب بھی دعوت دی انکو تاکہ بخشے تو انہیں تو کر لیں انہوں نے اپنی انگلیاں
فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿٧﴾ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ
اپنے کانوں میں اور لپیٹ لیے انہوں نے (اپنے اوپر) اپنے کپڑے اور اڑے رہے وہ اور تکبر کیا انہوں نے تکبر کرنا بڑا ○ پھر میں نے دعوت دی انہیں
جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا
بہ آواز بلند ○ پھر میں نے علانیہ کہا ان سے اور خفیہ کہا ان سے بالکل خفیہ ○ چنانچہ میں نے کہا، مغفرت مانگو تم
رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿١٠﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿١١﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ
اپنے رب سے بلاشبہ وہ ہے بڑا بخشنے والا ○ وہ بھیجے گا آسمان (سے بارش) تم پر موسلا دھار ○ اور وہ بڑھائے گا تمہیں ساتھ مالوں
وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۭ﴿١٢﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ
اور بیٹوں کے اور (پیدا) کریگا تمہارے لیے باغات اور (جاری) کریگا تمہارے لیے نہریں ○ کیا ہے تمہیں کہ نہیں عقیدہ رکھتے تم اللہ کیلئے
وَقَارًا ۚ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
وقار (عظمت) کا؟ ○ حالانکہ اس نے پیدا کیا تمہیں مختلف مرحلوں میں ○ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ کس طرح پیدا کیے اللہ نے سات آسمان
طِبَاقًا ۙ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ
اوپر تلے؟ ○ اور اس نے بنایا چاند کو ان میں نور اور بنایا سورج کو چراغ ○ اور اللہ نے اگایا ہے تمہیں
مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ
زمین سے (خاص انداز سے) اگانا ○ پھر وہ لوٹائے گا تمہیں اس میں اور وہ نکالے گا تمہیں (دوبارہ) نکالنا ○ اور اللہ نے بنایا
ع ١
لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۧ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ
تمہارے لیے زمین کو بچھونا ○ تاکہ تم چلو اس کی کشادہ راہوں میں ○ کہا نوح نے اے میرے رب! بلاشبہ انہوں نے
عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۚ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا
نافرمانی کی میری اور پیروی کی انہوں نے اسکی کہ نہیں زیادہ کیا اسکو اسکے مال اور اسکی اولاد نے مگر خسارے ہی میں ○ اور مکر کیا انہوں نے
مَكْرًا كُبَّارًا ۚ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ڏ ۙ
مکر بہت بڑا ○ اور کہا انہوں نے بالکل نہ چھوڑنا تم اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑنا تم ود کو اور نہ سواع کو
وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ڬ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ
اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو ○ اور تحقیق انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو اور نہ زیادہ کر تو (یا اللہ!) ان ظالموں کو

اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ

مگر گمراہی ہی میں ○ بوجہ اپنی خطاؤں کے غرق کیے گئے وہ، پھر داخل کیے گئے وہ آگ میں، تو نہ پایا انہوں نے اپنے لیے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ

سوائے اللہ کے کوئی مددگار ○ اور کہا نوح نے، اے میرے رب! نہ چھوڑ تو اوپر زمین کے (ان) کافروں میں سے

دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

کوئی رہنے سہنے والا ○ بلاشبہ تو نے اگر چھوڑا ان کو تو وہ گمراہ کریں گے تیرے بندوں کو، اور نہیں جنیں گے وہ مگر فاجر کافر ہی ○

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

اے میرے رب! تو مغفرت فرما میری اور میرے والدین کی اور (ہر) اس شخص کی جو داخل ہو میرے گھر میں مومن ہو کر اور ایمان والوں

وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اور ایمان والیوں کی اور نہ زیادہ کر تو ظالموں کو مگر تباہی اور ہلاکت میں ○

النصف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں، حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کے اندر، ایک طویل زمانے تک رہنے، ان کو بار بار دعوت توحید دینے اور شرک سے روکنے کی بنا پر ان کا الگ قصہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر رحم کرتے ہوئے، ان کو دردناک عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے اور ان کو اپنے کفر پر جمے رہنے سے ڈراتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا، مبادا اللہ تعالیٰ ان کو ابدی ہلاکت اور سرمدی عذاب میں مبتلا کر دے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے سر تسلیم خم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا: ﴿ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴾ یعنی میں انذار اور تنبیہ کو واضح کر کے کھول کھول کر بیان کرتا ہوں۔ یہ اس لیے کہ آپ نے جس چیز کے ذریعے سے تنبیہ کی اس کو واضح کیا اور جس کے بارے میں تنبیہ کی گئی اس کو واضح کیا اور جس چیز کے ذریعے سے نجات حاصل ہوتی ہے ان سب باتوں کو شافی طور پر بیان کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو آگاہ کیا اور اس بارے میں بنیادی چیز کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ﴾ ''یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو'' اور وہ اس طرح کہ عبادت و توحید میں اللہ تعالیٰ کو یکتا قرار دیا جائے اور شرک کے تمام راستوں اور وسائل سے دور رہا جائے کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا جب وہ ان کے گناہ بخش دے گا تو انھیں عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی اور وہ ثواب سے بہرہ مند ہوں گے۔ ﴿ وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾ یعنی اس دنیا میں تمھیں متمتع کرے گا اور ایک مدت مقررہ تک ہلاکت کو تم سے دور ہٹا دے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے دنیا میں باقی رہنے کی مقدار ایک محدود

وقت تک موخر کر دی جائے گی اور یہ متاع ابدی نہیں ہے، موت کو ضرور آنا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی، کاش تم جانتے ہوتے۔'' تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے نہ حق کے ساتھ عناد رکھتے۔ پس انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا نہ ان کے حکم کی اطاعت کی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴾ ''میرے رب! میں اپنی قوم کو دن رات بلاتا رہا، لیکن وہ میرے بلانے سے اور زیادہ گریز کرتے رہے۔'' یعنی حق سے نفرت اور اس سے روگردانی میں اضافہ ہی ہوا، پس دعوت کا کوئی فائدہ باقی نہ رہا کیونکہ دعوت کا فائدہ تب ہے کہ دعوت کے تمام مقاصد یا ان سے کچھ مقاصد حاصل ہوں۔

﴿ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ ﴾ ''اور میں نے جب بھی ان کو پکارا تاکہ تو ان کو بخش دے۔'' یعنی اس وجہ سے پکارا کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں۔ جب وہ دعوت کو قبول کرلیں گے تو ان کو بخش دیا جائے گا اور اس میں محض ان کی مصلحت ہے مگر وہ اپنے باطل پر مصر اور حق سے دور بھاگتے رہے ﴿ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ ﴾ ''انھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔'' اس ڈر سے کہ کہیں وہ باتیں ان کے کان میں نہ پڑ جائیں جو ان سے، ان کا نبی نوح (علیہ السلام) کہتا ہے۔ ﴿ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ ﴾ یعنی حق سے بعد اور بغض کی بنا پر، اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ کر پردہ کرلیا ﴿ وَاَصَرُّوْا ﴾ اور انھوں نے اپنے کفر اور شر پر اصرار کیا ﴿ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴾ اور حق کے مقابلے میں تکبر کیا، پس ان کا شر بڑھ گیا اور بھلائی ان سے دور ہوگئی۔ ﴿ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴾ ''پھر میں ان کو کھلے طور بلاتا رہا۔'' یعنی میں ان سب کو سنا کر دعوت دیتا رہا ﴿ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴾ ''اور ظاہر اور پوشیدہ، ہر طرح سمجھاتا رہا۔'' یہ سب ان کے ایمان لانے کی حرص اور ان کی خیر خواہی ہے اور ان پر ہر اس طریقے کا استعمال ہے جس کے ذریعے سے مقصد کے حصول کا گمان ہو۔

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ﴾ یعنی میں نے انھیں کہا کہ تم جن گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہو، ان کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی بخشش طلب کرو۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴾ جو کوئی توبہ کرکے اس سے بخشش طلب کرتا ہے، وہ اسے کثرت سے بخشتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی بخشش اور اس پر جو ثواب مرتب ہوتا ہے اور جو عذاب دور ہوتا ہے، اس کی ترغیب دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دنیا کی فوری بھلائی کے ذریعے سے ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ﴾ یعنی وہ تم پر لگاتار بارش برسائے گا جو وادیوں اور ٹیلوں کو سیراب کر دے گی، شہروں اور بندوں کو زندگی عطا کرے گی۔ ﴿ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ ﴾ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اموال میں، جن کے ذریعے سے تم دنیا کی ہر وہ چیز حاصل کرتے ہو، جس کی تمھیں طلب ہوتی ہے اور تمہاری اولاد میں کثرت عطا

کرے گا ﴿ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴾ ''اور تمھارے لیے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری کردے گا۔'' یہ دنیا کی لذتوں اور اس کے مطالب کی انتہا ہے۔

﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾ تمھیں کیا ہے، تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اس سے خوف نہیں کھاتے اور تمھارے ہاں اللہ تعالیٰ کی کوئی قدر نہیں؟ ﴿ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴾ ''حالانکہ اس نے تمھیں مختلف اطوار میں پیدا کیا۔'' یعنی ماں کے پیٹ میں، تخلیق کے مختلف مراحل میں پیدا کیا، پھر رضاعت، پھر سن طفولیت، پھر سن تمیز اور پھر جوانی میں منتقل کیا، پھر اس مرحلے میں لے گیا جہاں تمام مخلوق پہنچتی ہے۔ پس وہ ہستی جو تخلیق اور بے مثال تدبیر میں منفرد ہے، صرف اسی کے لیے عبادت اور توحید مختص ہے۔ بندوں کی تخلیق کی ابتدا کے ذکر میں معاد کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہستی جو انھیں عدم سے وجود میں لائی، ان کے مرنے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے بھی استدلال کیا ہے جن کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔'' یعنی ہر آسمان کو دوسرے آسمان کے اوپر پیدا کیا۔

﴿ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا ﴾ ''اور چاند کو ان میں نور بنایا۔'' یعنی زمین والوں کے لیے ﴿ وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴾ ''اور سورج کو چراغ بنایا۔'' اس میں ان اشیا کی تخلیق کے بڑے ہونے، نیز سورج اور چاند کے فوائد کی کثرت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بے پایاں احسان پر دلالت کرتی ہے۔ پس وہ عظیم اور رحیم ہستی، مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس سے ڈرا جائے اور امید رکھی جائے۔ ﴿ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴾ ''اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے'' جب تمھارے باپ آدم کو زمین سے پیدا کیا اور تم اس کی صلب میں تھے۔ ﴿ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا ﴾ ''پھر تمھیں اسی میں لوٹائے گا۔'' یعنی موت کے وقت ﴿ وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴾ اور وہ تمھیں حشر و نشر کے لیے زمین سے نکالے گا۔ وہی ہے جو زندگی عطا کرنے، موت دینے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اختیار رکھتا ہے۔

﴿ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴾ ''اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارے لیے فرش بنایا۔'' یعنی زمین کو استفادے کی خاطر پھیلا کر تیار کردیا ﴿ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴾ ''تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔'' پس اگر اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا نہ ہوتا تو یہ سب کچھ ممکن نہ ہوتا بلکہ زمین پر کھیتی باڑی کرنا، باغ لگانا، زراعت کرنا، عمارتیں تعمیر کرنا اور سکونت اختیار کرنا بھی ممکن نہ ہوتا۔

﴿ قَالَ نُوْحٌ ﴾ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان کے اندر اس کلام اور وعظ ونصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا ﴿ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ ﴾ اے میرے رب! انھوں نے ان تمام امور میں میری

نافرمانی کی ہے جن کا میں نے ان کو حکم دیا۔ ﴿ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴾ یعنی انھوں نے خیر خواہی کرنے اور بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والے رسول کی نافرمانی کی اور ان بڑے لوگوں اور اشراف کی پیروی کی جن کو ان کے مال اور اولاد نے خسارے میں ڈالا، یعنی ان کو ہلاکت میں مبتلا کیا اور منافع سے محروم کر دیا، تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے ان کی اطاعت کی اور ان کے احکام پر عمل کیا؟

﴿ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ یعنی انھوں نے حق کے خلاف عناد میں بہت بڑی چال چلی ﴿ وَ قَالُوْا ﴾ اور انھوں نے شرک کی دعوت دیتے اور اس کو مزین کرتے ہوئے کہا: ﴿ لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ﴾ ''اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔'' انھوں نے ان کو اس شرک کے تعصب کی طرف بلایا جس پر وہ عمل پیرا تھے اور کہا کہ وہ اس دین کو نہ چھوڑیں جس کو ان کے پہلے آباء واجداد نے اختیار کیا ہوا تھا، پھر انھوں نے اپنے معبودوں کا نام لے کر کہا: ﴿ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا١ۙ۬ وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴾ ''وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔'' یہ نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے سامنے یہ مزین کر دیا کہ وہ ان نیک لوگوں کے بت بنائیں تاکہ...... بزعم خود...... جب وہ ان کو دیکھیں تو ان کو اطاعت میں نشاط حاصل ہو۔ جب طویل زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو شیطان نے ان سے کہا: ''تمھارے اسلاف ان بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور ان کے وسیلے سے بارش مانگا کرتے تھے تو انھوں نے ان کی پوجا شروع کر دی، اسی لیے ان کے سرداروں نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ وہ ان بتوں کی عبادت کو نہ چھوڑیں۔

﴿ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ﴾ یعنی ان بڑوں اور سرداروں نے اپنی دعوت کے ذریعے سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ﴿ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴾ ''تو تُو ان کو اور گمراہ کر دے۔'' میرے ان کو حق کی دعوت دینے کے وقت اگر وہ گمراہ ہوتے تو یہ مصلحت تھی مگر ان سرداروں کی دعوت سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوا ہے، یعنی اب ان کی کامیابی اور اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب اور عقوبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا ﴾ ''وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کر دیے گئے۔'' سمندر کی مانند سیلاب میں غرق کر دیے گئے جس نے ان کو گھیر لیا تھا۔ ﴿ فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ ''پس وہ آگ میں ڈال دیے گئے۔'' ان کے اجساد پانی میں چلے گئے اور ارواح آگ کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ سب کچھ ان کے گناہوں کے سبب سے تھا جن کے بارے میں ان کا نبی نوح (علیہ السلام) آ کر انھیں متنبہ کرتا رہا، ان کے گناہوں کی نحوست اور ان کے برے انجام سے آگاہ کرتا رہا۔ ان کے نبی نے جو کچھ کہا، انھوں نے اس کو دور پھینک دیا، یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔ ﴿ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ پس انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہ ملے جو ان کی اس وقت مدد کرتے جب ان پر عذاب نازل ہوا اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی

قضاوقدرہی کا مقابلہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

﴿ وَ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ﴾ ’’نوح (علیہ السلام) نے دعا کی، میرے رب! کسی کافر کو روئے زمین پر بسا نہ رہنے دے‘‘ جو روئے زمین پر گھومتا پھرتا ہے۔ اور اس کا سبب بھی ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَ لَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴾ ’’اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی ناشکر گزار ہوگی۔‘‘ یعنی ان کا باقی رہنا، خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے محض فساد کا باعث ہوگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کیونکہ ان کے ساتھ کثرت اختلاط اور ان کے اخلاق سے واسطہ ہونے کی بنا پر آپ کو ان کے اعمال کا نتیجہ معلوم تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ پس اللہ نے ان سب کو غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو اہل ایمان تھے ان سب کو بچا لیا۔ ﴿ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا ﴾ ’’اے میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور اس کو جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے بخش دے۔‘‘ حضرت نوح علیہ السلام نے (اپنی دعا کے لیے) مذکورہ لوگوں کو خاص کیا کیونکہ ان کے حق مؤکد اور ان کے ساتھ نیکی مقدم ہے، پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ ’’اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بھی معاف فرما اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔‘‘ یعنی ظالموں کے لیے حسرت، تباہی اور ہلاکت میں اضافہ کر۔

تفسیر سورۃ الجن

سُوْرَةُ الْجِنّ (٧٢) مَكِّيَّةٌ (٤٠) — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — اٰیاتُھا ٢٨ رُکوعاتُھا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾

(اے رسول:) کہہ دیجیے! کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ غور سے سنا ایک جماعت نے جنوں میں سے (قرآن) تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم نے سنا قرآن عجیب ○

یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

وہ راہنمائی کرتا ہے راہِ حق کی طرف سو ہم ایمان لائے اس پر اور ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی ○

﴿ قُلۡ ﴾ اے رسول! لوگوں سے کہہ دیجیے: ﴿ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ ﴾ ’’میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی آیات کے سماع کے لیے اپنے رسول کی طرف متوجہ کیا تا کہ ان پر حجت قائم ہو، ان پر نعمتوں کا اتمام ہو اور وہ اپنی قوم کو متنبہ کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ان کا قصہ لوگوں کو سنا دیں۔ وہ قصہ یہ ہے کہ جب وہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: ”خاموش رہو“ پس جب وہ خاموش ہو گئے تو وہ قرآن کے معانی کے فہم سے بہرہ ور ہوئے اور قرآن کے حقائق ان کے دلوں تک پہنچ گئے۔ ﴿فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ ”تو انھوں نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔“ یعنی ہم نے نہایت قیمتی اور تعجب خیز کلام اور نہایت بلند مطالب سنے ہیں۔

﴿یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ﴾ ”وہ (قرآن) رشد کی طرف ہدایت کرتا ہے۔“ (رُشْد) ہر اس چیز کے لیے جامع نام ہے جو لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے ﴿فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾ ”تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔“ پس انھوں نے ایمان کو، جس میں اعمال خیر داخل ہیں اور تقویٰ کو، جو ہر قسم کے شر کو ترک کرنے کو متضمن ہے، جمع کر لیا۔ انھوں نے اس کا سبب، جس نے ان کو ایمان اور اس کے توابع کی طرف دعوت دی، قرآن کے ان ارشادات کو قرار دیا جن کا ان کو علم ہوا جو مصالح اور فوائد پر مشتمل اور ضرر سے خالی ہیں۔ یہ اس شخص کے لیے بہت بڑی دلیل اور قطعی حجت ہے جو اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اس کے طریقے کو رہنما بناتا ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جو نفع مند ہے جو ہر بھلائی سے بہرہ مند کرتا ہے اور جو ہدایت قرآن پر مبنی ہے، برعکس عادی، پیدائشی اور رواجی ایمان کے کیونکہ یہ تقلیدی ایمان ہے جو شبہات کے خطرات اور بے شمار عوارض میں گھرا ہوا ہے۔

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾

اور یہ کہ بہت بلند ہے شان ہمارے رب کی، نہیں بنائی اس نے کوئی بیوی اور نہ کوئی اولاد ○

﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾ یعنی ہمارے رب کی عظمت بلند و بالا اور اس کے نام مقدس ہیں ﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ ”اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے نہ بیٹا“ پس وہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کی عظمت سے اس بات کو جان گئے جس سے اس شخص کا ابطال ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی یا اس کی اولاد ہے کیونکہ وہ ہر صفت کمال میں عظمت و کمال کا مالک ہے جبکہ بیوی اور بیٹا بنانا اس کے منافی ہے کیونکہ یہ کمال غنا کی ضد ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾

اور یہ کہ تھے کہتے ہمارے بیوقوف اوپر اللہ کے جھوٹ ○

یعنی وہ صواب سے ہٹی ہوئی اور حد سے گزری ہوئی بات کہتا ہے اور صرف اس کی سفاہت اور عقل کی کمزوری نے اسے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے، ورنہ اگر وہ سنجیدہ اور مطمئن ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ کیسے بات کہنی ہے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾

اور یہ کہ گمان کیا تھا ہم نے کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان اور جن اوپر اللہ کے جھوٹ ○

یعنی اس سے پہلے ہم دھوکے میں مبتلا تھے، انسانوں اور جنات میں سے ہمارے سرداروں اور روسا نے ہمیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ ہمیں ان پر یقین تھا، ہم ان کے بارے میں سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کرتے، اس لیے اس سے قبل ہم ان کے طریقے پر گامزن تھے، آج حق ہم پر واضح ہو چکا ہے، ہم اس کے راستے پر چل رہے ہیں اور ہم نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے، ہمیں مخلوق میں سے کسی کے ایسے قول کی کوئی پروا نہیں جو ہدایت کے منافی ہو۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾

اور یہ کہ تھے کچھ لوگ انسانوں میں سے کہ وہ پناہ پکڑتے تھے کچھ لوگوں کی جنوں میں سے سو انہوں نے زیادہ کر دیا انکو سرکشی میں ○

یعنی انسان جنوں کی عبادت کرتے تھے اور خوف اور گھبراہٹ کے موقعوں پر جنات کی پناہ لیتے تھے۔ پس انسانوں نے جنات کو زیادہ سرکش بنا دیا، یعنی جب جنوں نے دیکھا کہ انسان ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی پناہ طلب کرتے ہیں تو اس چیز نے ان کی سرکشی اور تکبر میں اضافہ کر دیا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر جنات کی طرف لوٹتی ہو، یعنی جب جنات نے انسانوں کو دیکھا کہ وہ ان کی پناہ پکڑتے ہیں تو انھوں نے ان کے خوف اور دہشت زدگی میں اور اضافہ کر دیا تاکہ وہ ان کو جنات کی پناہ لینے اور ان کے قول سے تمسک کرنے پر مجبور کریں زمانہ جاہلیت میں جب انسان کسی خوف ناک وادی میں پڑاؤ کرتا تو کہتا: ”میں اس وادی کے سردار کی، اس کی قوم کے بیوقوفوں سے، پناہ مانگتا ہوں۔“

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾

اور یہ کہ انہوں نے بھی گمان کیا تھا جیسا کہ تم (جنوں) نے گمان کیا تھا یہ کہ ہرگز نہیں (دوبارہ) اٹھائے گا اللہ کسی کو بھی ○

یعنی جب انھوں نے حیات بعد الموت کا انکار کر دیا تو شرک اور سرکشی اختیار کرنے کی جرأت کی۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾

اور یہ کہ ہم نے ٹٹولا آسمان کو تو پایا ہم نے اسے بھرا ہوا سخت پہرے داروں اور شعلوں سے ○

﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ﴾ یعنی جب ہم آسمان پر آئے اور وہاں کے حالات کی خبر لی ﴿فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا﴾ ”تو ہم نے بھرا ہوا پایا اس کو مضبوط چوکیداروں سے۔“ یعنی اس کے کناروں تک پہنچنے اور اس کے قریب آنے سے اس کی حفاظت کی گئی تھی ﴿وَّشُهُبًا﴾ ”اور انگاروں سے۔“ ان انگاروں کو ان جنات پر پھینکا جاتا ہے جو آسمانوں کی سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہماری پہلی عادت کے برعکس ہے کیونکہ پہلے ہمارے لیے آسمان کی خبروں تک رسائی ممکن تھی۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ

اور یہ کہ تھے ہم بیٹھا کرتے اس (آسمان) کے ٹھکانوں میں (باتیں) سننے کے لیے پس جو کوئی کان لگاتا ہے اب

يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

پاتا ہے وہ اپنے لیے شعلہ گھات میں تیار ○

﴿ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ﴾ ''اس سے پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمان کے ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے'' ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آسمان کی خبریں حاصل کر لیتے تھے۔ ﴿ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴾ اب اگر کوئی سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب کو گھات میں لگے ہوئے پاتا ہے جو اس کو تلف کرنے اور جلا ڈالنے کے لیے تیار رہتا ہے، یعنی یہ معاملہ بہت عظیم اور اس کی خبر بہت بڑی ہے۔ انھیں قطعی طور پر یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ایک بڑا واقعہ وقوع پذیر کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس لیے انھوں نے کہا:

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے انکے ساتھ جو زمین میں ہیں یا ارادہ کیا ہے انکی بابت انکے رب نے بھلائی کا؟ ○

یعنی خیر یا شر میں سے ایک لازمی امر ہے کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ان پر معاملہ بدل چکا ہے جو ان کو اچھا نہ لگا۔ پس انھوں نے اپنی فطانت سے پہچان لیا کہ کوئی معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور زمین پر وقوع میں لانا چاہتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان کے ادب کا بیان ہے کیونکہ انھوں نے خیر کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور ادب کی بنا پر شر کے فاعل کو حذف کر دیا۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ ہم میں سے اس کے علاوہ ہیں، تھے ہم مختلف طریقوں (مذاہب) پر ○

﴿ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ ''اور یہ کہ کوئی ہم میں سے نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے۔'' یعنی فساق، فجار اور کفار ﴿ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴾ ''ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔'' یعنی مختلف و متنوع گروہ اور متفرق خواہشات ہیں۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر فرحاں و شاداں ہے۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾

اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ہرگز نہیں عاجز کر سکیں گے ہم اللہ کو زمین میں، اور ہرگز نہیں عاجز کر سکیں گے ہم اس کو بھاگ کر ○

یعنی اس وقت ہم پر پوری طرح واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت کا مالک اور ہم کامل طور پر بے بس ہیں، ہماری پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم فرار ہوں تو

فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے، ہم نے فرار کے اسباب کے ذریعے سے اس کے دست قدرت سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اس سے بھاگ کر اس کے سوا کہیں ٹھکانا اور پناہ گاہ نہیں۔

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ

اور یہ کہ جب سنی ہم نے ہدایت (کی بات) تو ایمان لے آئے ہم اس پر، پس جو کوئی ایمان لائے گا اپنے رب پر

فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾

تو نہیں ڈرے گا وہ کسی نقصان سے اور نہ ظلم وزیادتی سے ○

﴿ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى ﴾ "اور جب ہم نے ہدایت (کی کتاب) سنی" اور وہ قرآن کریم ہے جو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم نے اس کی رشد و ہدایت کو پہچان لیا اور اس نے ہمارے دلوں پر اثر کیا ﴿ اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ "تو ہم اس پر ایمان لے آئے" پھر انھوں نے اس بات کا ذکر کیا جو مومن کو ترغیب دیتی ہے، چنانچہ انھوں نے کہا: ﴿ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴾ یعنی جو کوئی اپنے رب پر سچا ایمان لے آیا، اسے کسی نقصان سے واسطہ پڑے گا نہ کوئی تکلیف لاحق ہوگی اور جب وہ شر سے محفوظ ہو گیا تو اسے بھلائی حاصل ہو گئی۔ پس ایمان ایک ایسا سبب ہے جو ہر قسم کی بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے شر کی نفی کرتا ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے مسلمان ہیں اور کچھ ہم میں سے ظالم ہیں، پس جو کوئی اسلام لایا تو انھوں نے تلاش کر لی راہ حق ○

﴿ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ﴾ "اور بے شک ہم میں بعض فرماں بردار ہیں اور بعض (نافرمان) گناہ گار ہیں۔" یعنی صراط مستقیم سے ہٹنے اور اس کو چھوڑنے والے ﴿ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴾ پس جو فرماں بردار ہوئے۔ انھوں نے رشد و ہدایت کا راستہ پا لیا، جو ان کو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچاتا ہے۔

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾

اور لیکن وہ جو ظالم ہیں تو وہ ہیں جہنم کا ایندھن ○

یعنی ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے ظلم کی پاداش میں جہنم رسید کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں بلکہ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾

اور (وحی کی گئی ہے) یہ کہ اگر قائم رہیں وہ سیدھے راستے پر تو البتہ ہم پلائیں ان کو پانی وافر ○

یعنی اگر وہ ﴿ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ ﴾ "سیدھے راستے پر رہتے" ﴿ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴾ "تو ہم

انھیں وافر پانی پلاتے۔" یعنی وہ مزے سے بستے لیکن ان کے ظلم و عدوان نے انھیں اس سے روک دیا۔

لِّنَفۡتِنَهُمۡ فِيهِۚ وَمَن يُعۡرِضۡ عَن ذِكۡرِ رَبِّهِۦ يَسۡلُكۡهُ عَذَابٗا صَعَدٗا ﴿١٧﴾

تاکہ ہم آزمائیں انکو اس میں اور جو کوئی اعراض کریگا ذکر سے اپنے رب کے تو وہ (رب) داخل کریگا اسے عذاب سخت میں ○

﴿ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيهِ ﴾ یعنی تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور ان کا امتحان لیں تاکہ جھوٹے اور سچے کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے ﴿ وَمَن يُعۡرِضۡ عَن ذِكۡرِ رَبِّهِۦ يَسۡلُكۡهُ عَذَابٗا صَعَدٗا ﴾ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر...... جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے...... سے روگردانی کرے، اس کی اتباع کرے نہ اس کی اطاعت کرے بلکہ اس کے بارے میں غافل رہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دے گا، یعنی سختی کی انتہا کو پہنچا ہوا عذاب۔

وَّأَنَّ ٱلۡمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدۡعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدٗا ﴿١٨﴾

اور یہ کہ مسجدیں (صرف) اللہ ہی کے لیے ہیں پس نہ پکارو تم اللہ کیساتھ کسی کو بھی ○

یعنی مساجد میں دعائے عبادت یا دعائے مسئلہ غرضیکہ کوئی سی بھی دعا اللہ کے سوا کسی سے نہ کی جائے کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے بڑا مقام و محل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کی عظمت کے سامنے خضوع اور اس کے غلبے کے سامنے فروتنی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہیں۔

وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ ٱللَّهِ يَدۡعُوهُ كَادُواْ يَكُونُونَ عَلَيۡهِ لِبَدٗا ﴿١٩﴾ ع

اور یہ کہ جب کھڑا ہوا بندہ اللہ کا (محمد ﷺ) کہ وہ پکارے اس (اللہ) کو تو قریب تھے وہ کہ ہوں وہ اس پر بھیڑ کر کے پل پڑنے والے ○

﴿ وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ ٱللَّهِ يَدۡعُوهُ ﴾ یعنی جب اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے تو قریب ہے کہ جنات اپنی کثرت کے باعث ﴿ عَلَيۡهِ لِبَدٗا ﴾ اور جو ہدایت آپ لے کر آئے ہیں، اس میں حرص کی بنا پر، آپ پر ہجوم کریں۔

قُلۡ إِنَّمَآ أَدۡعُواْ رَبِّي وَلَآ أُشۡرِكُ بِهِۦٓ أَحَدٗا ﴿٢٠﴾

کہہ دیجیے: بس میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں شریک ٹھہراتا میں اس کے ساتھ کسی کو ○

﴿ قُلۡ ﴾ اے رسول! جس چیز کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجیے: ﴿ إِنَّمَآ أَدۡعُواْ رَبِّي وَلَآ أُشۡرِكُ بِهِۦٓ أَحَدٗا ﴾ "بے شک میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔" یعنی میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اس کے سوا تمام خود ساختہ ہمسروں، بتوں اور ان ہستیوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جن کو مشرکین نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا (21)

کہہ دیجیے: بلاشبہ میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے لیے کسی نقصان کا اور نہ بھلائی کا ○

رسول اکرم ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ آپ انھیں اس بات کی وضاحت کر دیں کہ میں تو ایک بندہ ہوں، معاملے اور تصرف میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ (22)

کہہ دیجیے: یقیناً ہرگز نہیں پناہ دے گا مجھے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی اور ہرگز نہیں پاؤں گا میں اس کے سوا کوئی پناہ گاہ ○

﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ﴾ ''کہہ دیجیے: مجھے ہرگز کوئی اللہ سے نہیں بچا سکتا''، یعنی میں کسی سے فریادرسی نہیں چاہتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ جب رسول اللہ ﷺ جو مخلوق میں کامل ترین ہستی ہیں، کسی نقصان اور رشد و ہدایت کا اختیار نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو آپ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتے تو پھر مخلوق میں سے دیگر لوگوں کا اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہ ہونا اولیٰ و احریٰ ہے۔ ﴿وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ اور اس کے سوا میں کوئی پناہ گاہ اور بچ نکلنے کی جگہ نہیں پاتا۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ

(نہیں اختیار رکھتا میں) سوائے پہنچا دینے کے اللہ کا (حکم) اور اسکے پیغامات اور جو کوئی نافرمانی کریگا اللہ اور اسکے رسول کی تو بلاشبہ اس کیلیے

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ (23)

آتش جہنم ہے ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں ابد تک ○

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ﴾ مجھے لوگوں پر کوئی خصوصیت حاصل نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق تک اپنے پیغام پہنچانے اور ان کو اپنی طرف دعوت دینے کے لیے مجھے مختص کیا ہے اور اسی سے لوگوں پر حجت قائم ہوتی ہے۔ ﴿وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ایسے لوگ جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔'' اس سے مراد معصیتِ کفریہ ہے جیسا کہ دیگر محکم نصوص اس کو مقید کرتی ہیں۔ رہی مجرد معصیت تو وہ جہنم میں خلود کی موجب نہیں جیسا کہ قرآن کی آیات اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث دلالت کرتی ہیں، اس پر امت کے تمام اسلاف اور تمام ائمہ کا اجماع ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا (24)

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے وہ (عذاب) کہ وعدہ دیے جاتے ہیں وہ (اسکا) تو یقیناً جان لیں گے وہ کہ کون کمزور تر ہے باعتبار مددگار کے اور کم تر ہے عدد میں ○

﴿ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ ﴾ یعنی جب وہ عیاں طور پر اس کا مشاہدہ کریں گے اور انھیں یقین آ جائے گا کہ وہ ان پر واقع ہونے والا ہے ﴿ فَسَیَعْلَمُوْنَ ﴾ تب انھیں حقیقت معلوم ہو گی کہ ﴿ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴾ ''مددگار کس کے کمزور ہیں اور شمار کن کا تھوڑا ہے۔'' جب کوئی دوسرا ان کی مدد کر سکے گا نہ وہ خود اپنی مدد کر سکیں گے اور جب انھیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا جیسا کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کیے گئے تھے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

کہہ دیجیے: نہیں جانتا میں کیا قریب ہے وہ (عذاب) جس کا وعدہ دیے جاتے ہو تم یا (مقرر) کرتا ہے اس کیلئے میرا رب کوئی لمبی مدت؟O

﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے'': ''اگر وہ آپ سے پوچھیں: ﴿ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ ﴾ (یونس: ۱۰/۴۸) ''یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟'' تو ان سے کہہ دیجیے: ﴿ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴾ ''میں نہیں جانتا کہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی مدت دراز کر دی ہے؟'' یعنی وہ اسکی کوئی طویل مدت مقرر کرتا ہے تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

(وہی) عالم الغیب ہے، پس نہیں مطلع کرتا وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی O

مخلوق میں سے کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ وہ اکیلا ہی ضمائر، اسرار اور غیوب کا علم رکھتا ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

مگر جسے وہ پسند کرے (یعنی) رسول کو تو بے شک وہ مقرر کرتا ہے اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے محافظ O

﴿ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ ''مگر جس رسول کو پسند فرمائے۔'' پس اسے صرف اسی غیب سے آگاہ کرتا ہے جس سے آگاہ کرنے کا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے رسول دیگر انسانوں کی مانند نہیں ہیں کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تائید سے نوازا ہے جس سے اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جو وحی کی اس کی حفاظت بھی کی حتیٰ کہ رسول اس وحی کی حقیقت کو پہنچ گئے، بغیر اس کے کہ شیاطین اس کے قریب آئیں اور اس میں کمی بیشی کر سکیں، اس لیے فرمایا: ﴿ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴾ ''وہ اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ

تاکہ وہ جان لے یہ کہ انھوں نے پہنچا دیے ہیں پیغامات اپنے رب کے اور اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے ان چیزوں کا جو انکے پاس ہیں؛

وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

اور اس نے شمار کر رکھا ہے ہر چیز کا گنتی کے اعتبار سے O

﴿ لِيَعْلَمَ ﴾ تا کہ اسے معلوم ہو جائے ﴿ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ ﴾ ''کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچادیے ہیں۔'' ان اسباب کے ذریعے سے جو ان کے لیے اس نے مہیا کیے ﴿ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ ﴾ ''اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔'' یعنی جو کچھ ان کے پاس ہے جسے وہ چھپاتے ہیں اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿ وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴾ ''اور ہر چیز کو اس نے شمار کر رکھا ہے۔''

فوائد: یہ سورۂ مبارکہ متعدد فوائد پر مشتمل ہے:

(۱) اس سورت سے جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات امر و نہی کے مکلف ہیں، ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی جیسا کہ یہ اس سورت میں صریح طور پر مذکور ہے۔

(۲) اس سورۂ کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، اسی طرح جنات کی طرف بھی مبعوث تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تا کہ وہ قرآن کو غور سے سنیں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور پھر اسے اپنی قوم تک پہنچائیں۔

(۳) اس سورۂ مبارکہ سے جنات کی ذہانت اور ان کی معرفتِ حق کا اثبات ہوتا ہے اور جس چیز نے انھیں ایمان لانے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ ہدایت قرآن ان پر متحقق ہوگئی، نیز اپنے خطاب میں قرآن کے حسن ادب کی بنا پر (ایمان لانے پر آمادہ ہوئے)۔

(۴) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ پر کامل عنایت تھی اور وہ قرآن اس کی حفاظت میں تھا جسے رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے۔ پس جب آپ کی نبوت کی بشارتیں شروع ہوئیں، ستاروں کے ذریعے سے آسمان محفوظ ہوئے، شیاطین اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور گھبرا کر اپنی گھاتوں سے نکل گئے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر اس قدر رحم فرمایا جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ان کے رب نے ان کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کا ارادہ کیا، پس اس نے ارادہ فرمایا کہ اپنے دین و شریعت اور اپنی معرفت کو زمین پر ظاہر کرے جس سے دلوں کو بہجت و سرور حاصل ہو، خردمند لوگ خوش ہوں، شعائر اسلام ظاہر ہوں اور اہل اصنام اور اہل اوثان کا قلع قمع ہو۔

(۵) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنات میں رسول اللہ ﷺ (سے قرآن) کو سننے اور آپ کے پاس اکٹھے ہونے کی شدید خواہش تھی۔

(۶) یہ سورۂ کریمہ توحید کے حکم اور شرک کی ممانعت پر مشتمل ہے، نیز اس میں مخلوق کی حالت بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ جب رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو مخلوق میں افضل اور کامل ترین ہستی ہیں، کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ خود اپنی ذات کو نفع نقصان

نہیں پہنچا سکتے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح تمام مخلوق بھی کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی، پس جس مخلوق کا یہ وصف ہو اس کو معبود بنانا خطا اور ظلم ہے۔

(۷) اس سورۂ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوم غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے مخلوق میں سے کوئی ہستی غیب کا علم نہیں جانتی، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور کسی چیز کا علم عطا کرنے کے لیے اسے مختص کرے۔

تفسیر سورۃ المزمل

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ (۷۳) مَكِّيَّةٌ (۳) | آیاتہا ۲۰ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾

اے لپٹنے والے کپڑے میں!○ قیام کیجیے رات میں مگر تھوڑا سا○ (یعنی) نصف (حصہ) رات کا یا کم کیجیے اس سے تھوڑا سا○

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ

یا زیادہ کیجیے اس پر اور پڑھیے قرآن ٹھہر ٹھہر کر○ یقیناً عنقریب ہم ڈالیں گے آپ پر ایک بات بہت بھاری○ بلاشبہ

نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾

اٹھنا رات کا یہ زیادہ سخت ہے (نفس کے) کچلنے میں اور زیادہ درست رکھنے والا ہے بات کو○ بلاشبہ آپ کیلئے دن میں مصروفیت ہے، بہت○

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور یاد کیجیے نام اپنے رب کا اور (سب سے کٹ کر) متوجہ ہو جائیے اسکی طرف یکسو ہو کر○ (وہ) رب ہے مشرق و مغرب کا نہیں کوئی معبود سوائے اسکے

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾

سو بنا لیجیے اسکو (اپنا) کارساز○ اور صبر کیجیے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دیجیے انہیں چھوڑ دینا اچھے طریقے سے○

وَ ذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾

اور چھوڑ دیجیے مجھے اور تکذیب کرنے والے آسودہ حال لوگوں کو اور مہلت دیجیے انہیں تھوڑی سی○

﴿الْمُزَّمِّلُ﴾ کا معنی بھی ﴿الْمُدَّثِّرُ﴾ کی طرح کپڑوں میں لپٹنے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی رسالت کے ذریعے سے اکرام بخشا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی طرف بھیج کر وحی نازل کرنے کی ابتدا کی تو اس وقت آپ اس وصف سے موصوف ہوئے۔ آپ نے ایک ایسا معاملہ دیکھا کہ اس جیسا معاملہ آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس پر رسولوں کے سوا کوئی بھی ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: ”پڑھیے“! آپ نے فرمایا: ”میں پڑھ نہیں سکتا“ جبریل علیہ السلام نے آپ کو

خوب بھینچا جس سے آپ کو تکلیف ہوئی، جبریل آپ کو بار بار پڑھنے کی مشق کرواتے رہے تو بالآخر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا، یہ وحی وتنزیل کا پہلا موقع اور ایک نیا تجربہ تھا، اس سے آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، آپ اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لائے تو آپ پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثبات سے بہرہ ور کیا اور آپ پر پے در پے وحی نازل ہوئی حتیٰ کہ آپ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں کوئی رسول نہیں پہنچ سکا۔ (سُبْحَانَ اللّٰهِ !) وحی کی ابتدا اور اس کی انتہا کے مابین کتنا بڑا تفاوت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وصف کے ساتھ مخاطب فرمایا جو آپ میں ابتدا کے وقت پایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں آپ کو ان عبادات کا حکم دیا جو آپ سے متعلق تھیں، پھر آپ کو اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کرنے کا حکم دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اس کے حکم کو کھلم کھلا بیان کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا اعلان کر دیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل ترین عبادت نماز کو مؤکد ترین اور بہترین اوقات پر ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہے تہجد کی نماز۔

یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو تمام رات قیام کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا: ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔'' پھر اس کا اندازہ مقرر کر دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ﴾ نصف رات یا نصف میں سے بھی ﴿قَلِيْلًا﴾ کچھ کم کر دیجیے، ایک تہائی کے لگ بھگ ہو ﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ﴾ یا نصف سے کچھ زیادہ، یعنی دو تہائی رات کے لگ بھگ ہو۔ ﴿وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔'' کیونکہ ترتیلِ قرآن سے تدبر اور تفکر حاصل ہوتا ہے، اس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس کی آیات کے ساتھ تعبُّد حاصل ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لیے مکمل استعداد اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔

کیونکہ فرمایا: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ یعنی ہم آپ کی طرف یہ بھاری قرآن وحی کریں گے، یعنی وہ معانیِ عظیمہ اور اوصافِ جلیلہ کا حامل ہے۔ قرآن، جس کا وصف یہ ہو، اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لیے تیاری کی جائے، اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور جن مضامین پر مشتمل ہے ان میں غور وفکر کیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رات کے قیام کے حکم کی حکمت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ﴾ یعنی رات کو سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا ﴿هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا﴾ نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن کے مقصد کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔ قلب ولسان اس سے مطابقت رکھتے ہیں، اس وقت مشاغل کم ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کا فہم حاصل ہوتا ہے اور اس کا معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ یہ دن کے اوقات کے برعکس ہے کیونکہ دن کے اوقات میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ ''دن کے وقت آپ کو اور بہت مشاغل ہوتے ہیں۔''

یعنی اپنی حوائج اور معاشی ضروریات کے لیے آپ کو بار بار آنا جانا پڑتا ہے جو قلب کے مشغول ہونے اور مکمل طور پر فارغ نہ ہونے کا موجب بنتا ہے۔ ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ "اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔" یہ ذکر کی تمام انواع کو شامل ہے ﴿وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ﴾ "اور سب سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جایئے" یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف انابت، قلب کے خلائق سے علیحدہ اور لاتعلق ہونے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان اوصاف سے متصف ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بناتے ہیں اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ یہ اسم جنس ہے جو تمام مشارق و مغارب کو شامل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مشارق و مغارب، ان کے اندر جو انوار اور عالم علوی اور عالم سفلی کے لیے جو مصالح ہیں، سب کا رب، ان کا خالق اور مدبر ہے۔ ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ اس بالا و بلند تر ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو محبت و تعظیم اور اجلال و تکریم سے مختص کیا جائے۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ پس اسے اپنے تمام امور کی تدبیر کرنے والا اور محافظ بنا۔

جب اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نماز اور عمومی طور پر ذکر الٰہی کا حکم دیا...... جس سے بندۂ مومن میں بھاری بوجھ اٹھانے اور پر مشقت اعمال بجالانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ کے معاندین آپ کو کہتے ہیں اور آپ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اسے سب وشتم کرتے ہیں، نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں کوئی روکنے والا آپ کی راہ کھوٹی کر سکے نہ کوئی آپ کو لوٹا سکے اور یہ کہ آپ بھلے طریقے سے ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور یہ کنارہ کشی وہاں ہے جہاں مصلحت کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے جس میں کوئی اذیت نہ ہو بلکہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے کنارہ کشی کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو احسن ہو۔

فرمایا: ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ﴾ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجیے، میں ان سے انتقام لوں گا، میں نے اگرچہ ان کو مہلت دی ہے مگر میں ان کو مہمل نہیں چھوڑوں گا۔ ﴿أُولِي النَّعْمَةِ﴾ یعنی نعمتوں سے بہرہ مند اور دولت مند لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رزق سے فراخی عطا کی اور اپنے فضل سے ان کو نوازا تو انھوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ○ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾ (العلق: ٩٦/٦-٧) "ہرگز نہیں، انسان جب اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سنائی جو اس کے پاس ہے، چنانچہ فرمایا:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ

بلاشبہ ہمارے ہاں بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ ○ اور طعام گلے میں پھنس جانیوالا اور عذاب بہت دردناک ○ جس دن کانپے گی

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿١٤﴾

زمین اور پہاڑ اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے ٹیلے بھر بھرے ○

یعنی ہمارے پاس ﴿ اَنْكَالًا ﴾ سخت عذاب ہے، اسے ہم نے اس شخص کے لیے عبرتناک سزا بنایا ہے جو ان امور پر جما ہوا ہے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ﴿ وَّجَحِيْمًا ﴾ اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے ﴿ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ﴾ ''اور گلوگیر کھانا'' یہ اچھو اس کھانے کی تلخی، بدمزگی، اس کے ذائقے کی کراہت اور اس کی بے انتہا گندی بدبو کی بنا پر لگے گا۔ ﴿ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ اور انتہائی دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہے۔ ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ ﴾ جس روز زمین اور پہاڑ بہت بڑے خوف سے کانپ اٹھیں گے ﴿ وَكَانَتِ الْجِبَالُ ﴾ اور زمین پر مضبوطی سے جمے ہوئے ٹھوس اور سخت پہاڑ ﴿ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴾ ریت کے بھر بھرے ٹیلے بن جائیں گے، یعنی بکھری ہوئی ریت کی مانند، پھر اس کے بعد یہ ریت آہستہ آہستہ پھیل کر اڑتا ہوا غبار بن جائے گی۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ

بلاشبہ ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول شہادت دینے والا تم پر جیسے بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف

رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿١٦﴾

ایک رسول ○ پس نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی تو پکڑ لیا ہم نے اسے پکڑنا نہایت سخت ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نبی امی و عربی (ﷺ) کے بھیجے جانے پر...... جو خوشخبری دینے والا، تنبیہ کرنے والا اور امت پر ان کے اعمال کے ذریعے سے گواہ ہے...... اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کرو، اس کا شکر ادا کرو اور اس نعمت جلیلہ کا اعتراف کرو۔ اپنے رسول کا انکار کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے بچو، ایسا نہ ہو کہ تم فرعون کی مانند ہو جاؤ، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف مبعوث فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اسے توحید کا حکم دیا مگر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہ کی بلکہ اس کے برعکس اس نے آپ کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑے وبال، یعنی انتہائی شدت کے ساتھ پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ

پس کیسے بچو گے تم اگر کفر کیا تم نے اس دن (کے عذاب سے) کہ کر دے گا وہ بچوں کو بوڑھا؟ ○ آسمان پھٹ جائے گا

بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿١٨﴾

بوجہ اس کے اور ہے وعدہ اس کا کیا ہوا ○

یعنی تمہیں قیامت کے روز کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے، وہ ایسا دن ہے جس کا معاملہ نہایت ہولناک اور جس کا خطرہ بہت عظیم ہوگا۔ جو بچوں کو بوڑھا، اور بڑے بڑے جمادات کو پگھلا کر رکھ دے گا، پس (اس کے خوف

سے) آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔ ﴿ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴾ یعنی اس کا وقوع لازمی ہے، کوئی چیز اس کے سامنے حائل نہیں ہو سکتی۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿19﴾

بلاشبہ یہ (قرآن) تو نصیحت ہے، پس جو چاہے پکڑے طرف اپنے رب کی راستہ ○

یہ وعظ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے احوال اور اس کی ہولناکیوں کی خبر دی ہے، ایک یاد دہانی ہے جس سے اہل تقویٰ نصیحت پکڑتے اور اہل ایمان (برائیوں سے) رک جاتے ہیں ﴿ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴾ ”پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔“ یعنی وہ راستہ جو اسے اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔ وہ راستہ اللہ کی شریعت کی اتباع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا اور پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے افعال پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے، ایسے نہیں جیسے ”جبریہ“ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال ان کی مشیت کے بغیر واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ

یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ بیشک آپ قیام کرتے ہیں (کبھی) قریب دو تہائی رات اور (کبھی) نصف رات اور (کبھی) ایک تہائی رات کے

وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ

اور ایک گروہ (بھی) ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ ہی (پورا) اندازہ کرتا ہے رات اور دن کا اس نے جان لیا یہ کہ ہرگز نہیں

تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ

شمار کر سکو گے تم اسکو، پس اس نے توجہ کی تم پر پس تم پڑھو جو آسان ہو قرآن (میں) سے اس نے جان لیا کہ بلاشبہ عنقریب ہوں گے کچھ تم میں سے

مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ

بیمار اور (کچھ) دوسرے کہ چلیں گے وہ زمین میں تلاش کریں گے فضل اللہ کا اور، (کچھ) اور

يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

کہ وہ لڑیں گے اللہ کی راہ میں، تو پڑھو تم جو آسان ہو اس (قرآن) سے اور قائم کرو تم نماز اور دو تم

الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ

زکوٰۃ اور قرض دو تم اللہ کو قرض حسنہ اور جو کچھ آگے بھیجو گے تم اپنے نفسوں کے لیے کوئی بھلائی تو پاؤ گے اس کو

عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ

اللہ کے ہاں، بہت بہتر اور بہت زیادہ اجر میں اور بخشش مانگو اللہ سے

رکوع ۱۴/۲

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾

بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○

اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ نصف رات، ایک تہائی رات یا دو تہائی رات قیام کیا کریں اور اصل بات یہ ہے کہ احکام میں آپ اپنی امت کے لیے نمونہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر ذکر فرمایا کہ آپ نے اور آپ کے ساتھ اہل ایمان کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ مامور بہ وقت کا تعین کرنا لوگوں کے لیے بہت مشکل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے ان کے لیے اس میں انتہائی آسانی پیدا کر دی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ دن اور رات کی مقدار کو جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کتنا وقت گزر گیا ہے اور کتنا باقی ہے۔ ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾ یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر تم اس کی مقدار معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت کا حصول، واقفیت اور مزید مشقت کا تقاضا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے اور تمھیں صرف اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے آسان ہے، خواہ وہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم۔

﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ”لہٰذا پڑھو قرآن میں سے جو آسان ہو“ یعنی اس میں سے جس کی تمھیں معرفت حاصل ہے اور جس کی قراءت تم پر شاق نہیں گزرتی۔ بنابریں قیام اللیل کرنے والا نمازی صرف اس وقت نماز پڑھنے پر مامور ہے جب تک اس میں نشاط ہے، جب وہ اکتاہٹ، کسل مندی یا اونگھ وغیرہ کا شکار ہو جائے تو اسے آرام کرنا چاہیے، اسے طمانینت اور راحت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے اسباب ذکر فرمائے جو تخفیف سے مناسبت رکھتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی﴾ ”وہ جانتا ہے تم میں سے بیمار بھی ہوں گے۔“ دو تہائی شب، نصف شب یا ایک تہائی شب کی نماز ان پر شاق گزرے گی، پس مریض اتنی ہی نماز پڑھے جو اس کے لیے آسان ہے، نیز وہ مشقت کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر بھی مامور نہیں بلکہ اگر نفل نماز پڑھنے میں اس کے لیے مشقت ہے تو وہ اسے چھوڑ دے اور اسے اسی طرح نماز کا اجر ملے گا جس طرح وہ صحت مند ہونے کی حالت میں پڑھتا رہا ہے۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں مسافر بھی ہیں جو تجارت کے لیے سفر کرتے ہیں تاکہ وہ مخلوق سے بے نیاز اور ان سے سوال کرنے سے باز رہیں۔ پس مسافر کے احوال سے تخفیف مناسبت رکھتی ہے، اسی لیے اس میں اس کے لیے فرض نماز میں بھی تخفیف کر دی گئی ہے اور اس کے لیے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور چار رکعتوں والی نماز میں قصر کرنا مباح کر دیا گیا ہے۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ﴾ ”اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

بھی کرتے ہیں، لہٰذا تم با آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو۔‘‘ پس اللہ تعالیٰ نے دو تخفیفوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اول وہ تخفیف جو صحت مند اور اپنے گھر میں مقیم شخص کے لیے ہے جو وقت کے تعین کا مکلّف ہوئے بغیر اپنی راحت اور نشاط کی رعایت رکھتا ہے بلکہ وہ فضیلت والی نماز کی کوشش کرتا ہے اور یہ رات کے نصف اول کے بعد ایک تہائی رات تک قیام کرنا ہے۔ دوسری تخفیف مسافر کے لیے ہے، خواہ یہ سفر تجارت کے لیے ہو یا عبادت، یعنی جہاد اور حج وغیرہ کے لیے ہو، پس وہ اتنی مقدار کی رعایت رکھ سکتا ہے جو اس کو تکلیف نہ دے۔

پس ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے جس نے امت کے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی بلکہ اس نے اپنی شریعت کو آسان بنایا اور اس نے اپنے بندوں کے احوال، ان کے دین، ابدان اور دنیا کے مصالح کی رعایت رکھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کا ذکر فرمایا جو امام العبادات اور ان کا ستون ہیں، یعنی نماز قائم کرنا جس کے بغیر دین درست نہیں رہتا اور زکوٰۃ ادا کرنا جو ایمان کی دلیل ہے اور اس سے حاجت مندوں اور مساکین کے لیے ہمدردی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ یعنی نماز کو اس کے ارکان، اس کی حدود، اس کی شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ’’اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو۔‘‘ یعنی سچی نیت اور ثبات نفس سے، خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پاک مال میں سے خرچ کرنا۔ اس میں صدقات واجبہ اور صدقات مستحبہ دونوں داخل ہیں، پھر عام بھلائی اور بھلائی کے کاموں کی ترغیب دی۔ فرمایا: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا ﴾ ’’اور جو نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے۔‘‘ نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ بے شمار گنا ملتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں کی ہوئی ذرہ بھر بھلائی کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے گھر میں دنیا کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذتیں اور شہوات ہیں، اس دنیا میں کی ہوئی بھلائی اور نیکی، آخرت کے دائمی گھر میں بھلائی اور نیکی کی بنیاد، اس کا بیج، اس کی اصل اور اساس ہے۔

ہائے افسوس! ان اوقات پر جو غفلت میں گزر گئے اور حسرت ہے ان زمانوں پر جو غیر صالح اعمال میں بیت گئے، ہے کوئی مددگار اس دل کا جس پر اس کے پیدا کرنے والے کی کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی اور نہ اس ہستی کی ترغیب کوئی فائدہ دیتی ہے جو اس پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتی ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے۔ اے اللہ! ہر قسم کی حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے، تیرے ہی پاس شکایت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ)

﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ بھلائی اور نیکی کے کاموں کی ترغیب دینے کے بعد، استغفار

کا حکم دیا جس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ ان کاموں میں کوتاہی سے پاک نہیں جن کا اسے حکم دیا گیا ہے یا تو وہ ان کاموں کو سرے سے کرتا ہی نہیں یا انھیں ناقص طریقے سے کرتا ہے، پس اسے استغفار کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بندہ دن رات گناہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ نہ لے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

تفسیر سورۃ المدثر

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر (۷۴) مَكِّيَّة (۴) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴

اے لپٹنے والے کپڑے میں! ○ اٹھیے پھر ڈرائیے ○ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کیجیے ○ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھیے ○

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷

اور پلیدی کو پس چھوڑ دیجیے ○ اور نہ احسان کیجیے زیادہ طلب کرنے کے لیے ○ اور اپنے رب کے لیے پس صبر کیجیے ○

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ ﴿اَلْمُزَّمِّلُ﴾ اور ﴿اَلْمُدَّثِّرُ﴾ کا ایک ہی معنی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عباداتِ قاصرہ اور متعدیہ میں پوری کوشش کریں۔ وہاں یہ بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبادات فاضلہ و قاصرہ اور اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی نبوت کا اعلان فرما دیں اور کھلم کھلا لوگوں کو تنبیہ کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿قُمْ﴾ یعنی کوشش اور نشاط کے ساتھ کھڑے ہوں ﴿فَاَنْذِرْ﴾ یعنی لوگوں کو ایسے اقوال و افعال کے ذریعے سے تنبیہ کیجیے جن سے مقصد حاصل ہو، ان امور کا حال بیان کر کے ڈرایے جن سے متنبہ کرنا مطلوب ہے تاکہ وہ ان کو ان کے ترک کرنے پر زیادہ آمادہ کرے۔ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ یعنی توحید کے ذریعے سے اس کی عظمت بیان کیجیے، اپنے انذار و تنبیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد بنائیں، نیز اس بات کو مدنظر رکھیں کہ بندے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کریں۔

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ”اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔“ اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ (ثیاب ”کپڑے“) سے مراد تمام اعمال ہوں اور ان کی تطہیر سے مراد ہے ان کی تخلیص، ان کے ذریعے سے خیر خواہی، ان کو کامل ترین طریقے پر بجا لانا اور ان کو تمام مبطلات، مفسدات اور ان میں نقص پیدا کرنے والے امور، یعنی شرک، ریا، نفاق، خود پسندی، تکبر، غفلت وغیرہ سے پاک کرنا ہو، جن کے بارے میں بندۂ مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادات میں ان سے اجتناب کرے۔ اس میں کپڑوں کی نجاست سے تطہیر بھی داخل ہے کیونکہ یہ تطہیر، اعمال کی تطہیر کی تکمیل ہے، خاص طور پر نماز کے اندر جس کے بارے میں بہت سے علماء کا قول ہے کہ نجاست کو زائل

کرنا، نماز کا حق اور اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، یعنی طہارت اس کی صحت کی شرائط میں سے ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ (ثِیَاب) سے مراد معروف لباس ہو اور آپ کو ان کپڑوں کی تمام اوقات میں تمام نجاستوں سے تطہیر کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر نماز میں داخل ہوتے وقت۔

جب آپ ظاہری طہارت پر مامور ہیں کیونکہ ظاہری طہارت، باطنی طہارت کی تکمیل کرتی ہے تو فرمایا: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ ''اور ناپاکی سے دور رہیں۔'' ایک احتمال یہ ہے کہ (الرُّجْزَ) سے مراد بت اور مورتی ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو ترک کر دیں، ان سے براءت کا اعلان کریں، نیز ان تمام اقوال وافعال سے بیزار ہوں جو ان کی طرف منسوب ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ (الرُّجْزَ) سے مراد تمام اعمال شر اور اقوال شر ہوں، تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ تمام چھوٹے اور بڑے، ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دیں۔ اس حکم میں شرک اور اس سے کم تر تمام گناہ داخل ہیں۔

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ یعنی آپ نے لوگوں پر جو دینی اور دنیاوی احسانات کیے ہیں، انھیں جتلائیں نہیں کہ اس احسان کے بدلے زیادہ حاصل کریں اور ان احسانات کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں سے افضل سمجھیں بلکہ جب بھی آپ کے لیے ممکن ہو آپ لوگوں پر احسان کریں، پھر ان پر اپنے اس احسان کو بھول جایئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر طلب کیجیے۔ جس پر آپ نے احسان کیا ہے اسے اور دوسروں کو برابر سطح پر رکھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو کوئی چیز اس لیے عطا نہ کریں کہ آپ کا ارادہ ہو کہ وہ آپ کو اس سے بڑھ کر بدلہ عطا کرے، تب یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ یعنی اپنے صبر پر اجر کی امید رکھیے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کی تعمیل کے لیے آگے بڑھے۔ پس آپ نے لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا اور آپ نے ان کے سامنے آیات بینات اور تمام مطالب الٰہیہ کو واضح کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی اور مخلوق کو اس کی تعظیم کی طرف بلایا، آپ نے اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو ہر قسم کی برائی سے پاک کیا، آپ نے ہر اس ہستی سے براءت کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی تھی اور اس کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی، یعنی بتوں، بت پرستوں، شر اور شر پسندوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد آپ کا احسان ہے بغیر اس کے کہ آپ اس پر ان سے کسی جزا یا شکر گزاری کا مطالبہ کریں۔ آپ نے اپنے رب کی خاطر کامل ترین صبر کیا۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اور اس کی نافرمانی سے اجتناب پر اور اس کی تکلیف دہ قضا وقدر پر صبر کیا، یہاں تک کہ آپ اولوالعزم انبیاء و مرسلین پر بھی فوقیت لے گئے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿١٠﴾

پس جب پھونکا جائے گا صور میں ○ تو وہ اس دن، دن ہو گا سخت دشوار ○ کافروں پر، نہیں آسان ○

جب مردوں کو قبروں سے کھڑا کرنے اور تمام خلائق کو دوبارہ زندہ کرکے حساب و کتاب کے لیے جمع کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا ﴿فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ﴾ تو ہولناکیوں اور سختیوں کی کثرت کی بنا پر وہ دن بڑا ہی سخت ہوگا۔ ﴿عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ﴾ ”کافروں پر آسان نہ ہوگا“ کیونکہ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو چکے ہوں گے اور انھیں اپنی ہلاکت اور تباہی کا یقین ہو جائے گا۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ دن اہل ایمان پر آسان ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ (القمر: ٥٤/٨) ”کفار کہیں گے کہ یہ دن بڑا ہی سخت ہے۔“

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾

چھوڑ دیجیے مجھے اور اسے جسے میں نے پیدا کیا اکیلا ہی ○ اور کیا میں نے اس کیلیے مال پھیلا ہوا ○ اور (دیے) بیٹے حاضر رہنے والے ○

وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا

اور فراخی کی میں نے اس کیلیے خوب فراخی کرنا ○ پھر طمع کرتا ہے وہ یہ کہ میں (اور) زیادہ دوں (اسے) ○ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ ہے ہماری آیات سے

عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

سخت عناد رکھنے والا ○ عنقریب میں چڑھاؤں گا اسے دشوار گزار گھاٹی پر ○ بلاشبہ اس نے (غور) فکر کیا اور اندازہ لگایا ○ پس ہلاک کیا جائے وہ کیسا اندازہ لگایا اس نے؟ ○

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

پھر ہلاک کیا جائے وہ کیسا اندازہ لگایا اس نے؟ ○ پھر اس نے دیکھا ○ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بسورا ○ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا ○

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ

پھر اس نے کہا نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جادو جو نقل کیا جاتا ہے ○ نہیں ہے یہ مگر قول ایک بشر ہی کا ○ عنقریب میں داخل کروں گا اسے

سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا

جہنم میں ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے جہنم ○ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی ○ جھلسا دینے والی ہے چہرے کو ○ اس پر (مقرر) ہیں

تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا

انیس (فرشتے) ○ اور نہیں بنائے ہم نے نگران آگ کے مگر فرشتے ہی، اور نہیں بنائی ہم نے (یہ) تعداد ان کی مگر

فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا

آزمائش کیلیے ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ کہ دیے گئے ہیں وہ کتاب اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں

إِيمَانًا ۙ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ

ایمان میں اور (تاکہ) نہ شک کریں وہ لوگ کہ دیے گئے ہیں وہ کتاب اور مومن اور تاکہ کہیں وہ لوگ

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کافر کس چیز کا ارادہ کیا ہے اللہ نے ساتھ اس (عدد) کے از روئے مثال کے؟ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ

جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور (کوئی) نہیں جانتا لشکر آپ کے رب کے مگر وہ (خود ہی)

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

اور نہیں ہے وہ (جہنم) مگر نصیحت (جنس) بشر کے لیے ○

یہ آیات کریمہ معاند حق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی جنگ کرنے والے، ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی مذمت کی ہے کہ ایسی مذمت کسی کی نہیں کی۔ یہ ہر اس شخص کی جزا ہے جو حق کے ساتھ عناد اور دشمنی رکھتا ہے، اس کے لیے دنیا کے اندر رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے۔ فرمایا: ﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا﴾ ''مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' یعنی میں نے اسے اکیلا، کسی مال اور اہل و عیال وغیرہ کے بغیر پیدا کیا۔ پس میں اس کی پرورش کرتا رہا اور اسے عطا کرتا رہا۔ ﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾ اور میں نے اسے بہت زیادہ مال دیا ﴿وَّ﴾ ''اور'' عطا کیے اسے ﴿بَنِيْنَ﴾ ''بیٹے'' ﴿شُهُوْدًا﴾ جو ہمیشہ اس کے پاس موجود رہتے ہیں، وہ ان سے متمتع ہوتا ہے، ان کے ذریعے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور (دشمنوں کے خلاف) ان سے مدد لیتا ہے ﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾ اور میں نے دنیا اور اس کے اسباب پر اسے اختیار دیا، یہاں تک کہ اس کے تمام مطالب آسان ہو گئے اور اس نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جو وہ چاہتا تھا اور جس کی اسے خواہش تھی ﴿ثُمَّ﴾ پھر ان نعمتوں اور بھلائیوں کے باوجود ﴿يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾ ''خواہش رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں'' یعنی وہ چاہتا ہے کہ اسے آخرت کی نعمتیں بھی اسی طرح حاصل ہوں جس طرح اسے دنیا کی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔

﴿كَلَّا﴾ یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ وہ چاہتا ہے بلکہ وہ اس کے مطلوب و مقصود کے برعکس ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾ وہ ہماری آیتوں سے عناد رکھتا ہے، اس نے ان آیات کو پہچان کر ان کا انکار کر دیا، ان آیات نے اسے حق کی طرف دعوت دی مگر اس نے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس نے صرف ان سے روگردانی کرنے اور منہ موڑنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف جنگ کی اور ان کے ابطال کے لیے بھاگ دوڑ کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ﴾ یعنی اس نے اپنے دل میں غور کیا ﴿وَقَدَّرَ﴾ جس کے بارے میں غور کیا اس کو تجویز کیا تاکہ وہ ایسی بات کہے جس کے ذریعے سے وہ قرآن کا ابطال کر سکے۔ ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ○ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ ''پس وہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی، پھر وہ

مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی'' کیونکہ اس نے ایسی تجویز سوچی جو اس کی حدود میں نہیں، اس نے ایسے معاملے میں ہاتھ ڈالا جو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی پہنچ میں نہیں۔ ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ پھر اس نے جو کچھ کہا اس میں غور کیا ﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور اپنے منہ کو بگاڑا اور حق سے نفرت اور بغض ظاہر کیا ﴿ثُمَّ اَدْبَرَ﴾ پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا ﴿وَاسْتَكْبَرَ﴾ اپنی فکری، عملی اور قولی کوشش کے نتیجے میں تکبر کیا اور کہا: ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ انسان کا کلام ہے، نیز یہ کسی نیک انسان کا کلام نہیں بلکہ انسانوں میں سے اشرار، فجار، جھوٹے جادوگروں کا کلام ہے۔

ہلاکت ہو اس کے لیے، راہ صواب سے کتنا دور، خسارے اور نقصان کا کتنا مستحق ہے! یہ بات ذہنوں میں کیسے گھومتی ہے یا کسی انسان کا ضمیر یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ سب سے اعلیٰ اور عظیم ترین کلام رب کریم، صاحب مجد وعظمت کا کلام، ناقص اور محتاج مخلوق کے کلام سے مشابہت رکھتا ہے؟ یا یہ عناد پسند جھوٹا شخص، اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس وصف سے موصوف کرنے کی کیوں کر جرأت کرتا ہے؟

پس یہ سخت عذاب کے سوا کسی چیز کا مستحق نہیں، بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾ ''ہم عنقریب اس کو ''سقر'' میں داخل کریں گے اور تمھیں کیا معلوم کہ ''سقر'' کیا ہے؟ (وہ آگ ہے) کہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی'' یعنی جہنم کوئی ایسی سختی نہیں چھوڑے گی جو عذاب دیے جانے والے کو نہ پہنچے۔ ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾ ''چمڑی جھلسا دینے والی ہے'' یعنی جہنم ان کو اپنے عذاب میں جھلس ڈالے گی اور اپنی شدید گرمی اور شدید سردی سے انھیں بے چین کر دے گی۔ ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ یعنی جہنم پر انیس فرشتے داروغوں کے طور پر متعین ہیں جو نہایت سخت اور درشت خو ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور ہم نے جہنم کے داروغے فرشتے بنائے ہیں۔'' یہ ان کی سختی اور قوت کی بنا پر ہے۔ ﴿وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کی آزمائش کے لیے کی ہے۔'' اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ صرف آخرت میں ان کو عذاب، عقوبت اور جہنم میں ان کو زیادہ سزا دینے کے لیے ہے۔ عذاب کو فتنہ سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾ (الذّٰریٰت: ۱۳/۵۱) ''اس دن جب ان کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔'' دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے تمھیں ان کی تعداد کے بارے میں صرف اس لیے بتایا ہے تاکہ ہم جان لیں کہ کون تصدیق کرتا اور کون تکذیب کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ ''تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو۔'' کیونکہ اہل کتاب کے پاس جو کچھ ہے، جب قرآن اس کی مطابقت کرے گا تو حق کے بارے میں

ان کے یقین میں اضافہ ہوگا اور جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی آیت نازل کرتا ہے تو اہل ایمان اس پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ ''نیز اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں'' یعنی تاکہ ان سے شک وریب زائل ہو جائے۔

ان جلیل القدر مقاصد کو خردمند لوگ ہی درخور اعتنا سمجھتے ہیں، یعنی یقین میں کوشش، ایمان میں ہر وقت اضافہ، دین کے مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ایمان میں اضافہ اور شکوک واوہام کو دور کرنا جو حق کے بارے میں پیش آتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر نازل کیا ہے، اسے ان مقاصد جلیلہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ، سچے اور جھوٹے لوگوں کے درمیان امتیاز کی میزان قرار دیا ہے، بنا بریں فرمایا: ﴿وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ﴾ ''تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے، کہیں:'' یعنی شک وشبہ اور نفاق کا مرض ہے ﴿وَالْكَٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا﴾ ''اور کافر (کہیں) کہ اس مثال سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟'' وہ یہ بات حیرت، شک اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کی وجہ سے کہتے ہیں اور یہ اس شخص کے لیے اللہ کی ہدایت ہے جسے وہ ہدایت سے بہرہ مند کرتا ہے اور اس شخص کے لیے گمراہی ہے جسے وہ گمراہ کرتا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' پس اللہ جس کو ہدایت عطا کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا، اسے اس کے حق میں رحمت اور اس کے دین وایمان میں اضافے کا باعث بنا دیتا ہے اور جسے گمراہ کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اسے اس کے حق میں ظلمت اور اس کے لیے بدبختی اور حیرت کا سبب بنا دیتا ہے۔ واجب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اسے اطاعت وتسلیم کے ساتھ قبول کیا جائے۔

فرشتوں وغیرہ میں سے کوئی بھی تمہارے رب کے لشکروں کو نہیں جانتا ﴿إِلَّا هُوَ﴾ ''سوائے اس (اللہ) کے'' پس جب تم اللہ تعالیٰ کے لشکروں کے بارے میں علم نہیں رکھتے تھے اور علیم وخبیر ہی نے تمھیں ان کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی خبر کی کسی شک وریب کے بغیر تصدیق کرو۔ ﴿وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ﴾ یعنی اس نصیحت اور تذکیر کا مقصد محض عبث اور لہو ولعب نہیں، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ انسان اس سے نصیحت پکڑیں جو چیز ان کو فائدہ دے اس پر عمل کریں اور جو چیز ان کو نقصان دے اسے ترک کر دیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى

ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی ○ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے ○ اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے ○ بلاشبہ جہنم البتہ ایک ہے

الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ

بڑی (ہولناک) چیزوں میں سے ○ ڈرانے والی بشر کیلئے ○ اس کیلئے جو چاہے تم میں سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ○ ہر نفس

بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾

اس کے بدلے جو اس نے کمایا' گروی ہے ○ مگر دائیں ہاتھ والے ○ باغات (بہشت) میں باہم سوال کریں گے ○

عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾

مجرموں کی بابت ○ کس چیز نے داخل کیا تمھیں جہنم میں؟ ○ تو وہ کہیں گے' نہیں تھے ہم نمازیوں میں سے ○

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

اور نہیں تھے ہم کھانا کھلاتے مسکینوں کو ○ اور تھے ہم مشغول ہوتے (باطل میں) مشغول ہونیوالوں کیساتھ ○ اور تھے ہم تکذیب کرتے

بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ

روز جزا کی ○ حتی کہ آ گئی ہمیں موت ○ پس نہیں نفع دے گی انھیں سفارش' سفارش کرنے والوں کی ○ پس کیا ہے انھیں

عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ

کہ نصیحت سے وہ منہ موڑنے والے ہیں؟ ○ گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے ○ کہ وہ بھاگے ہیں شیر سے ○ بلکہ

يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَلْ لَا يَخَافُونَ

چاہتا ہے ہر فرد ان میں سے یہ کہ دیا جائے وہ صحیفے کھلے ہوئے ○ ہرگز نہیں! بلکہ نہیں ڈرتے وہ

الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ

آخرت سے ○ ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے ○ سو جو چاہے وہ نصیحت حاصل کرے اس سے ○ اور نہیں وہ نصیحت حاصل کر سکتے (اس سے)

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

مگر یہ کہ چاہے اللہ، وہی لائق ہے تقویٰ کے اور لائق ہے مغفرت کے ○

﴿ كَلَّا ﴾ یہاں بمعنی (حَقًّا) یا بمعنی (أَلَا) استفتاحیہ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند اور رات کی قسم کھائی جس وقت وہ پیچھے ہٹے اور دن کی قسم کھائی جس وقت وہ خوب روشن ہو کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت و حکمت، لامحدود قوت، بے پایاں رحمت اور اس کے احاطۂ علم پر دلالت کرتی ہیں۔ جس پر قسم کھائی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴾ ''کہ وہ (آگ) ایک بہت بڑی (آفت) ہے'' یعنی بے شک جہنم کی آگ ایک بہت بڑی مصیبت اور غم میں مبتلا کر دینے والا معاملہ ہے۔ پس جب ہم نے تمھیں اس کے بارے میں خبردار کر دیا اور تم اس کے بارے میں پوری بصیرت رکھتے ہو، تب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور ایسے عمل کرے جو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں یا وہ اس مقصد سے پیچھے ہٹ جائے جس کے لیے اس کو تخلیق کیا گیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور نافرمانی کے کام کرے جو جہنم کے قریب کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾

(الکھف: ۲۹/۱۸) ''اور کہہ دیجیے کہ یہ برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔''

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے'' یعنی افعال شر اور اعمال بد کے بدلے ﴿رَهِينَةٌ﴾ ''گروی ہے۔'' یعنی اپنے اعمال کا گروی اور اپنی کوشش میں بندھا ہوا، اس کی گردن جکڑی ہوئی اور اس کے گلے میں طوق ڈالا ہوا ہے اور اس سبب سے اس نے عذاب کو واجب بنالیا۔

﴿إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ﴾ ''سوائے دائیں ہاتھ والوں کے'' کیونکہ وہ (اپنے اعمال کے بدلے) گروی نہیں ہیں بلکہ وہ آزاد، فرحاں اور شاداں ہیں ﴿فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِينَ﴾ یعنی جنت کے اندر ان کو تمام چیزیں حاصل ہوں گی جن کی وہ طلب کریں گے، ان کے لیے کامل راحت و اطمینان ہوگا، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے، وہ آپس کی بات چیت میں مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کس حال کو پہنچے ہیں، کیا انھوں نے وہ کچھ پالیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا؟

پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم انھیں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ ان کو جھانک کر دیکھیں گے تو انھیں جہنم کے درمیان اس حال میں پائیں گے کہ انھیں عذاب دیا جا رہا ہوگا تو وہ ان سے کہیں گے: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ﴾ یعنی کس چیز نے تمھیں جہنم میں ڈالا ہے اور کس گناہ کے سبب سے تم جہنم کے مستحق قرار پائے ہو؟ ﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾ ''کہیں گے: ہم نماز پڑھتے تھے نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے'' یعنی ہم معبود کے لیے اخلاص اور احسان رکھتے تھے نہ ضرورت مند مخلوق کو فائدہ پہنچاتے تھے ﴿وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ﴾ ''اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے'' یعنی ہم باطل میں پڑے ہوئے تھے اور باطل کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑتے تھے۔ ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ﴾ ''اور ہم یوم جزا کو جھٹلاتے تھے۔'' یہ باطل میں مشغول ہونے کا اثر ہے اور وہ ہے تکذیب حق۔ سب سے بڑے حق میں سے قیامت کا دن ہے جو اعمال کی جزا و سزا، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور تمام مخلوق کے لیے اس کے عدل پر مبنی فیصلے کا محل ہے۔ ہمارا عمل اسی باطل نہج پر جاری رہا ﴿حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ﴾ یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔ پس جب وہ کفر کی حالت میں مر گئے تو ان کے لیے حیلے دشوار ہو گئے اور ان کے سامنے امید کا دروازہ بند ہو گیا۔

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ ''پس سفارش کرنے والوں کی سفارش انھیں کچھ فائدہ نہیں دے گی'' کیونکہ وہ صرف اسی کی سفارش کریں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخالفین کا انجام واضح کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا تو موجودہ کفار پر عتاب اور ملامت کی طرف توجہ دی، چنانچہ فرمایا: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ﴾ ''پس انھیں کیا ہوا ہے کہ وہ نصیحت سے روگرداں ہیں'' یعنی نصیحت سے غافل اور اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

﴿ کَاَنَّھُمْ ﴾ ''گویا کہ وہ'' اس نصیحت سے اپنی سخت نفرت میں ﴿ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴾ بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں جو ایک دوسرے سے بدک گئے ہیں اور اس بنا پر ان کی دوڑ میں تیزی آ گئی ہے۔ ﴿ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴾ جو کسی شکاری یا کسی تیرانداز سے، جو ان کو نشانے میں لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی شیر وغیرہ سے، ڈر کر بھاگے ہیں۔

اور یہ حق سے سب سے بڑی نفرت ہے، اس نفرت اور اعراض کے باوجود وہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ پس ﴿ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْھُمْ اَنْ یُّؤْتٰی صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴾ ''ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی کتاب آئے'' یعنی اس پر آسمان سے نازل ہو، وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس صورت میں حق کو تسلیم کر لے گا، حالانکہ انھوں نے جھوٹ بولا ہے، ان کے پاس اگر ہر قسم کی نشانی بھی آ جائے، تب بھی وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں کیونکہ ان کے پاس واضح دلائل آئے جنھوں نے حق کو بیان کر کے واضح کر دیا اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ضرور ایمان لے آتے۔

اس لیے فرمایا: ﴿ کَلَّا ﴾ ''ہرگز نہیں'' ہم انھیں وہ چیز عطا نہیں کریں گے جس کا انھوں نے مطالبہ کیا ہے، اس مطالبے سے ان کا مقصد عاجز کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ ﴿ بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔'' پس اگر انھیں آخرت کا خوف ہوتا تو ان سے یہ سب کچھ صادر نہ ہوتا جو صادر ہوا ہے۔ ﴿ کَلَّآ اِنَّهٗ تَذْکِرَةٌ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے۔'' ضمیر یا تو اس سورۂ مبارکہ کی طرف لوٹتی ہے یا اس نصیحت کی طرف لوٹتی ہے جس پر یہ سورۂ مبارکہ مشتمل ہے۔ ﴿ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَهٗ ﴾ ''پس جو چاہے اسے یاد رکھے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے سیدھے راستے کو کھول کر بیان کر دیا اور اس کے سامنے دلیل واضح کر دی ﴿ وَمَا یَذْکُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''اور یاد بھی تب رکھیں گے جب اللہ چاہے گا'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر نافذ ہے، کوئی قلیل یا کثیر حادث اس کی مشیت سے باہر نہیں۔ اس آیت میں قدریہ کا رد ہے جو بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل نہیں کرتے، نیز اس میں جبریہ کا بھی رد ہے جن کا زعم ہے کہ بندے کی کوئی مشیت ہے نہ حقیقت میں اس کا کوئی فعل ہے وہ تو اپنے افعال پر مجبور محض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشیت اور فعل کا اثبات کیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔

﴿ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ یعنی وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہی معبود ہے، عبادت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہ اس کا بھی اہل ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرے اور اس کی رضا کی اتباع کرے، وہ اس کو بخش دے۔

تفسیر سورۃ القیمۃ

سُوْرَةُ الْقِیٰمَةِ (۷۵) مَکِّیَّةٌ (۳۱) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۴۰ رُکُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں یومِ قیامت کی ○ اور میں قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی ○ کیا سمجھتا ہے انسان

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ

یہ کہ ہرگز نہیں جمع کریں گے ہم اس کی ہڈیاں؟ ○ کیوں نہیں! بلکہ (ہم تو) قادر ہیں اس پر کہ درست کر دیں ہم اس کی پور پور کو ○ بلکہ چاہتا ہے

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾

انسان کہ فسق و فجور کرتا رہے آئندہ بھی ○ وہ پوچھتا ہے کب ہوگا دن قیامت کا؟ ○

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔'' (لَآ) یہاں نافیہ ہے نہ زائدہ، اسے صرف استفتاح اور مابعد کلام کے اہتمام کے لیے لایا گیا ہے، قسم کے ساتھ کثرت سے اس کو لانے کی بنا پر استفتاح کے لیے اس کا استعمال نادر نہیں ہے، اگرچہ اس کو استفتاحِ کلام کے لیے وضع نہیں کیا گیا۔

اس مقام پر جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے، وہی ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے اور وہ ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔ لوگوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، پھر (اللہ تعالیٰ کے حضور) ان کو کھڑا کیا جائے گا اور وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''اور نفس لوامہ کی قسم!'' اس سے مراد تمام نیک اور بد نفوس ہیں۔ نفس کو اس کے کثرت تردد، اسے ملامت کرنے اور اپنے احوال میں سے کسی حال پر بھی اس کے عدم ثبات کی بنا پر (لَوَّامَة) سے موسوم کیا گیا ہے، نیز اس بنا پر اس کو (لَوَّامَة) کہا گیا ہے کہ یہ موت کے وقت انسان کو اس کے افعال پر ملامت کرے گا مگر مومن کا نفس اسے دنیا ہی میں اس کوتاہی، تقصیر اور غفلت پر ملامت کرتا ہے جو حقوق میں سے کسی حق کے بارے میں اس سے ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جزا کی قسم، جزا پر قسم اور مستحق جزا کو جمع کر دیا، پھر اس کے ساتھ ساتھ آگاہ فرمایا کہ بعض معاندین قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟'' یعنی مرنے کے بعد جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ (یٰسٓ: ۷۸/۳۶) ''کہنے لگا: جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندگی عطا کرے گا؟'' پس اپنی جہالت اور عدوان کی بنا پر اس نے اللہ تعالیٰ کے ہڈیوں کی تخلیق پر، جو کہ بدن کا سہارا ہیں، قادر ہونے کو بہت بعید سمجھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کا رد کیا: ﴿بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ ''کیوں نہیں! ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست

کریں۔‘‘ مراد ہے اس کی انگلیوں کی اطراف اور اس کی ہڈیاں اور یہ بدن کے تمام اجزا کی تخلیق کو مستلزم ہے، کیونکہ جب انگلیوں کے اطراف اور پور وجود میں آ گئے تو مکمل جسد کی تخلیق ہو گئی۔ اس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنا کسی دلیل پر منحصر نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو، یہ بات تو اس سے صرف اس بنا پر صادر ہوئی ہے کہ اس کا ارادہ اور قصد قیامت کے دن کو جھٹلانا ہے جو اس کے سامنے ہے۔ یہاں (فُجُوْر) کا معنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے احوال کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۟ۙ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۟ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۟ۙ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

پس جب پتھرا جائیں گی آنکھیں ○ اور بے نور ہو جائے گا چاند ○ اور جمع کر دیے جائیں گے سورج اور چاند ○ کہے گا انسان

یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۟ۚ كَلَّا لَا وَزَرَ ۟ؕ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ ١لْمُسْتَقَرُّ ۟ؕ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ

اس دن' کہاں ہے بھاگنا؟ ○ ہرگز نہیں! نہیں (وہاں) کوئی پناہ گاہ ○ آپ کے رب ہی کی طرف ہوگا اس دن ٹھکانا ○ خبر دیا جائیگا انسان

یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۟ؕ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۟ۙ

اس دن ساتھ اسکے جو اس نے آگے بھیجا اور (جو) پیچھے چھوڑا ○ بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب شاہد ہے ○

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ۟ؕ

اگرچہ وہ پیش کرے اپنی معذرتیں ○

یعنی جب قیامت برپا ہوگی تو عظیم دہشت کی بنا پر نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی اور جھپکیں گی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ○ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ (إبراهيم: ١٤/ ٤٢-٤٣) ’’ان کو تو صرف اس دن تک مہلت دیتا ہے جس دن (دہشت کے مارے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور لوگ منہ اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہیں ان کی طرف نہ لوٹ سکیں گی اور (خوف کی وجہ سے) ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔‘‘

﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ چاند کی روشنی اور اس کی طاقت زائل ہو جائے گی ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ’’اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔‘‘ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا، چاند گہنا جائے گا اور سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ان دونوں کو آگ میں پھینک دیا جائے گا تاکہ بندے دیکھ لیں کہ چاند اور سورج بھی اللہ تعالیٰ کے مسخر ہیں تاکہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ دیکھ لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

﴿یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ﴾ ’’اس دن انسان کہے گا:‘‘ یعنی جب وہ بے قرار کر دینے والے زلزلے دیکھے گا تو پکار اٹھے گا: ﴿اَیْنَ الْمَفَرُّ﴾ ’’آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟‘‘ جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے، اس سے گلو

خلاصی اور نجات کہاں ہے؟ ﴿ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴾ ”ہرگز نہیں (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ٹھکانے کے سوا کسی کے لیے کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔ ﴿ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ اس روز تمام بندوں کا تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہو گا، کسی کے لیے ممکن نہ ہوگا کہ وہ چھپ سکے یا اس جگہ سے بھاگ سکے۔ اسے وہاں ضرور ٹھہرایا جائے گا تاکہ اسے اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے، اس لیے فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴾ ”اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔“ انسان کو اس کے اول وقت اور آخر وقت کے تمام اچھے برے اعمال کے بارے میں اس کو آگاہ کیا جائے گا اور اس کو ایسی خبر سے آگاہ کیا جائے گا جس کا وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ ﴿ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴾ ”بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔“ یعنی گواہ اور محاسب ہے ﴿ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴾ ”خواہ وہ معذرت پیش کرے۔“ کیونکہ یہ ایسی معذرتیں ہوں گی جو قبول نہ ہوں گی بلکہ وہ اپنے عمل کا اقرار کرے گا اور اس سے اقرار کرایا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴾ (بنی إسراء یل: ١٤/١٧) ”اپنا اعمال نامہ پڑھ، آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے۔“ بندہ خواہ اپنے عمل کا انکار یا اپنے عمل پر معذرت پیش کرے، اس کا انکار اور اعتذار اسے کوئی فائدہ نہ دیں گے، کیونکہ اس کے کان، اس کی آنکھیں اور اس کے تمام جوارح جن کے ذریعے سے وہ عمل کرتا ہے اس کے خلاف گواہی دیں گے، نیز رضامندی طلب کرنے کا وقت چلا گیا اور اس کا فائدہ ختم ہو گیا۔ ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴾ (الروم: ٣٠/٥٧) ”اس روز ظالموں کو، ان کی معذرت کوئی فائدہ دے گی نہ ان سے توبہ ہی طلب کی جائے گی۔“

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿١٦﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿١٧﴾

نہ حرکت دیں آپ اس (قرآن) کیساتھ اپنی زبان کو تاکہ جلدی (یاد کر) لیں آپ اسے ○ یقیناً ہمارے ذمے ہے اسکا جمع کرنا اور اسکا پڑھنا ○

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٩﴾

سو جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ پیروی کیجیے اسکے پڑھنے کی ○ پھر ہمارے ذمے ہے اسکا واضح کرنا ○

جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے اور تلاوت شروع کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حصول قرآن کی شدید) حرص کی بنا پر، حضرت جبریل علیہ السلام کے فارغ ہونے سے پہلے ہی، جلدی سے حضرت جبریل علیہ السلام کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تلاوت کرنا شروع کر دیتے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ﴾ (طٰہٰ: ٢٠/١١٤) ”اور قرآن جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے، قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں۔“ یہاں فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴾ ”وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان جلدی نہ چلایا کریں کہ اسے جلد یاد کر لو۔“ پھر اللہ تبارک و

تعالیٰ نے آپ کو ضمانت دی کہ آپ ضرور اس کو حفظ کر لیں گے اور اس کو پڑھ سکیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سینے میں جمع کر دے گا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴾ ''اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھوا دینا ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی آپ کے دل میں حصول قرآن کی جو خواہش ہے، اس کا داعی، قرآن کے رہ جانے اور اس کے نسیان کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ کی ضمانت عطا کر دی، اس لیے اب ساتھ ساتھ پڑھنے کا کوئی موجب نہیں۔ ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴾ یعنی جبریل علیہ السلام قرآن کی قراءت مکمل کر لیں، جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے، تب اس وقت جبریل علیہ السلام نے جو کچھ پڑھا ہوتا ہے اس کی اتباع کیجیے اور قرآن کو پڑھیے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ یعنی اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ اور معانی، دونوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور یہ حفاظت کا بلند ترین درجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے ادب کے لیے اس پر عمل کیا، لہٰذا اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے تو آپ خاموش رہتے اور جب جبریل علیہ السلام قراءت سے فارغ ہو جاتے تو پھر آپ پڑھتے۔

اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے کے لیے ادب سکھایا گیا ہے کہ معلّم نے جس مسئلہ کو شروع کیا ہو، اس سے معلم کے فارغ ہونے سے پہلے طالب علم کو جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ جب وہ اس مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو پھر طالب علم کو جو اشکال ہو اس کے بارے میں معلم سے سوال کرے۔ اسی طرح جب کلام کی ابتدا میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو رد کرنا واجب ہو یا کوئی ایسی چیز جو مستحسن ہو تو اس کلام سے فارغ ہونے سے قبل اس کو رد یا قبول کرنے میں جلدی نہ کرے تاکہ اس میں جو حق یا باطل ہے وہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تاکہ اس میں صواب کے پہلو سے کلام کر سکے۔

ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے جس طرح قرآن کے الفاظ کو بیان فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے اس کے معانی کو بھی ان کے سامنے بیان فرمایا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾

ہرگز نہیں! بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کو ○ اور چھوڑے ہوئے ہو آخرت کو ○ کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے ○

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے ○ اور کئی چہرے اس دن بے رونق ہوں گے ○ وہ یقین کریں گے کہ کیا جائے گا ان سے (معاملہ) کمر توڑ دینے والا ○

وہ چیز جو تمھاری غفلت اور اللہ تعالیٰ کے وعظ و تذکیر سے روگردانی کی موجب ہے، یہ ہے کہ تم ﴿ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴾ ''دنیا کو پسند کرتے ہو'' اور تم اس کو حاصل کرنے اور اس کی لذات و شہوات میں کوشاں رہتے ہو، تم آخرت پر اس کو ترجیح دیتے اور آخرت کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیتے ہو کیونکہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں جلد مل جاتی

ہیں اور انسان جلد مل جانے والی چیز کا گرویدہ ہوتا ہے۔ آخرت کے اندر ہمیشہ رہنے والی جو نعمتیں ہیں، ان میں تاخیر ہے، اس لیے تم ان سے غافل ہو اور ان کو چھوڑ بیٹھے ہو، گویا کہ تم ان نعمتوں کے لیے پیدا ہی نہیں کیے گئے، یہ دنیا کا گھر ہی تمھارا دائمی ٹھکانا ہے، جس میں قیمتی عمریں گزاری جا رہی ہیں، اس دنیا کے لیے رات دن بھاگ دوڑ ہو رہی ہے اور اس سے تمہارے سامنے حقیقت بدل گئی اور بہت زیادہ خسارہ حاصل ہوا۔

اگر تم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہوتی اور تم نے ایک صاحب بصیرت اور عقل مند شخص کی طرح انجام پر غور کیا ہوتا تو تم کامیاب ہوتے، ایسا نفع حاصل کرتے جس کے ساتھ خسارہ نہ ہوتا اور تمھیں ایسی فوز و فلاح حاصل ہوتی جس کی مصاحبت میں بدبختی نہیں ہوتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل آخرت کے احوال اور ان میں تفاوت کو بیان کرتے ہوئے ان امور کا ذکر کیا ہے جو آخرت کی ترجیح کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ اس دن کئی چہرے حسین اور خوبصورت ہوں گے، ان کے دلوں کی نعمت، نفوس کی مسرت اور ارواح کی لذت کے باعث ان کے چہروں پر رونق اور نور ہوگا۔ ﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ”اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔“ یعنی وہ اپنے اپنے مراتب کے مطابق اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ہر روز صبح و شام اپنے رب کا دیدار کریں گے اور کچھ لوگ ہر جمعہ ایک مرتبہ دیدار کر پائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے کریم چہرے اور اس کے بے پناہ جمال سے، جس کی کوئی مثال نہیں، متمتع ہوں گے۔ جب وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے تو وہ ان تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے جو انھیں حاصل ہوں گی، انھیں اس دیدار سے ایسی لذت اور مسرت حاصل ہوگی جس کی تعبیر ممکن نہیں، ان کے چہرے بارونق ہوں گے اور ان کی خوبصورتی اور جمال میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ہم اللہ کریم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں کی معیت سے سرفراز کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ﴾ ”اس دن کئی چہرے اداس ہوں گے۔“ یعنی ترش رو، گرد سے اٹے ہوئے، سہمے ہوئے اور ذلیل ہوں گے۔ ﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ ”خیال کریں گے کہ ان پر مصیبت واقع ہونے کو ہے“ یعنی سخت عقوبت اور دردناک عذاب، اسی وجہ سے ان کے چہرے متغیر اور چیں بہ جبیں ہوں گے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ

ہرگز نہیں! جب پہنچ جائے گی (روح) ہنسلی تک ○ اور کہا جائے گا کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟ ○ اور وہ یقین کر یگا کہ یہ فراق ہے ○ اور لپٹ جائیگی

السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ ع ١٤

پنڈلی پنڈلی سے ○ آپ کے رب ہی کی طرف ہوگا اس دن چلنا ○ پس نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی ○

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ

اور لیکن اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ○ پھر وہ گیا اپنے اہل وعیال کی طرف اتراتا ہوا ○ ہلاکت ہے تیرے لیے پھر خرابی ہے ○ پھر

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً

ہلاکت ہے تیرے لیے پھر تباہی ہے ○ کیا سمجھتا ہے انسان یہ کہ چھوڑ دیا جائے گا وہ بے کار؟ ○ کیا نہیں تھا وہ ایک قطرہ

مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ

منی کا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ ○ پھر وہ ہو گیا جما ہوا خون تو اس (اللہ) نے پیدا کیا، پھر ٹھیک ٹھاک کیا (اسے) ○ پھر بنایا اس سے

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

جوڑا نر اور مادہ ○ کیا نہیں ہے وہ (اللہ) قادر اس بات پر کہ وہ زندہ کردے مردوں کو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قریب المرگ شخص کا حال بیان کر کے اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے، جب کہ اس کی روح ہنسلی کی ہڈی (حلق) تک پہنچ جائے گی۔ ﴿التَّرَاقِيَ﴾ سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جنھوں نے سینے کے گڑھے کا احاطہ کر رکھا ہے، پس اس وقت نہایت شدید درد ہوگا اور انسان ہر وہ سبب اور وسیلہ تلاش کرے گا جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہو گا کہ اس سے شفا اور راحت حاصل ہو گی۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ﴾ یعنی کہا جائے گا کہ کون ہے جو اس پر جھاڑ پھونک کرے؟ کیونکہ اسباب عادیہ پر ان کی امیدیں منقطع ہو کر اسباب الٰہیہ پر لگ گئی ہیں مگر جب قضا و قدر کا فیصلہ آ جاتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ﴿وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب دنیا سے جدائی ہے ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ ''اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی'' یعنی تمام سختیاں جمع ہو کر لپٹ جائیں گی، معاملہ بہت بڑا اور کرب بہت سخت ہو جائے گا، خواہش ہو گی کہ بدن سے روح نکل جائے جو اس سے لپٹی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہے۔ پس روح کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ اس کو اس کے اعمال کی جزا دے اور اس کے کرتوتوں کا اقرار کرائے۔ یہ زجر و توبیخ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، دلوں کو اس منزل کی طرف لے کر چلتی ہے جس میں ان کی نجات ہے اور ان امور سے روکتی ہے جن میں ان کی ہلاکت ہے مگر وہ معاند حق جسے آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں، وہ اپنی گمراہی، کفر اور عناد پر جما رہتا ہے۔

﴿فَلَا صَدَّقَ﴾ ''پس نہ اس نے تصدیق کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ﴿وَلَا صَلّٰى ○ وَلٰكِنْ كَذَّبَ﴾ اور نہ اس نے نماز ہی پڑھی بلکہ اس نے حق کی تصدیق کرنے کی بجائے تکذیب کی ﴿وَتَوَلّٰى﴾ اور امر و نہی سے روگردانی کی، یہی وہ شخص ہے جس کا دل مطمئن اور اپنے رب سے بے خوف ہے بلکہ وہ چلا جاتا ہے ﴿اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى﴾ ''اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا'' یعنی اس کو کوئی پروا نہیں ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو وعید سنائی، فرمایا: ﴿اَوْلٰى

﴿ لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴾ ''افسوس ہے تجھ پر، پھر افسوس ہے، پھر افسوس ہے تجھ پر، پھر افسوس ہے۔'' یہ وعید کے کلمات ہیں اور تکرارِ وعید کے لیے ان کو مکرر کہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ابتدائی تخلیق کی یاد دلائی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴾ یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا، اسے نیکی کا حکم دیا جائے گا نہ برائی سے روکا جائے گا، اسے ثواب عطا کیا جائے گا نہ عقاب میں مبتلا کیا جائے گا؟ یہ باطل گمان اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوئے ظن ہے جو اس کی حکمت کے لائق نہیں۔ ﴿ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ ﴾ ''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے، پھر ہو گیا؟'' یعنی منی کے بعد ﴿ عَلَقَةً ﴾ خون کا لوتھڑا ﴿ فَخَلَقَ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے جان دار پیدا کیا اور اسے درست کیا، یعنی اس کو مہارت سے محکم کر کے بنایا ﴿ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس سے نر اور مادہ جوڑے بنائے کیا نہیں ہے وہ۔'' یعنی وہ جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو ان مختلف مراحل سے گزارا ﴿ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ ''اس پر قادر کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے؟'' کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر سورۃ الدھر

سورۃ الدھر (۷۶) مدنیۃ (۹۸) — اٰیاتھا ۳۱ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا

تحقیق گزر چکا ہے انسان پر ایک وقت زمانے سے جب کہ نہیں تھا وہ کوئی چیز قابل ذکر ○ بلاشبہ ہم نے پیدا کیا

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

انسان کو ایک نطفے ملے جلے سے کہ ہم آزمائیں اسے، سو ہم نے بنایا اسے خوب سننے دیکھنے والا ○ بلاشبہ ہم نے ہدایت دی اسے

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳

راستے کی خواہ وہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا ○

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ابتدائی، اس کے انتہائی اور اس کے متوسط احوال بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اس پر ایک طویل زمانہ گزرا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جو اس کے وجود میں آنے سے پہلے تھا اور وہ ابھی پردۂ عدم میں تھا بلکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو مسلسل بنایا ﴿ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﴾ ''نطفہ مخلوط سے'' یعنی حقیر اور گندے پانی سے بنایا ﴿ نَّبْتَلِيْهِ ﴾ ہم اس کے ذریعے سے اس کو آزماتے ہیں تاکہ ہم جان لیں کہ آیا وہ

اپنی پہلی حالت کو چشم بصیرت سے دیکھ اور اس کو سمجھ سکتا ہے یا اس کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کو اس کے نفس نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ، مثلاً: کان، آنکھیں اور دیگر اعضا تخلیق کیے، ان قویٰ کو اس کے لیے مکمل کیا، ان کو صحیح سالم بنایا تاکہ وہ ان قویٰ کے ذریعے سے اپنے مقاصد کے حصول پر قادر ہو، پھر اس کی طرف اپنے رسول بھیجے، ان پر کتابیں نازل کیں اسے وہ راستہ دکھایا جو اس کے پاس پہنچاتا ہے، اس راستے کو واضح کیا اور اسے اس راستے کی ترغیب دی اور اسے ان نعمتوں کے بارے میں بتایا جو اسے اس کے پاس پہنچنے پر حاصل ہوں گی۔ پھر اس راستے سے خبردار کیا جو ہلاکت کی منزل تک پہنچاتا ہے، اسے اس راستے سے ڈرایا، اسے اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ جب وہ اس راستے پر چلے گا تو اسے کیا سزا ملے گی اور وہ کس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

اول: اس نعمت پر شکر ادا کرنے والا بندہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہرہ مند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو ادا کرنے والا جن کی ذمہ داری کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالا ہے۔

ثانی: نعمتوں کی ناشکری کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے بہرہ مند کیا مگر اس نے ان نعمتوں کو ٹھکرا دیا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور اس راستے پر چل نکلا جو ہلاکت کی گھاٹیوں میں لے جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جزا کے لحاظ سے دونوں فریقوں کا ذکر کیا تو فرمایا:

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَلَٰسِلَا۟ وَأَغْلَٰلًا وَسَعِيرًا ۝٤ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ

بلاشبہ ہم نے تیار کر رکھی ہیں کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور سخت بھڑکتی آگ ۝ یقیناً نیک لوگ پئیں گے ایسے

مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝٥ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا

جام سے کہ ہوگی اس میں ملاوٹ کافور کی ۝ یعنی ایک چشمہ ہے پئیں گے اس میں سے اللہ کے بندے، وہ بہالے جائیں گے اسے (جدھر چاہیں گے)

تَفْجِيرًا ۝٦ يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا ۝٧ وَيُطْعِمُونَ

بہالے جانا آسانی سے ۝ وہ پوری کرتے ہیں نذر (اپنی) اور ڈرتے ہیں اس دن (کے عذاب) سے کہ ہوگا شر اس کا پھیل جانے والا ۝ اور وہ کھلاتے ہیں

ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ

کھانا باوجود اس کی محبت کے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ۝ (کہتے ہیں:) بس ہم تو تمھیں کھانا کھلاتے ہیں اللہ ہی کی ذات کے لیے اور نہیں چاہتے ہم

مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ۝٩ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝١٠

تم سے کوئی جزا اور نہ شکریہ ۝ بلاشبہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس دن سے جو ہوگا نہایت سخت بہت لمبا ۝

فَوَقَىٰهُمُ ٱللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ ٱلْيَوْمِ وَلَقَّىٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝١١ وَجَزَىٰهُم بِمَا صَبَرُوا۟

سو بچائے گا انھیں اللہ شر (عذاب) سے اس دن کے اور عطا کرے گا ان کو تازگی اور سرور ۝ اور جزا دے گا انھیں بوجہ ان کے صبر کے

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا

جنت اور ریشمی لباس ○ وہ تکیہ لگائے ہوں گے اس میں تختوں پر، نہیں دیکھیں گے اس (جنت) میں سخت دھوپ اور نہ

زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ

سخت سردی ○ اور جھکے ہوئے ہوں گے ان پر اس (جنت) کے سائے اور آسان کر دیا جائیگا (حصول) انکے پھلوں کا نہایت آسان ○ اور پھرائے جائینگے

عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ

ان پر برتن چاندی کے اور ایسے آبخورے کہ ہوں گے وہ شیشے کے ○ شیشے (بھی) چاندی کے

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا

(ساقی) انھیں ٹھیک اندازے سے بھریں گے ○ اور پلائے جائینگے وہ اس (جنت) میں ایسا جام شراب کہ ہوگی اس میں ملاوٹ زنجبیل (سونٹھ) کی ○ (یہ) چشمہ ہے

فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ

جنت میں کہ نام رکھا جاتا ہے (اسکا) سلسبیل ○ اور گھومیں گے ان پر ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہنگے جب تو دیکھے گا انہیں تو

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ

سمجھے گا ان کو موتی بکھرے ہوئے ○ اور جب تو دیکھے گا وہاں، تو دیکھے گا تو نعمت اور سلطنت بڑی ○ ان پر

ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ

کپڑے (لباس) ہوں گے باریک سبز اور دبیز ریشم کے اور زیور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے اور پلائے گا انہیں

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾

ان کا رب شراب طہور ○ (انہیں کہا جائے گا:) بلاشبہ یہ ہے تمہارے لیے جزا اور ہے کوشش تمہاری قابل قدر ○

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب کی جسارت کی ہم نے اس کے لیے تیار کی ہیں ﴿سَلٰسِلَا۟﴾ جہنم کی آگ میں زنجیریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾ (الحاقۃ: ۶۹/۳۲) ''پھر اسے اس زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے۔'' ﴿وَاَغْلٰلًا﴾ ''اور طوق'' جس کے ذریعے سے ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ باندھ کر ان سے جکڑ دیا جائے گا۔ ﴿وَسَعِيْرًا﴾ یعنی ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کے جسموں کے ساتھ بھڑکے گی اور ان کے بدنوں کو جلا ڈالے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء: ۴/۵۶) ''جب ان کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم ان کو ان کے سوا اور کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزا چکھتے رہیں۔'' یہ عذاب ان کے لیے دائمی ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رہے ﴿الْاَبْرَارَ﴾ ''نیک لوگ'' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل نیک ہیں کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت،

اس کی محبت اور اخلاق جمیلہ ہیں۔ پس اس سبب سے ان کے اعمال بھی نیک ہیں انھوں نے ان کو نیک اعمال میں استعمال کیا ہے۔ ﴿ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ ﴾ ”ایسے جام سے پئیں گے“ یعنی شراب سے انتہائی لذیذ مشروب جس میں کافور ملایا گیا ہوگا تاکہ وہ اس مشروب کو ٹھنڈا کر کے اس کی حدت کو توڑ دے۔ یہ کافور انتہائی لذیذ ہوگا ہر قسم کے تکدر اور ملاوٹ سے پاک ہوگا جو دنیا کے کافور میں موجود ہوتی ہے۔ ہر وہ آفت جو ان اسما میں ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے جبکہ اس قسم کے اسما دنیا میں بھی ہیں تو وہ (آفت) آخرت میں نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾ (الواقعۃ: ٥٦/٢٨-٢٩) ”وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں میں ہوں گے۔“ فرمایا: ﴿ وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ (آل عمران: ١٥/٣) ”اور جنت میں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ (الأنعام: ١٢٧/٦) ”ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ﴾ (الزخرف: ٧١/٤٣) ”اور اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو دل چاہیں گے اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔“

﴿ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ ﴾ ”وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے“ یعنی وہ لذیذ شراب، جو وہ پئیں گے، انھیں اس کے ختم ہونے کا خوف نہیں ہوگا بلکہ اس کا ایسا مادہ ہوگا جو کبھی منقطع نہ ہوگا، یہ ہمیشہ جاری رہنے اور بہنے والا چشمہ ہوگا۔ اللہ کے بندے جہاں چاہیں گے جیسے چاہیں گے وہاں سے نہریں نکال لے جائیں گے، اگر وہ چاہیں گے تو ان کو خوبصورت باغات کی طرف موڑ لیں گے یا بارونق باغیچوں کی طرف لے جائیں گے اگر وہ چاہیں گے تو محلات کی جوانب اور آراستہ گھروں کی طرف بہا لے جائیں گے یا وہ خوبصورت جہات میں سے جس جہت میں بھی چاہیں گے ان نہروں کو لے جائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں ان کے جملہ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ ﴾ یعنی وہ جن نذروں اور معاہدوں کو اپنے آپ پر اللہ کے لیے لازم کر لیتے تھے، انھیں پورا کرتے تھے۔ جب وہ نذر کو پورا کرتے تھے، جو اصل میں ان پر واجب نہیں الا یہ کہ وہ اسے خود اپنے آپ پر واجب کر لیں، تب فرائض اصلیہ کو تو بدرجہ اولیٰ قائم کرتے اور ان کو بجا لاتے ہوں گے ﴿ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ﴾ یعنی اس دن کا خوف رکھتے تھے جس کی برائی نہایت سخت اور پھیل جانے والی ہے۔ پس انھیں خوف تھا کہ اس دن کی برائی کہیں انھیں نہ پہنچ جائے، اس لیے انھوں نے ہر وہ سبب چھوڑ دیا جو اس کا موجب تھا۔ ﴿ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ ﴾ یعنی وہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ جس میں وہ خود مال اور طعام کو پسند کرتے ہیں مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر مقدم رکھا اور لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اور سب سے زیادہ حاجت مند کو کھانا کھلانے کی کوشش کرتے ہیں ﴿ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ﴾ ”مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو۔“ ان کے

کھانا کھلانے اور خرچ کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ وہ اپنی زبان حال سے کہتے ہیں: ﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴾ ''ہم تو تمھیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کسی بدلے کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے۔'' یعنی کوئی مالی جزا چاہتے ہیں نہ قولی ثنا۔

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا ﴾ ''ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی والا ہوگا'' یعنی جو نہایت سخت اور شر والا دن ہوگا ﴿ قَمْطَرِيْرًا ﴾ اور نہایت تنگ دن ہوگا ﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ﴾ ''پس اللہ ان کو اس دن کے شر سے بچالے گا۔'' پس انھیں وہ عظیم گھبراہٹ غم زدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے: ''یہ وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔'' ﴿ وَلَقّٰىهُمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم سے سرفراز کرے گا ﴿ نَضْرَةً ﴾ یعنی ان کے چہروں کو تازگی عطا کرے گا ﴿ وَّسُرُوْرًا ﴾ اور ان کے دلوں کو سرور سے لبریز کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہری اور باطنی نعمتوں کو اکٹھا کر دے گا۔

﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ یعنی ان کی جزا اس سبب سے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کیا اور استطاعت بھر نیک عمل کیے اور اس سبب سے کہ انھوں نے برائیوں سے اجتناب پر صبر کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اس سبب سے بھی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا اور اس پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا ﴿ جَنَّةً ﴾ ''جنت ہے'' جو ہر نعمت کی جامع اور ہر قسم کے تکدر سے سلامت ہے ﴿ وَّحَرِيْرًا ﴾ ''اور ریشم ہے'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (الحج: ۲۲/۲۳) ''اور جنت میں ان کا لباس ریشمی ہوگا'' شاید اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ریشم کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ ان کا ظاہری لباس ہوگا جو صاحب لباس کے حال پر دلالت کرے گا۔

﴿ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ﴾ ''وہ تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔'' (الاِتکاء) سے مراد اطمینان، راحت اور آسودگی کی حالت میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور (الأرائک) وہ تخت ہیں جن پر سجاوٹ والے کپڑے بچھائے گئے ہوں۔ ﴿ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا ﴾ یعنی وہ اس جنت کے اندر نہیں دیکھیں گے ﴿ شَمْسًا ﴾ دھوپ جس کی تپش ان کو نقصان پہنچائے۔ ﴿ وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ ''اور نہ سخت سردی'' یعنی ان کے تمام اوقات گہرے سائے میں گزریں گے جہاں گرمی ہوگی نہ سردی، جہاں ان کے جسم لذت حاصل کریں گے وہاں ان کے جسموں کو گرمی سے تکلیف ہوگی نہ سردی سے۔ ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ ''اور ان سے ان کے سائے قریب ہوں گے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے'' یعنی اس کے پھل، اس کے چاہنے والے کے اتنے قریب کر دیے جائیں گے کہ وہ ان کو کھڑے بیٹھے یا لیٹے ہوئے بھی حاصل کر سکے گا۔

خدمت گار لڑکے اور خدام، اہل جنت کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے ﴿ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ○ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ ''چاندی کے برتن اور شیشے کے (شفاف) گلاس لیے ہوئے، شیشے بھی

چاندی کے ہونگے۔'' یعنی ان کا مادہ چاندی ہوگا ان کی صفائی شیشے کی سی ہوگی۔ یہ ایک عجیب ترین چیز ہوگی کہ چاندی جو کہ کثیف ہوتی ہے اپنے جوہر کی صفائی اور اچھے معدن کی بنا پر شیشے کے صاف وشفاف ہونے کی مانند صاف وشفاف ہوگی۔

﴿قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾ ''جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔'' یعنی ان مذکورہ برتنوں (کے حجم) کو ان کی سیرابی کی مقدار کے مطابق بنائیں گے، اس سے کم ہوں گے نہ زیادہ کیونکہ اگر حجم میں زیادہ ہوں تو ان کی لذت کم ہوجائے گی اگر کم ہوں گے تو ان کی سیرابی کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اہل جنت ان برتنوں کو ایسی مقدار پر بنائیں گے جو ان کی لذات کے موافق ہوگی، وہ برتن ان کے پاس ایسے حجم اور مقدار پر آئیں گے جس کا اندازہ انھوں نے اپنے دلوں میں کیا ہوگا۔ ﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا﴾ ''وہاں انھیں پلائی جائے گی'' یعنی جنت میں خالص شراب کے بھرے جام ہوں گے ﴿كَانَ مِزَاجُهَا﴾ جس میں ملاوٹ ہوگی ﴿زَنْجَبِيْلًا﴾ ''سونٹھ کی۔'' تاکہ اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں خوش گوار بن جائیں۔

﴿عَيْنًا فِيْهَا﴾ اس جنت میں ایک چشمہ ہے ﴿تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾ ''جس کا نام سلسبیل ہے۔'' اس کو یہ نام اس کے آسانی کے ساتھ حاصل ہونے، اس کی لذت اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی اہل جنت کے پاس ان کے کھانے، ان کے مشروب اور ان کی خدمت کے لیے گھومتے پھرتے ہوں گے ﴿وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾ ''لڑکے ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنے والے۔'' ان کو جنت میں بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ان کی ہیئت بدلے گی نہ وہ بڑے ہوں گے اور وہ انتہائی خوبصورت ہوں گے۔ ﴿اِذَا رَاَيْتَهُمْ﴾ جب تو ان کو اہل جنت کی خدمت میں منتشر ہوئے دیکھے ﴿حَسِبْتَهُمْ﴾ تو تُو ان کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے سمجھے گا ﴿لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾ کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ یہ اہل جنت کی لذت کی تکمیل ہے کہ ان کے خدام، ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہوں گے جن کا نظارہ اہل جنت کو خوش کردے گا، وہ اپنی تابع داری کی بنا پر امن کے ساتھ ان کی آرام گاہ میں وہ چیزیں لے کر آئیں گے جو وہ منگوائیں گے اور جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے۔

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ﴾ یعنی جب تو جنت میں دیکھے کہ اہل جنت کن کامل نعمتوں میں ہیں ﴿رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ ''تو نعمتیں ہی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا'' تو ان میں سے ایک کو اس طرح پائے گا کہ اس کے پاس ایسی آرام گاہیں ہوں گی، سجائے اور مزین کیے ہوئے ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس کے پاس خوبصورت باغات ہوں گے، ایسے پھل ہوں گے جو اس کی پہنچ میں ہوں گے، لذیذ میوہ جات ہوں گے، بہتی ہوئی ندیاں اور خوش کن باغیچے ہوں گے۔ سحر انگیز چہچہانے والے پرندے ہوں گے جو دلوں کو متاثر اور نفوس کو خوش کریں گے۔ اس کے پاس بیویاں ہوں گی جو انتہائی خوبصورت اور خوب سیرت ہوں گی جو ظاہری اور باطنی جمال کی جامع ہوں گی جو نیک اور حسین ہوں گی، ان کا حسن قلب کو سرور، لذت اور خوشی سے لبریز کردے گا۔

اس کے اردگرد ہمیشہ رہنے والے خدمت گار لڑکے اور دائمی خدام گھوم پھر رہے ہوں گے جس سے راحت واطمینان حاصل ہوگا، لذت عیش کا اتمام اور مسرت کی تکمیل ہوگی۔ پھر اس کے علاوہ اور اس سے بڑھ کر رب رحیم کی رضا، اس کے خطاب کا سماع، اس کے قرب کی لذت، اس کی رضا کی خوشی اور دائمی زندگی حاصل ہوگی جن نعمتوں میں وہ رہ رہے ہوں گے وہ ہر وقت اور ہر آن بڑھتی ہی رہیں گی۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ، اقتدار اور واضح حق کا مالک جس کے خزانے کبھی ختم ہوتے ہیں نہ اس کی بھلائی کم پڑتی ہے جیسے اس کے اوصاف کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح اس کی نیکی اور احسان کی کوئی حد نہیں ہے۔

﴿ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ﴾ یعنی ان کو سبز اور دبیز ریشم کے باریک اطلس کے لباس پہنائے جائیں گے۔ یہ دونوں حریر کی بہترین اقسام ہیں۔ (سُنْدُس) موٹے اور دبیز ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور (اِسْتَبْـرَق) باریک ریشمی کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ ﴿ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ مردوں اور عورتوں کو ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کیونکہ اپنے قول اور اپنی بات میں اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ﴿ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ ''اور انھیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا۔'' جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی کدورت نہ ہوگی اور ان کے پیٹ میں جو آلائشیں وغیرہ ہوں گی ان کو پاک صاف کر دے گی۔

﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ بلاشبہ یہ اجر جزیل اور عطائے جمیل ﴿ كَانَ لَكُمْ جَزَآءً ﴾ ان اعمال کی جزا ہے جو تم آگے بھیج چکے ہو ﴿ وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ ''اور تمھاری کوشش کی قدر کی گئی ہے۔'' یعنی تمھاری تھوڑی سی کوشش کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ؀ ۲۳

یقیناً ہم ہی نے اتارا ہے آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا اتارنا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴾ ''بے شک ہم نے آپ پر قرآن آہستہ آہستہ اتارا ہے'' اور اس کے اندر وعد و وعید اور ہر چیز کا بیان ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ کے اوامر و شرائع کو پوری طرح قائم کرنے، ان کے نفاذ کی کوشش کرنے اور اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بنابریں فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ؀ ۲۴

پس آپ صبر کیجیے اپنے رب کے حکم کے لیے اور نہ اطاعت کیجیے ان میں سے کسی گناہ گار یا کافر کی ○

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم قدری پر صبر کیجیے اور اس پر ناراضی کا اظہار نہ کیجیے اور اس کے حکم دینی پر صبر کیجیے اور اس پر

رواں دواں رہیے اور کوئی چیز آپ کی راہ کھوٹی نہ کر سکے۔ ﴿ وَلَا تُطِعْ ﴾ معاندین حق کی اطاعت نہ کیجیے جو چاہتے ہیں کہ آپ کو راہ حق سے روک دیں ﴿ اٰثِمًا ﴾ یعنی جو گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہے اور نہ (اطاعت کریں) ﴿ كَفُوْرًا ﴾ ''کفر کرنے والے کی'' کیونکہ کفار، فجار اور فساق کی اطاعت حتمی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کیونکہ یہ لوگ صرف اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جسے ان کے نفس پسند کرتے ہیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾

اور یاد کیجیے نام اپنے رب کا صبح اور شام ○

چونکہ صبر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قیام اور اس کے ذکر کی کثرت میں مدد کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ یعنی صبح و شام اپنے رب کا نام لیتے رہو۔ اس میں فرض نمازیں، اس کے توابع نوافل وغیرہ اور ان اوقات میں ذکر، تسبیح، تہلیل اور تکبیر وغیرہ داخل ہیں۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

اور کچھ (حصہ) رات میں بھی پس سجدہ کیجیے اس کے لیے اور اس کی تسبیح کیجیے رات میں دیر تک ○

﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ ﴾ ''اور رات کو سجدے کرو'' یعنی اس کے حضور کثرت سے سجدے کیجیے اور یہ چیز کثرت نماز کو متضمن ہے۔ ﴿ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴾ ''اور طویل رات تک اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔'' اس مطلق کی تقیید اس ارشاد کے ذریعے سے گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ ﴾ (المزمل: ۷۳/ ۱۔۴) ''اے کپڑے میں لپٹنے والے، رات کو تھوڑا سا قیام کیجیے، قیام نصف شب کیجیے یا اس سے بھی کچھ کم، یا اس سے کچھ زیادہ۔''

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

بلاشبہ یہ لوگ پسند کرتے ہیں دنیا کو اور چھوڑتے ہیں اپنے پیچھے بھاری دن کو ○

﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ اے رسول! آپ کو جھٹلانے والے یہ لوگ، اس کے بعد کہ ان کے سامنے کھول کھول کر آیات بیان کی گئیں، ان کو ترغیب دی گئی، ان کو ڈرایا گیا، اس کے باوجود، اس نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا بلکہ وہ ہمیشہ ترجیح دیتے رہے ﴿ الْعَاجِلَةَ ﴾ دنیا ہی کو اور اسی پر مطمئن رہے ﴿ وَيَذَرُوْنَ ﴾ یعنی وہ عمل چھوڑ دیتے ہیں اور مہمل بن جاتے ہیں ﴿ وَرَآءَهُمْ ﴾ یعنی اپنے آگے ﴿ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴾ ''بھاری دن'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس کی مقدار تمہارے حساب کے مطابق پچاس ہزار برس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ (القمر: ۵۴/ ۸) ''کافر کہیں گے کہ یہ بہت ہی مشکل دن ہے۔'' گویا کہ وہ صرف دنیا اور دنیا کے اندر قیام کرنے

کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہم ہی نے پیدا کیا انہیں اور مضبوط کیے ہم نے انکے جوڑ اور جب ہم چاہیں بدل کر لے آئیں ان جیسے (اور لوگ) تبدیل کر کے ○

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کی موت کے بعد دوبارہ زندگی پر، عقلی دلیل سے استدلال کیا ہے اور یہ ابتدائے تخلیق کی دلیل ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ﴾ یعنی ہم ان کو عدم سے وجود میں لائے۔ ﴿وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ﴾ یعنی ہم نے ان کی تخلیق کو اعصاب، رگوں، پٹھوں، ظاہری اور باطنی قویٰ کے ذریعے سے محکم کیا، یہاں تک کہ جسم تکمیل کی منزل پر پہنچ گیا اور ہر اس فعل پر قادر ہو گیا جو وہ چاہتا تھا۔ پس وہ ہستی جو انھیں اس حالت پر وجود میں لائی ہے، وہ ان کے مرنے کے بعد ان کو جزا و سزا دینے کے لیے انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ ہستی جس نے اس دنیا میں ان کو ان مراحل میں سے گزارا ہے، اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ان کو بے کار چھوڑ دے، ان کو حکم دیا جائے نہ ان کو روکا جائے، ان کو ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے۔ بنابریں فرمایا: ﴿بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾ ''ان کے بدلے انھی کی طرح کے اور لوگ لے آئیں'' یعنی ہم نے انھیں روز قیامت دوبارہ اٹھنے کے لیے تخلیق کیا ہے، ہم نے ان کے اعیان، ان کے نفوس اور ان کی امثال کا اعادہ کیا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾

بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے، سو جو چاہے وہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ ○

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ ''یہ ایک نصیحت ہے'' یعنی اس سے مومن نصیحت حاصل کرتا ہے، اس کے اندر جو تخویف و ترغیب ہے، اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے'' یعنی وہ راستہ جو اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حق اور ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا اور لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو ہدایت کے راستے پر گامزن ہوں اور اگر چاہیں تو اس سے دور بھاگیں۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾

اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ ہی، یقیناً ہے اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ○

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔'' بے شک اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' ہدایت یاب کی ہدایت اور گمراہ کی گمراہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

وہ داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں، اور ظالم اس نے تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک ○

﴿ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ "وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے۔" پس اسے اپنی عنایت سے مختص کرتا ہے، اسے سعادت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے اور سعادت کے راستوں کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ﴿ وَالظّٰلِمِيْنَ ﴾ جنہوں نے ہدایت کی بجائے شقاوت کو منتخب کیا ﴿ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ تو ان کے ظلم اور عدوان کی پاداش میں، ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر سورۃ المرسلٰت

سورۃ المرسلٰت (۷۷) مکیۃ (۳۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتھا ۵۰ رکوعاتھا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں متواتر ○ پھر ان ہواؤں کی جو تند و تیز چلتی ہیں طوفان بن کر ○ اور ان ہواؤں کی جو پھیلاتی ہیں (بادل و بارش کو) پھیلانا ○

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا

پھر ان (فرشتوں) کی جو جدا کرنے والے ہیں (حق و باطل کو) جدا کرنا ○ پھر ان (فرشتوں) کی جو ڈالنے والے ہیں ذکر ○ عذر (ختم کرنے) یا ڈرانے کے لیے ○ یقیناً

تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾

جس (قیامت) کا تم وعدہ دیے جاتے ہو (وہ) ضرور واقع ہونے والی ہے ○ پس جب ستارے مٹا (بے نور کر) دیے جائیں گے ○ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا ○

وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾

اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے ○ اور جب رسول معین وقت پر جمع کیے جائیں گے ○ (کہا جائے گا:) کس دن کیلئے (یہ) موخر کیے گئے تھے؟ ○

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

فیصلے کے دن کیلئے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے دن فیصلے کا؟ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے روز اور اعمال کی جزا و سزا پر فرشتوں کی قسم کھائی ہے، وہ فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ کونی و قدری معاملات، تدبیر کائنات، شرعی معاملات اور اپنے رسولوں پر وحی کے لیے بھیجتا ہے ﴿ عُرْفًا ﴾ (اَلْمُرْسَلَاتِ) سے حال ہے، یعنی ان کو محض ناشائستہ اور بے فائدہ کام کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کو عرف، حکمت اور مصلحت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ﴿ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴾ اس سے بھی مراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے، ان کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تیز ہوا کی مانند جلدی سے آگے بڑھ کر اخذ کرتے ہیں اور نہایت سرعت سے اس کے احکام کو نافذ کرتے ہیں یا اس سے مراد سخت ہوائیں ہیں جو نہایت تیز چلتی ہیں۔ ﴿ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴾

اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہوں کہ انھیں جس چیز کے پھیلانے کے انتظام پر مقرر کیا گیا ہے اس کو پھیلاتے ہیں یا اس سے مراد بادل ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو سر سبز کرتا ہے اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔ ﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو افضل ترین احکام کا القا کرتے ہیں۔ یہ وہ ذکر ہے جس کے ذریعے سے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اس میں ان کے سامنے ان کے منافع اور مصالح کا ذکر کرتا ہے اور اسے انبیاء و مرسلین کی طرف بھیجتا ہے۔ ﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾ یعنی لوگوں کا عذر رفع کرنے اور ان کو تنبیہ کرنے کے لیے، تاکہ وہ لوگوں کو خوف کے ان مقامات سے ڈرائیں جو ان کے سامنے ہیں، ان کے عذر منقطع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی مرنے کے بعد زندگی اور اعمال کی جزا و سزا کا جو تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے ﴿لَوَاقِعٌ﴾ اس کا وقوع کسی شک و ریب کے بغیر حتمی ہے۔ جب قیامت کا دن واقع ہوگا تو کائنات میں تغیرات آئیں گے اور سخت ہولناکیوں کا ظہور ہوگا جس سے دل دہل جائیں گے، کرب بہت زیادہ ہو جائے گا، ستارے بے نور ہو جائیں گے، یعنی اپنے مقامات سے زائل ہو کر بکھر جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین ایک چٹیل میدان کی طرح ہو جائے گی جس میں تو کوئی نشیب و فراز نہ دیکھے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس دن مقررہ وقت پر رسولوں کو لایا جائے گا جس وقت کو ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ ''بھلا تاخیر کس دن کے لیے کی گئی؟'' یہ استفہام تعظیم، تفخیم اور تہویل (ہول دلانے) کے لیے ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ یعنی خلائق میں ایک دوسرے کے درمیان فیصلے کرنے اور ان میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً حساب لینے کے لیے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دن کی تکذیب کرنے والے کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے'' یعنی انھیں کتنی حسرت ہوگی، ان کا عذاب کتنا سخت اور ان کا ٹھکانا کتنا برا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کیا، ان کے لیے قسم کھائی مگر انھوں نے اسے سچ نہ جانا، اس لیے وہ سخت عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٦ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٧ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

کیا نہیں ہلاک کیا ہم نے پہلوں کو؟ ○ پھر ہم پیچھے لگائیں گے ان کے پچھلوں کو ○ اسی طرح ہم کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝١٨ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٩

مجرموں کے ساتھ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

کیا ہم نے جھٹلانے والے گزشتہ لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا، پھر ہم آخر میں آنے والے لوگوں کو ان کے بعد

ہلاک کریں گے جو جھٹلائیں گے۔ ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سابقہ سنت بھی یہی ہے اور آئندہ سنت الٰہی بھی یہی ہوگی۔ ان کے لیے سزا حتمی ہے تو تم جو کچھ دیکھتے اور جو کچھ سنتے ہو اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔'' جو واضح اور کھلی نشانیوں، عذاب اور عبرتناک سزاؤں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی جھٹلاتے ہیں۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى

کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی (منی) سے؟○ پھر ہم نے رکھا اس کو ایک محفوظ ٹھکانے میں○ ایک اندازے (وقت)

قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾

مقررہ تک○ پس ہم نے اندازہ لگایا تو (کیا) اچھا اندازہ لگانیوالے ہیں (ہم)○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے○

اے انسانو! کیا ہم نے تمھیں پیدا نہیں کیا ﴿مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ اس پانی سے جو انتہائی حقیر ہے جو پشت اور سینے کے درمیان سے خارج ہوتا ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رکھ دیا ﴿فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ ایک محفوظ جگہ میں، اس سے مراد رحم ہے، یہیں نطفہ ٹھہرتا اور نشو و نما پاتا ہے ﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ یعنی ایک مقررہ وقت تک ﴿فَقَدَرْنَا﴾ یعنی یہ وقت ہم نے مقرر کیا ہے، ان تاریکیوں میں اس جنین کا انتظام ہم نے کیا، ہم نے اسے نطفے سے خون کے لوتھڑے، پھر بوٹی میں تبدیل کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا کیا، اس کے اندر روح پھونکی، ان میں کچھ ایسے ہیں جو اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ ﴿فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔'' اس سے مراد خود اللہ کا نفس مقدس ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اندازہ اس کی حکمت کے تابع اور حمد و ستائش کے موافق ہے۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ اس دن ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے جنھوں نے آیات کے واضح ہو جانے اور عبرتناک چیزیں اور کھلی نشانیاں دیکھنے کے بعد جھٹلایا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے (جمع کرنے) والی؟○ زندوں اور مردوں کو؟○ اور ہم نے بنائے (رکھے) اس میں مضبوط (جمے ہوئے) پہاڑ

شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

بلند و بالا اور ہم نے پلایا تمھیں پانی میٹھا○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے○

یعنی کیا ہم نے تم پر احسان نہیں کیا اور تمھارے مصالح کے لیے زمین کو مسخر کر کے تم پر انعام نہیں کیا؟ اور اس زمین کو ﴿كِفَاتًا﴾ تمہارے لیے سمیٹنے والی نہیں بنایا ﴿اَحْيَآءً﴾ ''زندوں کو'' گھروں میں ﴿وَّاَمْوَاتًا﴾ ''اور مردوں'' کو قبروں میں؟ پس جس طرح گھر اور محلات، بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان ہے اسی طرح قبریں بھی ان کے حق میں رحمت اور ان کے لیے ستر ہیں کہ ان کے اجساد درندوں وغیرہ کے لیے کھلے نہیں پڑے رہتے۔

﴿ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ﴾ یعنی ہم نے ان کے اندر پہاڑ رکھ دیے جو زمین کو ٹھہرائے رکھتے ہیں تاکہ زمین اہل زمین کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط اور بلند، یعنی طویل و عریض پہاڑوں کے ذریعے سے ٹھہرا دیا ﴿ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴾ یعنی ہم نے تمھیں شیریں اور خوش ذائقہ پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (الواقعة: ٥٦/٦٨۔٧٠) ”بھلا تم نے دیکھا کہ وہ پانی جو تم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے برسایا یا ہم اسے برساتے ہیں؟ اور اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟“ ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ”اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔“ بایں ہمہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں دکھلائیں، جن کو عطا کرنے میں وہ متفرد ہے اور ان نعمتوں سے ان کو مختص کیا، انھوں نے ان نعمتوں کے مقابلے میں تکذیب کا رویہ اختیار کیا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ

(کہا جائے گا:) چلو تم اس چیز (عذاب) کی طرف کہ تھے تم اس کو جھٹلاتے ○ چلو تم ایک سائے کی طرف جو تین

شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾

شاخوں والا ہے ○ نہ ٹھنڈک پہنچانیوالا اور نہ فائدہ دیگا وہ شعلوں (کی تپش) سے ○ بلاشبہ وہ (جہنم) پھینکے گی (اتنی بڑی) چنگاریاں جیسے محل ○

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾

گویا کہ وہ (چنگاریاں) اونٹ ہیں (زردی مائل) سیاہ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

یہ ہلاکت ہے جو جھٹلانے والے مجرموں کے لیے تیار کی گئی ہے، ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا: ﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ”جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اس کی طرف چلو۔“ پھر اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کی تفسیر فرمائی ﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴾ یعنی جہنم کی آگ کے سائے کی طرف جو اپنے درمیان سے تین شاخوں میں متفرق ہو جائے گی، یعنی آگ کے ٹکڑے جو مختلف سمتوں سے باری باری اس پر لپکیں گے اور اس پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ ﴿ لَّا ظَلِيْلٍ ﴾ اس سائے میں ٹھنڈک نہ ہوگی، یعنی اس سائے میں راحت ہوگی نہ اطمینان۔ ﴿ وَّلَا يُغْنِيْ ﴾ ”نہیں کام آئے گا“ اس سائے میں ٹھہرنا ﴿ مِنَ اللَّهَبِ ﴾ ”شعلے کے مقابلے میں“ بلکہ آگ کا شعلہ اسے دائیں بائیں اور ہر جانب سے گھیر لے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ (الزمر: ٣٩/١٦) ”ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے فرش (آگ کے) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الأعراف: ٧/٤١) ”ان کے نیچے جہنم کی آگ کا بچھونا ہوگا

اور اوپر سے اوڑھنا بھی جہنم کی آگ ہی کا ہوگا اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عظیم انگاروں کا ذکر کیا جو جہنم کی بڑائی، اس کی برائی اور اس کے برے منظر پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ ''اس سے چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل، گویا وہ زرد اونٹ ہیں۔'' یہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں جن میں ایسے رنگ کی جھلک ہے جو زردی مائل ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جہنم کی آگ، اس کے شعلے، اس کے انگارے اور اس کی چنگاریاں تاریک اور سیاہ رنگ کی ہوں گی، ان کا منظر نہایت کریہہ اور ان کی حرارت انتہائی سخت ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم اور ان اعمال سے عافیت عطا کرے جو جہنم کے قریب لے جاتے ہیں۔ ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔''

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

یہ (وہ) دن ہے کہ نہیں بول سکیں گے وہ ۝ اور نہ اجازت دی جائے گی ان کو کہ وہ معذرت کر سکیں ۝ ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

جھٹلانے والوں کے لیے ۝ یہ دن ہے فیصلے کا، ہم جمع کریں گے تمھیں اور پہلوں کو ۝ پس اگر ہے تمہارے لیے کوئی چال

فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع

تو تم چلو مجھ سے ۝ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ۝

اس عظیم دن میں، جو جھٹلانے والوں کے لیے بہت سخت ہے، وہ خوف اور سخت دہشت کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے ﴿ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ ''اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔'' اگر وہ معذرت پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول نہیں کی جائے گی ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ (الروم: ۵۷/۳۰) ''پس اس روز ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ دے گی نہ ان سے توبہ ہی طلب کی جائے گی۔''

﴿ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''یہی فیصلے کا دن ہے، ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے'' تاکہ ہم تمہارے درمیان تفریق کریں اور تمام خلائق کے درمیان فیصلہ کریں۔ ﴿ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ ﴾ ''اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو'' جس کے ذریعے سے تم میری بادشاہت سے باہر نکلنے کی قدرت رکھتے ہو اور میرے عذاب سے بچ سکتے ہو ﴿ فَكِيْدُوْنِ ﴾ ''تو تم میرے خلاف تدبیر کر لو۔'' یعنی تمھیں ایسا کرنے کی قدرت حاصل ہے نہ طاقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن: ۳۳/۵۵) ''اے جن و انس کے گروہ! اگر

تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل بھاگو، تم طاقت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔‘‘
اس دن ظالموں کے تمام حیلے باطل ہو جائیں گے، ان کا مکروفریب ختم ہو جائے گا، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر دیں گے اور ان کی تکذیب میں ان کا جھوٹ، ان کے سامنے صاف ظاہر ہو جائے گا۔
﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ’’اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔‘‘

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿41﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿42﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

بلاشبہ متقی لوگ سایوں اور بہتے چشموں میں ہوں گے ○ اور (لذیذ) میووں میں ان میں سے جو وہ چاہیں گے ○ (کہا جائے گا:) تم کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿44﴾

مزے سے بدلے اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○ بلاشبہ ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿45﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل تکذیب کے لیے عذاب کا ذکر فرمایا اس لیے محسنین کے لیے ثواب کا بھی تذکرہ کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ’’بے شک پرہیز گار‘‘ یعنی جو اپنے اقوال، افعال اور اعمال میں تکذیب سے بچنے والے اور تصدیق سے متصف ہیں اور وہ واجبات کو ادا کیے اور محرمات کو ترک کیے بغیر متقی نہیں بن سکتے ﴿فِيْ ظِلٰلٍ﴾ متنوع اقسام کے خوبصورت اور خوش منظر کثیر درختوں کے سائے میں ہوں گے ﴿وَّعُيُوْنٍ﴾ اور خوش ذائقہ پانی اور شراب وغیرہ کے رواں دواں چشموں میں ہوں گے ﴿وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ اور بہترین اور لذیذ ترین میوہ جات، جو وہ چاہیں گے، ان میں ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ کھاؤ پیو، مزے دار مرغوب کھانے اور لذیذ مشروبات پیو ﴿هَنِيْٓـًٔۢا﴾ یعنی کسی روک ٹوک اور تکدر کے بغیر۔ اس کھانے کی خوشگواری کبھی ختم نہ ہو گی حتیٰ کہ جنت کے مطعومات اور مشروبات ہر آفت اور نقص سے سلامت ہوں گے یہاں تک کہ اہل جنت کو یقین ہو گا کہ یہ طعام و شراب منقطع ہوں گے نہ ختم ہوں گے۔ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ پس تمہارے اعمال ہی وہ سبب ہیں جنھوں نے تمھیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں پہنچایا۔ اسی طرح ہے ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان کرتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ’’بے شک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔‘‘ اگر یہ ہلاکت اور خرابی صرف ان نعمتوں سے محرومی ہی ہوتی تب بھی یہ حزن و غم اور حرماں نصیبی کے لیے کافی ہے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

(جھٹلانے والو!) تم کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑا سا یقیناً تم مجرم ہو ○ ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ

جھٹلانے والوں کے لیے ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے رکوع کرو تم تو نہیں رکوع کرتے وہ ○ تباہی ہے

يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ○ پس کس بات پر اس (قرآن) کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ ○

یہ تکذیب کرنے والوں کے لیے تہدید و وعید ہے کہ اگرچہ انھوں نے دنیا میں کھایا پیا اور لذات دنیا سے فائدہ اٹھایا اور عبادات سے غافل رہے مگر وہ مجرم ہیں اور اسی سزا کے مستحق ہیں جس کے مستحق مجرم ہوتے ہیں، لہٰذا عنقریب ان کی لذات منقطع ہو جائیں گی اور تاوان اور نقصان باقی رہ جائیں گے۔ ان کا ایک جرم یہ ہے کہ جب انھیں نماز، جو کہ سب سے زیادہ شرف کی حامل عبادت ہے، کا حکم دیا جاتا اور ان سے کہا جاتا تھا: ﴿ارْكَعُوْا﴾ ''رکوع کرو'' تو حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے۔ پس کون سا جرم اس سے بڑھ کر اور کون سی تکذیب اس سے زیادہ بڑی ہے؟ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے'' ان کی ایک ہلاکت یہ بھی ہے کہ ان پر توفیق کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے اور وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔

پس جب انھوں نے اس قرآن کریم کو جھٹلا دیا جو علی الاطلاق صدق و یقین کے بلند ترین مرتبے پر ہے ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟'' کیا وہ باطل پر ایمان لائیں گے جو اپنے نام کی مانند ہے جس پر کوئی دلیل تو کجا، کوئی شبہ بھی قائم نہیں ہوتا؟ یا وہ کسی مشرک، کذاب اور کھلے بہتان طراز کے کلام پر ایمان لائیں گے؟ پس نور مبین کے بعد گھٹا ٹوپ اندھیروں کے سوا کچھ نہیں رہتا، صدق کے بعد، جس پر قطعی دلائل و براہین قائم ہوں، صریح بہتان اور کھلے جھوٹ کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا جو صرف اسی شخص کے لائق ہے جس سے یہ مناسبت رکھتا ہے۔ ہلاکت ہے ان کے لیے، وہ کتنے اندھے ہو گئے ہیں! اور برا ہو ان کا، کس قدر خسارے اور بدبختی کا شکار ہو گئے ہیں! ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ وہ جواد اور صاحب کرم ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی
(اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس:4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس:4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون:5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر تیس 30

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ

بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر تیس 30

پا رۃ نمبر تیس 30

تفسیر سورۃ النبا

سُوْرَةُ النَّبَا (۸۰) مَكِّيَّةٌ (۸۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۴۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا

کس چیز کی بابت وہ باہم سوال کرتے ہیں؟ ○ (اس) عظیم خبر کی بابت ○ کہ وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں ○ ہرگز نہیں!

سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝

عنقریب وہ جان لیں گے ○ پھر ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے ○

یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے کس چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کے بارے میں بیان فرمایا جس کے بارے میں وہ پوچھ رہے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ○ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ یعنی عظیم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جس میں تکذیب اور مستبعد ہونے کی وجہ سے ان کا نزاع طول پکڑ گیا اور ان کی مخالفت پھیل گئی، حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جو شک کو قبول کرتی ہے نہ اس میں کوئی شبہ داخل ہو سکتا ہے، مگر مکذبین کا حال یہ ہے کہ اگر ان کے پاس تمام نشانیاں ہی کیوں نہ آ جائیں، یہ اپنے رب سے ملاقات پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی عنقریب جب ان پر عذاب نازل ہوگا جسے وہ جھٹلایا کرتے تھے تو انھیں معلوم ہو جائے گا، اس وقت انھیں جہنم کی آگ میں دھکے دے کر ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ (الطور: ۱٤/٥٢) ''یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے نعمتوں اور ان دلائل کا ذکر کیا ہے جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ وَّجَعَلْنَا

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا؟ ○ اور پہاڑوں کو میخیں؟ ○ اور ہم نے پیدا کیا تمھیں جوڑا جوڑا ○ اور ہم نے بنایا

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَّبَنَيْنَا

تمھاری نیند کو آرام کا ذریعہ ○ اور ہم نے بنایا رات کو لباس ○ اور ہم نے بنایا دن کو وقت معاش ○ اور بنائے ہم نے

فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ

تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) ○ اور ہم نے بنایا ایک چراغ روشن ○ اور نازل کیا ہم نے بھرے بادلوں سے

مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

پانی خوب برسنے والا ○ تاکہ نکالیں ہم اس کے ذریعے سے دانہ (غلہ) اور سبزہ ○ اور باغات گھنے ○

کیا ہم نے تمھیں بڑی بڑی نعمتوں سے نہیں نوازا؟ پس ہم نے تمھارے لیے بنایا ﴿ اَلْاَرْضَ مِهٰدًا ﴾ زمین کو ہموار اور نرم، یعنی تمھارے لیے اور تمھارے مصالح، مثلاً: کھیتی باڑی کرنے، گھر بنانے اور راستے بنانے کے لیے۔ ﴿ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴾ ''اور پہاڑوں کو میخیں۔'' جو زمین کو ٹھہرائے ہوئے ہیں تاکہ وہ تمھیں لے کر متحرک نہ ہو جائے اور ڈھلک نہ جائے۔ ﴿ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ یعنی ایک ہی جنس میں سے تمھیں مرد اور عورت بنایا تاکہ ہر ایک دوسرے سے سکون حاصل کرے، تب مودّت اور رحمت وجود میں آئے اور ان دونوں سے اولاد پیدا ہو۔ اس احسان کا ذکر لذت نکاح کو متضمن ہے۔

﴿ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴾ یعنی تمھاری نیند کو تمھاری راحت اور تمھارے اشغال کو منقطع کرنے والی بنایا جو اگر بڑھ جائیں تو تمھارے ابدان کو ضرر پہنچاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے رات کی یہ خاصیت بنائی کہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے تاکہ ان کی ضرر رساں حرکات ٹھہر جائیں اور انھیں نفع مند راحت حاصل ہو۔ ﴿ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴾ یعنی تمھارے اوپر سات آسمان بنائے جو قوت، صلابت اور سختی کی انتہا پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو تھام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے لیے چھت بنایا، آسمانوں میں انسانوں کے لیے متعدد فوائد ہیں، اس لیے ان کے منافع میں سورج کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴾ ''اور ہم نے روشن چراغ بنایا۔'' چراغ کا ذکر کر کے سورج کی روشنی کی نعمت کی طرف اشارہ کیا ہے جو مخلوق کی ضرورت بن گئی ہے۔ وَهَّاج یعنی اس کی حرارت کا ذکر کر کے اس کے اندر پھلوں کو پکانے کی قوت اور دیگر منافع کی طرف اشارہ کیا۔

﴿ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ ﴾ یعنی ہم نے بادل سے اتارا ﴿ مَآءً ثَجَّاجًا ﴾ بہت زیادہ پانی ﴿ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا ﴾ ''تاکہ اس کے ذریعے سے اناج پیدا کریں۔'' مثلاً: گیہوں، جو، مکئی اور چاول وغیرہ جسے آدمی کھاتے ہیں ﴿ وَّ نَبَاتًا ﴾ ''اور سبزہ۔'' یہ تمام نباتات کو شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے مویشیوں کے لیے خوراک بنایا ہے ﴿ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴾ اور گھنے باغات، ان کے اندر تمام اقسام کے لذیذ پھل ہیں، پس وہ ہستی جس نے یہ جلیل القدر نعمتیں عطا کی ہیں جن کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ انھیں شمار کیا جا سکتا ہے، تم کیونکر اس کا انکار کرتے ہو اور کیونکر اس خبر کو جھٹلاتے ہو جو اس نے تمھاری موت کے بعد تمھارے دوبارہ اٹھائے جانے اور قیامت کے بارے میں دی ہے؟

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾

بلاشبہ دن فیصلے کا ہے وقت مقرر ○ (یعنی) جس دن پھونک ماری جائے گی صور میں، تو تم آؤ گے فوج در فوج ○

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ

اور کھولا جائے گا آسمان تو ہو جائے گا وہ دروازے دروازے ○ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے وہ (جیسے) سراب ○ بلاشبہ

جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿۲۲﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوقُونَ
جہنم ہے گھات کی جگہ ○ سرکشوں کا ٹھکانا ○ وہ ٹھہریں گے اس میں لمبی مدت ○ نہیں چکھیں گے وہ
فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا
اس میں ٹھنڈک اور نہ کوئی مشروب ہی ○ سوائے کھولتے پانی اور (بہتی) پیپ کے ○ (جزادیے جائیں گے) جزا پوری ○ بلاشبہ وہ تھے
لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿۲۹﴾
نہیں امید رکھتے حساب (کتاب) کی ○ اور وہ جھٹلاتے تھے ہماری آیات کو جھٹلانا بہت ○ اور ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے ہم نے ایک کتاب میں ○
فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾
سو چکھو تم، پس ہرگز نہیں زیادہ کریں گے ہم تمھیں مگر عذاب ہی میں ○

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کیا ہوگا جس کے بارے میں اہل تکذیب پوچھتے ہیں اور معاندین حق اس کا انکار کرتے ہیں' یہ بہت ہی بڑا دن ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ﴿ مِيقَاتًا ﴾ مخلوق کے لیے فیصلے کا دن مقرر کیا۔ ﴿ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴾ ''جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ آؤ گے۔'' اس دن بڑی بڑی مصیبتیں اور زلزلے آئیں گے جن سے دل دہل جائیں گے اور جنھیں دیکھ کر بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ پہاڑ چل پڑیں گے حتی کہ غبار بن کر بکھر جائیں گے' آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں دروازے بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ خلائق کے درمیان اپنے حکم سے ایسا فیصلہ کرے گا جس میں ظلم نہ ہوگا۔ جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کی گھات میں تیار کر رکھا ہے اور اسے ان کے لیے ٹھکانا اور لوٹنے کی جگہ بنایا ہے' یہ سرکش لوگ اس میں مدتوں رہیں گے اَلْحَقَبُ بہت سے مفسرین کے قول کے مطابق اسّی سال کا عرصہ ہے۔

جب وہ جہنم میں وارد ہوں گے ﴿ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴾ ''وہاں ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے نہ پینا نصیب ہوگا۔'' یعنی وہ ایسی کوئی چیز نہیں پائیں گے جو ان کی جلدوں کو ٹھنڈا کرے ان کی پیاس ہی کو دور کرے۔ ﴿ إِلَّا حَمِيمًا ﴾ یعنی وہی کھولتا ہوا گرم پانی ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ ﴿ وَغَسَّاقًا ﴾ اور اہل جہنم کی پیپ ہوگی جو انتہائی بدبودار اور انتہائی بدذائقہ ہوگی۔ وہ ان بدترین عقوبتوں کے اس لیے مستحق ہیں کہ یہ ان کے ان اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے جنھوں نے ان کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہرگز ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ان اعمال کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر وہ اس سزا کے مستحق ٹھہرے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴾ یعنی وہ قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ وہ اس پر یقین ہی رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اچھے برے اعمال کی جزا دے گا' اس لیے وہ آخرت کی خاطر عمل کو فضول اور مہمل

سمجھتے تھے۔ ﴿وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾ یعنی انھوں نے ہماری آیتوں کی واضح اور صریح طور پر تکذیب کی اور جب ان کے پاس واضح دلائل آئے تو انھوں نے ان کی مخالفت کی۔ ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز کو۔'' یعنی ہر تھوڑی یا زیادہ، اچھی یا بری چیز ﴿اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا﴾ ہم نے اسے لوح محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے، پس مجرم یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کو ایسے گناہوں کی سزا دی ہے جو انھوں نے کیے ہی نہیں اور نہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے کسی عمل کو ضائع کر دے گا یا ان میں سے کوئی ذرہ بھر عمل بھول جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الكهف: ۴۹/۱۸) ''اور اعمال نامے کو (کھول کر) رکھ دیا جائے گا اور تو مجرموں کو دیکھے گا کہ جو کچھ اس کتاب میں درج ہوگا، وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ یہ کیسی کتاب ہے جو کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو، مگر اس نے اس کو درج کر رکھا ہے اور جو اعمال انھوں نے کیے ہیں، ان سب کو موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

﴿فَذُوْقُوْا﴾ ''پس چکھو۔'' اس دردناک عذاب اور دائمی رسوائی کو اے جھٹلانے والو! ﴿فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ ''ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔'' پس ہر آن اور ہر وقت ان کا عذاب بڑھتا رہے گا۔ اہل جہنم کے عذاب کی شدت کے بارے میں یہ سخت ترین آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے بچائے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا

بلاشبہ متقی لوگوں کیلئے کامیابی ہے ○ باغات اور انگور ہیں ○ اور ابھری چھاتیوں والیاں ہم عمر (بیویاں) ○ اور شراب کے جام

دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾

چھلکتے ہوئے ○ نہیں سنیں گے وہ اس میں لغو (باتیں) اور نہ جھوٹ ○

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

(دیے جائیں گے) جزا آپ کے رب کی طرف سے عطیہ کافی ہو جانے والا ○

جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجرموں کا حال بیان کیا، وہاں اہل تقویٰ کے انجام کا ذکر بھی فرمایا: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا﴾ یعنی جو لوگ اپنے رب کی ناراضی سے ڈر گئے، اس کی اطاعت کا دامن تھام لیا اور اس کی نافرمانی سے باز آ گئے، ان کے لیے کامیابی، نجات اور جہنم سے دوری ہے۔ اس کامیابی میں ان کے لیے ﴿حَدَآئِقَ﴾ باغ ہیں۔ ﴿حَدَآئِقَ﴾ ان باغات کو کہا جاتا ہے جن میں خوبصورت درختوں اور پھلوں کی تمام اقسام جمع ہوں ﴿وَاَعْنَابًا﴾ ''اور انگور ہیں۔'' ان باغات کے بیچوں بیچ ندیاں بہ رہی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انگور کے شرف اور ان باغات میں ان کی کثرت کی بنا پر، ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان باغات میں، ان کی چاہت اور طلب کے مطابق بیویاں

ہوں گی ﴿ كَوَاعِبَ ﴾ اس سے مراد ابھرے ہوئے پستانوں والی کنواری لڑکیاں ہیں جن کے پستان ان کے شباب ان کی قوت اوران کی تازگی کے باعث ڈھیلے نہیں پڑے۔ ﴿ اَتْرَابًا ﴾ ''ہم عمر عورتیں۔'' ہم عمر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باہم محبت والفت رکھنے والی اور باہم اچھی معاشرت والی ہوتی ہیں، وہ عمر جس میں وہ ہوں گی، تینتیس سال ہے اور یہ معتدل ترین شباب کی عمر ہے۔

﴿ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴾ یعنی شراب کے چھلکتے ہوئے جام ہوں گے، پینے والوں کی لذت کے لیے۔ ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا ﴾ یعنی وہ ایسا کلام نہیں سنیں گے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو ﴿ وَّلَا كِذّٰبًا ﴾ ''اور نہ جھوٹ۔'' یعنی گناہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ (الواقعۃ:۵٦/۲۵،۲٦) ''وہ جنت میں کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات، صرف سلام ہی سلام کی بات سنیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے ان کو یہ ثواب جزیل عطا کیا ہے۔

﴿ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ ان کے لیے بدلہ ہے تمھارے رب کی طرف سے ﴿ عَطَآءً حِسَابًا ﴾ ''یہ انعام کثیر۔'' یعنی ان کے اعمال کے سبب سے جن کی توفیق سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا اوران اعمال کو اپنی تکریم واکرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝۳۷ يَوْمَ يَقُوْمُ

جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے نہایت مہربان نہیں اختیار رکھیں گے وہ اس سے بات کرنے کا ○ اس دن کھڑے ہوں گے

الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝۳۸

جبریل اور (سب) فرشتے صف بستہ، نہیں کلام کر سکیں گے وہ مگر وہی کہ اجازت دے گا اس کو رحمٰن اور کہے گا وہ درست (بات) ○

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝۳۹ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ

یہ دن ہے برحق سو جو چاہے وہ پکڑے اپنے رب کی طرف ٹھکانا ○ بلاشبہ ہم نے ڈرا دیا ہے تمھیں قریب کے عذاب سے

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝۴۰

اس دن دیکھے گا انسان جو کچھ آگے بھیجا اس کے دونوں ہاتھوں نے اور کہے گا کافر: اے کاش! ہوتا میں مٹی ○

یعنی جس نے انھیں یہ عطیات عطا کیے وہ ان کا رب ہے ﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔'' جس نے ان کو پیدا کیا اوران کی تدبیر کی ﴿ الرَّحْمٰنِ ﴾ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اس نے ان کی نشوونما کی، ان پر رحم کیا اوران کو لطف وکرم سے نوازا حتی کہ انھوں نے بہت کچھ پا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی عظمت اوراپنی عظیم بادشاہی کا ذکر فرمایا۔ اس روز تمام مخلوق خاموش ہوگی، کوئی بات نہیں کرے گا ﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴾ ''اس سے بات چیت کرنے کا انھیں اختیار نہیں ہوگا۔'' ﴿ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ

﴿الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ یعنی کوئی شخص بات نہیں کر سکے گا مگر ان دو شرطوں کے ساتھ۔

اوّل: جسے اللہ تعالیٰ بات کی اجازت دے۔

ثانی: اور وہ جو بات کرے وہ ٹھیک ہو۔

اس لیے کہ ﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ﴾ ''یہ دن'' ﴿الْحَقُّ﴾ ''ہی سچا (دن) ہے'' جس میں باطل رائج ہو سکتا ہے نہ جھوٹ فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ وہ دن ہے ﴿يَقُوْمُ الرُّوْحُ﴾ ''جس میں روح (الامین) کھڑا ہوگا۔'' روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو تمام فرشتوں میں افضل ہیں۔ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ اور تمام فرشتے بھی کھڑے ہوں گے ﴿صَفًّا﴾ صف باندھے' اللہ تعالیٰ کے حضور سر افگندہ ہو کر ﴿لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ﴾ ''وہ کلام نہیں کر سکیں گے۔'' سوائے اس بات کے جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ترغیب و ترہیب اور تبشیر و انذار کے بعد فرمایا: ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ ''پس جو شخص چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے۔'' یعنی عمل اور اچھی بات کرے جو قیامت کے دن اس کی طرف لوٹے گی۔

﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمھیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔'' کیونکہ وہ عذاب قریب آ گیا ہے اور جو چیز آ رہی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے ﴿يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ﴾ ''اس دن آدمی ان (اعمال) کو دیکھ لے گا جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے۔'' یعنی یہی وہ چیز ہے جو اسے ہم و فکر میں ڈالے گی اور وہ اس سے گھبرائے گا۔ پس اسے اس دنیا میں دیکھنا چاہیے کہ اس نے دائمی گھر کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ جیسے اللہ نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الحشر: ۱۸/۵۹) ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے' اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ ہر اس عمل کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔'' اگر وہ (اپنے اعمال میں) کوئی بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور اگر بھلائی کے سوا کچھ اور پائے تو وہ صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے' اسی لیے کفار شدت حسرت و ندامت کی وجہ سے موت کی تمنا کریں گے ﴿وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''اور کافر کہے گا' کاش! میں مٹی ہوتا۔'' ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کفر اور ہر قسم کے شر سے عافیت عطا کرے۔ بلاشبہ وہ بہت جواد اور نہایت کرم والا ہے۔

تفسیر سورۃ النّٰزعٰت

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ (۷۹) مَكِّيَّةٌ (۸۱) — اٰيَاتُهَا ۴۶ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ

قسم ہے سختی سے روح نکالنے والوں کی ڈوب کر ○ اور آسانی سے روح نکالنے والوں کی نرمی سے ○ اور تیرنے والوں کی تیزی سے تیرنا ○ پھر آگے بڑھنے والوں کی

سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾

دوڑ کر ○ پھر ان کی جو تدبیر کرنیوالے ہیں ہر امر کی ○ جس دن کانپے گی کانپنے والی ○ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ○

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ

کئی دل اس دن دھڑکتے ہوں گے ○ ان کی آنکھیں جھکی (نیچی) ہوں گی ○ وہ کہتے ہیں، کیا یقیناً ہم لوٹائے جائیں گے

فِي الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾

پہلی حالت میں؟ ○ کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں بوسیدہ؟ ○ وہ کہتے ہیں، یہ اس وقت واپسی ہو گی خسارے والی ○

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾

پس صرف وہ تو ایک (خوف ناک) ڈانٹ ہوگی ○ تو یکایک وہ (لوگ) ہوں گے کھلے میدان میں ○

مکرم فرشتوں اور ان کے افعال کی کھائی ہوئی یہ قسمیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کی کامل اطاعت اور اس کو نافذ کرنے میں ان کی سرعت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے وہ جزا اور قیامت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہے اور جس کی قسم کھائی ہے وہ دونوں ایک ہوں' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اس لیے قسم کھائی ہے کہ ان پر ایمان لانا' ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے' نیز یہ کہ یہاں ان کے افعال کا ذکر کرنا اس جزا کو متضمن ہے جس کا انتظام موت کے وقت' موت سے پہلے یا موت کے بعد فرشتے کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ ''ان کی قسم! جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طاقت کے ساتھ روح قبض کرتے ہیں اور روح قبض کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں یہاں تک کہ روح نکل جاتی ہے اور اسے اس کے عمل کی جزا دی جاتی ہے۔ ﴿وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ ''اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔'' اس سے بھی فرشتے مراد ہیں جو ارواح کو قوت اور نشاط کے ساتھ نکالتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ پھرتی اور تیزی سے روح نکالنے کا معاملہ اہل ایمان کی ارواح کے ساتھ ہے اور ارواح کو کھینچ کر زور سے نکالنا کفار کی ارواح کے ساتھ ہے۔ ﴿وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ یعنی ہوا کے اندر ادھر ادھر آتے جاتے' اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے فرشتوں کی قسم! ﴿فَالسّٰبِقٰتِ﴾ دوسروں پر سبقت لے جانے والے ﴿سَبْقًا﴾ ''سبقت لے جانا۔'' پس فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف جلدی سے آگے بڑھتے ہیں اور وحی الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے رسولوں تک پہنچانے میں شیاطین سے آگے بڑھ جاتے ہیں تاکہ شیاطین اس کو چرا نہ لیں۔ ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ یہ وہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم بالا اور عالم سفلی کے

بہت سے امور کی تدبیر کے لیے مقرر فرمایا ہے' مثلاً: بارشوں' نباتات' ہواؤں' سمندروں' ماؤں کے پیٹوں میں بچوں' حیوانات' جنت اور جہنم وغیرہ کے امور۔

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ''جس دن زمین پر بھونچال آئے گا۔'' اور یہ قیامت کا قائم ہونا ہے۔ ﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾ یعنی ایک اور زلزلہ جو اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے پیچھے آئے گا۔ ﴿قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ﴾ اس دن جو کچھ نظر آئے گا اور سنائی دے گا اس کی شدت کی بنا پر دل دہل جائیں گے ﴿اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾ نگاہیں بہت ذلیل اور حقیر ہوں گی' ان کے دلوں پر خوف طاری ہوگا' گھبراہٹ ان کی عقل کو زائل کر دے گی' ان پر تاسف کا غلبہ ہوگا اور حسرت ان پر قبضہ کر لے گی۔

منکرین قیامت' دنیا کے اندر' استہزا کے طور پر اور حیات بعد الموت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ﴾ یعنی کیا مرنے کے بعد ہمیں پہلی تخلیق کی طرف لوٹایا جائے گا؟ یہ استفہام انکاری ہے جو انتہائی تعجب اور اس کو محال سمجھنے پر مبنی ہے، انھوں نے حیات بعد الموت کا انکار کیا' پھر اس کو بعید سمجھنے میں بڑھتے چلے گئے' پھر اسی پر جم گئے۔ وہ اس دنیا میں تکذیب کے طور پر کہتے ہیں ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾ یعنی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا اس کے بعد ہمیں دوبارہ زندگی کی طرف لوٹایا جائے گا؟ ﴿قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾ ''کہتے ہیں' یہ لوٹنا خسارہ ہے۔'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جہالت اور اس کے حضور جسارت کی بنا پر اس امر کو بعید سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ زندہ کر دے گا' جب وہ بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا انھیں دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اس امر کے بہت آسان ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔'' یعنی اس روز صور پھونکا جائے گا، تب تمام خلائق ﴿بِالسَّاهِرَةِ﴾ روئے زمین پر کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا' ان کے درمیان عدل پر مبنی فیصلے کرے گا اور ان کو جزا و سزا دے گا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ (وقف لازم)

تحقیق آ چکی ہے آپ کے پاس بات موسیٰ کی ○ جب پکارا تھا اس کو اس کے رب نے مقدس وادی طوی میں ○ (اور کہا:) جاؤ

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ

فرعون کی طرف' بلاشبہ اس نے سرکشی کی ہے ○ پس کہیے: کیا تجھے (رغبت) ہے اس کی کہ تو پاک ہو؟ ○ اور میں رہنمائی کروں تیری تیرے رب کی طرف

فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾

کہ تو ڈرے؟ ○ پھر موسیٰ نے دکھائی فرعون کو نشانی بڑی ○ تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ○ پھر وہ پلٹا (فساد کی) کوشش کرتے ہوئے ○

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

پھر اس نے (سب کو) جمع کیا اور پکارا ○ پس کہا: میں ہوں تمھارا رب سب سے بڑا ○ تو پکڑ لیا اس کو اللہ نے عذاب میں آخرت

وَ الْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾ ع

اور دنیا کے ○ بلاشبہ اس میں البتہ عبرت ہے اس کیلئے جو ڈرتا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ یہ ایک عظیم معاملے کے بارے میں استفہام ہے جس کا وقوع متحقق ہو چکا ہے یعنی کیا آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے؟ ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ''جب ان کے رب نے انھیں پاک میدان طویٰ میں پکارا۔'' یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا' انھیں رسالت سے سرفراز فرمایا' انھیں وحی کے ساتھ مبعوث کیا اور انھیں اپنے لیے چن لیا۔ ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو رہا ہے۔'' اسے نہایت نرم بات اور پر لطف خطاب کے ذریعے سے اس کی سرکشی' شرک اور نافرمانی سے روکو شاید کہ وہ ﴿يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (طٰہٰ: ٢٠/٤٤) ''نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔''

﴿فَقُلْ﴾ اس سے کہہ دیجیے: ﴿هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى﴾ کیا تو کوئی خصلتِ حمیدہ اور اچھی تعریف چاہتا ہے جس میں خردمند لوگ ایک دوسرے سے مقابلے کی رغبت رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو پاک کرے اور کفر و طغیان سے اپنی تطہیر کر کے ایمان اور عمل صالح کی طرف آئے؟

﴿وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ﴾ یعنی میں اس کی طرف تیری رہنمائی کروں اور اس کی ناراضی کے مواقع میں سے اس کی رضا کے مواقع واضح کروں ﴿فَتَخْشٰى﴾ پس جب تجھے صراط مستقیم معلوم ہو جائے تو اللہ سے ڈر جائے۔ جس چیز کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی تھی' فرعون نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

﴿فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ ''پس اس نے اس کو بڑی نشانی دکھائی۔'' یعنی بڑی نشانی کی جنس اور یہ ان نشانیوں کے تعدد کے منافی نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ (الاعراف: ٧/١٠٧'١٠٨) ''موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ یکا یک صاف ایک اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے لیے روشن چمکتا ہوا ہو گیا۔''

﴿فَكَذَّبَ﴾ پس اس نے حق کو جھٹلایا ﴿وَ عَصٰى﴾ اور حکم کی نافرمانی کی ﴿ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾ ''پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔'' یعنی حق کا مقابلہ اور اس کے خلاف جنگ میں جدوجہد کرنے لگا ﴿فَحَشَرَ﴾ پس اس نے اپنے لشکروں کو جمع کیا ﴿فَنَادٰى ○ فَقَالَ﴾ اور پکارا اور ان سے کہا: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ''میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔'' پس جب اس نے ان کو کمزور پایا تو انھوں نے اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا اور اس کے باطل کا اقرار کر لیا۔

﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى﴾ ''پس اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا کو دنیا اور آخرت کے عذاب کے لیے دلیل' تنبیہ اور اس کو بیان کرنے والی بنایا۔ ﴿اِنَّ فِيْ

﴿ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى﴾ ''بے شک اسی میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔'' کیونکہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہی آیات الٰہی اور عبرتوں سے مستفید ہوتا ہے' لہٰذا جب وہ فرعون کی سزا پر غور کرے گا تو اسے اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جائے گی کہ جو کوئی تکبر اور نافرمانی کرتا ہے اور مالکِ اعلیٰ کا مقابلہ کرتا ہے' اسے دنیا و آخرت میں سزا ملتی ہے۔ جس کسی دل سے خشیت الٰہی رخصت ہو جاتی ہے تو اس کے پاس چاہے ہر قسم کی نشانی کیوں نہ آ جائے وہ ایمان نہیں لاتا۔

ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰهَا ﴿٢٨﴾

کیا تم سخت تر ہو (دوبارہ) تخلیق میں یا آسمان؟ اس (اللہ) نے اسے بنایا ○ بلند کی اس کی چھت پھر ٹھیک ٹھاک کیا اس کو ○

وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا ﴿٢٩﴾ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰٮهَا ﴿٣٠﴾

اور تاریک کیا اس کی رات کو اور ظاہر (روشن) کیا اس کے دن کو ○ اور زمین کو' بعد اس کے بچھایا اس کو ○

اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰٮهَا ﴿٣١﴾ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰٮهَا ﴿٣٢﴾

نکالا اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ ○ اور پہاڑوں کو' گاڑ دیا ان کو ○

مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴿٣٣﴾

فائدے کے لیے واسطے تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ' آخرت کو اور اجساد کے دوبارہ زندہ کرنے کو بعید سمجھنے والوں کے لیے واضح دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ءَاَنۡتُمۡ﴾ اے انسانو! کیا تمھارا ﴿اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ﴾ ''بنانا زیادہ شدید ہے یا آسمان کا؟'' جو بڑے بڑے اجرام' طاقت ور مخلوق اور انتہائی بلندیوں والا ہے ﴿بَنٰهَا﴾ اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ ﴿رَفَعَ سَمۡكَهَا﴾ یعنی اس نے اس کی چھت اور صورت کو بلند کیا ﴿فَسَوّٰهَا﴾ ''پھر اسے برابر کر دیا۔'' یعنی اس کو محکم اور مضبوط بنا کر جو عقل کو حیران اور خرد کو گم کر دیتا ہے۔ ﴿وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رات کو تاریک کرتا ہے تو یہ تاریکی آسمان کے تمام کناروں تک پھیل جاتی ہے اور روئے زمین کو تاریک کر دیتی ہے ﴿وَاَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ سورج کو لے کر آتا ہے تو روئے زمین پر عظیم روشنی ظاہر کرتا ہے تو لوگ اپنے دینی اور دنیاوی کاموں کے لیے پھیل جاتے ہیں۔ ﴿وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ﴾ یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد زمین کو ﴿دَحٰٮهَا﴾ ''اس نے بچھا دیا۔'' یعنی اس کے اندر اس کے منافع ودیعت کر دیے۔

پھر اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر بیان کی: ﴿اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰٮهَا ○ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰٮهَا﴾ ''اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اور پہاڑوں کو گاڑ دیا۔'' یعنی انھیں زمین پر مضبوطی سے جمایا' آسمانوں کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا کر ہموار کیا، جیسے کہ ان آیات کریمہ میں منصوص ہے اور رہی خود

زمین کی تخلیق تو یہ آسمان کی تخلیق سے متقدم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ (حٰمٓ السجدة: ۴۱/ ۹-۱۲) ’’کہہ دیجیے: کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم ہو کہ اس کے ہم سر بناتے ہو؟ وہ تمام جہانوں کا رب ہے اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ رکھ دیے اور اس کے اندر برکت رکھ دی اور چار دن میں اس کے اندر اس کی غذاؤں کو مقدر کر دیا، تمام طلب گاروں کے لیے یکساں طور پر، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا، پس اس نے آسمان سے اور زمین سے کہا، دونوں آؤ، خوش دلی کے ساتھ یا بادل نخواستہ، انھوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں، پس اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیے۔‘‘

پس جس نے بڑے بڑے آسمان، ان کی روشنیاں، اجرام فلکی، گردبھری اور کثیف زمین، اس کے اندر مخلوق کی ضروریات اور ان کی منفعتیں ودیعت کر دیں، وہ ضرور مکلف مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ پس جس نے نیکی کی اس کے لیے بھلائی ہے اور جس نے برائی کی وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ بنابریں اس کے بعد قیامت کے برپا ہونے کا ذکر کیا اور پھر جزا و سزا کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ

پس جب آجائے گی آفت بڑی (قیامت) ۝ اس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی ۝ اور ظاہر کر دی جائے گی

الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ

دوزخ (ہر) اس شخص کے لیے جو دیکھتا ہے ۝ پس لیکن جس نے سرکشی کی ۝ اور ترجیح دی اس نے حیات دنیا کو ۝ تو بلاشبہ

الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ

جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ۝ اور لیکن جو ڈر گیا سامنے کھڑے ہونے سے اپنے رب کے اور اس نے روکا (اپنے) نفس کو

عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

(بری) خواہش سے ۝ تو بلاشبہ جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ۝

یعنی جب قیامت کبریٰ اور بہت بڑی سختی، جس کے سامنے ہر سختی ہیچ ہے، آئے گی، اس وقت باپ اپنے بیٹے سے، دوست اپنے دوست سے اور محب اپنے محبوب سے غافل ہو جائے گا اور ﴿يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى﴾ ’’اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔‘‘ یعنی دنیا کے اندر اس نے اچھے اور برے جو کام کیے تھے۔ پس وہ اپنی نیکیوں میں ذرہ بھر نیکی کے اضافے کی تمنا کرے گا اور اپنی برائیوں میں ذرہ بھر اضافے پر غم زدہ ہو جائے گا۔

تب اسے اپنے اس نفع اور خسارے کی حقیقت معلوم ہوگی جو اس نے دنیا کے اندر کمایا۔ اعمال کے سوا تمام اسباب اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے جو وہ دنیا کے اندر رکھتا تھا۔

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴾ یعنی جہنم کو میدان میں ہر ایک کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ اسے جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ جہنم ان کو پکڑنے کے لیے تیار اور اپنے رب کے حکم کا منتظر ہوگا۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴾ یعنی جس نے حد سے تجاوز کیا' بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کی اور ان حدود پر اقتصار نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کی تھیں ﴿ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ اور آخرت پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اور دنیا ہی کے حظوظ وشہوات میں مستغرق رہا اور اسی کے لیے بھاگ دوڑ کی اور اس کا تمام تر وقت دنیا ہی کے لیے رہا اور اس نے آخرت اور اس کے لیے عمل کو فراموش کر دیا۔ ﴿ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ یعنی جس کا یہ حال ہے' جہنم اس کا ٹھکانا اور مسکن ہوگا۔

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ﴾ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے اور عدل وانصاف پر مبنی اس کی جزا سے ڈر گیا اور اس ڈرنے اس کے دل کو متاثر کیا اور اپنے نفس کو ان خواہشات سے روک لیا جو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی ہیں اور اس کی خواہشات اس چیز کے تابع ہو گئیں جو رسول ﷺ لے کر آئے ہیں اور ان خواہشات کے خلاف جدوجہد کی جو بھلائی سے روکتی ہیں۔ ﴿ فَاِنَّ الْجَنَّةَ ﴾ ''تو بے شک جنت۔'' جو ہر بھلائی' سرور اور نعمت پر مشتمل ہے ﴿ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ مذکورہ اوصاف کے حامل شخص کا ٹھکانا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳

وہ (کافر) سوال کرتے ہیں آپ سے قیامت کی بابت' کب ہے قائم (واقع) ہونا اسکا؟○ کس چیز میں ہیں آپ اسکے ذکر سے؟○

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝۴۵ كَاَنَّهُمْ

آپکے رب ہی کیطرف ہے انتہا اس (کے علم) کی○ پس صرف آپ تو ڈرانے والے ہیں اسکو جو ڈرتا ہے اس سے○ گویا کہ وہ (کافر)

يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶

جس دن دیکھیں گے اس کو (تو سمجھیں گے کہ) نہیں ٹھہرے وہ (دنیا میں) مگر ایک شام یا صبح اس کی○

قیامت کو جھٹلانے والے اور لغزش کے خواہاں لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: ﴿ عَنِ السَّاعَةِ ﴾ ''قیامت کے متعلق۔'' کہ اس کا وقوع اور ﴿ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴾ ''اس کا قیام کب ہوگا؟'' اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴾ ''پس تم اس کے ذکر کی فکر میں ہو؟'' یعنی اس کے ذکر اور اس کی آمد کے وقت کی معرفت حاصل کرنے میں آپ کو اور ان کو کیا فائدہ؟ پس اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے کہ قیامت کے وقت کے بارے میں بندوں کے علم میں کوئی دینی مصلحت ہے نہ دنیاوی مصلحت، بلکہ قیامت کے وقت کے اخفا ہی میں مصلحت ہے' اس

لیے اس کے علم کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا اور اس کے علم کو صرف اپنے لیے مخصوص رکھا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ یعنی اس کا علم اللہ تعالیٰ پر منتہی ہوتا ہے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ (الأعراف: ۱۸۷/۷) ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کو اس کے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ فرما دیجیے کہ اُس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا ﴾ یعنی آپ کی تنبیہ کا فائدہ صرف اسی شخص کو ہوتا ہے جو اس گھڑی کی آمد سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے سب سے اہم چیز اس کے لیے تیاری اور اس کے لیے عمل ہے۔ جو کوئی قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ اس کی پروا نہیں کرتا اور نہ وہ اس تکلیف میں پڑتا ہے، کیونکہ یہ ایسا تعنت ہے جو تکذیب اور عناد پر مبنی ہے اور جب سائل اس حال کو پہنچ جائے تو اس کے بارے میں جواب دینا عبث ہے، احکم الحاکمین اس عبث کام سے منزہ ہے۔

تفسیر سورۂ عبس

سُوْرَةُ عَبَسَ (۸۰) مَكِّيَّةٌ (۲۴) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴۲ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝۲ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ۝۳ اَوْ یَذَّكَّرُ

ماتھے پر شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا ○ اس لیے کہ آیا ان کے پاس ایک نابینا ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو شاید کہ وہ پاک ہو جاتا ○ یا وہ نصیحت حاصل کرتا

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝۶ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا

(سنتا) پس نفع دیتی اس کو نصیحت ○ لیکن جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے ○ تو آپ اس کے درپے ہوتے ہیں ○ حالانکہ نہیں ہے آپ پر

یَزَّكّٰی ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ۝۸ وَهُوَ یَخْشٰی ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝۱۰

(کوئی الزام) یہ کہ نہ پاک ہو وہ ○ اور لیکن جو شخص آیا آپ کے پاس دوڑتا ہوا ○ اس حال میں کہ وہ ڈرتا ہے ○ تو آپ اس سے بے پروائی کرتے ہیں ○

ان آیات کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ اہل ایمان میں سے ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ سے کچھ پوچھنے اور سیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ (مکہ مکرمہ کے) دولت مند لوگوں میں سے بھی ایک شخص آپ

کی خدمت میں حاضر تھا' آپ مخلوق کی ہدایت کے بہت حریص تھے' چنانچہ آپ اس دولت مند شخص کی طرف مائل ہوئے اور اس کی طرف توجہ مبذول کی اور اس نابینا محتاج کی طرف توجہ نہ کی' اس امید پر کہ وہ دولت مند شخص راہ ہدایت پالے اور اس کا تزکیہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف پیرائے میں آپ پر ناراضی کا اظہار کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿عَبَسَ﴾ یعنی آپ ترش رو ہو گئے ﴿وَتَوَلّٰٓى﴾ اور اپنے جسم کو موڑ لیا' اس بنا پر کہ اندھا آپ کے پاس آیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نابینا شخص کی طرف توجہ دینے کا فائدہ بیان فرمایا: ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ﴾ ''اور تمھیں کیا خبر کہ شاید وہ۔'' یعنی نابینا شخص ﴿يَزَّكّٰٓى﴾ اخلاق رذیلہ سے پاک اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونا چاہتا ہو؟ ﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾ یا وہ کسی چیز سے نصیحت پکڑتا جو اسے فائدہ دیتی اور وہ اس نصیحت سے نفع حاصل کرتا؟ یہ بہت بڑا فائدہ ہے اور یہی چیز انبیاء و رسل کی بعثت' واعظین کے وعظ اور یاددہانی کرانے والوں کی تذکیر کا مقصد ہے جو شخص اس چیز کا حاجت مند بن کر خود چل کر آیا ہے' اس کی طرف آپ کو توجہ دینا زیادہ لائق اور واجب ہے۔

رہا آپ کا اس بے نیاز دولت مند کی ہدایت کے درپے ہونا اور اس سے تعرض کرنا جو بھلائی میں عدم رغبت کی بنا پر سوال کرتا ہے نہ فتویٰ طلب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اس شخص کو چھوڑ دینا جو اس سے زیادہ اہم ہے' آپ کے لیے مناسب نہیں، کیونکہ آپ پر اس کے پاکیزگی اختیار نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر وہ پاک نہیں ہوتا تو آپ اس برے کام کا محاسبہ کرنے والے نہیں ہیں جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے۔ یہ چیز ایک مشہور شرعی قاعدے پر دلالت کرتی ہے' وہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی امر معلوم کو کسی امر موہوم کی خاطر اور کسی مصلحت متحققہ کو کسی مصلحت موہومہ کی خاطر ترک نہ کیا جائے' نیز مناسب یہ ہے کہ وہ طالب علم جو علم کا حاجت مند اور حصول علم کا حریص ہے اس پر دوسروں کی نسبت زیادہ توجہ دی جائے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿۱۴﴾ وقف لازم

ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے ○ سو جو چاہے وہ یاد کرے اسے ○ (وہ محفوظ ہے) قابل احترام صحیفوں میں ○ بلند مرتبہ پاکیزہ ○

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ

ہاتھوں میں ایسے لکھنے والوں کے ○ جو معزز' نیکوکار ہیں ○ ہلاک کیا جائے انسان کس قدر ناشکرا ہے؟ ○ کس چیز سے

خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ

اس (اللہ) نے پیدا کیا اسکو؟ ○ ایک نطفے سے پیدا کیا اسکو پھر اس نے اندازہ لگایا اسکا ○ پھر راستہ آسان کر دیا اسکا ○ پھر موت دی اسے

فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

اور قبر میں لے گیا اسکو ○ پھر جب وہ چاہے گا (دوبارہ) زندہ کر دے گا اسے ○ ہرگز نہیں! ابھی نہیں پورا کیا اس نے اسکو جو حکم دیا اللہ نے اسے ○

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا

پس چاہیے کہ دیکھے انسان اپنے کھانے کی طرف ○ کہ بلاشبہ ہم نے برسایا پانی (مینہ) خوب برسانا ○ پھر پھاڑا ہم نے

الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾

زمین کو اچھی طرح پھاڑنا ○ پس اگایا ہم نے اس میں اناج ○ اور انگور اور سبزیاں ○ اور زیتون اور کھجور ○

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

اور باغات گھنے ○ اور پھل اور خودرو چارہ ○ فائدے کے لیے واسطے تمہارے اور تمہارے چوپایوں (جانوروں) کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ ''دیکھو یہ نصیحت ہے۔'' یعنی حق بات یہ ہے کہ یہ نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاد دہانی ہے جس سے اس کے بندے نصیحت کو یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جس کے بندے حاجت مند ہیں اور اس نے گمراہی میں سے رشد و ہدایت کو واضح کر دیا ہے۔ جب رشد و ہدایت واضح ہو گئی ﴿فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ﴾ ''تو جو چاہے اس کو یاد رکھے۔'' یعنی اس پر عمل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الکہف: ۲۹/۱۸) ''اور کہہ دیجیے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اس تذکیر کا محل، اس کی عظمت اور اس کی رفعت قدر کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ﴾ ''قابل ادب ورقوں میں جو بلند و بالا (اور) پاک ہیں۔'' یعنی قدر و منزلت میں بلند، تمام آفات سے سلامت اور اس بات سے محفوظ کہ شیاطین کے ہاتھ اس تک پہنچ سکیں یا وہ اسے چرا سکیں، بلکہ یہ ﴿بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ﴾ ''لکھنے والے کے ہاتھوں میں ہے۔'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر ہیں ﴿كِرَامٍ﴾ یعنی وہ بہت زیادہ خیر و برکت والے ہیں ﴿بَرَرَةٍ﴾ ان کے دل اور اعمال نیک ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے ہے۔ اس نے بزرگ، طاقتور اور نیک فرشتوں کو رسولوں کے پاس بھیجنے کے لیے سفیر بنایا اور شیاطین کو اس پر کوئی اختیار نہیں دیا۔

یہ چیز اس پر ایمان لانے اور اس کو قبول کرنے کی موجب ہے، لیکن اس کے باوجود انسان نے ناشکری ہی کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ﴾ ''انسان ہلاک ہو جائے کیسا ناشکرا ہے؟'' اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی کیسے ناشکری کی؟ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس کے ساتھ کتنا شدید عناد رکھا؟ حالانکہ وہ کمزور ترین چیز ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حقیر پانی سے پیدا کیا، پھر اس کی تخلیق کا اندازہ مقرر کیا اور اسے نک سک سے درست کر کے کامل انسان بنایا اور اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ کو مہارت سے بنایا۔

﴿ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ﴾ یعنی اس کے لیے دینی اور دنیاوی اسباب آسان کر دیے، اس کو سیدھا راستہ دکھایا اور اس کو واضح کر دیا اور امر و نہی کے ذریعے سے اس کو امتحان میں ڈالا ﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ﴾ ''پھر اس کو موت دی، پھر قبر میں دفن کرا دیا۔'' یعنی تدفین کے ذریعے سے اس (کے مردہ جسم) کی تکریم کی، تمام حیوانات کی طرح

اس کے ساتھ سلوک نہیں کیا جن کی لاشیں سطح زمین پر پڑی رہتی ہیں ﴿ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴾ پھر اس کی موت کے بعد وہ جب چاہے گا جزا و سزا کے لیے اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ پس انسان کی تدبیر کرنے اور ان کے تصرفات میں اللہ تعالیٰ متفرد ہے' اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ بایں ہمہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ اس کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ وہ اس فرض ہی کو پورا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کیا ہے بلکہ اس کے برعکس' وہ طلب کے تحت' ہمیشہ کوتاہی کا مرتکب رہتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے کھانے میں غور و فکر کرے کہ وہ متعدد مراحل میں سے گزرنے کے بعد کس طرح اس کے پاس پہنچا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کھانے کو اس کے لیے آسان بنایا؟ چنانچہ فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ○ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴾ ''پس انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔'' یعنی ہم نے زمین پر بکثرت بارش برسائی ﴿ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴾ پھر نباتات اگانے کے لیے زمین کو پھاڑا۔ ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا ﴾ اس میں ہم نے مختلف اصناف اگائیں' یعنی انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اور مزیدار غذائیں اور ﴿ حَبًّا ﴾ ''دانے۔'' یہ مختلف قسم کے دانوں کی تمام اصناف کو شامل ہے۔ ﴿ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴾ ''اور انگور اور ترکاری'' ﴿ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴾ ''اور زیتون اور کھجور۔'' ان مذکورہ چار اجناس کو ان کے فوائد اور منافع کی کثرت کی بنا پر مختص کیا ہے ﴿ وَّحَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴾ یعنی باغات جن کے اندر بکثرت گھنے درخت ہیں ﴿ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴾ اَلْفَاكِهَةُ ان پھلوں کو کہا جاتا ہے جن کو انسان لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہے' مثلاً: انجیر' انگور' آڑو اور انار وغیرہ۔ اَلْاَبّ ''چارا'' جسے بہائم اور مویشی کھاتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴾ ''تمھارے اور تمھارے چوپاؤں کے لیے سامان زندگی ہے۔'' جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے تمھارے لیے مسخر کر دیا۔ جو کوئی ان نعمتوں پر غور کرتا ہے تو یہ غور و فکر اس کے لیے اپنے رب کے شکر' اس کی طرف انابت میں جدوجہد کرنے کا' اس کی اطاعت کی طرف آنے اور اس کی اخبار کی تصدیق کرنے کا موجب بنتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾

پس جب آئیگی کان بہرے کر دینے والی سخت آواز ○ اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے ○ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ○

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾

اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ○ ہر شخص کیلئے ان میں سے اس دن ایک حال ہوگا کہ وہ بے پروا کر دیگا اسکو (دوسروں سے) ○

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا

کئی چہرے اس دن چمکنے والے (روشن) ہوں گے ○ ہشاش بشاش ○ اور کئی چہرے اس دن ان پر

غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ ع

غبار ہوگا ○ ڈھانپتی ہوگی ان کو سیاہی ○ یہی لوگ ہیں کافر فاجر ○

یعنی جب قیامت کی چنگھاڑ آئے گی، جس کے ہول سے کان بہرے ہو جائیں گے۔ اس روز لوگ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے اور انھیں اعمال کی سخت ضرورت ہوگی تو دل دہل جائیں گے۔ ﴿ یَفِرُّ الْمَرْءُ ﴾ انسان اس شخص سے بھی بھاگے گا جو اسے سب سے عزیز اور اس کے لیے سب سے زیادہ شفیق ہے ﴿ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ○ وَ صَاحِبَتِهٖ ﴾ "اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے۔" ﴿ وَ بَنِیْهِ ﴾ "اور اپنے بیٹوں سے۔" اور اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴾ اسے خود اپنی پڑی ہوگی اور وہ خود اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے فکر مند ہوگا اور وہ کسی دوسرے کی طرف التفات نہیں کر سکے گا۔

اس وقت مخلوق دو گروہوں میں منقسم ہو جائے گی: خوش بختوں کا گروہ اور بد بختوں کا گروہ۔ رہے خوش بخت لوگ تو ان کے چہرے اس روز ﴿ مُّسْفِرَةٌ ﴾ "روشن ہوں گے۔" یعنی ان کے چہروں پر مسرت اور تروتازگی نمایاں ہوگی، کیونکہ انھیں اپنی نجات اور نعمتوں سے فیض یاب ہونے کے بارے میں معلوم ہو گیا ہوگا۔ ﴿ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ وَ وُجُوْهٌ ﴾ "وہ چہرے خنداں و شاداں ہوں گے اور کئی چہرے۔" یعنی بد بختوں کے چہرے ﴿ یَوْمَىِٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا ﴾ اس روز غبار آلود ہوں گے اور اسے ڈھانپ رکھا ہوگا ﴿ قَتَرَةٌ ﴾ "سیاہی نے۔" پس یہ چہرے سیاہ اور نہایت تاریک ہوں گے اور ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے اور انھیں اپنی بد بختی اور ہلاکت کا علم ہو گیا ہوگا ﴿ اُولٰٓىِٕكَ ﴾ جن کا یہ وصف ہے، یہی وہ لوگ ہیں ﴿ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی، اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کے طلب گار ہیں، وہ بڑا ہی فیاض اور نہایت کرم والا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ.

تفسیر سورۃ التکویر

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر (۸۱) مَكِّيَّةٌ (۷) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۲۹ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا

جب سورج لپیٹ دیا جائیگا ○ اور جب تارے جھڑ جائینگے ○ اور جب پہاڑ چلا دیے جائینگے ○ اور جب

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَ اِذَا

دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائینگی ○ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائینگے ○ اور جب سمندر بھڑکائے جائینگے ○ اور جب

النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹

روحیں (جسموں سے) ملا دی جائینگی ○ اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سوال کی جائیگی ○ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی تھی؟ ○

وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲

اور جب اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے ○ اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائیگی ○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی ○

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

اور جب جنت قریب کردی جائے گی ○ تو جان لے گا ہر نفس جو کچھ اس نے حاضر کیا ○

یعنی جب یہ ہولناک امور ظاہر ہوں گے تو مخلوق جدا جدا ہو جائے گی۔ ہر ایک کو علم ہو جائے گا کہ اس نے اپنی آخرت کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور آخرت میں اس نے کیا بھلائی اور برائی پیش کی ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب قیامت کے روز سورج بے نور ہو جائے گا' اس کو اکٹھا کر کے لپیٹ دیا جائے گا اور چاند کو گرہن لگ جائے گا اور دونوں کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' یعنی متغیر ہو جائیں گے اور اپنے افلاک سے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ ﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔'' یعنی ریت کے بھربھرے ٹیلے بن جائیں گے' پھر دھنکی ہوئی رنگ دار اون کے مانند بن جائیں گے' پھر بدل کر اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ان کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیا جائے گا۔

﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ ''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔'' یعنی جب لوگ اپنے بہترین اموال کو بے کار چھوڑ دیں گے جن کا وہ ہر وقت بہت اہتمام اور دھیان رکھا کرتے تھے۔ پس ان پر ایسا وقت آئے گا جو ان کو ان اموال سے غافل کر دے گا۔ عِشَار ایسی اونٹنیوں کو کہا جاتا ہے جن کے پیچھے ان کے بچے ہوتے ہیں' یہ عربوں کا بہترین مال تصور کیا جاتا ہے جو اس وقت ان کے پاس ہوتا تھا' اس معنی کے مطابق ہر نفیس مال ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔'' یعنی قیامت کے روز جمع کیے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کو دوسرے سے قصاص لے کر دے اور بندے اس کے کمال عدل کا مشاہدہ کریں حتی کہ وہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جا۔ ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' یعنی ان کو گرم کیا جائے گا اور اتنے بڑے ہونے کے باوجود وہ آگ بن کر بھڑک اٹھیں گے۔

﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ ''اور جب روحیں ملادی جائیں گی۔'' یعنی ہر صاحب عمل کو اسی جیسے صاحب عمل کا ساتھی بنا دیا جائے گا۔ پس ابرار کو ابرار کے ساتھ' فجار کو فجار کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا' اہل ایمان کو حوروں کے ساتھ جوڑے جوڑے بنا دیا جائے گا اور کفار کو شیاطین کے ساتھ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ (الزمر: ۷۱/۳۹) ''اور کفار کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔'' ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾ (الزمر: ۷۳/۳۹) ''اور ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرتے رہے' گروہ گروہ بنا کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔'' ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت: ۲۲/۳۷) ''ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کا ارتکاب کیا اور ان کے ہم جنسوں کو اکٹھا کرو۔''

﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴾ زمانۂ جاہلیت کے جہلاء بیٹیوں کو فقیری کے ڈر سے کسی سبب کے بغیر زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ پس اس زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا: ﴿ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴾ ''کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی؟'' اور یہ بات معلوم ہے کہ ان بیٹیوں کا کوئی گناہ نہیں تھا مگر اس (کے ذکر) میں بیٹیوں کے قاتلین کے لیے زجر و توبیخ اور جھڑکی ہے۔ ﴿ وَاِذَا الصُّحُفُ ﴾ اور جب وہ اعمال نامے جو عمل کرنے والوں کے اچھے برے اعمال پر مشتمل ہوں گے ﴿ نُشِرَتْ ﴾ ان کو الگ الگ کر کے عمل کرنے والوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پس کسی نے اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لے رکھا ہوگا اور کسی نے بائیں ہاتھ میں لے رکھا ہوگا یا اپنی پیٹھ پیچھے چھپا رکھا ہوگا۔

﴿ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴾ ''اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔'' یعنی آسمان کو زائل کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۵) ''جس روز آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا۔'' نیز فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴾ (الأنبیاء: ۱۰۴/۲۱) ''جس روز ہم آسمانوں کو یوں لپیٹ دیں گے جس طرح اوراق کا دفتر لپیٹ دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ﴾ (الزمر: ۶۷/۳۹) ''قیامت کے روز تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپیٹے ہوئے ہوں گے۔''

﴿ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴾ جب جہنم میں آگ جلائی جائے گی اور جہنم بھڑک کر اتنا شعلہ زن ہو جائے گا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا نہ تھا۔ ﴿ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴾ یعنی جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی۔ ﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ ﴾ ''تو ہر نفس جان لے گا'' نَفْسٌ کا لفظ عام ہے، کیونکہ اسے شرط کے سیاق میں (نکرہ) لایا گیا ہے ﴿ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴾ یعنی وہ اعمال جو اس کے پاس موجود ہوں گے اور جو اس نے آگے بھیجے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ (الکہف: ۴۹/۱۸) ''اور انھوں نے جو عمل کیے ان کو وہ موجود پائیں گے۔''

یہ اوصاف جن سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو موصوف کیا ہے' ایسے اوصاف ہیں جن سے دل دہل جاتے ہیں' کرب میں شدت آ جاتی ہے' جسم کانپنے لگتا ہے' خوف چھا جاتا ہے' یہ اوصاف خردمند لوگوں کو اس دن کے لیے تیاری کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور ہر اس کام سے روکتے ہیں جو ملامت کا موجب ہے۔ اسی لیے سلف میں سے کسی کا قول ہے: جو کوئی قیامت کے دن کو اسی طرح دیکھنا چاہے' گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ سورۂ تکویر میں تدبر کرے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبْحِ اِذَا

پس قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹنے والے ○ چلنے والے چھپ جانے والے ستاروں کی ○ اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے ○ اور صبح کی جب

تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾

وہ روشن ہوتی ہے○ بلا شبہ یہ (قرآن) البتہ قول ہے رسولِ کریم (جبریل) کا○ جو قوت والا ہے نزدیک عرش والے کے بلند مرتبہ ہے○

مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾

اطاعت کیا جاتا ہے وہاں (آسمانوں میں) امین ہے○ اور نہیں ساتھی تمہارا دیوانہ○ اور البتہ تحقیق اس (نبی) نے دیکھا ہے اس (جبریل) کو کھلے کنارے میں○

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ

اور نہیں ہے وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل○ اور نہیں ہے یہ (قرآن) قول کسی شیطان مردود کا○ پس کہاں

تَذْهَبُونَ ﴿٢٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٧﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾

جاتے ہو تم؟○ نہیں ہے یہ (قرآن کچھ اور) مگر نصیحت جہانوں کیلئے○ واسطے اس شخص کے جو چاہے تم میں سے یہ کہ وہ سیدھا چلے○

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٩﴾

اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ رب العالمین○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی قسم کھائی ہے ﴿بِالْخُنَّسِ﴾ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو مشرق کی جہت میں' کواکب کی عادی رفتار سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور ہفت سیارگان یہ ہیں: سورج' چاند' زہرہ' مشتری' مریخ' زحل اور عطارد۔ ان ساتوں سیاروں کا چلنا دو جہتوں میں ہے۔ ایک چلنا مغرب کی جہت میں تمام کواکب اور فلک کے ساتھ اور ایک چلنا اس جہت کے برعکس' مشرق کی جہت میں' یہ چلنا صرف انھی سات سیاروں کے ساتھ مختص ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے پیچھے ہٹنے کے حال میں' ان کے چلنے اور ان کے چھپ جانے' یعنی دن کے وقت مستور ہونے کے حال کی قسم کھائی ہے اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد تمام کواکب اور سیارے وغیرہ ہوں۔

﴿وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ﴾ یعنی رات کی قسم جب وہ جانے لگے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جب رات آنے لگے۔ ﴿وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾ یعنی صبح جب اس کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور روشنی تھوڑی تھوڑی پھوٹنے لگے' یہاں تک کہ مکمل ہو جائے اور سورج نکل آئے۔ یہ بڑی بڑی نشانیاں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے' قرآن کی سند کی قوت' اس کی جلالت اور ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی بنا پر ہے۔

اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ ''بے شک یہ معزز فرشتے کا قول ہے۔'' اور وہ ہیں جبریل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے لے کر نازل ہوئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ (الشعراء: ٢٦/١٩٢۔١٩٤) ''اور یہ قرآن رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے' اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے آپ کے قلب پر تاکہ آپ تنبیہ

کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اچھے اخلاق اور قابل تعریف خصائل کی وجہ سے ﴿ کَرِیْمٍ ﴾ کی صفت سے موصوف کیا ہے، کیونکہ یہ فرشتوں میں سب سے افضل اور اپنے رب کے ہاں سب سے بڑے رتبے کا حامل ہے ﴿ ذِیْ قُوَّۃٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اسے جو حکم دیا' اس کی تعمیل کی قوت اور طاقت رکھنے والا ہے۔ یہ جبریل علیہ السلام کی قوت تھی کہ انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو ان پر الٹ کر ان کو ہلاک کر دیا۔ ﴿ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ ﴾ ''عرش والے کے پاس۔'' یعنی جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی خاص اور بلند قدر و منزلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مختص کیا ہے ﴿ مَکِیْنٍ ﴾ یعنی تمام ملائکہ سے بڑھ کر ان کی قدر و منزلت ہے۔ ﴿ مُّطَاعٍ ثَمَّ ﴾ یعنی ملأ اعلیٰ میں جبریل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے' ان کے پاس مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن پر ان کا حکم نافذ ہوتا ہے اور ان کی رائے کی اطاعت کی جاتی ہے۔ ﴿ اَمِیْنٍ ﴾ یعنی امانت دار ہیں' ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں' اس میں کمی بیشی نہیں کرتے اور جو حدود ان کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن کریم کے شرف پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ ایک عالی مرتبہ فرشتے کو بھیجا جو ان صفات کاملہ سے موصوف ہے۔ عام عادت یہ ہے کہ بادشاہ کسی عالی مرتبہ ہستی کو اہم ترین مہم اور بلند مرتبہ پیغام ہی کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول مَلَکی کی، جو قرآن لے کر آیا' فضیلت بیان کرنے کے بعد رسول بشری کی فضیلت کا ذکر کیا، جس پر قرآن نازل ہوا اور جس کی طرف اس نے لوگوں کو دعوت دی' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا صَاحِبُکُمْ ﴾ ''اور تمھارے ساتھی نہیں ہیں۔'' اور وہ ہیں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ بِمَجْنُوْنٍ ﴾ ''مجنون۔'' جیسا کہ آپ کی رسالت کو جھٹلانے والے' آپ کے دشمن کہتے ہیں' آپ کے بارے میں طرح طرح کے جھوٹ گھڑتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اس نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں جسے لے کر آپ آئے ہیں، بلکہ آپ تو عقل میں سب سے زیادہ کامل' رائے میں سب سے زیادہ صائب اور قول میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ ﴿ وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴾ یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا جب کہ وہ آسمان کے کھلے افق پر تھے، جو اتنا بلند ہوتا ہے کہ آنکھ کو واضح نظر آتا ہے۔ ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِیْنٍ ﴾ ''اور وہ پوشیدہ باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی طرف وحی کی ہے' آپ اس کے بارے میں بخیل نہیں ہیں کہ اس میں سے کچھ چھپا لیں، بلکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آسمان والوں اور زمین والوں کے امین ہیں، جس نے اپنے رب کی رسالت کو کھلے طور پر پہنچا دیا بلکہ آپ نے رسالت میں سے کسی چیز کو پہنچانے میں کسی مال دار' کسی محتاج' کسی رئیس' کسی رعیت' کسی مرد' کسی عورت' کسی شہری اور کسی دیہاتی سے کبھی بخل سے کام نہیں لیا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ان پڑھ اور جاہل امت میں مبعوث کیا۔

جب آپ نے وفات پائی تو یہ لوگ علمائے ربانی اور دانش مندان ذی فراست بن چکے تھے۔ تمام علوم کی غایت وانتہا یہی لوگ تھے اور دقائق ومفاہیم کے استخراج میں یہی منتہی تھے' یہ لوگ اساتذہ تھے اور دیگر لوگوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ ان کے تلامذہ تھے۔

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴾ ''اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔'' چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دو مکرّم رسولوں کا ذکر کر کے اپنی کتاب کی جلالت اور فضیلت کا ذکر کیا اور ان کی مدح وثنا کی جن کے ذریعے سے یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچی' اس لیے اس نے اس کتاب سے ہر آفت اور ہر نقص کو دور ہٹا دیا جو اس کی صداقت میں قادح ہو سکتا ہے' بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴾ ''اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے قرب سے بہت دور ہے۔

﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ ''پھر تم کدھر جا رہے ہو؟'' یعنی تمھارے دل میں یہ بات کیسے آئی اور تمھاری عقل کہاں چلی گئی کہ تم نے حق کو جو صداقت کے بلند ترین درجے پر ہے' بمنزلہ جھوٹ قرار دے دیا جو سب سے گھٹیا' سب سے رذیل اور سب سے اسفل باطل ہے' کیا یہ حقائق کو بدلنے کے سوا کچھ اور ہے؟

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہ تو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی جس کے ذریعے سے وہ اپنے رب' اس کی صفات کمال اور ان صفات کو یاد رکھتے ہیں جن کے ذریعے سے تمام نقائص' رذائل اور امثال سے اس کی تنزیہ ثابت ہوتی ہے' اس کے ذریعے سے وہ اوامر ونواہی اور ان کے حکم کو یاد رکھتے ہیں اور اس کے ذریعے سے احکام قدریہ' احکام شرعیہ اور احکام جزائیہ کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ بالجملہ دنیا وآخرت کے مصالح کو یاد رکھتے ہیں اور عمل کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی سعادت کو پالیتے ہیں۔ ﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾ ''اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاہے۔'' گمراہی میں سے رشد اور ضلالت میں سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔'' پس اس کی مشیت نافذ ہے' ممکن نہیں کہ اس کی مشیت کی مخالفت کی جا سکے یا اس کو روکا جا سکے۔ اس آیت کریمہ اور اس جیسی دیگر آیات میں' دو فرقوں' یعنی قدریہ اور جبریہ' جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کا انکار کرتے ہیں' کا رد ہے۔ جیسا کہ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ واللہ أعلم.

تفسیر سورۃ الانفطار

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ (۸۲) مَكِّيَّةٌ (۸۲) | آیاتها ۱۹ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

جب آسمان پھٹ جائے گا ۝ اور جب تارے بکھر جائیں گے ۝ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے ۝

وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾

اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی ○ تو جان لے گا ہر نفس جو آگے بھیجا اس نے اور (جو) پیچھے چھوڑا ○

یعنی جب آسمان پھٹ کر پراگندہ ہو جائے گا‘ ستارے بکھر جائیں گے اور ان کا حسن و جمال زائل ہو جائے گا‘ جب سمندر بہ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک ہی سمندر بن جائیں گے‘ قبریں شق کر کے اکھاڑ دی جائیں گی اور ان میں سے مردے باہر نکال لیے جائیں گے اور ان کو اعمال کی جزا و سزا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کرنے کے لیے جمع کیا جائے گا۔ پس اس وقت پردہ ہٹ جائے گا اور وہ سب کچھ زائل ہو جائے گا جو چھپا ہوا تھا اور ہر نفس جان لے گا کہ اس کے پاس کیا نفع اور خسران ہے۔ اس وقت جب ظالم دیکھے گا کہ اس کے ہاتھوں نے کیا کمائی آگے بھیجی ہے اور شقاوت ابدی اور عذاب سرمدی کا یقین ہو جائے گا تو وہ (حسرت اور پشیمانی سے) اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا۔ اس وقت متقین جنھوں نے صالح اعمال آگے بھیجے ہوں گے عظیم کامیابی‘ دائمی نعمتوں اور جہنم کے عذاب سے سلامتی سے بہرہ مند ہوں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾

اے انسان! کس چیز نے دھوکے میں ڈالا تجھے اپنے رب کریم کی بابت؟ ○ وہ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک ٹھاک کیا پھر تجھے معتدل بنایا ○

فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾ كَلَّا بَلۡ تُكَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡكُمۡ

جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا ○ ہرگز نہیں! بلکہ تم جھٹلاتے ہو جزا کو ○ جب کہ بلاشبہ تم پر

لَحٰفِظِیۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾

نگران ہیں ○ معزز لکھنے والے ○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حق میں تقصیر اور اپنی نافرمانیوں کی جسارت کا ارتکاب کرنے والے انسان پر عتاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِیۡمِ ﴾ ”اے انسان! تجھے اپنے رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟“ کیا تمھاری طرف سے اس کے حقوق سے استہزا کے طور پر یا اس کے عذاب کی تحقیر کے طور پر یا اس کی جزا و سزا پر تمھارے عدم ایمان کی بنا پر؟ کیا وہ ہستی ﴿ الَّذِیۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ ﴾ جس نے تجھے بہترین صورت میں پیدا کیا ﴿ فَعَدَلَكَ ﴾ اور اس نے تجھے درست اور معتدل ترکیب پر‘ حسین ترین شکل اور جمیل ترین ہیئت میں پیدا کیا۔ تب کیا تمھارے لیے یہ مناسب ہے کہ تم منعم کی نعمت کی ناشکری اور محسن کے احسان کا انکار کرو؟ بلاشبہ یہ محض تمھاری جہالت‘ تمھارے ظلم‘ تمھارے عناد اور تمھاری طرف سے حق کو غصب کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے کتے‘ گدھے یا کسی اور حیوان کی شکل و صورت عطا نہیں کی۔
اس لیے فرمایا: ﴿ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ ”جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔“ فرمایا:

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ﴾ یعنی اس وعظ وتذکیر کے باوجود، تم جزا وسزا کی تکذیب پر جمے ہوئے ہو، حالانکہ تم نے جو اعمال کیے ہیں ان پر ضرور تمھارا محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو تمھارے اقوال اور افعال کو لکھتے رہتے ہیں، انھیں ان اقوال وافعال کا علم ہے۔ اس میں افعال قلوب، افعال جوارح سب داخل ہیں۔ پس تمھارے لیے مناسب ہے کہ تم ان کا اکرام واجلال اور احترام کرو۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾

بلاشبہ نیک لوگ البتہ نعمت (جنت) میں ہوں گے ○ اور بلاشبہ بدکار لوگ البتہ جہنم میں ہوں گے ○ وہ داخل ہوں گے اس میں یوم جزا کو ○

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا

اور نہ وہ اس سے غائب ہوں گے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے یوم جزا؟ ○ پھر کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے

يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

یوم جزا؟ ○ اس دن نہیں اختیار رکھے گا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کچھ بھی، اور حکم اس دن صرف اللہ ہی کا ہوگا ○

﴿الْأَبْرَارَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرتے ہیں، اعمال قلوب اور اعمال جوارح میں نیکی کا التزام کرتے ہیں۔ پس ان لوگوں کی جزا یہ ہے کہ ان کو اس دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں، قلب وروح اور بدن کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

﴿وَإِنَّ الْفُجَّارَ﴾ ''اور بے شک فاجر لوگ۔'' جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی کی، جن کے دل بگڑ گئے، تب ان کے اعمال بھی بگڑ گئے ﴿لَفِي جَحِيمٍ﴾ وہ اس دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں، دردناک عذاب میں رہیں گے۔ ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ ''وہ اس میں داخل ہوں گے۔'' اور اس کے ذریعے سے انھیں شدید ترین عذاب دیا جائے گا ﴿يَوْمَ الدِّينِ﴾ اعمال کی جزا وسزا کے دن۔ ﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ﴾ اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ○ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ﴾ ''اور تجھے کس چیز نے خبر دی کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ پھر (میں کہتا ہوں کہ) تجھے کس چیز نے خبر دی کہ بدلے کا دن کیا ہے؟'' ان آیات کریمہ میں اس سخت دن کا ہول دلایا گیا ہے جو ذہنوں کو حیرت زدہ کر دے گا۔ ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ اس روز کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، خواہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار یا مخلص دوست ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ایک کو خود اپنی پڑی ہوگی، وہ کسی اور کی نجات کا طلب گار نہ ہوگا۔ ﴿وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ﴾ اس روز تمام تر حکم اللہ ہی کا ہوگا۔ وہی بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور مظلوم کا حق ظالموں سے لے کر دے گا۔ واللہ أعلم

تفسیر سورۃ المطففین

سورۃ المطففین (۸۳) مکیۃ (۸۶) آیاتھا ۳۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ وَاِذَا کَالُوْھُمْ

ہلاکت ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کیلئے ○ وہ لوگ کہ جب وہ ناپ کر لیتے ہیں لوگوں سے تو پورا لیتے ہیں ○ اور جب وہ ناپ کر دیتے ہیں انہیں

اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵﴾

یا تول کر دیتے ہیں ان کو تو کم دیتے ہیں ○ کیا نہیں یقین رکھتے یہ لوگ کہ بلاشبہ وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے ○ اس یوم عظیم کے لیے ○

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾

جس دن کھڑے ہوں گے لوگ سامنے رب العالمین کے ○

﴿ وَیْلٌ ﴾ ’’ہلاکت ہے۔‘‘ یہ عذاب اور عقاب کا کلمہ ہے ﴿ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ﴾ ’’ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے‘‘ اور اللہ تعالیٰ نے المطففین کی تفسیر بیان فرمائی کہ ﴿ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جب لوگوں سے لیتے ہیں تو ان سے کسی کمی کے بغیر پورا لیتے ہیں ﴿ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ ﴾ اور جب لوگوں کو ان کا حق عطا کرتے ہیں جو کسی ناپ تول کی صورت میں ان کے ذمے ہوتا ہے ﴿ یُخْسِرُوْنَ ﴾ تو اس میں کمی کرتے ہیں یا تو ناپ کے ناقص پیمانے اور تولنے کی ناقص ترازو کے ذریعے سے یا ناپ تول کے پیمانے کو پوری طرح نہ بھرتے ہوئے کمی کرتے ہیں یا اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے کمی کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کے اموال کی چوری اور ان کے ساتھ بے انصافی ہے۔ جب ان لوگوں کے لیے یہ وعید ہے جو ناپ تول کے ذریعے سے لوگوں کے اموال میں کمی کرتے ہیں تو وہ لوگ اس وعید کے، ناپ تول میں کمی کرنے والوں سے زیادہ مستحق ہیں جو جبراً لوگوں سے مال چھینتے ہیں یا چوری کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انسان جس طرح لوگوں سے اپنا حق وصول کرتا ہے اسی طرح اس پر فرض ہے کہ وہ اموال و معاملات میں لوگوں کے حقوق ادا کرے، بلکہ اس کے عموم میں دلائل و مقالات بھی شامل ہیں، کیونکہ جیسے آپس میں مناظرہ کرنے والوں کی عادت ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی دلیل بیان کرنے کا حریص ہوتا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس دلیل کو بھی بیان کرے جو اس کے مخالف کے علم میں نہیں ہوتی، نیز وہ اپنے مخالف کے دلائل پر بھی اسی طرح غور کرے جس طرح وہ اپنے دلائل پر غور کرتا ہے۔ اس مقام پر انسان کے انصاف اور اس کے تعصب و ظلم، اس کی تواضع اور تکبر، اس کی عقل اور سفاہت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی بھلائی کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو وعید سنائی اور ان کے حال اور ان کے اپنے اس طرز عمل پر

قائم رہنے پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ﴾ ''کیا انھیں اپنے مرنے کے بعد عظیم دن کے لیے جی اُٹھنے کا خیال نہیں؟ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' پس جس چیز نے ان کے اندر کم ناپنے تولنے کی جرأت پیدا کی ہے وہ ہے آخرت پر ان کا عدم ایمان ورنہ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہوتے اور انھیں اس حقیقت کی معرفت حاصل ہوتی کہ وہ عنقریب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے اور وہ ان کے اعمال پر، کم ہوں یا زیادہ، ان کا محاسبہ کرے گا تو وہ اس کام سے رک جاتے اور اس سے توبہ کر لیتے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ

یقیناً بلاشبہ نامۂ اعمال فاجروں کا سجین میں ہے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے سجین؟ ○ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ○ ہلاکت ہے

يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○ وہ جو جھٹلاتے ہیں یوم جزا کو ○ اور نہیں جھٹلاتا اسے مگر ہر وہ شخص کہ

مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ

وہ حد سے گزرنے والا گنہگار ○ جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں تو وہ کہتا ہے: (یہ) کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی ○ ہرگز نہیں! بلکہ زنگ لگا دیا ہے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝

انکے دلوں پر اس نے جو تھے وہ کماتے ○ یقیناً! بلاشبہ وہ (کافر) اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن اوٹ میں رکھے جائینگے ○

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

پھر بلاشبہ وہ داخل ہوں گے جہنم میں ○ پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ ﴾ ''ہرگز نہیں! بدکاروں کے اعمال۔'' یہ آیت کریمہ کفار، منافقین اور فاسقین کے مختلف انواع کے تمام فاجروں کو شامل ہے ﴿ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴾ ''سجین میں ہیں۔'' پھر اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ○ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾ ''تجھے کس چیز نے بتایا کہ سجین کیا ہے۔ لکھی ہوئی کتاب ہے'' یعنی وہ کتاب جس میں ان کے اعمال خبیثہ مذکور ہیں۔ اَلسِّجِّین سے مراد تنگ جگہ ہے اور سجین، عِلِّیِّین کی ضد ہے جو کہ ابرار کی کتاب کا محل و مقام ہے، جیسا کہ اس کا بیان آئندہ صفحات میں آئے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سِجِّین ساتویں زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے جو کہ معاد میں فجار کا مستقر اور ٹھکانا ہے۔

﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔'' پھر مکذبین کو اس طرح واضح فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ جو یوم جزا کو جھٹلاتے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ ﴿ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ ﴾ ''اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے نکل جاتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ

کے محارم میں تجاوز کرنے والا' حلال کی حدود کو پھلانگ کر حرام میں داخل ہونے والا۔ ﴿ اَثِیْمٍ ﴾ یعنی بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ اس کا ظلم اور سرکشی اسے تکذیب پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے لیے تکبر اور حق کو رد کرنے کا موجب بنتی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا ﴾ ''جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں۔'' جو حق پر اور اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں جس کو رسول لے کر آئے ہیں تو گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نے ان آیات کو جھٹلایا اور ان سے عناد رکھا اور ﴿ قَالَ ﴾ کہنے لگا یہ تو ﴿ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔'' یعنی وہ تکبر اور عناد کی بنا پر کہتا ہے کہ یہ تو متقدمین کے جھوٹے قصے اور گزری ہوئی قوموں کی خبریں ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔

رہا وہ شخص جو انصاف پسند ہے اور اس کا مقصود بھی واضح حق ہے تو وہ قیامت کے دن کو نہیں جھٹلا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قطعی دلائل اور براہین قائم کیے ہیں جنھوں نے اسے حق الیقین بنا دیا ہے' ان کے دلوں کی بصیرت کے لیے یہ وہی حیثیت اختیار کر گیا ہے جو ان کی آنکھوں کے لیے سورج کی ہے۔ اس کے برعکس جس کے دل کو اس کے کسب نے زنگ آلود کر دیا اور اس کے گناہوں نے اس کو ڈھانپ لیا' وہ حق سے محجوب ہے۔ بنابریں اس کو یہ جزا دی گئی کہ جس طرح اس کا دل آیات الٰہی سے محجوب ہے' اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ سے محجوب رہے گا۔

﴿ ثُمَّ اِنَّهُمْ ﴾ پھر اس انتہائی عقوبت کے بعد وہ لوگ یقیناً ﴿ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴾ جہنم میں جھونکے جائیں گے' پھر زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''یہی ہے وہ چیز جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب کی تین انواع کا ذکر کیا ہے: (۱) جہنم کا عذاب (۲) زجر و توبیخ اور ملامت کا عذاب (۳) اور رب کائنات سے محجوب ہونے کا عذاب جو ان پر اس کی ناراضی اور غضب کو متضمن ہے اور یہ ان کے لیے جہنم کے عذاب سے بڑھ کر ہوگا۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف دلالت کرتا ہے کہ اہل ایمان قیامت کے روز جنت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے' وہ تمام لذات سے بڑھ کر اس دیدار سے لذت حاصل کریں گے۔ اس کے ساتھ ہم کلامی سے خوش ہوں گے اور اس کے قرب سے فرحت حاصل کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی متعدد آیات میں اس کا ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی نہایت تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

ان آیات میں گناہوں سے تحذیر ہے، کیونکہ ان کا اثر دل پر ہوتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ اسے ڈھانپ لیتے ہیں حتی کہ وہ اس کے نور کو ختم کر دیتے ہیں' اس کی بصیرت ختم کر دیتے ہیں' پھر انسان پر حقائق پلٹ جاتے ہیں۔ وہ باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھنے لگتا ہے اور یہ گناہوں کی سب سے بڑی سزا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

یقیناً! بلاشبہ نامۂ اعمال نیک لوگوں کا علیین میں ہے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے علیون؟ ○ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ○

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ

حاضر ہوتے ہیں اس پر مقرب (فرشتے) ○ بلاشبہ نیک لوگ البتہ نعمت (جنت) میں ہونگے ○ مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہونگے ○ آپ پہچانیں گے

فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ

انکے چہروں میں تازگی نعمت کی ○ وہ پلائے جائینگے خالص شراب مہر لگی ہوئی میں سے ○ اس کی مہر کستوری کی ہوگی

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾

اور اس میں پس چاہیے رغبت کریں رغبت کرنے والے ○ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی ○

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

یعنی ایک چشمہ ہے پئیں گے اس میں سے مقرب بندے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فجار کے اعمال نامے کا ذکر کرنے کے بعد کہ وہ سب سے نچلے اور سب سے تنگ مقام پر ہوگا' ابرار کے اعمال نامے کا ذکر کیا کہ ان کا اعمال نامہ سب سے بلند' نہایت وسیع اور سب سے کھلے مقام پر ہو گا۔ اور ان کی لکھی ہوئی کتاب ﴿ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾ کا مشاہدہ مکرم فرشتے' انبیا' صدیقین اور شہدا کی ارواح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ملأ اعلیٰ میں بلند آواز سے ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ ﴿ عِلِّيُّوْنَ ﴾ جنت کے بلند ترین حصے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ نعمتوں میں ہوں گے اور یہ قلب کی' روح کی' اور بدن کی نعمت کے لیے جامع نام ہے۔

﴿ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ﴾ یعنی نہایت خوبصورت بچھونوں سے آراستہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ﴿ يَنْظُرُوْنَ ﴾ ان نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں اور اپنے رب کریم کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

﴿ تَعْرِفُ ﴾ اے دیکھنے والے تو پہچان لے گا ﴿ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴾ ''ان کے چہروں پر نعمت کی خوبصورتی۔'' اس کی تر و تازگی اور اس کی رونق، کیونکہ لذتوں' مسرتوں اور فرحتوں کا پے در پے حاصل ہونا' چہرے کو نور' خوبصورتی اور خوشی عطا کرتا ہے۔ ﴿ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ ﴾ یہ رحیق تمام شرابوں میں سب سے عمدہ اور سب سے لذیذ شراب ہے جو انھیں پلائی جائے گی ﴿ مَّخْتُوْمٍ ﴾ یہ خالص شراب سر بمہر ہوگی ﴿ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ﴾ ''جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اس پر مہر لگی ہوگی' یعنی کوئی چیز اس میں داخل ہو کر' اس کی لذت کو کم اور اس کے ذائقے کو خراب نہیں کرے گی' یہ مہر جو اس پر لگی ہوئی ہوگی مشک کی مہر ہوگی۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ مشروب ہے جو آخر میں تلچھٹ کے طور پر اس برتن میں رہ جائے گا جس میں وہ خالص شراب پئیں گے اور یہ تلچھٹ مشک اذفر ہوگا' یہ تلچھٹ جس کے بارے میں دنیا میں عادت یہ ہے کہ

اسے گرادیا جاتا ہے' جنت میں اس کی یہ منزلت ہوگی۔

﴿ وَفِيْ ذٰلِكَ ﴾ یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمت میں جس کے حسن اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴾ پس مسابقت کرنے والوں کو اس نعمت تک پہنچانے والے عمل کے ذریعے سے اس کی طرف آگے بڑھنے میں مسابقت کرنی چاہیے۔ یہ اس چیز کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس میں نفیس سے نفیس مال خرچ کیا جائے اور یہ اس چیز کی بھی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس تک پہنچنے کے لیے بڑے بڑے لوگ باہم مزاحم ہوں۔

اور اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی اور یہ ایک چشمہ ہے۔ ﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾ ''جہاں سے صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہی پئیں گے۔'' اور یہ علی الاطلاق جنت کی اعلیٰ ترین شراب ہے' بنابریں یہ خالص صورت میں صرف مقربین کے لیے ہوگی جو مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ لوگ ہیں' اصحاب الیمین کے لیے آمیزش کے ساتھ ہوگی' یعنی خالص شراب وغیرہ دیگر لذیذ مشروبات کے ساتھ اس کی آمیزش ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے تھے وہ ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہنستے تھے ○ اور جب وہ گزرتے تھے ان (مسلمانوں) کے پاس سے

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ

تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے ○ اور جب وہ لوٹتے تھے اپنے اہل کی طرف تو لوٹتے دل لگی کرتے ہوئے ○ اور جب وہ (کافر) دیکھتے تھے انکو

قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تو کہتے تھے بلاشبہ یہ لوگ گمراہ ہیں ○ حالانکہ نہیں بھیجے گئے تھے وہ ان پر نگران بنا کر ○ پس آج' وہ لوگ جو ایمان لائے'

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَلْ

کافروں پر ہنس رہے ہوں گے ○ مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے ○ کیا

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

بدلہ دے دیے گئے کافر اس کا جو تھے وہ کرتے؟ ○

اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی جزا اور نیکو کاروں کی جزا کا ذکر کرنے اور ان کے درمیان جو عظیم تفاوت ہے اس کو بیان کرنے کے بعد آگاہ فرمایا کہ یہ مجرم دنیا میں اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے' ان کے ساتھ استہزا کرتے اور ان پر ہنستے تھے۔ جب اہل ایمان ان کے پاس سے گزرتے تو یہ مجرم حقارت اور عیب چینی کے ساتھ باہم اشارے کرتے تھے۔ بایں ہمہ آپ ان کو مطمئن دیکھیں گے خوف ان کے دل میں راہ نہیں پاتا۔

﴿ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ ﴾ ''اور جب وہ اپنے گھر کو لوٹتے۔'' یعنی صبح و شام ﴿ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴾ تو مسرور اور خوش و خرم لوٹتے۔ یہ سب سے بڑی فریب خوردگی ہے کہ انھوں نے دنیا میں برائی کو امن کے ساتھ اکٹھا

کر دیا‘ گویا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب یا عہد آ گیا ہے کہ وہ اہل سعادت ہیں، انھوں نے اپنے بارے میں حکم لگایا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں اور اہل ایمان گمراہ لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی اور بلا علم بات کہنے کی جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ﴾ یعنی ان کو اہل ایمان پر وکیل اور ان کے اعمال کی حفاظت کا ذمے دار بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ وہ ان پر گمراہی کا بہتان لگانے کی حرص رکھیں اور یہ ان کی طرف سے محض عیب جوئی‘ عناد اور محض کھیل تماشا ہے‘ اس کی کوئی دلیل ہے نہ برہان‘ اس لیے آخرت میں ان کی جزا ان کے عمل کی جنس میں سے ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَالْيَوْمَ﴾ یعنی قیامت کے دن ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾ ”مومن کافروں سے ہنسی کریں گے۔“ جب وہ ان کو عذاب کی سختیوں میں چلتے پھرتے دیکھیں گے اور وہ سب کچھ جا چکا ہوگا جو وہ بہتان طرازی کیا کرتے تھے‘ تب ان کی ہنسی اڑائیں گے۔

اہل ایمان انتہائی راحت و اطمینان میں ﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾ آراستہ اور مزین پر بیٹھے پلنگوں ﴿يَنْظُرُوْنَ﴾ ان نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں‘ نیز اپنے رب کریم کے چہرے کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ کیا ان کو ان کے عمل کی جنس میں سے جزا دی گئی؟ جس طرح انھوں نے دنیا کے اندر مومنوں کی ہنسی اڑائی‘ ان پر گمراہی کا بہتان لگایا‘ آخرت میں جب مومن ان کو عذاب میں جو ان کی گمراہی اور ضلالت کی سزا ہے‘ مبتلا دیکھیں گے تو وہ بھی ان کی ہنسی اڑائیں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس کی حکمت کی بنا پر‘ کفار کو اپنے افعال کا پورا بدلہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔

تفسیر سورۃ الانشقاق

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ (٨٤) مَكِّيَّةٌ (٨٣) — اٰيَاتُهَا ٢٥ — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾

جب آسمان پھٹ جائیگا ○ اور وہ کان لگائے ہوئے ہے اپنے رب (کے حکم) کیلئے اور اس کے لائق یہی ہے ○ اور جب زمین پھیلا دی جائیگی ○

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿٤﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

اور وہ ڈال دے گی جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائیگی ○ اور وہ کان لگائے ہوئے ہے اپنے رب کیلئے اور اس کے لائق بھی یہی ہے ○ اے انسان! بلاشبہ تو

كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿٦﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ

سخت محنت کر رہا ہے اپنے رب کی طرف خوب محنت‘ سو (تو) اس کو ملنے والا ہے ○ پس لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا اعمال نامہ اپنے دائیں ہاتھ میں ○ تو عنقریب

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ

اس سے حساب لیا جائے گا حساب آسان ○ اور وہ لوٹے گا اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی ○ اور لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا اعمال نامہ

وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ

پیچھے پیٹھ اپنی کے ○ تو ضرور وہ پکارے گا ہلاکت کو ○ اور داخل ہوگا وہ بھڑکتی آگ میں ○ بلاشبہ وہ تھا (دنیا میں) اپنے اہل (وعیال) میں

مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

خوش ○ بلاشبہ اس نے سمجھا تھا کہ ہرگز نہیں لوٹ کر جائیگا وہ (اللہ کی طرف) ○ کیوں نہیں! بلاشبہ اسکا رب تھا اس کو دیکھنے والا ○

قیامت کے دن بڑے بڑے اجرام فلکی میں جو تغیرات آئیں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جائے گا' اس کے ستارے بکھر جائیں گے اور اس کے سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے۔ ﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا﴾ اور وہ اپنے رب کے حکم کو غور سے سنے گا' اس پر کان لگائے گا اور اس کے خطاب کو سنے گا اور اس پر لازم بھی یہی ہے، کیونکہ وہ اس عظیم بادشاہ کے دست تسخیر کے تحت مسخر اور مُدَبَّر ہے جس کے حکم کی نافرمانی کی جاسکتی ہے نہ اس کے فیصلے کی مخالفت۔

﴿وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ﴾ ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔'' یعنی زمین کانپے گی اور ڈر جائے گی' اس کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس پر موجود عمارتیں اور علامتیں ڈھا دی جائیں گی اور زمین کو ہموار اور برابر کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ زمین کو اس طرح پھیلا دے گا جس طرح چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے حتی کہ وہ بہت وسیع ہو جائے گی، جس میں (اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کتاب کے لیے) کھڑے ہونے کے لیے لوگوں کی کثرت کے باوجود پوری گنجائش ہوگی۔ پس زمین ہموار چٹیل میدان بن جائے گی جس میں تجھے کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آئے گا۔ ﴿وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا﴾ ''اور جو کچھ اس میں ہے' اسے نکال کر ڈال دے گی۔'' یعنی تمام مردوں اور (مدفون) خزانوں کو باہر نکال پھینکے گی ﴿وَتَخَلَّتْ﴾ اور ان سے خالی ہو جائے گی، کیونکہ جب صور پھونکا جائے گا تو تمام مردے قبروں سے نکل کر سطح زمین پر آجائیں گے' زمین اپنے خزانوں کو نکال باہر کرے گی اور وہ ایک بہت بڑے ستون کے مانند ہوں گے جن کا مخلوق مشاہدہ کرے گی اور جس چیز کے لیے وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے' اس پر حسرت کا اظہار کریں گے۔

﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ ''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور اسی کے لائق وہ ہے۔ اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام اور محنتیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی طرف جانے میں کوشاں ہو' اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہو' بھلائی کے ذریعے سے یا برائی کے ذریعے سے اس کے قریب ہو رہے ہو۔ پھر قیامت کے

دن تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے۔ پس تم اس کی طرف سے فضل کے ساتھ یا عدل کے ساتھ جزا سے محروم نہیں ہو گے۔ اگر تم خوش بخت نکلے تو جزا فضل پر مبنی ہو گی اور اگر تم بدبخت نکلے تو سزا عدل پر مبنی ہو گی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے جزا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ﴾ ''پس جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔'' یہ خوش بخت لوگ ہیں ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ ''تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کے حضور آسان پیشی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کرائے گا حتیٰ کہ بندہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: میں دنیا میں تیرے گناہوں کو چھپاتا تھا اور آج بھی تیرے گناہوں کو چھپاؤں گا۔ ﴿وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ﴾ اور وہ جنت میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا ﴿مَسْرُورًا﴾ ''خوش ہو کر۔'' کیونکہ اس نے عذاب سے نجات حاصل کی اور ثواب سے فوز یاب ہوا۔

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ﴾ اور جس کو نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں اور اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا ﴿فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا﴾ یعنی جب وہ اپنے اعمال بد جو اس نے (دنیا میں آخرت کے لیے) آگے بھیجے تھے اور ان سے توبہ نہیں کی تھی' اپنے اعمال نامے میں موجود پائے گا تو رسوائی اور فضیحت سے موت کو پکارے گا ﴿وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا﴾ ''اور دوزخ میں داخل ہو گا۔'' یعنی جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اسے ہر جانب سے گھیر لے گی اور اس کے عذاب پر اسے الٹ پلٹ کرے گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دنیا میں ﴿كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾ ''اپنے گھر والوں میں مسرور رہتا تھا۔'' اس کے دل میں حیات بعد الممات کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ اس نے برائی کا اکتساب کیا اور اسے یقین نہ تھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا اور اس کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ ﴿بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا﴾ ''ہاں ہاں اس کا رب اس کو دیکھ رہا تھا۔'' پس یہ اچھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے بے کار چھوڑ دے' اس کو حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے اور اسے ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ

پس قسم کھاتا ہوں میں شفق کی ○ اور رات کی اور جو کچھ وہ جمع کرتی (سمیٹتی) ہے ○ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاتا ہے ○ یقیناً تم ضرور سوار ہو گے (پہنچو گے)

طَبَقًا عَن طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ

ایک حال پر بعد دوسرے حال کے ○ پس کیا ہے ان (کافروں) کو کہ نہیں ایمان لاتے وہ؟ ○ اور جب پڑھا جاتا ہے ان پر قرآن

لَا يَسْجُدُونَ ۩ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٢﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٣﴾ السجدة ١٣

تو نہیں سجدہ کرتے وہ ○ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے ہیں ○ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں ○

فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٥﴾ ع

پس خوشخبری دے دیجیے انکو عذاب دردناک کی ○ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے نیک' ان کیلئے اجر ہے نہ ختم ہونیوالا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر رات کی نشانیوں کی قسم کھائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شفق کی قسم کھائی جو سورج کی باقی ماندہ روشنی ہے جس سے رات کا افتتاح ہوتا ہے۔ ﴿ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴾ ''اور رات کی اور ان چیزوں کی قسم جن کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے۔'' یعنی جو حیوانات وغیرہ کو اکٹھا کرتی ہے ﴿ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴾ اور چاند کی جب چاند ماہ کامل بن جانے پر نور سے لبریز ہو جائے۔ اس وقت چاند خوبصورت ترین اور انتہائی منفعت بخش ہوتا ہے۔ جس پر قسم کھائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ ﴾ اے لوگو! تم گزرتے ہو ﴿ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ ''متعدد اور متباین اطوار و احوال میں سے۔'' یعنی نطفے سے جمے ہوئے خون کی حالت تک اور بوٹی سے روح پھونکے جانے تک، پھر بچہ ہوتا ہے، بچے سے لڑکا اور پھر ممیز لڑکا بن جاتا ہے، پھر اس پر تکلیف اور امر و نہی کا قلم جاری ہوتا ہے، پھر وہ مر جاتا ہے، پھر اسے اس کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ بندے پر گزرنے والے یہ مختلف مراحل، دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود ہے۔ وہ اکیلا ہی اپنی حکمت و رحمت سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے، نیز یہ کہ بندہ محتاج اور عاجز اور غالب و مہربان کے دست تدبیر کے تحت ہے۔

بایں ہمہ بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴾ ''اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔'' یعنی قرآن کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں نہ اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴾ بلکہ کفار حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس سے عناد رکھتے ہیں، اس لیے قرآن پر ان کا عدم ایمان اور قرآن کے لیے ان کی عدم اطاعت کوئی انوکھی بات نہیں، کیونکہ عناد کی بنا پر حق کی تکذیب کرنے والے کے لیے اس بارے میں کوئی حیلہ نہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴾ یعنی جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں یا وہ اپنی نیت میں چھپاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ اور ظاہری اعمال کو جانتا ہے۔ پس عنقریب وہ انھیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''پس انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔'' بشارت کو بشارت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مسرت اور غم کے اعتبار سے جلد پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ ہے اکثر لوگوں کا حال، قرآن کی تکذیب اور اس پر عدم ایمان کے اعتبار سے۔

لوگوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اس چیز کو قبول کر لیا جو رسول لے کر آئے، پس وہ ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ یہی وہ لوگ ہیں ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ جن کے لیے بے انتہا، یعنی کبھی بھی منقطع نہ ہونے والا اجر بلکہ دائمی اجر ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے تصور ہی میں اس کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔

تفسیر سورۃ البروج

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ (٨٥) مَكِّيَّةٌ (٢٧) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٢٢ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے آسمان برجوں والے کی○ اور وعدہ دیے ہوئے دن کی○ اور حاضر ہونے والے (یوم جمعہ) اور حاضر کیے ہوئے (یوم عرفہ) کی○ ہلاک کیے گئے

الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

خندقوں والے○ (یعنی) آگ تھی ایندھن والی○ جب کہ وہ اس پر بیٹھے تھے○ اور وہ اس کو جو کچھ وہ کر رہے تھے مومنوں کے ساتھ

شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

دیکھ رہے تھے○ اور نہیں انتقام لیا انہوں نے ان سے مگر اس بات کا کہ وہ ایمان لائے تھے اللہ پر جو زبردست، قابل تعریف ہے○ وہ ذات کہ اسی کیلئے ہے بادشاہی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

آسمانوں اور زمین کی' اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے○ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے تکلیفیں دیں مومن مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور مومن عورتوں کو پھر نہ توبہ کی انہوں نے تو ان کیلئے عذاب ہے جہنم کا اور ان کے لیے عذاب ہے جلانے والا○ بلاشبہ وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ

جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک' ان کیلئے ایسے باغات ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں' یہی ہے کامیابی بہت بڑی○ بلاشبہ

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾

پکڑ آپکے رب کی نہایت سخت ہے○ بیشک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا○ اور وہی ہے بڑا بخشنے والا' بہت محبت کرنیوالا○

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ

عرش کا مالک' اونچی شان والا○ کر گزرنے والا ہے جو وہ چاہتا ہے○ کیا آئی ہے آپکے پاس بات لشکروں کی؟○ (یعنی) فرعون

وَثَمُوْدَ ؕ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ﴿۲۰﴾

اور ثمود کی○ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تکذیب میں (لگے ہوئے) ہیں○ اور اللہ ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہے○

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ ع ۲۲ ۱۰

بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے○ (لکھا ہوا ہے) لوح محفوظ میں○

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ ''برجوں والے آسمان کی قسم۔'' یعنی جو منازل والا ہے اور جو سورج' چاند اور ان کواکب کی منازل پر مشتمل ہے جو اپنے چلنے میں کامل ترین ترتیب اور ایسے نظام میں منسلک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت و رحمت اور وسعت علم پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾ ''اور وعدے کے دن کی۔'' یہ قیامت کا دن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس دن انھیں اکٹھا کرے گا' چنانچہ ان کے اوّل و آخر اور دور و نزدیک کے تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا' اس دن کا بدلنا ممکن ہے نہ اللہ

تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی ہی کرتا ہے۔ ﴿ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴾ یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اس وصف سے متصف ہے، یعنی دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا، حاضر ہونے والا اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے، بصیرت سے دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا۔

یہاں جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں، ظاہر حکمتیں اور بے پایاں رحمت جن کو یہ قسم متضمن ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴾ ”ہلاک کردیے جائیں خندق (کھودنے) والے۔“ یہ ان کے لیے ہلاکت کی بددعا ہے۔ ﴿ الْاُخْدُوْدِ ﴾ سے مراد وہ گڑھے ہیں جو زمین میں کھودے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب الاخدود (گڑھوں والے) کافر تھے اور ان کے ہاں کچھ اہل ایمان بھی تھے۔ کفار نے ان کو اپنے دین میں داخل کرنا چاہا، اہل ایمان نے اس سے انکار کردیا۔ کفار نے زمین میں بڑے بڑے گڑھے بنائے، ان کے اندر آگ جلائی اور ان کے اردگرد بیٹھ کر اہل ایمان کو آگ پر پیش کر کے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ پس ان میں جس کسی نے ان کفار کی بات مان لی، اس کو چھوڑ دیا گیا اور جو اپنے ایمان پر ڈٹا رہا، اس کو آگ میں پھینک دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے گروہ اہل ایمان کے خلاف انتہا کو پہنچی ہوئی محاربت ودشمنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کو ہلاک کر ڈالا اور ان کو وعید سنائی، چنانچہ فرمایا: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴾ پھر ﴿ الْاُخْدُوْدِ ﴾ کی تفسیر اپنے اس ارشاد سے کی: ﴿ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴾ ”وہ ایک آگ تھی ایندھن والی جبکہ وہ لوگ اس کے اردگرد بیٹھے تھے اور مسلمانوں کیساتھ جو کررہے تھے اس کا تماشا کررہے تھے۔“ یہ بدترین جبر اور قساوت قلبی ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی، ان کے ساتھ عناد رکھا اور ان آیات پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف محاربت کی اور اس قسم کے عذاب کے ذریعے سے ان کے لیے تعذیب کو جمع کردیا جن سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں، نیز یہ کہ جب اہل ایمان کو آگ کے ان گڑھوں میں ڈالا گیا تو یہ اس وقت موجود تھے اور حال یہ تھا کہ وہ اہل ایمان پر ان کی صرف اس حالت کی بنا پر ناراض تھے جس پر وہ قابل ستائش تھے اور جس سے ان کی سعادت وابستہ تھی، یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو غالب اور قابل تعریف ہے، یعنی جو اس غلبے کا مالک ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ اپنے اقوال و افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔

﴿ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ زمین وآسمان کی تخلیق اور ان کے اللہ تعالیٰ کے غلام ہونے کے اعتبار سے سب پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے، وہ ان میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے علم، سمع وبصر کی بنا پر ہر چیز پر گواہ ہے۔ پس اس کے خلاف سرکشی اختیار کرنے والے یہ کفار، اس

بات سے کیوں نہ ڈرے کہ غالب اور قدرت رکھنے والا ان کو پکڑ لے گا کیا ان سب کو علم نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی کو کسی پر کوئی اختیار نہیں؟ یا ان پر یہ حقیقت مخفی رہ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا؟ ہرگز نہیں! کافر دھوکے میں پڑا ہوا ہے اور جاہل اندھے پن کا شکار اور سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہی میں مبتلا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سنائی' ان کے ساتھ وعدہ کیا اور ان کے سامنے توبہ پیش کی' چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور پھر توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی۔'' یعنی جلانے والا نہایت سخت عذاب ہوگا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس جودوکرم کی طرف دیکھو' انھوں نے اس کے اولیا اور اس کے اہل اطاعت بندوں کو قتل کیا اور وہ ان کو توبہ کی طرف بلا رہا ہے۔ ظالموں کے لیے سزا کا ذکر کرنے کے بعد' مومنوں کے لیے ثواب کا ذکر کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ بے شک وہ لوگ جو اپنے دل سے ایمان لائے ﴿ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴾ اور اپنے جوارح سے نیک عمل کرتے رہے ﴿ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴾ ''ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔'' جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی تکریم واکرام کے گھر کے حصول سے فوزیاب ہوں گے۔

﴿ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴾ بے شک اہل جرائم اور بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے اس کی سزا بڑی سخت ہے اور وہ ظالموں کی گھات میں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴾ (هود: ١١/ ١٠٢) ''اور جب تیرا رب بستیوں کو پکڑتا ہے' اس حال میں کہ وہ ظلم کریں تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے' بے شک اس کی پکڑ بڑی ہی دردناک ہے۔''

﴿ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴾ یعنی وہ تخلیق کی ابتدا کرنے اور اس کا اعادہ کرنے میں متفرد ہے' اس میں کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ ﴿ وَهُوَ الْغَفُورُ ﴾ وہ اس شخص کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اس کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے جو ان برائیوں کی بخشش طلب کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ﴿ الْوَدُودُ ﴾ جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے' ایسی محبت جو کسی چیز کے مشابہ نہیں۔ جیسے صفات جلال و جمال اور معانی وافعال میں کوئی چیز مشابہ نہیں' اسی طرح اس کی مخلوق میں سے اس کے خاص بندوں کے دلوں میں اس کی محبت' اسی کے تابع ہے' محبت کی مختلف انواع اس محبت سے مشابہت نہیں رکھتیں' اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت عبودیت کی اصل ہے اور یہ وہ محبت ہے جو تمام محبتوں پر مقدم اور سب پر غالب ہے۔ اگر دوسری محبتیں اس محبت کے تابع نہ ہوں تو یہ محبتیں اہل محبت کے لیے عذاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ وَدُود ہے وہ اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ﴾ (المائدة: ٥٤/٥) ''اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔'' اور اَلْمَوَدَّة خالص اور صاف محبت کو کہتے ہیں۔

اس میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ الْوَدُودُ ﴾ کو ﴿ الْغَفُورُ ﴾ کے ساتھ مقرون بیان کیا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ گناہ گار جب اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مودّت ان کی طرف نہیں لوٹتی، جیسا کہ بعض مغالطہ انگیزوں کا قول ہے۔

بلکہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری پر اس کا کھانا پینا اور دیگر سامان ہو اور ایک ہلاکت خیز بیابان میں اس کی وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ سواری (کی بازیابی) سے مایوس ہو کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ جائے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ وہ ابھی اسی حال میں ہو کہ وہ کیا دیکھے کہ سواری اس کے سر پر کھڑی ہے۔ پس وہ اس کی مہار تھام لے (اس سواری کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہے) پس اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے حمد و ثنا اور خالص محبت۔ اس کی بھلائی کتنی عظیم، اس کی نیکی کتنی زیادہ، اس کا احسان کس قدر بے پایاں اور اس کی نوازشیں کتنی وسیع ہیں۔

﴿ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴾ یعنی عرش عظیم کا مالک ہے، جس عرش کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور کرسی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کرسی کی عرش کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوئے حلقے (کڑے) کی نسبت زمین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کا ذکر خاص طور پر اس کی عظمت کی وجہ سے کیا، نیز عرش کو تمام مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی خصوصیت حاصل ہے۔

زیر کی قراءت کی صورت میں [اَلْمَجِيدِ] عرش کی نعت ہے اور رفع کی قراءت کی صورت میں یہ اللہ کی نعت ہے اور مَجْدٌ اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت کو کہتے ہیں۔

﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴾ وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے: ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں کہ وہ جو کچھ چاہے کر لے۔ اگر مخلوق کسی چیز کا ارادہ کرتی ہے تو لازمی طور پر اس کے ارادے کے کچھ معاون ہوتے ہیں اور کچھ اس سے روکنے والے ہوتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کا کوئی معاون ہے نہ مانع۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان افعال کا ذکر فرمایا جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جسے انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ فرمایا: ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴾ ''کیا آپ کو لشکروں کا حال معلوم نہیں ہوا ہے۔ فرعون اور

ثمود کا؟'' انھوں نے رسولوں کو کیسے جھٹلایا؟ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ﴿ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴾ بلکہ کفار تکذیب اور عناد پر جمے ہوئے ہیں۔ آیات الٰہی ان کو کوئی فائدہ دیتی ہیں نہ نصیحتیں ان کے کسی کام آتی ہیں ﴿ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت سے ان کا احاطہ کر رکھا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ (الفجر: ١٤/٨٩) ''بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔'' ان آیات کریمہ میں کافروں کے لیے عقوبت کی سخت وعید ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔

﴿ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴾ ''بلکہ یہ قرآن بڑی شان والا ہے۔'' یعنی وہ نہایت وسیع اور عظیم معانی اور بہت زیادہ علم اور خیر والا ہے ﴿ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴾ یعنی وہ تغیر و تبدیلی اور کمی بیشی سے محفوظ ہے اور شیاطین سے بھی محفوظ ہے۔ وہ لوح محفوظ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز درج کر رکھی ہے۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم کی جلالت' عمدگی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی رفعت شان اور قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ أعلم.

تفسیر سورۃ الطارق

سُورَةُ الطَّارِقِ (٨٦) مَكِّيَّةٌ (٣٦) — آیاتھا ١٧ — رکوعھا ١

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۞١ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۞٢ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۞٣ إِن كُلُّ نَفْسٍ

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے رات کو نمودار ہونے والا؟○ (وہ) ستارہ ہے چمکنے والا○ نہیں کوئی نفس بھی

لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۞٤ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۞٥ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ۞٦ يَخْرُجُ

مگر اس پر ہے ایک محافظ○ پس چاہیے کہ دیکھے انسان کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ○ پیدا کیا گیا ہے پانی اچھلنے والے سے○ وہ نکلتا ہے

مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۞٧ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۞٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۞٩

پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان میں سے○ بلاشبہ وہ (اللہ) اس (انسان) کے لوٹانے پر قادر ہے○ جس دن ظاہر کیے جائیں گے راز○

فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۞١٠ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۞١١ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۞١٢

تو نہ ہوگی اس کے لیے کوئی قوت اور نہ کوئی مددگار○ قسم ہے آسمان بار بار بارش لانے والے کی○ اور زمین پھٹنے والی کی○

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۞١٣ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۞١٤ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۞١٥ وَأَكِيدُ

بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ قول فیصل ہے○ اور نہیں وہ ہنسی مذاق○ بلاشبہ وہ (کافر) تدبیر کرتے ہیں ایک تدبیر○ اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں

كَيْدًا ۞١٦ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۞١٧ ع

ایک تدبیر○ پس مہلت دیجیے کافروں کو مہلت دینا تھوڑی سی○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ﴾ ''آسمان اور طارق کی قسم!'' پھر ﴿ الطَّارِقُ ﴾ کی تفسیر بیان کرتے

ہوئے فرمایا: ﴿ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴾ یعنی روشن ستارہ، جس کی روشنی آسمانوں میں سوراخ کر دیتی ہے، آر پار چھید بن جاتا ہے حتی کہ زمین سے دکھائی دیتا ہے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ یہ اسم جنس ہے جو تمام روشن ستاروں کو شامل ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ''زحل'' ہے جو ساتوں آسمانوں کو چھید کر سوراخ کر دیتا ہے اور ان میں سے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کو ﴿ الطَّارِقِ ﴾ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴾ ''ہر متنفس پر نگہبان مقرر ہے۔'' جو نفس کے اچھے برے اعمال کو محفوظ کرتا ہے اور ہر نفس کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی جسے اس کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

﴿ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴾ یعنی انسان کو اپنی تخلیق اور اس کی ابتدا پر غور کرنا چاہیے۔ ﴿ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴾ ''پیدا کیا گیا ہے وہ اچھلتے ہوئے پانی سے۔'' اس سے مراد منی ہے ﴿ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴾ ''جو نکلتی ہے پیٹھ اور سینے کے بیچ سے۔'' اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ (یہ منی) مرد کی صلب سے اور عورت کے سینے، یعنی اس کی چھاتی سے نکلتی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اچھل کر نکلنے والی منی جو کہ مرد کی منی ہے، اس کا مقام، جہاں سے وہ نکلتی ہے، صلب اور سینے کے درمیان ہے۔

شاید یہی معنی زیادہ صحیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اچھل کر نکلنے والے پانی (منی) کا وصف بیان کیا ہے جس کو محسوس کیا جاتا ہے اور اس کے اچھل کر باہر نکلنے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ مرد کی منی ہے۔ اسی طرح ﴿ التَّرَائِبِ ﴾ کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ مرد کا سینہ بمنزلہ عورت کی چھاتیوں کے ہے۔ اگر یہاں عورت مراد ہوتی تو کہا جاتا (بَيْنَ الصُّلْبِ وَالثَّدْيَيْنِ) پیٹھ اور دونوں پستانوں کے درمیان وغیرہ۔ و اللہ أعلم

پس جس ہستی نے انسان کو اچھل کر نکلنے والے پانی سے وجود بخشا جو اس مشکل مقام سے خارج ہوتا ہے، وہ آخرت میں اسے پیدائش کی طرف لوٹانے، قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا کے لیے اس کی تخلیق کا اعادہ کرنے پر قادر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اچھل کر نکلنے والے پانی کو واپس صلب میں لوٹانے پر قادر ہے۔ یہ معنی اگرچہ صحیح ہیں مگر آیت کریمہ سے یہ معنی مراد نہیں، کیونکہ اس کے بعد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴾ اس دن سینے کے بھید جانچے جائیں گے اور دلوں میں جو اچھائی یا برائی ہے وہ سب چہروں کے صفحات پر آشکارا ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾ (آل عمران: ۳/۱۰۶) ''جس روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔'' دنیا کے اندر بہت سی چیزیں پوشیدہ رہتی تھیں اور لوگوں کے سامنے عیاں نہیں ہوتی تھیں۔ قیامت کے روز تو ابرار کی نیکی اور فاجروں کا فسق و فجور صاف ظاہر ہوں گے اور علانیہ امور بن جائیں گے۔

﴿ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ ﴾ یعنی اس کے پاس اپنی طاقت نہیں ہوگی جس کے ذریعے سے وہ مدافعت کر سکے ﴿ وَّلَا نَاصِرٍ ﴾ اور نہ خارج سے کوئی مددگار ہوگا جس سے مدد لے سکے۔ عمل کرنے والوں پر یہ قسم' ان کے عمل کرنے کے وقت اور ان کی جزا و سزا کے وقت ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری قسم کھائی جو قرآن کی صحت پر ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴾ ''بارش والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم!'' یعنی آسمان ہر سال بارش لے کر لوٹتا ہے' زمین نباتات کے اگنے کے لیے شق ہوتی ہے' پس اس پر انسان اور حیوانات زندہ رہتے ہیں' نیز آسمان ہر وقت قضا و قدر اور شئون الٰہیہ کے ساتھ لوٹتا ہے اور (قیامت کے روز) مردوں سے زمین شق ہو جائے گی۔

﴿ اِنَّهٗ ﴾ بلاشبہ یہ قرآن کریم ﴿ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴾ حق اور صدق' بیّن اور واضح ہے ﴿ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴾ یہ بے ہودہ کلام نہیں، بلکہ سنجیدہ کلام ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جو مختلف گروہوں اور مختلف مقالات کے مابین فیصلہ کرتا ہے اور مختلف خصومات میں امتیاز کرتا ہے۔

﴿ اِنَّهُمْ ﴾ یعنی رسول ﷺ اور قرآن کریم کی تکذیب کرنے والے ﴿ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴾ ''سازشیں کرتے ہیں۔'' تاکہ اپنی سازش کے ذریعے سے حق کو روک دیں اور باطل کی مدد کریں ﴿ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴾ اور حق کو غالب کرنے کے لیے میں چال چلتا ہوں' خواہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے تاکہ باطل کو روکا جائے جسے یہ لے کر آئے ہیں اور اس سے معلوم ہو جائے کہ کون غالب ہے؟ کیونکہ انسان بہت کمزور اور حقیر ہے کہ اپنے سے زیادہ طاقت رکھنے والے اور اپنی چال سازی میں زیادہ مہارت اور علم رکھنے والے پر غالب آسکے۔ ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴾ یعنی کافروں کو تھوڑی سی مہلت دو پس عنقریب جب ان کو عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا تو انھیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔

تفسیر سورۃ الاعلیٰ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى (۸۷) مَكِّيَّةٌ (۸) | آیاتها ۱۹ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝

آپ تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو سب سے بلند تر ہے ○ وہ جس نے پیدا کیا پس ٹھیک ٹھیک بنایا ○ اور وہ جس نے اندازہ کیا، پھر ہدایت دی ○

وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝

اور وہ ذات جس نے نکالا (زمین سے) چارہ ○ پھر کر دیا اس کو خشک چورا سیاہ ○ عنقریب ہم پڑھائیں گے آپ کو (قرآن) پس نہیں بھولیں گے آپ ○

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ؕ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ۚۖ فَذَكِّرْ

سوائے اسکے جو چاہے اللہ بلاشبہ وہ جانتا ہے ظاہر کو اور اسکو جو مخفی ہے ○ اور ہم توفیق دینگے آپکو آسان (راستے) کی ○ پس آپ نصیحت کیجیے

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ؕ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ۙ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١١ۙ الَّذِيْ يَصْلَى

اگر نفع دے نصیحت ○ ضرور نصیحت حاصل کرے گا وہ جو ڈرتا ہے ○ اور دور رہے گا اس سے بد بخت ○ وہ جو داخل ہو گا

النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ۚ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝١٣ؕ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝١٤ۙ

بہت بڑی آگ میں ○ پھر نہ مرے گا وہ اس میں اور نہ جیے گا ○ تحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جو پاک ہوا ○

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٦ۖ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

اور اس نے یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ○ بلکہ تم ترجیح دیتے ہو حیات دنیا کو ○ جب کہ آخرت بہت بہتر

وَّاَبْقٰى ۝١٧ؕ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٨ۙ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩ؑ

اور زیادہ پائیدار ہے ○ بلاشبہ یہ (بات) پہلے صحیفوں میں ہے ○ (یعنی) صحیفوں میں ابراہیم اور موسیٰ کے ○

اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح و تنزیہہ کا حکم دیتا ہے جو اس کے ذکر، اس کی عبادت، اس کے جلال کے سامنے سرافگندہ اور اس کی عظمت کے سامنے فروتن ہونے کو متضمن ہے، نیز تسبیح ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لائق ہے، یعنی اس کے اسمائے حسنیٰ وعالیہ کا اس اسم سے ذکر جس کے معنی اچھے اور عظیم ہوں۔ اس کے افعال کا ذکر کیا جائے، ان افعال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، ان کو درست کیا، یعنی نہایت مہارت کے ساتھ ان کو اچھی طرح تخلیق کیا۔

﴿ وَالَّذِيْ قَدَّرَ ﴾ اس نے اندازہ مقرر کر دیا جس کی تمام مقدرات پیروی کرتی ہیں ﴿ فَهَدٰى ﴾ اور اس کی طرف تمام مخلوقات کی راہنمائی کی، یہ ہدایت عام ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس کے مصالح کی راہ دکھائی ہے اور اس میں اس کی تمام دنیاوی نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے نباتات اور سرسبز گھاس کی مختلف اصناف اگائیں، جنھیں انسان، چوپائے اور تمام حیوانات کھاتے ہیں۔ پھر اس نباتات وغیرہ کا جتنا جوبن مقدر ہوتا ہے، اس کے مکمل کر لینے کے بعد، نباتات اور سبز گھاس کو خشک کر دیتا ہے۔ ﴿ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴾ ''پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس نباتات کو چورا چورا اور بوسیدہ بنا دیتا ہے اور اس میں وہ دینی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی اصل اور اس کے مادے یعنی قرآن کا ذکر کر کے احسان جتلایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴾ ہم نے آپ کی طرف جو کتاب وحی کی ہے، اسے محفوظ کر دیں گے اور آپ کے قلب کو یاد کرا دیں گے۔ پس آپ اس میں سے کچھ بھی نہیں بھولیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے

بندے اور رسول، محمد مصطفی ﷺ کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا علم عطا کرے گا جسے آپ کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ ﴿ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ﴾ ”مگر جو اللہ چاہے۔“ اور اس کی حکمت تقاضا کرے کہ کسی مصلحت اور حکمت بالغہ کی بنا پر آپ کو فراموش کرا دے ﴿ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ﴾ ”بے شک وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔“ اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کیا درست ہے اس لیے وہ جو چاہتا ہے مشروع کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

﴿ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى ﴾ یہ ایک اور خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو آپ کے تمام امور میں آسانی مہیا فرمائے گا اور آپ کے دین اور شریعت کو آسان بنائے گا۔ ﴿ فَذَكِّرْ ﴾ پس آپ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہیے ﴿ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى ﴾ ”اگر نصیحت فائدہ دے۔“ یعنی جب تک کہ تذکیر قابل قبول اور نصیحت سنی جاتی ہو خواہ اس نصیحت سے پورا مقصد حاصل ہوتا ہو یا اس کا کچھ حصہ۔ آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر نصیحت فائدہ نہ دے یعنی جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ شر میں اور بڑھ جائے یا اس میں بھلائی کم ہو جائے تو آپ نصیحت پر مامور نہیں بلکہ تب آپ نصیحت نہ کرنے پر مامور ہیں۔

پس نصیحت کے ضمن میں لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں: نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے اور نصیحت سے فائدہ نہ اٹھانے والے۔ رہے فائدہ اٹھانے والے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے: ﴿ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَى ﴾ ”جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ نصیحت حاصل کرے گا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعمال کی جزا و سزا دینے پر اس کی قدرت کا علم بندے کے لیے ان امور سے باز رہنے کا موجب بنتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور بھلائی کے امور میں سعی کا موجب بنتا ہے۔

رہے وہ لوگ جو نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ○ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ﴾ ”اور بدبخت پہلو تہی کرے گا جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔“ اور یہ بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں سے لپٹ جائے گی۔ ﴿ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ﴾ ”جہاں پھر نہ وہ مرے گا نہ جیے گا۔“ یعنی ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا اس میں کوئی راحت ہوگی نہ استراحت حتی کہ وہ موت کی تمنا کریں گے مگر موت ان کو نہیں آئے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ﴾ (فاطر: ۳۵/۳۶) ”نہ ان کو موت آئے گی کہ مر جائیں، نہ جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ﴾ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، شرک، ظلم اور برے اخلاق سے اس کی تطہیر کی، اس نے نفع اٹھایا اور فوز یاب ہوا ﴿ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ﴾ ”اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔“ یعنی جو ذکر الٰہی سے متصف ہوا اور اس کا قلب ذکر الٰہی کے رنگ میں ڈوب گیا تو یہ ان اعمال کا موجب بنتا ہے

جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، خاص طور پر نماز جو ایمان کی میزان ہے۔ یہ ہیں آیت کریمہ کے معنی۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ تَزَكّٰى ﴾ کے معنی یہ کرتا ہے کہ اس نے زکوٰۃ فطر دی اور ﴿ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴾ سے مراد عید کی نماز ہے، تو یہ اگرچہ لفظ کے (عمومی) معنی میں داخل ہے اور اس کی جزئیات میں سے ہے مگر صرف یہی ایک معنی نہیں ہیں۔

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ یعنی تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم رکھتے ہو اور آخرت کے مقابلے میں ختم ہونے والی، ملذ ذ کرنے والی اور زائل ہو جانے والی نعمتوں کو ترجیح دیتے ہو ﴿ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ حالانکہ آخرت ہر وصف مطلوب میں دنیا سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، کیونکہ آخرت دار الخلد اور دار البقا ہے اور دنیا دار الفنا ہے اور ایک عقل مند مومن عمدہ کے مقابلے میں ردی کو منتخب کرے گا نہ ایک گھڑی کی لذت کے لیے ابدی رنج وغم کو خریدے گا۔ پس دنیا کی محبت اور اس کو آخرت پر ترجیح دینا ہر گناہ کی جڑ ہے۔

﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ''بے شک یہ۔'' یعنی وہ اوامر حسنہ اور اخبار مستحسنہ جو اس سورۂ مبارکہ میں تمھارے سامنے ذکر کیے گئے ﴿ لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴾ ''پہلے صحیفوں میں ہیں۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں۔'' جو دونوں محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد تمام انبیا و مرسلین میں سب سے زیادہ شرف کے حامل رسول ہیں۔ پس یہ اوامر ہر شریعت میں موجود ہیں، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کے مصالح کی طرف لوٹتے ہیں اور ہر زمان و مکان میں ان مصالح کی حاجت ہے۔

تفسیر سورۃ الغاشیۃ

سورۃ الغاشیۃ (۸۸) مکیۃ (۶۸) — آیاتها ۲۶ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳

تحقیق آگئی ہے آپ کے پاس بات چھا جانے والی (قیامت) کی ○ کئی چہرے اس دن ذلیل ہونگے ○ عمل کرنیوالے تھک جانے والے ○

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

وہ داخل ہونگے بھڑکتی آگ میں ○ پلائے جائیں گے وہ گرم کھولتے ہوئے چشمے سے ○ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا سوائے

ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا

خاردار جھاڑی کے ○ نہ وہ موٹا کرے گا اور نہ فائدہ دے گا بھوک سے ○ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہونگے ○ اپنی کوشش پر

رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ

خوش ہوں گے ○ بہشت بریں میں ہوں گے ○ نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات ○ اس میں ایک چشمہ

جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ

جاری ہو گا ○ اس میں تخت ہوں گے اونچے اونچے ○ اور (سامنے) ساغر رکھے ہوں گے ○ اور گاؤ تکیے

مَصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿۱۶﴾

برابر قطار میں لگے ہوں گے ○ اور نفیس غالیچے بچھے ہوں گے ○

وقف لازم

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے احوال اور اس کی مصیبت خیز ہولناکیوں کا ذکر کرتا ہے کہ قیامت تمام مخلوق کو اپنی سختیوں سے ڈھانپ لے گی' لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی' لوگ الگ الگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے' ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ جہنم کو سدھارے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کے وصف سے آگاہ فرمایا۔

جہنمیوں کے وصف میں فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ﴾ اس دن یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے ﴿خَاشِعَةٌ﴾ ذلت' فضیحت اور رسوائی کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ ''سخت محنت کرنے والے' تھکے ماندے۔'' یعنی عذاب میں سخت تھکے ہوئے ہوں گے' ان کو چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ دنیا کے اندر مشقت اٹھانے والے چہرے' اس روز جھکے ہوئے ہوں گے۔ دنیا کے اندر (ان کی مشقت یہ تھی) کہ وہ بڑے عبادت گزار اور عمل کرنے والے تھے۔ مگر چونکہ اس عمل میں ایمان کی شرط معدوم تھی اس لیے عمل قیامت کے دن اڑتا ہوا غبار بن جائے گا۔ یہ احتمال' معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر سیاق کلام اس پر دلالت نہیں کرتا بلکہ پہلے معنی ہی قطعی طور پر صحیح ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظرف کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ ہے قیامت کا دن' کیونکہ یہاں' عمومی طور پر اہل جہنم کا ذکر کرنا مقصود ہے اور یہ احتمال' اہل جہنم کی نسبت سے' بہت ہی چھوٹا سا جز ہے' کیونکہ یہ کلام' قیامت کی سختی کے' لوگوں کو ڈھانپ لینے کے حال میں ہے اور اس میں دنیا کے اندر ان کے احوال سے کوئی تعرض نہیں۔ ﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ ''دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' یعنی اس کی حرارت بہت سخت ہو گی جو ان کو ہر جگہ سے گھیر لے گی ﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ ''ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔'' یعنی انتہائی گرم ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾ (الکہف: ۲۹/۱۸) ''اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کے مانند ہو گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔'' پس یہ ہو گا ان کا مشروب۔

رہا ان کا طعام تو ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ○ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ ''خار دار جھاڑ

کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا۔ جو موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔'' یہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ کھانے سے دو امور میں سے ایک مقصود ہوتا ہے۔ کھانے والے کی بھوک مٹانا اور اس کی بھوک کی تکلیف دور کرنا یا اس کے بدن کو موٹا کرنا اور اس کھانے میں دونوں امور کے لیے کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ کھانا کڑواہٹ، بدبو اور گھٹیا پن میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

رہے نیکوکار تو قیامت کے روز ان کے چہرے ﴿نَّاعِمَةٌ﴾ ''تروتازہ ہوں گے۔'' یعنی ان پر نعمتوں کی تازگی عیاں ہوگی، ان کے بدن تروتازہ ہوں گے اور ان کے چہرے نور سے دمک رہے ہوں گے اور وہ انتہائی خوش ہوں گے۔ ﴿لِّسَعْيِهَا﴾ ''اپنے اعمال سے۔'' جو اس نے دنیا میں رہتے ہوئے نیک اعمال اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کو آگے بھیجا ﴿رَاضِيَةٌ﴾ ''خوش ہوں گے۔'' کیونکہ ان کو ان کی کوشش کا ثواب کئی گنا جمع کیا ہوا ملا، پس انھوں نے اپنے انجام کی تعریف کی اور انھیں ہر وہ چیز حاصل ہوگئی جس کی وہ تمنا کرتے تھے۔

اور یہ سب کچھ ﴿فِي جَنَّةٍ﴾ ایسی جنت میں ملے گا جس میں نعمتوں کی تمام انواع جمع ہیں ﴿عَالِيَةٍ﴾ جو اپنے محل و منازل میں بہت بلند ہے۔ پس اس کا محل و مقام اعلیٰ علیین میں ہے، اس کی منازل بہت بلند مسکن ہیں، اس میں بالاخانے ہیں اور بالاخانوں پر بنائے گئے بالاخانے ہیں، جہاں سے وہ اکرام و تکریم کی نعمتوں کا نظارہ کر سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں۔

﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾ (الحاقة: ٢٣/٦٩) ''جس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔'' جس میں نہایت لذیذ میوے بکثرت ہوں گے، وہ بہت زیادہ اچھے اچھے پھل ہوں گے جن کا حصول بہت آسان ہوگا، جس حال میں بھی وہ ہوں گے وہ ان پھلوں کو حاصل کر سکیں گے، انھیں کسی درخت پر چڑھنے کی حاجت ہوگی نہ کوئی ایسا پھل ہوگا جس کا حصول ان کے لیے دشوار ہو۔

﴿لَّا تَسْمَعُ فِيهَا﴾ ''اس میں نہیں سنیں گے۔'' یعنی جنت کے اندر ﴿لَاغِيَةً﴾ کوئی حرام بات تو کجا کوئی لغو اور باطل کلمہ بھی (نہیں سنیں گے) بلکہ ان کا تمام تر کلام اچھا اور نفع بخش ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ذکر، ان پر اللہ تعالیٰ کی لگاتار نعمتوں کے ذکر اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے والوں میں باہم آداب حسنہ پر مشتمل ہوگا۔ جو دلوں کو مسرت اور شرح صدر عطا کرے گا۔

﴿فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾ یہ اسم جنس ہے، یعنی اس کے اندر چشمے جاری ہوں گے، اہل جنت جیسے چاہیں گے اور جہاں چاہیں گے، ان چشموں کا رخ موڑ کر ان سے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ ﴿فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ﴾ اَلسُّرُرُ: سَرِيْرٌ کی جمع ہے اور بیٹھنے کی ان جگہوں کو کہتے ہیں جو بذات خود بلند ہوں اور ان کو ملائم اور نرم بچھونوں

کے ذریعے سے بلند کیا گیا ہو۔ ﴿ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴾ یعنی مختلف انواع کے لذیذ مشروبات سے لبریز آبخورے ان کے سامنے رکھے ہوئے ہوں گے جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہوں گے اور ان کی طلب اور اختیار کے تحت ہوں گے اور ہمیشہ رہنے والے کم عمر لڑکے (خدمت کے لیے) ان کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے۔ ﴿ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴾ یعنی حریر اور دبیز ریشم وغیرہ کے تکیے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ان کو بیٹھنے اور ان پر آرام کرنے کے لیے صف در صف بچھایا گیا ہوگا' وہ ان کو خود بنانے یا خود بچھانے کی فکر سے آزاد اور آرام میں ہوں گے۔ ﴿ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴾ اَلزَّرَابِيُّ سے مراد خوبصورت بچھونے ہیں' یعنی ان کی مجالس ہر جانب سے ان بچھونوں سے بھری ہوئی ہوں گی۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿17﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿18﴾
کیا پس نہیں دیکھتے وہ اونٹوں کی طرف کیسے پیدا کیے گئے وہ؟ ○ اور آسمان کی طرف کیسے بلند کیا گیا وہ؟ ○
وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿19﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿20﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ
اور پہاڑوں کی طرف کیسے گاڑے گئے وہ؟ ○ اور زمین کی طرف' کیسے بچھائی گئی وہ؟ ○ پس آپ نصیحت کریں' بس
اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿21﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿23﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ
آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں ○ نہیں ہیں آپ ان پر کوئی داروغہ ○ مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کیا ○ تو عذاب دیگا اسے اللہ
الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿24﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿25﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿26﴾ النصف
عذاب بہت بڑا ○ بلاشبہ ہماری ہی طرف ہے ان کا لوٹ کر آنا ○ پھر یقیناً ہمارے ہی ذمے ہے ان کا حساب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو جو رسول ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو' اس بات پر آمادہ کرنے کے لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور وفکر کریں جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں' فرماتا ہے: ﴿ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴾ ''کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیے گئے؟'' یعنی کیا وہ اس کی انوکھی تخلیق پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کے لیے مسخر اور ان بے شمار منافع اور مصالح کے لیے ان کا مطیع کر دیا جن کے وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔

﴿ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴾ ''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ نصب کیے گئے ہیں؟'' یعنی خوبصورت اور نمایاں بنا کر ان کو نصب کیا گیا ہے۔ جس سے زمین کو استقرار اور ثبات حاصل ہوا جس سے وہ حرکت نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں میں (انسان کے لیے) بڑے بڑے فوائد ودیعت کیے ہیں۔ ﴿ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴾ ''اور زمین کی طرف کہ کس طرح وہ بچھائی گئی ہے۔'' یعنی زمین کو کس طرح کشادگی کے ساتھ پھیلایا اور نہایت نرم اور ہموار بنایا گیا ہے تاکہ بندے اس پر ٹھکانا کر سکیں' اس پر کھیتی باڑی کر سکیں' باغات اگا سکیں' عمارتیں تعمیر کر سکیں

اوراس کے راستوں پر سفر کر سکیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین کا ہموار ہونا' اس کے گول ہونے کے منافی نہیں۔ اس کو ہر جانب سے افلاک نے گھیرا ہوا ہے، جیسا کہ عقل، نقل، حس اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کے ہاں یہ مذکور اور معروف ہے' خاص طور پر اس زمانے میں' اللہ تعالیٰ نے دور کی مسافتوں کو قریب کرنے کے لیے جو اسباب فراہم کیے ہیں' ان کے ذریعے سے لوگ زمین کے اکثر گوشوں سے واقف ہو گئے ہیں' کسی شے کا ہموار ہونا ایک بہت ہی چھوٹے جسم کی گولائی کے منافی ہو سکتا ہے جسے اگر ہموار کیا جائے تو اس میں قابل ذکر گولائی باقی نہیں رہے گی۔ رہا کرۂ زمین کا جسم جو کہ بہت ہی بڑا اور کشادہ ہے جو بیک وقت گول اور ہموار ہے' دونوں امور ایک دوسرے کے منافی نہیں، جیسا کہ اہل خبر کو اس کی معرفت حاصل ہے۔

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ یعنی لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ان کو تنبیہ کیجیے اور ان کو خوشخبری دیجیے، کیونکہ آپ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ان کو نصیحت کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کو ان پر داروغہ بنا کر اور مسلط کر کے نہیں بھیجا گیا اور نہ ان کے اعمال کا وکیل بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ پس جب آپ نے وہ ذمہ داری پوری کر دی جو آپ کے سپرد کی گئی تھی تو اس کے بعد آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مانند ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ (ق: ۵۰/۴۵) ''اور آپ ان کے ساتھ زبردستی کرنے والے نہیں' آپ قرآن کے ذریعے سے اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہے۔''

﴿إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ﴾ مگر جو کوئی اطاعت سے منہ موڑ کر کفر کا رویہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے ﴿فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ﴾ تو اللہ اسے نہایت سخت اور دائمی عذاب دے گا۔ ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ﴾ یعنی تمام خلائق کو ہماری ہی طرف لوٹنا اور قیامت کے روز ان سب کو (ہمارے ہی پاس) اکٹھے ہونا ہے۔ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾ پھر انھوں نے جو کوئی اچھا برا عمل کیا ہے' ان سے اس کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

تفسیر سورۃ الفجر

سُورَةُ الْفَجْرِ (۸۹) مَكِّيَّةٌ (۱۰) | آیاتھا ۳۰ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِي ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی○ اور دس راتوں کی○ اور جفت کی اور طاق کی○ اور رات کی جب وہ گزر جاتی ہے○ یقیناً اس میں

قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴿۵﴾

بہت بڑی قسم ہے صاحب عقل کے لیے○

ظاہر ہے کہ مقسم بہ ہی مقسم علیہ ہے۔ جب معاملہ ظاہر اور اہم ہو تو یہ جائز اور مستعمل ہے' اس مقام پر بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے جو رات کا آخر اور دن کا مقدمہ ہے، کیونکہ رات کے لوٹنے اور دن کے آنے میں ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں' نیز یہ کہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ فجر کے وقت ایک نہایت فضیلت اور عظمت والی نماز واقع ہوتی ہے اور وہ اس کی اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے' اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ رمضان المبارک یا ذوالحج کی دس راتیں ہیں، کیونکہ یہ راتیں فضیلت والے ایام پر مشتمل ہیں۔ ان راتوں میں ایسی عبادات و قربات واقع ہوتی ہیں جو دوسرے ایام میں نہیں ہوتیں۔ رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کسی ایک طاق رات میں لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ان کے دنوں میں رمضان کے آخری عشرے کے روزے رکھے جاتے ہیں جو ارکان اسلام میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے اور ذوالحج کے پہلے عشرے میں عرفہ میں وقوف ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مغفرت سے نوازتا ہے' جس سے شیطان غمگین ہوتا ہے۔ شیطان جس قدر حقیر اور دھتکارا ہوا عرفہ کے دن ہوتا ہے' اتنا حقیر اور دھتکارا ہوا کبھی نہیں دیکھا گیا، کیونکہ اس روز وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرشتوں اور اس کی طرف سے رحمت کو اترتے دیکھتا ہے۔ ان دنوں میں حج اور عمرے کے بہت سے افعال واقع ہوتے ہیں اور یہ اشیاء قابل تعظیم اور اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی قسم کھائی جائے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾ ''اور رات کی (قسم) جب جانے لگے۔'' یعنی اس کے گزرنے اور بندوں پر اپنی تاریکی کی چادر تان دینے کے وقت' پس بندے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت کی بنا پر آرام اور استراحت کرتے ہیں اور مطمئن ہوتے ہیں۔ ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ان مذکورہ چیزوں میں ﴿قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ عقل مند کے لیے قسم ہے؟ ہاں' اس میں سے کچھ چیزیں ہی اس شخص کے لیے کافی ہیں جو دل بیدار رکھتا ہے اور متوجہ ہو کر کان لگا کر سنتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا

کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسا سلوک کیا آپ کے رب نے عاد کے ساتھ؟ ○ (یعنی) ارم جو ستونوں والے تھے ○ وہ کہ نہیں پیدا کیا گیا (کوئی) ان جیسا

فِي الْبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰

شہروں میں ○ اور (قوم) ثمود کے ساتھ وہ جو تراشتے تھے چٹانوں کو وادی میں ○ اور فرعون میخوں والے کے ساتھ؟ ○

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ

وہ جنھوں نے سرکشی کی شہروں میں ○ پس زیادہ کیا انھوں نے ان (شہروں) میں فساد ○ تو برسایا ان پر آپ کے رب نے

سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴

کوڑا عذاب کا ○ بلاشبہ آپ کا رب گھات (تاک) میں ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ یعنی کیا آپ نے اپنے قلب اور اپنی بصیرت سے دیکھا نہیں کہ اس سرکش قوم کے ساتھ کیا کیا گیا؟ اور وہ ﴿ اِرَمَ ﴾ ''ارم۔'' یمن کا ایک معروف قبیلہ تھا ﴿ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ ''ستونوں والے۔'' یعنی بہت زیادہ قوت' سرکشی اور ظلم و جبر والے لوگ تھے۔ ﴿ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴾ یعنی تمام شہروں میں طاقت اور سختی میں' قوم عاد جیسا کوئی نہ تھا۔ جیسا کہ ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الأعراف: ٦٩/٧) ''اور یاد کرو جب اللہ نے تمھیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا' اور ڈیل ڈول میں تمھیں خوب تنومند کیا۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو' شاید کہ تم فلاح پاؤ۔''

﴿ وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴾ ''اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے تھے۔'' یعنی وادی القریٰ میں انھوں نے اپنی قوت اور طاقت سے چٹانوں کو تراشا اور وہاں گھر بنائے۔ ﴿ وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴾ ''اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔'' یعنی لشکروں والا تھا، جنھوں نے اس کے اقتدار کو ثبات بخشا جیسے میخیں اس چیز کو مضبوط کرتی ہیں جس کو ٹھہرانا مقصود ہوتا ہے۔ ﴿ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴾ ''جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی۔'' یہ وصف عاد' ثمود' فرعون اور ان کی پیروی کرنے والوں کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ کے شہروں میں سرکشی کا رویہ اختیار کیا' اللہ کے بندوں کو ان کے دین و دنیا میں ستایا۔ اس لیے فرمایا: ﴿ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴾ ''اور بہت فساد مچا رکھا تھا۔'' یعنی کفر اور اس کے شعبوں' یعنی معاصی کی تمام اقسام پر عمل کیا۔ انبیاء و مرسلین کے خلاف جنگ کی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے کوشاں رہے۔ جب وہ سرکشی میں اس حد تک پہنچ گئے جو ان کی ہلاکت کی موجب تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا اور ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ ''بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔'' اس شخص کی گھات میں ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے' اسے تھوڑا سا عرصہ مہلت دیتا ہے' پھر وہ اسے غالب اور قدرت والے کی طرح پکڑتا ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ۝۱۵

پس لیکن انسان! جب آزماتا ہے اسکو اسکا رب' پھر وہ عزت دیتا ہے اسکو اور نعمت دیتا ہے اسکو تو وہ کہتا ہے' میرے رب نے مجھے عزت بخشی ○

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ۝۱۶ كَلَّا بَلْ

اور لیکن جب وہ آزماتا ہے اسے پھر تنگ کرتا ہے اس پر اس کا رزق تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کی ○ ہرگز نہیں! بلکہ

لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۙ۝۱۷ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۙ۝۱۸ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ

نہیں قدر کرتے تم یتیم کی ○ اور نہیں ترغیب دیتے تم کھانا کھلانے کی مسکین کو ○ اور تم کھا جاتے ہو میراث کا مال

اَكْلًا لَّمًّا ۙ۝۱۹ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ۝۲۰

خوب سمیٹ سمیٹ کر ○ اور تم محبت کرتے ہو مال سے محبت بہت زیادہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ ہے' نیز یہ کہ وہ جاہل اور ظالم ہے' اسے اپنے انجام کا کوئی علم نہیں' وہ جس حالت میں ہوتا ہے' اس کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی اور کبھی زائل نہ ہوگی۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کا اس کو اکرام بخشنا اور اسے نعمتوں سے نوازنا' (آخرت میں) اس کی تکریم اور اس کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ﴿فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ﴾ اس کا رزق تنگ کر دے اور اس کا رزق نپا تلا ہو جائے اور وافر نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اہانت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اس خیال کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ یعنی ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جس کو میں نے نعمتوں سے نوازا ہے' میرے ہاں قابل اکرام وتکریم ہے اور جس کا رزق میں نے تنگ کر دیا ہے' وہ میرے ہاں حقیر ہے۔

دولت مندی اور محتاجی' رزق کی کشادگی اور تنگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کا امتحان لیتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس پر شکر اور صبر کرتا ہے تاکہ وہ اسے ثواب جزیل سے نوازے۔ جو ایسا نہ کرے اسے سخت عذاب میں ڈال دے' نیز بندے کے ارادے کا فقط اپنے نفس کی مراد پر ٹھہرنا ارادے کی کمزوری ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے محتاج مخلوق کے بارے میں ان کے عدم اہتمام پر ان کو ملامت کی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ﴾ "ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔" جو اپنے باپ اور کمانے والے سے محروم ہے اور وہ اس چیز کا محتاج ہے کہ اس کے دل کو جوڑا جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ تم اس کا اکرام نہیں کرتے بلکہ تم اس کی اہانت کرتے ہو اور یہ چیز تمھارے دلوں میں رحم کے معدوم ہونے اور بھلائی میں عدم رغبت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ یعنی تم حاجت مندوں' فقرا اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم دنیا (کے مال و دولت) پر بہت بخیل ہو۔ تم دنیا سے بہت محبت کرتے ہو اور اس کی شدید محبت تمھارے دلوں میں سما گئی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ﴾ "اور تم کھا جاتے ہو وراثت۔" یعنی چھوڑا ہوا مال ﴿أَكْلًا لَّمًّا﴾ "سمیٹ کر۔" اور اس میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔ ﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ یعنی تم مال سے سخت محبت کرتے ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ○ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (الأعلى: ۸۷/۱۶، ۱۷) "بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو' حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔" اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ○ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ﴾ (القيامة: ۷۵/۲۰، ۲۱) "ہرگز نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔"

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ

ہرگز نہیں! جب کوٹ کر ہموار کر دی جائے گی زمین ریزہ ریزہ کر کے ○ اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف در صف ○ اور لائی جائے گی

يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ يَقُوْلُ

اس دن جہنم، اس دن یاد کرے گا انسان (اپنے کرتوت) اور کیونکر (مفید) ہو گا اس کے لیے یاد کرنا؟ ○ وہ کہے گا

يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ

اے کاش! آگے بھیجا ہوتا میں نے اپنی (اس) زندگی کیلیے ○ پس اس دن نہیں عذاب دے گا اس جیسا عذاب کوئی بھی ○ اور نہ جکڑے گا اس جیسا جکڑنا

اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

کوئی بھی ○ اے روح اطمینان والی! ○ تو لوٹ اپنے رب کی طرف راضی ہونے والی

مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

پسندیدہ ○ پس تو داخل ہو میرے بندوں میں ○ اور داخل ہو میری جنت میں ○

﴿ كَلَّآ ﴾ یعنی ہرگز ایسا نہیں، تم جس مال سے محبت کرتے ہو اور اس کی لذتوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر رغبت رکھتے ہو، تمھارے پاس باقی رہنے والی نہیں ہیں بلکہ تمھارے سامنے ایک بہت بڑا دن اور ایک بہت بڑا خوف ہے۔ اس دن زمین، پہاڑوں اور اس پر موجود ہر چیز کو کوٹ کوٹ کر ہموار کر دیا جائے گا حتی کہ اسے ہموار چٹیل میدان بنا دیا جائے گا، اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بادلوں کے سائے میں آئے گا، تمام اہل آسمان مکرم فرشتے ﴿ صَفًّا صَفًّا ﴾ صف در صف آئیں گے، ہر آسمان کے فرشتے ایک صف میں آئیں گے اور اپنے سے کم تر مخلوق کو گھیر لیں گے۔ یہ صفیں بادشاہ جبار کے حضور خشوع اور عاجزی کی صفیں ہوں گی۔

﴿ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ﴾ ''اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی۔'' فرشتے اسے زنجیروں میں جکڑ کر لائیں گے۔ پس جب یہ تمام امور وقوع پذیر ہوں گے ﴿ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ ﴾ اس روز انسان یاد کرے گا کہ اس نے کیا بھلائی یا برائی آگے بھیجی ہے؟ ﴿ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴾ ''مگر اس تنبیہ سے اسے فائدہ کہاں مل سکے گا؟'' اس کا وقت گزر چکا اور اس کا زمانہ بیت گیا۔ ﴿ يَقُوْلُ ﴾ اس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو کوتاہی کی، اس پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴾ کاش میں نے اپنی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے لیے کچھ نیک عمل آگے بھیجا ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴾ (الفرقان: ٢٥/٢٧، ٢٨) ''کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے میری شامت! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' ان آیات کریمہ میں دلیل ہے کہ وہ زندگی جس کے کمال کے حصول اور اس کی لذات کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہیے وہ آخرت کے گھر کی زندگی ہے، کیونکہ آخرت کا گھر دار الخلد اور دار البقا ہے۔ ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴾ ''پس اس دن کوئی اللہ کے عذاب کی طرح عذاب نہیں دے گا۔'' اس شخص کو جس نے اس دن کو مہمل جانا اور اس کے لیے عمل کو

فراموش کردیا۔ ﴿وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ﴾ ''اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔'' پس انھیں آگ کی زنجیروں میں باندھا جائے گا اور چہروں کے بل کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا' پھر آگ میں ان کو جلایا جائے گا' پس یہی مجرموں کی سزا ہے۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا' اسی پر مطمئن ہوا اور اس نے اس کے رسولوں کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائے گا: ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ اے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان اور اس کی محبت میں سکون حاصل کرنے والے نفس! جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ ﴿ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ﴾ ''اپنے رب کی طرف لوٹ چل'' جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تیری نشوونما کی ﴿رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ثواب سے راضی ہو کر جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سرفراز فرمایا اور اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا۔ ﴿فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ ''پس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔'' قیامت کے روز ان الفاظ سے روح کو مخاطب کیا جائے گا اور اسی خطاب سے موت کے وقت اور اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہوئے اس کو مخاطب کیا جائے گا۔

تفسیر سورۃ البلد

سُوْرَةُ الْبَلَدِ (۹۰) مَكِّيَّةٌ (۳۵) — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — اٰيَاتُهَا ۲۰ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ۝ اور آپ (کیلئے لڑائی) حلال ہونیوالی ہے اس شہر میں ۝ اور قسم ہے والد کی اور جسے اس نے جنا ۝ البتہ تحقیق

خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ۝٤ أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٥ يَقُولُ أَهْلَكْتُ

پیدا کیا ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں ۝ کیا وہ سمجھتا ہے یہ کہ ہرگز نہیں قادر ہو سکے گا اس پر کوئی بھی؟ ۝ وہ کہتا ہے لٹا دیا میں نے

مَالًا لُّبَدًا ۝٦ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝٧ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا

مال بہت زیادہ ۝ کیا وہ سمجھتا ہے یہ کہ نہیں دیکھا اسے کسی نے بھی؟ ۝ کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کیلئے دو آنکھیں؟ ۝ اور ایک زبان

وَشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝١٠ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝١١ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢

اور دو ہونٹ؟ ۝ اور بتلا دیے ہم نے اسکو دونوں راستے ۝ پس نہیں داخل ہوا وہ دشوار گھاٹی میں ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کیا ہے وہ گھاٹی؟ ۝

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝١٤ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ أَوْ مِسْكِينًا

(وہ) چھڑانا ہے گردن کا ۝ یا کھانا کھلانا بھوک والے دن میں ۝ کسی یتیم قرابت دار کو ۝ یا کسی مسکین

ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧

خاک نشین کو ۝ پھر ہو وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی صبر کرنے کی اور وصیت کی رحم کرنے کی ۝

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝١٨ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ

یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ والے ۝ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کے ساتھ' وہ ہیں

اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

بائیں ہاتھ والے○ ان پر آگ ہوگی (ہر طرف سے) بند کی ہوئی○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے ﴿ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ﴾ اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی، جو علی الاطلاق تمام شہروں پر فضیلت رکھتا ہے' خاص طور پر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ اس شہر میں رہ رہے تھے۔ ﴿ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴾ یعنی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی قسم! اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِيۡ كَبَدٍ ﴾ ''بے شک ہم نے انسان کو تکلیف میں پیدا کیا ہے۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سختیاں اور مشقتیں ہیں جو انسان دنیا کے اندر برداشت کرتا ہے اور جو وہ برزخ میں اور قیامت کے دن برداشت کرے گا۔ انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ایسے اعمال کے لیے کوشاں رہے جو اسے ان شدائد سے (نجات دلا کر) راحت' اس کے لیے دائمی فرحت اور سرور کا موجب بنیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ابدالآباد تک سخت عذاب کی مشقت برداشت کرتا رہے گا۔

اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت اور خوب درست تخلیق کے ساتھ پیدا کیا جو سخت اعمال پر تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔ بایں ہمہ' اس نے اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ وہ عافیت پر (جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی) اتراتا رہا' اپنے خالق کے سامنے تکبر کا اظہار کرتا رہا اور اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر یہ سمجھتا رہا کہ اس کا یہ حال ہمیشہ باقی رہے گا اور اس کے تصرف کی طاقت کبھی ختم نہیں ہوگی' اس لیے فرمایا: ﴿ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ يَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اَحَدٌ ﴾ ''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پائے گا؟'' وہ سرکشی کرتا ہے اور اس نے شہوات میں جو مال خرچ کیا' اس پر فخر کرتا ہے۔ ﴿ يَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا ﴾ ''کہتا ہے میں نے بہت سا مال برباد کیا ہے۔'' یعنی بہت زیادہ مال' ایک دوسرے کے اوپر چڑھا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے شہوات اور معاصی میں مال خرچ کرنے کو ''ہلاک کرنے'' سے موسوم کیا ہے، کیونکہ اس راستے میں مال خرچ کرنے والا اپنے خرچ کیے ہوئے مال سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور اس کو اپنے مال خرچ کرنے سے ندامت' خسارے' تکان اور قلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس شخص کے مانند نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھلائی کے راستے میں خرچ کرتا ہے، کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کی اور جو کچھ اس نے خرچ کیا اس سے کئی گنا نفع اٹھایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کو جو اپنی شہوات میں مال خرچ کر کے فخر کرتا ہے' وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ یعنی وہ اپنے اس فعل کے بارے میں سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے نہ وہ چھوٹے بڑے اعمال کا اس سے حساب ہی لے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو دیکھا' ان کو اس کے لیے محفوظ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر اچھے برے عمل پر کراماً کاتبین مقرر کر دیے ہیں۔

پھر اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کراتے ہوئے فرمایا: ﴿ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ﴾ ''کیا ہم نے اسے دو آنکھیں' زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟'' یعنی یہ چیزیں حسن و جمال' دیکھنے' بولنے اور دیگر ضروری فوائد کے لیے عطا کیں۔ یہ تو ہیں دنیا کی نعمتیں' پھر دین کی نعمتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ یعنی ہم نے اسے خیر و شر کے راستے دکھائے اور اس کے سامنے ہدایت اور گمراہی کو واضح کیا۔ پس یہ بے پایاں احسانات ہیں جو بندے سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو قائم کرے' اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور ان نعمتوں سے اس کی نافرمانیوں میں مدد نہ لے مگر اس انسان نے ان تقاضوں کو پورا نہ کیا۔

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴾ یعنی وہ گھاٹی میں داخل ہوا نہ اس کو عبور کیا، کیونکہ وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا ہے اور یہ گھاٹی اس کے لیے بہت سخت ہے۔ پھر گھاٹی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم' گھاٹی کیا ہے؟ کسی گردن کا چھڑانا۔'' یعنی کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرنا' یا مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مکاتب کی مدد کرنا۔ اور افضل یہ ہے کہ اس مسلمان قیدی کو چھڑایا جائے جو کفار کی قید میں ہے۔ ﴿ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴾ یا سخت بھوک کے دن' سخت حاجت کے وقت ان لوگوں کو کھانا کھلانا جو سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں' جیسے: ﴿ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾ ''یتیم رشتے دار کو۔'' اس کا یتیم ہونا' محتاج اور رشتے دار ہونا' یہ سب امور اس میں یکجا ہیں ﴿ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ ''یا مسکین خاکسار کو۔'' یعنی جو سخت حاجت اور ضرورت کی بنا پر مٹی سے چمٹ کر رہ گیا ہے۔

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ ''پھر ان لوگوں میں (داخل) ہوا جو ایمان لائے۔'' یعنی وہ ان چیزوں پر اپنے دل سے ایمان لائے جن پر ایمان لانا واجب ہے اور نیک عمل کیے' اس میں ہر واجب یا مستحب قول و فعل داخل ہے۔ ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے' اس کی نافرمانی سے رک جانے اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے' یعنی وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ ان احکام کی اطاعت کی جائے اور ان پر کامل طور پر' انشراح صدر اور اطمینان نفس کے ساتھ عمل کیا جائے۔ ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾ ''اور ایک دوسرے کو مخلوق پر رحم کرنے کی وصیت کرتے رہے۔'' یعنی محتاجوں کو عطا کرنے' اپنے جاہلوں کو تعلیم دینے' ان کے ان معاملات کا ہر لحاظ سے انتظام کرنے جن کے وہ ضرورت مند ہیں' ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی مدد کرنے کے لیے ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے' نیز وہ یہ بھی وصیت کرتے رہے کہ وہ ان کے لیے وہی چیز پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں ان کے لیے بھی ناپسند کریں۔ یہی لوگ ہیں جو ان اوصاف پر قائم رہے اور یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گھاٹی سے گزرنے کی توفیق عطا کی۔

﴿ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴾ ''یہی لوگ صاحب سعادت ہیں۔'' کیونکہ انھوں نے حقوق اللہ اور حقوق العباد

کو ادا کر دیا جن کو ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور ان امور کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا تھا اور یہ سعادت کا عنوان اور اس کی علامت ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾ جنھوں نے ان مذکورہ امور کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک کر ہماری آیتوں سے کفر کیا' انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی نہ وہ اس پر ایمان لائے' نہ نیک عمل کیے اور نہ اللہ کے بندوں پر رحم ہی کیا ﴿هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾ ''وہ بدبخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔'' یعنی وہ آگ بڑے بڑے ستونوں میں بند کی گئی ہوگی جو اس آگ کے پیچھے کھڑے کیے گئے ہوں گے تاکہ جہنم کے دروازے کھل نہ سکیں اور (یہ مجرمین) تنگی اور سختی میں مبتلا رہیں۔

تفسیر سورۃ الشمس

سُوْرَةُ الشَّمْسِ (۹۱) مَكِّيَّةٌ (۲۶) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ۱۵ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّیْلِ اِذَا

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی ○ اور چاند کی جب وہ اسکے پیچھے آتا ہے ○ اور دن کی جب وہ سورج کو روشن کر دیتا ہے ○ اور رات کی جب

یَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ

وہ ڈھانپ لیتی ہے اسکو ○ اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسکو بنایا ○ اور زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا ○ اور (انسانی) نفس کی

وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ

اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک ٹھاک کیا ○ پھر القا کیا اسے اسکی بدکرداری اور اسکی پرہیزگاری کا ○ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا ○ یقیناً

خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲

ناکام ہوا وہ جس نے نفس کو دبا دیا ○ جھٹلایا قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے ○ جب اٹھ کھڑا ہوا بڑا بدبخت اس قوم کا ○

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْیٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۬

پس کہا ان سے اللہ کے رسول نے (حفاظت کرو تم) اللہ کی اونٹنی کی اور اسکو پانی پلانے کی ○ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو پھر انہوں نے مار ڈالا اس (اونٹنی) کو

فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵ ع

پس تباہی ڈال دی ان پر انکے رب نے بوجہ انکے گناہ کے' پھر برابر (ملیامیٹ) کر دیا انکو ○ اور نہیں ڈرتا وہ اس (اپنے کام) کے انجام سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان عظیم آیات کے ذریعے سے فلاح یاب نفس اور اس کے علاوہ فاسق و فاجر نفوس پر قسم کھائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا﴾ یعنی سورج' اس کی روشنی اور اس سے صادر ہونے والے فوائد کی قسم! ﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا﴾ ''اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے۔'' یعنی جب چاند منازل اور روشنی میں سورج

کے پیچھے چلے ﴿ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ﴾ ''اور دن کی جب اسے چمکا دے۔'' یعنی جب وہ روئے زمین پر تمام چیزوں کو روشن اور واضح کر دے۔ ﴿ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ﴾ ''اور رات کی جب اسے چھپا لے۔'' یعنی جب وہ تمام سطح زمین کو ڈھانپ لے اور زمین پر موجود ہر چیز تاریک ہو جائے۔ اس عالم میں اندھیرے اور اجالے سورج اور چاند کا ایک نظم اور مہارت کے ساتھ بندوں کے مصالح کے قیام کے لیے ایک دوسرے کا تعاقب کرنا اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے وہ اکیلا معبود ہے جس کے سوا ہر معبود باطل ہے۔

﴿ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ﴾ ''اور آسمان کی اور جس نے اسے بنایا۔'' اس میں احتمال ہے کہ مَا موصولہ ہو تب یہ قسم آسمان اور اس کے بنانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مَا مصدریہ ہو تب قسم آسمان اور اس کے بنانے کی ہے جو مضبوطی مہارت اور خوبصورتی کے ساتھ بنانے پر قادر ہونے کی غایت و انتہا ہے۔ اسی کے مانند اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴾ ''اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔'' یعنی زمین کو پھیلایا اور اس کو وسعت عطا کی تب اس وقت مخلوق اس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانے پر قادر ہوئی۔

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴾ ''اور نفس کی اور اس کی جس نے اس (کے اعضا) کو برابر کیا۔'' اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس میں تمام حیوانی مخلوق کا نفس مراد ہو، جیسا کہ لفظ کا عموم اس کی تائید کرتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف مکلف انسان کے نفس کی قسم ہو جس پر اس کے بعد آنے والی آیات دلالت کرتی ہیں۔ دونوں معنوں کے مطابق نفس ایک بہت بڑی نشانی ہے جو اس کی قسم کو حق ثابت کرتی ہے، کیونکہ نفس انتہائی لطیف اور خفیف ہے۔ منتقل ہونے حرکت تغیر و تبدل تأثر اور انفعالات نفسیہ مثلاً: ہم و غم ارادہ قصد محبت اور نفرت میں بہت تیز ہے۔ اگر نفس نہ ہو تو بدن مجرد بت ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور اس ہیئت میں اس کو درست کرنا جو اس وقت ہے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴾ یعنی جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کیا عیوب سے صاف کیا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے سے اس کو ترقی دی اور علم نافع اور عمل صالح کے ذریعے سے اس کو بلند کیا وہ کامیاب ہوا۔ ﴿ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ ''اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے چھپایا۔'' یعنی جس نے اپنے نفس کریمہ کو رذائل کے میل کچیل کے ذریعے سے عیوب اور گناہوں کے قریب ہو کر ان امور کو ترک کر کے جو اس کی تکمیل اور نشوونما کرتے ہیں اور ان امور کو استعمال میں لا کر جو اس کو بدصورت بناتے اور بگاڑتے ہیں چھپایا وہ ناکام رہا۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴾ ثمود نے اپنی سرکشی حق کے مقابلے میں تکبر اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کر کے تکذیب کی۔ ﴿ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰىهَا ﴾ یعنی قبیلے کا بدبخت ترین شخص قدار بن سالف اونٹنی کی کونچیں

کاٹنے کے لیے اس وقت اٹھا' جب سب نے اس (جرم) پر اتفاق کیا اور اسے ایسا کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کی اطاعت کی۔ ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ تو اللہ کے رسول' یعنی صالح علیہ السلام نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا: ﴿نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے باز رہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عظیم نشانی بنایا اور اس کا دودھ پلا کر اللہ تعالیٰ نے تم کو جس نعمت سے نوازا ہے اس کے جواب میں اونٹنی کو ہلاک نہ کرو۔

پس انھوں نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ ﴿فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ﴾ ''پس انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے باعث ان پر عذاب نازل کیا۔'' یعنی ان کو برباد کر دیا اور سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سے ایک چنگھاڑ اور نیچے سے زلزلہ بھیجا تو وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔ تو ان میں کوئی پکارنے والا پایا گیا نہ جواب دینے والا۔ ﴿فَسَوّٰىهَا﴾ ان پر اس بستی کو برابر کر دیا' یعنی اس عذاب میں سب کو برابر کر دیا۔ ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾ ''اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔'' یعنی اس کے تاوان سے' وہ ڈر بھی کیسے سکتا ہے جب کہ وہ قہر والا ہے۔ اس کے قہر اور تصرف سے کوئی مخلوق باہر نہیں' اس نے جو فیصلہ کیا اور جو کام مشروع کیا' وہ اس میں حکمت والا ہے۔

تفسیر سورۃ الّیل

سُوْرَةُ الَّيْلِ (۹۲) مَكِّيَّةٌ (۹) — اٰيَاتُهَا ۲۱ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤى ۝۳ اِنَّ

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جاتی ہے ○ اور دن کی جب وہ روشن ہوتا ہے ○ اور اس ذات کی جس نے پیدا کیا نر اور مادہ کو ○ بلاشبہ

سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ

تمہاری کوشش البتہ مختلف ہے ○ پس لیکن جس نے دیا اور (اللہ سے) ڈرا ○ اور اس نے تصدیق کی نیک بات کی ○ تو یقیناً ہم توفیق دیں گے اسکو

لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ

آسان (راستے) کی ○ اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا ○ اور اس نے جھٹلایا نیک بات کو ○ تو یقیناً ہم آسان کر دیں گے اس کیلئے

لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَاِنَّ

تنگی کا (راستہ) ○ اور نہیں فائدہ دے گا اس کو اس کا مال جب وہ (جہنم میں) گرے گا ○ بلاشبہ ہمارے ہی ذمے ہے ہدایت دینا ○ اور بلاشبہ

لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵

ہمارے ہی اختیار میں ہے آخرت اور دنیا ○ پس ڈرا دیا ہے میں نے تمہیں ایسی آگ سے جو بھڑک رہی ہے ○ نہیں داخل ہوگا اس میں مگر بڑا بدبخت ہی ○

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸

وہ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ○ اور ضرور دور رکھا جائے گا اس سے بڑا پرہیزگار ○ وہ جو دیتا ہے اپنا مال (تاکہ) وہ پاک ہو ○

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

اور نہیں ہے کسی کا بھی اسکے ہاں کوئی احسان کہ وہ (اسکا) بدلہ دیا جا رہا ہو ○ مگر صرف چاہنے کے لیے رضامندی

رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

اپنے رب برتر کی ○ اور یقیناً عنقریب وہ (اللہ) راضی ہو جائے گا ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے زمانے کی قسم ہے جس میں بندوں کے احوال کے تفاوت کے مطابق ان کے افعال واقع ہوتے ہیں۔ فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴾ ''رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔'' یعنی جب تمام مخلوق کو اپنی تاریکی سے ڈھانپ لے۔ ﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴾ اور دن کی جب وہ مخلوق کے لیے خوب ظاہر ہو جائے اور مخلوق اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اپنے اپنے کاموں میں پھیل جائے۔ ﴿ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤى ﴾ یہاں اگر ما موصولہ ہے تو یہ قسم خود اللہ تعالیٰ کے نفس مقدس کی قسم ہے جو مرد اور عورت کا خالق ہونے سے موصوف ہے اور اگر ما مصدریہ ہے تو یہ مرد اور عورت کی تخلیق کی قسم ہے۔ اس میں اس کی حکمت کا کمال یہ ہے کہ اس نے حیوانات کی تمام اصناف میں جن کو باقی رکھنے کا ارادہ کرتا ہے' نر اور مادہ پیدا کیا ہے تاکہ ان کی نوع باقی رہے اور وہ معدوم نہ ہو جائے اور شہوت کے سلسلے کے ذریعے سے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف متوجہ کیا اور دونوں کو ایک دوسرے کے لیے مناسب بنایا۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

﴿ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴾ اور یہی وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے' یعنی اے مکلّفو! تمھاری کوششوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ تفاوت نفس اعمال' ان کی مقدار اور ان میں نشاط میں تفاوت کی بنا پر ہے اور یہ تفاوت ان اعمال کی غایت مقصود کے مطابق ہے کہ آیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے جو بلند اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے تو اس کی بقا کے ساتھ یہ عمل بھی باقی رہے گا اور صاحب عمل اس سے منتفع ہوگا؟ یا یہ عمل کسی زائل ہونے والے فانی غایت ومقصود کے لیے ہے کہ اس کے بطلان کے ساتھ اس کی کوشش باطل اور اس کے اضمحلال کے ساتھ مضمحل ہو جائے گی؟ ہر وہ عمل جس میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اسی وصف سے موصوف ہوتا ہے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے والوں کو فضیلت دی اور ان کے اعمال کا وصف بیان فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى ﴾ ''تو جس نے (اللہ کے راستے میں) مال دیا۔'' یعنی اسے جن مالی عبادات کا حکم دیا گیا تھا' مثلاً: زکوٰۃ' نفقات' کفارات' صدقات اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور بدنی عبادات' مثلاً: نماز' روزہ وغیرہ اور وہ عبادات جو مالی اور بدنی عبادات کی مرکب ہیں' مثلاً: حج اور عمرہ وغیرہ انھیں ادا کیا۔ ﴿ وَاتَّقٰى ﴾ اور وہ ان امور محرمہ اور مختلف قسم کے گناہوں سے بچتا رہا جن سے اسے روکا گیا تھا۔ ﴿ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴾ ''اور اس نے نیک بات کی تصدیق کی۔'' یعنی اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور ان عقائد دینیہ اور ان پر مرتب ہونے والی جزا کی تصدیق کی' جو

اس لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تائید کرتے ہیں ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴾ تو ہم اس کے لیے اس کے کام کو آسان کردیتے ہیں اور اس کے لیے ہر بھلائی پر عمل کرنا اور ہر برائی کو ترک کرنا سہل اور آسان بنا دیتے ہیں، کیونکہ اس نے آسانی کے اسباب اختیار کیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے آسان کردیا۔

﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ ﴾ اور جس نے ان امور کے بارے میں بخل سے کام لیا جن کا اسے حکم دیا گیا' انفاق واجب و مستحب کو ترک کردیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا تھا اس کا نفس اسے ادا کرنے پر راضی نہ ہوا ﴿ وَاسْتَغْنٰى ﴾ اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز بنا رہا اور نافرمانی سے اس کی عبودیت کو ترک کردیا' نیز اس نے یہ نہ دیکھا کہ اس کا نفس غایت حد تک اپنے رب کا محتاج ہے جس کے لیے کوئی نجات ہے نہ کوئی فوز و فلاح' سوائے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا محبوب و معبود ہو جس کا وہ قصد کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ ﴿ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴾ ''اور اس نے نیک بات کی تکذیب کی۔'' یعنی ان عقائد حسنہ کو جھٹلایا جن کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کی تھی ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ ''تو ہم اس کے لیے (گناہ کے) مشکل کام آسان کردیتے ہیں۔'' یعنی حالت عسرت اور خصائل مذمومہ کے لیے' اس سبب سے کہ برائی جہاں کہیں بھی ہوگی' اس کے لیے آسان کردی جائے گی اور نافرمانی کے افعال اس کے لیے مقدر کردیے جائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

﴿ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ ﴾ جس مال نے اسے سرکش بنایا تھا جس کی بنا پر وہ (اللہ تعالیٰ سے) بے نیاز بنا رہا اور اس میں بخل کرتا رہا اس کے کچھ کام نہ آئے گا' یعنی جب وہ ہلاک ہوگا اور اسے موت آئے گی تو نیک عمل کے سوا کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں جائے گی۔ رہا اس کا وہ مال جس میں اس نے زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کی تو یہ مال اس کے لیے وبال بن جائے گا، کیونکہ اس نے اس مال میں سے اپنی آخرت کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا۔ ﴿ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴾ ''بے شک ہمارے ذمے تو راہ دکھا دینا ہے۔'' یعنی وہ ہدایت جس کا راستہ سیدھا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا اور اس کی رضا کے قریب کرتا ہے۔ رہی گمراہی تو اس کے تمام راستے اللہ تک پہنچنے کے لیے مسدود ہیں۔ گمراہی کے راستے' ان پر چلنے والے کو صرف سخت عذاب ہی میں پہنچاتے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴾ یعنی آخرت اور دنیا ہماری ملکیت اور ہمارے تصرّف میں ہے اور اس بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس کی طلب کی طرف راغب ہوں اور مخلوق سے ان کی تمام امیدیں منقطع ہوں۔ ﴿ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴾ میں نے تمھیں بھڑکتی ہوئی اور جلتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے ﴿ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ ﴾ اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے اور جس نے رسول کی خبر کو جھٹلایا ﴿ وَتَوَلّٰى ﴾ اور حکم سے منہ موڑا۔

﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴾ ''اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہوگا جو پاکی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال دیتا ہے۔'' یعنی اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا

تزکیہ اور گناہوں اور عیوب سے اس کی تطہیر ہو۔ہم اسے بچالیں گے۔ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جب انفاق مستحب ترک واجب' مثلاً: قرض اور نفقہ واجبہ کی عدم ادائیگی وغیرہ کو متضمن ہو تو یہ غیر مشروع ہے بلکہ بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ عطیہ لوٹا یا جائے گا، کیونکہ وہ ایک مستحب فعل کے ذریعے سے اپنے نفس کا تزکیہ کر رہا ہے اور اس پر واجب فوت ہو رہا ہے۔

﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ﴾ یعنی اس متقی پر مخلوق میں سے کسی کا کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو اس نے اس نعمت کا بدلہ اتار دیا ہے۔ بسا اوقات لوگوں پر اس کا فضل و احسان باقی رہ جاتا ہے۔ پس وہ بندے پر اللہ کے لیے مخلصانہ ہمدردی و خیر خواہی کرتا ہے، کیونکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کے احسان ہی کے زیر بار ہے۔ رہا وہ شخص جس پر لوگوں کا احسان باقی ہے اور اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کے لیے چھوڑ دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ ان کی خاطر کوئی ایسا فعل سرانجام دے گا جو اس کے اخلاص میں نقص ڈالے گا۔

آیت کریمہ کا مصداق اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سبب ہی سے نازل ہوئی۔ ان پر مخلوق میں سے کسی کا بھی کوئی احسان نہیں تھا کہ جس کا اسے بدلہ دیا جا رہا ہو حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی آپ پر کوئی (دنیاوی) احسان نہ تھا۔ البتہ بحیثیت رسول احسان تھا جس کا بدلہ اتارنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور یہ ہے دین اسلام کی طرف دعوت دینے کا احسان' ہدایت اور دین حق کی تعلیم، کیونکہ ہر شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر احسان ہے۔ یہ ایسا احسان ہے جس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے نہ مقابلہ کیا جا سکتا ہے' تاہم جو بھی ان اوصافِ فاضلہ سے متصف ہوگا' اس کا مصداق ٹھہرے گا۔

پس تمام مخلوق میں سے کسی کا کوئی احسان اس کے ذمے باقی نہ رہا جس کا بدلہ دیا جائے' لہٰذا اس کے تمام اعمال خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾ ''وہ صرف اپنے ربِّ اعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔'' یہ متقی مختلف انواع کے اکرام و تکریم اور ثواب پر راضی ہوگا جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔

تفسیر سورۃ الضحیٰ

سُورَۃُ الضُّحیٰ (۹۳) مَکِّیَّۃٌ (۱۱) — آیاتها ۱۱ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالضُّحَىٰ ① وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ③ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ

قسم ہے دن چڑھے کی○ اور رات کی جب وہ چھا جائے○ نہیں چھوڑا آپکو آپکے رب نے اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا○ اور یقیناً آخرت بہت بہتر ہے

لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ④ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ⑤ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا

آپ کیلیے دنیا سے○ اور البتہ عنقریب عطا کرے گا آپکو آپکا رب کہ آپ راضی ہو جائیں گے○ کیا نہیں پایا اس نے آپکو یتیم،

فَاٰوٰى ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ

پس اس نے جگہ دی ○ اوراس نے پایا آپ کو گم کردہ راہ پس اس نے ہدایت دی ○ اوراس نے پایا آپ کو تنگ دست پس اس نے غنی کر دیا ○ پس لیکن یتیم

فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱

تو نہ سختی کیجیے اس پر ○ اور لیکن سائل تو نہ جھڑکیے (اسے) ○ اور لیکن نعمت اپنے رب کی پس بیان کیجیے (اسے) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اپنی عنایت پر دن کی قسم کھائی ہے جب چاشت کے وقت اس کی روشنی پھیل جائے اور رات کی قسم کھائی ہے جب وہ ٹھہر جائے اور اس کی تاریکی چھا جائے اور فرمایا: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ ﴾ یعنی جب سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اس نے آپ کو نہیں چھوڑا اور جب سے اس نے آپ کی نشوونما کی اور آپ پر مہربانی کی اس نے آپ پر توجہ اور عنایت کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آپ کی کامل ترین طریقے سے تربیت کرتا رہتا ہے اور درجہ بدرجہ آپ کو بلندی عطا کرتا رہتا ہے۔ ﴿ وَمَا قَلٰى ﴾ ''اور وہ آپ سے بیزار نہیں ہوا۔'' یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت کی ہے وہ آپ سے ناراض نہیں ہوا، کیونکہ ضد کی نفی اس کی ضد کے ثبوت کی دلیل ہے۔ محض نفی جب تک کہ وہ ثبوتِ کمال کی متضمن نہ ہو مدح نہیں ہوتی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ماضی کا حال ہے، جبکہ موجودہ حالت اللہ تعالیٰ کی آپ کے ساتھ محبت اس میں استمرار کمال کے درجات میں آپ کی ترقی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی دائمی عنایت کے لحاظ سے کامل ترین حال ہے۔

رہا مستقبل میں آپ کا حال تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ یعنی آپ کے احوال میں سے ہر متاخر حال کو سابقہ احوال پر فضیلت حاصل ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ درجات عالیہ پر ترقی کرتے رہے اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمکن عطا کرتا رہا آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کو فتح و نصرت سے بہرہ مند کرتا رہا اور آپ کے احوال کو درست کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ آپ فضائل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور کے ایسے حال پر پہنچ گئے جہاں اوّلین و آخرین نہیں پہنچ سکے۔ پھر اس کے بعد آخرت میں آپ کے حال سے متعلق اکرام و تکریم اور انواع و اقسام کے انعامات کی تفصیلات کے بارے میں مت پوچھیے اس لیے فرمایا: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴾ ''اور وہ عنقریب آپ کو وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے'' اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اس جامع عبارت کے بغیر تعبیر ممکن ہی نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ان خاص احوال کے ذریعے سے جنھیں وہ جانتا ہے آپ پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴾ یعنی آپ کو اس طرح پایا کہ آپ کی ماں تھی نہ باپ بلکہ آپ کے ماں باپ اس وقت وفات پا گئے جب کہ آپ اپنی دیکھ بھال خود نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی پھر آپ کے دادا بھی وفات پا گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت اور اہل ایمان کے ذریعے سے آپ کی مدد فرمائی۔

﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ پس اس نے آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ کو بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی توفیق بخشی۔ ﴿ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا ﴾ یعنی آپ کو محتاج پایا ﴿ فَاَغْنٰى ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہروں کی فتوحات کے ذریعے سے‘ جہاں سے آپ کے لیے مال اور خراج آیا‘ غنی کر دیا۔ جس ہستی نے آپ کی یہ کمی دور کی ہے وہ عنقریب آپ کی ہر کمی کو دور کر دے گی اور وہ ہستی جس نے آپ کو تونگری تک پہنچایا‘ آپ کو پناہ دی‘ آپ کو نصرت عطا کی اور آپ کو راہ راست سے نوازا‘ اس کی نعمت پر شکر ادا کیجیے۔

اس لیے فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴾ یعنی یتیم کے ساتھ برا معاملہ نہ کیجیے‘ آپ اس پر تنگ دل ہوں نہ آپ اسے جھڑکیں بلکہ اس کا اکرام کریں جو کچھ میسر ہے آپ اسے عطا کریں اور آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد سے کیا جائے۔ ﴿ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ یعنی آپ کی طرف سے سائل کے لیے کوئی ایسی بات‘ یعنی ڈانٹ اور ترش روئی وغیرہ صادر نہ ہو جو سائل کو اس کے مطلوب سے رد کرنے کی مقتضی ہو بلکہ آپ کے پاس جو کچھ میسر ہے اسے عطا کر دیجیے یا اسے معروف اور بھلے طریقے سے لوٹا دیجیے۔

اس میں مال کا سوال کرنے والا اور علم کا سوال کرنے والا دونوں داخل ہیں‘ بنابریں معلم متعلّم کے ساتھ حسن سلوک‘ اکرام و تکریم اور شفقت و مہربانی سے پیش آنے پر مامور ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں اس کے مقصد میں اس کی اعانت اور اس شخص کے لیے اکرام و تکریم ہے جو قوم و ملک کو نفع پہنچانے کے لیے کوشاں ہے۔ فرمایا: ﴿ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ ﴾ ”اور اپنے رب کی نعمتوں کو۔“ اس میں دینی اور دنیاوی دونوں نعمتیں شامل ہیں ﴿ فَحَدِّثْ ﴾ ”بیان کرتا رہ۔“ یعنی ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کیجیے اور اگر کوئی مصلحت ہو تو ان کا خاص طور پر ذکر کیجیے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علی الاطلاق ذکر کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر اس پر شکر گزاری کا موجب اور دلوں میں اس ہستی کی محبت کا موجب ہے جس نے نعمت عطا کی، کیونکہ محسن کے ساتھ محبت کرنا دلوں کی فطرت ہے۔

تفسیر سورۃ الانشراح

سورۃ الانشراح (۹۴) مکیۃ (۱۲) 　 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ 　 اٰیاتھا ۸ رکوعھا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳

کیا نہیں کھول دیا ہم نے آپ کیلیے آپکا سینہ؟ ○ اور ہم نے اتار دیا آپ سے آپکا بوجھ ○ وہ جس نے توڑ دی تھی آپکی کمر ○

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا
اور ہم نے بلند کر دیا آپ کیلئے آپکا ذکر ○ پس یقیناً (ہر) تنگی کے ساتھ آسانی ہے ○ بلاشبہ (ہر) تنگی کے ساتھ آسانی ہے ○ پس جب
فَرَغۡتَ فَانصَبۡ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارۡغَب ﴿٨﴾
آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجیے ○ اور اپنے رب کی طرف، پس رغبت کیجیے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿أَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ﴾ یعنی شرائع دین، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، مکارم اخلاق سے متصف ہونے، آخرت کو مدنظر رکھنے اور نیکیوں کی تسہیل کے لیے کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کر دیا؟ پس (آپ کا سینہ) تنگ اور گھٹا ہوا نہیں تھا کہ آپ کسی بھلائی پر عمل نہ کرتے اور نہ ایسا تھا کہ آپ اس کو انبساط کی حالت میں بہت کم پاتے۔

﴿وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ﴾ یعنی ہم نے آپ سے آپ کے گناہ کا بوجھ اتار دیا ﴿الَّذِيٓ أَنقَضَ﴾ ''جس نے توڑ رکھا تھا۔'' یعنی بوجھل کیا ہوا تھا ﴿ظَهۡرَكَ﴾ ''آپ کی کمر کو۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِّيَغۡفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح: ۲/۴۸) ''تاکہ جو گناہ آپ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو پیچھے سرزد ہوئے، ان سب کو اللہ بخش دے۔''

﴿وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾ یعنی ہم نے آپ کی قدر و منزلت بلند کی، ہم نے آپ کو ثنائے حسن اور ذکر بلند سے سرفراز کیا جہاں آج تک مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں پہنچ سکی۔ پس جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً: اسلام میں داخل ہوتے وقت، اذان اور اقامت کے اندر، خطبوں اور دیگر امور میں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے۔ امت کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کے لیے جو محبت، تعظیم اور اجلال ہے وہ کسی اور کے لیے نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے افضل ترین جزائے خیر عطا کرے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا ○ إِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا﴾ ''بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔'' ایک عظیم الشان خوشخبری ہے کہ جب بھی کوئی تنگی اور سختی پائی جائے گی تو اس کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہوگی حتی کہ اگر تنگی گوہ کے بل میں داخل ہو جائے تو آسانی اس کے ساتھ داخل ہوگی اور اسے باہر نکال لائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَيَجۡعَلُ ٱللَّهُ بَعۡدَ عُسۡرٖ يُسۡرٗا﴾ (الطلاق: ۷/۶۵) ''عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے ساتھ کشائش عطا کرے گا۔'' اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف کے ساتھ کشادگی ہوتی ہے اور تنگی کی معیت میں کشائش ہے۔''[1]

[1] مسند أحمد: ۱/ ۳۰۷-۳۰۸

دونوں آیات کریمہ میں اَلْعُسْر کو معرفہ استعمال کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ واحد ہے اور اَلْیُسْر کو نکرہ استعمال کرنا اس کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آئے گی۔ الف لام کے ساتھ معرفہ بنانے میں جو کہ استغراق اور عموم پر دلالت کرتا ہے' دلیل ہے کہ ہر تنگی' خواہ وہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے' اس کے آخر میں آسانی کا آنا لازم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اور آپ کے اتباع میں تمام اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کی نعمتوں کے واجبات کو قائم کریں' چنانچہ فرمایا: ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ یعنی جب آپ اپنے اشغال سے فراغت حاصل کریں اور آپ کے قلب میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ جائے جو اسے (ذکر الٰہی سے) روکتی ہو' تب آپ عبادت اور دعا میں جدّ و جہد کیجیے۔ ﴿وَاِلٰی رَبِّکَ﴾ اور اپنے اکیلے رب کی طرف ﴿فَارْغَبْ﴾ ''پس متوجہ ہو جائیں۔'' یعنی اپنی پکار کے جواب اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے اپنی رغبت بڑھایے۔ آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو فارغ ہوتے ہیں تو کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے ہیں' اپنے رب اور اس کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں' ایسا نہ ہو کہ آپ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جائیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے معنی ہیں کہ جب آپ نماز پڑھ کر اس سے فارغ ہوں تو دعا میں محنت کیجیے اور اپنے مطالب کے سوال کرنے میں اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے۔ اس قول کے قائلین' اس آیت کریمہ سے' فرض نمازوں کے بعد دعا اور ذکر وغیرہ کی مشروعیت پر استدلال کرتے ہیں۔ واللہ أعلم .

تفسیر سورۃ التّین

سُوْرَةُ التِّيْن (۹۵) مَكِّيَّة (۲۸) — اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ لَقَدْ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ○ اور طور سیناء کی ○ اور اس پر امن شہر (مکہ) کی ○ البتہ یقیناً

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ اِلَّا

ہم نے پیدا کیا انسان کو بہترین شکل وصورت میں ○ پھر ہم نے لوٹا (یعنی کر) دیا اس کو پست تر پستوں سے بھی ○ مگر

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا

وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک تو ان کے لیے اجر ہے غیر منقطع ○ پس کون سی چیز

يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ع

تجھے جھٹلانے (پر آمادہ) کرتی ہے (اے انسان!) اس کے بعد جزا کو؟ ○ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم؟ ○

﴿التِّيْنِ﴾ انجیر کا معروف درخت اور اسی طرح ﴿الزَّيْتُوْنِ﴾ زیتون بھی ایک معروف درخت ہے۔ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کی قسم ان کے اور ان کے پھل کے کثیر الفوائد ہونے کی بنا پر کھائی ہے' نیز اس بنا پر قسم کھائی ہے کہ ان دونوں درختوں کی ارض شام (فلسطین) میں' جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نبوت کا محل و مقام ہے' کثرت ہے۔ ﴿ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴾ "طور سینا کی قسم!" جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقام ہے۔ ﴿ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴾ "اور اس امن والے شہر کی۔" اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جو رسول مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا محل و مقام ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقامات مقدسہ کی قسم کھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور جہاں تمام انبیاء میں سب سے زیادہ شرف وفضیلت کے حامل نبی مبعوث ہوئے۔

اور جس امر پر قسم کھائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ "ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔" یعنی کامل تخلیق' متناسب اعضا اور بلند قامت کے ساتھ پیدا کیا ہے' وہ ظاہر اور باطن میں جس چیز کا محتاج ہے' اس سے محروم نہیں۔ ان عظیم نعمتوں کے باوجود جن کا شکر کیا جانا چاہیے' اکثر مخلوق منعم کے شکر سے منحرف اور لہو ولعب میں مشغول ہے۔ لوگ اپنے لیے پست ترین معاملے اور ردی اخلاق پر راضی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو پست سے پست مقام کی طرف لوٹا دیا' یعنی جہنم کا سب سے نچلا حصہ جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے والے سرکشوں کا مقام ہے' سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان' عمل صالح اور اخلاق فاضلہ سے نوازا۔ ﴿ فَلَهُمْ ﴾ پس ان کے لیے ان اعمال کی وجہ سے بلند منازل ہیں اور ﴿ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ منقطع نہ ہونے والا اجر ہے بلکہ ان کے لیے وافر لذتیں' متواتر فرحتیں اور بکثرت نعمتیں' اتنے عرصے تک حاصل ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہ ایسی نعمتوں (بھری جنت) میں رہیں گے جو کبھی نہیں بدلے گی جس کے پھل اور سائے دائمی ہوں گے۔

﴿ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴾ پس اے انسان! کون سی چیز اس کے بعد تجھے اعمال کی جزا و سزا کے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے' حالانکہ تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیوں کو دیکھ چکا ہے جن سے تجھے یقین حاصل ہو سکتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ چکا ہے جو تجھ پر واجب ٹھہراتی ہیں کہ تو ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے جس کی اس نے تجھے خبر دی ہے۔ ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ "کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟" کیا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ مخلوق کو بےکار اور مہمل چھوڑ دیا جائے' ان کو حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے' ان کو ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے؟ یا وہ جس نے بنی نوع انسان کو کئی مراحل میں پیدا کیا' ان کو اتنی نعمتوں' بھلائیوں اور احسانات سے نوازا جن کو وہ شمار نہیں کر سکتے' بہترین طریقے سے ان کی پرورش کی' ضرور ان کو اس گھر کی طرف لوٹائے گا جو ان کا ٹھکانا اور ان کی غایت وانتہا ہے' جس کا وہ قصد کرتے ہیں اور جس کی طرف وہ ارادہ رکھتے ہیں۔

تفسیر سورۃ العلق

سورۃ العلق (۹۶) مکیۃ (۱) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتہا ۱۹ رکوعہا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾

پڑھیے اپنے رب کے نام سے وہ جس نے پیدا کیا ○ اس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے ○ پڑھیے اور آپکا رب بڑا کریم ہے ○

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ

وہ ذات جس نے (علم) سکھایا قلم کے ذریعے سے ○ اس نے سکھلایا انسان کو جو کچھ نہیں جانتا تھا وہ ○ یقیناً! بلاشبہ انسان

لَيَطْغٰٓى ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿۹﴾

البتہ سرکشی کرتا ہے ○ اس لیے کہ وہ دیکھتا ہے اپنے آپکو بے پروا ○ بلاشبہ آپکے رب ہی کیطرف واپسی ہے ○ بھلا بتلاؤ تو کسی وہ شخص جو روکتا ہے ○

عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ

ایک بندے (محمد ﷺ) کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ○ بھلا بتلاؤ تو! اگر ہو وہ (نمازی) ہدایت پر ○ یا وہ حکم دیتا ہو پرہیزگاری کا ○ بھلا بتلاؤ تو!

اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا

اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ○ کیا نہیں جانا اس نے یہ کہ بلاشبہ اللہ (اسے) دیکھ رہا ہے؟ ○ ہرگز نہیں! البتہ اگر نہ رکا وہ تو ضرور گھسیٹیں گے ہم (اسکو)

بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾

پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر) ○ پیشانی جھوٹی خطاکار ○ پس چاہیے کہ وہ بلالے اپنی مجلس کو ○ یقیناً ہم بھی بلالیں گے عذاب کے فرشتوں کو ○

كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدۃ ۱۴

ہرگز نہیں! نہ اطاعت کریں آپ اس کی اور سجدہ کیجیے اور قرب حاصل کیجیے ○

رسول اللہ ﷺ پر نزول کے اعتبار سے یہ قرآن کی اوّلین سورت ہے، یہ نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی، جب آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ پس جبریل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ پڑھیں مگر آپ نے عذر پیش کیا اور کہا ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' جبریل بار بار یہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں جس نے پیدا کیا۔'' یعنی جس نے عام مخلوق کو پیدا کیا، پھر انسان کو خاص کر کے اس کی تخلیق کی ابتدا کا ذکر کیا، فرمایا: ﴿مِنْ عَلَقٍ﴾ ''خون کے لوتھڑے سے (پیدا کیا۔)'' پس جس ہستی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر کی، لازم ہے کہ وہ امر و نہی کی بھی تدبیر کرے اور یہ کام وہ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے سرانجام دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کا حکم دے کر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔

﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ ''پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔'' یعنی آپ کا رب بہت زیادہ اور وسیع صفات کا مالک' بہت زیادہ کرم واحسان اور بے پایاں جود والا ہے۔ جس کا کرم یہ ہے کہ اس نے مختلف انواع کے علوم کے ذریعے سے تعلیم دی اور ﴿ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ ''قلم کے ذریعے سے سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالا' وہ اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا' اس کو سماعت' بصارت اور عقل سے بہرہ ور کیا' اس کے لیے حصول علم کے تمام اسباب آسان کیے' اسے قرآن کی تعلیم دی' حکمت سکھائی اور قلم کے ساتھ علم عطا کیا جس کے ذریعے سے تمام علوم کو محفوظ اور حقوق کو ضبط کیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے لیے ایسا ایلچی ہوتا ہے جو ان کے لیے بالمشافہ خطاب کا قائم مقام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا احسان ہے جس نے اپنے بندوں کو ان نعمتوں سے نوازا جن کی وہ جزا دینے پر قادر ہیں نہ شکر ادا کرنے پر' پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں تونگری اور کشائش رزق سے نوازا مگر انسان نے' اپنے ظلم و جہالت کی بنا پر' جب اپنے آپ کو غنی دیکھا تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا' ہدایت کے مقابلے میں تکبر کیا اور بھول بیٹھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے اور جزا سے نہ ڈرا بلکہ وہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ خود بھی ہدایت کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی ہدایت چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے۔ پس وہ نماز پڑھنے سے روکتا ہے جو اعمال ایمان میں سب سے افضل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس متکبر اور سرکش سے فرماتا ہے: ﴿ اَرَءَيْتَ ﴾ بندہ جب نماز پڑھے' اس کو نماز پڑھنے سے روکنے والے! مجھے بتا۔ ﴿ اِنْ كَانَ ﴾ بھلا نماز پڑھنے والا بندہ ﴿ عَلَى الْهُدٰۤى ﴾ اگر حق کا علم رکھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہو ﴿ اَوْ اَمَرَ ﴾ یا دوسروں کو حکم دیتا ہو ﴿ بِالتَّقْوٰى ﴾ ''تقویٰ کا''۔ کیا یہ اچھی بات ہے کہ ایسے شخص کو روکا جائے جس کا یہ وصف ہے؟ کیا اس کو روکنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی اور حق کے خلاف جنگ نہیں؟ کیونکہ نہی کا رخ صرف اسی کی طرف ہوتا ہے جو فی نفسہ ہدایت پر نہیں ہوتا یا وہ دوسروں کو تقویٰ کے خلاف حکم دیتا ہے۔

﴿ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ ﴾ بھلا بتلاؤ! حق سے روکنے والے نے اگر جھٹلایا ہو ﴿ وَتَوَلّٰى ﴾ اور حکم سے منہ موڑا ہو' کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتا؟ ﴿ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھتا ہے۔'' جو عمل وہ کرتا اور جو فعل وہ سرانجام دیتا ہے؟ اگر وہ اپنے حال پر جما رہا تو اس کو وعید سنائی' پس فرمایا: ﴿ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ﴾ جو کچھ وہ کہتا اور کرتا ہے اگر اس سے باز نہ آیا ﴿ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴾ تو ہم اس کی پیشانی کو بڑی سختی سے پکڑیں گے اور یہ اسی کی مستحق ہے، کیونکہ یہ ﴿ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴾ پیشانی اپنے قول میں جھوٹی اور اپنے فعل میں خطا کار ہے۔

﴿ فَلْيَدْعُ ﴾ یعنی یہ شخص جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے ﴿ نَادِيَهٗ ﴾ اپنے اہل مجلس' اپنے ساتھیوں اور ان

لوگوں کو بلالے جو اس کے ارد گرد ہیں تاکہ وہ اس عذاب کے خلاف اس کی مدد کریں جو اس پر نازل ہوا ہے۔
﴿ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾ ہم بھی اس کو پکڑنے اور اس کو سزا دینے کے لیے جہنم کے داروغوں کو بلالیں گے' پھر وہ دیکھے گا کہ کون سا فریق زیادہ طاقتور اور زیادہ قدرت والا ہے۔

یہ اس روکنے والی ہستی اور اس عقوبت کا حال ہے جس کی وعید سنائی گئی ہے۔ رہا اس شخص کا حال جس کو روکا گیا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس روکنے والے کی طرف دھیان ہی دے اور نہ اس کی نہی پر عمل ہی کرے' چنانچہ فرمایا: ﴿ كَلَّا لَا تُطِعْهُ ﴾ ''دیکھ! اس کی اطاعت نہ کرنا۔'' یعنی وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں خسارہ ہوتا ہے ﴿ وَاسْجُدْ ﴾ اور اپنے رب کے لیے سجدہ کیجیے ﴿ وَاقْتَرِبْ ﴾ سجدوں وغیرہ اور دیگر نیکیوں اور عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجیے' کیونکہ یہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتی ہیں۔ یہ ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو بھلائی سے روکتا ہے اور ہر اس امر کے لیے عام ہے جس سے روکا گیا ہے اگرچہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں اس وقت نازل ہوئیں جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا' آپ کو تعذیب دی اور اذیت پہنچائی۔

تفسیر سورۃ القدر

سُوْرَةُ الْقَدْرِ (۹۷) مَكِّيَّةٌ (۲۵) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ

بلاشبہ ہم نے نازل کیا اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے لیلۃ القدر؟ ۝ لیلۃ القدر

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

بہتر ہے ایک ہزار مہینوں سے ۝ نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح (جبریل) اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے

مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

ہر کام کے لیے ۝ سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رات یہاں تک کہ طلوع ہو فجر ۝

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی فضیلت اور اس کی بلند قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ ''بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ (الدخان: ۴۴/ ۳) ''بے شک ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔'' اس کا شب قدر میں نازل کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کی ابتدا' رمضان المبارک میں اور شب قدر میں کی۔ شب قدر کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عام رحمت فرمائی' بندے جس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس کی عظیم

قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی فضیلت کی بنا پر اس کو ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴾ کے نام سے موسوم کیا گیا' نیز اس لیے بھی اس کو ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴾ کہا گیا کہ سال بھر میں جو کچھ واقع ہوتا ہے' یعنی عمر' رزق' دیگر تقدیر وغیرہ اس میں مقدر کر دی جاتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت شان اور عظمت مقدار بیان کی' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴾ ''اور تجھے کس نے خبر دی کہ شب قدر کیا ہے؟'' یعنی اس کی شان بہت جلیل اور اس کا رتبہ بہت عظیم ہے۔ آپ کو اس کا علم نہیں۔ ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴾ یعنی قدر کی رات فضیلت میں ایک ہزار مہینے کے برابر ہے۔ وہ عمل جو شب قدر میں واقع ہوتا ہے' ایک ہزار مہینے میں جو شب قدر سے خالی ہوں' واقع ہونے والے عمل سے بہتر ہے۔ یہ ان امور میں سے ہے جن پر خرد حیران اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضعیف القویٰ امت کو ایسی رات سے نوازا جس کے اندر عمل ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بڑھ کر ہے' یہ ایک ایسے معمر شخص کی عمر کے برابر ہے جسے اسّی سال سے زیادہ طویل عمر دی گئی ہو۔

﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا ﴾ یعنی فرشتے اور جبریل امین اس رات میں کثرت سے نازل ہوتے ہیں ﴿ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ ﴾ ''ہر کام کے لیے' یہ (رات) سلامتی ہے۔'' یعنی شب قدر ہر آفت اور ہر شر سے سلامت ہے اور اس کا سبب اس کی بھلائی کی کثرت ہے۔ ﴿ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾ ''صبح کے طلوع ہونے تک۔'' یعنی اس رات کی ابتدا غروب آفتاب اور اس کی انتہا طلوع فجر ہے۔

اس رات کی فضیلت میں تواتر سے احادیث وارد ہوئی ہیں' نیز یہ کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں' خاص طور پر طاق راتوں میں واقع ہوتی ہے اور یہ رات ہر سال آتی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی' اسی لیے نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور کثرت سے عبادت کرتے تھے' اس امید میں کہ شاید شب قدر مل جائے۔ واللہ أعلم

تفسیر سورۃ البینۃ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ (٩٨) مَدَنِيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٨ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

نہیں تھے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین رکنے والے (کفر سے) یہاں تک کہ آئے ان کے پاس

الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا

واضح دلیل ○ (یعنی) ایک رسول اللہ کی طرف سے وہ پڑھے صحیفے پاکیزہ ○ ان (صحیفوں) میں احکام ہیں درست معتدل ○ اور نہیں

تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا

متفرق (مختلف) ہوئے وہ لوگ جو دیے گئے کتاب (کبھی بھی) مگر بعد اسکے کہ آئی انکے پاس واضح دلیل ○ حالانکہ نہیں حکم دیے گئے تھے وہ مگر

لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ

یہ کہ عبادت کریں وہ اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کیلئے بندگی، یکسو ہو کر اور وہ قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہی ہے

دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

دین سیدھی (ملت) کا ○ بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین (وہ ہونگے) آتش جہنم میں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں، یہی لوگ ہیں بدترین خلائق ○ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک،

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہی لوگ ہیں بہترین خلائق ○ جزا ان کی ان کے رب کے ہاں باغات ہیں ہمیشگی والے، چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع

وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک، راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے یہ (جزا) اس شخص کیلئے ہے جو ڈر گیا اپنے رب سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ﴾ ''نہیں ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے۔'' یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ﴿ وَالْمُشْرِكِيْنَ ﴾ اور مشرکین اور دیگر قوموں کی تمام اصناف میں سے ﴿ مُنْفَكِّيْنَ ﴾ ''باز آنے والے۔'' یعنی یہ سب اپنے کفر اور ضلالت سے جدا نہیں ہوں گے، وہ اپنی گمراہی اور ضلالت میں بھٹکتے رہیں گے اور مرور اوقات ان کے کفر میں اضافہ ہی کرے گا۔ ﴿ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل اور نمایاں برہان آ جائے۔ پھر ﴿ الْبَيِّنَةُ ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کے رسول۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مبعوث کیا جو لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتا ہے، اس پر کتاب اتاری جس کی وہ تلاوت کرتا ہے تاکہ لوگوں کو دانائی سکھائے، ان کو پاک کرے اور ان کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے، اس لیے فرمایا: ﴿ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴾ ''وہ (رسول) پاک اوراق پڑھتا ہے۔'' یعنی وہ شیطان کے قریب ہونے سے محفوظ ہیں، اسے صرف پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں؛ کیونکہ یہ بلند ترین کلام ہے۔

اس لیے صحیفوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ فِيْهَا ﴾ ان صحیفوں میں ﴿ كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾ سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکام ہیں جو حق اور راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس یہ واضح دلیل آ جاتی ہے تب اس وقت طالب حق اور وہ شخص جس کا مقصد طلب حق نہیں ہے، دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ پس جو کوئی ہلاک ہوتا ہے تو دلیل سے ہلاک ہوتا ہے اور جو کوئی زندہ رہتا ہے تو دلیل سے زندہ رہتا ہے۔

اگر اہل کتاب اس رسول (ﷺ) پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی اطاعت نہیں کرتے تو یہ ان کی گمراہی اور عناد کی بنا پر کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے تفرقہ بازی اور باہم اختلاف کیا اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ﴿مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡبَيِّنَةُ﴾ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آ گئی جو اپنے ماننے والوں کے لیے اجتماع و اتفاق کی موجب ہے مگر ان کے بگاڑ اور ان کی خساست کی بنا پر ہدایت نے ان کی گمراہی میں اور بصیرت نے ان کے اندھے پن میں اضافے کے سوا کچھ نہیں کیا' حالانکہ تمام کتابیں ایک ہی اصل اور ایک ہی دین لے کر آئی ہیں۔ان کو تمام شریعتوں میں حکم تو یہی ہوا تھا کہ عبادت کریں ﴿ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾ ''اللہ کی اخلاص کے ساتھ اسکے لیے بندگی۔''یعنی اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کی طلب کو مقصد بناتے ہوئے۔ ﴿حُنَفَآءَ﴾ ''یکسو ہو کر۔''یعنی دین توحید کے مخالف تمام ادیان سے منہ موڑ کر ﴿وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ﴾ ''اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔'' اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو ان کے فضل و شرف کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا' حالانکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾ میں داخل ہیں' نیز اس لیے بھی انھیں الگ ذکر کیا کہ یہ دونوں ایسی عبادتیں ہیں کہ جس نے ان کو قائم کیا اس نے دین کی تمام شرائع کو قائم کیا ﴿وَذَٰلِكَ﴾ ''اور یہ۔'' یعنی توحید اور اخلاص فی الدین دونوں ﴿دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ﴾ دین مستقیم ہیں جو نعمتوں بھری جنت میں پہنچاتا ہے اور اس کے سوا دیگر ادیان' ایسے راستے ہیں جو جہنم میں لے جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کافروں کے پاس واضح دلیل آ جانے کے بعد ان کی جزا کیا ہو گی' چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَٱلۡمُشۡرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا' جہنم کی آگ میں ہوں گے۔'' اس کا عذاب ان کا احاطہ کر لے گا اور اس کی عقوبت ان پر بہت شدت اختیار کر لے گی۔ ﴿خَٰلِدِينَ فِيهَآ﴾ یہ عذاب ان سے کبھی منقطع نہیں ہو گا اور وہ جہنم کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس رہیں گے ﴿أُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ ٱلۡبَرِيَّةِ﴾ ''یہ لوگ مخلوق میں سے بدتر ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان کر اس کو ترک کر دیا اور یوں دنیا و آخرت میں انھوں نے نقصان اٹھایا۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ ٱلۡبَرِيَّةِ﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے' وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔'' کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کی معرفت حاصل کی اور وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے فوز یاب ہوئے۔

﴿جَزَآؤُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ﴾ ''ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ کے باغات ہیں۔'' یعنی دائمی اقامت کے لیے جنتیں جہاں سے کبھی کوچ ہو گا نہ روانگی اور نہ ان جنتوں سے اوپر کسی اور چیز کی طلب رہے گی۔ ﴿تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ﴾ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے' پس اللہ تعالیٰ ان سے اس سبب سے راضی ہوا کہ انھوں نے اس کی مرضی کو پورا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر

راضی ہوئے کہ اس نے ان کے لیے مختلف انواع کی تکریمات تیار کیں۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ جزائے حسن ﴿ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانیوں سے باز رہتا ہے اور ان امور کو قائم کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں۔

تفسیر سورۃ الزلزال

سُوْرَةُ الزَّلْزَال (۹۹) مَدَنِيَّة (۱۹۳) — آیاتها ۸ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب ہلائی جائے گی زمین خوب زور سے ہلایا جانا ○ اور باہر نکال دے گی زمین اپنے بوجھ ○ اور کہے گا انسان

مَا لَهَا ۝۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

کیا ہوا اسکو؟ ○ اس دن بیان کرے گی وہ اپنی خبریں ○ اس لیے کہ بلاشبہ آپ کا رب وحی (حکم) کرے گا اسکو ○ اس دن لوٹیں گے لوگ

اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷

متفرق (الگ الگ) ہو کر تاکہ دکھائے جائیں وہ اپنے اعمال ○ پس جو کوئی کرے گا ذرہ برابر بھلائی تو وہ دیکھ لے گا اس کو ○

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

اور جو کوئی کرے گا ذرہ برابر برائی تو وہ بھی دیکھ لے گا اس کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان واقعات کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جو قیامت کے دن وقوع میں آئیں گے، نیز یہ کہ زمین میں زلزلہ آئے گا، وہ ہلا دی جائے گی اور وہ کانپ اٹھے گی، یہاں تک کہ اس پر موجود تمام عمارتیں اور تمام نشانات گر کر معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے، زمین ہموار اور چٹیل میدان بن جائے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا۔ ﴿ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴾ ''اور زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی۔'' یعنی زمین کے پیٹ میں جو خزانے اور مردے ہوں گے وہ انھیں نکال باہر کرے گی۔ ﴿ وَقَالَ الْاِنْسَانُ ﴾ جب انسان اس عظیم واقعے کو دیکھے گا جو زمین کو پیش آئے گا تو کہے گا: ﴿ مَا لَهَا ﴾ یعنی اسے کیا حادثہ پیش آ گیا؟

﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ ﴾ اس دن زمین بیان کرے گی ﴿ اَخْبَارَهَا ﴾ ''اپنی خبریں۔'' یعنی عمل کرنے والوں کے اچھے برے اعمال کی گواہی دے گی جو انھوں نے اس کی پیٹھ پر کیے ہیں، کیونکہ زمین بھی ان گواہوں میں شمار ہو گی جو بندوں کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یہ سب اس لیے ہوگا ﴿ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴾ کہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے گا کہ وہ ان تمام اعمال کے بارے میں خبر دے جو اس کی سطح پر کیے گئے ہیں۔ پس زمین اللہ تعالیٰ کے

حکم کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

﴿ یَوْمَىِٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ ﴾ ''اس دن لوگ آئیں گے۔'' یعنی قیامت کے میدان سے جب اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا ﴿ اَشْتَاتًا ﴾ مختلف گروہوں کی صورت میں ﴿ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴾ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی برائیاں اور نیکیاں دکھائے جو ان سے صادر ہوئی ہیں اور ان کو ان اعمال کی پوری جزا کا مشاہدہ کرائے۔ ﴿ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴾ ''پس جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی' وہ اسے دیکھ لے گا۔'' یہ خیر و شر کے تمام اعمال کو شامل ہے؛ کیونکہ جب وہ ذرہ بھر وزن کو دیکھ سکے گا جو حقیر ترین چیز ہے' اسے اس کی جزا بھی دی جائے گی' تب وہ اعمال جو وزن میں اس سے زیادہ ہوں گے ان کا دکھا دینا تو زیادہ اولیٰ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ﴾ (ال عمران: ۳۰/۳) ''جس دن ہر شخص اپنے بھلائی کے عمل اور برائی کے عمل کو موجود پائے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش! برائیوں اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔'' ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ (الکھف: ۴۹/۱۸) ''اور انھوں نے جو عمل کیے تھے ان کو موجود پائیں گے۔''

ان آیات میں بھلائی کے فعل کی ترغیب ہے' خواہ وہ بہت ہی تھوڑا ہو اور برائی کے فعل پر ترہیب ہے' خواہ وہ بہت ہی معمولی ہو۔

تفسیر سورۃ العٰدیٰت

سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ (۱۰۰) مَكِّیَّةٌ (۱۴) — اٰیَاتُهَا ۱۱ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ

قسم ہے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپتے ہوئے ۝ پھر آگ نکالنے والوں کی سم مار کر ۝ پھر حملہ کرنے والوں کی صبح کے وقت ۝ پھر وہ اڑاتے ہیں اس وقت

نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ

غبار ۝ پھر وہ درمیان میں گھس جاتے ہیں اس وقت (دشمن کی) جماعت میں ۝ یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ۝ اور بلاشبہ وہ اس بات پر

لَشَهِیْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝۸ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا

البتہ (خود بھی) شاہد ہے ۝ اور بلاشبہ وہ محبت مال میں (بھی) بہت سخت ہے ۝ کیا پس نہیں جانتا وہ جب نکال باہر کر دیا جائیگا جو کچھ

فِی الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِیْرٌ ۝۱۱

قبروں میں ہے؟ ۝ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے ۝ بلاشبہ ان کا رب ان (کے حال) سے اس دن خبردار ہوگا ۝

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے، کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روشن اور نمایاں نشانیاں اور ظاہری نعمتیں ہیں جو تمام خلائق کو معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی ان کے اس حال میں قسم کھائی جس حال میں حیوانات کی تمام انواع میں سے کوئی حیوان ان کے ساتھ مشارکت نہیں کرسکتا۔ فرمایا: ﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴾ یعنی بہت قوت کے ساتھ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جبکہ ان سے ہانپنے کی آواز آرہی ہو۔ اَلضَّبْحُ گھوڑوں کے سانس کی آواز جو تیز دوڑتے وقت ان کے سینوں سے نکلتی ہے۔ ﴿ فَالْمُوْرِيٰتِ ﴾ ''پھر آگ جھاڑنے والوں کی اپنے سموں سے پتھروں پر ﴿ قَدْحًا ﴾ ''ٹاپ مار کر۔'' یعنی جب وہ گھوڑے دوڑتے ہیں تو ان کے سموں کی سختی اور ان کی قوت کی وجہ سے آگ نکلتی ہے۔ ﴿ فَالْمُغِيْرٰتِ ﴾ دشمن پر شب خون مارنے والے گھوڑوں کی ﴿ صُبْحًا ﴾ ''صبح کے وقت۔'' اور یہ امر غالب ہے کہ (دشمن پر) شب خون صبح کے وقت منہ اندھیرے مارا جاتا ہے۔

﴿ فَاَثَرْنَ بِهٖ ﴾ یعنی اپنے دوڑنے اور شبخون مارنے کے ذریعے سے ﴿ نَقْعًا ﴾ غبار اڑاتے ہیں۔ ﴿ فَوَسَطْنَ بِهٖ ﴾ ''پھر جا گھستے ہیں۔'' یعنی اپنے سواروں کے ساتھ ﴿ جَمْعًا ﴾ دشمن کے جتھوں کے درمیان جن پر دھاوا کیا ہے' جواب قسم، اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴾ ''بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔'' یعنی وہ اس بھلائی سے محروم کرنے والا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا ہے۔ انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ اس کا نفس ان حقوق کے بارے میں جو اس کے ذمے عائد ہوتے ہیں' فیاضی نہیں کرتا کہ ان کو کامل طور پر اور پورے پورے ادا کردے بلکہ اس کے ذمے جو مالی یا بدنی حقوق عائد ہوتے ہیں' ان کے بارے میں اس کی فطرت میں سستی اور حقوق سے منع کرنا ہے' سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے بہرہ مند کیا اور اس نے اس وصف سے باہر نکل کر حقوق کی ادائیگی میں فیاضی کے وصف کو اختیار کرلیا۔

﴿ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴾ ''اور وہ اس پر گواہ ہے۔'' یعنی انسان کے نفس کی طرف جو عدم سماحت اور ناشکری معروف ہے' بے شک وہ بذات خود اس پر گواہ ہے' وہ اس کو جھٹلا سکتا ہے نہ اس کا انکار کرسکتا ہے، کیونکہ یہ بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہو' یعنی بے شک بندہ اپنے رب کا ناشکرا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے وعید اور سخت تہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے جو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ اور بلاشبہ انسان ﴿ لِحُبِّ الْخَيْرِ ﴾ مال کی محبت میں ﴿ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''بہت سخت ہے۔'' یعنی مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور مال کی محبت ہی اس کے لیے حقوق واجبہ کو ترک کرنے کی موجب بنی اور یوں اس نے اپنی شہوت نفس کو اپنے رب کی رضا پر ترجیح دی۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اس نے اپنی نظر کو صرف اسی

دنیا پر مرکوز رکھا اور آخرت سے غافل رہا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے یوم وعید کا خوف دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَلَا یَعْلَمُ ﴾ یعنی اپنے آپ کو طاقت ور سمجھنے والا یہ شخص، کیا نہیں جانتا؟ ﴿ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴾ جب اللہ تعالیٰ قبروں میں سے مردوں کو ان کے حشر ونشر کے لیے نکالے گا ﴿ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴾ اور جو کچھ سینوں میں ہے وہ ظاہر اور واضح ہو جائے گا، سینوں کے اندر جو بھلائی یا برائی ہے وہ چھپی نہ رہے گی، ہر بھید کھل جائے گا اور باطل ظاہر ہو جائے گا اور ان کے اعمال کا نتیجہ تمام مخلوق کے سامنے آ جائے گا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِیْرٌ ﴾ بے شک ان کا رب ان کے ظاہری اور باطنی، جلی اور خفی اعمال سے خبردار ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو اس دن کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ ان کے بارے میں ہر وقت خبر رکھنے والا ہے، کیونکہ اس سے مراد اعمال کی وہ جزا ہے جس کا باعث اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی اطلاع ہے۔

تفسیر سورۃ القارعۃ

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ (۱۰۱) مَکِّیَّۃٌ (۳۰) — اٰیَاتُهَا ۱۱ — رُکُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ

کھٹکھٹانے والی ○ کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟ ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟ ○ جس دن ہو جائیں گے لوگ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

(ایسے) جیسے پروانے پتنگے بکھرے ہوئے ○ اور ہو جائیں گے پہاڑ (ایسے) جیسے رنگین اون دھنکی ہوئی ○ پس لیکن جو شخص کہ بھاری ہوگئی

مَوَازِیْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ

اسکی میزان ○ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ○ اور لیکن جو شخص کہ ہلکی ہوگئی اس کی ترازو ○ تو اس کا ٹھکانا

هَاوِیَةٌ ۝۹ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِیَةٌ ۝۱۱

ھاویہ (کھڈ) ہوگا ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے ھاویہ؟ ○ (وہ) آگ ہے سخت دہکتی ہوئی ○

﴿ اَلْقَارِعَةُ ﴾ قیامت کے دن کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گی اور اپنی ہولناکیوں سے ان کو دہشت زدہ کر دے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے کی عظمت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ ○ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ○ یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ ﴾ "کھڑکھڑا دینے والی۔ کیا ہے کھڑکھڑا دینے والی؟ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے؟ جس دن ہو جائیں گے لوگ۔" سخت گھبراہٹ اور ہولناکی کی وجہ سے ﴿ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴾

''بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح۔'' یعنی بکھرے ہوئے ٹڈی دل کی طرح ہوں گے جو ایک دوسرے میں موجزن ہوگا۔ (اَلْفَرَاشُ) یہ وہ حیوانات (پتنگے) ہیں جو رات کے وقت (روشنی میں) ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر موج بن کر آتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کہاں کا رخ کریں، جب ان کے سامنے آگ روشن کی جائے تو اپنے ضعف ادراک کی بنا پر ہجوم کر کے اس میں آ گرتے ہیں۔ یہ تو حال ہوگا خردمند لوگوں کا۔

رہے بڑے ٹھوس اور سخت پہاڑ تو وہ ﴿ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ﴾ دھنکی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے جو نہایت کمزور ہوگئی ہو جسے معمولی سی ہوا بھی اڑائے پھرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ (النمل: ۲۷/۸۸) ''اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا اور سمجھے گا کہ یہ جامد ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کی چال چل رہے ہوں گے۔'' پھر اس کے بعد بکھرا ہوا غبار بن کر ختم ہو جائیں گے اور ان میں سے کچھ باقی نہیں بچے گا جس کو دیکھا جائے۔

اس وقت ترازوئیں نصب کر دی جائیں گی اور لوگ دو قسموں میں منقسم ہو جائیں گے خوش بخت لوگ اور بد بخت لوگ۔ ﴿ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴾ ''پس جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے۔'' یعنی جس کی نیکیاں، برائیوں کی نسبت جھک جائیں گی ﴿ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴾ وہ نعمتوں والی جنت میں ہوگا۔ ﴿ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴾ ''اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے۔'' یعنی اس کی نیکیاں اتنی نہ ہوں گی جو اس کی برائیوں کے برابر ہوں ﴿ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴾ تو اس کا ٹھکانا اور مسکن جہنم ہوگا جس کے ناموں میں سے ایک نام اَلْهَاوِيَةُ ہے، جہنم اس کے لیے بمنزلہ ماں کے ہوگا جو اپنے بیٹے کو ساتھ ساتھ رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ (الفرقان: ۲۵/۶۵) ''بے شک جہنم کا عذاب تو چمٹ جانے والا ہے۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا دماغ جہنم میں گرے گا، یعنی اس کو سر کے بل جہنم میں گرایا جائے گا۔

﴿ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ﴾ ''اور تم کیا سمجھو کہ وہ (هَاوِيَة) کیا ہے۔'' یہ سوال اس کے معاملے کو بڑا ہولناک کر کے دکھاتا ہے۔ پھر اپنے ارشاد سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ سخت حرارت والی آگ، اس کی حرارت دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ ہم اس آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تفسیر سورۃ التکاثر

سُوْرَةُ التَّكَاثُر (۱۰۲) مَكِّيَّةٌ (۱۶) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

غافل کر دیا تمہیں باہم کثرت کی خواہش نے ○ یہاں تک کہ جا پہنچے تم قبرستانوں میں ○ ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لو گے ○ پھر ہرگز نہیں! عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

تم جان لو گے ○ یقیناً! اگر جان لو تم جاننا یقین کا ○ تو ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو ○ پھر ضرور دیکھو گے تم اسے

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

یقین کی آنکھ سے ○ پھر ضرور سوال کیے جاؤ گے تم اس دن نعمتوں کی بابت ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو' ان امور' جن کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے' یعنی اکیلے اللہ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں' اس کی معرفت' اس کی طرف انابت اور اس کی محبت کو ہر چیز پر مقدم رکھنے کو' چھوڑ کر دوسری چیزوں میں مشغول ہونے پر زجر و توبیخ کرتا ہے۔ ﴿ اَلْهٰىكُمُ ﴾ ''تمھیں غافل کر دیا۔'' مذکورہ بالا تمام چیزوں سے ﴿ التَّكَاثُرُ ﴾ ''زیادہ طلب کرنے کی خواہش نے۔'' اور جس چیز کی کثرت طلب کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں کیا تاکہ یہ ہر چیز کو شامل ہو جس کے ذریعے سے کثرت میں مقابلہ کرنے والے مقابلہ کرتے ہیں اور باہم فخر کرنے والے فخر کرتے ہیں' مثلاً: مال' اولاد' اعوان و انصار' فوجیں' خدم و حشم اور جاہ وغیرہ جس میں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کا قصد کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مطلوب و مقصود نہیں ہوتا۔

تمھاری غفلت' تمھارا لہو و لعب اور تمھاری مشغولیت دائمی ہو گئی ﴿ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ ''یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔'' تب تمھارے سامنے سے پردہ ہٹ گیا مگر اس وقت جب تمھارا دنیا میں دوبارہ آنا ممکن نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ دلالت کرتا ہے کہ برزخ ایسا گھر ہے جس سے مقصود آخرت کے گھر کی طرف نفوذ کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ''زائرین'' کے نام سے موسوم کیا ہے ''قیام کرنے والوں'' سے موسوم نہیں کیا۔ اور یہ چیز حیات بعد الموت اور ہمیشہ باقی رہنے والے غیر فانی گھر میں' اعمال کی جزا و سزا پر دلالت کرتی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے ان کو وعید سنائی: ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴾ ''ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ہرگز نہیں پھر تمھیں جلد علم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔'' یعنی جو کچھ تمھارے سامنے ہے' اگر تم اس کو جانتے ہوتے' ایسا جاننا جو دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے تو تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ مال و متاع حاصل کرنے کی خواہش غافل نہ کرتی اور تم جلدی سے اعمال صالحہ کی طرف بڑھتے مگر حقیقی علم کے معدوم ہونے نے تمھیں اس مقام پر پہنچا دیا جہاں تم اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔

﴿ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴾ یعنی تم ضرور قیامت کو لوٹائے جاؤ گے' پس تم یقیناً اس جہنم کو دیکھ لو گے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴾ ''پھر تم اس کو ضرور عین الیقین کے طور پر دیکھو گے۔'' یعنی' رویت بصری سے دیکھو گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا

﴿ اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴾ (الکھف: ۱۸/۵۳) ’’اور مجرم جہنم کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔‘‘

﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ پھر تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جن سے تم دنیا کی زندگی میں متمتع ہوتے رہے ہو کہ آیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا اور آیا تم نے ان نعمتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا اور تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ان نعمتوں سے مدد نہیں لی۔ تب وہ تمھیں ان نعمتوں سے اعلیٰ وافضل نعمتیں عطا کرے گا۔

یا تم ان نعمتوں کی وجہ سے فریب خوردہ رہے اور تم نے ان کا شکر ادا نہ کیا؟ بلکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ان نعمتوں سے مدد لی تو اس پر اللہ تعالیٰ تمھیں سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴾ (الأحقاف: ۴۶/۲۰) ’’جس دن، ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی لذتیں، اپنی دنیا کی زندگی ہی میں ختم کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، پس دنیا میں جو تم ناحق اکڑتے (تکبر کرتے) تھے اور نافرمانیاں کرتے تھے اس کے بدلے آج تمھیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔‘‘

تفسیر سورۃ العصر

سورۃ العصر (۱۰۳) مکیۃ (۱۳) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۳ رکوعھا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

قسم ہے زمانے کی ○ بلاشبہ انسان خسارے میں ہے ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل کیے انھوں نے نیک

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع

اور ایک دوسرے کو وصیت کی حق کی اور ایک دوسرے کو وصیت کی صبر (کرنے) کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے جو گردشِ شب و روز کا نام ہے جو بندوں کے اعمال اور ان کے افعال کا محل ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ خَاسِر نفع اٹھانے والے کی ضد ہے۔ خسارے کے متعدد اور متفاوت مراتب ہیں۔ کبھی خسارہ مطلق ہوتا ہے، جیسے اس شخص کا حال جس نے دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھایا، جنت سے محروم ہوا اور جہنم کا مستحق ہوا۔ کبھی خسارہ اٹھانے والا کسی ایک پہلو سے خسارے میں رہتا ہے، کسی دوسرے پہلو سے خسارے میں نہیں رہتا، بنابریں اللہ تعالیٰ نے خسارے کو ہر انسان کے لیے عام قرار دیا ہے

سوائے اس شخص کے جو ان چار صفات سے متصف ہے۔

(۱) ان امور پر ایمان لانا جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ایمان علم کے بغیر نہیں ہوتا اس لیے علم ایمان ہی کی فرع ہے، علم کے بغیر اس ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

(۲) عمل صالح: یہ تمام ظاہری اور باطنی بھلائی کے افعال کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ و مستحبہ سے متعلق ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا' حق جو ایمان اور عمل صالح کا نام ہے' یعنی اہل ایمان ایک دوسرے کو ان امور کی وصیت کرتے ہیں' ان پر ایک دوسرے کو آمادہ کرتے اور ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی' اس کی نافرمانی سے باز رہنے کی اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرنا۔

پہلے دو امور کے ذریعے سے بندۂ مومن اپنے آپ کی تکمیل کرتا ہے اور آخری دو امور کے ذریعے سے وہ دوسروں کی تکمیل کرتا ہے۔ ان چاروں امور کی تکمیل سے بندہ خسارے سے محفوظ رہتا ہے اور بہت بڑا نفع حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

تفسیر سورۃ الھمزۃ

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ (۱۰۴) مَكِّيَّةٌ (۳۲) — آیاتھا ۹ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ۝۱ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحْسَبُ اَنَّ

ہلاکت ہے واسطے ہر عیب جو غیبت کرنیوالے کے ○ وہ جس نے جمع کیا مال اور گن (گن) کر رکھا اسکو ○ وہ سمجھتا ہے کہ بلاشبہ

مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵

اسکا مال ہمیشہ (زندہ) رکھے گا اسکو ○ ہرگز نہیں! البتہ ضرور پھینکا جائے گا وہ حطمہ میں ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے حطمہ؟ ○

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷

وہ آگ ہے اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ○ وہ جو پہنچتی ہے دلوں تک ○

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

بلاشبہ وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی ○ لمبے لمبے ستونوں میں ○

﴿وَيْلٌ﴾ یعنی وعید' وبال اور سخت عذاب ﴿لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ''ہر اس شخص کے لیے جو طعن آمیز اشارے کرنے والا اور عیب جو ہے۔'' یعنی جو اپنے فعل سے لوگوں کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے قول سے چغل

خوری کرتا ہے۔ ھَمَّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں میں عیب نکالتا ہے' اپنے فعل اور اشاروں سے طعنہ زنی کرتا ہے۔ لَمَّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے قول سے لوگوں کے عیب نکالتا ہے۔ اس طعن آمیز اشارے کرنے والے اور چغل خور کی صفت یہ ہے کہ مال جمع کرنے' اس کو گننے اور اس پر خوش ہونے کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں' بھلائی کے راستوں میں اور صلہ رحمی کے لیے اس مال کو خرچ کرنے میں اسے کوئی رغبت نہیں۔ ﴿يَحْسَبُ﴾ اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتا ہے ﴿أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ﴾ کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا' اسی لیے اس کی تمام کدّ و کاوش اپنا مال بڑھانے میں صرف ہوتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی عمر کو بڑھاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ بخل اعمال کو ختم اور شہروں کو برباد کر دیتا ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔

﴿كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ﴾ یعنی اسے ضرور پھینکا جائے گا ﴿فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾ "حطمہ میں اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟" یہ اس کی تعظیم اور اس کی ہولناکی کا بیان ہے' پھر اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ﴾ "وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔" جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے ﴿الَّتِي﴾ جو اپنی شدّت کے باعث ﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ﴾ جسموں کو چھیدتی ہوئی دلوں تک جا پہنچے گی۔ اتنی سخت حرارت کے باوجود' وہ اس آگ میں محبوس ہوں گے' اس سے باہر نکلنے سے مایوس ہوں گے۔ اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ﴾ یعنی وہ آگ ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی ﴿فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ دروازوں کے پیچھے بڑے بڑے ستونوں میں تاکہ وہ اس سے باہر نہ نکل سکیں۔ ﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا﴾ (السجدة: ٢٠/٣٢) "جب بھی وہ اس آگ سے باہر نکلنا چاہیں گے' اسی میں لوٹا دیے جائیں گے"۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الفیل

سورۃ الفیل (١٠٥) مکیۃ (١٩) — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — آیاتھا ٥ رکوعھا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ① أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسے کیا آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ؟ ○ کیا نہیں کر دیا تھا اس نے ان کی چال کو

فِي تَضْلِيلٍ ② وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ③ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ

بے کار؟ ○ اور اس نے بھیجے ان پر پرندے جھنڈ کے جھنڈ ○ وہ پھینکتے تھے ان پر کنکریاں

مِّن سِجِّيلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ⑤

کھنگر کی ○ سو اس (اللہ) نے کر دیا انہیں (ایسے) جیسے بھوسا کھایا ہوا ○

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت‘ اس کی عظمت شان اپنے بندوں پر اس کی رحمت‘ اس کی توحید کے دلائل اور اس کے رسول محمد ﷺ کی صداقت کو نہیں دیکھا‘ کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ جنھوں نے اس کے حرمت والے گھر کے خلاف سازش کی اور اس کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ پس اس کے لیے انھوں نے خوب تیاری کی اور بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لیے انھوں نے اپنے ساتھ ہاتھی بھی لے لیے تھے۔ وہ حبشہ اور یمن سے ایک ایسی فوج لے کر آئے جس کا مقابلہ کرنا عربوں کے بس میں نہ تھا۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو عربوں میں مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اہل مکہ ان کے خوف سے مکہ سے نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول بھیجے‘ یعنی متفرق غول جو کھنگر کی گرم کنکریاں اٹھائے ہوئے تھے۔ پس پرندوں نے یہ کنکریاں ان پر پھینکیں اور انھوں نے دور اور نزدیک سب کو نشانہ بنایا اور وہ سب موت کے گھاٹ اتر گئے اور وہ یوں ہو گئے‘ جیسے کھایا ہوا بھس۔

اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لیے کافی ہو گیا اور اس نے ان کی چال کو انھی پر لوٹا دیا۔ ان کا یہ واقعہ بہت مشہور اور معروف ہے۔ یہ واقعہ اس سال پیش آیا جس سال رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ پس یہ واقعہ آپ کی دعوت کی بنیاد اور آپ کی رسالت کی دلیل بن گیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا اور اسی کا شکر ہے۔

تفسیر سورۂ قریش

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ (۱۰۶) مَكِّيَّةٌ (۲۹) — اٰيَاتُهَا ۴ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

بوجہ مانوس ہونے قریش کے ○ (یعنی) مانوس ہونا انکا سفر سے سردی اور گرمی کے ○ پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں مالک کی اس

الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

گھر (کعبہ) کے ○ وہ ذات جس نے کھانا کھلایا ان کو بھوک میں اور امن دیا ان کو خوف سے ○

بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ جار اور مجرور کا تعلق ماقبل سورت سے ہے‘ یعنی ہم نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ قریش‘ ان کے لیے امن‘ ان کے مصالح کی درستی‘ تجارت اور کسب معاش کے لیے سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے سفر کی خاطر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا جنھوں نے ان کے بارے میں کسی برائی کا ارادہ کیا۔ عربوں کے دلوں میں حرم اور اہل حرم کے معاملے کو تعظیم بخشی‘ یہاں تک کہ عرب قریش کا احترام کرنے لگے‘ قریش جہاں بھی سفر کا ارادہ کرتے تو عرب معترض نہ ہوتے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ ’’پس وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔‘‘ یعنی اس کی توحید بیان کریں اور اس کے لیے عبادت کو خالص کریں۔ ﴿الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

﴿ جُوۡعٍ وَّاٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴾ ''جس نے انھیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے امن وامان دیا۔'' رزق میں کشادگی' خوف کے حالات میں امن سے بہرہ مند ہونا سب سے بڑی دنیاوی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر کی موجب ہے' اے اللہ! اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں پر تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا اور شکر کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے ساتھ اپنی ربوبیت کو اس کے فضل وشرف کی وجہ سے مخصوص کیا ہے ورنہ تو وہ ہر چیز کا رب ہے۔

تفسیر سورۃ الماعون

سورۃ الماعون (107) مکیۃ (17) — اٰیاتہا 7 — رکوعہا 1

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ① فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ② وَلَا یَحُضُّ

بھلا دیکھا آپ نے اس شخص کو جو جھٹلاتا ہے جزا کو؟ ○ پس یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو ○ اور نہیں شوق دلاتا وہ

عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ③ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ④ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ⑤

کھانا کھلانے پر' مسکین کو ○ پس ہلاکت ہے (ان) نمازیوں کے لیے ○ وہ جو کہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں ○

الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ⑥ وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ⑦ ع 32

وہ جو کہ دکھلاوا کرتے ہیں ○ اور وہ انکار کرتے ہیں استعمال کی معمولی چیزوں سے بھی ○

اللہ تعالیٰ اس شخص کی مذمت کرتے ہوئے جس نے اس کے اور اس کے بندوں کے حقوق کو ترک کر دیا' فرماتا ہے: ﴿ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ﴾ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو حیات بعد الموت کو جھٹلاتا ہے اور جو کچھ انبیاء ومرسلین لے کر آئے ہیں ان پر ایمان نہیں لاتا؟ ﴿ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ﴾ پس یہی وہ شخص ہے جو سخت دلی اور تندخوئی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور اپنی قساوت قلبی کی بنا پر اس پر رحم نہیں کرتا' نیز اس کا سبب یہ بھی ہے کہ وہ ثواب کی امید رکھتا ہے نہ عذاب سے ڈرتا ہے۔ ﴿ وَلَا یَحُضُّ ﴾ اور دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا ﴿ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ﴾ ''مسکین کے کھانے پر۔'' اور وہ خود تو بالاولی مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا۔

﴿ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ﴾ ہلاکت ہے نماز کا التزام کرنے والوں کے لیے مگر وہ ﴿ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ﴾ ''اپنی نماز سے غافل ہیں۔'' یعنی وہ اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں اس کے وقت مسنون کو ترک کرتے ہیں اور اس کے ارکان کو برے طریقے سے ادا کرتے ہیں اس کا سبب' اللہ تعالیٰ کے حکم کا عدم اہتمام ہے کہ انھوں نے نماز کو ترک کر دیا جو سب سے اہم عبادت ہے۔ نماز سے غفلت ہی ہے جو نمازی کو مذمت اور ملامت کا مستحق بناتی ہے۔ اور رہا نماز کے اندر سہو تو یہ ہر ایک سے واقع ہو جاتا ہے حتی کہ نبی اکرم ﷺ سے بھی سہو واقع ہوا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے نماز سے غافل لوگوں کو ریا' قساوت اور بے رحمی جیسے اوصاف سے موصوف کیا ہے۔ فرمایا: ﴿ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ﴾

یعنی وہ لوگوں کے دکھلاوے کے لیے عمل کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴾ کسی چیز کو عاریتاً یا ہبہ کے طور پر عطا کرنے سے جس کے عطا کرنے پر ان کو نقصان نہیں پہنچتا' روکتے ہیں' مثلاً: برتن' ڈول' کلہاڑی وغیرہ جن کو استعمال کے لیے دینے اور ان کے بارے میں فیاضی کرنے کی عام عادت جاری ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی شدید حرص کے باعث استعمال کی معمولی اشیا کو دینے سے منع کرتے ہیں' تب ان سے زیادہ بڑی اشیا (لوگوں کو استعمال کے لیے) دیتے وقت ان کا کیا حال ہوگا۔

اس سورۂ مبارکہ میں یتیموں اور مساکین کو کھانا کھلانے' نیز نماز کا خیال رکھنے' اس کی حفاظت کرنے اور نماز اور دیگر تمام اعمال میں اخلاص کو مدنظر رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز معروف پر عمل کرنے' معمولی اموال کو استعمال کے لیے عطا کرنے کی ترغیب ہے' مثلاً: برتن' ڈول اور کتاب وغیرہ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو ایسا نہیں کرتا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب . والحمدللہ رب العالمین

تفسیر سورۃ الکوثر

سورۃ الکوثر (۱۰۸) مکیۃ (۱۵) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتہا ۳ رکوعہا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾

یقیناً عطا کی ہم نے آپ کو کوثر○ سو آپ نماز پڑھیں اپنے رب کیلئے اور قربانی کریں○ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر احسان کرتے ہوئے خطاب فرماتا ہے: ﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴾ یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر اور فضل عظیم عطا کیا۔ منجملہ اس خیر کثیر میں سے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو عطا فرمائے گا' ایک نہر بھی ہے جس کو (اَلْكَوْثَرَ) کہا جاتا ہے' حوض کوثر کا طول ایک ماہ کی مسافت اور اس کا عرض بھی ایک ماہ کی مسافت ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر میٹھا ہے' اس کے پینے کے برتن' اپنی کثرت اور چمک میں' آسمان کے ستاروں کے مانند ہوں گے۔ جو کوئی حوض کوثر سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا' اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے احسان وعنایت کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو اس احسان پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ ''پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔'' اللہ تعالیٰ نے ان دو عبادتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا؛ کیونکہ یہ دونوں افضل ترین عبادات اور تقرب الٰہی کا جلیل ترین ذریعہ ہیں' نیز ان دونوں کا خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز قلب اور جوارح میں خشوع کو متضمن ہے' پھر اسے عبادت کی دیگر تمام انواع میں منتقل کر دیتی ہے۔ جانور ذبح کرنے میں یہ حکمت ہے کہ بندے کے پاس جو

کچھ ہے اس میں سے افضل ترین چیز قربانی کے ذریعے سے تقرب الٰہی حاصل کرنا اور مال خرچ کرنا ہے جس سے محبت کرنا اور اس میں بخل کرنا نفس انسانی کی جبلت ہے۔

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ ﴾ آپ سے بغض رکھنے والا، آپ کی مذمت اور تنقیص کرنے والا ﴿ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾ یعنی وہ ہر بھلائی سے محروم ہے اس کا عمل منقطع ہے اور اس کا ذکر منقطع ہے۔ رہے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ تو حقیقت میں وہی کامل ہیں، آپ کمال کے اس بلند ترین مرتبے پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تک پہنچنا مخلوق میں سے کسی کے لیے ممکن نہیں، مثلاً: رفعت ذکر، کثرت الانصار اور کثرت متبعین۔

تفسیر سورۃ الکافرون

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۰۹) مَكِّيَّةٌ (۱۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۶ رُكُوْعُهَا ۱

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ

آپ کہہ دیجیے: اے کافرو! ○ نہیں عبادت کرتا میں جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ○ اور نہ تم عبادت کرتے ہو اس کی جس کی

اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

میں عبادت کرتا ہوں ○ اور نہ میں ہی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ○ اور نہ تم ہی عبادت کرنے والے ہو

مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں ○ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ○

یعنی کفار کو نہایت صراحت کے ساتھ، آگاہ کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴾ "جن کو تم پوجتے ہو میں ان کو نہیں پوجتا۔" یعنی آپ کفار کے ان خود ساختہ معبودوں سے براءت کا اظہار کریں جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ظاہر اور باطن میں عبادت کرتے تھے۔

﴿ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴾ "اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔" کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری عبادت میں تمہارا اخلاص معدوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری عبادت جو شرک سے مقرون ہے، عبادت نہیں کہلا سکتی۔ اس جملے کو مکرر بیان کیا تاکہ اول عدم وجود فعل پر دلالت کرے اور دوسرا اس امر پر دلالت کرے کہ یہ ان کا وصف لازم بن گیا تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے درمیان امتیاز اور تفریق کی ہے۔ فرمایا: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ "تم اپنے دین پر اور میں اپنے دین پر۔" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ﴾ (بنی إسراءیل: ۸۴/۱۷) "کہہ دیجیے: ہر شخص اپنے اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے۔" فرمایا: ﴿ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ

﴿ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ (یونس: ۱۰/ ٤١) ''جو کچھ میں کرتا ہوں تم اس سے بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بری ہوں۔''

تفسیر سورۃ النصر

سورۃ النصر (۱۱۰) مدنیۃ (۱۱۴) — آیاتها ۳ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴿١﴾ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ﴿٢﴾

جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح ○ اور آپ دیکھیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج ○

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ﴿٣﴾

تو آپ تسبیح کیجیے ساتھ حمد کے اپنے رب کی اور بخشش مانگیے اس سے، بلاشبہ وہ ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا ○

اس سورۂ کریمہ میں ایک خوشخبری ہے، اس خوشخبری کے حاصل ہو جانے پر رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک حکم ہے، نیز اس میں اس خوشخبری پر مترتب ہونے والے احوال کی طرف اشارہ اور اس پر تنبیہ ہے۔ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کے لیے نصرت، فتح مکہ اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے کی ہے ان میں سے بہت لوگ آپ کے دشمن تھے، اس کے بعد وہی لوگ آپ کے اعوان و انصار ہوں گے اور جس چیز کے بارے میں خوشخبری دی گئی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

رہا فتح و نصرت کے بعد حکم تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس فتح و نصرت پر اس کا شکر ادا کریں، اس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں اور اس سے استغفار کریں۔

رہا اشارہ تو اس میں دو اشارے ہیں۔

اول: دین اسلام دائمی فتح و نصرت سے بہرہ مند رہے گا، اس کے رسول کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور استغفار پر اس نصرت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ تسبیح و استغفار، شکر ہی شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (ابراھیم: ۱٤/ ۷) ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھیں اور زیادہ عطا کروں گا۔'' اور یہ چیز خلفائے راشدین کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی امت کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہم رکاب رہی، یہاں تک کہ اسلام اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تمام ادیان میں سے کوئی دین نہیں پہنچ سکا حتی کہ امت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت میں افعال صادر ہونے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تفرق کلمہ اور تشتتِ امر کے ذریعے سے انھیں آزمایا۔ پس پھر جو ہونا تھا ہوا۔ بایں ہمہ اس امت پر اور اس دین پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ خیال کی وہاں تک رسائی ہی ہے۔

دوم: رہا دوسرا اشارہ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی اجل قریب آ گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک' فضیلت والی عمر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور اس نے مقرر فرما دیا ہے کہ فضیلت والے امور کا اختتام' استغفار کے ساتھ ہو' مثلاً: نماز اور حج وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس حال میں آپ کو حمد و استغفار کا حکم دینا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب آپ کو اپنے رب کی ملاقات کے لیے مستعد اور تیار رہنا چاہیے اور آپ کو اپنی عمر کا اختتام اس افضل ترین چیز پر کرنا چاہیے جو آپ موجود پاتے ہیں۔ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

چنانچہ آپ قرآن کی (اس آیت کی) تاویل کرتے ہوئے' اپنی نماز کے اندر رکوع و سجود میں نہایت کثرت سے یہ پڑھا کرتے تھے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي﴾ ① ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں' اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

تفسیر سورۃ اللھب

سُورَۃُ اللَّهَبِ (۱۱۱) مَكِّيَّةٌ (۶) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتُھا ۵ رُکُوعُھا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى

ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو گیا○ نہ فائدہ دیا اسکو اسکے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا○ ضرور داخل ہوگا وہ

نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع

بھڑکتی آگ میں○ اور اس کی بیوی بھی' لکڑیاں ڈھونے والی○ اس کی گردن میں رسی ہوگی چھال کی بٹی ہوئی○

ابولہب' نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا' آپ سے شدید عداوت رکھتا تھا اور آپ کو سخت اذیت پہنچاتا تھا' اس میں کوئی دین کی رمق تھی نہ قرابت کی حمیت۔ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ذم عظیم کے ذریعے سے اس کی مذمت بیان فرمائی جو قیامت کے دن تک اس کے لیے رسوائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ﴾ یعنی اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بدبختی میں پڑ گیا ﴿وَّتَبَّ﴾ اس نے نفع حاصل نہ کیا۔ ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ﴾ وہ مال اس کے کسی کام نہ آیا جو اس کے پاس تھا اور اس مال نے اسے سرکش بنا دیا تھا اور جو مال اس نے کمایا تھا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اس عذاب کو کچھ بھی دور نہ کر سکا۔ ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ''وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔'' یعنی آگ اسے ہر جانب سے گھیر لے گی ﴿وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾

① صحيح البخاري' الاذان' باب الدعاء في الركوع' ح: ۷۹۴ و صحيح مسلم' الصلوة' باب ما يقال في الركوع والسجود' ح: ۴۸۴

''اوراس کی بیوی بھی جوایندھن اٹھانے والی ہے۔'' اس کی بیوی بھی رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت پہنچاتی تھی' میاں بیوی دونوں گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے' وہ تکلیف پہنچاتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو اذیّت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر بوجھ لا دیا جائے گا اس شخص کے مانند جو ایندھن اکٹھا کرتا ہے۔ اس کی گردن میں ڈالنے کے لیے ایک رسّی تیار کی گئی ہے ﴿مِّنْ مَّسَدٍ﴾ ''مونج کی۔'' یعنی کھجور کے پتوں کے ریشے سے بٹی ہوئی۔

یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (جہنم میں) وہ ایندھن اٹھا اٹھا کر اپنے شوہر پر ڈالے گی اور اس کے گلے میں کھجور کے پتوں کے ریشوں سے بٹی ہوئی رسّی بندھی ہوئی ہوگی۔ دونوں معنوں کے مطابق اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے؛ کیونکہ یہ سورۂ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب ابولہب اور اس کی بیوی ابھی ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ عنقریب انھیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ دونوں ایمان نہیں لائیں گے۔ پس یہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح عالم الغیب والشہادۃ نے خبر دی تھی۔

تفسیر سورۃ الاخلاص

سُوْرَةُ الْإِخْلَاص (۱۱۲) مَكِّيَّةٌ (۲۲) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳

آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ یکتا ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ نہیں جنا اس نے (کسی کو) اور نہیں وہ (خود) جنا گیا ○

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

اور نہیں ہے اس کا ہمسر کوئی بھی ○

﴿قُلْ﴾ یعنی اس حقیقت پر اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس کے معنی کو جانتے ہوئے حتمی طور پر کہہ دیجیے: ﴿هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ وہ اللہ ایک ہی ہے' یعنی وحدانیت اس کی ذات میں منحصر ہے۔ وہ ہر قسم کے کمال میں احد اور منفرد ہے جو اسمائے حسنیٰ' صفات کاملہ وعالیہ افعال مقدسہ کا مالک ہے جس کی کوئی نظیر ہے نہ مثیل۔ ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ''اللہ بے نیاز ہے۔'' یعنی تمام حوائج میں وہی مقصود ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلی کے رہنے والے سب اس کے انتہائی محتاج ہیں' اسی سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں' اپنے اہم امور میں اسی کی طرف راغب ہوتے ہیں؛ کیونکہ وہ اپنے اوصاف میں کامل ہے' وہ علیم ہے جو اپنے علم میں کامل ہے' حلیم ہے جو اپنے حلم میں کامل اور رحیم ہے جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ اسی طرح وہ اپنے تمام اوصاف میں کامل ہے۔ یہ اس کا کمال ہے کہ ﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾

اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ اسے کسی نے جنم دیا ہے کیونکہ وہ کامل طور پر غنی ہے۔ ﴿وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ اس کے اسماء میں نہ اس کی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں کوئی اس کا ہمسر ہے۔ اس کی ذات بابرکت اور بہت بلند ہے۔ یہ سورۂ کریمہ توحید اسماء و صفات پر مشتمل ہے۔

تفسیر سورۃ الفلق

سُوْرَةُ الْفَلَقِ (١١٣) مَكِّيَّةٌ (٢٠) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٥ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ

کہہ دیجیے: میں پناہ میں آتا ہوں صبح کے رب کی ○ (ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ○ اور اندھیری رات کے شر سے

إِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾ ع

جب وہ چھا جائے ○ اور پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے گرہوں میں ○ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ○

ع-٣٨

﴿قُلْ﴾ یعنی آپ اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے کہیے: ﴿أَعُوذُ﴾ میں پناہ ڈھونڈتا ہوں اور اپنا بچاؤ تلاش کرتا ہوں ﴿بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ''رب فلق کے ذریعے سے۔'' یعنی جو دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے اور صبح کو نمودار کرتا ہے۔ ﴿مِن شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ ''ہر چیز کے شر سے جو اس نے بنائی۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق، انسان، جنات اور حیوانات سب کو شامل ہے۔ پس ان تمام مخلوقات کے اندر موجود شر سے ان کو پیدا کرنے والے کی پناہ مانگی جاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے عام چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص چیزوں کا ذکر کیا، فرمایا: ﴿وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ ''اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔'' یعنی میں اس شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو رات کے اندر ہوتا ہے، جب وہ لوگوں پر چھا جاتا ہے اور اس میں بہت سی شریر ارواح اور موذی حیوانات پھیل جاتے ہیں۔

﴿وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ یعنی جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے جو اپنے جادو میں گرہوں میں پھونکوں سے کام لیتی ہیں جن کو وہ جادو کے لیے باندھتی ہیں۔ ﴿وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ ''اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔'' حاسد وہ ہے جو محسود کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور ان تمام اسباب کے ذریعے سے جن پر وہ قادر ہے، اس نعمت کے زوال کے لیے کوشاں رہتا ہے، تب اس کے شر سے بچنے اور اس کے مکر و فریب کے ابطال کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی حاجت ہوتی ہے۔ نظر لگانے والا بھی حاسد ہی شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ نظر بد صرف حاسد، شریر الطبع اور خبیث النفس شخص ہی سے صادر ہوتی ہے۔

یہ سورۂ کریمہ، عام طور پر اور خاص طور پر، شر کی تمام انواع سے استعاذہ کو متضمن ہے، نیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جادو کی حقیقت ہے، اس کے ضرر سے ڈرا جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔

تفسیر سورۃ الناس

سُورَةُ النَّاسِ (114) مَكِّيَّةٌ (21) — آیاتھا 6 — رکوعھا 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع (جو) نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ

کہہ دیجیے: میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے رب کی ○ انسانوں کے بادشاہ کی ○ انسانوں کے معبود کی ○ شر سے

الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾

وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے ○ وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں ○

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ○

یہ سورۂ مبارکہ لوگوں کے رب، ان کے مالک اور ان کے معبود کے پاس، شیطان سے پناہ ہے جو تمام برائیوں کی جڑ اور ان کا مادہ ہے جس کا فتنہ اور شر یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، ان کے سامنے شر کی تحسین کرتا ہے۔ برائی کو انتہائی خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور برائی کے ارتکاب کے لیے ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے۔ وہ انھیں بھلائی سے باز رکھتا ہے اور اس کو کسی اور ہی صورت میں ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی حال میں رہتا ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے، یعنی جب بندۂ مومن اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کو دفع کرنے کے لیے اپنے رب کی مدد چاہتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ بندے کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ذریعے سے جو تمام لوگوں کے لیے عام ہے، مدد طلب کرے، اس کی پناہ مانگے اور اسی کی پناہ میں آکر اپنا بچاؤ کرے۔ تمام مخلوق اس کی ربوبیت اور بادشاہی کے تحت ہے، وہ ہر جان دار کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔

نیز وہ اس کی الوہیت کی پناہ حاصل کرے جس کی بنا پر اس نے ان سب کو تخلیق کیا اور ان کے لیے یہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ ان کے دشمن کا شر دفع نہ کیا جائے جو انھیں اس کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے، وہ اس کے اور ان کے درمیان حائل ہونا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ ان کو اپنے گروہ میں شامل کر لے تاکہ وہ بھی جہنمی بن جائیں۔

وسوسہ جس طرح جنات کی طرف سے ہوتا ہے، اسی طرح انسانوں کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے، اس لیے فرمایا:

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ وسوسہ ڈالنے والا، خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ أَوَّلاً وَّآخِرًا، ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی نعمتوں کا اتمام کرے' ہمارے گناہوں کو بخش دے جو ہمارے اور اس کی بہت سی برکات کے درمیان حائل ہیں۔ وہ ہماری خطاؤں اور شہوات کو معاف کر دے جنھوں نے ہماری عقلوں کو اس کی آیات میں تدبّر و تفکر سے عاری کر دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کے بدلے میں وہ ہمیں اپنی بھلائی سے محروم نہیں کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس اور اس کی رحمت سے صرف گمراہ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِينَ صَلٰوةً وَّسَلَاماً دَائِمِينَ مُتَوَاصِلِينَ أَبَدَ الْأَوْقَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔

کتاب اللہ کی تفسیر اس کی مدد اور توفیق سے اس کے مرتب اور کاتب عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ المعروف بہ ''ابن سعدی'' کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی' اس کے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ اور اس کی ترتیب یکم ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں اور اس کی نقل شعبان ۱۳۴۵ھ میں مکمل ہوئی۔ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَاعْفُ عَنَّا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)۔

اس کے ساتھ ہی تفسیر سعدی ﴿تَيْسِيرُ الْكَرِيمِ الرَّحْمٰنِ فِي تَفْسِيرِ كَلَامِ الْمَنَّانِ﴾ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مُحَمَّدٍ الْكَرِيمِ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِينَ)۔

احقر العباد

طیب شاہین لودھی

نشیمن۔ ۱۹ سی بودلہ ٹاؤن' ملتان

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۹۹ء

ترجمے کی تصحیح وتنقیح اور نظر ثانی کا کام بِعَوْنِ اللّٰہِ وَتَوْفِیْقِہٖ، ماہ صفر ۱۴۲۴ھ (مطابق اپریل: 2003ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ.

اللہ تعالیٰ فاضل مفسر رحمہ اللہ، فاضل مترجم رحمہ اللہ، راقم الحروف، دیگر معاونین ورفقائے دارالسلام اور ناشرین کی مساعیِ حسنہ کو قبول فرمائے، اسے ان سب کی نجات اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے اور اس تفسیر کو اردو دان حضرات کے لیے بھی اسی طرح قرآن فہمی کا باعث بنائے جیسے اس کا عربی ایڈیشن عرب علماء وشیوخ کے لیے فہم قرآن کا وسیلہ ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف

شاداب کالونی گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

(16 اپریل 2003ء)